www.KitaboSunnat.com

فقہ الاحکام

شرح

بلوغ المرام

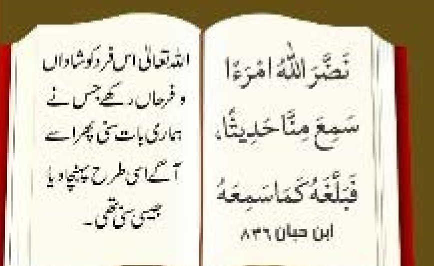

تالیف

فضیلۃ الشیخ

حافظ ثناء اللہ ضیاء حفظہ اللہ تعالیٰ

جلد دوم

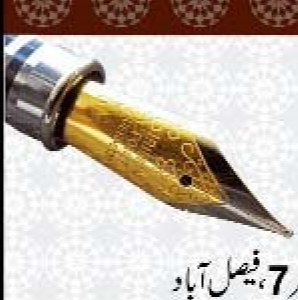

ادارہ تفہیم الکتاب والسنہ

جامع مسجد ابراہیم اہلحدیث کہکشاں کالونی نمبر 2 بلاک A گلی نمبر 7، فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

فقه الاحکام

شرح

بلوغ المرام

فضیلۃ الشیخ حافظ ثناءاللہ ضیاء حفظہ اللہ

حصہ دوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست جلد دوم

نمبر شمار | موضوع | صفحہ نمبر

کتاب البیوع تجارت کے مسائل

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۱	تجارت کے مسائل	۵
۲	بیع خیار کے مسائل	۳۰
۳	سود کا بیان	۳۳
۴	بیع عرایا کا بیان	۴۰
۵	پیشگی ادائیگی، قرض اور گروی کے مسائل	۴۴
۶	مقروض کو تصرف سے روکنا	۴۹
۷	صلح کا بیان	۵۵
۸	کفالت اور ضمانت کے مسائل	۵۷
۹	شراکت اور وکالت کے مسائل	۵۹
۱۰	اقرار کا بیان	۶۲
۱۱	ادھار اشیاء کا بیان	۶۳
۱۲	غصب کا بیان	۶۵
۱۳	شفعہ کا بیان	۶۸
۱۴	مضاربت کا بیان	۷۱
۱۵	زمین کو پانی دینا اور ٹھیکے پر دینا	۷۲
۱۶	بے آباد زمین آباد کرنی	۷۷
۱۷	وقف کا بیان	۸۲
۱۸	ہبہ کے مسائل	۸۳
۱۹	گمشدہ سامان کا بیان	۸۹
۲۰	ورثا کے حصوں کا بیان	۹۲
۲۱	وصیتوں کا بیان	۹۹
۲۲	ودیعت کا بیان	۱۰۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب النکاح شادی بیاہ کے مسائل

۲۳ کتاب النکاح ۱۰۴
۲۴ برابر اور اختیار کا بیان ۱۲۴
۲۵ بیویوں کے ساتھ رہن سہن کا بیان ۱۳۰
۲۶ حق مہر کا بیان ۱۳۹
۲۷ ولیمہ کا بیان ۱۴۴
۲۸ خلع کا بیان ۱۵۵

کتاب الطلاق طلاق کے مسائل کا بیان

۳۰ طلاق کے مسائل ۱۵۸
۳۱ رجوع کا بیان ۱۶۷
۳۲ ایلا اور ظہار کا بیان ۱۶۸
۳۳ لعان کا بیان ۱۷۲
۳۴ عدت اور سوگ کا بیان ۱۷۸
۳۵ دودھ کے مسائل ۱۸۸
۳۶ بیوی کے اخراجات کا بیان ۱۹۳
۳۷ پرورش کے مسائل ۱۹۸

کتاب الجنایات جرائم اور ان کی سزا کا بیان

۳۸ قصاص کا بیان ۲۰۲
۳۹ دیت کے مسائل ۲۱۲
۴۰ قتل کے ثبوت کا بیان ۲۱۸
۴۱ بغاوت کو کچلنے کا بیان ۲۱۹
۴۲ مرتد کے مسائل ۲۲۱

کتاب الحدود حدود کا بیان

۴۳ حدود کا بیان ۲۲۶
۴۴ تہمت کے مسائل ۲۳۶
۴۵ چور کی سزا ۲۳۸
۴۶ شرابی کی سزا اور منشیات ۲۴۶
۴۷ حملہ آور کا بیان ۲۵۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الجهاد جہاد کے مسائل

۴۸ جہاد کی فرضیت اور اس کی فضیلت ۲۵۵
۴۹ صلح اور جزیہ کے مسائل ۲۷۸
۵۰ جنگی تیاری کا بیان ۲۸۲

کتاب الاطعمة کھانے کے آداب

۵۱ کھانے کے آداب ۲۸۵
۵۲ شکار اور ذبح کے مسائل ۲۹۱
۵۳ قربانی کے مسائل ۲۹۷
۵۴ عقیقہ کے مسائل ۳۰۳

کتاب الایمان والنذور قسموں اور نذروں کا بیان

۵۵ قسم اور نذر کے مسائل ۳۰۵

کتاب القضاء عدلیہ کے مسائل

۵۶ قاضی اور حاکم کے اوصاف ۳۱۶
۵۷ گواہیوں کا بیان ۳۲۵
۵۸ دعوی اور دلائل کا بیان ۳۲۹

کتاب العتق غلام آزاد کرنے کا بیان

۵۹ غلاموں کی آزادی کے مسائل ۳۳۴
۶۰ مدبر، مکاتب اور ام ولد کے مسائل ۳۳۸

کتاب الجامع متفرق اشیاء کا بیان

۶۱ ادب کا بیان ۳۴۲
۶۲ نیکی اور صلہ رحمی کا بیان ۳۴۹
۶۳ دنیا سے عدم دلچسپی ۳۵۵
۶۴ بری عادات کا انجام ۳۶۱
۶۵ اچھی عادات کے ثمرات ۳۷۷
۶۶ ذکر اور دعا کا بیان ۳۸۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ الْبُيُوْعِ

خرید وفروخت کے مسائل کا بیان

لغوی تحقیق: بیوع: یہ بیع کی جمع ہے اور لفظ بیع مصدر ہے، اہل فن کا کہنا ہے کہ مصدر تذکیروتانیث اور تثنیہ وجمع نہیں لایا جاتا، جبکہ فقہاء و محدثین نے اسے جمع استعمال کیا ہے۔ واضح رہے کہ فقہاء و محدثین کا اسے جمع استعمال کرنے کا مقصد اس کی مختلف انواع کی وضاحت کرنا ہے۔ لہٰذا اہل فن اور محدثین وفقہاء کے مابین یہ مسئلہ مختلف نہیں۔

بیع کے لغوی معنی کسی چیز کا لین دین کرنا ہے۔ جبکہ شرعی اصطلاح میں ملکیت کی غرض اور باہمی رضامندی سے قدروں کے مبادلے کا نام بیع ہے۔ عام طور پر فروخت کنندہ کو بائع اور خریدار کو مشتری کہا جاتا ہے۔ جبکہ مذکورہ دونوں الفاظ دونوں معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ بَابُ شُرُوْطِهِ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ مِنْهُ تجارت کی شرائط اور اس کی ممنوعہ اقسام کا بیان

لغوی تحقیق: شروطه: ہ، کی ضمیر کا مرجع لفظ بیع ہے۔ یعنی شرعی بیع کی شرائط۔ شروط: یہ شرط کی جمع ہے۔ شرط ایک ایسی چیز ہے جس کی عدم موجودگی کی وجہ سے مشروط کی عدم موجودگی لازم آتی ہے۔ مگر شرط کی موجودگی سے مشروط کی موجودگی لازم نہیں آتی۔

اہل علم نے کتاب وسنت کی روشنی میں صحت تجارت کیلئے چند شرائط بیان کی ہیں۔

(۱) فروخت کی جانے والی چیز کی تجارت کو شریعت نے حرام قرار نہ دیا ہو (۲) فروخت کی جانے والی چیز بائع کی ملکیت یا سرپرستی میں ہو۔ (۳) مال تجارت اور قیمت معلوم ہو۔ (۴) بائع اور مشتری دونوں تجارت کے اہل ہوں۔ (۵) بائع اور مشتری کی باہمی رضامندی ہو۔ (۶) بیع ماضی کے صیغوں کے ساتھ ہو۔ ما نهي عنه: اس سے مراد بیع مجہولہ، ممنوعہ اشیاء کی بیع، فریب کی بیع اور سودی لین دین ہے۔

۷۷۳: عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم سُئِلَ أَيُّ الْكَسْبِ أَطْيَبُ؟ قَالَ " عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ, وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُورٍ " رَوَاهُ الْبَزَّارُ، وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

البزار: ۱۲۵۷، الحاکم: ۱۰/۲، احمد: ۱۴۱/۴، المعجم الاوسط: ۲۱۶۱، ۷۹۱۴، المعجم الکبیر: ۲۷۷/۴، التلخیص: ۳/۳

تنبیہ: مسند احمد اور طبرانی میں عبایہ بن رفاعہ بن رافع عن جدہ ہے، جبکہ مستدرک حاکم میں عبایہ بن رافع عن ابیہ ہے۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص میں اسے حاکم کا وہم قرار دیا ہے۔

۷۷۳: حضرت رفاعۃ بن رافع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسی آمدنی پاک ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " آدمی کی اپنے ہاتھ کی کمائی اور ایسی تجارت جو جھوٹ اور فریب سے پاک ہو۔"

لغوی تحقیق: الکسب: طلب رزق۔ اطیب: ایسی کمائی جو کام کے اعتبار سے افضل، برکت کے اعتبار سے کثیر اور استعمال کے اعتبار سے درست ہو۔ مبرور: یہ بر سے ماخوذ ہے اور یہ گناہ کی ضد ہے۔ یعنی ایسی تجارت جو جھوٹ اور فریب سے پاک ہو۔

تشریح: ہاتھ کے عمل کی بنیاد تقریباً چار چیزوں پر ہے۔ (۱) جہاد (۲) ملازمت (۳) زراعت (۴) صنعت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان چاروں میں کونسی افضل ہے؟ اس بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔ امام نووی کا کہنا ہے کہ زراعت افضل ہے کیونکہ اس میں توکل علی اللہ نمایاں ہے، نیز اس سے جملہ انسان وحیوان اور پرندے مستفید ہوتے ہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ بہترین آمدنی مال غنیمت ہے کیونکہ یہ کسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس بارے میں صحیح موقف یہ ہے کہ جو شخص جو بھی پیشہ دیانت داری اور راست گوئی سے اختیار کرے، اس پیشہ سے حاصل ہونے والی آمدنی اس کیلئے افضل ہے۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی مثل حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت براء بن عازب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو امام طبرانی نے **المعجم الاوسط** میں نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس حدیث کے جملہ رواۃ قابل اعتبار ہیں۔ امام حاکم نے حدیث رفاعہ، وائل بن داؤد کے واسطے سے تین طرق سے نقل کی ہے۔ ایک طریق میں وائل یہ روایت جمیع بن عمیر سے نقل کرتے ہیں۔ اس سند میں جمیع بن عمیر کی موجودگی شریک کا وہم نہیں تو پھر یہ روایت موضوع کے قریب تر ہے کیونکہ جمیع پر محدثین نے سخت جرح کی ہے۔ دوسرے طریق میں وائل یہ روایت سعید بن عمیر سے نقل کرتے ہیں۔ اس سند کو امام ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ تیسرے طریق میں وائل یہ روایت عبایہ بن رافع سے نقل کرتے ہیں۔ یہ طریق مسعودی کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) کسب حلال کی طلب ضروری ہے۔ (۲) بہترین آمدنی اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔

(۳) ایسی تجارت جو جھوٹ فریب اور سود سے پاک ہو، وہ اطیب المکاسب میں شامل ہے۔

۷۷۴: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ ,وَهُوَ بِمَكَّةَ "إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ ,وَالْمَيْتَةِ ,وَالْخِنْزِيرِ ,وَالْأَصْنَامِ" فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ ,فَإِنَّهُ تُطْلَى بِهَا السُّفُنُ ,وَتُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ ,وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ؟ فَقَالَ "لَا هُوَ حَرَامٌ" ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عِنْدَ ذَلِكَ "قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ ,إِنَّ اللَّهَ لَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شُحُومَهَا جَمَلُوهُ ,ثُمَّ بَاعُوهُ ,فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم بیع الخمر و المیتۃ و الخنزیر و الاصنام: ۱۵۸۱، البخاری: ۲۲۳۶، ابوداود: ۳۴۸۶، الترمذی: ۱۳۲۰، النسائی: ۷/۳۰۹، ابن ماجۃ: ۲۱۶۷، احمد: ۳/۳۲۴، الدارمی: ۲/۱۱۵، البیہقی: ۶/۱۲، ابن حبان: ۶۲۵۲، ۶۲۵۳، ابو یعلی: ۱۸۷۳

۷۷۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت کو حرام قرار دیا ہے۔" (بخاری ومسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مردار کی چربی کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ کیونکہ اس سے کشتیوں کو اور چمڑوں کو چکنا کیا جاتا ہے، اور لوگ اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، یہ بھی حرام ہے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ ہی فرمایا: "اللہ یہودیوں کو تباہ کرے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے چربی حرام قرار دی تو انہوں نے اسے پگھلا لیا، پھر اسے فروخت کر دیا اور اس کی قیمت خورد ونوش میں استعمال کر لی۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: عام الفتح: فتح مکہ کے سال۔ حرّم: صحیحین میں لفظ مفرد ہی استعمال ہوا ہے جبکہ بعض طرق میں تثنیہ؛ حرما؛ بھی مذکور ہے، لیکن زیادہ صحیح مفرد ہی ہے کیونکہ حلت وحرمت کا مکمل اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو امر الٰہی کی تنفیذ کرنے والے ہیں۔ الخمر: اس کے لفظی معنی ڈھانپنے کے ہیں، اسی مناسبت سے دوپٹے کو بھی خمار کہا گیا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد ہر نشہ آور چیز ہے، خواہ وہ ٹھوس ہو یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مائع ،اس کی تیاری طریقہ جدید سے ہو یا قدیم سے۔ المیتة: ہر وہ جانور جو اپنی طبعی موت مر جائے یا اسے غیر شرعی طریقہ سے مار دیا جائے وہ مردار ہی ہے۔ الاصنام: اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس چیز کی عبادت کی جائے وہ صنم ہے، خواہ وہ کسی بھی مادے سے کسی بھی شکل میں تیار کی گئی ہو۔ تطلی : لکڑی کو چکنا کرنا۔ قاتل : یہاں بمعنی لاعن ہے یعنی اللہ یہود پر لعنت فرمائے۔ جملوه : وہ اسے پگھلا لیتے تھے۔ السفن: سین اور فاء مضموم، یہ سفینة کی جمع ہے یعنی کشتیاں۔

تشریح: یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے منقول ہے، بعض طرق میں ؛حرم؛ اور بعض ؛حرما؛ ہے اسی طرح بعض طرق میں خنزیر ہے اور بعض میں خنازیر ہے۔ آپ ﷺ نے ان اشیاء کی حرمت کے بارے میں خطبہ فتح مکہ کے روز ارشاد فرمایا، جیسا کہ صحیح ابن حبان میں صراحتاً مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "یہود پر چربی حرام قرار دی گئی تھی، مگر انہوں نے اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے اس کی قیمت کو بھی حرام قرار دیا ہے۔"

فقہی احکام: (۱) حیلہ سازی یہودیوں کی نہایت مکروہ ایجاد ہے۔ (۲) اسلام میں حیلہ سازی منع ہے۔ (۳) جو چیز حرام ہے اس کی قیمت بھی حرام ہے ماسوا اس چیز کے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ کے باغیوں کیلئے بددعا کرنا مسنون ہے۔ (۵) ہر نشہ آور چیز کی تجارت ممنوع ہے۔

۷۷۵: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ " إِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَبَايِعَانِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ ,فَالْقَوْلُ مَا يَقُولُ رَبُّ السِّلْعَةِ أَوْ يَتَتَارَكَانِ " رَوَاهُ الْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابو داود، کتاب البیوع، باب اذا اختلف البیعان و المبیع قائم: ۳۵۱۱، الترمذی: ۱۲۹۳، النسائی: ۷/ ۳۰۲، ابن ماجة: ۲۱۸۶، احمد: ۴۶۶/۱، مالک: ۶۷۱/۲، الدارمی: ۲۵۴۹، الدارقطنی: ۲۰/۳، الحاکم: ۴۵/۲، البیھقی: ۳۳۲/۵

۷۷۵: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: "جب بائع اور مشتری کے مابین تنازع ہو جائے اور کسی کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو اس صورت میں صاحب مال کی بات قابل تسلیم ہوگی یا دونوں بیع منسوخ کر دیں۔" اسے پانچوں نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: البینة: اس کے لفظی معنی واضح یا ظاہر ہونے کے ہیں۔ یہاں اس سے مراد شہادت وغیرہ ہے۔ رب: یہاں لفظ رب بمعنی ؛ذو؛ ہے یعنی والا۔ السلعة: سین مکسور، لام ساکن، وہ سامان جو فروخت کیا گیا ہو۔ يتتاركان: بائع اور مشتری دونوں بیع فسخ کرنے پر راضی ہو جائیں۔

تشریح: یہ حدیث فی نفسہ ضعیف ہے، لیکن تعدد طرق کی وجہ سے اسے تقویت حاصل ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ بائع اور مشتری کے مابین تنازع پیدا ہونے کی صورت میں مشتری کی حیثیت مدعی اور بائع کی حیثیت مدعا علیہ کی ہوگی۔ اس لئے شہادت کی عدم موجودگی میں مدعا علیہ کا حلفیہ بیان ہی قابل اعتبار ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "شہادت پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے جبکہ مدعا علیہ کیلئے بیان حلفی ہے۔"

فقہی احکام: (۱) تنازع کی صورت میں دونوں سے اپنے اپنے قول کی تائید میں شہادت طلب کی جائے۔ (۲) شہادت کی عدم دستیابی کی صورت میں بائع سے بیان حلفی لیا جائے۔ (۳) جس شخص سے تنازع ہوا اس کو بھی ثالث تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

۷۷۶: وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ ,وَمَهْرِ الْبَغِيِّ ,وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب: ۲۲۳۷، مسلم: ۱۵۶۷، الترمذی: ۱۲۹۸، النسائی: ۷/ ۳۰۹، ابن ماجة: ۲۱۵۹، احمد:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۱۸/۴، الدارمی: ۲۵۶۸، البیهقی: ۶/۶ ـ ۸، معرفة السنن والآثار: ۳۹۴/۴، ۳۹۷، ابن ابی شیبة: ۲۴۳/۶، ابن حبان: ۵۱۵۷، الدارقطنی: ۷۲/۳

۷۷۶: حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔ متفق علیہ

لغوی تحقیق: **الکلب**: کاف مفتوح اور لام ساکن، کتا، اس کی مؤنث کلبۃ اور جمع کلاب استعمال ہوتی ہے۔ **مھر**: اس کے حقیقی معنی تو عورت کا وہ حق ہے جو اسے شوہر نکاح کے عوض میں دیتا ہے، چونکہ بدکار عورت بھی اسی کام کا معاوضہ وصول کرتی ہے اس لیے اس اجرت کو مجازاً مہر کہا گیا ہے۔ **البغی**: باء مفتوح، غین مکسور اور یاء مشدد، یہ اصل میں بَغُوْیٌ تھا، واؤ اور یاء ایک ساتھ جمع ہوئیں، واؤ ساکن تھی لہٰذا واؤ کو یاء میں مدغم کر دیا گیا۔ پھر یاء کی مناسبت سے غین کے ضمہ کو کسرہ سے تبدیل کر دیا گیا۔ **حلوان**: حاء مضموم اور لام ساکن، شیرینی یا اجرت، کاہن کی اجرت کو شیرینی سے تعبیر کرنے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں (۱) بدعقیدہ لوگ ایسے لوگوں کو نذرانہ کے طور پر اکثر میٹھی چیزیں پیش کرتے ہیں۔ (۲) کاہن کی اجرت چونکہ بلا مشقت ہے اس لئے اسے شرینی کہا گیا ہے۔ **الکاھن**: جو لوگ غیب کی باتیں بتانے کے مدعی ہوتے ہیں، ان سب کو کاہن کہا گیا ہے۔ خواہ وہ کیافہ شناس ہو یا نجومی یا اس بات کے مدعی ہوں کہ ان کے پاس جنات ہیں جو انہیں خبریں دیتے ہیں۔

تشریح: کتے کی قیمت حرام ہونے کے بارے میں حضرت رافع، حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہیں۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں کتے کی قیمت کو خبیث کہا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "جو کتے کی قیمت وصول کرنے آئے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا کرو۔" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں لومڑی کی خرید و فروخت کی ممانعت کا ذکر بھی ہے۔ نیز اس میں شکاری کتے کی تجارت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ امام نسائی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اسے منکر قرار دیا ہے۔ جبکہ مؤلف رحمہ اللہ نے تلخیص میں اس روایت کے جملہ رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اس روایت کے جملہ رواۃ بلا شبہ ثقہ ہیں مگر یاد رکھیں کہ کسی روایت کے صحیح ہونے کیلئے فقط اس کے رجال کا ثقہ ہونا کافی نہیں۔ بلکہ چند شرائط اور بھی ہیں۔ چنانچہ ان شرائط کا اس میں فقدان ہے۔ یعنی ابوزبیر نے یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے معنعن نقل کی ہے، جبکہ ابوزبیر معروف مدلس ہیں۔ اس روایت کے ضعیف ہونے کی دوسری علت یہ ہے کہ حماد بن سلمہ اس روایت کو کبھی مرفوع نقل کرتے ہیں اور کبھی موقوف۔ موصوف آخری عمر میں اختلاط کا شکار بھی ہو گئے تھے۔ امام بیہقی نے شاید انہیں علل کی وجہ سے اس استثناء کو غیر محفوظ قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شکاری کتا رکھنے کی اجازت دی ہے، ممکن ہے کہ کسی نے رکھنے کی اجازت کو خرید و فروخت کی اجازت سمجھ لیا ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں بھی استثناء مذکور ہے۔ مگر یہ روایت ولید اور اس کے استاد مثنیٰ بن صباح کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) کتے کی تجارت ممنوع ہے اور اس کی قیمت کا استعمال غیر مشروع ہے۔

(۲) بدکار عورت کی زنا کے عوض اجرت حرام ہے۔ (۳) کاہن، نجومی وغیرہ کی کمائی حرام ہے۔

۷۷۷: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ كَانَ يَسِيرُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قَدْ أَعْيَا فَأَرَادَ أَنْ يُسَيِّبَهُ قَالَ فَلَحِقَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَدَعَا لِي, وَضَرَبَهُ، فَسَارَ سَيْرًا لَمْ يَسِرْ مِثْلَهُ, قَالَ " بِعْنِيهِ بِأُوْقِيَةٍ " قُلْتُ لَا ثُمَّ قَالَ " بِعْنِيهِ " فَبِعْتُهُ بِأُوْقِيَةٍ, وَاشْتَرَطْتُ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي, فَلَمَّا بَلَغْتُ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ, فَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ, ثُمَّ رَجَعْتُ فَأَرْسَلَ فِي أَثَرِي فَقَالَ " أَتُرَانِي مَاكَسْتُكَ لِآخُذَ جَمَلَكَ؟ خُذْ جَمَلَكَ وَدَرَاهِمَكَ فَهُوَ لَكَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ, وَهَذَا السِّيَاقُ لِمُسْلِمٍ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البخاری، کتاب الجهاد، باب من ضرب دابة غیره فی الغزو: ۲۸۶۱، مسلم: ۷۱۵، ابوداود: ۳۵۰۵، النسائی: ۷/۲۹۸، ابن ماجة: ۲۲۰۵، احمد: ۳/۳۱۴، ابن حبان: ۴۹۱۱

۷۷۷:حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ اپنے ایک تھکے ماندے اونٹ پر سفر کر رہے تھے اور انہوں نے بالآخر اس اونٹ کو چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا، وہ کہتے ہیں کہ اتنے میں رحمت عالم ﷺ مجھے آملے، آپ ﷺ نے میرے لیے دعا فرمائی اور اونٹ کو ضرب لگائی، چنانچہ اس سے وہ اس قدر تیز چلنے لگا کہ اتنا تیز وہ اس سے پہلے کبھی نہیں چلا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: "یہ اونٹ مجھے ایک اوقیہ کے عوض فروخت کر دیں۔" میں نے عرض کیا، نہیں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: "یہ مجھے بیچ دو۔" چنانچہ میں نے آپ ﷺ کو اس شرط پر فروخت کر دیا کہ میں اس پر سوار ہو کر اپنے گھر تک جاؤں گا۔ جب میں گھر پہنچا تو میں وہ اونٹ لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس اونٹ کی قیمت مجھے ادا فرما دی اور میں گھر واپس آ گیا، آپ ﷺ نے قاصد میرے پیچھے میرے گھر بھیج دیا اور فرمایا: " کیا تمہارا خیال ہے کہ میں نے تمہارے اونٹ کی قیمت کم لگائی ہے؟ یہ لو اپنا اونٹ اور اس کی قیمت بھی اپنے پاس رکھو۔" ((بخاری و مسلم) یہ سیاق مسلم میں ہے۔

لغوی تحقیق: جمل: اس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ اعیا: چلنے سے عاجز آ گیا۔ یسیبه: یاء مضموم، سین مفتوح اور یاء ثانی مشدد مکسور، اس نے تنگ آ کر اسے چھوڑنے کا ارادہ کر لیا۔ اوقیة: چالیس درہموں کے وزن کے برابر چاندی، عصر حاضر میں تقریباً ۱۲۷ گرام چاندی ایک اوقیہ کے برابر ہوتی ہے۔ حملانه: حاء مضموم، سواری کرنا۔ فنقدنی: آپ ﷺ نے مجھے اسی وقت قیمتیں ادا فرما دی۔ اثری: ہمزہ اور ثاء دونوں کو مفتوح بھی پڑھا جا سکتا ہے، اور ہمزہ کو مکسور اور ثاء کو ساکن پڑھنا بھی درست ہے، یعنی میرے پیچھے۔ سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا آخری جملہ خوش طبعی کا عکاس ہے۔

فقہی احکام: (۱) خریدار قیمت لگا سکتا ہے۔ (۲) بائع یا مشتری ایسی شرط پیش کر سکتا ہے جس سے دوسرے کے نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ (۳) امیر اپنی رعایہ سے تجارت کر سکتا ہے۔ (۴) سودا ہونے کے بعد قیمت اور مبیع کی سپردگی میں باہمی رضامندی سے تاخیر جائز ہے۔ (۵) سودا کرنے کے بعد خریدا ہوا مال فروخت کنندہ کو تحفہ دیا جا سکتا ہے (۶) کسی کے جانور کو جذبہ خیر خواہی کے پیش نظر کوئی بھی ضرب مار سکتا ہے

۷۷۸: وَعَنْهُ قَالَ أَعْتَقَ رَجُلٌ مِنَّا عَبْداً لَهُ عَنْ دُبُرٍ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ .فَدَعَا بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَبَاعَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب البیوع، باب بیع المزایدة: ۲۱۴۱، مسلم: ۹۹۷، ابوداود: ۳۹۵۵، الترمذی: ۱۲۴۲، النسائی: ۷/۳۰۴، ابن ماجة: ۲۵۱۳، البیهقی: ۱۰/۳۰۸، ابن حبان: ۴۹۳۰، ۴۹۳۴

۷۷۸:حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم میں سے ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر قرار دیدیا، اس شخص کے پاس اس غلام کے سوا کوئی اور مال نہ تھا، نبی کریم ﷺ نے اس غلام کو طلب فرمایا اور اسے فروخت کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: دبر: دال اور باء مضموم یعنی اس شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ تم میری موت کے بعد آزاد ہو۔

تشریح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے، ایک طریق میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کا نام ابو مذکور اور اس کے غلام کا نام یعقوب ذکر کیا ہے اور اس غلام کے خریدار کا نام نعیم بن عبداللہ النحام اور اس غلام کی قیمت آٹھ سو درہم بتائی ہے۔ اس روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس شخص پر قرض بھی تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ پہلے اپنی ضرورت پوری کرے پھر صدقہ کرے۔

ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اس شخص کا مدبر غلام اس کی زندگی ہی میں فروخت کر دیا تھا۔

فقہی احکام: (۱) جمیع مال کی وصیت درست نہیں۔ (۲) صدقہ کرنے سے پہلے قرض کی ادائیگی ہونی چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳) شرعی عذر کی وجہ سے مدبر کی بیع جائز ہے۔ (۴) خلاف شرع وصیت میں ردوبدل کیا جاسکتا ہے۔

۷۷۹: وَعَنْ مَيْمُونَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ, أَنَّ فَأْرَةً وَقَعَتْ فِي سَمْنٍ ,فَمَاتَتْ فِيهِ ,فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهَا فَقَالَ " أَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا ,وَكُلُوهُ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَزَادَ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ فِي سَمْنٍ جَامِدٍ.

البخاری، کتاب الذبائح والصيد، باب اذا وقعت الفارة فی السمن الجامد او الذائب: ۵۵۳۸، ابوداود: ۳۸۴۱، الترمذی: ۱۸۷۵، النسائی: ۱۷۸/۷، احمد: ۳۳۵/۶، الدارمی: ۲۰۸۳، البیهقی: ۳۵۳/۹، الطبرانی: ۱۰۴۳، مؤطا: ۹۷۱/۱، ابن ابی شیبة: ۲۸۰/۸، صحیح ابن حبان: ۱۳۹۲

۷۷۹: نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک چوہیا گھی میں گر کر مرگئی، نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے نکال کر باہر پھینک دو، اوراس کے اردگرد جو گھی ہے اسے بھی پھینک دو اور بقیہ گھی کھالو۔" اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ احمد اور نسائی نے گھی کے منجمد ہونے کا ذکر بھی کیا ہے۔

لغوی تحقیق: ماحولها: جو گھی چوہیا کے گرنے کی جگہ کے آس پاس تھا۔

تشریح: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے، بعض طرق میں گھی کے منجمد یا پگھلا ہونے کا ذکر نہیں یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ چوہیا اوراس کے گرد جو گھی ہے وہ پھینک دو، اور باقی کھالو۔ جبکہ بعض طرق میں ہے کہ اگر گھی منجمد ہے تو پھر چوہیا اوراس کے آس پاس والا گھی پھینک دو اور باقی گھی کھالو۔ اس کی مؤید حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) چوہیا ناپاک ہے۔ (۲) اگر وہ منجمد گھی میں گر جائے تو پھر وہی گھی ناپاک ہوگا جو اس کے جسم کے گرد ہے۔ (۳) اگر گھی مائع شکل میں ہو تو سارا گھی ناپاک ہوجائے گا (۴) یہ حکم صرف گھی کے ساتھ خاص نہیں، دیگر اشیاء کا بھی یہی حکم ہے۔

۷۸۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " إِذَا وَقَعَتِ الْفَأْرَةُ فِي السَّمْنِ ,فَإِنْ كَانَ جَامِدًا فَأَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا ,وَإِنْ كَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوهُ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَقَدْ حَكَمَ عَلَيْهِ الْبُخَارِيُّ وَأَبُو حَاتِمٍ بِالْوَهْمِ.

ابوداود، کتاب الاطعمة، باب فی الفارة تقع فی السمن: ۳۸۴۲، احمد: ۲۳۲/۲، البیهقی: ۳۵۳/۹، المحلیٰ: ۱۴۰/۱، الترمذی: ۱۸۷۵، ابن حبان: ۲۳۷/۴

۷۸۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب چوہیا گھی میں گر جائے، اگر وہ گھی منجمد ہے تو چوہیا کو اوراس کے آس پاس والے گھی کو پھینک دو اور اگر گھی مائع شکل میں ہو تو پھر اس گھی کے قریب مت جاؤ۔" اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے، جبکہ امام بخاری اور امام ابوحاتم نے اس پر وہم کا حکم لگایا ہے۔

تشریح: امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ معمر سے اس روایت میں خطا سرزد ہوئی ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے اپنے باپ سے اس روایت پر وہم کا حکم نقل کیا ہے۔ لیکن امام ذہلی نے امام زہری سے مروی ان دونوں طرق کو محفوظ قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مالک کا طریق زیادہ مشہور ہے۔

۷۸۱: وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرًا عَنْ ثَمَنِ السِّنَّوْرِ وَالْكَلْبِ؟ فَقَالَ زَجَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ ، إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ.

مسلم، کتاب المساقات، باب تحریم ثمن الکلب: ۱۵۶۹، ابوداود: ۳۴۷۹، الترمذی: ۱۳۰۲، النسائی: ۳۰۹/۷، احمد: ۳۱۷/۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷۸۱: حضرت ابوزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بلی اور کتے کی قیمت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں وعید فرمائی ہے۔ اسے مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے لیکن نسائی میں شکاری کتے کی قیمت کی استثنا بھی مذکور ہے۔

تشریح: اس روایت پر مفصل کلام حدیث نمبر: ۷۷۶ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۷۸۲: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ جَائَتْنِي بَرِيرَةُ ,فَقَالَتْ كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ ,فِي كُلِّ عَامٍ أُوقِيَّةٌ ,فَأَعِينِينِي فَقُلْتُ إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ ,فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ فَأَبَوْا عَلَيْهَا ,فَجَائَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ ,وَرَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم جَالِسٌ فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ ,فَسَمِعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ "خُذِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ ,فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ " فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ ,ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي النَّاسِ خَطِيباً ,فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ " أَمَّا بَعْدُ ,مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطاً لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ عزوجل مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ ,وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ ,قَضَاءُ اللَّهِ أَحَقُّ ,وَشَرْطُ اللَّهِ أَوْثَقُ , وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ فَقَالَ "اِشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ "

البخاری، كتاب البيوع، باب اذا اشترط شروطاً فی البيع لا تحل: ۲۱۶۸، مسلم: ۱۵۰۴، ابوداود: ۳۹۲۹، الترمذی: ۱۲۷۶، النسائی: ۶/۱۶۳، ابن ماجة: ۲۵۲۱، احمد: ۶/۳۳، مالک: ۲/۷۸۰، الدارمی: ۲/۱۶۹، صحيح ابن حبان: ۴۲۷۲، ۵۱۲۰، البزار: ۱۲۹۴، المعجم الكبير: ۱۱۷۴۴

۷۸۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس بریرہ آئی اور اس نے کہا کہ میں نے اپنے مالک سے نو اوقیہ چاندی پر مکاتبت کر لی ہے۔ اس کی ادائیگی اس طرح ہے کہ میں ہر سال ایک اوقیہ ادا کروں گی، اس سلسلے میں آپ میرے ساتھ تعاون فرمائیں۔ میں نے کہا، اگر آپ کا مالک پسند کرے تو میں پوری رقم اسے ادا کر دیتی ہوں، اس صورت میں تیری ولاء مجھے حاصل ہوگی۔ بریرہ اپنے مالک کے پاس گئی اور ان سے وہ بات کہہ دی۔ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ بریرہ ان کے ہاں سے جب واپس آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف فرما تھے، بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے اپنے مالکوں کو وہ بات کہی تو انہوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، الا یہ کہ ولاء ان کی طرف منسوب ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سماعت فرمائی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان سے بریرہ خرید لو اور ولاء کی شرط کر لو، کیونکہ ولاء کا حق آزاد کنندہ ہی کا ہے۔" چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعمیل حکم کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے خطاب فرمانے کیلئے کھڑے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعریف وستائش فرمائی، اس کے بعد فرمایا: " کیسے لوگ ہیں، ایسی شرائط عائد کرتے ہیں، جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے، اور جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے، وہ باطل ہے، خواہ وہ سو شرطیں بھی ہوں، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہی حق ہے اور اللہ کی شرط ہی زیادہ پختہ ہے اور ولاء کا حق دار وہ ہے جو اسے آزادی دے۔" (بخاری ومسلم) اور مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے خرید کر آزاد کر دو اور ان سے ولاء کی شرط کر لو۔"

لغوی تحقیق: بريرة: یہ مغیث کی اہلیہ اور ایک انصاری کی لونڈی تھی۔ كاتبت: یہ مکاتبت سے ماخوذ ہے، مکاتبت اس معاہدے کو کہتے ہیں جو غلام اور اس کے آقا کے مابین ایک معلوم رقم پر طے پائے۔ اواق: یہ اوقیہ کی جمع ہے۔ ولاء: واؤ مفتوح، غلام اور اس کے آزاد کرنیوالے مالک کے مابین قائم رہنے والا تعلق۔

تشریح: بریرہ اور اس کا شوہر دونوں غلام تھے، بریرہ ایک انصاری مسلمان کی ملکیت میں تھیں، انہوں نے اپنے آقا سے اپنی آزادی نو (۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوقیہ چاندی کے عوض طے کر لی اور یہ انہیں نو سال میں ادا کرنا تھی، چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس سلسلے میں تعاون چاہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں آپ کے آقا کو ساری رقم یکمشت ادا کر دیتی ہوں بشرطیکہ تیری ولاء کی نسبت میری طرف ہو، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکوں نے رقم تو یکمشت لینے پر رضامندی ظاہر کر دی مگر وہ ولاء دینے پر راضی نہ ہوئے، ان کا یہ فیصلہ شریعت اسلامیہ کے منافی تھا، اس لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "ولاء اسی کی طرف منسوب ہوگی جو آزاد کرے گا، لہٰذا ایسی شرط عائد کرنا جو کتاب اللہ کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔" یہ خطاب سن کر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالک یکمشت رقم لیکر ولاء کی نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دینے پر راضی ہو گئے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ رقم دیکر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزادی دلوادی۔

نامور علما نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے اس سے چار سو سے زائد مسائل اخذ کئے ہیں، جن میں چند درج ذیل ہیں۔

فقہی مسائل: (۱) غلام اپنے آقا سے باہمی رضامندی سے اپنی آزادی کا معاہدہ طے کر سکتا ہے۔ (۲) قرض اقساط میں بھی دیا جا سکتا ہے۔ (۳) اقساط میں ادا ہونے والا قرض یکمشت بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ (۴) قرض کی ادائیگی میں تعاون کرنا اعمال صالحہ میں شامل ہے۔ (۵) ولاء کا حق دار وہی ہے جو غلام یا لونڈی آزاد کرے۔ (۶) باطل شرط عائد کرنے سے عقد باطل نہیں ہوتا فقط شرط غیر مؤثر ہو جاتی ہے۔ (۷) خطیب کو چاہیے کہ مسائل کی توضیح احوال کے پیش نظر کرے۔ (۸) خطبہ کا آغاز حمد و ثنا سے کرنا چاہیے۔ (۹) کسی برائی پر نقد کرتے وقت کسی خاص شخص کا نام نہ لیا جائے۔ (۱۰) کوئی اہم کام کرتے وقت شوہر سے مشورہ کر لینا چاہیے۔ (۱۱) بیوی اگر مشورہ طلب کرے تو اسے صحیح مشورہ دینا چاہیے۔ (۱۲) اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو تقدیم و برتری حاصل ہے۔ (۱۳) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کہنا درست ہے۔ (۱۴) مکاتبت فروخت کرنا درست ہے۔ (۱۵) آزاد کردہ غلام کا وارث اگر ذوی الفروض یا عصبہ وغیرہ نہ ہو تو پھر اس کا آزاد کنندہ اس کے ترکہ کا وارث ہوگا۔ (۱۶) آزاد ہونے والا غلام آزادی کے بعد بھی اپنے آقا کی خدمت بلا معاوضہ کر سکتا ہے۔ (۱۷) بیوی اگر پہلے آزاد ہو جائے تو پھر اسے اپنے غلام شوہر کے نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار ہے۔

۷۸۳: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى عُمَرُ عَنْ بَيْعِ أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ فَقَالَ لَا تُبَاعُ, وَلَا تُوهَبُ, وَلَا تُورَثُ, لِيَسْتَمْتِعْ بِهَا مَا بَدَا لَهُ، فَإِذَا مَاتَ فَهِيَ حُرَّةٌ. رَوَاهُ مَالِكٌ, وَالْبَيْهَقِيُّ, وَقَالَ: رَفَعَهُ بَعْضُ الرُّوَاةِ, فَوَهِمَ.

البیھقی، کتاب عتق امھات الاولاد، باب الرجل یطأ امته بالملک فتلد له: ۲۲۳۸۶ ـ ۲۲۳۹۳، فقه السنن والآثار: ۷/ ۵۶۲، ۵۶۳، مالک: ۲/۷ ۱۳، الدارقطنی: ۴/ ۱۳۴

تنبیہ: بلوغ المرام کے مطبوعہ نسخوں میں یستمتع کا فاعل مذکور نہیں جبکہ مؤطا اور بیہقی کے مطبوعہ نسخوں میں مذکور ہے۔

۷۸۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اولاد والی لونڈیوں کو فروخت کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا، انہیں فروخت کیا جائے نہ ھبہ کیا جائے اور نہ وہ ترکہ میں تقسیم کی جائیں، ان کا آقا جب تک چاہے ان سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے لیکن جب وہ فوت ہو جائے تو وہ آزاد سمجھی جائیں۔ اسے مالک اور بیہقی نے روایت کیا اور امام بیہقی نے کہا کہ بعض رواۃ نے یہ روایت مرفوع بیان کی ہے اور ایسا وہم کی بنا پر ہے۔

لغوی تحقیق: امھات الاولاد: ایسی لونڈی جسے اپنے مالک کا حمل ٹھہر جائے اور وہ زندہ یا مردہ بچہ جنم دے، اسے ام ولد کہتے ہیں۔ اس قسم کی لونڈی اپنے آقا کی وفات کے بعد آزاد ہوگی۔

تشریح: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ام الولد کی بیع کے بارے میں مشورہ طلب کیا تو میری اور ان کی رائے یہ ٹھہری کہ وہ آزاد ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں اسی کے مطابق فیصلے کرتے رہے۔ زید بن وھب سے منقول ہے کہ حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ پہلے اُم ولد کی بیع کے قائل تھے اور بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ سعید بن میسّب سے مروی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام ولد کے بارے میں یہ حکم جاری کیا تھا کہ اس کی مناسب قیمت اس کے بیٹوں سے لیکر اسے آزاد کر دیا جائے، مگر بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا اور فرمایا کہ اس کا مالک جب تک زندہ ہے وہ اس کی ملکیت ہے اور اس کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہے۔ بعض رواۃ نے ام الولد کی آزادی سے متعلق روایت کو مرفوع بیان کیا ہے، امام بیہقی نے اس روایت کے مرفوع بیان کرنے والوں کوان کا وہم قرار دیا ہے۔

۷۸۴: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا نَبِيعُ سَرَارِيَنَا, أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ, وَالنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَيٌّ, لَا نَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ, وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارَقُطْنِيُّ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

النسائی فی الکبری: ۱۹۹/۳، ابن ماجة: ۲۵۱۷، الدارقطنی: ۱۳۵/۴، ابن حبان، کتاب العتق، باب ام الولد: ۴۳۲۳، البیهقی: ۲۲۴۱۸، الحاکم: ۱۹/۲، عبدالرزاق: ۱۳۲۱۱، احمد: ۳۲۱/۳، الشافعی: ۴۷/۲

تنبیہ: مسند احمد اور ابن حبان میں لا یری ہے جبکہ بیہقی، دارقطنی اور عبدالرزاق میں لا نری ہے۔

۷۸۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ام ولد لونڈیوں کو فروخت کر دیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں قباحت خیال نہیں فرماتے تھے۔ اسے نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: سرارینا: یہ سریة کی جمع ہے، سریة کا سین مفتوح، راء مشدد مکسور اور یاء مشدد، یعنی لونڈیاں۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے بلوغ المرام میں اس حدیث کو نسائی، ابن ماجہ، دارقطنی اور ابن حبان کی طرف منسوب کیا ہے، جبکہ التلخیص میں احمد، شافعی، ابن ماجہ، ابن حبان، بیہقی اور حاکم کی طرف منسوب کیا ہے۔

امام حاکم نے یہ حدیث حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے ضعیف سند سے منقول کی ہے۔ امام بیہقی نے حضرت جابر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان احادیث سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام الولد کو فروخت کرنے والوں کے عمل سے آگاہ تھے جبکہ اس کے برعکس ہمیں یہ روایات پہنچی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیع سے منع فرمایا تھا۔

امام بیہقی کا یہ استدلال درست نہیں، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خاموشی اختیار کی ہو اور بعد میں اس سے منع فرمایا ہو، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ام الولد کی بیع کی ممانعت پر صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا، لہٰذا اب اس حدیث کے پیش نظر ام الولد کی بیع کی اجازت دینا درست نہیں۔

۷۸۵: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الْمَاءِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَزَادَ فِي رِوَايَةٍ، وَعَنْ بَيْعِ ضِرَابِ الْجَمَلِ.

مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع فضل الماء الذی یکون الفلاة......: ۳۵، ۱۵۶۵/۳۴، النسائی: ۳۱۰/۷، ابن ماجة: ۲۴۷۷، احمد: ۳۵۶/۳، حاکم: ۴۴/۲، البیهقی: ۱۵/۶، معرفة السنن والآثار: ۴۰۰/۴، ابن حبان: ۴۹۵۲

تنبیہ: مؤلف رحمہ اللہ جب ایک صحابی سے ایک ساتھ ایک سے زائد احادیث نقل کرتے ہیں تو پہلی حدیث کے بعد وعنہ سے آغاز کرتے ہیں۔ مگر یہاں دونوں احادیث اسم ظاہر ہی سے نقل کی ہیں، جب کہ دونوں احادیث جابر بن عبداللہ ہی سے منقول ہیں۔

۷۸۵: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت سے زائد پانی فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ اونٹ کی جفتی کا معاوضہ لینا بھی ممنوع قرار دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق: فضل الماء: اپنی ضرورت سے زائد پانی۔ ضراب: ضاء مکسور، مادہ منویہ۔

تشریح: زائد پانی سے مراد وہ پانی ہے جو کنویں، تالاب اور چشمہ وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ پانی فروخت کرنا منع ہے، لیکن تیل اور بجلی خرچ کر کے جو پانی ٹیوب ویل کے ذریعہ زمین سے حاصل کیا جاتا ہے، یا پلانٹ کے ذریعہ جراثیم سے پاک کیا جاتا ہے وہ یقیناً اس ممانعت میں شامل نہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۷۸۶: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الاجارۃ، باب عسب الفحل: ۲۲۸۴، ابوداود: ۳۴۲۹، الترمذی: ۱۲۹۶، النسائی: ۳۱۰/۷، احمد: ۱۴/۲، الحاکم: ۴۲/۲، البیهقی: ۳۳۹/۵، ابن حبان: ۵۱۵۵، ۵۱۵۶

تنبیہ: صحیح بخاری میں نهی النبی ﷺ جبکہ ابوداود میں نهی رسول الله ﷺ ہے۔

۷۸۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے نر کی جفتی کے معاوضہ سے منع فرمایا ہے۔

لغوی تحقیق: عسب: عین مفتوح اور سین ساکن، مادہ منویہ۔ الفحل: نر حیوان

فقہی احکام: نر کی جفتی کا معاوضہ وصول کرنا ممنوع ہے۔

۷۸۷: وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ ,وَكَانَ بَيْعاً يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُورَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ ,ثُمَّ تُنْتَجَ الَّتِي فِي بَطْنِهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

البخاری، کتاب البیوع، باب بیع الغرر وحبل الحبلة: ۲۱۴۳، مسلم: ۱۵۱۴، ابوداود: ۳۳۸۰، الترمذی: ۱۲۵۲، النسائی: ۲۹۳/۷، احمد: ۶۳/۲، المالک: ۶۵۳/۲، ابن حبان: ۴۹۴۶

۷۸۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حبل الحبلۃ کی بیع سے منع فرمایا، یہ وہ بیع ہے جو جاہلیت میں رائج تھی۔ (یہ اس طرح ہے) کہ ایک آدمی اونٹنی اس شرط پر خریدتا کہ وہ اونٹنی کی قیمت اس وقت ادا کرے گا، جب وہ بچہ جنم دے گی، پھر وہ بچہ جو پیٹ میں ہے آگے ایک اور بچے کو جنم دے گا۔ (بخاری ومسلم) مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

لغوی تحقیق: الحبل: حاء اور باء دونوں مفتوح ہیں، اس سے مراد وہ بچہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہے۔ الحبلة: حاء اور باء مفتوح، اس سے مراد جانور کے پیٹ میں موجود بچے کا بچہ ہے۔ الجاهلية: اس کا اطلاق قبل از اسلام زمانے پر ہوتا ہے، اس نام سے اس دور کے لوگوں کو اس لئے یاد کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ بہت جلد طیش اور غصہ میں آجاتے تھے۔ الجزور: جیم مفتوح اور زاء مضموم، اس کا اطلاق اونٹ اور اونٹنی ہر دو پر ہوتا ہے۔ تنتج: علامت مضارع مضموم، نون ساکن اور تاء مفتوح، یہ لفظ مجہول استعمال ہوتا ہے اور معنی معروف کا دیتا ہے۔

تشریح: اہل علم نے اس حدیث کی تشریح دو طرح سے کی ہے، ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اس سے غیر معین ادھار بیع مراد ہے، یعنی اس جانور کی قیمت اس وقت ادا کی جائے گی جب اس جانور کی بچی کسی بچے یا بچی کو جنم دے گی، جبکہ دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ اس سے مراد مبیع کا مجہول ہونا ہے یعنی اس جانور کے پیٹ میں جو بچی ہے اس کے بچے یا بچی کو اتنی قیمت میں خرید لیا گیا ہے، پہلی صورت میں رقم کی ادائیگی کا وقت مجہول ہے۔ جبکہ دوسری صورت میں فروخت کی گئی چیز مجہول ہے اور یہی جہالت اس بیع کے ممنوع ہونے کا سبب ہے۔

فقہی احکام: ہر وہ بیع ممنوع ہے جس میں مبیع یا اس کے ثمن کی ادائیگی کا وقت مجہول ہو۔

۷۸۸: وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ ,وَعَنْ هِبَتِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البخاری، کتاب العتق، باب بیع الولاء وھبتہ: ۲۵۳۵، مسلم: ۱۵۰۶، ابوداود: ۲۹۱۹، الترمذی: ۱۲۵۹، النسائی: ۳۰۶/۷، ابن ماجۃ: ۲۷۴۷، احمد: ۹/۲، مالک: ۷۸۲/۲، الدارمی: ۲۵۶/۲، الشافعی: ۷۲/۲، الطبرانی: ۱۳۶۲۶، عبدالرزاق: ۱۶۱۳۸، ابن ابی شیبۃ: ۱۲۱/۶، البیھقی: ۲۹۲/۱۰، ابن حبان: ۴۹۴۸، ۴۹۴۹

۷۸۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ولاء کو فروخت کرنے اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔(بخاری ومسلم)

فقہی احکام: ولاء کا فروخت کرنا اور ہبہ کرنا ممنوع ہے۔

۷۸۹: وَعَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ ,وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع الحصاۃ و البیع الذی فیہ غرر: ۱۵۱۳، ابوداود: ۳۳۷۶، الترمذی: ۱۲۵۳، النسائی: ۲۶۲/۷، ابن ماجۃ: ۲۱۹۴، احمد: ۴۳۶/۲، الدارمی: ۲۵۶۳، الدارقطنی: ۱۵/۳، البیھقی: ۲۶۶/۵، ابن حبان: ۴۹۵۱، ۴۹۷۷

۷۸۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کنکری کے ذریعے بیع اور دھوکہ کی بیع سے منع فرمایا ہے۔(مسلم)

لغوی تحقیق: الحصاۃ: کنکری، زمانہ جاہلیت میں بیع کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ بائع مشتری سے کہتا ہے کہ کنکری پھینکو اور یہ کنکری جس کپڑے پر لگے گی وہ اتنی قیمت کے عوض تمہارا ہوگا۔ بعض نے اس کی تشریح اس طرح ہے کہ بائع کا مشتری سے یہ کہنا یہ کنکری پھینکو اور جس مقام تک یہ کنکری جائے وہاں تک زمین اتنی قیمت کے عوض تمہاری ہوگی، امام ابوحاتم اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مشتری بکریوں کے ریوڑ یا چند جانوروں یا چند غلاموں کے پاس کھڑا ہو کر بائع سے کہے کہ میں کنکری پھینکتا ہوں اور یہ کنکری جس چیز پر لگے گی وہ چیز اتنی قیمت میں میری ہوگی۔ الغرر: غین اور راء مفتوح، اس سے مراد ہر وہ بیع ہے جس میں کسی طرح کا بھی فریب موجود ہو، اسے عموماً تین بڑی اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔(۱) مبیع معدوم ہو مثلاً حبل الحبلۃ کی بیع۔(۲) ایسی چیز کی بیع جسے بائع، مشتری کے قبضہ میں دینے سے قاصر ہو مثلاً بھاگا ہوا اونٹ۔(۳) بیع مجہول، خواہ وہ مطلق مجہول ہو یا اس کی جنس یا قیمت مجہول ہو۔

تشریح: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث تین طرق سے مروی ہے۔ بعض طرق میں فقط بیع الحصاۃ کی ممنوعیت کا ذکر ہے اور بعض میں فقط بیع الغرر کی ممنوعیت کا اور بعض میں دونوں کی ممنوعیت کا ایک ساتھ ذکر ہے۔

فقہی احکام: ہر وہ بیع ممنوع ہے جس میں دھوکہ دہی کا امکان ہو۔

۷۹۰: وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ "مَنِ اشْتَرَى طَعَاماً فَلا يَبِعْهُ حَتَّى يَكْتَالَهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض: ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۸، احمد: ۳۲۹/۲، ابوداود: ۳۴۹۵، النسائی: ۲۸۶/۷، الطبرانی: ۱۳۰۹۷، البیھقی: ۳۱۴/۵، ابن ماجۃ: ۲۲۲۷، الشافعی: ۱۴۲/۲، عبدالرزاق: ۱۴۲۱۰، ابن حبان: ۴۹۷۹، ۴۹۸۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۱۵، ۸۹۶۵، الطحاوی: ۳۸/۴

۷۹۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے کوئی اناج خریدا، وہ اسے اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک ماپ نہ لے۔"(مسلم)

تشریح: یہ حدیث رحمت عالم ﷺ سے متعدد طرق سے منقول ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اناج خریدے وہ اس وقت تک آگے فروخت نہ کرے، جب تک اسے اپنے قبضہ میں نہ لے لے۔ ایک حدیث میں ہے کہ "جب کوئی چیز خریدیں تو اسے ماپ لیں۔

فقہی احکام: (۱) اناج کو خریدنے کے بعد اس وقت تک فروخت کرنا درست نہیں جب تک اسے اپنے قبضہ میں لیکر اس کا دوبارہ ناپ تول نہ کرلیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے۔(۲)ابن عباس فرماتے ہیں کہ دیگر اشیاء کا بھی یہی حکم ہے۔

۷۹۱: وَعَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ وَلِأَبِي دَاوُدَ ، مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا ,أَوِ الرِّبَا.

النسائی، کتاب البیوع، باب بیعتین فی بیعة: ۴۶۳۶، احمد: ۲/ ۴۳۲، الترمذی: ۱۲۵۴، ابن حبان: ۴۹۷۳، البیهقی: ۵/ ۳۴۳، ابوداود: ۳۴۶۱

۷۹۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔اسے احمد اور نسائی نے بیان کیا ہے جبکہ ترمذی اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جس نے ایک چیز کی دو قیمتیں متعین کیں وہ ان دونوں میں سے کم قیمت لے لے،بصورت دیگر وہ سود ہوگا۔"

لغوی تحقیق: بیعتین فی بیعة: اس کی تشریح میں اہل علم مختلف آراء رکھتے ہیں۔(۱) علما کی ایک بڑی جماعت کا کہنا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بائع ایک چیز مشتری کو سو روپے میں ادھار فروخت کرے، پھر مشتری سے وہی چیز اسی (۸۰) روپے میں نقد میں خرید لے۔(۲) ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ میں آپ کو یہ چیز اتنے میں فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ آپ مجھے اپنا مکان اتنے میں فروخت کریں۔(۳) ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز ادھار ہزار روپے کی ہے اور نقد آٹھ سو روپے کی ہے۔ آپ کو جونسی بیع پسند ہو وہ اختیار کریں۔آخری صورت اہل علم کے مابین اختلافی ہے،اکثر جواز کے قائل ہیں۔

۸۹۲: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ ,وَلَا رِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ ,وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ " رَوَاهُ الْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ خُزَيْمَةَ ,وَالْحَاكِمُ وَأَخْرَجَهُ فِي عُلُومِ الْحَدِيثِ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي حَنِيفَةَ ,عَنْ عَمْرٍو الْمَذْكُورِ بِلَفْظِ، نَهَى عَنْ بَيْعٍ وَشَرْطٍ، وَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ أَخْرَجَهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ وَهُوَ غَرِيبٌ.

ابوداود، کتاب الاجارة، باب فی الرجل یبیع مالیس عنده: ۳۵۰۴، الترمذی: ۱۲۵۷، النسائی: ۷/۲۸۸، ابن ماجة: ۲۱۸۸، احمد: ۲/۱۷۸، الدارمی: ۲۵۶۰، الدارقطنی: ۳/۷۵، حاکم: ۲/۱۷، البیهقی: ۵/۳۳۹، المعجم الاوسط: ۴۳۵۸

۷۹۲: عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"سلف اور بیع حلال نہیں اور نہ ایک بیع میں دو شرطیں درست ہیں۔کسی مال کو اپنے قبضہ میں لئے بغیر اس کا نفع حاصل کرنا بھی درست نہیں اور اس چیز کی بیع درست نہیں جو تیرے قبضہ میں نہیں ہے۔"اسے پانچوں نے روایت کیا ہے۔ترمذی، ابن خزیمہ اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے نیز امام حاکم نے اپنی کتاب "علوم الحدیث" میں امام ابوحنیفہ کے واسطے سے عمرو بن شعیب سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے بیع کے ساتھ شرط ملانے سے منع فرمایا ہے۔اسی طریق سے یہ روایت امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں بھی بیان کی ہے،لیکن وہ روایت غریب ہے۔

لغوی تحقیق: سلف: سین اور لام مفتوح، یعنی قرض، شرعی اصطلاح میں کسی کو استعمال کیلئے مال دینا اور اس سے اس کا معاوضہ لینا سلف کہلاتا ہے۔مثلاً کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ تمہیں سو روپے قرض دیتا ہوں (بشرطیکہ) تم مجھے اپنی فلاں چیز فروخت کرو۔ ربح: راء مکسور اور باء ساکن، یعنی نفع۔ مالم یضمن: علامت مضارع مضموم، ضاد ساکن اور میم مفتوح یعنی جسے قبضے میں نہ لیا گیا ہو۔

تشریح: عمرو بن شعیب سے یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے اور اسے بہت سے محدثین نے اپنی تالیفات میں جگہ دی ہے۔مؤلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رحمہ اللہ نے اس روایت کو مؤطا اور بیہقی کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ امام نسائی اور امام حاکم نے یہ روایت عطاء خراسانی کے طریق سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ امام نسائی نے اس طریق سے یہ روایت نقل کرنے کے بعد اس پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خراسانی کا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں۔ امام بیہقی نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جبکہ امام طبرانی نے حکیم بن حزام کے طریق سے بھی نقل کی ہے۔

لایحل سلف و بیع: اہل علم نے اس جملہ کی تفسیر اپنے اپنے انداز میں کی ہے، مگر ان میں سے **اقرب الی الصواب** تفسیر یہ ہے کہ کوئی شخص اپنا سامان اس شرط پر فروخت کرے کہ خریدار اسے قرض بھی دے گا۔ **ولا شرط فی بیع:** امام ابن قیم نے اس کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ بائع مشتری سے یہ کہے کہ تم مجھ سے یہ سامان دس روپے نقد میں خرید لو اور میں تم سے یہی سامان بیس روپے ادھار میں خرید لوں گا۔ **ولا ربح مالم یضمن:** کسی بھی سامان کو اپنے قبضہ میں لئے بغیر اسے فروخت کرنا درست نہیں۔ **ولا بیع مالیس عندک:** اس جملہ کی وضاحت حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں موجود ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ایک شخص مجھ سے ایک چیز خریدنا چاہتا ہے اور وہ چیز اس وقت میرے پاس موجود نہیں، کیا وہ چیز میں اسے خرید کر دے سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ چیز مت فروخت کر جو تیرے قبضہ میں نہیں ہے۔

٧٩٣: وَعَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ. رَوَاهُ مَالِكٌ, قَالَ: بَلَغَنِي عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ, بِهِ.

المؤطا: ٢/٦٠٩، ابوداود: ٣٥٠٢، ابن ماجة: ٢١٩٢، البيهقي: ٥/٢٤٣(١١٠٣٠)

٧٩٣: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عربان سے منع فرمایا ہے۔ اسے مالک نے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ مجھے یہ روایت عمرو بن شعیب کے واسطے سے پہنچی ہے۔

لغوی تحقیق: **العربان:** عین مضموم اور راء ساکن، اس سے بیعانہ مراد ہے۔

تشریح: یہ روایت عمرو بن شعیب سے متعدد طرق سے منقول ہے، امام مالک، امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے جس طریق سے یہ روایت نقل کی ہے، اس میں ایک راوی کا نام مذکور نہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ اس آدمی سے مراد عبداللہ بن عامر اسلمی ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن لھیعہ ہے۔ اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔ امام بیہقی نے جس سند سے نقل کی ہے اس میں ھیثم بن یمان ضعیف ہے۔ امام عبدالرزاق نے زید بن اسلم کے طریق سے مرسل بیان کی ہے۔

فقہی احکام: یہ روایت ضعیف ہے اس لئے اس سے کوئی بھی فقہی حکم اخذ کرنا درست نہیں۔

٧٩٤: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ ابْتَعْتُ زَيْتاً فِي السُّوقِ, فَلَمَّا اسْتَوْجَبْتُهُ لَقِيَنِي رَجُلٌ فَأَعْطَانِي بِهِ رِبْحاً حَسَناً، فَأَرَدْتُ أَنْ أَضْرِبَ عَلَى يَدِ الرَّجُلِ، فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي بِذِرَاعِي، فَالْتَفَتُّ, فَإِذَا هُوَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ, فَقَالَ لَا تَبِعْهُ حَيْثُ ابْتَعْتَهُ حَتَّى تَحُوزَهُ إِلَى رَحْلِكَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى أَنْ تُبَاعَ السِّلَعُ حَيْثُ تُبْتَاعُ, حَتَّى يَحُوزَهَا التُّجَّارُ إِلَى رِحَالِهِمْ. رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَأَبُو دَاوُدَ وَاللَّفْظُ لَهُ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، كتاب الاجارة، باب في بيع الطعام قبل ان يستوفي: ٣٤٩٩، احمد: ٥/١٩١، الحاكم: ٢/٤٠، البيهقي: ٥/٣١٤، ابن حبان: ٤٩٨٤

٧٩٤: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے بازار سے روغن زیتون خریدا، جب میرا سودا پکا ہو گیا، تو مجھے ایک شخص ملا اور مجھے پرکشش منافع دینے کی پیش کش کی تو میں نے اس شخص سے سودا کرنے کا ارادہ کر لیا، اتنے میں ایک شخص نے میرا بازو میرے پیچھے سے پکڑ لیا، میں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ زید بن ثابت تھے، انہوں نے مجھ سے کہا تم سامان کو اس جگہ سے اپنے مکان پر منتقل کیے بغیر فروخت مت کرو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ پر چیز فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے، جہاں سے وہ خریدی گئی ہو حتی کہ تاجر اسے اپنے گوداموں میں منتقل نہ کر لیں۔

اس روایت کو احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے۔ مذکورہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔ امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے

لغوی تحقیق: **زیتاً**: مطلق روغن پر بھی بولا جاتا ہے مگر یہاں اس سے مراد روغن زیتون ہے۔ **استوجبتہ**: میں نے بیع کو پختہ کر لیا۔ **اضرب علی ید الرجل**: میں نے وہ روغن کسی دوسرے کو فروخت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ **تحوزہ**: تو اسے منتقل کر لے۔ **رحلا**: اس سے مراد گھر بھی ہو سکتا ہے، گودام اور دکان بھی۔ **السلع**: سین مکسور اور لام مفتوح، فروخت شدہ مال۔

تشریح: یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے منقول ہے۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی وغیرہم نے یہ روایت امام مالک کے توسط سے نقل کی ہے۔ امام مالک، امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام شافعی، امام احمد اور امام بیہقی وغیرہم نے عبداللہ بن دینار کے طریق سے بیان کی ہے۔ مذکورہ دونوں طریق محفوظ ہیں۔ ان کے علاوہ بعض ضعیف طرق سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

فقہی احکام: (۱) سامان کو اپنے قبضے میں لئے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں۔

(۲) سامان کو اپنے گودام یا گھر یا دکان یا اپنے کسی اور مقام پر منتقل کئے بغیر فروخت کرنا درست نہیں۔

۷۹۵: وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي أَبِيعُ بِالْبَقِيعِ ,فَأَبِيعُ بِالدَّنَانِيرِ وَآخُذُ الدَّرَاهِمَ ,وَأَبِيعُ بِالدَّرَاهِمِ وَآخُذُ الدَّنَانِيرَ, آخُذُ هَذَا مِنْ هَذِهِ وَأُعْطِي هَذِهِ مِنْ هَذَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "لَا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَهَا بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَتَفَرَّقَا وَبَيْنَكُمَا شَيْءٌ" رَوَاهُ الْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب فی اقتضاء الذھب من الورق: ۳۳۵۴، الترمذی: ۱۲۶۵، النسائی: ۷/۲۸۱، ابن ماجۃ: ۲۲۶۲، احمد: ۲/۳۳، الحاکم: ۲/۴۴، الدارقطنی: ۳/۲۴

۷۹۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں بقیع میں اونٹوں کی خرید و فروخت کرتا ہوں، میں انہیں دیناروں کے عوض فروخت کرتا ہوں جبکہ وصول درہم کرتا ہوں اور درہموں کے عوض فروخت کر کے دینار وصول کر لیتا ہوں، اس کے عوض وہ اور اُس کے عوض یہ لے لیتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر اسی روز کے بھاؤ میں ایسا کرتے ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ بائع اور مشتری کے الگ الگ ہونے سے قبل کسی کے ذمہ کچھ نہ ہو۔" اسے پانچوں نے بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: **البقیع**: باء مفتوح اور قاف مکسور، پہلے اس مقام پر اونٹوں کی منڈی تھی، بعد میں آپ ﷺ ہی کی حیات طیبہ میں یہ جگہ قبرستان کیلئے مختص ہوگئی تھی۔ بعض نسخوں میں لفظ **نقیع** مذکور ہے، یہ مقام مدینہ کے مغربی سمت ہے۔ **دینار**: یہ سونے کا ایک سکہ تھا۔ **درھم**: چاندی کا سکہ تھا۔

تشریح: یہ روایت سماک بن حرب کے مضطرب ہونے کی وجہ سے مرفوعاً ضعیف ہے جبکہ موقوف روایت صحیح ہے۔

فقہی احکام: مختلف کرنسیوں کا موجودہ ریٹ سے تبادلہ جائز ہے۔

۷۹۶: وَعَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ النَّجْشِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب البیوع، باب النجش ومن قال لا یجوز ذلک البیع: ۲۱۴۲، مسلم: ۱۵۱۶، النسائی: ۷/۲۵۸، ابن ماجۃ: ۲۱۷۳، احمد: ۲/۱۰۸، مؤطا: ۲/۶۸۳، البیھقی: ۵/۳۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷۹۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع نجش سے منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: نجش: نون مفتوح اور جیم ساکن، اس کے لغوی معنی شکار کو اس کی جگہ سے دوڑانا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد بائع کا کسی شخص سے ملی بھگت کر کے کہنا کہ تم میری چیز کی قیمت بڑھانے کیلئے بولی لگانا، اگر بولی تجھ پر ختم ہوگئی تو وہ چیز تجھ پر خریدنا لازم نہیں ہوگی۔

فقہی احکام: (۱) کسی چیز کے خریدنے کا ارادہ نہ ہو تو اس کی بولی لگانا ممنوع ہے۔ (۲) بائع سے ملی بھگت کر کے بولی لگانا ممنوع ہے۔

(۳) دھوکہ دہی کے ذریعے فروخت کی گئی اشیاء میں مشتری کو بیع فاسد کرنے کا اختیار ہے۔

۷۹۷: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ, وَالْمُزَابَنَةِ, وَالْمُخَابَرَةِ, وَعَنِ الثُّنْيَا, إِلَّا أَنْ تُعْلَمَ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا ابْنَ مَاجَهْ, وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب فی المخابرة: ۳۴۰۵، الترمذی: ۱۲۴۷، ۱۳۲۳، النسائی: ۲۹۶/۷، احمد: ۳۱۳/۲، الدارقطنی: ۴۸/۳

۷۹۷: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع محاقلہ، بیع مزابنہ، بیع مخابرہ اور استثنائی بیع سے منع فرمایا ہے۔ ہاں البتہ چند چیزوں کو بیع سے خارج رکھنا اس صورت میں درست ہے کہ ان کی تعیین کر دی جائے۔ اسے پانچوں میں ابن ماجہ نے بیان نہیں کیا۔ اور ترمذی نے اس پر صحت کا حکم لگایا ہے۔

لغوی تحقیق: المحاقلة: کھڑی فصل کو اسی کی جنس کے عوض فروخت کرنا، مثلاً کھڑی گندم کو گندم کے عوض فروخت کرنا۔ المزابنة: اس کے لغوی معنی قوت سے پھینکنے کے ہیں۔ جبکہ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ بیع ہے جس میں درختوں پر لگے پھل کو اسی جنس کے عوض فروخت کرنا۔ المخابرة: اس سے مراد یہ ہے کہ زمین دار اپنی زمین کے چند قطعہ اراضی کا شتکار کو بٹائی پر دے اور اس سے یہ کہے کہ ان تمام قطعوں پر تم کاشتکاری کرو گے لیکن فلاں قطعوں سے حاصل ہونے والی پیداوار میری ہوگی اور فلاں قطعوں کی تمہاری ہوگی۔ اگر کوئی شخص اس طرح کی تخصیص نہیں کرتا، تو پھر زمین کو بٹائی پر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے خیبر کی زمین خیبر کے یہودیوں کو بٹائی پر دی تھی۔ الثنیا: ثاء مضموم اور نون ساکن، بیع کرتے وقت غیر معین حصہ مستثنیٰ قرار دے دینا، مثلاً کوئی شخص باغ فروخت کرتے وقت یہ کہے کہ پانچ پودوں کے علاوہ دیگر باغ آپ کو فروخت کرتا ہوں اور وہ ان پانچ پودوں کی نشاندہی نہ کرے، ایسی صورت میں یہ بیع ممنوع ہے اور اگر ان پانچ پودوں کی نشاندہی کر دے تو پھر بیع درست ہے۔ اس کی مؤید روایت حضرت انس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) مبیع یا ثمن مجہول ہو تو بیع درست ہونہ گی۔ (۲) کسی چیز کو متعین کر کے بیع سے مستثنیٰ قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۳) ایک ہی جنس کا باہمی تبادلہ وزن کی کمی بیشی کی صورت میں جائز نہیں۔

۷۹۸: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُخَاضَرَةِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَالْمُزَابَنَةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

البخاری، کتاب البیوع، باب بیع المخاضرة: ۲۲۰۷

۷۹۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع محاقلہ، بیع مخاضرہ، بیع ملامسہ، بیع منابذہ اور بیع مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔ بخاری

لغوی تحقیق: المخاضرة: اناج اور پھلوں کی خرید و فروخت ان کے پکنے سے قبل کرنا۔ الملامسة: خرید و فروخت کرنے والے ایک دوسرے سے کہیں کہ جب بغیر سوچے سمجھے وہ ایک دوسرے کے کپڑوں کو چھو لیں گے تو بیع لازم ہو جائے گی۔ اس کی تفسیر اس طرح بھی کی گئی ہے کہ بائع مشتری سے یہ کہے کہ میں جس کپڑے کو ہاتھ لگا دوں گا وہ اتنی رقم کے عوض تیرا ہوگا۔ المنابذة: بائع اور مشتری بغیر دیکھے اپنے اپنے کپڑے ایک دوسرے کی طرف پھینکیں۔ اس کی ایک تفسیر اس طرح بھی کی گئی ہے کہ بائع، مشتری سے کہے کہ جونسا کپڑا میں تیری طرف پھینک دوں وہ اتنی رقم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے عوض تمہارا ہوگا۔

تشریح: مذکورہ بالا تجارت کی تمام اقسام میں دھوکہ وفریب کا امکان بڑی حد تک موجود ہے اور ایسی خرید وفروخت اکثر نزاع پر منتج ہوتی ہے، اس لئے شارع نے خرید وفروخت کی مذکورہ اقسام سے امت مسلمہ کو منع فرمایا ہے۔

۷۹۹: وَعَنْ طَاوُسٍ ,عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم " لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ ,وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ " قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ " وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ " قَالَ لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

البخاری، کتاب البیوع، باب ھل یبیع حاضر لباد بغیر اجر: ۲۱۵۸، مسلم: ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ابوداود: ۳۴۳۹، النسائی: ۲۵۷/۷، ابن ماجة: ۲۱۷۷، احمد: ۶۴۶۰، ابن حبان: ۴۹۵۸، ۴۹۶۴، البیھقی: ۳۴۶/۵، الشافعی: ۱۴۶/۲

۷۹۹: حضرت طاؤس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تجارتی قافلوں سے آگے بڑھ کر ملاقات مت کرو اور نہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان تجارت فروخت کرے۔" وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا، کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان فروخت نہ کرے سے کیا مقصود ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دلالی نہ کرے۔ (بخاری ومسلم) مذکورہ الفاظ بخاری کے روایت کردہ ہیں۔

لغوی تحقیق: الرکبان: راء مضموم اور کاف ساکن، یہ راکب کی جمع ہے، اس کا اطلاق اصل میں اونٹوں کے قافلوں پر ہوتا تھا۔ مگر بعد میں اس معنی میں وسعت پیدا ہوگئی اور تمام جانوروں کے سواروں کو رکبان کہا جانے لگا اور یہاں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اشیاء خوردونوش اور دیگر تجارتی سامان لیکر منڈیوں کا رخ کرتے ہیں، خواہ وہ سوار ہوں یا پیدل۔ ان لوگوں سے منڈی میں پہنچنے سے قبل سامان خریدنے کی ممانعت کی گئی ہے، تاکہ وہ لوگ منڈی پہنچ کر اپنا سامان مناسب نرخ پر فروخت کر سکیں اور راستے میں کوئی شخص ان سے غلط بیانی کر کے ان کا مال ارزاں قیمت میں خرید نہ سکے۔ حاضر: یہ غائب کی ضد ہے مگر یہاں اس سے مقصود وہ لوگ ہیں جو شہروں یا قصبوں میں رہتے ہیں۔ باد: اس سے مراد خانہ بدوش لوگ ہیں۔ سمسار: سین مکسور اور میم ساکن، اس کے لفظی معنی محافظ ونگران کے ہیں۔ لیکن یہاں اس سے مراد وہ شخص ہے جو خرید وفروخت کرنے والوں کے درمیان پل کا کردار ادا کرتا ہے۔ اسے عربی اور اردو میں دلال کہا جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں خرید وفروخت کے نہایت اہم ضوابط بیان ہوئے ہیں، ان پر اگر عمل کیا جائے تو تجارت فریب سے اور صارفین مہنگائی کے دیو سے بڑی حد تک نجات حاصل کر سکتے ہیں نیز ذخیرہ اندوزی اور اجارہ داری کا بڑی حد تک خاتمہ ہو سکتا ہے، بائع آزادی سے اپنا سامان مناسب نرخ پر فروخت کر سکتا ہے، مشتری اور صارفین بھی آزادی سے مناسب نرخ پر خرید سکتے ہیں۔ اسی مفہوم کی احادیث ابن مسعود، ابن عمر، ابو ہریرہ اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

فقہی احکام: (۱) جھوٹ بول کر مال خریدنا منع ہے۔ (۲) سامان تجارت کو منڈی میں آنے سے روکنا منع ہے۔
(۳) مصلحت عامہ کو مصلحت خاصہ پر تقدم حاصل ہے۔

۸۰۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم " لَا تَلَقَّوا الْجَلَبَ، فَمَنْ تُلُقِّيَ فَاشْتُرِيَ مِنْهُ ,فَإِذَا أَتَى سَيِّدُهُ السُّوقَ فَهُوَ بِالْخِيَارِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم تلقی الجلب: ۱۵۱۹، ابوداود: ۳۴۳۷، الترمذی: ۱۲۴۵، النسائی: ۲۵۷/۷، ابن ماجة: ۲۱۷۸، احمد: ۱۰۰۱۱، البیھقی: ۳۴۸/۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۸۰۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جولوگ شہر کے باہر سے غلہ لیکر آتے ہیں، انہیں راستے میں مت ملو، جس شخص نے ان سے راستہ ہی میں سامان تجارت خرید لیا تو بائع کو منڈی میں پہنچنے کے بعد اس سودے کو برقرار رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار ہے" مسلم

لغوی تحقیق: **الخیار**: یعنی بائع کو اختیار ہے کہ وہ سابقہ بیع کو برقرار رکھے یا فسخ کر دے۔

تشریح: اول تو تجارتی قافلے سے منڈی میں پہنچنے سے پہلے مال خریدنا منع ہے، لیکن اگر کوئی شخص تجارتی قافلے سے راستے ہی میں مال خرید لیتا ہے تو اس صورت میں بائع کو منڈی پہنچنے کے بعد اس بیع کو برقرار رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔

۸۰۱: وَعَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ, وَلَا تَنَاجَشُوا, وَلَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ, وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ, وَلَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِمُسْلِمٍ، لَا يَسُمِ الْمُسْلِمُ عَلَى سَوْمِ الْمُسْلِمِ

البخاری، کتاب البیوع، باب لا یبیع علی بیع اخیه: ۲۱۴۰، مسلم: ۱۵۱۵، النسائی: ۲۵۸/۷، الدارقطنی: ۷۴/۳، احمد: ۱۰۰۱۱

۸۰۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہری کو دیہاتی کا سامان فروخت کرنے، ملی بھگت سے بھاؤ بڑھانے، اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنے، اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرنے، کسی عورت کا دوسری عورت کا حصہ لینے کیلئے اسے طلاق دینے کا مطالبہ کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم میں ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر اپنا سودا پیش نہ کرے۔

لغوی تحقیق: **لا یبیع**: الاعرج کے طریق سے مروی روایت میں عین پر جزم ہے، اس صورت میں لائے نہی ہوگا اور بیع خیار واقع ہوگی، اور اس جملہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ مدت کے خیار کے دوران کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مشتری سے یہ کہے کہ وہ فلاں شخص سے کیا ہوا سودا فسخ کر دے، اور میں تجھے اس سے بہتر چیز اس سے ارزاں نرخ میں دے دیتا ہوں۔ سعید بن مسیّب سے مروی طریق میں مذکورہ فعل پر رفع پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع مت کریں۔ **خطبة**: خاء مکسور، طاء ساکن، عورت یا اس کے ولی کی طرف منگنی کا پیغام بھیجنا۔ **لتکفا**: انڈیل لے، یعنی اگر عورت کسی مرد سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے یہ روا نہیں کہ وہ اس مرد سے یہ مطالبہ کرے کہ پہلے تو اپنی بیوی کو طلاق دے، تب میں آپ سے شادی کروں گی۔ **لا یسم**: یہ سوم سے ماخوذ ہے، اس کے معنی سامان پیش کرنے کے ہیں۔ یعنی بائع اور مشتری کسی چیز کا سودا کر رہے ہوں اور اسی دوران ایک شخص مشتری سے آکر یہ کہے کہ میں تجھے یہی چیز اس سے ارزاں قیمت میں دیتا ہوں، لہٰذا آپ اس کی چیز ترک کر کے مجھ سے خرید لیں یا خریدار، بائع سے کہے مجھ سے زیادہ پیسے لیکر مجھے دیدو۔ ایسا کرنا ازروئے شریعت ممنوع ہے

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں پانچ چیزوں کی ممانعت مذکور ہے۔ مقدم الذکر دو ممنوعہ چیزوں کی تشریح حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث میں گزر چکی ہے۔ بھائی کی بیع پر بیع کرنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ (۱) ایک شخص مشتری سے آکر کہتا ہے کہ آپ فلاں آدمی سے کی گئی بیع کو فسخ کر دیں، میں وہ چیز آپ کو اس سے کم قیمت میں دیتا ہوں یا اس سے بہتر چیز اسی دام میں دیتا ہوں۔ (۲) ایک شخص بائع سے آکر کہے کہ آپ فلاں آدمی سے کی گئی بیع کو فسخ کر دیں، میں وہی چیز آپ کو زیادہ قیمت دیکر خرید لیتا ہوں۔ ان دونوں صورتوں میں کسی ایک فریق کا نقصان ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے ایسے کرنے سے منع فرمایا ہے۔

چوتھی چیز جو اس حدیث میں ممنوع قرار دی گئی ہے وہ ہے منگنی پر منگنی کرنا، اس کی بھی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ (۱) فریقین کے درمیان بات چل رہی ہو، اسی دوران تیسرا شخص ٹپک پڑے۔ (۲) منگنی ہو چکی ہو اور کوئی شخص اس منگنی کو توڑنے کا مطالبہ کرے تاکہ وہ اپنی بات پکی کر سکے۔ یہ دونوں صورتیں ممنوع ہیں۔

پانچویں ممانعت کی بھی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ (۱) ایک عورت کسی مرد سے اس شرط پر نکاح کرنے کیلئے راضی ہو کہ وہ پہلے اپنی بیوی کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق دے۔ (۲) ایک مرد کی دو بیویاں ہیں، ایک بیوی شوہر پر دباؤ ڈالتی ہے کہ وہ دوسری بیوی کو طلاق دے۔ یہ دونوں صورتیں بھی ممنوع ہیں۔اسی کی مؤید روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) بائع اور صارفین کے درمیان رکاوٹ کھڑی کرنا ممنوع ہے۔(۲) چیز کی قیمت بڑھانے کے لئے بولی دینا ممنوع ہے۔ (۳) فریقین کی بیع کو خراب کرنا ممنوع ہے۔(۴) منگنی پر منگنی کرنا ممنوع ہے۔(۵) پہلی بیوی یا سوکن کو طلاق دینے کا مطالبہ کرنا غیر شرعی ہے۔

۸۰۲: وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ "مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَوَلَدِهَا, فَرَّقَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَحِبَّتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ, وَالْحَاكِمُ, وَلٰكِنْ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ وَلَهُ شَاهِدٌ.

الترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراهية ان يفرق بين الاخوين او بين الوالدة وولدها فی البيع: ۱۳۰۶، احمد: ۴۱۲/۵، الدارمی: ۲۴۷۹، الحاکم: ۵۵/۲، الدارقطنی: ۶۷/۳، البیهقی: ۱۲۶/۹ (۱۸۸۱۸)

۸۰۲: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ "جس نے ماں اور اس کے بچے کو باہم الگ الگ کیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اور اس کے پیاروں کو الگ الگ کر دے گا۔" (اسے احمد نے روایت کیا ہے، ترمذی اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔جبکہ سند میں کلام ہے مگر اس کی شاہد روایت موجود ہے۔)

تشریح: اس روایت کی سند میں المغافری نامی ایک راوی ہے جس کے بارے میں نامور ماہرین فن میں اختلاف پایا جاتا ہے۔امام بخاری نے اس پر تنقید کی ہے، امام احمد اور نسائی نے اس پر ہلکی سی تنقید کی ہے، جبکہ امام ابن معین نے اس کی ادنیٰ سی توثیق کی ہے۔ نیز حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث اسے تقویت بھی دیتی ہیں، لہٰذا یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔

فقہی احکام: ایسی لونڈی جس کے پاس بچے ہوں اسے اور اس کے بچوں کو الگ الگ ہاتھوں میں فروخت کرنا ممنوع ہے۔البتہ ایک ہاتھ میں فروخت کرنا جائز ہے۔

۸۰۳: وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ أَبِيعَ غُلَامَيْنِ أَخَوَيْنِ, فَبِعْتُهُمَا, فَفَرَّقْتُ بَيْنَهُمَا, فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ "أَدْرِكْهُمَا, فَارْتَجِعْهُمَا, وَلَا تَبِعْهُمَا إِلَّا جَمِيعًا" رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ, وَقَدْ صَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ, وَابْنُ الْجَارُودِ, وَابْنُ حِبَّانَ, وَالْحَاكِمُ, وَالطَّبَرَانِيُّ, وَابْنُ الْقَطَّانِ.

مسنداحمد: ۹۷/۱، الحاکم: ۱۲۵/۲، علل الحدیث: ۱۱۵۴، ابن الجارود: ۵۷۵، السنن الکبری، کتاب السیر، باب من قال لا یفرق بین الاخوین فی البیع: ۱۸۸۲۵، معرفة السنن الآثار: ۷۹/۷، ۸۰، الدارقطنی: ۶۵/۳، ۶۶

۸۰۳: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو حقیقی بھائی غلاموں کو فروخت کرنے کا حکم فرمایا، میں نے ان دونوں کو الگ الگ ہاتھوں میں فروخت کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تفصیل سے آگاہ کر دیا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دونوں کو واپس لاؤ اور انہیں ایک ہاتھ میں فروخت کرو" اسے احمد نے بیان کیا ہے، اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں نیز اسے ابن خزیمہ، ابن الجارود، ابن حبان، حاکم، طبرانی اور ابن قطان نے صحیح کہا ہے

تشریح: امام احمد، امام حاکم اور امام بیہقی نے یہ روایت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن علی بن ابی طالب سے نقل کی ہے۔امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا، صحیح اس طرح ہے کہ حکم یہ روایت میمون بن ابی شبیب عن علی کے طریق سے نقل کرتے ہیں، جبکہ امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حکم بن عتیبہ عن میمون بن ابی شبیب عن علی کے طریق سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی مروی ہے۔امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ روایت حکم نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور میمون بن ابی شبیب دونوں سے سنی ہو اور انہوں نے کبھی ایک شیخ کے واسطے سے اور کبھی دوسرے کے واسطے سے نقل کی ہو۔

واضح رہے کہ میمون بن ابی شبیب سے مروی طریق منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔امام ابوحاتم کی تحقیق کو اگر درست قرار دیں تب بھی یہ روایت اپنے شواہد کی بنا پر قابل حجت ہے۔امام بیہقی نے اس کے شواہد نقل کئے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) دو حقیقی بھائیوں کو دو الگ الگ ہاتھوں میں فروخت کرنا درست نہیں، البتہ ان میں سے کسی ایک کو آزاد کرنا درست ہے۔

(۲) ایسی بیع جو شریعت کے خلاف ہو اس کا فسخ کرنا لازم ہے۔

۸۰۴: وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ قَالَ غَلَا اَلسِّعْرُ بِالْمَدِينَةِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ النَّاسُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! غَلَا اَلسِّعْرُ ,فَسَعِّرْ لَنَا ,فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "إِنَّ اَللَّهَ هُوَ اَلْمُسَعِّرُ ,اَلْقَابِضُ ,اَلْبَاسِطُ ,الرَّازِقُ ,وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقَى اَللَّهَ تَعَالَى ,وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْكُمْ يَطْلُبُنِي بِمَظْلَمَةٍ فِي دَمٍ وَلَا مَالٍ " رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب فی التسعیر: ۳۴۵۱، الترمذی: ۱۳۳۶، ابن ماجۃ: ۲۲۰۰، احمد: ۱۵۶/۳، الاسماء و الصفات: ۱۱۹/۱، البیھقی: ۲۹/۶، البغوی: ۲۱۲۶، فیض القدیر: ۲۶۶/۲، صحیح ابن حبان: ۴۹۳۵، الدارمی: ۲۵۴۵

۸۰۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مدینہ منورہ میں مہنگائی ہوگئی، لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہمارے لیے نرخ مقرر فرما دیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: "نرخ کا تعین کرنے والا اللہ ہے۔وہی ارزاں اور وہی گراں کرتا ہے اور وہی رزق فراہم کرنے والا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ تم میں سے کوئی شخص بھی میرے بارے میں خون اور مال سے متعلق ناانصافی کی شکایت کرنے والا نہ ہو۔" (اسے پانچوں میں سے نسائی نے روایت نہیں کیا۔ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: **غلا:** غین مفتوح اور لام پر مد، اشیاء کے نرخ بڑھ گئے۔ **السعر:** سین مکسور اور عین ساکن، قیمت۔**سعر:** یہ امر کا صیغہ ہے۔قیمت مقرر فرما دیں۔ **المظلمۃ:** میم مفتوح، لام مکسور کسی چیز کو غلط طریقے سے حاصل کرنا، اگر لام مفتوح پڑھیں تو پھر یہ مصدر ہوگا۔

تشریح: علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی رو سے اشیاء کی قیمتیں مقرر کرنا حرام ہیں، کیونکہ رحمت عالم ﷺ نے اسے ظلم قرار دیا ہے۔امام مالک اور شافعی کا موقف بھی یہی ہے۔اس روایت کی مؤید روایات حضرت ابوہریرہ، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔

فقہی احکام: (۱) اشیاء کی قیمتوں کا تعین کرنے کی بجائے منڈیوں میں رسد میں اضافہ کیا جائے تاکہ مہنگائی نہ ہونے پائے۔(۲) منڈیوں سے اجارہ داری ختم کی جائے۔(۳) ذخیرہ اندوزوں کو بھاری جرمانے کیے جائیں تاکہ وہ مصنوعی قلت پیدا کرنے سے باز رہیں۔

۸۰۵: وَعَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ﷺ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ " لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم الاحتکار فی الاقوات: ۱۶۰۵، ابوداود: ۳۴۴۷، الترمذی: ۱۲۹۰، احمد: ۴۵۳/۳، ابن ابی شیبۃ: ۱۰۲/۶، ابن ماجۃ: ۲۱۵۴، البیھقی: ۲۹/۶، فیض القدیر: ۴۴۷/۶، الدارمی: ۲۵۴۳، ابن حبان: ۴۹۳۶

۸۰۵: حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ذخیرہ اندوزی خطاکار ہی کرتا ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **لا یحتکر:** یہ **الاحتکار** سے ماخوذ ہے، یعنی اشیاء تصرف کو ذخیرہ کرلینا تاکہ ان کے دام بڑھ جائیں۔ **الخاطیٔ:** اس کے لفظی معنی کسی جہت سے پھرنے کے ہیں۔یہاں اس سے مراد جہت مستقیم سے انحراف کرنے والا، یعنی گناہ گار۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: امام مالک اور امام ثوری اس حدیث میں مذکور الفاظ کی عمومیت کا اعتبار کرتے ہوئے ہر قسم کی اشیاء کو اس نیت سے ذخیرہ کرنے کو کہ جب بھاؤ بڑھ جائے گا تب فروخت کروں گا، ممنوع قرار دیتے ہیں۔ جبکہ دیگر فقہا ابوامامہ سے مروی حدیث کی روشنی میں صرف اشیاء خوردونوش کی ذخیرہ اندوزی کو ممنوع قرار دیتے ہیں، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے اناج کو ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

واضح رہے کہ اشیاء خوردونوش کی قلت پیدا کرنے کیلئے ذخیرہ اندوزی کرنا حرام ہے، اگر منڈیوں میں رسد طلب میں توازن ہو تو پھر اشیاء خوردونوش کو محفوظ رکھنے کیلئے ذخیرہ کرنا ممنوع نہیں، جو شخص قلت پیدا کرنے کیلئے اشیاء خوردونوش کو ذخیرہ کرتا ہے، حکومت اسے اشیاء خوردونوش فروخت کرنے پر مجبور کرے، اگر وہ انکار کرے تو اس سے وہ اشیاء چھین کر لوگوں میں تقسیم کر دے اور اسے ان کی مناسب قیمت ادا کر دے۔

فقہی احکام: قلت پیدا کرنے کیلئے اشیاء تصرف کی ذخیرہ اندوزی کرنا حرام ہے۔ (۲) اشیاء کو ضائع ہونے سے بچانے کیلئے جائز ہے۔

۸۰۶: **وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ, فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلُبَهَا, إِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا, وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِمُسْلِمٍ "فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ" وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ, عَلَّقَهَا الْبُخَارِيُّ "رَدَّ مَعَهَا صَاعاً مِنْ طَعَامٍ, لَا سَمْرَاءَ" قَالَ الْبُخَارِيُّ وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ.**

البخاری، کتاب البیوع، باب النھی للبائع ان لا یحفل الابل و البقرۃ و الغنم: ۲۱۴۸، ۲۱۵۰، مسلم: ۱۵۱۵، ابوداود: ۳۴۴۳، النسائی: ۷/۲۵۳، احمد: ۲/۲۴۲، الترمذی: ۱۲۵۲، ابن ماجۃ: ۲۲۳۹، الدارمی: ۲۵۵۳، الدارقطنی: ۳/۷۴، ۷۵، مؤطا: ۲/۶۸۳، الشافعی: ۲/۱۴۲، عبدالرزاق: ۱۴۸۵۸، المعجم الاوسط: ۶۷۶۷، ۸۵۳۵، معرفۃ السنن والآثار: ۳۴۶۹۔ ۳۴۷۷، البیھقی: ۵/۳۱۸

۸۰۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "اونٹنیوں اور بھیڑ بکریوں (کو فروخت کرتے وقت ان) کا دودھ ان کے تھنوں میں مت روکو، جو شخص ایسا جانور خرید لے، اسے اس کا دودھ نکالنے کے بعد دو باتوں میں سے بہتر بات اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر چاہیے تو جانور رکھ لے اور چاہے تو ایک صاع کھجور دے کر وہ جانور واپس کر دے۔" (بخاری و مسلم) صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ "اسے تین دن تک غور کرنے کا اختیار ہے۔" صحیح مسلم میں موصولاً اور صحیح بخاری میں تعلیقاً ہے کہ "وہ اس جانور کو واپس کرتے وقت بائع کو گندم کے علاوہ کسی بھی اناج کا ایک صاع بھی دے۔" امام بخاری فرماتے ہیں کہ کھجور کا اکثر ذکر ہے۔

لغوی تحقیق: **لا تصروا:** علامت مضارع مضموم، صاد مفتوح اور راء مضموم، یہ التصریۃ سے ماخوذ ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ کھری والے جانوروں کے تھنوں میں دودھ کے روکنے کو التصریۃ کہتے ہیں، یعنی بائع جس جانور کو فروخت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ چند روز پہلے اس جانور کا دودھ نکالنا بند کر دیتا ہے، تا کہ تھنوں میں زیادہ دودھ محسوس ہو اور مشتری فریب میں آ کر وہ جانور زیادہ قیمت میں خرید لے۔ ایسی بد دیانتی رحمت عالم ﷺ کے عہد طیبہ سے قبل بھی جاری تھی، جسے آپ ﷺ نے ممنوع قرار دیا۔ **النظرین:** یہ نظر کا تثنیہ ہے یعنی خریدار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس بیع کو برقرار رکھے یا فسخ کر دے۔ **بعد ان یحلبھا:** علامہ کرمانی اس جملے کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس جملے کے دو مفہوم ہیں (۱) مشتری کو یہ اختیار آپ ﷺ کے فرمان کے بعد حاصل ہوا ہے، یعنی اس فرمان کے جاری ہونے کے قبل جو سودے ہو چکے ہیں ان پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوگا۔ (۲) مشتری کو اس جانور کا دودھ نکالنے کے بعد اختیار حاصل ہے۔ یہی مفہوم اقرب الی الصواب ہے۔ **صاع:** اس سے مراد وہ پیمانہ ہے جو آپ ﷺ کے عہد مبارکہ میں مدینہ منورہ میں رائج تھا۔ **لا سمراء:** سین مفتوح اور میم ساکن، ملک شام میں پیدا ہونے والی اعلیٰ قسم کی گندم۔ علامہ ابن اثیر اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس جملہ کا مطلب یہ نہیں کہ گندم دی نہیں جا سکتی بلکہ اس کا مفہوم یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ فقط وہی گندم دینا ضروری نہیں۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص ایسی بکری خریدے جس کا دودھ اس کے تھنوں میں روک دیا گیا ہو پھر اس نے اس کا دودھ تین روز بعد نکالا ہو، اس صورت میں مشتری کو بیع فسخ کرنے یا برقرار رکھنے کا اختیار دیا جائے گا، اگر وہ بکری واپس کرنا چاہتا ہے تو وہ واپس کر سکتا ہے لیکن اس صورت میں اس بکری کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی بائع کو دینا ہوں گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس سے ملتی جلتی مرفوع روایت منقول ہے۔

فقہی احکام: (۱) گائے، بھیڑ، بکری اور اونٹنی وغیرہ کو مہنگے دام فروخت کرنے کیلئے ان کے تھنوں میں دودھ روکنا منع ہے۔ (۲) بائع اگر ایسا جانور فروخت کر دے تو مشتری کو تین دن تک سوچنے کا اختیار ہے۔ (۳) اگر راضی ہو تو اسی قیمت میں رکھ لے، اگر جانور واپس کرنا چاہتا ہے تو پھر اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں یا اناج بھی دینا ہوگا۔

۸۰۷: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُحَفَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَزَادَ الْإِسْمَاعِيلِيُّ، مِنْ تَمْرٍ

البخاری، کتاب البیوع، باب النهی للبائع ان لا یحفل الابل و البقرة و الغنم: ۲۱۴۹، الدارقطنی: ۷۵/۳

۸۰۷: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جو شخص ایسی بکری خریدے جس کے تھنوں میں دودھ روک دیا گیا ہو اور وہ اسے واپس کرے تو ایک صاع بھی بائع کو اس بکری کے ساتھ دے۔ (بخاری) اسماعیلی نے صاع کے ساتھ کھجور کے الفاظ مزید نقل کئے ہیں۔

لغوی تحقیق: محفلة: میم مضموم، حاء مفتوح اور فاء مشدد مفتوح، یہ شاۃ کہ صفت ہے یعنی ایسی بکری جس کا دودھ اس کے تھنوں میں روک دیا گیا ہو۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں جو مرفوع روایت منقول ہے وہ غیر محفوظ ہے لیکن ان کا یہ فتوی حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث کے عین مطابق ہے، بقول احناف کے ان کے اکثر مسائل کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاوی جات پر ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں مفتیان احناف کا فتوی نہ صرف حدیث رسول ﷺ کے خلاف ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتوی کے بھی خلاف ہے۔

۸۰۸: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ, فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا, فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا, فَقَالَ "مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟" قَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ "أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ; كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ؟ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ من غشنا فلیس منا: ۱۰۲ / ۱۶۴، ابوداود: ۳۴۵۲، ابن حبان: ۴۹۰۵، الترمذی: ۱۳۲۷، ابن ماجة: ۲۲۲۴، احمد: ۲۴۲/۲، الحاکم: ۸/۲، ۹، ابوعوانة: ۵۷/۱، البیهقی: ۳۲۰/۵، البغوی: ۱۶۷/۸، النووی: ۱۴۲/۲

۸۰۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر اناج کے ڈھیر کے قریب سے ہوا، آپ ﷺ نے اس ڈھیر میں اپنا ہاتھ داخل فرمایا، آپ ﷺ کی انگلیوں کو نمی محسوس ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اے اناج کے مالک! یہ کیا ہے؟ " اس نے عرض کیا، رات بارش ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم نے نمی والے اناج کو اوپر کیوں نہیں رہنے دیا، تاکہ خریدار اسے دیکھ لیتے؟ (یاد رکھ) جس نے دھوکہ کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: صبرة: صاد مضموم اور باء ساکن، اناج کا جمع شدہ ڈھیر، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اناج کی اکائیوں کو ایک دوسری کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔ بللا: باء اور لام مفتوح، نمی۔ اصابه الماء: یعنی آسمان سے بارش نازل ہوئی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے، صحیح مسلم میں فلیس منی ہے۔ جبکہ ابوداؤد اور ابن حبان وغیرہما میں فلیس منا ہے۔ امام بغوی اس جملے کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس جملہ کا یہ مفہوم نہیں کہ وہ شخص دین اسلام سے خارج ہو گیا، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ہمارا طریقہ نہیں، اور اس نے ایسا کر کے میرے طریقے کو ترک کر دیا ہے۔ امام ابن عیینہ کی رائے اس کے برعکس ہے۔

فقہی احکام: (۱) بیع میں دھوکہ فریب حرام ہے۔ (۲) بائع کیلئے لازمی ہے کہ وہ ردی چیز کو نمایاں کرے تاکہ مشتری اس کا مشاہدہ آسانی سے کر سکے۔ (۳) ردی چیز کو ظاہر کر کے فروخت کرنا جائز ہے۔ (۴) ایسی بیع کو مشتری فسخ کرنے کا حق رکھتا ہے جس میں فریب ظاہر ہو جائے۔

۸۰۹: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ,عَنْ أَبِيهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ حَبَسَ الْعِنَبَ أَيَّامَ الْقِطَافِ ,حَتَّى يَبِيعَهُ مِمَّنْ يَتَّخِذُهُ خَمْراً ,فَقَدْ تَقَحَّمَ النَّارَ عَلَى بَصِيرَةٍ" رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۳۵۲، التلخیص: ۱۹/۳، الجرح والتعدیل: ۶۲/۶، الضعفاء والمتروکین: ۱۱۴/۲

تنبیہ: امام ابوحاتم، امام ذہبی اور حافظ ابن حبان وغیرہم نے مذکورہ راوی کا نام عبدالکریم بن عبدالکریم نقل کیا ہے جبکہ مطبوعہ المعجم الاوسط للطبرانی میں عبدالکریم بن ابی عبدالکریم مذکور ہے۔ بنابریں ان دونوں کو الگ الگ راوی نہ سمجھا جائے کیونکہ امام ابوحاتم نے یہ صراحت کی ہے کہ عبدالکریم بن عبدالکریم عن الحسن بن مسلم عن الحسین بن واقد کے طریق سے نقل کرتا ہے اور طبرانی میں مذکور روایت اسی طریق سے منقول ہے۔

۸۰۹: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے انگور اتارنے کے ایام میں انکو بیلوں پر روک لیا تاکہ وہ انہیں کسی شراب کشید کرنے والے کے ہاتھ فروخت کرے گا، وہ عمداً جہنم میں داخل ہو گیا۔" (اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں حسن سند سے نقل کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: حبس العنب: انگوروں کو بیل پر لگے رہنے دینا۔ القطاف: قاف کو مکسور اور مفتوح دونوں طرح پڑھنا درست ہے، تاہم کسرہ بلیغ ہے یعنی پھل کو توڑنے کا عمل۔ تقحم: تاء اور قاف مفتوح اور حاء مشدد، خود کو پھینک دیا۔ علی بصیرۃ: یہ جانتے ہوئے کہ اس عمل کی سزا جہنم ہے

تشریح: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص میں یہ روایت مکمل نقل کی ہے اور بلوغ المرام میں مختصر، مکمل حدیث اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے انگوروں کو ان کے اتارنے کے ایام میں (بیلوں پر) روکے رکھا تاکہ وہ یہ انگور کسی یہودی یا عیسائی یا کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے گا جو شراب کشید کرتا ہے تو ایسا شخص عمداً جہنم میں جا گرا۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے جبکہ امام ابوحاتم رازی نے اس روایت کے ایک راوی عبدالکریم بن عبدالکریم کے بارے میں لکھا ہے کہ میں اسے نہیں پہچانتا، تاہم اس کی مرویات اس کے جھوٹا ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ نیز کتاب الضعفاء و المتروکین میں بھی اس کا ترجمہ ہے، جبکہ ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) گناہ کے کام میں تعاون کرنا حرام اور اس کی سزا جہنم ہے۔ (۲) شراب کشید کرنے والے کو کوئی بھی ایسا پھل فروخت کرنا ممنوع ہے جس سے وہ شراب کشید کرتا ہے۔ (۳) آلات موسیقی تیار کرنا یا ایسے لوگوں کو اس کام کیلئے دکان و مکان کرایہ پر دینا حرام ہے۔

۸۱۰: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ" رَوَاهُ الْخَمْسَةُ ,وَضَعَّفَهُ الْبُخَارِيُّ ,وَأَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ خُزَيْمَةَ ,وَابْنُ الْجَارُودِ ,وَابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ ,وَابْنُ الْقَطَّانِ.

ابوداود، البیوع، باب فی من اشتری عبداً فاستعمله ثم وجد به عیباً: ۳۵۱۰، الترمذی: ۱۳۰۸، ابن ماجة: ۲۲۴۲، النسائی: ۲۵۴/۷، احمد: ۸۰/۶، الشافعی: ۷۴/۲، الدارقطنی: ۵۳/۳، المنتقی لابن الاجارود: ۶۲۷، ابن حبان: ۴۹۲۷، ۴۹۲۸، البیہقی:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۲۱/۵، بیان الوھم والایھام: ۲۷۱۸

تنبیہ: یہ روایت متعدد طرق کی وجہ سے قابل حجت ہے ورنہ اس کا ہر طریق کسی نہ کسی راوی کی وجہ سے کمزور ہے۔

۸۱۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " آمدنی ضمان کا معاوضہ ہے۔" (اسے پانچوں نے بیان کیا ہے) امام بخاری اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے جبکہ امام ترمذی، ابن خزیمہ، ابن الجارود، ابن حبان، حاکم اور ابن قطان نے صحیح کہا ہے

لغوی تحقیق: الخراج: خاء مفتوح، خریدی ہوئی چیز سے کوئی فائدہ یا آمدنی وغیرہ حاصل کرنا۔ الضمان: ضاد مفتوح، یعنی ذمہ داری قبول کرنا۔ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ یہ جملہ اس طرح ہے: الخراج مستحق بالضمان؛ یعنی خریدار خریدی ہوئی چیز سے جو فوائد یا آمدنی حاصل کرتا ہے وہ اس کا حق دار اس چیز کے ضائع ہونے کے خطرے کی وجہ سے ہے۔

تشریح: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نہایت اختصار سے نقل کی ہے، مفصل روایت اس طرح ہے کہ ایک آدمی نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد طیبہ میں ایک غلام خریدا، وہ غلام ایک مدت تک اس کے پاس رہا، پھر اس میں چھپا ہوا عیب خریدار پر ظاہر ہوا، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو اس عیب کے ظہور کی وجہ سے واپس کرنے کا فیصلہ صادر فرمایا، فروخت کنندہ نے عرض کیا کہ اس شخص نے اس غلام سے ایک مدت تک کام لیا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " آمدنی ضمان کے پیش نظر ہے۔" یعنی اگر وہ غلام خریدار کے قبضہ میں ہلاک ہو جاتا تو پھر رقم کی واپسی لازم نہ ہوتی، مشتری ہی اس نقصان کو برداشت کرتا، نقصان برداشت کرنے کی یہ ذمہ داری اسے اس غلام کی آمدنی کا حقدار قرار دیتی ہے۔

فقہی احکام: (۱) خریدی ہوئی چیز میں اگر کوئی پرانا عیب ایک مدت کے بعد بھی خریدار پر ظاہر ہو جائے تب بھی وہ اس چیز کو بغیر کسی تاوان کے واپس کر سکتا ہے۔ (۲) اس دوران اس چیز سے حاصل ہونے والی آمدنی کا مشتری حقدار ہوگا۔ (۳) اگر وہ عیب اس چیز کے ضائع ہو جانے کے بعد ظاہر ہو تو بائع پر کچھ لازم نہیں آئے گا۔

۸۱۱: وَعَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَعْطَاهُ دِينَارًا لِيَشْتَرِيَ بِهِ أُضْحِيَّةً، أَوْ شَاةً، فَاشْتَرَى بِهِ شَاتَيْنِ، فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ، فَأَتَاهُ بِشَاةٍ وَدِينَارٍ، فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِي بَيْعِهِ، فَكَانَ لَوِ اشْتَرَى تُرَابًا لَرَبِحَ فِيهِ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ وَقَدْ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ ضِمْنَ حَدِيثٍ، وَلَمْ يَسُقْ لَفْظَهُ.

البخاری، کتاب المناقب، باب: ۳۶۴۲، ابوداود: ۳۳۸۴، الترمذی: ۱۲۸۱، ابن ماجۃ: ۲۴۰۲، احمد: ۳۷۸/۴، الدارقطنی: ۱۰/۳، بیان الوھم والایھام: ۲۴۰۰

۸۱۱: حضرت عروۃ بارقی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قربانی کا جانور یا بکری خریدنے کیلئے ایک دینار دیا، (وہ کہتے ہیں) اس نے اس دینار سے دو بکریاں خرید لیں، اور ان میں سے ایک بکری ایک دینار میں فروخت کر دی، پھر وہ ایک بکری اور ایک دینار لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیلئے اس کی تجارت میں برکت کی دعا فرمائی، اس کے بعد وہ اگر مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی انہیں فائدہ ہوتا۔ (اسے پانچوں میں سے امام نسائی نے روایت نہیں کیا، امام بخاری نے اس روایت کے ضمن میں ایک دوسری حدیث کو بیان کیا ہے مگر انہوں نے اس میں یہ الفاظ بیان نہیں کئے)

لغوی تحقیق: اضحیۃ: ہمزہ مضموم، ضاد ساکن، حاء مکسور اور یا مشدد مفتوح، قربانی کا جانور۔

تشریح: امام بخاری نے یہ روایت مبہم رواۃ سے مذکورہ الفاظ کے ساتھ نقل کر کے حضرت سفیان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حسن بن عمارۃ نے ان سے کہا کہ یہ حدیث شبیب نے حضرت عروۃ بارقی سے سنی ہے۔ (سفیان کہتے ہیں) میں نے شبیب سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے عروۃ بارقی سے براہ راست نہیں سنی بلکہ ایک خاندان کے لوگوں کے واسطے سے سنی ہے۔

امام بخاری نے حسن بن عمارہ کے بارے میں سفیان کا قول نقل کر کے حسن بن عمارہ کے ضعیف ہونے کو ظاہر کیا ہے، حافظ ابن حجر کے اس قول؛ **لم یسق لفظه** ؛ سے اگر ممدوح کی مراد یہ ہے کہ حدیث شاۃ کے الفاظ امام بخاری نے نقل نہیں کئے تو یہ ان سے تسامح ہوا ہے، کیونکہ بخاری میں یہ تمام الفاظ موجود ہیں۔ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ یہ الفاظ امام بخاری کے نزدیک قابل حجت نہیں تو یہ ان کا مؤقف اس مؤقف کے خلاف ہے جو انہوں نے فتح الباری میں اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فقہی احکام: (۱) معاملات میں وکیل بنانا درست ہے۔ (۲) وکیل اپنے مؤکل کے مال میں تصرف کا مجاز ہے بشرطیکہ اسے مؤکل کی طرف سے اجازت دی گئی ہو۔ (۳) مؤکل کا مال اس کی اجازت کے بغیر فروخت کرنا درست ہے بشرطیکہ اسے یقین ہو کہ مؤکل میرے اس سودے پر معترض نہیں ہوگا۔ (۴) دنیاوی فائدہ پر خوشی کا اظہار کرنا مباح ہے۔ (۵) نفع کی حد متعین نہیں، دیانتداری سے سو فیصد نفع بھی حاصل ہو جائے تو درست ہے۔

۸۱۲: وَأَوْرَدَ التِّرْمِذِيُّ لَهُ شَاهِداً مِنْ حَدِيثِ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رضی اللہ عنہ.

الترمذی، ابواب البیوع، باب فی بیع الاضحیة: ۱۲۸۰، ابوداود: ۳۳۸۶

۸۱۲: امام ترمذی نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو اس حدیث کیلئے بطور شاہد بیان کیا ہے۔

تشریح: امام ترمذی نے یہ روایت حبیب بن ثابت کے طریق سے نقل کی ہے۔ امام ترمذی، امام بیہقی اور امام خطابی نے اس روایت کو اس کے منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، کیونکہ حکیم بن حزام سے حبیب بن ثابت کا سماع ثابت نہیں۔

۸۱۳: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ شِرَاءِ مَا فِي بُطُونِ الْأَنْعَامِ حَتَّى تَضَعَ ,وَعَنْ بَيْعِ مَا فِي ضُرُوعِهَا ,وَعَنْ شِرَاءِ الْعَبْدِ وَهُوَ آبِقٌ ,وَعَنْ شِرَاءِ الْمَغَانِمِ حَتَّى تُقْسَمَ ,وَعَنْ شِرَاءِ الصَّدَقَاتِ حَتَّى تُقْبَضَ ,وَعَنْ ضَرْبَةِ الْغَائِصِ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ,وَالْبَزَّارُ ,وَالدَّارَقُطْنِيُّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ.

ابن ماجة، ابواب التجارة، باب النهی عن شراء ما فی بطون الانعام و ضروعها وضربة الغائص: ۲۱۹۶، الدارقطنی: ۳/۱۵، البیهقی: ۵/۳۳۸، احمد: ۳/۴۱ (۱۱۳۷۷)

تنبیہ: البزار سے یہ روایت راقم تلاش نہیں کر سکا۔

۸۱۳: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے پیٹ میں موجود بچوں کی بیع سے اس وقت تک منع فرمایا جب تک وہ جنم نہیں دیدیتے (نیز) تھنوں میں موجود دودھ، فرار شدہ غلام، تقسیم سے قبل مال غنیمت اور صدقات کو اپنے قبضہ میں لینے سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا، اور غوطہ لگانے والے کو اپنا غوطہ فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ (اسے ابن ماجہ، البزار اور الدارقطنی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: ضروع: ضاء اور راء مضموم، یہ ضرع کی جمع ہے، یعنی جانوروں کے تھن۔ آبق: ہمزہ پر مد اور باء مکسور، اپنے آقا سے بھاگا ہوا غلام۔ امام ثعلبی نے آبق اور هارب کے درمیان یہ فرق کیا ہے کہ جو غلام کسی مشقت سے تنگ آ کر بھاگ جائے اسے ہارب کہتے ہیں اور جو ایسے ہی بھاگ جائے اس آبق کہتے ہیں۔ **المغانم**: ایسا مال جو کفار چھوڑ کر بھاگ جائیں اور مسلمان فوج اس پر قبضہ کر لے۔ **ضربة الغائص**: غوطہ لگانے والا مشتری سے کہے کہ میں سمندر میں غوطہ لگاتا ہوں اس غوطہ میں میرے ہاتھ میں جس قدر موتی آئیں گے وہ اتنی رقم کے بدلے میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تیرے ہیں۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت پر ضعیف ہونے کا حکم شہر بن حوشب کی وجہ سے لگایا ہے۔شہر بن حوشب مختلف فیہ راوی ہے،یعنی بعض ناقدین نے اس کی مرویات کو قبول کیا ہے اور بعض نے مسترد کیا ہے۔راقم کے نزدیک مسترد کرنے والوں کا موقف اقرب الی الصواب ہے۔یہ روایت اگر چہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے،تاہم حجت ہے،کیونکہ اس روایت میں جتنی اشیاء کی بیع سے منع کیا گیا ہے وہ مبہم بیع کی اقسام ہیں اور مبہم بیوع کی ممانعت صحیح حدیث سے ثابت ہے۔نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم تھنوں میں موجود دودھ نہیں خریدتے تھے

۸۱۴: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا تَشْتَرُوا السَّمَكَ فِي الْمَاءِ فَإِنَّهُ غَرَرٌ" رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَأَشَارَ إِلَى أَنَّ الصَّوَابَ وَقْفُهُ.

احمد: ۳۸۸/۱، البیهقی، کتاب البیوع، باب فی النهی عن بیع السمک فی الماء: ۱۱۰۱۳، العلل المتناهیة لابن جوزی: ۵۹۵/۲

۸۱۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"پانی میں موجود مچھلی مت خریدو کیونکہ اس میں دھوکہ ہے۔" (اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے موقوف طریق کے درست ہونے کا اشارہ دیا ہے)

لغوی تحقیق: السمک: سین اور میم مفتوح،مچھلی۔

تشریح: یہ روایت محمد بن سماک نے یزید بن ابی زیاد سے مرفوع نقل کی ہے۔جبکہ ہشیم بن بشیر اور سفیان نے یزید بن ابی زیاد سے موقوف نقل کی ہے۔امام بیہقی فرماتے ہیں کہ مسیّب بن رافع اور عبداللہ بن مسعود کے مابین ارسال ہے نیز یزید بن ابی زیاد متکلم فیہ ہے۔البتہ اس کی شاہد مرفوع روایت حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ یہ روایت اگر ضعیف بھی ہو تو بھی حجت ہے کیونکہ اس میں غرر ہے اور غرر بیع کی ممنوعیت صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

۸۱۵: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ تُبَاعَ ثَمَرَةٌ حَتَّى تُطْعَمَ, وَلَا يُبَاعَ صُوفٌ عَلَى ظَهْرٍ, وَلَا لَبَنٌ فِي ضَرْعٍ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي الْمَرَاسِيلِ لِعِكْرِمَةَ, وَهُوَ الرَّاجِحُ وَأَخْرَجَهُ أَيْضاً مَوْقُوفاً عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ بِإِسْنَادٍ قَوِيٍّ, وَرَجَّحَهُ الْبَيْهَقِيُّ.

المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۷۲۰، ۴۰۷۱، الدارقطنی: ۱۴/۳، المراسیل: ۱۸۲، البیهقی: ۳۴۰/۵، الشافعی: ۵۰۲

۸۱۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کو کھانے کے قابل ہونے سے پہلے،اون کو جانوروں کی پشت پر اور تھنوں میں موجود دودھ کو فروخت کرنے سے منع فرمایا۔(اسے طبرانی نے الاوسط میں اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔اور ابوداؤد نے مراسیل عکرمہ میں روایت کیا ہے اور یہی راجح ہے نیز انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قوی سند سے موقوف بھی نقل کیا ہے اور بیہقی نے اس کو راجح قرار دیا ہے۔

۸۱۶: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ بَيْعِ الْمَضَامِينِ, وَالْمَلَاقِيحِ. رَوَاهُ الْبَزَّارُ, وَفِي إِسْنَادِهِ ضَعْفٌ.

البزار: ۱۲۶۷، التلخیص: ۱۲/۳، الطبرانی: ۱۱۵۸۱/۱۱

۸۱۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مضامین اور ملاقیح کی تجارت سے منع فرمایا۔(اسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کمزور ہے۔)

لغوی تحقیق: مضامین: یہ مضمون کی جمع ہے۔اس سے مراد منی کے وہ قطرات ہیں جو نر جانوروں کی صلب میں موجود ہوتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الملاقیح: یہ ملقوح کی جمع ہے اس سے مراد وہ بچے ہیں جو ابھی اونٹنیوں کے پیٹوں میں ہی ہوتے ہیں۔

تشریح: یہ روایت امام بزار اور اسحاق بن راہویہ نے صالح بن ابی الاخضر کے طریق سے بیان کی ہے۔ موصوف ماہرین فن کے نزدیک ضعیف ہیں، بنا بریں مؤلف رحمہ اللہ علیہ نے اس سند کو کمزور قرار دیا ہے۔ الطبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اس روایت میں ابراہیم بن اسماعیل نامی راوی ہے جسے امام احمد نے ثقہ اور دیگر ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔ اگر چہ دونوں روایات صحیح نہیں تب بھی اس بیع کی ممانعت میں کوئی شک نہیں، کیونکہ صحیح حدیث میں نر جانور کی کمائی اور مادہ جانور کے پیٹ میں موجود بچے کی تجارت سے منع کیا گیا ہے۔

۸۱۷: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ أَقَالَ مُسْلِماً بَيْعَتَهُ, أَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَابْنُ مَاجَهْ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ, وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب فی فضل الاقالة: ۳۴۶۰، ابن ماجة: ۲۱۹۹، ابن حبان، کتاب البیوع، باب الاقالة: ۵۰۲۹، ۵۰۳۰، الحاکم: ۴۵/۲، مسند الشهاب: ۴۵۳، البیهقی: ۲۷/۶، الحلیة لابن نعیم: ۳۴۵/۶، احمد: ۲۵۲/۲

۸۱۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بائع کسی مسلمان مشتری سے کی گئی بیع کو فسخ کر دے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف کر دے گا۔ (اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے)

تشریح: ایک شخص کسی سے کوئی سامان خرید لیتا ہے، بائع اور مشتری سودا کر کے الگ الگ ہو جاتے ہیں اور بیع پختہ ہو جاتی ہے۔ بیع کے پختہ ہو جانے کے بعد مشتری کو اس بیع میں نقصان نظر آتا ہے یا اسے کچھ دیر بعد معلوم ہوتا ہے کہ اسے اس چیز کی ضرورت نہیں اور وہ بائع سے خریدا ہوا مال واپس کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور بائع اس کا مطالبہ قبول کر کے فروخت شدہ مال واپس لیکر اس کی پوری رقم اسے واپس کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے بائع کی خطائیں معاف کر دیتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) بیع کے پختہ ہونے کے بعد باہمی رضامندی سے اسے فسخ کیا جا سکتا ہے۔ (۲) قیمت میں کمی بیشی کر کے بیع فسخ کرنا درست نہیں۔ (۳) اس دوران بائع نے رقم سے جو فائدہ حاصل کر لیا وہ بائع کا ہے اور مبیع سے مشتری نے جو فائدہ حاصل کر لیا وہ مشتری کا ہے۔

۲۔ بَابُ الْخِيَارِ — بیع خیار کے مسائل

۸۱۸: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما, عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ, فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا وَكَانَا جَمِيعاً, أَوْ يُخَيِّرُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ, فَإِنْ خَيَّرَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَتَبَايَعَا عَلَى ذٰلِكَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ, وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ تَبَايَعَا, وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ, وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

مسلم، کتاب البیوع، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین: ۴۴/۱۵۳۱، البخاری: ۲۱۱۲، ابوداود: ۳۴۵۵، ۳۴۵۶، الترمذی: ۱۲۶۸، ابن الجارود: ۶۱۸، ابن حبان: ۴۹۱۲، ۴۹۱۷، النسائی: ۲۴۸/۷، ابن ماجة: ۲۱۸۱، احمد: ۵۶/۱، مالک: ۶۷۱/۲، الدارقطنی: ۵/۳، البیهقی: ۲۶۹/۵

۸۱۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب دو آدمی خرید و فروخت کریں تو ہر ایک کو اس وقت تک بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے، جب وہ ایک ساتھ رہیں اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں یا ان میں سے ایک دوسرے کو اختیار دے، اگر ایک شخص دوسرے کو اختیار دیدے لیکن وہ دونوں سودا کر لیں تو بیع پختہ ہو جائے گی، اگر وہ سودا کرنے کے بعد الگ الگ ہو جائیں اور ان میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کوئی بھی بیع کو فسخ نہ کرے تو بھی بیع پختہ ہو جائے گی۔ (بخاری و مسلم، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

لغوی تحقیق: **الخیار**: خاء مکسور اور یاء مخففہ ہے، اور یہ اختیار سے مصدر ہے، شرعی اختیار سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص اپنے معاملے میں دو میں سے بہتر کو اختیار کرنے کا وقت طلب کرے۔ یہاں ان دو چیزوں سے مراد بیع کو فسخ کرنا یا پختہ کرنا ہے۔ خیار مجلس تو بغیر کسی مطالبے کے بھی فریقین کو حاصل ہے۔ **مالم یتفرقا**: اکثر طرق میں باب تفعل ہی استعمال ہوا ہے۔ لیکن ایک طریق میں باب تفعیل استعمال ہوا ہے۔ بعض اہل زبان نے ان دونوں کے مابین یہ فرق بیان کیا ہے کہ باب تفعل تفریق ابدان پر اور باب تفعیل تفریق کلام پر دلالت کرتا ہے، اسی بنا پر فقہا اس مسئلہ میں دو مختلف آراء رکھتے ہیں، تاہم زیر مطالعہ حدیث تفریق بالابدن کی مؤید ہے۔ **وکانا جمیعاً**: یہ جملہ پہلے کی تاکید ہے، یعنی خیار مجلس اس وقت تک فریقین کو حاصل ہے جب تک وہ دونوں ایک ساتھ ہیں۔ **او یخیر**: اسے مجزوم، منصوب اور مرفوع تینوں طرح پڑھنا درست ہے۔ مجزوم ہونے کی صورت میں اس کا عطف **مالم یتفرقا**؛ پر ہوگا اور منصوب ہونے کی صورت میں اس سے قبل ان پوشیدہ تصور کیا جائے گا۔ اس اختیار کو خیار شرط سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کی شکل یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق کو ایک وقت تک بیع پختہ یا فسخ کرنے کا اختیار دے یا دونوں ایک دوسرے کو اختیار دیں۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں اختیار کی دو شکلیں بیان ہوئی ہیں

(۱) **خیار مجلس**: یعنی بائع اور مشتری دونوں بیع کو پختہ کرلیں، بائع ثمن اور مشتری مبیع پر قبضہ بھی کرلیں۔ اس صورت میں بھی فریقین میں سے ہر ایک کو بیع فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے، جب تک وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک وہاں سے اٹھ کر نہیں جاتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث بھی اسی مفہوم کا مؤید ہے۔

(۲) **خیار شرط**: فریقین میں سے کوئی ایک یا دونوں ایک دوسرے کو ایک خاص وقت تک غور کرنے کی مہلت دیں، یہ خیار شرط کہلاتا ہے۔ جس فریق کو اختیار دیا گیا ہو وہ اس خاص مدت کے دوران بیع فسخ کرنے کا اعلان نہیں کرتا تو بیع پختہ ہو جائے گی۔

فقہی احکام: (۱) مجلس کے برخاست ہونے تک فریقین کو بیع فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ (۲) بیع پختہ کرنے کے بعد بھی فریقین ایک دوسرے کو ایک خاص مدت تک غور کرنے کا اختیار دے سکتے ہیں۔ (۳) متعین مدت کے دوران فریق مختار بیع کو فسخ کرسکتا ہے۔ (۴) متعین مدت کے بعد بیع کو فسخ نہیں کیا جاسکتا۔ (۵) باہمی رضامندی سے بیع کسی وقت بھی فسخ کی جاسکتی ہے۔

۸۱۹: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ, عَنْ أَبِيهِ, عَنْ جَدِّهِ; أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ " اَلْبَائِعُ وَالْمُبْتَاعُ بِالْخِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقَا, إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَفْقَةَ خِيَارٍ, وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُفَارِقَهُ خَشْيَةَ أَنْ يَسْتَقِيلَهُ " رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا اِبْنَ مَاجَه, وَالدَّارَقُطْنِيُّ, وَابْنُ خُزَيْمَةَ, وَابْنُ الْجَارُودِ وَفِي رِوَايَةٍ " حَتَّى يَتَفَرَّقَا مِنْ مَكَانِهِمَا "

ابوداود، کتاب الاجارة، باب فی خیار المتبایعین: ۳۴۵۶، الترمذی: ۱۲۴۷، النسائی: ۷/ ۲۵۱، احمد: ۲/ ۱۸۳، الدارقطنی: ۳/ ۶، ابن الجارود: ۶۲۰، البیہقی: ۵/ ۲۷۱، معرفة السنن والآثار: ۴/ ۲۷۵

۸۱۹: حضرت عمرو اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بائع اور مشتری کو الگ الگ ہونے تک اختیار ہے، الا یہ کہ وہ بیع اختیار والی ہو اور کسی شخص کا اس خوف سے مجلس سے الگ ہونا درست نہیں کہ فریق ثانی کہیں بیع فسخ نہ کردے (اسے پانچوں میں سے ابن ماجہ نے روایت نہیں کیا، نیز دارقطنی، ابن خزیمہ اور ابن جارود نے بھی نقل کیا ہے اور ایک روایت میں؛ حتی یتفرقا من مکانھما: یہاں تک کہ وہ دونوں اس مجلس کو چھوڑ دیں جہاں انہوں نے سودا کیا تھا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق: صفقة: بیع کرتے وقت بائع کا مشتری کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ اس قدر زور سے مارنا جس سے آواز پیدا ہو، اہل عرب بیع پختہ کرتے وقت ایسے ہی کرتے تھے، مگر بعد میں محض عقد بیع پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔ صفقة الخیار: کان تامہ ہونے کی صورت میں اسے مرفوع پڑھیں گے، اس صورت میں اس جملہ کا ترجمہ اس طرح ہوگا، فریقین میں سے کسی ایک نے دوسرے کو یا دونوں نے ایک دوسرے کو بیع فسخ کرنے کا مقررہ وقت تک اختیار دے رکھا ہے۔ کان ناقصہ ہونے کی صورت میں اسے منصوب پڑھیں گے اور اس کا اسم پوشیدہ تسلیم کریں گے، اس صورت میں یہ جملہ اس طرح ہوگا ؛الاان تکون الصفقة صفقة الخیار، خشیة ان یستقیله؛ اس خوف سے کہ فریق ثانی کہیں بیع کو فسخ نہ کر دے۔

تشریح: جو لوگ خیار بیع کو تفریق کلام تک محدود رکھتے ہیں، زیر مطالعہ حدیث ان کے موقف کو مسترد کرتی ہے۔ کیونکہ اگر بیع تفریق کلام پر پختہ ہو جاتی تو پھر شارع یہ کیوں فرماتے کہ کوئی شخص اس اندیشہ کے پیش نظر مجلس سے الگ نہ ہو کہ فریق ثانی کہیں بیع فسخ نہ کر دے، نیز امام بیہقی نے معرفه السنن میں عمرو بن شعیب کے طریق سے جو روایت نقل کی ہے اس میں صراحت بھی ہے کہ یہاں تک کہ وہ دونوں اپنی جگہ سے الگ ہو جائیں۔

۸۲۰: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ ذَكَرَ رَجُلٌ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ فَقَالَ "إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

مسلم، کتاب البیوع، باب من یخدع فی البیع: ۱۵۳۳، البخاری: ۲۱۱۷، ابوداود: ۳۵۰۰، النسائی: ۲۵۲/۷، احمد: ۴۴/۲، مؤطا امام مالک: ۶۸۵/۲

۸۲۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے تذکرہ کیا کہ اس کے ساتھ بیع میں دھوکہ کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم سودا کرو تو یہ کہہ دیا کرو، دین خیر خواہی کا نام ہے، اس لئے اس میں دھوکہ نہیں۔"

لغوی تحقیق: لا خلابة: خاء مکسور، لام مخفف اور باء مفتوح، یعنی دھوکا نہیں۔

تشریح: اس شخص کا نام حبان بن منقذ خزرجی ثم المازنی تھا، وہ رحمت عالم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھا، اس غزوہ میں اس کے سر پر پتھر لگا جس سے اس کی عقل متغیر ہوگئی اور زبان میں لکنت آگئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کے ساتھ بیع میں دھوکا ہو جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اس شخص کے عزیز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ اس شخص کی عقل متغیر ہے اس لئے آپ ﷺ اسے سودا کرنے سے منع کر دیں۔ آپ ﷺ نے اسے طلب کر کے خرید و فروخت سے منع فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ میں خرید و فروخت کے بغیر نہیں رہ سکتا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "اگر تو تجارت ترک نہیں کر سکتا تو پھر بیع کرتے وقت ؛لا خلابة؛ کہہ دیا کر۔" یعنی دین اسلام میں دھوکا نہیں۔"

بخاری میں ابن عمر سے مروی ہے کہ ایک آدمی کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کیا گیا۔ ان دونوں روایات میں بظاہر تعارض ہے مگر حقیقتاً کوئی تعارض نہیں، کیونکہ جمع کی صورت موجود ہے، یعنی اس کے عزیزوں نے بھی آپ ﷺ سے تذکرہ کیا ہو اور خود اس نے بھی اپنی کہانی بتا دی ہو۔

فقہی احکام: جس شخص کو بازار کے بھاؤ سے آگاہی نہ ہو، اس کی لاعلمی سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے اس کے ساتھ اگر کوئی فریب کر لے تو اسے بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

۳۔ بَابُ الرِّبَا سود کا بیان

۸۲۱: عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم آكِلَ اَلرِّبَا ,وَمُوكِلَهُ ,وَكَاتِبَهُ ,وَشَاهِدَيْهِ ,وَقَالَ "هُمْ سَوَاءٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیوع، باب لعن آکل الربا و مؤکلہ: ۱۵۹۸، احمد: ۳/۳۰۴، ابن الجارود: ۶۴۶، البیہقی: ۱۰۶۰۵

۸۲۱: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے، سود دینے والے، سودی کاروبار کا حساب و کتاب رکھنے والے اور سودی معاملات پر گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا: "یہ سب برابر ہیں۔"

لغوی تحقیق: الربا: راء مکسور اور الف مقصور (یعنی آخر میں ہمزہ نہیں) یہ ربا، یربو سے ماخوذ ہے، یعنی الف کی اصل واؤ ہے۔ اسکے لفظی معنی زیادتی کے ہیں۔ قرآن حکیم میں یہ مادہ لغوی معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اور یہاں اس سے مراد ایک ہی جنس کا تبادلہ کمی وبیشی سے کرنا ہے، اثاثہ جات اور نقدی کا لین دین کرتے وقت مدت کا معاوضہ لینا، دینا اور اپنی ملکیت میں لئے بغیر مبیع کو آگے فروخت کر دینا وغیرہ۔

تشریح: سود کی حرمت چاروں ادلہ شرعیہ سے ثابت ہے۔ (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿حرم الربوا : بقرة ۲۷۵﴾ (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودی کاروبار میں ملوث ہر شخص پر لعنت فرمائی ہے۔ (۳) تمام مسلم اہل علم کا اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ (۴) سود ظلم کی ایک نہایت واضح قسم ہے۔ اور قیاس ظلم کی حرمت کا متقاضی ہے۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ سود ایک نہایت غلیظ جرم ہے، اس کے باوجود عصر حاضر میں سودی کاروبار نے پوری معیشت کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیا ہے اور اس کی ایسی مخفی اقسام وجود میں آچکی ہیں کہ ان سے فقط وہی شخص محفوظ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے۔

۸۲۲: وَلِلْبُخَارِيِّ نَحْوُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي جُحَيْفَةَ رضی اللہ عنہ.

بخاری، کتاب البیوع، باب موکل الربا: ۲۰۸۶، البیہقی: ۱۰۶۰۶، المعجم الاوسط: ۷۰۵۹، ابن حبان: ۵۰۲۵

۸۲۲: بخاری نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی ایک حدیث نقل کی ہے۔

تشریح: حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی سودی لین دین کرنے والے اور تصویر کشی کرنے والے پر لعنت کا ذکر ہے۔ نیز اس میں کتے اور خون کی قیمت کی ممانعت بھی مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کے بھی تقریباً یہی الفاظ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی سودی کاروبار میں ملوث لوگوں پر لعنت کا ذکر ہے، نیز اس میں حلالہ کا ارتکاب کرنے، کرانے والوں اور مانعین زکوٰۃ کیلئے بھی لعنت کا ذکر ہے۔

۸۲۳: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ عَنِ اَلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "اَلرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَسَبْعُونَ بَابًا أَيْسَرُهَا مِثْلُ أَنْ يَنْكِحَ اَلرَّجُلُ أُمَّهُ ,وَإِنَّ أَرْبَى اَلرِّبَا عِرْضُ اَلرَّجُلِ اَلْمُسْلِمِ" رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَهْ مُخْتَصَرًا ,وَالْحَاكِمُ بِتَمَامِهِ وَصَحَّحَهُ.

ابن ماجۃ، ابواب التجارۃ، باب التغلیظ فی الربا: ۲۲۷۵، الحاکم: ۲/۳۷، الدارقطنی: ۳/۱۶

۸۲۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سود کے تہتر درجے ہیں، ان میں سب سے کم تر درجہ کا گناہ اپنی حقیقی ماں سے نکاح کرنے کے برابر ہے اور سب سے بڑا سود کسی مسلمان بھائی کی عزت سے کھیلنے کے برابر ہے۔ (اسے ابن ماجہ نے مختصر اور حاکم نے مکمل بیان کیا ہے نیز اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: ایسر ھما: گناہ کے اعتبار سے کم تر درجہ۔ اربی الربا: سود کی غلیظ ترین قسم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ معاشی جرائم میں سے سب سے بڑا جرم سود ہے اور اخلاقی جرائم میں سے سب سے بڑا گناہ اپنے بھائی کی عزت سے کھیلنا ہے، خواہ وہ غیبت کی صورت میں ہو یا بہتان تراشی یا سب وشتم کی شکل میں ہو۔ اسی طرح کی ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں کہ سود میں ستر اقسام کے گناہ پائے جاتے ہیں، جن میں سے کم تر گناہ اپنی والدہ کو اپنی بیوی بنانے کے برابر ہے۔ یہ دونوں روایات ضعیف ہیں، مقدم الذکر ابراہیم کے عنعنہ اور دوسری سعید کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ کعب رضی اللہ عنہ سے مروی موقوف روایت میں سود کا ایک درھم استعمال کرنے کا گناہ تینتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ ہے۔ اسی مفہوم کی مرسل اور موقوف روایات عبداللہ بن سلام اور عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنھما سے بھی مروی ہیں۔

۸۲۴: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلاً بِمِثْلٍ, وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ, وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلاً بِمِثْلٍ, وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ, وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِباً بِنَاجِزٍ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب البیوع، باب بیع الفضة بالفضة: ۲۱۷۷، مسلم: ۱۵۸۴، الترمذی: ۱۲۶۳، النسائی: ۷/۲۷۸، احمد: ۳/۴، ابن الجارود: ۶۴۹، البیھقی: ۵/۲۷۶، ابن حبان: ۵۰۱۶

۸۲۴: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سونے کو سونے کے بدلے میں مت فروخت کرو مگر برابر برابر اور ایک دوسرے کے وزن میں اضافہ مت کرو، چاندی کو چاندی کے عوض مت فروخت کرو مگر برابر برابر فروخت کرو اور ایک دوسرے کے وزن میں اضافہ مت کرو اور ان میں سے کسی حاضر کو غیر موجود کے عوض مت فروخت کرو۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: مثل بمثل: دونوں میں میم مکسور اور ثاء ساکن ہے یعنی دونوں وزن کے اعتبار سے برابر ہوں۔ ولا تشفوا: یاء مضموم، شین مکسور اور فاء مشدد، یہ اشفاف سے ماخوذ ہے، یعنی اضافہ مت کرو۔ الورق: واؤ مفتوح اور راء مکسور یعنی چاندی۔ ناجز: یہ نجز سے ماخوذ ہے، یعنی موجود۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا، کسی بھی جنس کی دو چیزوں کا تبادلہ مقصود ہو تو پھر اس بیع کے درست ہونے کیلئے دو چیزیں نہایت ضروری ہیں۔ (۱) دونوں کا وزن برابر ہو۔ (۲) دونوں چیزیں عقد کے وقت موجود ہوں اور فریقین اپنی اپنی چیزیں ایک دوسرے کے قبضہ میں دیدیں۔

۸۲۵: وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ, وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ, وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ, وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ, وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ, وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ, مِثْلاً بِمِثْلٍ, سَوَاءً بِسَوَاءٍ, يَدًا بِيَدٍ, فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیوع، باب الصرف و بیع الذھب بالورق نقداً: ۱۵۸۷، ابوداود: ۳۳۴۹، ۳۳۵۰، الترمذی: ۱۲۶۳، النسائی: ۷/۲۷۴، ابن ماجة: ۲۲۵۴، احمد: ۵/۳۱۴، ابن حبان: ۵۰۱۵، البیھقی: ۱۰۶۱۳

۸۲۵: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سونا کے بدلہ میں سونا، چاندی کے عوض چاندی، گندم کا مبادلہ گندم سے، جو کے عوض جو، کھجور کا کھجور سے نمک کا تبادلہ نمک کے ساتھ برابر برابر اور نقد بنقد ہونا چاہیے، اگر مختلف اجناس کا مبادلہ کرنا ہو تو پھر جس طرح چاہیں کرلیں، مگر مبادلہ کی جانے والی اشیاء اسی مجلس میں ایک دوسرے کے قبضہ میں دی جائیں۔" (مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۸۲۶: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم " اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلاً بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلاً بِمِثْلٍ ,فَمَنْ زَادَ أَوْ اِسْتَزَادَ فَهُوَ رِبًا " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیوع، باب الصرف و بیع الذهب بالورق نقداً: ۱۵۸۸، النسائی: ۷/ ۲۷۸، ابن ماجة: ۴۴۵۵، احمد: ۲/ ۲۶۱، ابن حبان: ۵۰۱۱ - ۵۰۱۸، المعجم الاوسط: ۳۲۷

۸۲۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سونے کا سونے کے عوض تبادلہ وزن اور نوعیت میں برابر برابر ہونا لازم ہے۔ چاندی کا چاندی کے عوض تبادلہ وزن اور نوعیت میں برابر ہونا لازم ہے اور جس شخص نے زیادہ لیا یا زیادہ لینے کا مطالبہ کیا، اس نے سودی کاروبار کیا۔" (مسلم)

تشریح: سود کی حرمت کے بارے میں حضرت عمر، حضرت ابوبکر، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث منقول ہیں۔

۸۲۷: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ ,وَأَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرِ ,فَجَائَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ ,فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا؟ " فَقَالَ لَا ,وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ,إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ,ثُمَّ اِبْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا" وَقَالَ فِي الْمِيزَانِ مِثْلَ ذٰلِكَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِمُسْلِمٍ "وَكَذٰلِكَ الْمِيزَانُ"

البخاری، کتاب الوکالة، باب الوکالة فی الصرف و المیزان: ۲۳۰۲، ۲۳۰۳، مسلم: ۱۵۹۳، النسائی: ۷/ ۲۷۱، مالک: ۲/ ۶۲۳، ابن حبان: ۵۰۲۱، ۵۰۲۲

۸۲۷: حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر پر حاکم مقرر فرمایا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہایت نفیس کھجوریں لے کر حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: "کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہیں؟" اس نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی نہیں ہیں۔ ہم دو صاع کھجوریں دیکر ایسی ایک صاع اور تین صاع دیکر ایسی دو صاع کھجوریں لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسا مت کرنا، گھٹیا قسم کی کھجوریں درہم کے عوض فروخت کر کے، اس رقم سے اعلیٰ قسم کی کھجوریں خریدنا۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جن اشیا کو تولا جاتا ہے ان کا حکم بھی یہی ہے۔" (بخاری و مسلم) اور مسلم میں كذالك الميزان کے الفاظ ہیں۔

لغوی تحقیق: جنیب: جیم مفتوح اور نون مکسور، اس کی جمع جنب ہے، کھجور کی اعلیٰ قسم۔ الجمع: جیم مفتوح اور میم ساکن، ملی جلی کھجوریں۔

تشریح: خیبر، مدینہ منورہ کے شمال میں شارع اردن پر ۱۶۵ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس شہر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس صحابی کو حاکم مقرر فرمایا، اس کا نام سواد بن غزیہ تھا۔ حدیث میں مذکورہ درہم کی قید محض اتفاقی ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ تم نے معمولی قسم کی کھجوروں کو فقط درہموں کے عوض فروخت کرنا ہے، بلکہ درہموں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد سکہ رائج الوقت ہے، جیسا کہ بعض طرق میں درہم کی بجائے ثمن کا لفظ بھی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا "یہ تو عین سود ہے۔"

۸۲۸: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ بَيْعِ الصُّبْرَةِ مِنَ التَّمْرِ لَا يُعْلَمُ مَكِيلُهَا بِالْكَيْلِ الْمُسَمَّى مِنَ التَّمْرِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم بیع صبرة التمر المجهولة القدر بتمر: ۱۵۳۰، النسائی: ۷/ ۲۷۰، الحاکم: ۲/ ۳۸، ابن الجارود:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۰۸، البیهقی: ۲۹۱/۵، ۳۰۸

۸۲۸: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں کے ایسے ڈھیر کو جسے کسی پیمانہ کے ذریعے ماپا نہ گیا ہوا یسی کھجوروں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے جن کا ماپ معلوم ہو۔(مسلم)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ایک جنس کا باہمی تبادلہ جس میں کمی وبیشی کا احتمال ہو ممنوع ہے۔ابن حبان میں الصبر مذکور ہے، اور یہ صبرۃ کی جمع ہے۔

۸۲۹: وَعَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ إِنِّي كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ " اَلطَّعَامُ بِالطَّعَامِ مِثْلاً بِمِثْلٍ " وَكَانَ طَعَامُنَا يَوْمَئِذٍ اَلشَّعِيرَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب البیوع، باب بیع الطعام مثلا بمثل: ۱۵۹۲، احمد: ۴۰۰/۶، الدارقطنی: ۲۴/۳، البیهقی: ۲۸۳/۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۹۵/۲۰

۸۲۹: حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ "طعام کا طعام کے عوض برابر برابر کا لین دین کرنا درست ہے۔" اوراس وقت ہمارا طعام جو تھے۔(مسلم)

۸۳۰: وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اِشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَى عَشَرَ دِينَاراً ,فِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ، فَفَصَلْتُهَا فَوَجَدْتُ فِيهَا أَكْثَرَ مِنِ اثْنَى عَشَرَ دِينَاراً ,فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ " لَا تُبَاعُ حَتَّى تُفَصَّلَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیوع، باب بیع القلادۃ فیها خرز و ذهب: ۱۵۹۱، ابوداود: ۳۳۵۲، الترمذی: ۱۲۵۵، النسائی: ۲۷۹/۷، احمد: ۲۱/۶، الدارقطنی: ۳/۳، البیهقی: ۲۹۱/۵

۸۳۰: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے غزوہ خیبر میں ایک ہار بارہ دینار میں خریدا، وہ سونے اور پتھر کے نگینوں سے بنا ہوا تھا، میں نے اس ہار کو کھولا تو اس میں بارہ دینار سے زیادہ سونا پایا، اس کا تذکرہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:"ایسے ہار کو کھولے بغیر فروخت نہ کیا جائے۔"(مسلم)

لغوی تحقیق: قلادہ: قاف مکسور اور آخر میں گول تاء، ہار۔ خرز: خاء اور راء مفتوح، یہ خرزۃ کی جمع ہے، پتھر وغیرہ سے تیار کیا ہوا نگینہ۔

تشریح: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سونے سے بنی ہوئی چیز میں اگر کوئی اور چیز بھی داخل ہو تو ان دونوں چیزوں کو پہلے الگ الگ کیا جائے پھر اسے سونے کے عوض فروخت کیا جائے۔ہاں البتہ ایسی مصنوعات کو اگر کسی دوسری جنس کے عوض فروخت کرنا مقصود ہو تو پھر انہیں کھولنے کی ضرورت نہیں۔مثلاً سونے اور پتھر کے نگینوں سے بنی ہوئی مصنوعات کو چاندی کے عوض فروخت کرنے کی صورت میں کھولنے کی ضرورت نہیں

۸۳۱: وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ الْجَارُودِ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب فی الحیوان بالحیوان نسیئة: ۳۳۵۶، الترمذی: ۱۲۶۰، النسائی: ۲۹۲/۷، ابن ماجة: ۲۲۷۰، احمد: ۲۰۹۹۶، الدارمی: ۲۵۶۴، ابن الجارود: ۶۱۱، البیهقی: ۱۰۶۷۰، ۱۰۶۷۴، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۶۶۲

۸۳۱: حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جانور کو جانور کے عوض ادھار فروخت کرنے سے منع فرمایا۔"(اسے پانچوں نے روایت کیا ہے۔ترمذی اور ابن جارود نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق: نسیئة: اسے ادغام اور بغیر ادغام دونوں طرح پڑھنا درست ہے، پہلی صورت میں یہ عطیة کے وزن پر ہوگا اور دوسری صورت میں یاء کے بعد ہمزہ پڑھیں گے، اس صورت میں یہ کریمة کے وزن پر ہوگا، اس کے لغوی معنی تاخیر کے ہیں مگر یہاں اس سے مراد ادھار ہے۔

تشریح: سمرۃ بن جندب سے یہ روایت حضرت حسن بصری نے بیان کی ہے، امام بیہقی کا قول ہے کہ اکثر حفاظ سمرۃ بن جندب سے حسن بصری کے سماع کا انکار کرتے ہیں، ماسوا حدیث عقیقہ کے، حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ مگر امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو مرفوع نقل کرنا وہم ہے جبکہ اس کا مرسل ہونا درست ہے۔ امام ابن خزیمہ کی بھی یہی رائے ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس مفہوم کی کوئی روایت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ جو اہل علم اس روایت کو حجت تسلیم کرتے ہیں وہ اس روایت کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد جانبین سے ادھار ہے یعنی اگر ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار ہو تو پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ایک جانور کے بدلے میں دو جانوروں کی ادھار بیع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ مگر یہ روایت بھی ابوزبیر کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۸۳۲: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ "إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ, وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ, وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ, وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ, سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ مِنْ رِوَايَةِ نَافِعٍ عَنْهُ, وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ. وَلِأَحْمَدَ نَحْوُهُ مِنْ رِوَايَةِ عَطَاءٍ, وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْقَطَّانِ.

ابوداود، کتاب الاجارة، باب فی النهی عن العینة: ۳۴۶۲، احمد: ۲/ ۲۸، البیهقی: ۱۰۸۴۴ ـ ۱۰۸۴۶، بیان الوهم والایهام: ۵/ ۲۹۴، ۲۹۶، التلخیص: ۳/ ۱۹

۸۳۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: "جب تم عینہ کی خرید وفروخت کرنے لگو، بیلوں کی دم پکڑ لو، کھیتی باڑی کو پسند کرنے لگو اور جہاد کو ترک کردو، تب تم پر اللہ تعالیٰ ذلت مسلط کردے گا اور اس ذلت کو تم سے اس وقت تک الگ نہیں کرے گا جب تک تم دین کی طرف دوبارہ لوٹ کر نہیں آؤ گے۔" (اسے ابوداؤد نے نافع کے طریق سے نقل کیا ہے اور اس کی سند میں کلام ہے۔ مسند احمد میں حضرت عطا سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں نیز ابن قطان نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: العینة: عین مکسور اور مفتوح ہر دو طرح ضبط کیا گیا ہے۔ اس بیع کی صورت یہ ہے کہ بائع اپنی چیز کو ادھار ایک قیمت میں فروخت کر دے اور جب میعاد ختم ہو جائے تو مشتری سے وہی چیز سابقہ قیمت سے کم قیمت میں نقد خرید لے۔ اذناب: یہ ذنب کی جمع ہے۔ یہاں اس سے مراد کھیتی باڑی میں مشغول ہونا ہے۔ ذلا: ذال مضموم اور لام مشدد، کمزوری۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے وفی اسنادہ مقال کہہ کر اسحاق بن اسید کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، کیونکہ اسی پر کئی ایک ماہر فن نے نقد کیا ہے۔ البتہ اس روایت کے نقل کرنے میں امام اعمش نے اس کی متابعت کی ہے، اس طریق کو اگرچہ امام ابن قطان نے صحیح قرار دیا ہے، تاہم یہ طریق بھی اعمش کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اعمش کے علاوہ عبدالملک نے بھی ان کی متابعت کی ہے، مگر یہ طریق بھی لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے۔ جیسا کہ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ روایت عطاء بن ابی رباح کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دو ضعیف طرق سے مروی ہے۔ لہٰذا امام ابن قطان اور علامہ البانی کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا درست نہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تلخیص میں فرماتے ہیں کہ جس سند کو ابن قطان نے صحیح قرار دیا ہے وہ میرے نزدیک معلول ہے کیونکہ روایت کے راویوں کے ثقہ ہونے سے اس کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے تاہم اس حدیث میں ترک جہاد کا جو نتیجہ بتایا گیا ہے وہ اپنی جگہ ایک مسلم حقیقت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٨٣٣: وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " مَنْ شَفَعَ لِأَخِيهِ شَفَاعَةً ,فَأَهْدَى لَهُ هَدِيَّةً ,فَقَبِلَهَا ,فَقَدْ أَتَى بَابًا عَظِيماً مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ.

ابوداود، كتاب الاجارة، باب في الهدية لقضاء الحاجة: ٣٥٤١، احمد: ٥/٢٦١، تقريب: ٥٤٨٧

٨٣٣: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:" جس شخص نے اپنے بھائی کیلئے سفارش کی اور اس نے اسے کوئی تحفہ دیا اور اس نے قبول کرلیا تو وہ سود کے ایک بڑے دروازے پر وارد ہوا۔" (اسے احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کلام ہے۔)

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے في اسناده مقال کہہ کر قاسم بن عبدالرحمٰن کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، اسے یحییٰ بن معین نے اگرچہ ثقہ کہا ہے، تاہم اس کی مرویات پر اکثر اہل علم نے عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے، جیسا کہ مؤلف رحمہ اللہ تقریب میں فرماتے ہیں کہ موصوف صدوق ہے، تاہم بہت سی عجیب باتیں نقل کرتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس کی جو روایات غرابت سے محفوظ ہیں وہ قابل حجت ہیں۔ زیر بحث روایت میں سفارش کے نتیجہ میں وصول ہونے والے تحفہ کو سود اس لئے قرار دیا گیا کہ یہ بھی سود کی طرح غیر مشروع طریقہ سے حاصل ہوا ہے، خاص کرنا جائز معاملات اور حدود اللہ میں نرمی کی سفارش کرنا ممنوع ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی سفارش کے صلہ میں ملنے والا تحفہ حرمت میں سود سے کسی طرح بھی کم نہیں۔

فقہی احکام: (۱) ناجائز معاملات اور حدود اللہ میں نرمی کی سفارش کرنا ممنوع ہے۔ (۲) حقدار کو کسی کا حق دلانے کیلئے اور خطا کار کی خطا معاف کرنے کی سفارش کی جاسکتی ہے۔ (۳) سفارش کے بدلہ میں تحفہ دینا لینا ممنوع ہے۔

٨٣٤: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ.

ابوداود، كتاب الاقضية، باب كراهية الرشوة: ٣٥٨٠، الترمذی: ١٣٥٩، ١٣٦٠، ابن ماجة: ٢٣١٣، احمد: ٢/١٦٤، ابن الجارود: ٥٨٥، ٥٨٦، الحاكم: ٤/١٠٣، البيهقي: ١٠/١٣٨، ابن حبان: ٥٠٧٦، ٥٠٧٧، بيان الوهم والايهام: ١٣٢٧

٨٣٤: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی۔ (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے بیان کیا ہے، ترمذی نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: الراشي: یہ رشا سے ماخوذ ہے، رشا اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کنویں سے پانی حاصل کیا جاتا ہے، اور شرعی اصطلاح میں مال واسباب خرچ کر کے ایسی چیز حاصل کرنا جس کا وہ حقدار نہیں اسے رشوت دینے والا کہتے ہیں۔ و المرتشي: رشوت لینے والا۔

تشریح: امام ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے جو روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت کی ہے۔ یہی الفاظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے نقل کیے ہیں۔ ایک روایت میں اس شخص کے لئے بھی لعنت کے الفاظ ہیں جو رشوت دینے اور لینے والے کے درمیان پل کا کردار ادا کرتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) رشوت دینے والا، لینے والا اوران دونوں کا رابطہ قائم کرانے والا تینوں ملعون ہیں۔ (۲) رشوت لینا دینا کبیرہ گناہ ہے۔ (۳) کبائر کا ارتکاب کرنے والے مسلمانوں پر بھی لعنت کی جاسکتی ہے۔

٨٣٥: وَعَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يُجَهِّزَ جَيْشًا فَنَفِدَتْ الْإِبِلُ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ عَلَى قَلَائِصِ الصَّدَقَةِ قَالَ فَكُنْتُ آخُذُ الْبَعِيرَ بِالْبَعِيرَيْنِ إِلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ . رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البیھقی، کتاب البیوع، باب بیع الحیوان و غیرہ مما لا ربا فیه ببعضه نسیئة: ١٠٦٦٦ ـ ١٠٦٦٩، الحاکم: ٢/٥٦، المعجم الاوسط: ٢٧٦٢

٨٣٥: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے ایک لشکر تیار کرنے کا حکم فرمایا، اونٹ ختم ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "صدقہ کے اونٹوں کے عوض لے لو۔" وہ کہتے ہیں کہ میں نے صدقہ کے دو اونٹوں کے عوض ایک اونٹ لینا شروع کر دیا۔ (اسے حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: ان یجھز: مسافر یا مجاہد کے لیے وہ کچھ تیار کرنا جس کا وہ ضرورت مند ہو۔ جیشاً: جیش اس لشکر کو کہتے ہیں جو کم از کم چار سو سپاہ پر مشتمل ہو۔ القلائص: یہ قلوص کی جمع ہے، یعنی جوان اونٹ۔ البعیر: اس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں قسم کے اونٹوں پر ہوتا ہے۔ الصدقة: یہاں اس سے مراد زکوٰۃ ہے۔

تشریح: امام بیہقی نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے دو طرق سے نقل کی ہے، پہلا طریق محمد بن اسحاق اور دوسرا طریق ابن جریج کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے، اسی مفہوم کی ایک مرفوع روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے مگر وہ روایت بھی ابوزبیر کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے، تاہم ان احادیث کی تائید آثار صحابہ سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے عصیفیر نامی اپنا اونٹ بیس اونٹوں کے عوض فروخت کیا تھا، اسی قسم کی روایات حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔

فقہی احکام: (١) وہ اشیا جن کا ماپ تول نہیں کیا جاتا ان کا تبادلہ انہیں کی ہم جنس کے ساتھ کمی وبیشی کی صورت میں جائز ہے۔ (٢) ایسی غیر معین مدت پر ادھار لینا درست ہے جس میں دس بیس دن کی تقدیم و تاخیر ہو سکتی ہے۔ مثلاً گندم کی کٹائی تک ادھار پر کوئی چیز خرید لینا۔ (٣) جانبین میں سے کسی ایک جانب مبیع کا بیع کے وقت موجود ہونا اور فریق ثانی کے قبضہ میں دینا ضروری ہے۔

٨٣٦: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمُزَابَنَةِ أَنْ يَبِيعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَ نَخْلاً بِتَمْرٍ كَيْلاً, وَإِنْ كَانَ كَرْماً أَنْ يَبِيعَهُ بِزَبِيبٍ كَيْلاً, وَإِنْ كَانَ زَرْعاً أَنْ يَبِيعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ, نَهَى عَنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بخاری، کتاب البیوع، باب بیع الزرع بالطعام کیلاً: ٢٢٠٥، مسلم: ١٥٤٢، النسائی: ٧/٢٦٦، ابن ماجة: ٢٢٦٥، احمد: ٢/٥، البیھقی: ٥/٣٠٧، عبدالرزاق: ١٤٤٨٩، الشافعی: ٢/١٥٣، ابن حبان: ٤٩٩٦، ٤٩٩٩، ابوداود: ٣٣٦١

٨٣٦: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ کی تازہ کھجوریں یا انگور یا اجناس میں سے کوئی جنس ایسی ہم جنس کے عوض فروخت کرے جس کا ماپ معلوم ہو، آپ ﷺ نے ایسی تمام بیوع سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: ثمر: پھل۔ المزابنة: یہ زبن سے ماخوذ ہے، اس کے لفظی معنی پھینکنے کے ہیں جبکہ شرعی اصطلاح میں کھڑی فصل کو اسی کی ہم جنس فصل کے عوض فروخت کرنا جس کا وزن معلوم ہو بیع مزابنہ کہلاتا ہے۔ حائط: باغ کے گرد جو دیوار ہوتی ہے اسے حائط کہتے ہیں مگر یہاں اس سے مراد کھڑی فصل ہے، خواہ اس کے گرد دیوار ہو یا نہ ہو۔ کرماً: کاف مفتوح اور راء ساکن، اس کے لغوی معنی انگور کی بیل کے ہیں، مگر یہاں اس سے مراد وہ انگور ہیں جو بیل پر لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ زبیب: زاء مفتوح اور باء مکسور، کشمش اور منقیٰ۔

فقہی احکام: کھڑی فصل کو اس کی ہم جنس کٹی ہوئی فصل کے عوض فروخت کرنا درست نہیں۔

٨٣٧: وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ اشْتِرَاءِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ فَقَالَ "أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِذَا يَبِسَ؟ " قَالُوا نَعَمْ فَنَهَى عَنْ ذَلِكَ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْمَدِينِيِّ, وَالتِّرْمِذِيُّ, وَابْنُ حِبَّانَ, وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب فی التمر بالتمر: ۳۳۵۹، الترمذی: ۱۲۲۸، ابن ماجة: ۲۲۶۴، النسائی: ۷/۲۶۹، ابن حبان: ۴۹۹۷، الدارقطنی: ۳/۴۹، الحاکم: ۲/۳۸، البیہقی: ۵/۲۹۴، عبدالرزاق: ۱۴۱۸۶، مؤطا: ۲/۶۲۴، الشافعی: ۲/۱۵۹

۸۳۷: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ تازہ کھجوریں خشک کھجوروں کے عوض فروخت کرنی درست ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: " کیا تازہ کھجوریں خشک ہو کر کم نہیں ہوتیں؟" صحابہ نے عرض کیا ہو جاتی ہیں، آپ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔ (اسے پانچوں نے روایت کیا ہے، ابن مدینی، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: الرطب: راء مضموم اور طاء ساکن، پکی ہوئی تازہ کھجوریں۔ التمر: خشک کھجوریں۔

فقہی احکام: (۱) کھائی جانے والی تازہ اجناس کو اسی کی خشک ہم جنس کے عوض فروخت کرنا ممنوع ہے۔

(۲) ایسی اجناس کا تبادلہ نہ تو برابر برابر درست ہے اور نہ کمی وبیشی کی صورت میں درست ہے۔

۸۳۸: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْكَالِئِ بِالْكَالِئِ, يَعْنِي: الدَّيْنَ بِالدَّيْنِ. رَوَاهُ إِسْحَاقُ, وَالْبَزَّارُ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ

کشف الاستار: ۱۲۸۰، الدارقطنی: ۳/۷۲، الحاکم: ۲/۵۷، البیہقی: ۵/۲۹۰ (۱۰۶۷۵)

تنبیہ: امام دارقطنی نے سنن میں اور امام حاکم نے المستدرک میں موسیٰ بن عقبہ نقل کیا ہے، امام بیہقی فرماتے ہیں کہ صحیح نام موسیٰ بن عبیدہ الربذی ہے، ہمارے شیخ (امام حاکم) نے اپنی روایات میں موسیٰ بن عقبہ نقل کیا ہے اور یہ غلط ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ تعجب تو امام دارقطنی پر ہے جو اپنے عہد کے نامور شیخ تھے، انہوں نے بھی اپنی کتاب السنن میں موسیٰ بن عقبہ ہی نقل کیا ہے۔

۸۳۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ادھار کے عوض ادھار لینے سے منع فرمایا۔ (اسے اسحاق اور بزار نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: الکالی: قرض۔

تشریح: علامہ ابن اثیر نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ ایک شخص ایک مدت کے لیے ایک چیز ادھار خریدتا ہے لیکن وہ وقت مقرر پر ادائیگی کرنے سے عاجز آ جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ بائع سے کہتا ہے کہ وہ مجھے اتنی اور رقم کے عوض مزید مہلت پر فروخت کر دو۔ اس روایت کا مرکزی راوی ابوعبدالعزیز موسیٰ بن عبیدہ ہے، یہ شخص ماہرین فن کے نزدیک ضعیف ہے۔ تاہم اس بیع کے حرام ہونے پر تمام اہل فن کا اجماع ہے۔

۴۔ بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْعَرَايَا وَ بَيْعِ الْأُصُوْلِ وَالثِّمَارِ
بیع عرایا، درختوں اور ان کے پھلوں کی خرید وفروخت کا بیان

لغوی تحقیق: الرخصة: اس کے لفظی معنی سہولت اور آسانی کے ہیں، یہاں اس سے مراد رخصت و اجازت ہے۔ العرایا: عین اور راء مفتوح، یہ عـــرایة کی جمع ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ بیع حرمت سے پاک ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ مخیّر حضرات اپنے باغات میں سے چند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درختوں کا پھل محتاج ونادار لوگوں کے لیے وقف کر دیتے تھے جب ان درختوں کا پھل پکنے کی قریب ہوتا تو محتاج باغات میں اپنی آمد ورفت شروع کر دیتے ، جس سے باغ کے مالک کو کوفت ہوتی ، چنانچہ باغ کا مالک اس درخت پر موجود پھل کا تخمینہ لگوا کر اس مقدار کے برابر انہیں خشک کھجوریں دیدیتا۔ بیع عرایا، بیع مزابنۃ سے بڑی حد تک مشابہت رکھتی ہے، آپ ﷺ نے جب بیع مزابنہ کو ممنوع قرار دیا تو صحابہ نے بیع عرایا کے بارے میں آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے چند ضابطوں کے تحت اس کی اجازت فرما دی۔

۸۳۹: عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلاً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِمُسْلِمٍ ، رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ يَأْخُذُهَا أَهْلُ الْبَيْتِ بِخَرْصِهَا تَمْرًا، يَأْكُلُونَهَا رُطَبًا.

بخاری، کتاب البیوع، باب تفسیر العرایا: ۲۱۹۲، مسلم: ۱۵۳۹، ابو داود: ۳۳۶۲، الترمذی: ۱۳۲۳، النسائی: ۲۶۷/۷،ابن ماجۃ: ۲۲۶۹، احمد: ۱۸۱/۵، مالک: ۶۱۹/۲، الدارمی: ۲۵۵۸، البیہقی: ۱۸۶/۵، الشافعی: ۱۵۰/۲، الطبرانی: ۴۷۶۷، عبدالرزاق: ۱۴۴۸۶، صحیح ابن حبان: ۵۰۰۱، ۵۰۰۲، المعجم الاوسط: ۳۳۹۴

۸۳۹: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے بیع عرایا کی اجازت (اس شرط پر) عطا فرمائی کہ ان کو اندازہ سے ماپ کر فروخت کر دیا جائے۔(بخاری ومسلم) جبکہ صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع عرایا کے بارے میں (اس شرط پر) رخصت دی کہ باغ والا اندازے سے خشک کھجوریں دے کر تر کھجوریں خرید لیں۔

لغوی تحقیق: خرص :اندازہ لگانا۔ رطبا: راء مضموم اور طاء مفتوح، تروتازہ۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ باغ کے مالک کی تکلیف کے پیش نظر بیع عرایا کی اجازت اس شرط پر دی گئی کہ کھجور کے درخت پر موجود پکی ہوئی کھجوروں کا اندازہ اس طرح لگایا جائے کہ یہ خشک ہونے کے بعد کس قدر رہ جائیں گی، پھر اسی مقدار کے برابر خشک کھجوریں دے کر باغ کا مالک وہ درخت کا پھل اپنے قبضہ میں لے لے۔ اسی مفہوم کی ایک روایت حضرت سہل بن ابی حثمہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے بھی مرفوع نقل کی ہے۔

۸۴۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَامِنَ التَّمْرِ ,فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ ,أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب البیوع، باب بیع الثمر علی رؤس النخل: ۲۱۹۰، ۲۱۹۱، مسلم: ۱۵۴۱، ابو داود: ۳۳۶۴، الترمذی: ۱۳۲۶، النسائی: ۲۶۸/۷، احمد: ۲/۳

۸۴۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع عرایا کی اجازت (اس شرط پر) دی کہ تر کھجوروں کا اندازہ لگا کر اس کے عوض خشک کھجوریں دے دی جائیں بشرطیکہ (درخت پر کھجوروں کا اندازہ) پانچ وسق سے کم یا پانچ وسق ہو۔(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: اوسق : یہ وسق کی جمع ہے، وسق کی واؤ مفتوح اور سین ساکن ہے۔ ایک وسق میں ساٹھ صاع نبوی آتے ہیں، پانچ وسق کا وزن عصری پیمانوں کے مطابق تقریبا ساڑھے سات سو کلو بنتا ہے۔

تشریح: اہل علم نے نصوص شرعیہ کی روشنی میں پانچ شرائط پر بیع عرایا کو جائز قرار دیا ہے۔(۱) درختوں پر موجود کھجوریں خشک ہونے کے بعد پانچ وسق سے کم ہوں، کیونکہ پانچ وسق کے الفاظ آپ ﷺ کے نہیں بلکہ داؤد بن حصین نے شک کی بنا پر کہے ہیں، جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں چار وسق مذکور ہیں۔ (۲) مشتری کے پاس تازہ کھجوریں خریدنے کیلئے رقم نہ ہو۔(۳) مشتری تازہ کھجوریں کھانے کا خواہش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مند ہو، جیسا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک روایت میں ہے کہ چند انصاری مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کے پاس تازہ کھجوریں خرید نے کیلئے نقدی نہیں ہے اور وہ بھی لوگوں کے ساتھ تازہ کھجوریں کھانا چاہتے ہیں، جبکہ ان کے پاس خشک کھجوریں ضرورت سے زیادہ ہیں۔(۴) اندازہ بڑی حد تک درست لگایا گیا ہو، کیونکہ بیع مزابنہ کی حرمت وزن کے مجہول ہونے کی وجہ سے ہے۔(۵) خشک کھجوریں سودے کے وقت ہی بائع کے سپرد کر دیں جائیں۔

۸۴۱: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا ,نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا؟ قَالَ " حَتَّى تَذْهَبَ عَاهَتُهَا "

بخاری، کتاب البیوع، باب بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحھا: ۲۱۹۴، مسلم: ۱۵۳۴، ابوداود: ۳۳۶۷، النسائی: ۲۶۲/۷، ابن ماجة: ۲۲۱۴، احمد: ۵۶/۲، الدارمی: ۲۵۵۵، ابن حبان: ۴۹۸۹

۸۴۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو پکنے سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے، (نیز) بائع اور مشتری دونوں کو اس سے منع فرمایا ہے۔(بخاری و مسلم) ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ پھلوں کی صلاحیت سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جب ان سے آفت کی وجہ سے نقصان کا خدشہ ٹل جائے۔"

لغوی تحقیق: الثمار: ثاء مکسور، یہ ثمرة کی جمع ہے یعنی پھل۔ یبدو: یہ بدو سے ماخوذ ہے یعنی ظاہر ہو جائے۔ صلاحھا: پھلوں کی رنگت پکنے کی طرف مائل ہو جائے۔ عاھتھا: ایسی آفت جو کھیتی یا پھلوں کو ضائع کر دے یا ان میں کوئی واضح عیب پیدا کر دے۔

۸۴۲: وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ قِيلَ وَمَا زَهْوُهَا؟ قَالَ " تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ , وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

بخاری، کتاب البیوع، باب بیع النخل قبل ان یبدو صلاحھا: ۲۱۹۵، ۲۱۹۷، مسلم: ۱۵۵۵، النسائی: ۲۶۴/۷، احمد: ۱۱۵/۳، مالک: ۶۱۸/۲، البیھقی: ۳۰۰/۵، ابن حبان: ۴۹۹۰-۴۹۹۲، الشافعی: ۱۴۸/۲، ابن الجارود: ۶۰۴، المعجم الاوسط: ۴۶۱۸

۸۴۲: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو پکنے سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ زھوھا سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"وہ سرخ یا زرد رنگ کے ہو جائیں۔"بخاری و مسلم، مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں

لغوی تحقیق: تذھی: علامت مضارع مضموم، زاء ساکن اور ھاء مکسور، پکنے کی وجہ سے اس کی رنگت سرخ یا زرد ہو جائے۔

تشریح: امام طبرانی نے اپنے طریق سے جو حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اس میں الثمار کی جگہ النخل ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی النخل ہی ہے مگر اس میں تذھی کی جگہ یشقح ہے، معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔

۸۴۳: وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتَّى يَسْوَدَّ ,وَعَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتَّى يَشْتَدَّ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ ,إِلَّا النَّسَائِيَّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب فی بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحھا: ۳۳۷۱، الترمذی: ۱۲۵۱، ابن ماجة: ۲۲۱۷، احمد: ۲۲۱/۳، ابن حبان: ۴۹۹۳، ۴۹۹۴، الحاکم: ۱۹/۲، البیھقی: ۳۰۱/۵، الدارقطنی: ۴۸/۳، البغوی: ۲۰۸۲

۸۴۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوروں کو سیاہ ہونے سے قبل منع فرمایا، اور اناج کو سخت ہونے سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا۔(اسے پانچوں میں نسائی نے نہیں نقل کیا، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں بالیوں کو ان کے سفید ہونے سے پہلے فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

۸۴۴: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَوْ بِعْتَ مِنْ أَخِيكَ ثَمَراً فَأَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ ,فَلَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا بِمَ تَأْخُذُ مَالَ أَخِيكَ بِغَيْرِ حَقٍّ؟" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ ، أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَمَرَ بِوَضْعِ الْجَوَائِحِ.

مسلم، کتاب المساقاۃ، باب وضع الجوائح: ۱۵۵۴، ابوداود: ۳۳۷۴، النسائی: ۷/ ۲۶۴، ابن ماجۃ: ۲۲۱۸، الدارمی: ۲۵۵۶، احمد: ۳/ ۳۰۹، البیھقی: ۵/ ۳۰۶

۸۴۴: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تو اپنے بھائی کو پھل فروخت کردے اور انہیں کوئی آفت آ پہنچے تو تیرے لیے اس سے کچھ بھی وصول کرنا درست نہیں کیونکہ آپ اپنے بھائی کا مال ناحق کیسے لے سکتے ہیں۔" اسے مسلم نے بیان کیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آفت کے نقصان کی مناسبت سے قیمت کم کرنے کا حکم فرمایا۔

لغوی تحقیق: جائحة: کوئی ایسی بڑی آفت جو مال کو تباہ کردے، شرعی اصطلاح میں ایسی آفت جو پھل کو مکمل طور پر یا جزوی طور پر نقصان پہنچائے

تشریح: درج بالا احادیث میں پھلوں کی صلاحیت کو مختلف رنگوں سے واضح کیا گیا ہے، جو پھل جس رنگت میں پکتا ہے، جب وہ وہی رنگت اختیار کرلے، تب اسے فروخت کرنا درست ہے۔ ایسی حالت میں فروخت کیے گئے پھل کو بھی اگر کوئی سماوی آفت نقصان پہنچادے تو اس صورت میں بائع پر لازم ہے کہ وہ نقصان کے تناسب سے قیمت فروخت میں کمی کردے۔

۸۴۵: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ ,فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ الَّذِي بَاعَهَا ,إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب المساقاۃ، باب الرجل یکون له ممر او شرب فی حائط: ۲۳۷۹، مسلم: ۱۵۴۳، ابوداود: ۳۴۳۳، الترمذی: ۱۲۶۷، النسائی: ۷/ ۲۹۷، ابن ماجۃ: ۲۲۱۱، مالک: ۲/ ۶۱۷، البیھقی: ۵/ ۳۲۴، عبدالرزاق: ۱۴۶۲۰، ابن حبان: ۴۹۲۱ ـ ۴۹۲۴، الطبرانی: ۱۳۳۰، شرح معانی الآثار: ۴/ ۲۶، احمد: ۲/ ۸۲، الشافعی: ۲/ ۱۴۸، حمیدی: ۶۱۳، ابن ابی شیبۃ: ۷/ ۱۱۲، ابن الجارود: ۶۲۸، ۶۲۹

۸۴۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کھجور کے درخت پیوندکاری کے بعد خریدے، اس باغ کا پھل بائع کا ہے الا یہ کہ مشتری پھل لینے کی بھی شرط کرلے۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: ابتاع: اس کا مادہ بیع ہے، اس مادہ کا اطلاق بائع اور مشتری دونوں پر ہوتا اور عموماً بائع سے مراد فروخت کنندہ ہوتا ہے، لیکن یہی مادہ جب باب افتعال میں استعمال ہو تو پھر اس پر خریدنے کا معنی غالب ہوتا ہے۔ یعنی اس نے خریدا۔ النخل: اس سے مراد کھجور کے درخت ہیں خواہ وہ نر ہوں یا مادہ کیونکہ اس کا اطلاق ہر دو پر ہوتا ہے، مادہ درخت کو نخلة اور نر درخت کو فحال یا فحل کہتے ہیں۔ تؤبر: علامت مضارع مضموم، ہمزہ مفتوح اور باء مشدد یعنی پیوند کیے گئے۔ کھجور کے درختوں کی پیوندکاری کی صورت اس طرح ہے کہ نر کھجور کے درخت کا گودا لے کر مادہ درخت کے خوشے میں رکھ دیا جاتا ہے

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے، کسی طریق میں؛ من اشتری ؛ کسی میں؛ من ابتاع ؛ اور کسی میں؛ من باع ؛ ہے اور معنی تینوں کا ایک ہی ہے، یعنی جس نے خریدا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت سالم بن عبداللہ مفصل روایت نقل کرتے ہیں، جبکہ نافع نے اس حدیث کا نصف حصہ نقل کیا ہے، اس روایت کے طرق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث آپ ﷺ سے بالواسطہ اور بلا واسطہ ہر دو طرح سے سنی ہے۔ اسی کی مثل ایک حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) درخت فروخت کرنا جائز ہیں۔ (۲) فروخت کیے گئے درخت پیوند شدہ ہوں تو ان کے پھل کا مالک فروخت کنندہ ہوگا۔ (۳) اگر خریدار پیوند شدہ درخت خریدتے وقت یہ کہہ دے کہ میں پھل سمیت درخت خرید رہا ہوں تو پھر پھل کا مالک خریدار ہوگا۔ (۴) غیر پیوند شدہ درختوں کے پھلوں کا مالک خریدار ہوگا۔ (۵) درختوں کو پیوند کرنا جائز ہے، مگر عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ ان کا پھل اللہ کی توفیق سے زیادہ ہوگا۔

۵۔ اَبْوَابُ السَّلَمِ وَ الْقَرْضِ وَ الرِّهْنِ — پیشگی ادائیگی، قرض اور گروی کے مسائل کا بیان

۸۴۶: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ اَلْمَدِينَةَ ,وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي الثِّمَارِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ ,فَقَالَ "مَنْ أَسْلَفَ فِي تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ ,وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ ,إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِلْبُخَارِيِّ "مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ"

البخاری، کتاب السلم، باب السلم فی وزن معلوم: ۲۲۴۰، مسلم: ۱۶۰۴، ابوداود: ۳۴۶۳، الترمذی: ۱۳۳۳، النسائی: ۲۹۰/۷، ابن ماجۃ: ۲۲۸۰، احمد: ۲۸۲/۱، الدارمی: ۲۵۸۳، ابن الجارود: ۶۱۴، الدارقطنی: ۳/۳، البیہقی: ۱۸/۶، معرفۃ السنن والآثار: ۴۰۲/۴

۸۴۶: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ (جب) مدینہ تشریف لائے تو اس وقت اہل مدینہ پھلوں کی قیمت ایک سال اور دو سال کے لیے پیشگی ادا کر دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص پھلوں کی قیمت پیشگی ادا کرے اسے چاہیے کہ وہ پیشگی رقم متعین ماپ، تول اور متعین مدت کے لیے کرے۔" (بخاری و مسلم) بخاری میں ہے کہ "جو شخص کسی بھی چیز کی پیشگی قیمت ادا کرے۔"

لغوی تحقیق: **السلم:** سین اور لام دونوں مفتوح ہیں۔ اہل زبان کے نزدیک **السلم** اور **السلف** مترادف الفاظ ہیں۔ اس بیع کو سلم اس لیے کہتے ہیں کہ خریدی ہوئی چیز کو قبضہ میں لینے سے قبل ہی اس کی قیمت ادا کر دی جاتی ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس بیع کو سلم کہا جاتا ہے، جس میں بیع کی قیمت اسی مجلس میں ادا کر دی جائے جس مجلس میں بیع کی گئی ہو جبکہ خریدی ہوئی چیز ایک متعین مدت پر قبضہ میں لی جائے۔ **وھم یسلفون:** اس میں واو حالیہ ہے یعنی جب آپ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو اس وقت اہل مدینہ مبیع کی قیمت پیشگی ادا کر دیا کرتے تھے۔ **السنۃ:** اسے دو وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے منصوب پڑھا جاتا ہے۔ (۱) اس کے شروع سے الیٰ حرف جار حذف کر دیا گیا ہے۔ (۲) یا پھر مصدر اسلاف حذف کیا گیا ہے۔

تشریح: اہل علم نے کتاب وسنت اور آثار کی روشنی میں بیع سلم کے جواز کو چند شرائط سے مقید کیا ہے۔ (۱) جس چیز کا سودا کیا جائے اس کا ماپ تول معلوم ہونا چاہیے۔ (۲) اس چیز کی قیمت معلوم ہو، نیز قیمت مجلس عقد ہی میں ادا کر دی جائے۔ (۳) جس چیز کی بیع کی جائے اس چیز کی سپردگی کا وقت اور جگہ کا تعین بھی مجلس عقد میں طے کیا جائے۔ (۴) بائع وقت متعین پر مشتری کو پھل کی صورت میں درخت سے اتار کر اور اناج کی صورت میں بالیوں وغیرہ سے نکال کر دینے کا ذمہ دار ہو۔

فقہی احکام: امام شافعی فرماتے ہیں کہ بیع سلف کے جائز ہونے میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۸۴۷: وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رضی اللہ عنہما قَالَا كُنَّا نُصِيبُ الْمَغَانِمَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَكَانَ يَأْتِينَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّامِ ,فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ. وَفِي رِوَايَةٍ، وَالزَّيْتِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، قِيلَ أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ؟ قَالَا مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب السلم، باب السلم فی وزن معلوم: ۲۲۴۲ ، ۲۲۴۳ ، باب السلم الی اجل معلوم: ۲۲۵۴ ، ۲۲۵۵، ابوداود: ۳۴۶۴، النسائی: ۲۸۹/۷، ابن ماجة: ۲۲۸۲، احمد: ۳۵۴/۴، البیهقی: ۲۰/۶

۸۴۷: عبدالرحمٰن بن ابزی اور عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مال غنیمت حاصل کرتے تھے، ہمارے پاس شام کے قبطیوں میں سے کچھ لوگ آتے تھے، ہم انہیں پیشگی قیمت دے کر ان سے گندم، جو اور منقیٰ اور ایک روایت میں زیتون کا بھی ذکر ہے، مدت متعین پر بیع سلف کرلیا کرتے تھے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ لوگ کاشتکار تھے، انہوں نے جواب دیا ہم نے ان سے اس قسم کا سوال نہیں کیا۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: المغانم: یہ مغنم کی جمع ہے، اس سے مراد وہ مال ومتاع ہے جو مسلمانوں کو کفار سے لڑائی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ انباط: ہمزہ مفتوح اور نون ساکن، یہ نبط یا نبیط کی جمع ہے۔ یہ لوگ اصل اعتبار سے عرب تھے، مگر عجمیوں میں رہنے کی وجہ سے ان کا نسب خلط ملط اور زبان بگڑ گئی تھی، بنا بریں یہ لوگ عجم میں شمار ہونے لگے تھے۔ ان لوگوں کے مذکورہ نام سے معروف ہونے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ لوگ زمین سے پانی نکالنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے، کنویں یا بورنگ سے نکلنے والے سب سے پہلے پانی کو نبط کہا جاتا ہے، عصر حاضر میں ان لوگوں کو" بتراء" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

تشریح: مذکورہ حدیث امام بخاری نے کتاب السلم میں تین طرق سے نقل کی ہے، مؤلف رحمہ اللہ نے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ دو طرق سے ماخوذ ہیں۔ نیز ان میں سے ایک طریق میں کھجور کا بھی ذکر ہے۔

فقہی احکام: پیشگی قیمت دے کر اناج اور پھل کاشتکار اور غیر کاشتکار ہر دو سے خریدا جاسکتا ہے، تاہم اس میں مذکورہ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے

۸۴۸: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا ,أَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ ,وَمَنْ أَخَذَهَا يُرِيدُ إِتْلَافَهَا ,أَتْلَفَهُ اللّٰهُ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الاستقراض واداء الدیون و الحجر و التفلیس، باب من اخذ اموال الناس یرید اداء ها: ۲۳۸۷، ابن ماجة: ۲۴۱۱، احمد: ۳۶۱/۲

۸۴۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص لوگوں کا مال لے اور وہ اسے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے ادا فرما دے گا، اور جس شخص نے مال ضائع کرنے کی نیت سے لیا ہو، اللہ تعالیٰ اسے ضائع کردے گا۔" (بخاری)

لغوی تحقیق: اتلاف: ضائع کرنا۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جو شخص لوگوں سے قرض اس نیت سے لیتا ہے کہ وہ قرض واپس کرے گا تو ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ حمایت ونصرت فرماتا ہے اور اسے قرض واپس کرنے کی توفیق بخش دیتا ہے اور جو شخص کسی کے مال کو ہڑپ کرنے کی نیت سے بطور قرض لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس مال سے خیر و برکت سلب کرلیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ مال اس شخص کی ضرورت پوری کیے بغیر ختم ہو جاتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) بوقت ضرورت قرض لیا جاسکتا ہے۔ (۲) قرض لیتے وقت اس کی واپسی کی نیت رکھنا ضروری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳) نیک نیتی سے لیا ہوا قرض باعث خیر و برکت ہوتا ہے۔ (۴) بدنیتی سے لیا گیا قرض خیر و برکت سے عاری ہوتا ہے۔

۸۴۹: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ فُلَانًا قَدِمَ لَهُ بَزٌّ مِنَ الشَّامِ ,فَلَوْ بَعَثْتَ إِلَيْهِ ,فَأَخَذْتَ مِنْهُ ثَوْبَيْنِ بِنَسِيئَةٍ إِلَى مَيْسَرَةٍ؟ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ ,فَامْتَنَعَ. أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ, وَالْبَيْهَقِيُّ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

البیهقی، کتاب البیوع، باب لا یجوز السلف حتی یکون بثمن معلوم: ۱۱۲۹۶، الحاکم: ۲۴/۲، مسند احمد: ۲۵۱۹۵، النسائی: ۲۹۴/۷

۸۴۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں شخص کا شام سے کپڑا آیا ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف کسی کو بھیج دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے دو کپڑے آسان مدت تک ادھار حاصل کر لیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف ایک شخص کو بھیج دیا مگر اس (بدبخت) نے ادھار دینے سے انکار کر دیا۔ (اسے حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: بز: باء مفتوح اور زاء مشدد، ایک قسم کا قدر باریک کپڑا۔ نسئية: ادھار۔ ميسرة: آسان مدت یعنی تونگری اور کشادگی وغیرہ۔

تشریح: حلیق نامی ایک بدبخت اور کذاب یہودی تاجر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد جب اس کے پاس گیا تو اس نے الزام تراشی کرتے ہوئے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس بہانے میرے کپڑے ہتھیانا چاہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس کے جواب سے آگاہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ وہ (یہودی) جانتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے سب سے بڑھ کر ڈرنے والا، سب سے زیادہ سچی بات کرنے والا اور سب سے بڑھ کر امانتیں اور قرض واپس کرنے والا ہوں۔"

فقہی احکام: (۱) غیر مسلموں سے خرید و فروخت کرنا درست ہے۔ (۲) کفار کے بنے ہوئے یا رنگے ہوئے کپڑے اصلاً پاک ہیں۔ (۳) قرض لیتے وقت یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت واپس کروں گا جب میرے پاس رقم ہوگی۔ (۴) آسان مدت پر لیا گیا قرض کشادگی آتے ہی ادا کرنا ضروری ہے۔ (۵) غیر مسلم اگر بدزبانی کرے تو اسے جھوٹا کہنا جائز ہے۔ (۶) ایسے لوگوں سے بھی کاروبار کیا جا سکتا ہے جن کی آمدنی مشکوک ہو۔

۸۵۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "الظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا ,وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا ,وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الرهن، باب الرهن مرکوب و محلوب: ۲۵۱۲، ابوداود: ۳۵۲۶، الترمذی: ۱۲۷۷، ابن ماجة: ۲۴۴۰، احمد: ۴۷۲/۲، الدارقطنی: ۳۴/۳، البیهقی: ۳۸/۶، ابن الجارود: ۶۶۵

۸۵۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "گروی میں رکھے ہوئے جانور پر سواری اس کے چارے کے عوض کی جا سکتی ہے، اور دودھ دینے والے جانور کا دودھ اس کے چارے دانے کے عوض پیا جا سکتا ہے اور جو شخص سواری کرتا ہے اور دودھ پیتا ہے، اس جانور کا چارہ دانہ اسی پر ہے۔" (بخاری)

لغوی تحقیق: الظهر: ظاء مفتوح اور ہاء ساکن، پیٹ کی ضد یعنی پشت، لیکن یہاں اس سے مراد سواری والے جانور ہیں۔ الدر: دال مفتوح اور راء مشدد، یعنی دودھ والے جانور۔ مرهونا: یہ رھن سے ماخوذ ہے، اس کے لغوی معنی ساکن اور دائم کے ہیں جیسا کہ کھڑے پانی کو ماء راهن کہا جاتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس مال کو رھن کہا جاتا ہے جو قرض دینے والا مقروض سے بطور ضمانت طلب کرتا ہے۔ گروی دینے والے کو راهن اور لینے والے کو مرتهن کہا جاتا ہے۔

تشریح: دوران سفر طے ہونے والے معاملات میں رھن رکھنے پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے، جبکہ جمہور اہل علم کے نزدیک حضر میں بھی کوئی چیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گروی رکھی جا سکتی ہے۔اہل علم نے اس کے جواز کو چند شرائط سے مقید کیا ہے۔(۱) فریقین گروی چیز کے لین دین کا اقرار کریں۔(۲) جو چیز گروی رکھی جائے اس کی جنس اور مالیت کی وضاحت ہونی چاہیے۔

فقہی احکام: (۱) مرھون اشیا سے انتفاع جائز ہے۔(۲) مرھون اشیا کی دیکھ بھال اور ان پر اٹھنے والے اخراجات کا ذمہ دار مرتہن ہے۔ (۳) جانور بھی گروی رکھا جا سکتا ہے۔

نوٹ: احسان کا تقاضہ ہے کہ مرتہن گروی چیز سے اسی قدر فائدہ حاصل کرے جس قدر اس نے اس پر اخراجات کیے ہوں، اور اخراجات سے زائد رقم اس چیز کے مالک کو واپس کر دے۔

۸۵۱: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " لَا يَغْلَقُ الرَّهْنُ مِنْ صَاحِبِهِ الَّذِي رَهَنَهُ ,لَهُ غُنْمُهُ ,وَعَلَيْهِ غُرْمُهُ " رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ , وَالْحَاكِمُ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ إِلَّا أَنَّ الْمَحْفُوظَ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ وَغَيْرِهِ إِرْسَالُهُ.

الدارقطنی: ۳/۳۳، الحاکم: ۲/ ۵۱، البیھقی: ۶/ ۳۹، مراسیل ابی داؤد: ۱۸۶، ابن حبان: ۵۹۳۴، الشافعی: ۲/ ۱۶۴، مؤطا: ۲/ ۷۲۸، الطحاوی: ۴/ ۱۰۰، عبدالرزاق: ۱۵۰۳۳، الاحکام الوسطی: ۳/ ۲۷۹، التمھید: ۶/ ۴۳۰

۸۵۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " گروی چیز اس کے مالک کے لیے بند نہیں کی جائے گی، اس سے فائدہ بھی وہی اٹھائے گا اور تاوان کا ذمہ دار بھی وہی ہوگا۔" (اسے دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں، البتہ امام ابوداؤد وغیرہ کے نزدیک اس روایت کا مرسل ہونا درست ہے۔)

لغوی تحقیق: لا یغلق: علامت مضارع مفتوح، غین ساکن اور لام مفتوح۔ قبل از اسلام جب کوئی شخص قرض کے عوض کوئی چیز اپنے پاس گروی رکھتا تو یہ طے کر لیتا کہ اگر مقروض نے مدت متعین پر قرض واپس نہ کیا تو مرتہن اس چیز کا مالک بن جائے گا، آپ ﷺ نے "لا یغلق الرھن.." فرما کر اس ظالمانہ دستور کو باطل قرار دیدیا۔ غنمة: غین مضموم اور نون ساکن، ثمرہ یا فائدہ۔ غرمة: غین مضموم اور راء ساکن، تاوان۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اگر راھن وقت متعین پر قرض ادا کرنے سے قاصر رہتا ہے تو اس صورت میں بھی مرتہن اسے اس کی چیز سے محروم نہیں کر سکتا، البتہ اگر راھن قرض ادا کرنے سے قطعی عاجز آ جائے تو پھر اس چیز کو باہمی رضامندی سے فروخت کر کے مرتہن اپنا قرض وصول کرلے اور دیگر رقم راھن کے حوالے کر دے۔ اگر وہ چیز مرتہن کی دیکھ بھال کے باوجود تلف ہو جاتی ہے تو مرتہن پر کوئی تاوان لازم نہیں آئے گا اور اس کا قرض راھن پر بدستور قائم رہے گا۔

امام زہری سے یہ روایت مرفوع اور مرسل ہر دو طرح سے منقول ہے، امام مالک، معمر، یونس اور ابن ابی ذئب نے زہری سے مرسل نقل کی ہے، جبکہ زیاد بن سعد اور اسحاق بن راشد نے مرفوع نقل کی ہے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ زیاد بن سعد ثقات حفاظ میں سے ہیں، بنابریں یہ سند متصل ہے۔ علامہ ابن عبدالبر اور حافظ عبدالحق کی بھی یہی رائے ہے۔ امام ابوداؤد اور امام بیہقی کے نزدیک اس روایت کا مرسل ہونا صائب ہے۔ علامہ طحاوی نے اس روایت کے آخری جملے کو مدرج قرار دیا ہے۔

۸۵۲: وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَسْلَفَ مِنْ رَجُلٍ بَكْرًا فَقَدِمَتْ عَلَيْهِ إِبِلٌ مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ ,فَأَمَرَ أَبَا رَافِعٍ أَنْ يَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ, فَقَالَ لَا أَجِدُ إِلَّا خِيَارًا رَبَاعِيًّا، قَالَ " أَعْطِهِ إِيَّاهُ ,فَإِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب البیوع، باب من استسلف شیئاً فقضیٰ خیرا منه: ۱۶۰۰، ابوداود: ۳۳۴۶، الترمذی: ۱۳۴۱، النسائی: ۷/ ۲۹۱، ابن ماجة: ۲۲۸۵، احمد: ۶/ ۳۹۰، المؤطا: ۲/ ۶۸۰، الدارمی: ۲۵۶۵، البیھقی: ۶/ ۲۱، معرفة السنن والآثار: ۴/ ۴۰۷

۸۵۲: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے کسی آدمی سے ایک جوان اونٹ عاریۃ لیا، چنانچہ آپ ﷺ کے پاس جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زکوٰۃ کے اونٹ آئے تو آپ ﷺ نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس شخص کو جوان اونٹ دے دو۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ فقط سات سالہ اونٹ ہے اور یہ اس سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے وہی دے دو، کیونکہ لوگوں میں سے بہترین انسان وہ ہے جو ادائیگی کے اعتبار سے ان سب سے بہتر ہو۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: استسلف: ادھار لیا۔ بکراً: باء مفتوح اور کاف ساکن، جوان اونٹ، اس کی جمع ابکار اور بکار آتی ہے۔ خیاراً: خاء مکسور، عمدہ۔ رباعیاً: راء مفتوح باء کو مخفف اور مشدد ہر دو طرح سے پڑھنا درست ہے۔ ایسا اونٹ جو اپنی عمر کے چھ سال پورے کر کے ساتویں سال میں لگ جائے۔ اس عمر میں پہنچ کر اونٹ عموماً چوگا ہو جاتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) بوقت ضرورت استعمال کی چیز عاریۃ لی جاسکتی ہے۔ (۲) قرض کی ادائیگی کے وقت مقروض اپنی مرضی سے غیر مشروط طور پر قرض خواہ کو اس کی چیز سے بہتر یا زیادہ ادا کر دے تو جائز ہے۔ (۳) امیر المؤمنین بیت المال پر صوابدیدی اختیار رکھتا ہے۔

۸۵۳: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا" رَوَاهُ الْحَارِثُ بْنُ أَبِي أُسَامَةَ وَإِسْنَادُهُ سَاقِطٌ

مسند الحارث بن ابی اسامة: ۴۳۶، المطالب العالية: ۱۴۵۳، اتحاف الخيرة: ۳۹۱۲

۸۵۳: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر وہ قرض جو (اپنے ساتھ) منافع کھینچ لائے، وہ سود ہے۔" (اسے حارث بن ابی اسامہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند اعتبار کے قابل نہیں۔)

لغوی تحقیق: جر: جیم مفتوح اور راء مشدد مفتوح، کھینچ لائے۔

تشریح: اس روایت کا مدار سوار بن مصعب پر ہے، موصوف پر اہل علم نے سخت جرح کی ہے، بنابریں مؤلف رحمہ اللہ نے اسے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ حدیث فی نفسہٖ اگرچہ ضعیف ہے، مگر آثار صحابہ اس کے مؤید ہیں، جیسا کہ دو شواہد کی طرف مؤلف رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے۔ نیز اہل علم کا قولی اور عملی اجماع بھی اسی پر ہے۔

۸۵۴: وَلَهُ شَاهِدٌ ضَعِيفٌ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رضی اللہ عنہ عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ .

السنن الكبرى للبيهقي، كتاب البيوع، باب كل قرض جر منفعة فهو ربا: ۱۱۰۹۲، اتحاف الخيرة: ۳ /۴۱۳، التلخيص: ۳۴/۳، معرفة السنن والآثار: ۳۹۱/۴

۸۵۴: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ضعیف روایت اس کی شاہد ہے، اسے بیہقی نے بیان کیا ہے۔

تشریح: ابومرزوق تجیبی بیان کرتے ہیں کہ صحابی رسول ﷺ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو قرض اپنے ساتھ نفع لے کر آئے وہ بھی سود کی اقسام میں سے ہے۔ امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فقط موقوف کہنے پر اکتفا کیا ہے، یعنی اس کی سند پر نقد نہیں کیا، خود مؤلف رحمہ اللہ نے بھی التلخیص الحبیر میں اسے موقوف کہنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ بوصیری نے بھی اسے اتحاف میں نقل کرنے کے بعد اس پر نقد نہیں کیا۔

۸۵۵: وَآخَرُ مَوْقُوفٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ عِنْدَ الْبُخَارِيِّ.

البيهقي، كتاب البيوع، باب كل قرض جر منفعه فهو ربا: ۱۱۰۹۳، صحيح بخاری، كتاب مناقب الانصار، باب مناقب عبدالله بن سلام: ۳۸۱۴

۸۵۵: اس کا ایک دوسرا شاہد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے جو امام بخاری نے صحیح بخاری میں نقل کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اسی طرح کی ایک موقوف روایت محمد بن سیرین نے نقل کی ہے، جس میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا مکالمہ مذکور ہے، تاہم یہ اثر منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسی طرح کا ایک اثر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے، مگر وہ اثر بھی منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ اس مفہوم کی موقوف روایات حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے صحیح سند سے مروی ہے۔

فقہی احکام: قرض خواہ، مقروض سے اس وقت تک ھدیہ وغیرہ بھی وصول نہ کرے جب تک اس کے ذمہ اس کا قرض واجب الادا ہو۔ البتہ قرض کے معاملہ سے قبل بھی اگر وہ ایک دوسرے کو تحائف دیتے رہتے ہوں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

٦۔ بَابُ التَّفْلِيْسِ وَ الْحَجْرِ مقروض کو مفلس قرار دینا اور اسے تصرف سے روکنے کا بیان

۸۵۶: عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ,عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ "مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ قَدْ أَفْلَسَ ,فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَمَالِكٌ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مُرْسَلًا بِلَفْظِ "أَيُّمَا رَجُلٍ بَاعَ مَتَاعًا فَأَفْلَسَ الَّذِي ابْتَاعَهُ ,وَلَمْ يَقْبِضِ الَّذِي بَاعَهُ مِنْ ثَمَنِهِ شَيْئًا ,فَوَجَدَ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ ,فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ, وَإِنْ مَاتَ الْمُشْتَرِي فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ" وَوَصَلَهُ الْبَيْهَقِيُّ ,وَضَعَّفَهُ تَبَعًا لِأَبِي دَاوُدَ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ ,وَابْنُ مَاجَهْ مِنْ رِوَايَةِ عُمَرَ بْنِ خَلْدَةَ قَالَ أَتَيْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ فِي صَاحِبٍ لَنَا قَدْ أَفْلَسَ ,فَقَالَ لَأَقْضِيَنَّ فِيكُمْ بِقَضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ أَفْلَسَ أَوْ مَاتَ فَوَجَدَ رَجُلٌ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ" وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ وَضَعَّفَ أَبُو دَاوُدَ هَذِهِ الزِّيَادَةَ فِي ذِكْرِ الْمَوْتِ

البخاری، کتاب الاستقراض، باب اذا وجد ماله عند مفلس فی البیع و القرض: ۲۴۰۲، مسلم: ۱۵۵۹، ابوداود: ۳۵۱۹، الترمذی: ۱۲۸۵، النسائی: ۳۱۱/۷، ابن ماجة: ۲۳۵۸، مؤطا: ۶۷۸/۲، الدارمی: ۲۵۹۰، الدارقطنی: ۲۹/۳، البیهقی: ۱۱۴۲۲-۱۱۴۲۴، ابن حبان: ۵۰۳۶-۵۰۳۹، وباللفظ الحدیث الثانی ابوداود: ۳۵۲۰، ۳۵۲۲، مالک: ۶۷۸/۲، الدارقطنی: ۳۰/۳، عبدالرزاق: ۱۵۱۵۸-۱۵۱۶۴، و باللفظ الحدیث الثالث البیهقی: ۱۱۴۳۶، ابوداود: ۳۵۲۳، ابن ماجة: ۲۳۶۰، الحاکم: ۵۰/۲، ۵۱، ابن الجارود: ۶۳۴، فتح الباری: ۶۴/۵، الجوهر النقی: ۴۷/۶، شرح السنة للبغوی: ۱۸۷/۷

۸۵۶: حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: "جو شخص کسی ایسے آدمی کے پاس جو مفلس ہو چکا ہو، اپنا مال اسی شکل میں پائے وہ دیگر کے مقابلے میں اس کا زیادہ حقدار ہے۔" (بخاری و مسلم) امام ابوداؤد اور امام مالک نے حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے مرسل روایت درج ذیل الفاظ میں نقل کی ہے: "کوئی شخص کسی ایسے آدمی کے ہاتھ اپنی چیز فروخت کر دیتا ہے جو مفلس ہو چکا ہو اور اس شخص نے اس آدمی سے اپنی چیز کی قیمت میں سے کچھ بھی وصول نہ کیا ہو، اور وہ شخص اس آدمی کے پاس اپنی چیز اصل حالت میں پالے تو وہی اس کا حقدار ہے، اگر خریدار مر جائے تو پھر یہ شخص بھی دیگر قرض خواہوں کی صف میں شامل ہوگا۔" (امام بیہقی نے اس روایت کو موصولاً نقل کیا ہے اور امام ابوداؤد کی پیروی کرتے ہوئے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔) امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے عمر بن خلدہ سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے ایک ساتھی کے لیے جو مفلس ہو گیا تھا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا، میں تمہارے معاملے میں وہی فیصلہ کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے۔" جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخص مفلس ہو جائے اور دوسرا کوئی شخص اس کے ہاں اپنا مال اصل شکل میں پالے تو وہی اس کا حقدار ہے۔" (اسے امام حاکم نے صحیح اور امام ابوداؤد نے ضعیف کہا ہے، نیز انہوں نے موت کے تذکرے والے اضافہ کو بھی ضعیف کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **التفلیس:** یہ **الفلس** سے ماخوذ ہے یعنی نقدی کی سب سے چھوٹی قدر، فقہی اصطلاح میں اس سے مراد وہ شخص ہے جس پر قرض اس کے پاس موجود اثاثہ جات سے زیادہ ہو۔ **الحجر**: اس کے لفظی معنی تنگی یا روکنے کے ہیں۔ فقہی اصطلاح میں اس سے مراد مقروض مفلس یا کسی دوسرے انسان کو اپنے مال میں جزوی یا کلی تصرف سے روکنا ہے۔ **بعینه**: اس چیز میں کمی بیشی یا کسی اور طرح سے تبدیلی واقع نہ ہوئی ہو۔ **اسوۃ**: ہمزہ کو مضموم اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے یعنی برابر۔ **الغرماء**: غین مضموم اور راء مفتوح، یہ **غریم** کی جمع ہے یعنی قرض خواہ۔ **صاحب المتاع**: فروخت کرنے والا۔

تشریح: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث عمر بن خلدہ اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے یہ روایت مرفوع اور مرسل ہر دو طرح سے نقل کی ہے۔ یعنی ایک طریق میں ہے کہ "جو شخص اپنا مال اصل حالت میں کسی مفلس آدمی کے پاس پائے وہی اس مال کا زیادہ حقدار ہے۔" یہ روایت ہر قسم کے غبار سے پاک ہے۔ نیز اسی مفہوم کی صحیح مرفوع احادیث حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے۔

موصوف سے مروی دوسرے مرفوع طریق میں ہے "اگر بائع، مفلس مشتری کے پاس اپنا مال اصلی حالت میں پائے تو وہی اس کا حقدار ہے، لیکن اگر مشتری فوت ہو چکا ہو تو پھر بائع کو یہ استحقاق حاصل نہیں۔" اس روایت کو امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے موصولاً نقل کرنے کے بعد اس پر عدم صحت کا حکم لگایا ہے۔ اس مرفوع طریق کا مرکزی راوی اسماعیل بن عیاش ہے، موصوف نے یہ روایت زبیدی اور موسیٰ بن عقبہ کے واسطے سے امام زہری سے نقل کی ہے۔ زبیدی سے مروی طریق میں مفلس مشتری کی موت کا ذکر ہے جبکہ موسیٰ بن عقبہ سے مروی طریق میں مفلس مشتری کی موت کا ذکر نہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی نے اسماعیل بن عیاش کو مضطرب الحدیث کہا ہے، اور امام زہری سے یہ روایت موصولاً ثابت نہیں۔ بعینہ یہی الفاظ امام دارقطنی نے اپنی **سنن** میں نقل کیے ہیں۔ جبکہ امام ابن خزیمہ اور علامہ ابن ترکمانی حنفی نے اسماعیل بن عیاش عن الزبیدی والے طریق کو صحیح قرار دیا ہے۔ راقم کے نزدیک یہی موقف راجح ہے، کیونکہ اسماعیل بن عیاش اپنے شامی مشائخ سے مروی روایات میں ثقہ ہے اور زیر مطالعہ روایت وہ اپنے شامی شیخ محمد بن الولید زبیدی سے نقل کرتا ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ نے عمر بن خلدہ کے طریق سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو مرفوع حدیث نقل کی ہے وہ امام زہری سے مروی طریق کے مخالف ہے، اس طریق کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، جبکہ مؤلف رحمہ اللہ نے **فتح الباری** میں اسے حسن کہا ہے، مگر امام ابوحاتم، امام ابوداؤد، امام طحاوی، علامہ ابن عبدالبر اور امام ذھبی نے اسے معلول کہا ہے۔ راقم کے نزدیک یہی موقف راجح ہے۔ لہٰذا اس روایت کا تعارض امام زہری سے مروی طریق کے لیے مضر نہیں۔

فقہی احکام: (۱) مفلس مقروض یا مشتری کے پاس جس شخص کا مال اپنی اصلی حالت میں ہو وہی اس کا حقدار ہے۔ (۲) بائع اگر مفلس مشتری سے اپنی چیز کی کچھ قیمت وصول کر چکا ہو اور اس کے مفلس ہونے کے بعد وہ چیز مشتری کے پاس اصل حالت میں ہو تو اسے فروخت کر کے پہلے بائع کی بقیہ رقم ادا کی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے قضایا سے ثابت ہے۔ (۳) اگر مفلس مقروض یا مشتری وفات پا جائے تو اس کے چھوڑے ہوئے ترکہ میں تمام قرض خواہ اپنے اپنے حصہ کے تناسب سے حقدار ہوں گے، اگرچہ ان میں سے کسی ایک کی کوئی چیز اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ہاں اصل حالت میں موجود ہو۔

۸۵۷: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ ,عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ وَعُقُوبَتَهُ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ ,وَعَلَّقَهُ الْبُخَارِيُّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب الاقضية، باب فی الحبس فی الدین وغیرہ: ۳۶۲۸، النسائی: ۷/۳۱۶، ابن ماجة: ۲۴۲۷، احمد: ۴/ ۳۸۸، ۳۸۹، مشکل الآثار: ۴۱۳/۱، الطبرانی: ۷۲۴۹، البیهقی: ۵۱/۶، البخاری: ۶۱/۵، الحاکم: ۱۰۲/۴، ابن حبان: ۵۰۸۹، ۵۰۹۰، الشافعی: ۲۴۵، مسلم: ۱۵۶۴، المعجم الاوسط للطبرانی : ۲۴۴۹، ۳۶۴۰، ۴۶۵۶، ۸۵۷۷

۸۵۷: حضرت عمرو بن شرید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مالدار کا قرض کی ادائیگی میں بلا عذر شرعی تاخیر کرتے رہنا، اسے بے عزت کرنے اور سزا دینے کو درست قرار دیتا ہے۔" (اسے ابوداؤد اور نسائی نے (موصولاً) اور امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے جبکہ امام ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: لیٌّ: لام مفتوح، یاء مشدد، یہ لویٰ یلوی کا مصدر ہے یعنی بلا عذر ادائیگی میں تاخیر کرنا۔ الواجد: یہ وجد سے ماخوذ ہے، ایسا مالدار جو قرض کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہو۔ یحل: علامت مضارع مضموم یعنی درست قرار دیتا ہے۔ عرضه: عین مکسور اور راء ساکن یعنی عزت یا شکایت عقوبة: عین اور قاف مضموم، قید کرنا۔

تشریح: اس طرح کی ایک مرفوع حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اس میں مالدار شخص کے ٹال مٹول کرنے کو ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ حدیث صحیحین کی شرط کے مطابق ہے۔

فقہی احکام: (۱) مالدار آدمی کا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ (۲) ایسے شخص کو چار آدمیوں کے روبرو بے عزت کرنا جائز ہے۔ (۳) قاضی ایسے آدمی کو اس وقت تک قید رکھ سکتا ہے جب تک وہ قرض ادا نہ کر دے۔

۸۵۸: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ أُصِيبَ رَجُلٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا ,فَكَثُرَ دَيْنُهُ ,فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "تَصَدَّقُوا عَلَيْهِ" فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ ,وَلَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ ,فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِغُرَمَائِهِ "خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ ,وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب المساقات، باب استحباب الوضع من الدین: ۱۵۵۶، ابوداود: ۳۴۶۹، النسائی: ۷/۲۶۵، ابن ماجة: ۲۳۵۶، احمد: ۳۶/۳، الحاکم: ۴۱/۲، البیهقی: ۳۰۵/۵، ابن حبان: ۲۵۰۵، ۳۳۳۱، ۳۳۳۷، ۵۰۳۳، البغوی: ۲۱۳۵

۸۵۸: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد طیبہ میں ایک شخص کو پھلوں کی تجارت میں خسارہ کا سامنا پڑ گیا، بنا بریں وہ بہت زیادہ مقروض ہو جانے کی وجہ سے مفلس ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "اس پر صدقہ کرو۔" لوگوں نے اس پر صدقہ کیا، لیکن وہ صدقہ بھی قرض کی ادائیگی کے لیے ناکافی رہا، پھر آپ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے کہا "جو کچھ تمہیں مل گیا ہے یہی لے لو، کیونکہ تمہارے لیے بس یہی کچھ ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: اصیب رجل: اس آدمی کو کسی آفت کا سامنا ہوا، یعنی اس شخص نے پھلوں کے جو باغات خریدے تھے وہ کسی آفت کی زد میں آگئے تھے

تشریح: خرید کئے گئے پھل دار باغات اگر کسی آفت کی زد میں آجائیں تو پھر اس کا مداوہ دو طرح سے ہوگا۔ (۱) آفات کی وجہ سے جس تناسب سے نقصان ہو، اسی تناسب سے بائع مشتری کو رقم چھوڑ دے، جیسا کہ حضرت جابر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث سے ثابت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے۔(۲) بائع کی مالی حالت اگر کمزور ہو تو پھر اہل ثروت کو صدقہ خیرات کرنے کی رغبت دلائی جائے، اس مد سے حاصل ہونے والی رقم بائع کو دے دی جائے، اس سے اگر ادائیگی ہو جائے تو بہتر ورنہ باقی رقم بائع چھوڑ دے۔

فقہی احکام: مالدار آدمی اگر مفلس ہو جائے تو اسے سہارا دینے کیلئے زکوٰۃ وغیرہ دی جاسکتی ہے۔

۸۵۹: وَعَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ,عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَجَرَ عَلَى مُعَاذٍ مَالَهُ ,وَبَاعَهُ فِي دَيْنٍ كَانَ عَلَيْهِ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ ,وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ مُرْسَلًا ,وَرَجَّحَ إِرْسَالَهُ.

الدارقطنی: ۲۳۱/۴، حاکم: ۵۸/۲، البیھقی: ۴۸/۶، مراسیل ابوداود: ۱۷۲

۸۵۹: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا، اور ان کا مال اس قرض کے عوض فروخت کر دیا جو ان پر تھا (اسے دارقطنی نے بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے جبکہ ابوداؤد نے مرسل بیان کیا ہے اور اس کے مرسل ہونے ہی کو راجح قرار دیا ہے۔)

تشریح: ہشام بن یوسف نے یہ روایت معمر سے مرفوع نقل کی ہے جبکہ عبداللہ بن مبارک نے معمر سے مرسل نقل کی ہے، علامہ عبدالحق نے مرسل طریق کو متصل کے مقابلہ میں زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) مقروض کو اس کے مال میں تصرف سے روکنے کا حکم قاضی یا حاکم دے سکتا ہے تاکہ تمام قرض خواہوں کو ان کے قرض کے تناسب سے رقم مل سکے (۲) مقروض کو قاضی فقط اس وقت اس کے مال میں تصرف کرنے سے روکنے کا مجاز ہے جب اس کا مال اس کے قرض سے کم ہو۔

۸۶۰: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ عُرِضْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ ,وَأَنَا ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً ,فَلَمْ يُجِزْنِي ,وَعُرِضْتُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ ,وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً ,فَأَجَازَنِي. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبَيْهَقِيِّ، فَلَمْ يُجِزْنِي ,وَلَمْ يَرَنِي بَلَغْتُ وَصَحَّحَهَا ابْنُ خُزَيْمَةَ.

البخاری، کتاب الشھادات، باب بلوغ الصبیان: ۲۶۶۴، و فی کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق: ۴۰۹۷، مسلم: ۱۸۶۸، ابوداود: ۴۴۰۶، الترمذی: ۱۷۱۱، ابن ماجۃ: ۲۵۴۳، احمد: ۱۷/۲، البیھقی: ۸۳/۳، ابن حبان: ۴۷۲۷، ۴۷۲۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۲۳۱

۸۶۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ غزوہ احد میں مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، اس وقت میری عمر چودہ برس تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے مجھے جنگ میں شریک ہونے کی اجازت نہیں فرمائی، پھر مجھے غزوہ خندق میں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو اس وقت میں پندرہ برس کا تھا، آپ ﷺ نے مجھے اجازت عنائت فرمادی۔ (بخاری و مسلم) بیہقی میں ہے کہ مجھے نابالغ سمجھتے ہوئے اجازت نہ دی۔ (اسے ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مذکورہ عنوان کے تحت ذکر کر کے اس سے یہ استدلال لیا ہے کہ نابالغ بچے کو اس کے مال میں تصرف کرنے سے روکا جاسکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ مجھے غزوہ بدر میں جب آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو میں اس وقت تیرہ برس کا تھا۔ واضح رہے کہ غزوہ بدر ۲ھ میں اور غزوہ احد ۳ھ میں ہوا، اس تناسب سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عمر غزوہ خندق میں سولہ برس کے قریب ہونی چاہیے تھی جبکہ روایت میں پندرہ برس مذکور ہے۔ اس اشکال کا حل یہ ہے کہ اہل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرب کسر کو شمار نہیں کرتے ۔آج بھی اعشاریہ نظام میں کسر ختم کرنے کیلئے ضابطہ موجود ہے۔موسیٰ بن عقبہ کے بقول غزوہ خندق ۴ھ میں ہوا تھا،اس صورت میں کوئی اشکال واقع نہیں ہوتا،تاہم پہلا قول راجح ہے۔

۸۶۱: وَعَنْ عَطِيَّةَ الْقُرَظِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ عُرِضْنَا عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ قُرَيْظَةَ، فَكَانَ مَنْ أَنْبَتَ قُتِلَ ,وَمَنْ لَمْ يُنْبِتْ خُلِّيَ سَبِيلُهُ, فَكُنْتُ فِيمَنْ لَمْ يُنْبِتْ فَخُلِّيَ سَبِيلِي. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ، وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الحدود، باب فی الغلام يصيب الحد: ۴۴۰۴، الترمذی: ۱۵۸۴، النسائی: ۱۵۵/۶، ابن ماجة: ۲۵۴۱، ۲۵۴۲، احمد: ۳۱۰/۴، ابن حبان: ۴۷۸۰، ۴۷۸۳، ۴۷۸۸، الحاکم: ۱۲۳/۲، البیهقی: ۵۸/۶، الطبرانی: ۴۳۵/۱۷، عبدالرزاق: ۱۸۷۴۲، المعجم الاوسط: ۶۲۰۴، ۸۲۹۸

تنبیہ: مکتبہ دارالسلام کی مطبوعہ بلوغ المرام میں ؛رواہ الاربعة؛ ہے جبکہ کچھ مطبوعہ نسخوں میں ؛رواہ الخمسة؛ ہےاور یہی درست ہے۔

۸۶۱: حضرت عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں غزوہ نبی قریظہ کے روز نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا،جس لڑکے کے زیر ناف بال اُگے ہوئے تھے،اسے قتل کر دیا گیا اور جس کے زیر ناف بال نہیں اُگے تھے،اسے چھوڑ دیا گیا اور میں بھی ان لڑکوں میں تھا جن کے زیر ناف بال ابھی تک نہیں اگے تھے اس لیے مجھے بھی چھوڑ دیا گیا۔(اسے پانچوں نے بیان کیا ہے،ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے نیز حاکم نے اس روایت کو شیخین کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: قریظة: قاف مضموم اور راء مفتوح ،بنو قریظہ یہود کے قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا، یہ مدینہ منورہ کے قریب آباد تھا، میثاق مدینہ میں یہ شامل تھا، اور اس نے غزوہ خندق کے موقع پر بدعہدی کی۔ انبت: یعنی جس کے زیر ناف بال اگے ہوئے تھے۔

تشریح: غزوہ احزاب کے موقع پر بنو قریظہ نے نہ صرف مسلمانوں کا ساتھ دینے سے انکار کیا بلکہ مسلمانوں کے خلاف ہونے والے مشوروں میں بھی شریک رہا،غزوہ خندق کے اختتام کے فوراً بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سازشی گروہ کا محاصرہ کر لیا اور اس غزوہ کا اختتام خود بنو قریظہ کی اس تجویز پر ہوا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں جو فیصلہ کریں گے وہ انہیں منظور ہوگا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کیلئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو طلب کر کے انہیں فیصلہ کرنے کا مکمل اختیار دیا،حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا کہ ان کے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں اور خواتین کو غلام اور لونڈیاں بنا لیا جائے۔حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تفتیشی ٹیم کو میرے بارے میں تردد ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"دیکھو اگر اس کے زیر ناف بال نکل آئے ہیں تو اسے قتل کر دو ورنہ چھوڑ دو۔"

فقہی احکام: (۱) سابقہ حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ بلوغت کی انتہائی عمر پندرہ برس ہے۔(۲) زیر ناف بال بلوغت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔(۳) انزال بھی بلوغت کی نشانی ہے۔(۴) حیض کا آنا خواتین کیلئے بلوغت کی چوتھی علامت ہے۔(۵) مال میں تصرف کیلئے فقط بالغ ہونا ہی کافی نہیں بلکہ رشد کا ہونا بھی ضروری ہے۔

۸۶۲: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ عَطِيَّةٌ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا " وَفِي لَفْظٍ " لَا يَجُوزُ لِلْمَرْأَةِ أَمْرٌ فِي مَالِهَا ,إِذَا مَلَكَ زَوْجُهَا عِصْمَتَهَا " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَصْحَابُ السُّنَنِ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الاجارة ، باب فی عطية المرأة بغير اذن زوجها : ۳۵۴۶،۳۵۴۷،النسائی :۶۵/۵،ابن ماجة :۲۳۸۸،احمد: ۱۸۴/۲، الحاکم: ۴۷/۲، المعجم الاوسط: ۲۵۸۵

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۸۶۲: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی عورت کیلئے یہ روا نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر تحفہ دے۔" ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں "جس عورت کی عصمت کا مالک اس کا شوہر ہو، اسے اپنے ذاتی مال میں بھی کوئی اہم معاملہ کرنے کا اختیار نہیں۔" (اسے احمد اور اصحاب السنن نے روایت کیا ہے تاہم ترمذی نے روایت نہیں کیا اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: **عصمتها**: اس سے مراد عقد نکاح ہے۔

تشریح: یہ روایات بظاہر اس روایت کے معارض ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے نماز عید سے فارغ ہو کر خواتین کو صدقہ کرنے کی رغبت فرمائی تو خواتین نے اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں۔ علما نے ان روایات کے مابین مطابقت پیدا کرنے کیلئے متعدد صورتیں پیش کی ہیں۔ (۱) اس روایت کا تعلق ان خواتین سے ہے جن کے شوہروں نے ان پر یہ پابندی عائد کر رکھی ہو کہ وہ ان کی اجازت کے بغیر تحائف وغیرہ نہیں دیں گی یا وہ بخیل ہوں۔ (۲) یہ پابندی ان خواتین کیلئے ہے جن میں رشد کا فقدان ہو اور باسلیقہ عورتیں اس حدیث کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ (۳) یہ حکم معاشرت کو برقرار رکھنے کیلئے دیا گیا ہے۔

۸۶۳: وَعَنْ قَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ الْهِلَالِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكَ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ , فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُولَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَى مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ , فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الزکاۃ، باب من تحل له المسألة: ۱۰۴۴، ابو داود: ۱۶۴۰، ابن حبان: ۳۲۹۱، ۳۳۹۵، ۳۳۹۶، النسائی: ۵/۸۹، احمد: ۵/۶۰، الدارمی: ۱۶۷۸، الدارقطنی: ۲/۱۲۰، البیهقی: ۶/۷۳، ابن خزیمة: ۲۳۵۹، ۲۳۶۱

تنبیہ: (۱) بلوغ المرام کے بعض نسخوں میں قبیصہ بن مخارق مذکور ہے جبکہ مکتبہ دارالسلام کے مطبوعہ نسخہ میں الھلالی کا اضافہ بھی ہے۔ (۲) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے یہی حدیث کتاب الزکاۃ میں بھی نقل کی ہے اور وہاں انہوں نے اس حدیث کو ابوداود، ابن حبان اور ابن خزیمہ کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔

۸۶۳: حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بھیک مانگنا صرف تین قسم کے اشخاص کے لیے درست ہے۔ (۱) ایسا آدمی جس نے ضمانت کا بوجھ اٹھایا ہو، اس کیلئے بقدر ضمانت سوال کرنا درست ہے اور جب اس کی ضرورت پوری ہو جائے تو وہ سوال کرنا ترک کر دے۔ (۲) ایسا آدمی جسے کسی ایسی آفت کا سامنا ہو جس نے اس کا مال و متاع تباہ کر دیا ہو، اس کیلئے اس وقت تک سوال کرنا درست ہے جب تک اس کی گزران کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی۔ (۳) ایسا آدمی جو فاقہ کشی میں مبتلا ہو جائے اور اس کی فاقہ کشی کی شہادت اس کی قوم کے تین قابل اعتماد اشخاص اس طرح دیں کہ اس کو فاقہ کشی کا سامنا ہے تو اس کیلئے بھی سوال کرنا درست ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **قبیصة**: قاف مفتوح اور با مکسور۔ **مخارق**: میم مضموم اور راء مکسور۔ **المسئلة**: بھیک مانگنا۔ **حمالة**: حاء مفتوح اور میم مخفف، ضمانت دینا۔ **ثم یمسک**: پھر بھیک مانگنا ترک کر دے۔ **قواماً**: قاف مکسور، خود کفیل ہونا۔ **الحجی**: حاء مکسور، عقل۔

تشریح: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے درج بالا تینوں احادیث کو اس باب کے ضمن میں اس لیے نقل کیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں تفلیس و حجر کی کسی نہ کسی حد تک علت پائی جاتی ہے، مثلاً حدیث رقم ۸۶۱ میں نابالغ بچوں کے قتل سے روکا گیا ہے، حدیث رقم ۸۶۲ میں شادی شدہ خواتین کو اپنے شوہروں کی اجازت کے بغیر تحائف دینے سے منع کیا گیا ہے اور حدیث رقم ۸۶۳ میں تین قسم کے انسانوں کے علاوہ دیگر کو بھیک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مانگنے سے منع کیا گیا ہے، نیز ان تینوں قسم کے اشخاص کو بھی محض اپنی جائز ضرورت پوری کرنے کے لیے بھیک مانگنے کی اجازت ہے اور جب ان کی جائز ضرورت پوری ہو جائے تو پھر ان کے لیے بھی بھیک مانگنا ممنوع ہے، اور جو شخص دولت میں اضافہ کیلئے بھیک مانگتا ہے اس کیلئے رسول اللہ ﷺ نے جہنم کے انگارے کی وعید بتائی ہے۔

فقہی احکام: (۱) تین حالتوں میں سے کسی بھی ایک حالت میں سوال کرنے کی اجازت ہے۔(۲) دو اشخاص یا دو قبائل کے درمیان صلح کروانے کیلئے ضامن بننا مستحب ہے، اس سلسلے میں اگر زکوٰۃ وغیرہ کی مد سے رقم لینے کی ضرورت پڑ جائے تو اس سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے۔ (۳) مالدار یا تاجر اگر کنگال ہو جائے تو وہ بھی بقدر ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے لیکن ایسے آدمی کے حق میں تین گواہوں کی شہادت ضروری ہے۔

۷۔ بَابُ الصُّلْحِ — صلح کا بیان

۸۶۴: عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ " اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ ,إِلَّا صُلْحاً حَرَّمَ حَلالاً أَو أَحَلَّ حَرَاماً، وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ ,إِلَّا شَرْطاً حَرَّمَ حَلالاً وَ أَحَلَّ حَرَاماً " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ وَأَنْكَرُوا عَلَيْهِ لِأَنَّ رَاوِيَهُ كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ ضَعِيفٌ وَكَأَنَّهُ اعْتَبَرَهُ بِكَثْرَةِ طُرُقِهِ.

الترمذی، کتاب الاحکام، باب ما ذکر عن رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس: ۱۳۷۲، ابن ماجۃ: ۲۳۵۳، الدارقطنی: ۲۷/۳، الحاکم: ۱۰۱/۴، البیہقی: ۵۶/۶، ابن حبان: ۵۰۹۲، معرفۃ السنن والآثار: ۴۶۷/۴، البخاری: ۲۶۹۲، مسلم: ۲۶۰۵

۸۶۴: حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمانوں کے مابین صلح کروانا درست ہے ماسوا اس صلح کے جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے، مسلمانوں کو اپنی شرائط پر قائم رہنا چاہیے، ماسوا اس شرط کے جو حلال کے حرام یا حرام کو حلال کر دے۔" اس روایت کو ترمذی نے بیان کر کے اس پر صحت کا حکم لگایا ہے، لیکن دوسرے محدثین نے اسے صحیح تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے کیونکہ اس روایت کا ایک راوی کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف ضعیف ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ امام ترمذی نے کثرت طرق کی وجہ سے اس پر صحت کا حکم لگایا ہے۔

لغوی تحقیق: الصلح: صاد مضموم، یہ مصدر ہے، اس کے لغوی معنی جھگڑے کو ختم کرنا ہے۔ شرعی اصطلاح میں فریقین کے درمیان پیدا شدہ نزاع کو ختم کر کے ان کے درمیان موافقت پیدا کرنے کا نام صلح ہے۔

تشریح: اسلام امن و آشتی کا دین ہے، یہ معاشرے میں امن و آشتی کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ اس کیلئے اس نے غلط بیانی کی بھی اجازت دی ہے، حالانکہ عام حالات میں اسلام غلط بیانی کی اجازت نہیں دیتا۔ جیسا کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرواتا ہے۔" حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں آپ کو روزہ، نماز اور صدقہ وخیرات سے بہتر عمل نہ بتاؤں؟" ہم نے عرض کیا، ضرور۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں کے مابین صلح کروانا۔" زیر مطالعہ حدیث اگرچہ اس سند کے ساتھ ضعیف ہے تاہم اس مفہوم کی احادیث متعدد صحابہ سے منقول ہیں، اس لیے اس حدیث کو ان شواہدات کی وجہ سے صحیح لغیرہ کہا جا سکتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) لوگوں کے درمیان صلح کروانا ایک بہترین عمل ہے۔(۲) ایسی صلح کی اسلام میں گنجائش نہیں جو ظلم کو فروغ دے۔

۸۶۵: وَقَدْ صَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ .

ابن حبان، کتاب الصلح، باب ذکر الاخبار عن جواز الصلح بین المسلمین مالم یخالف الکتاب و السنۃ و الاجماع: ۵۰۹۱، ابوداود:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۵۹۴، احمد: ۳۶۶/۲، الحاکم: ۴۹/۲، ۵۰، الدارقطنی: ۲۷/۳، البیهقی: ۶۴/۶، معرفة السنن والآثار: ۴۶۸/۴

۸۶۵: امام ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

تشریح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمانوں کے مابین صلح کروانا جائز ہے ماسوا اس صلح کے جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کردے۔" اس حدیث میں کثیر بن زید نامی راوی مختلف فیہ ہے، تاہم اس کی مرویات حسن درجہ سے کم نہیں، یہی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے، اس طریق کو امام حاکم نے شیخین کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے، انہیں الفاظ کے ساتھ یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

۸۶۶: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ" ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَا لِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ؟ وَاللّٰهِ لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب المظالم، باب لا یمنع جار جاره ان یغرز خشبة فی جداره: ۲۴۶۳، مسلم: ۱۶۰۹، ابوداود: ۳۶۳۴، الترمذی: ۱۳۷۷، ابن ماجة: ۲۳۳۵، احمد: ۲۴۰/۲، البیهقی: ۶۸/۶، ابن حبان: ۵۱۵، معرفة السنن والآثار: ۴۶۹/۴، المعجم الاوسط: ۲۶۳۹، ۲۷۶۹

۸۶۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی پڑوسی اپنے کسی بھی پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع نہ کرے۔" پھر ابو ہریرہ فرمایا کرتے تھے، کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں اس حدیث سے گریزاں دیکھ رہا ہوں؟ اللہ کی قسم! میں یہ حدیث اعلانیہ بیان کروں گا۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: لا یمنع: عین کو جزم اور مرفوع ہر دو طرح روایت کیا گیا ہے۔ مرفوع ہونے کی صورت میں لائے نفی بمعنی لائے نہی ہوگا۔ اور مجزوم ہونے کی صورت میں لائے نہی ہوگا۔ اور ایک طریق میں لا یمنعن ہے۔ جار: یہاں جار سے مراد وہ پڑوسی ہے، جس کا مکان اس کے مکان سے ملحق ہو۔ یغرز: علامت مضارع مفتوح، غین ساکن اور راء مکسور، چھت ڈالنے کے لیے دیوار میں لکڑی نصب کرنا۔ خشبة: لکڑی۔ بھا: اس ضمیر کا مرجع اگر حدیث میں مذکور سنت کو قرار دیں گے تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا، میں یہ حدیث اعلانیہ بیان کروں گا اور اگر اس کا مرجع لکڑی کو قرار دیں تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ تم اس حدیث پر رضا کارانہ طور پر عمل نہیں کرو گے میں تم پر بزور قوت نافذ کروں گا۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت بیان فرمائی، جب وہ مدینہ منورہ کے گورنر تھے، اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ حاکم شریعت مطہرہ کا نفاذ بزور قوت نافذ کرنے کا پابند ہے اور پڑوسی کے دوسرے پڑوسی پر جو حقوق ہیں ان کی ادائیگی نہایت ضروری ہے۔ صحیحین میں مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جبریل مجھے پڑوسی کے بارے میں مسلسل وصیت کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ وہ عنقریب پڑوسی کو ورثا میں شامل کردے گا۔"

فقہی احکام: (۱) پڑوسی کے پڑوسی پر متعدد حقوق ہیں۔ (۲) پڑوسی اگر اپنے پڑوسی کی دیوار پر لکڑی رکھنا چاہتا ہے تو پہلے اس سے اجازت لے۔ (۳) پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ (۴) حاکم شریعت اسلامی کا نفاذ بزور قوت کرنے کا پابند ہے۔

۸۶۷: وَعَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ أَنْ يَأْخُذَ عَصَا أَخِيهِ بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ" رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ فِي صَحِيحَيْهِمَا.

ابن حبان، کتاب الجنایات، باب ذکر الخبر الدال علی ان قوله صلی اللہ علیہ وسلم ان اموالکم حرام علیکم ارادبه بعض الاموال: ۵۹۷۸، احمد:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۲۵/۵، البزار: ۱۳۷۳، البیهقی: ۱۰۰/۶ ، ۳۵۸/۹، ابو یعلیٰ: ۱۵۷۰، الد ارقطنی : ۲۶/۳

۸۶۷: حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی انسان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی لاٹھی اس کی رضا کارانہ اجازت کے بغیر لے۔" (اسے ابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: **لامری**: اس کا تثنیہ مرآن آتا ہے یعنی انسان۔ **العصا**: لاٹھی۔

تشریح: ایسے گناہ جن کا تعلق اللہ اور بندے کے مابین ہے وہ خالص توبہ سے معاف ہوجاتے ہیں اور جن گناہوں کا تعلق بندوں کے مابین ہے وہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک متعلقہ بندہ معاف نہ کردے، جیسا کہ مسلم میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کردوں تو کیا میرے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "قرض کے علاوہ دیگر تمام گناہ معاف کردیے جائیں گے۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک مسلمان کا مال دوسرے مسلمان کے لیے اس کی رضا کارانہ اجازت بغیر روا نہیں۔"

۸۔ بَابُ الْحَوَالَةِ وَ الضَّمَان — کفالت اور ضمانت کے مسائل کا بیان

۸۶۸: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ ,وَإِذَا اُتْبِعُ أَحَدُكُم عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ "فَلْيَحْتَلُ"

البخاری، کتاب الحوالة، باب الحوالة و هل یرجع فی الحوالة: ۲۲۸۷، مسلم: ۱۵۶۴، ابو داود: ۳۳۴۵، الترمذی: ۱۳۳۱، النسائی: ۳۱۷/۷، ابن ماجة: ۲۴۰۳، احمد: ۳۷۹/۲، مؤطا امام مالک: ۶۷۴/۲، الدارمی: ۲۵۸۶، البیهقی: ۷۰/۶، المعجم الاوسط للطبرانی : ۲۴۴۹ ، ۳۶۴۰ ، ۴۶۵۶ ، ۸۵۷۷، الشافعی: ۲۴۵، ابن حبان: ۵۰۵۳ ، ۵۰۹۰

۸۶۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مال دار آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو مالدار آدمی کا حوالہ دیا جائے تو وہ اسے قبول کرلے۔" (بخاری و مسلم) اور مسند احمد میں فلیحتل ہے۔

لغوی تحقیق: **الحوالة**: حاء کو مفتوح اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، یہ **التحول** سے ماخوذ ہے، اس کے لفظی معنی انتقال کے ہیں، فقہی اصطلاح میں ایک شخص کے حق کو دوسرے کی طرف منتقل کرنے کا نام حوالہ ہے۔ **مطل**: اس کے لغوی معنی طول دینے کے ہیں یعنی بغیر کسی شرعی عذر کے قرض کی ادئیگی میں تاخیر کرنا مطل کہلاتا ہے۔ **الغنی**: یہاں اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو ادائیگی پر قدرت رکھتا ہے۔ **اتبع**: ہمزہ مضموم، تاء ساکن اور باء مکسور، اپنے حق کے تقاضا کا اختیار کسی دوسرے کو دے دیا جائے۔ **ملیء**: یہ **الامتلاء** سے ماخوذ ہے اور یہ فعیل کے وزن پر ہے۔ بعض حضرات ہمزہ کو یاء میں تبدیل کرکے اور یاء کو یاء میں مدغم کرکے بھی پڑھتے ہیں، اس سے مراد مالدار ہے۔

تشریح: اس حدیث میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) مال دار آدمی کا قرض کی ادائیگی میں بلاوجہ تاخیر کرنا ظلم ہے۔ اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت شرید رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے اور یہ حدیث **باب التفلیس و الحجر** کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ (۲) ضمانت دینا اور ضمانت قبول کرنا، یعنی ایک شخص کا دوسرے شخص پر قرض ہے، مقروض قرض خواہ سے مزید وقت طلب کرتا ہے اور قرض خواہ دینے کیلئے تیار نہیں ہوتا، ان دونوں کے تنازع کو حل کرنے کیلئے ایک تیسرا شخص قرض خواہ سے کہتا ہے کہ آپ اسے ایک ماہ کی مہلت دیدیں، ایک ماہ بعد اگر یہ قرض واپس نہیں کرے گا تو مطلوبہ رقم آپ مجھ سے لے لینا، اگر ضمانت دینے والا مطلوبہ رقم دینے کی استطاعت رکھتا ہے تو پھر قرض خواہ کو وہ ضمانت قبول کرلینی چاہیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہی احکام: (۱) بلاوجہ قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا ظلم ہے۔(۲) صاحب حیثیت اگر ضمانت دے تو اس کی ضمانت قبول کر لینی چاہیے۔

۸۶۹: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ تُوُفِّیَ رَجُلٌ مِنَّا ,فَغَسَّلْنَاهُ ,وَحَنَّطْنَاهُ ,وَكَفَّنَّاهُ ,ثُمَّ أَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْنَا تُصَلِّی عَلَيْهِ؟ فَخَطَا خُطًى ,ثُمَّ قَالَ " أَعَلَيْهِ دَيْنٌ؟ " قُلْنَا دِينَارَانِ، فَانْصَرَفَ ,فَتَحَمَّلَهُمَا أَبُو قَتَادَةَ، فَأَتَيْنَاهُ ,فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ اَلدِّينَارَانِ عَلَيَّ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " أَحَقَّ الْغَرِيمِ وَبَرِئَ مِنْهُمَا الْمَيِّتُ؟ " قَالَ نَعَمْ ,فَصَلَّى عَلَيْهِ . رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ, وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب التشدید فی الدین: ۳۳۴۳، النسائی: ۶۵/۴، احمد: ۳۳۰/۳، ابن حبان: ۳۰۵۸۔۳۰۶۰، ۳۰۶۳، ۳۰۶۴، الحاکم: ۵۸/۲، معرفة السنن والآثار: ۴۷۲/۴، البیهقی: ۷۲/۶

۸۶۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم میں سے ایک شخص فوت ہو گیا تو ہم نے اسے غسل دیا، خوشبو لگائی اور کفن دے دیا، پھر ہم اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، آپ ﷺ چند قدم آگے بڑھے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا اس پر قرض ہے؟" ہم نے عرض کیا، دو دینار قرض ہے۔ آپ ﷺ پیچھے ہٹ گئے تو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اس کا قرض اپنے ذمہ لے لیا، پھر ہم اسے لے کر حاضر خدمت ہوئے اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، وہ دونوں دینار میرے ذمہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مقروض کی مثل حق لازم ہو گیا اور میت اس سے بری ہو گئی۔" حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (اسے احمد، ابوداود اور نسائی نے بیان کیا ہے۔ ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: حنطناه: یہ حنوط یا حناط سے ماخوذ ہے یعنی میت کو غسل دینے کے بعد مختلف انواع کی خوشبوئیں لگانا۔ فخطا: فعل ماضی ہے، یعنی چلے۔ خطاء: خاء مضموم اور طاء مشدد، یہ خطوۃ کی جمع ہے، یعنی چند قدم۔ فتحملهما: اس کی ضمانت دی۔ یعنی قرض اپنے ذمہ لے لیا۔ حق الغريم: فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے، یعنی کیا آپ پر قرض لازم ہو گیا ہے؟

تشریح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ حدیث حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی متعدد طرق سے مروی ہے، ان سے مروی ایک طریق میں ہے کہ آپ ﷺ کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس پر دو دینار قرض ہے تو آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: "تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔" ایک دوسرے طریق میں ہے کہ جب حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ دونوں میرے ذمہ ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ادا کرو گے؟" اس نے عرض کیا، ادا کروں گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسرے طریق میں ہے کہ آپ ﷺ اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے جو مقروض ہوتا تھا، ایک دفعہ ایک میت لائی گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا اس پر قرض ہے؟" صحابہ نے عرض کیا، دو دینار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔" حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، وہ دونوں دینار میرے ذمہ ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ جب اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کر دیا تب آپ ﷺ نے یہ اعلان فرمایا: "آئندہ جو مقروض مسلمان فوت ہو گا، اس کا قرض میرے ذمہ ہو گا۔" اسی مفہوم کی حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

۸۷۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدَّيْنُ ,فَيَسْأَلُ " هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ مِنْ قَضَاءٍ؟ " فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ وَفَاءً صَلَّى عَلَيْهِ ,وَإِلَّا قَالَ " صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ " فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ قَالَ " أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ,فَمَنْ تُوُفِّيَ ,وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ " فَمَنْ مَاتَ وَلَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً "

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البخاری، کتاب الکفالة، باب الدین: ۲۲۹۸، مسلم: ۱۶۱۹، الترمذی: ۱۰۸۱، النسائی: ۶۶/۴، ابن ماجة: ۲۴۱۵، احمد: ۳۳۵/۲، الطیالسی: ۲۳۳۸، ابوداود: ۲۹۵۵، عبدالرزاق: ۱۵۲۶۱، البیهقی: ۲۰۱/۶، الدارمی: ۲۶۳/۲

۸۷۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب مقروض آدمی کا جنازہ لایا جاتا تو آپ ﷺ فرماتے: "کیا اس نے قرض کی ادائیگی کیلئے کچھ ترکہ چھوڑا ہے؟" اگر یہ کہا جاتا کہ اس نے ترکہ چھوڑا ہے تو آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے ورنہ فرماتے "تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔" جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فتوحات سے نواز دیا تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا: "میں مومنوں کیلئے ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں، ان میں سے جو مقروض فوت ہو جائے اس کے قرض کی ادائیگی مجھ پر ہے۔" (بخاری ومسلم) اور بخاری میں ہے "جو شخص فوت ہو گیا اور اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے ترکہ نہیں چھوڑا۔

فقہی احکام: (۱) بہتر یہ ہے کہ میت کے جنازہ سے قبل اس کا قرض ادا کر دیا جائے یا اس کا قرض کوئی شخص اپنے ذمہ لے لے۔ (۲) میت کا قرض کوئی بھی اپنے ذمہ لے سکتا ہے۔ (۳) اسلامی بیت المال میں جب وافر دولت ہو تو پھر مقروض مسلمانوں کے قرض کی ادائیگی بیت المال سے ہونی چاہیے۔ (۴) مقروض اگر کچھ ترکہ چھوڑ جائے تو پھر تقسیم وراثت سے قبل اس کا قرض ادا کیا جائے۔

۸۷۱: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "لَا كَفَالَةَ فِي حَدٍّ" رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ

السنن الکبری، کتاب الضمان، باب ماجاء فی الکفالة ببدن من علیه حق: ۱۱۶۰۶، معرفة السنن والآثار: ۴۷۴/۴

۸۷۱: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حدود اللہ میں ضمانت نہیں۔" (اسے بیہقی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: الکفالة: ضمانت دینا یعنی ایسی اشیاء کو اپنے ذمہ لینا جس کا تعلق مال سے ہو۔

تشریح: امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس روایت کے ایک راوی عمر بن ابی عمر الدمشقی کو منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ اور معرفة السنن و الآثار میں اسے ضعیف کہا ہے۔

۹۔ بَابُ الشَّرِكَةِ وَ الْوَكَالَةِ — شراکت اور وکالت کے مسائل کا بیان

۸۷۲: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "قَالَ اللَّهُ أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ, فَإِذَا خَانَ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب فی الشرکة: ۳۳۸۳، الدارقطنی: ۳۵/۳، الحاکم: ۵۲/۲، البیهقی: ۷۸/۶، الاحکام الوسطی: ۲۷۳/۳، بیان الوهم والایهام: ۲۰۵۷، میزان الاعتدال: ۱۹۴/۳، التقریب: ۲۲۹۶، المعرفة: ۴۷۵/۴

تنبیہ: البسام میں طباعت کی غلطی سے سعید بن حبان مرقوم ہے جبکہ صحیح نام سعید بن حیان ہے۔

۸۷۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں دو شراکت کرنے والوں کے ساتھ اس وقت تک تیسرا ہوتا ہوں جب تک ان میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی سے بددیانتی نہیں کرتا، سو جیسے ہی وہ خیانت کرتا ہے، میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔" (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: شرکة: اسے تین طرح سے پڑھا جا سکتا ہے۔ (۱) شین مفتوح، راء مکسور اور کاف مفتوح۔ (۲) شین مفتوح، راء ساکن اور کاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفتوح۔(۳) شین، راء اور کاف تینوں مفتوح، اس کے لغوی معنی اختلاط کے ہیں۔ الو کالة: واؤ کو مفتوح اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے۔ اس کے لغوی معنی سپردگی کے ہیں یعنی اپنے اختیارات کسی دوسرے کے سپرد کرنا۔

تشریح: انفرادی کاروبار کے مقابلے میں شراکتی کاروبار زیادہ آسان اور بابرکت ہے، بشرطیکہ شرکاء کاروبار دیانت داری کا مظاہرہ کریں۔ شرکاء جب دیانت داری کا مظاہرہ کرتے ہیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی حمایت ونصرت حاصل ہوتی ہے، لیکن جب وہ سب یا ان میں سے کوئی ایک بد دیانتی کا ارتکاب کر لیتا ہے تو سارے شرکا اللہ تعالیٰ کی حمایت ونصرت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

اس روایت پر امام حاکم نے صحیح کا حکم لگایا ہے اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے لیکن علامہ البانی اور ابن قطان فرماتے ہیں کہ یہ روایت دو علتوں کی وجہ سے ضعیف ہے۔(۱) ابوحیان تو ثقہ ہے مگر ان کا والد سعید بن حیان مجہول الحال ہے، امام ذھبی نے بھی اسے مجہول کہا ہے۔(۲) اس روایت کو ابوھمام محمد بن الزبرقان نے ابوحیان سے موصولاً جبکہ جریر نے مرسل بیان کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام عجلی نے سعید بن حیان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اگر امام عجلی کی توثیق ثابت ہو جائے تو پھر پہلی علت زائل ہو جاتی ہے۔ ابوھمام بن الزبرقان چونکہ ثقہ ہے اور ثقہ کی زیادت مقبول ہوتی ہے، لہٰذا دوسری علت بھی بے وزن ہے اس طرح یہ حدیث قابل احتجاج ہے۔

۸۷۳: وَعَنِ السَّائِبِ الْمَخْزُومِيِّ أَنَّهُ كَانَ شَرِيكَ النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ الْبِعْثَةِ ,فَجَاءَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ "مَرْحَباً بِأَخِي وَشَرِيكِي" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَابْنُ مَاجَةَ .

ابوداود، کتاب الادب، باب فی کراهية المراء: ۴۸۳۶، ابن ماجة: ۲۲۸۷، احمد: ۴۲۵/۳، الحاكم: ۶۱/۲

۸۷۳: حضرت سائب مخزومی سے منقول ہے کہ وہ آپ ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل آپ ﷺ کے کاروبار میں شریک تھا، جب وہ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے بھائی اور میرے تجارتی شریک خوش آمدید۔" (اسے احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: مرحبا: کسی کی آمد پر اس کے استقبال کیلئے جو کلمات کہے جاتے ہیں ان کلمات میں سے ایک کلمہ یہ بھی ہے۔

تشریح: حضرت سائب مخزومی زمانہ جاہلیت میں آپ ﷺ کے تجارتی شریک تھے، آپ ﷺ کی دیانت داری تو ضرب المثل تھی، لیکن انہوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ دیانت داری ہی کا مظاہرہ کیا، آپ ﷺ نے فتح مکہ کے روز بھی اس کی دیانت داری کی تعریف فرمائی۔

فقہی احکام: (۱) خوبی ہر شخص کا ایک ذاتی اور کسبی وصف ہے، کسی کی میراث نہیں۔(۲) شراکتی کاروبار کا رواج قبل از اسلام بھی تھا، اور اسلام نے اس کے فوائد کے پیش نظر اسے جاری رکھا۔(۳) کسی کی خوبی کا کھلے دل سے اعتراف کرنا چاہیے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔(۴) پرانے ساتھی کا نہایت خوشی سے استقبال کرنا چاہیے۔

۸۷۴: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اشْتَرَكْتُ أَنَا وَعَمَّارٌ وَسَعْدٌ رضی اللہ عنہما فِيمَا نُصِيبُ يَوْمَ بَدْرٍ ..اَلْحَدِيثَ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وغيره.

النسائى، ۳۱۹/۷، ابوداود، کتاب البیوع، باب فی الشركة على غير رأس مال: ۳۳۸۸، ابن ماجة: ۲۲۸۸

تنبیہ: بلوغ المرام مطبوعہ مکتبہ دار السلام میں رواه النسائی وغیرہ ہے جبکہ بعض مطبوعہ نسخوں میں رواه النسائی ہے۔

۸۷۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ مال جو ہمیں غزوہ بدر کے صلہ میں حاصل ہوا تھا اس میں حضرت عمار بن یاسر، حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سعد رضی اللہ عنہما اور میں شریک تھے، اس حدیث کا تتمہ اس طرح ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ دو کفار کو قید کر کے لائے تھے جبکہ میں اور عمار کچھ نہیں لائے تھے۔ (اسے نسائی نے روایت کیا ہے)

تشریح: یہ روایت حضرت ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی قدر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے اپنے والد سے کچھ نہیں سنا، بنابریں یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۸۷۵:وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ أَرَدْتُ الْخُرُوجَ إِلَى خَيْبَرَ ,فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ " إِذَا أَتَيْتَ وَكِيلِي بِخَيْبَرَ ,فَخُذْ مِنْهُ خَمْسَةَ عَشَرَ وَسْقًا " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ.

ابوداود، کتاب الاقضیۃ، باب فی الوکالۃ: ۳۶۳۲، الدارقطنی: ۱۵۴/۴ ، ۱۵۵، البیہقی: ۱۱۶۲۱

تنبیہ: بیہقی کے مطبوعہ نسخہ میں طباعت کی غلطی سے عن ابن اسحٰق کی بجائے عن ابی اسحاق چھپ گیا ہے۔

۸۷۵:حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے خیبر جانے کا ارادہ کیا تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جب تم خیبر میں میرے وکیل کے پاس پہنچو تو اس سے پندرہ وسق وصول کرلو۔" اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: وسقا: واؤ مفتوح اور سین ساکن، ایک وسق تقریباً تین من تیس کلو کے برابر ہوتا ہے۔

تشریح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب خیبر جانے کا ارادہ کیا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعاون لینے کی نیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تم وہاں پہنچ کر میرے وکیل سے پندرہ وسق کھجوریں طلب کر لینا، اور اگر وہ آپ سے کوئی دلیل طلب کرے تو تم اپنا ہاتھ اس کے گلے پر رکھ دینا۔"

اس روایت کو ابونعیم وھب بن کیسان سے محمد بن اسحاق بن یسار نے نقل کی ہے۔ امام ابوداؤد، امام دارقطنی اور امام بیہقی نے جو روایت نقل کی ہے، اس میں موصوف نے اپنے شیخ سے یہ روایت معنعن بیان کی ہے۔ محمد بن اسحاق معروف مدلس راوی ہے، بنابریں علامہ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، تاہم علامہ ابن عبدالھادی نے بیان کیا کہ بعض طریق میں محمد بن اسحاق نے ابونعیم سے تحدیث کی صراحت کی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۸۷۶:وَعَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَعَثَ مَعَهُ بِدِينَارٍ لِيَشْتَرِيَ لَهُ أُضْحِيَّةً .. اَلْحَدِيثَ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي أَثْنَاءِ حَدِيثٍ ,وَقَدْ تَقَدَّمَ.

نوٹ: اس حدیث کی تشریح اور تخریج حدیث رقم ۸۱۱ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۸۷۶:حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار دے کر اپنے لیے ایک قربانی کا جانور خریدنے کیلئے بھیجا ... آخر تک اس حدیث کو امام بخاری نے ایک حدیث کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

۸۷۷:وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَلَى الصَّدَقَةِ .. اَلْحَدِيثَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ (التوبۃ:۶۰): ۱۴۶۸، مسلم، ۹۸۳، ابوداود: ۱۶۲۳، النسائی: ۳۳/۵، احمد: ۳۲۲/۲، الدارقطنی: ۱۲۳/۲، البیہقی: ۱۱۱/۴، ابن خزیمۃ: ۲۳۳۰

۸۷۷:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ جمع کرنے کیلئے مقرر فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: مفصل حدیث اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپس آکر بتایا کہ ابن جمیل، حضرت عباس اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زکوٰۃ نہیں دی۔اس پر آپ ﷺ نے ابن جمیل پر نقد فرمایا،حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود زکوٰۃ ادا کرنے کا اعلان فرمایا جبکہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی کہ اس نے تو اپنا سارا مال ومتاع اللہ تعالیٰ کیلئے وقف کر رکھا ہے۔

۸۷۸: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَحَرَ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ ,وَأَمَرَ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ أَنْ يَذْبَحَ الْبَاقِيَ ..اَلْحَدِيثَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ: ۱۲۱۸، ابن حبان: ۳۹۴۳

۸۷۸: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے اور دیگر اونٹوں کو نحر کرنے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔(مسلم)

۸۷۹: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ فِي قِصَّةِ الْعَسِيفِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ " وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا ,فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا .. " اَلْحَدِيثَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط التی لا تحل فی الحدود: ۲۷۲۴، ۲۷۲۵، مسلم: ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ابو داود: ۴۴۴۵، الترمذی: ۱۴۷۰، النسائی: ۲۴۰/۸، ابن ماجة: ۲۵۴۹، احمد: ۱۱۵/۴، مالک: ۸۲۸/۲، الدارمی: ۲۳۱۷، ابن حبان: ۴۴۳۷

تنبیہ: درج بالا تمام کتب میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے ایک ساتھ مروی ہے۔معلوم نہیں کہ مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو فقط حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کیوں نقل کیا ہے۔

۸۷۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مزدور کے مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا:"اے انیس! صبح اس عورت کے پاس جاؤ،اگر وہ اعتراف کرلے تو اسے سنگسار کردیں"......آخر تک۔(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: **عسیف** : یہ عسف سے ماخوذ ہے، عسف کے لغوی معنی غیر اختیاری طور پر چلنا، یہاں اس سے مراد مزدور ہے۔ **اغد** :نماز فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک کے درمیانی وقت کو غدوۃ کہا جاتا ہے، یہ مادہ مذکورہ وقت میں چلنے کیلئے استعمال ہوتا تھا،لیکن بعد میں یہ مادہ محض جانے کیلئے استعمال ہونے لگا۔ **انیس** : یہ انس کی تصغیر ہے،حضرت انیس بن ضحاک رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو اسلم سے تعلق رکھتے تھے۔

نوٹ:اس کی تشریح کتاب الحدود میں ملاحظہ فرمائیں۔

فقہی احکام: مؤلف رحمہ اللہ نے حدیث نمبر ۸۷۷ ۔ ۸۷۹ نقل کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ ان امور میں بھی کسی کو اپنا وکیل مقرر کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۔ بَابُ الْإِقْرَارِ — اقرار کا بیان

فِيهِ الَّذِي قَبْلَهُ وَ مَا اَشْبَهَهُ

۸۸۰: عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " قُلِ الْحَقَّ ,وَلَوْ كَانَ مُرًّا " صَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ.

صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب ذکر وصیة المصطفیٰ بصلة الرحم و ان قطعت: ۴۴۹، ۵۹۶۴، المعجم الاوسط: ۷۷۳۵، المعجم الکبیر: ۱۶۴۸، احمد: ۱۵۹/۵، البیهقی: ۹۱/۱۰

۸۸۰: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:"حق کہو اگرچہ وہ کڑوا ہی ہو۔" (اسے ابن حبان نے ایک طویل حدیث میں ذکر کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: **الاقرار**:اس کے لفظی معنی ثابت ومنجمد کے ہیں،شرعی اصطلاح میں اس بیان کو اقرار کہا جاتا ہے جس کا اظہار مکلّف بااختیار انسان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا اس کا وکیل یا مولیٰ یا اس کا وارث تقریر یا تحریر کے ذریعے کرتا ہے۔ مرا: یہ کان کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی کڑوا۔

تشریح: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے ایک سے زائد بار مختلف امور سے متعلق وصیت فرمائی، ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے میرے دوست (رحمت عالم ﷺ) نے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ "(۱) امیر کی بات سننا اور اس پر عمل کرنا اگرچہ امیر اعضا کٹا حبشی ہی ہو۔ (۲) جب سالن تیار کرنا تو پانی زیادہ ڈال لینا اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھنا اور اس میں سے ان کے ساتھ بھلائی کرنا۔ (۳) نماز اول وقت میں ادا کرنا، پھر تو اگر امیر کے پاس آئے اور اس نے اگر نماز پڑھنی ہو تو اس کے ساتھ بھی پڑھ لینا اس طرح تو نے اپنی نماز کو محفوظ کر لیا اور یہ نماز تیرے لیے نفلی نماز ہوگی۔"

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے بھلائی کی باتوں میں سے چند باتوں کی وصیت فرمائی۔ (۱) میں اپنے سے اعلیٰ کی طرف نہ دیکھوں بلکہ ادنیٰ کی طرف دیکھوں۔ (۲) مساکین کے ساتھ پیار کروں اور ان کے قریب رہوں۔ (۳) صلہ رحمی کروں اگرچہ میرے عزیز مجھ سے بے رُخی کریں۔ (۴) میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف زدہ نہ ہوں۔ (۵) حق بات کہوں اگرچہ وہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔ (۶)؛ لاحول ولاقوۃ الا باللہ؛ کا ذکر کثرت سے کروں کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

یہی حدیث ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے، اس میں ہے کہ میرے محبوب نے مجھے سات باتوں کی وصیت فرمائی۔ اس میں ساتویں بات یہ ہے کہ میں لوگوں سے کچھ نہ لوں۔ ایک طریق میں ہے کہ میں کسی سے کچھ بھی طلب نہ کروں۔

فقہی احکام: (۱) حق بات کا اظہار ضروری ہے خواہ اس کے نتائج خود اس کے حق میں بہتر نہ ہوں۔ (۲) عاقل و بالغ آدمی اگر اپنے کسی جرم کا اقرار کرتا ہے تو اس کے اقرار پر اعتماد کیا جائے گا، اگر وہ گناہ موجب حد ہے تو اس پر حد جاری کی جائے گی (۳) کسی سے زبردستی اقرار کروانا درست نہیں۔

۱۱۔ بَابُ الْعَارِيَةِ — ادھار لی ہوئی اشیا کا بیان

۸۸۱: عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّيَهُ " رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَالْأَرْبَعَةُ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الاجارة، باب فی تضمین العارية: ۳۵۶۱، الترمذی: ۱۲۶۶، ابن ماجة: ۲۴۰۰، احمد: ۵/ ۸، ۱۲، ۱۳، الدارمی: ۲۵۹۶، الحاکم: ۲/ ۴۷، البیهقی: ۶/ ۹۰، ابن الجارود: ۱۰۲۴، النسائی فی الکبری: ۳/ ۴۱۱

۸۸۱: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو کچھ ہاتھ نے لیا ہے، وہ اس کے ذمہ ہے جب تک وہ ادا نہ کر دے۔" (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: العارية: یاء کو مشدد اور مخفف ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، لیکن معروف قرأت مشدد ہے، اور اس کی جمع عواری ہے، اور یہ العری سے ماخوذ ہے یعنی تجرد، کیونکہ ادھار چیز لینے والا کوئی معاوضہ نہیں دیتا، اس لیے اس معنوی مطابقت کی وجہ سے اسے عارية کہا جاتا ہے۔

تشریح: حضرت سمرة رضی اللہ عنہ سے یہ روایت حضرت حسن نے عن سے بیان کی ہے۔ اس لیے یہ روایت ضعیف ہے۔

۸۸۲: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ, وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ, وَاسْتَنْكَرَهُ أَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو داود، كتاب الاجارة ، باب في الرجل ياخذ حقه من تحت يده : ۳۵۳۵، الترمذی: ۱۲۸۷ ، الدارمی: ۲۵۹۷، الدارقطنی : ۳/۳۵،
الحاكم: ۲/۴۶، البيهقی: ۱۰/۲۷۱

تنبیہ: بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں رواه ترمذی و ابوداؤد و حسنه اور بعض میں رواه ابوداؤد و الترمذی و حسنه ہے۔

۸۸۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے تمہیں امانت دی ہے، اسے امانت واپس کر دو، جس نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہو تم اس کے ساتھ خیانت مت کرنا۔" اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے، ترمذی نے اسے حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے اور ابوحاتم رازی نے اسے منکر قرار دیا ہے، اس روایت کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، ادھار لی ہوئی چیز بھی اس میں شامل ہے۔

تشریح: امام شافعی اور امام احمد نے بھی اس روایت کو صحیح تسلیم نہیں کیا، یہ روایت اگرچہ فی نفسہ صحیح نہیں ہے لیکن بعض دیگر طرق کی وجہ سے یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔

۸۸۳: وَعَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم " إِذَا أَتَتْكَ رُسُلِي فَأَعْطِهِمْ ثَلَاثِينَ دِرْعاً " قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَعَارِيَةٌ مَضْمُونَةٌ أَوْ عَارِيَةٌ مُؤَدَّاةٌ؟ قَالَ " بَلْ عَارِيَةٌ مُؤَدَّاةٌ " رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَأَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابو داود، كتاب الاجارة، باب في تضمين العارية: ۳۵۶۶، احمد: ۴/۲۲۲، النسائی فی الكبرى: ۳/۴۰۹، الحاكم: ۲/۴۷، ابن حبان: ۴۷۲۰، الاحكام الوسطى: ۶/۲۷۶، بيان الوهم والايهام: ۳/۵۳۳، ۵۳۴

۸۸۳: حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: "میرے قاصد جب تمہارے پاس آئیں تو تم اسے تین زرہیں دے دینا۔" میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا قابل ضمانت عاریتاً، یا قابل واپسی ادھار؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قابل واپسی ادھار۔" (اسے احمد، ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: درعا: دال مکسور اور راء ساکن، لوہے کی قمیص جو جنگ میں بطور دفاع پہنی جاتی ہے۔ عارية مضمونة: قابل ضمانت عاریتاً یعنی ایسی عاریتاً چیز جس کے ضائع ہونے پر قیمت کی ادائیگی لازم ہوتی ہے۔ عارية مؤداة: قابل واپسی عاریتاً چیز یعنی ایسی عاریتاً چیز جس کے ضائع ہونے سے قیمت لازم نہیں ہوتی۔

تشریح: مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں مذکور روایت میں راوی نے بالجزم زرہیں نقل نہیں کیں بلکہ یہ کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تیس اونٹ یا تیس زرہوں کے بارے میں فرمایا۔ ابوداؤد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تیس زرہیں اور تیس اونٹ عاریتاً طلب فرمائے۔

علامہ ناصر الدین البانی نے اس روایت کے مختلف طرق جمع کر کے اس پر مضطرب الاسناد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ لیکن اسے تقویت دینے کیلئے اس کی دو شاہد روایات کا ذکر کیا ہے۔ حافظ عبدالحق نے الاحکام الوسطی میں اس حدیث کو دیگر روایات کے مقابلے میں اصح قرار دیا ہے، امام ابن قطان فرماتے ہیں کہ حافظ عبدالحق نے اس حدیث کی وجہ ترجیح ذکر نہیں کی اور وہ یہ ہے کہ حدیث صفوان بن امیہ پر اس روایت کو ترجیح اس لیے حاصل ہے کہ یہ روایت شریک نے عبدالعزیز بن رفیع سے معنعن نقل کی ہے اور شریک مدلس ہے۔ راقم کے نزدیک یہ وجہ ترجیح درست نہیں کیونکہ یعلیٰ بن امیہ سے مروی روایت بھی قتادہ نے عطاء سے معنعن نقل کی ہے اور قتادہ بھی مدلس ہے۔

فقہی احکام: (۱) حاکم اپنی رعایا سے بوقت ضرورت اشیاء عاریتاً لے سکتا ہے۔ (۲) ہتھیار بھی عاریتاً لیے جا سکتے ہیں۔

۸۸۴: وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم اِسْتَعَارَ مِنْهُ دُرُوعاً يَوْمَ حُنَيْنٍ. فَقَالَ أَغَصْبًا يَا مُحَمَّدُ؟ قَالَ " بَلْ عَارِيَةٌ مَضْمُونَةٌ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوداود، کتاب الاجارة، باب فی تضمین العاریة: ۳۵۶۲، احمد: ۳/ ۴۰۰، النسائی فی الکبری: ۳/ ۴۱۰، الحاکم: ۲/ ۴۷، البیھقی: ۱۱۶۷۰، ۱۱۶۷۲-۱۱۶۷۶، المعجم الاوسط: ۱۶۵۵

۸۸۴: حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے چند زرہیں عاریتاً طلب کیں، اس نے کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ یہ زرہیں غصب کرنا چاہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلکہ یقینی واپسی پر لینا چاہتا ہوں۔" (اسے ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: یہ روایت مختلف طرق سے مروی ہے، نیز اس روایت کو حضرت صفوان بن امیہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم نے بھی نقل کیا ہے۔ المعجم الاوسط للطبرانی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اسی (۸۰) زرہیں طلب کی تھیں، بیہقی میں ہے کہ صفوان سے یہ زرہیں غزوہ حنین میں طلب کی تھیں۔

فقہی احکام: غیر مسلموں سے اسلحہ عاریتاً یا قیمتاً لیا جا سکتا ہے۔

۸۸۵: وَأَخْرَجَ لَهُ شَاهِدًا ضَعِيفًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما.

الحاکم، کتاب البیوع: ۲/۴۷، البیھقی: ۱۱۶۷۰، میزان الاعتدال: ۷۷۴

۸۸۵: امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک ضعیف روایت بطور شاھد نقل کی ہے۔

تشریح: امام حاکم نے زیر مطالعہ حدیث کو صحیح مسلم کی شرائط کے موافق قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ لیکن مؤلف رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ اس روایت کے ضعیف ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس کا ایک راوی اسحاق بن عبدالواحد متروک الحدیث ہے اور خود امام ذہبی نے اسے متروک الحدیث کہا ہے۔

۱۲۔ بَابُ الْغَصْبِ — غصب کا بیان

۸۸۶: عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "مَنِ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا طَوَّقَهُ اللَّهُ إِيَّاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضین: ۳۱۹۸، مسلم: ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، الترمذی: ۱۴۵۱، احمد: ۱/۱۸۸، ۱۸۹، الدارمی: ۲۶۰۶، البیھقی: ۶/۹۸، الطبرانی: ۲۲(۶۹۱ ـ ۶۹۳)، ابن ابی شیبۃ: ۶/ ۲۶۵، ابن حبان: ۵۱۶۱ ـ ۵۱۶۵، المعجم الاوسط: ۲۵۰۵، ۳۰۴۶، ۵۱۴۵، ۶۲۲۲، عبدالرزاق: ۱۹۷۵۵

۸۸۶: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے کسی سے ظالمانہ طریقے سے ایک بالشت زمین چھین لی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساتوں زمینوں سے وہ حصہ اسے بطور طوق پہنائے گا۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: غصب: غین مفتوح اور صاد ساکن، کسی چیز پر ناحق قبضہ کر لینا۔ اقتطع: کسی کی زمین کا کچھ حصہ اپنے قبضہ میں لے لینا۔ شبراً: شین مکسور اور باء ساکن، بالشت۔ طوق: طاء مفتوح اور واؤ مشدد، طوق بنا دے گا۔ ارضین: یہ ارض کی جمع ہے۔

تشریح: حضرت یعلیٰ بن مرۃ رضی اللہ عنہ سے اسی مفہوم کی ایک حدیث قدر تفصیل سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے ظالمانہ طریقے سے ایک بالشت زمین پر قبضہ کر لیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے اس چھینی ہوئی زمین میں گڑھا کھودنے کا حکم دیں گے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور وہ گڑھا کھودتے کھودتے ساتویں زمین تک پہنچ جائے گا، پھر وہ زمین اللہ تعالیٰ اس کے گلے میں ڈال دے گا اور وہ اسی حال میں رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے مابین فیصلہ فرما دیں گے۔اسی مفہوم کی احادیث حضرت عائشہ، حضرت عامر بن سعد، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوطفیل، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

فقہی احکام: (۱) آسمانوں کی طرح زمینیں بھی سات ہیں۔(۲) ظلم خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کا انجام نہایت خوفناک ہے۔(۳) جو شخص زمین کے ظاہری حصہ کا مالک ہے وہی اس کے باطنی حصہ کا بھی مالک ہے۔(۴) جس شخص کی زمین میں معدنیات برآمد ہوں وہ اس کی ملکیت ہیں۔

۸۸۷:وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ خَادِمٍ لَهَا بِقَصْعَةٍ فِيهَا طَعَامٌ، فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ، فَضَمَّهَا ,وَجَعَلَ فِيهَا الطَّعَامَ وَقَالَ "كُلُوا" وَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيحَةَ لِلرَّسُولِ ,وَحَبَسَ الْمَكْسُورَةَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ ,وَسَمَّى الضَّارِبَةَ عَائِشَةَ ,وَزَادَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم "طَعَامٌ بِطَعَامٍ ,وَإِنَاءٌ بِإِنَاءٍ" وَصَحَّحَهُ.

البخاری، کتاب المظالم، باب اذا کسر قصعة او شیاً لغیرہ: ۲۴۸۱، ابوداود: ۳۵۶۷، الترمذی: ۱۳۸۳، النسائی: ۷/۷۰، ابن ماجة: ۲۳۳۴، احمد: ۳/۱۰۵، الدارمی: ۲۵۹۸

۸۸۷:حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی زوجہ محترمہ کے ہاں تشریف فرما تھے، دیگر امہات المؤمنین میں سے کسی ایک محترمہ نے خادم کے ہاتھ ایک کھانے کا پیالہ بھیجا تو اس محترمہ نے اپنا ہاتھ مار کر وہ پیالہ توڑ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیالے کو ٹانکا لگا دیا پھر اس میں وہی کھانا ڈال کر فرمایا: "کھالو" اور کھانا لانے والے خادم کے ہاتھ دوسرا صحیح سالم پیالہ بھیج دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ روک لیا۔(اسے بخاری اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔) اور پیالہ توڑنے والی محترمہ کا نام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتایا ہے اور مزید یہ نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کھانے کے عوض کھانا اور برتن کے عوض برتن ہے۔" (اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **بعض نسائه:** سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، جیسا کہ امام ترمذی نے صراحت کی ہے۔ **احدی امهات المؤمنین:** سے مراد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہیں جیسا کہ علامہ ابن حزم نے ذکر کیا ہے۔ **قصعة:** قاف اور عین مفتوح اور صاد ساکن، کھانے پینے کا لکڑی سے بنا ہوا برتن۔ **طعام:** علامہ ابن حزم نے لیث بن سعد کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ اس پیالے میں حیس تھا، کھجور اور پنیر اور گھی کے باہمی امتزاج سے جو کھانا تیار کیا جاتا ہے اسے حیس کہا جاتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) اگر کسی شخص سے کسی دوسرے شخص کا نقصان ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس نقصان کی تلافی کرے۔(۲) بیویوں میں باہمی رقابت ایک فطری تقاضا ہے، اگر کوئی اس قسم کی غیرت کا مظاہرہ کرتی ہے تو اس کی سزا صرف یہی ہے کہ وہ نقصان پورا کرے۔(۳) جو شخص ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا خواہشمند ہو تو اسے نہایت بردبار ہونا چاہیے۔

۸۸۸:وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ زَرَعَ فِي أَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ ,فَلَيْسَ لَهُ مِنَ الزَّرْعِ شَيْءٌ, وَلَهُ نَفَقَتُهُ" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ ,وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ وَيُقَالُ إِنَّ الْبُخَارِيَّ ضَعَّفَهُ.

ابوداود: کتاب البیوع، باب فی زرع الارض بغیر اذن صاحبها: ۳۴۰۳، الترمذی: ۱۳۹۱، ابن ماجة: ۲۴۶۶، احمد: ۳/۴۶۵، البیهقی: ۶/۱۳۶

۸۸۸:حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے کسی دوسرے شخص کی زمین بلا اجازت کاشت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو وہ اس مقبوضہ زمین کی پیداوار سے مکمل طور پر محروم رہے گا، البتہ وہ اخراجات کا حقدار ہے۔" (اسے احمد اور دیگر چاروں میں سے نسائی نے روایت نہیں کیا۔ اور ترمذی نے اسے حسن کہا ہے، کہا جاتا ہے کہ امام بخاری نے اسے ضعیف کہا ہے۔)

تشریح: صاحب سبل السلام کا کہنا ہے کہ: ان البخاری ضعفه؛ یہ قول امام خطابی نے ذکر کیا ہے جبکہ امام ترمذی نے امام بخاری سے اس روایت کی تحسین نقل کی ہے، البتہ امام ابوزرعہ کا کہنا ہے کہ عطاء بن ابی رباح کا رافع بن خدیج سے سماع ثابت نہیں۔ فی نفسہ اگر یہ روایت ضعیف بھی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ شواہد کی بنا پر اسے تقویت حاصل ہے۔

فقہی احکام: (۱) کسی کی زمین پر بلا اجازت کھیتی باڑی کرنا ممنوع ہے۔ (۲) اگر کوئی ایسا کام کرتا ہے اور زمین کا مالک اسے ناپسند کرتا ہے تو اس صورت میں پیداوار کا مالک زمین دار ہوگا، کاشتکار کو صرف اس کا خرچہ ملے گا۔

۸۸۹: وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي أَرْضٍ ,غَرَسَ أَحَدُهُمَا فِيهَا نَخْلًا ,وَالْأَرْضُ لِلْآخَرِ ,فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْأَرْضِ لِصَاحِبِهَا ,وَأَمَرَ صَاحِبَ النَّخْلِ أَنْ يُخْرِجَ نَخْلَهُ وَقَالَ " لَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

ابوداود، کتاب الخراج و الامارة والفیئ، باب فی احیاء الموات: ۳۰۷۴، الدارقطنی: ۳۵/۳، ۳۶

۸۸۹: حضرت عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے بتایا کہ دو آدمی اپنا قضیہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے دوسرے کی زمین میں کھجور کے درخت لگا دیئے تھے۔ آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ زمین مالک کی ہے اور کھجور کے درخت لگانے والے کو حکم دیا کہ وہ اپنے درخت اکھاڑ لے اور پھر فرمایا: "ظالم رگ کا کوئی معاوضہ نہیں۔" (اسے ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔)

لغوی تحقیق: لعرق: عین مکسور، راء ساکن اور قاف کو تنوین اور بغیر تنوین کے پڑھا گیا ہے، بغیر تنوین کی صورت میں یہ لفظ ظالم کی طرف مضاف ہوگا، اس صورت میں اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ظالم کی محنت ومشقت کا کوئی معاوضہ نہیں۔ لیکن اس قرأت کو امام خطابی نے غلط قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: جو شخص کسی دوسرے کی زمین میں بلا اجازت درخت وغیرہ لگاتا ہے یا ٹیوب ویل نصب کرتا ہے، اسے یہ اختیار دیا جائے گا کہ چاہے وہ اپنا خرچہ لے کر زمین اصل مالک کے حوالے کر دے یا وہ اپنی نصب شدہ چیز اکھاڑ لے۔

۸۹۰: وَآخِرُهُ عِنْدَ أَصْحَابِ السُّنَنِ مِنْ رِوَايَةِ عُرْوَةَ ,عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ. وَاخْتُلِفَ فِي وَصْلِهِ وَإِرْسَالِهِ وَفِي تَعْيِينِ صَحَابِيِّهِ

ابوداود، کتاب الخراج والامارة و الفیئ، باب فی احیاء الموات: ۳۰۷۳، الترمذی: ۱۴۰۷، النسائی فی الکبری: ۴۰۵/۳، احمد: ۳۲۷/۵، مالک: ۷۴۳/۲، البیهقی: ۱۴۲/۶، المعجم الاوسط: ۲۰۵، ۸۲۲۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۷/۱۴، توضیح الاحکام: ۵۹۵/۴

۸۹۰: اس روایت کا آخری حصہ اصحاب السنن نے عروہ عن سعید بن زید کے طریق سے نقل کی ہے اور اس روایت کے موصول یا مرسل ہونے اور صحابی کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔

تشریح: یہ روایت موصول اور مرسل ہر دو طرح سے حضرت عروہ سے منقول ہے۔ امام ترمذی اور امام دارقطنی نے اس کے مرسل ہونے کو راجح کہا ہے۔ اسی طرح یہ کہنا بھی بہت مشکل ہے کہ یہ روایت کس صحابی سے منقول ہے۔ (۱) امام بیہقی، امام دارقطنی اور امام طیالسی نے یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے اور یہ روایت زمعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام طبرانی نے عصام بن رواد کے طریق سے نقل کی ہے اور یہ طریق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عصام کی وجہ سے ضعیف ہے۔(۲) امام ابن ابی شیبہ، امام طبرانی اور امام اسحاق بن راھویہ نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے نقل کی ہے۔ یہ روایت کثیر بن عبداللہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔(۳) عن رجل من الصحابة کے طریق سے امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے روایت کی ہے، یہ محمد بن اسحاق کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔(۴) امام احمد اور امام طبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے نقل کی ہے، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت اسحاق بن یحییٰ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کا ایک راوی مسلم بن خالد زنجی مختلف فیہ ہے۔(۵) حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے بیان کیا ہے۔ یہ حسن بصری کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ تاہم تعدد طرق کی وجہ سے یہ روایت صحیح ہے۔

۸۹۱: وَعَنْ أَبِی بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ فِی خُطْبَتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى " إِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ , كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِی بَلَدِكُمْ هَذَا، فِی شَهْرِكُمْ هَذَا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، كتاب العلم، باب قول النبی ﷺ رب مبلغ......: ٦٧، مسلم: ١٦٧٩، ابن حبان: ٣٨٤٨، احمد: ٥/ ٣٩، الدارمی: ١٩١٦، البیهقی: ٥/ ١٤٠، ابن خزيمة: ٢٩٥٢، المعجم الاوسط: ٨٢، ٩٦٧، ٤١٦٧، ٥٤٨٤

نوٹ: امام بخاری یہ حدیث اپنی صحیح میں گیارہ بار لائے ہیں۔ چند ایک طرق کے علاوہ تمام طرق میں ؛اعراضکم؛ ہے۔

۸۹۱: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے یوم نحر کو منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "تمہارے خون و اموال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا آج کا دن جو تمہارے اس شہر اور مہینے میں حرمت والا ہے۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: دماء کم: یہ اصل میں؛ سفک دماء کم ؛ ہے یعنی تمہارا آپس میں ایک دوسرے کا خون بہانا۔ اموالکم: یہ اصل میں ؛اخذ اموالکم؛ ہے یعنی تمہارا ایک دوسرے کا مال غصب کرنا۔ حرمة: یہ لفظ متعدد معانی کا حامل ہے۔ یہاں اس سے مراد وہ چیز ہے جس کا توڑنا روا نہیں۔ اس کی تقدیس کی وجہ سے اس کا احترام لازم ہے۔

تشریح: حقوق العباد میں سے بڑا گناہ بے گناہ مسلمان کا خون بہانا ہے۔ کیونکہ جس طرح مشرکین کیلئے جہنم میں ہمیشہ رہنے کی وعید ہے، اسی طرح مؤمن آدمی کا عمداً ناحق خون بہانے والے کیلئے وعیدی کلمات ویسے ہی ہیں، البتہ دونوں کی تفسیر میں اہل علم نے فرق کیا ہے، یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت وابصہ بن معبد، حضرت براء، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) مسلمان کے خون و مال اور عزتیں ایک دوسرے کیلئے محترم ہیں۔

(۲) ذوالحجۃ کا مہینہ، یوم النحر اور مکہ مکرمہ تمام مسلمانوں کیلئے مقدس و محترم ہیں لیکن خون مسلم ان سے بھی زیادہ محترم ہے۔

۱۳۔ بَابُ الشُّفْعَةِ — شفعہ کا بیان

۸۹۲: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضی اللہ عنہما قَالَ قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِی كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ , فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ , وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِیِّ وَفِی رِوَايَةِ مُسْلِمٍ "الشُّفْعَةُ فِی كُلِّ شِرْكٍ أَرْضٍ , أَوْ رَبْعٍ , أَوْ حَائِطٍ , لَا يَصْلُحُ أَنْ يَبِيعَ حَتَّى يَعْرِضَ عَلَى شَرِيكِهِ " وَفِی رِوَايَةِ الطَّحَاوِیِّ، قَضَى النَّبِیُّ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِی كُلِّ شَیْءٍ , وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

البخاری، كتاب الشفعة، باب الشفعة فيما لم يقسم: ٢٢٥٧، مسلم: ١٦٠٨، الطحاوی: ٤/ ١٢٠، ابوداود: ٣٥١٣، ٣٥١٤، الترمذی: ١٣٩٥، النسائی: ٧/ ٣٠١، ابن ماجة: ٢٤٩٩، احمد: ٣/ ٢٩٦، البیهقی: ٦/ ١٠٢

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۸۹۲: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اس چیز میں شفعہ کو برقرار رکھا جو تقسیم کے مراحل سے نہ گزری ہو، لیکن جب حدود کا تعین ہو جائے اور راستے الگ الگ میسر آ جائیں تو پھر شفعہ نہیں (بخاری و مسلم) مذکورہ الفاظ بخاری کے نقل کردہ ہیں، مسلم کی روایت میں ہے "شفعہ ہر مشترک چیز میں ہے خواہ وہ زمین ہو یا مکان یا باغ، کسی بھی شریک کیلئے یہ روا نہیں کہ وہ اپنی چیز اپنے ساتھی پر پیش کیے بغیر فروخت کرے۔" طحاوی میں مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ہر چیز میں شفعہ برقرار رکھا۔ اس روایت کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں۔

لغوی تحقیق: **الشفعة:** شین مضموم اور فاء ساکن، اس کے اشتقاق کے بارے میں مختلف قوال ہیں، تاہم یہ **الشفع** سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی جوڑنے کے ہیں۔ شفعہ کرنے والا شفعہ کے ذریعے فروخت شدہ چیز کو اپنی ملکیت کے ساتھ ملا لیتا ہے، اس بنا پر اسے شفعہ سے موسوم کیا گیا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ حصہ ہے جو شریک کے علم میں لائے بغیر قیمت لے کر ایک اجنبی کو منتقل کر دیا گیا ہو، وہ حصہ اسی قیمت میں شریک کی طرف منتقل کر دیا جائے۔ **وقعت الحدود:** یعنی اس کی حدود متعین کر دی جائیں۔ **الحدود:** یہ **حد** کی جمع ہے، حد اس فاصل کا نام ہے جو ایک چیز کو دوسری سے الگ کر دیتی ہے اور یہاں اس سے مراد بعض کی املاک کو بعض سے الگ کرنا ہے۔ **صرفت الطرق:** فعل ماضی مجہول ہونے کی وجہ سے صاد مضموم اور راء مکسور ہے، یعنی زمین وغیرہ کے مابین حد بندی کر کے راستے الگ الگ کر دیئے جائیں۔ **ربع:** راء مفتوح اور باء ساکن، یعنی گھر۔

تشریح: شارع ﷺ نے شریک کو ضرر سے محفوظ رکھنے کے لیے شفعہ کا حق دیا ہے۔ خاص کر مکان اور زمین کے چھوٹے چھوٹے قطعات جن میں تقسیم کا عمل بہت تکلیف دہ ہوتا ہے، اگر کوئی شریک اپنا حصہ اپنے شریک کو بتائے بغیر کسی غیر کو فروخت کر دے تو اس سے بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں بنا بریں اسلام نے شریک کو اولیت دی ہے۔

فقہی احکام: (۱) ایسی مشترک جاگیر میں شفعہ ہے جس کی نہ تو حد بندی کی گئی ہو اور نہ راستے متعارف ہوں۔ (۲) شفعہ کا حق صرف اس شخص کو ہے جو اس جاگیر میں شریک ہے۔ (۳) محض پڑوسی ہونے کے ناطے شفعہ نہیں کر سکتا۔ (۴) شریک کو چاہیے کہ وہ اپنا حصہ فروخت کرنے سے قبل اپنے شریک کو نہ صرف مطلع کرے بلکہ اسے خریدنے کا پورا موقع بھی فراہم کرے۔

۸۹۳: وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "اَلْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ" أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ, وَفِيهِ قِصَّةٌ.

البخاری، کتاب الشفعة، باب عرض الشفعة علی صاحبها قبل البیع: ۲۲۵۸، ابو داود: ۳۵۱۶، النسائی: ۳۲۰/۷، ابن ماجة: ۲۴۹۸، احمد: ۱۰/۶، الدارقطنی: ۲۲۲/۴، ۲۲۳، البیهقی: ۱۰۵/۶، ۱۰۶

تنبیہ: احمد ابراہیم زھوۃ کی تحقیق و تخریج سے شائع ہونے والے بلوغ المرام کے نسخہ میں کتابت کی غلطی سے اس حدیث کو حاکم کی طرف بھی منسوب کر دیا گیا ہے۔ جو کہ درست نہیں۔

۸۹۳: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہمسایہ اپنی قدرت کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے۔"

لغوی تحقیق: **صقبة:** صاد اور قاف مفتوح، علامہ ابن اثیر 'النهایه' میں فرماتے ہیں کہ **الصقب** کے معنی قریبی کے ہیں۔ جس کا گھر قریب ہو اسے صاقب کہا جاتا ہے، اکثر نے 'سقب' بھی پڑھا ہے، جبکہ مصادر میں سقب ہی ہے۔ ابن درید کا کہنا ہے کہ دونوں لغات فصیح ہیں۔

تشریح: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے گھر جو آپ کے احاطے میں ہے وہ آپ مجھ سے خرید لیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ میں انہیں نہیں خریدوں گا۔ حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے کہا، واللہ تمہیں ضرور خریدنے ہوں گے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو چار ہزار سے زیادہ قیمت نہیں دوں گا، خواہ وہ یکمشت لے لیں یا قسطوں میں۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے پانچ سو دینار میں دے دیئے، سنو! اگر میں نے نبی مکرم ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی قرابت کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے تو پھر میں تمہیں چار ہزار میں بھی نہ دیتا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاؤ میں نے تمہیں فقط پانچ سو دینار میں دیئے۔ جو حضرات پڑوسی کو حق شفعہ دیتے ہیں وہ اس حدیث سے بھی استدلال کر لیتے ہیں۔ امام بخاری کا موقف بھی یہی ہے۔ تاہم یہ حدیث بھی مکمل طور پر مذکورہ موقف کی مؤید نہیں، کیونکہ اس میں بہت سے احتمالات ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۸۹۴: وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " جَارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِالدَّارِ " رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَلَهُ عِلَّةٌ

ابن حبان، کتاب الشفعة، باب ذکر خبر او هم من جهل صناعة الحديث ان الجار الملاصق و ان لم يكن شريكاله الشفعة: ۵۱۸۲، الطحاوی: ۱۲۲/۴، النسائی فی الکبریٰ: ۳۶۴/۱۰، احمد: ۱۲/۵، ابو داود: ۳۵۱۷

۸۹۴: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مکان کا ہمسایہ مکان پر زیادہ حق رکھتا ہے۔" (اسے نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے، لیکن اس میں علت ہے۔)

تشریح: جو حضرات پڑوسی کو بھی حق شفعہ کا اختیار دیتے ہیں وہ اس روایت کو بطور حجت نقل کرتے ہیں۔ ان حضرات کا اس روایت سے استدلال دو وجہ سے درست نہیں (۱) یہ روایت حضرت قتادہؒ سے دو طرح منقول ہے، کبھی وہ یہ روایت حسن عن سمرۃ کے طریق سے نقل کرتے ہیں اور کبھی وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ امام دارقطنی کا کہنا ہے کہ دراصل یہ روایت حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کے طریق سے ہی ہے اور اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کرنا عیسیٰ بن یونس کا وہم ہے، تقریباً اسی سے ملتا جلتا قول امام ترمذی کا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ حضرت قتادہؒ نے یہ روایت دونوں سندوں سے بیان کی ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیں کہ یہ روایت قتادہ سے دونوں طرق سے منقول ہے تو اس صورت میں بھی دونوں طرق معلول ہیں۔ ایک طریق قتادہ کے عنعنہ کی وجہ سے اور دوسرا طریق حسن بصری کے عنعنہ کی وجہ سے۔ (۲) یہ روایت فقط یہ ظاہر کرتی ہے کہ پڑوسی اس مکان کو خریدنے کا زیادہ حق دار ہے مگر اس سے یہ ہرگز نہیں ثابت ہوتا کہ پڑوسی کو حق شفعہ بھی حاصل ہے۔

۸۹۵: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " اَلْجَارُ أَحَقُّ بِشُفْعَةِ جَارِهِ, يُنْتَظَرُ بِهَا وَإِنْ كَانَ غَائِبًا إِذَا كَانَ طَرِيقُهُمَا وَاحِدًا " رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَالْأَرْبَعَةُ, وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

ابو داود، کتاب الاجارة، باب فی الشفعة: ۳۵۱۸، الترمذی: ۱۳۹۳، ابن ماجة: ۲۴۹۴، احمد: ۳۰۳/۳، البیهقی: ۱۰۶/۲، النسائی فی الکبریٰ: ۹۵/۶

۸۹۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پڑوسی اپنے پڑوسی کے (مال میں) شفعہ کا زیادہ حقدار ہے، اگر وہ موجود نہ ہو تو اس کا انتظار کیا جائے بشرطیکہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔" (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔)

تشریح: اس حدیث سے واضح ہوا کہ پڑوسی کو حق شفعہ فقط اس صورت میں حاصل ہے، جب دونوں کا راستہ ایک ہو۔ اگر راستے الگ الگ ہوں تو پھر پڑوسی کو حق شفعہ حاصل نہیں۔ (۲) جس شخص کو حق شفعہ حاصل ہے، اس کی عدم موجودگی میں اس کا انتظار کیا جائے گا، خواہ اسکی غیر حاضری کتنی ہو طویل کیوں نہ ہو۔

۸۹۶: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما, عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " اَلشُّفْعَةُ كَحَلِّ الْعِقَالِ " رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ وَالْبَزَّارُ, وَزَادَ " وَلَا شُفْعَةَ لِغَائِبٍ " وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ.

ابن ماجة، ابواب الشفعة، باب طلب الشفعة: ۲۵۰۰، ۲۵۰۱، التلخیص: ۵۶/۳

تنبیہ: مؤلف رحمہ اللہ نے بلوغ المرام میں اس روایت کو فقط ضعیف کہا ہے۔ جبکہ تلخیص میں ضعیف جداً کہا ہے اور یہی حکم صائب ہے۔

۸۹۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "شفعہ رسی کھولنے کی مثل ہے۔" (اسے ابن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماجہ اور البزار نے روایت کیا ہے اور البزار نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ "غیر حاضر شخص کو حق شفعہ حاصل نہیں۔"اس کی سند ضعیف ہے۔)

لغوی تحقیق: کحل: کاف حرف تشبیہ ہے، حاء مفتوح اور لام مشدد ہے۔ یہ مضبوط باندھنے کی ضد ہے، یعنی کھولنا۔ **العقال**: عین مکسور، اس سے مراد وہ رسی ہے جس سے اونٹ کا گھٹنا باندھا جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ حق شفعہ فی الفور حاصل ہے، تاخیر کی صورت میں یہ حق زائل ہو جاتا ہے، لیکن یہ روایت محمد بن عبدالرحمان بیلمانی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

۱۴۔ بَابُ الْقِرَاضِ مضاربت کا بیان

۸۹۷: عَنْ صُهَيْبٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " ثَلَاثٌ فِيهِنَّ الْبَرَكَةُ الْبَيْعُ إِلَى أَجَلٍ، وَالْمُقَارَضَةُ، وَخَلْطُ الْبُرِّ بِالشَّعِيرِ لِلْبَيْتِ, لَا لِلْبَيْعِ " رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ.

ابن ماجة، ابواب التجارة، باب الشركة والمضاربة: ۲۲۸۹

۸۹۷: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" تین کاموں میں برکت ہے، متعین مدت پر بیع کرنا، مضاربت کرنا، گھریلو استعمال کیلئے گندم اور جو کا ملاپ کرنا، لیکن فروخت کیلئے نہیں۔" (اسے ابن ماجہ نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: القراض: قاف مکسور اور راء مفتوح، یہ قرض سے ماخوذ ہے، اس کے لغوی معنی کاٹنا، اور شرعی اصطلاح میں اپنے سرمایہ میں سے کچھ حصہ کسی کو تجارت کیلئے دینا اور طے شدہ شرائط کے مطابق منافع تقسیم کرنا۔ مضاربت میں اگر خسارہ ہو جائے تو پھر صاحب مال کا مال ضائع ہوا اور دوسرے فریق کی محنت ضائع ہوئی۔ مضاربت کا جواز چاروں ادلہ شریعہ سے ثابت ہے۔ امام صنعانی فرماتے ہیں کہ مضاربت قبل از اسلام رائج تھی اور اسلام نے بھی اسے جاری رکھا۔

تشریح: مضاربت میں کاروبار کرنے والا جمیع تصرفات میں امین ہوتا ہے، خرید و فروخت سے متعلق اس کی فراہم کردہ معلومات پر یقین کیا جاتا ہے، ہاں البتہ اگر قرائن سے یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے بددیانتی کا ارتکاب کیا ہے جس کی وجہ صاحب مال کو اپنے مال سے ہاتھ دھونے پڑے ہیں تو اس صورت میں اس سے نقصان پورا کیا جائے گا۔ مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کی سند کو اس لیے ضعیف قرار دیا ہے کہ اس سند کے تین راوی یعنی صالح بن صہیب، عبدالرحیم بن داؤد اور نصر بن قاسم مجہول ہیں۔

۸۹۸: وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ يَشْتَرِطُ عَلَى الرَّجُلِ إِذَا أَعْطَاهُ مَالًا مُقَارَضَةً أَنْ لَا تَجْعَلَ مَالِي فِي كَبِدٍ رَطْبَةٍ, وَلَا تَحْمِلَهُ فِي بَحْرٍ, وَلَا تَنْزِلَ بِهِ فِي بَطْنِ مَسِيلٍ فَإِنْ فَعَلْتَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَدْ ضَمِنْتَ مَالِي. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ

الدارقطني: ۶۳/۳، البيهقي: ۱۱۸۱۴، ۱۱۸۱۵

۸۹۸: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جب کسی شخص کو مضاربت پر سرمایہ دیتے تو اس پر یہ شرط کر لیتے کہ میرے سرمایہ سے حیوانات کی تجارت نہیں کرو گے، نہ بحری سفر میں اسے اپنے پاس رکھو گے اور نہ سیلاب زدہ علاقوں میں اسے لیکر جاؤ گے، اگر تم نے ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا تو پھر میرے راس المال کے تم ذمہ دار ہو گے۔ (اسے دارقطنی نے روایت کیا اور اس کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: کبد: کاف مفتوح اور باء مکسور، اس کے لفظی معنی جگر کے ہیں۔ **الرطبة**: ملائم، یہاں اس سے مراد حیوانات ہیں۔ **بطن مسیل**: باء مفتوح اور طاء ساکن، نشیبی علاقے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: امام بیہقی نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے، اس میں صراحتاً لفظ "حیوان" مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی جب اپنا سرمایا کسی شخص کو سرمایہ کاری کیلئے دیتے تو اس سے شرط کر لیتے کہ تم میرا سرمایہ لیکر نہ تو بحری سفر کرو گے نہ نشیبی علاقوں میں جاؤ گے اور نہ اس سرمایہ سے کوئی جانور خریدو گے، اگر تم نے ان شرائط کی خلاف ورزی کی اور سرمایہ ڈوب گیا تو تم ضامن ہو گے۔ ان شرائط سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کر کے آپ ﷺ سے یہ شرائط عائد کرنے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ یہ روایت ضعیف ہے، کیونکہ امام بیہقی نے یہ روایت نقل کر کے اس روایت کے ایک راوی ابوالجارود پر امام یحییٰ بن معین کی سخت جرح نقل کی ہے۔

فقہی احکام: (۱) سرمایہ دار سرمایہ دیتے وقت منافع کا تناسب اور کاروبار کی نوعیت سے متعلق ایسی شرائط عائد کر سکتا ہے، جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہ ہوں۔ (۲) کاروبار کرنے والا اگر طے شدہ شرائط سے انحراف کرتا ہے اور اس کی وجہ سے کاروبار میں نقصان ہو جاتا ہے تو اس صورت میں سارا نقصان کاروبار کرنے والا پورا کرے گا۔

۸۹۹: وَقَالَ مَالِكٌ فِي اَلْمُوَطَّأِ عَنِ اَلْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ اَلرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ عَمِلَ فِي مَالٍ لِعُثْمَانَ عَلَى أَنَّ اَلرِّبْحَ بَيْنَهُمَا، وَهُوَ مَوْقُوفٌ صَحِيحٌ.

مؤطا امام مالک: ۲/۶۸۸، البیھقی، کتاب القرائض: ۱۱۸۰۹، ۱۱۸۱۰

۸۹۹: امام مالک نے مؤطا میں علاء بن عبدالرحمٰن بن یعقوب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے کہ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سرمایہ سے اس شرط پر کاروبار کیا تھا کہ منافع دونوں کے مابین تقسیم ہوگا۔ (یہ روایت موقوف صحیح ہے۔)

تشریح: امام بیہقی امام مالک کے طریق سے ایک طویل روایت لائے ہیں اس میں نفع کا تناسب نصف نصف مذکور ہے۔

۱۵۔ بَابُ الْمُسَاقَاةِ وَ الْاِجَارَةِ — زمین کو پانی دینے اور ٹھیکہ پر دینے کا بیان

۹۰۰: عَنِ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ ,أَوْ زَرْعٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا ، فَسَأَلُوا أَنْ يُقِرَّهُمْ بِهَا عَلَى أَنْ يَكْفُوا عَمَلَهَا وَلَهُمْ نِصْفُ اَلثَّمَرِ ,فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا " فَقَرُّوا بِهَا ,حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ. وَلِمُسْلِمٍ ، أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ دَفَعَ إِلَى يَهُودِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَأَرْضَهَا عَلَى أَنْ يَعْتَمِلُوهَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ,وَلَهُ شَطْرُ ثَمَرِهَا.

صحیح بخاری، کتاب الحرث والمزارعة، باب اذا لم یشترط السنین فی المزارعة: ۲۳۲۹، مسلم: ۱۵۵۱، ابوداود: ۳۴۰۸، الترمذی: ۱۴۱۴، النسائی: ۷/۵۳، ابن ماجة: ۲۴۶۷، احمدؒ: ۲/۱۷، ۲۲، الدارمی: ۲۶۱۴، ابن حبان: ۵۱۹۹، البیھقی: ۶/۱۱۴

۹۰۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر والوں سے یہ معاہدہ کیا کہ زرعی اجناس اور پھلوں کی پیداوار کو نصف تقسیم کریں گے۔ (بخاری و مسلم) صحیحین ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ خود اہل خیبر نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ ﷺ انہیں خیبر کی زمینوں پر قابض رہنے دیں اس شرط پر کہ وہ زمین میں کھیتی باڑی کریں گے اور نصف پیداوار انہیں ملے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہم جب تک چاہیں گے تمہیں اس شرط پر یہاں قابض رہنے دیں گے۔" چنانچہ وہ قابض رہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں خیبر سے بے دخل کر دیا۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو خیبر کی زمین اور اس کے نخلستان اس شرط پر دیئے تھے کہ وہ اپنے اموال سے اس پر محنت کریں گے اور انہیں پیداوار کا نصف ملے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق: **المساقاة**: اس کے لغوی معنی پانی دینا ہے، لیکن یہاں اس سے مراد نخلستان کو کسی دوسرے شخص کے حوالے اس شرط پر کرنا کہ وہ اسے پانی دے گا اور باغ کی مکمل طور پر دیکھ بھال کرے گا۔ اس کی اس محنت کے عوض اسے باغ کی پیداوار میں سے طے شدہ حصہ ملے گا۔ اس وقت جزیرہ العرب میں آب پاشی نہایت مشکل کام تھا، بنابریں باغ کی مکمل دیکھ بھال کو اس کے اہم جز سے موسوم کر دیا گیا۔ **الاجارة**: مصدر ہونے کی وجہ سے ہمزہ مکسور ہے، اور یہاں اس سے مراد محنت کا معاوضہ ہے۔ ثواب کو بھی اسی مناسبت سے اجر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد طے شدہ جائز منافع ہے جو جائز محنت کے عوض دیا جاتا ہے۔ **شطر**: شین مفتوح اور طاء ساکن۔ یہ لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے، یہاں بمعنی نصف ہے۔ **ثمر**: اس کے لغوی معنی پھل کے ہیں اور یہاں اس سے مراد کھجوریں ہیں۔ **ان یقرھم**: ان کی سکونت برقرار رکھی جائے۔ **اجلاھم**: انہیں جلاوطن کر دیا۔

فقہی احکام: (۱) زمین اور باغات بٹائی پر دیئے جاسکتے ہیں۔ (۲) زمین دار اور کاشتکار یا عامل کے مابین جو معاہدہ طے ہو جائے اس کی پاسداری دونوں پر لازم ہے۔ (۳) پیداوار کی تقسیم کا تناسب جو بھی باہمی رضامندی سے طے پا جائے وہ درست ہے، نصف نصف ضروری نہیں۔ (۴) غیر مسلم کو بھی زمین یا باغات بٹائی پر دیئے جاسکتے ہیں، ان سے تجارت کی جاسکتی ہے اور انہیں مزدور بھی رکھا جاسکتا ہے۔

۹۰۱: وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ رضی اللہ عنہ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ؟ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ, إِنَّمَا كَانَ النَّاسُ يُؤَاجِرُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى الْمَاذِيَانَاتِ, وَأَقْبَالِ الْجَدَاوِلِ, وَأَشْيَاءَ مِنَ الزَّرْعِ, فَيَهْلِكُ هَذَا وَيَسْلَمُ هَذَا, وَيَسْلَمُ هَذَا وَيَهْلِكُ هَذَا, وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّاسِ كِرَاءٌ إِلَّا هَذَا, فَلِذَلِكَ زَجَرَ عَنْهُ, فَأَمَّا شَيْءٌ مَعْلُومٌ مَضْمُونٌ فَلَا بَأْسَ بِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيهِ بَيَانٌ لِمَا أُجْمِلَ فِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ مِنْ إِطْلَاقِ النَّهْيِ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ.

مسلم، کتاب البیوع، باب کراء الارض بالذھب و الورق: ۱۱۶ /۱۵۴۷، البخاری: ۲۳۳۹، ۲۳۴۶، النسائی: ۷ /۴۴، ابن ماجۃ: ۲۴۶۰، المعجم الاوسط: ۳۱۱، ۲۴۸۶، ۷۸۲۱، ۲۱۳۴، ۸۳۷۱، ابن حبان: ۵۱۹۰، ۵۱۹۶، ابوداود: ۳۳۹۲

۹۰۱: حضرت حنظلہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ سونے اور چاندی کے عوض زمین ٹھیکے پر دی جاسکتی ہے؟ انہوں نے فرمایا، اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد طیبہ میں لوگ اپنی زمین اس شرط پر دے دیا کرتے تھے کہ جو کچھ پانی کی نالیوں اور نالیوں کے روبرو پیدا ہو گا وہ اور کچھ حصہ مزید میں لے لوں گا، کبھی وہ حصہ برباد ہو جاتا اور دوسرا محفوظ رہتا، کبھی یہ محفوظ رہتا اور دوسرا تباہ ہو جاتا اور لوگوں کو ٹھیکہ اسی صورت میں ملتا تھا، بنابریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا، لیکن اگر کوئی طے شدہ چیز متعین ہو تو پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (مسلم) اور اس میں اس کا بھی بیان ہے جسے شیخین نے اجمالاً نقل کیا ہے کہ زمین ٹھیکے پر مت دیا کرو۔

تشریح: زمین کو ٹھیکے پر دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں جواز اور عدم جواز کے فرامین منقول ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ممانعت کی روایات نقل کرتے ہیں، جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم جواز کی احادیث نقل کرتے ہیں۔ بنابریں فقہا اور محدثین کے مابین جواز اور عدم جواز کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، جو محدثین و فقہا عدم جواز کے قائل ہیں، اس کے پیروکار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ غیر مسلم مفتوحین کو کچھ مدت کیلئے زمین یا باغات ٹھیکے پر دے سکتے ہیں، مگر مسلمان ایک دوسرے کو نہیں دے سکتے، ان کی یہ توجیہ درست نہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم کے بیانات اس اختلاف کو ختم کرنے کیلئے قول فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ مبہم اور غیر واضح معاہدہ کرتے تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرما دی، اگر معاہدہ میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

پیداوار کی تقسیم کا تناسب یا کرایہ متعین ہو تو پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس سے مطلق منع نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ بغیر کرایہ کے دینا بہتر ہے۔

فقہی احکام: (۱) زمین بٹائی پر دیتے وقت زمین کے بعض قطعات کی پیداوار اپنے لئے مخصوص کر لینا درست نہیں۔ (۲) اگر زمین ضرورت سے زائد ہو تو پھر کسی ضرورت مند کو بغیر ٹھیکے کے دینا بہتر ہے۔

۹۰۲: وَعَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَارَعَةِ وَأَمَرَ بِالْمُؤَاجَرَةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ أَيْضًا.

صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب فی المزارعة والمواجر: ۱۱۹/ ۱۵۴۹، ابن حبان: ۵۱۸۸، احمد: ۳۳/۴، الدارمی: ۲ /۲۷۰، البیهقی: ۱۲۸/۶، الطبرانی: ۱۳۴۲، الطحاوی: ۱۰۶/۴

۹۰۲: حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بٹائی پر زمین دینے کی ممانعت اور ٹھیکے پر دینے کی اجازت فرمائی۔ (یہ روایت بھی مسلم نے بیان کی ہے۔)

لغوی تحقیق: المؤاجرة: زمین کو ٹھیکے پر دینا۔

تشریح: یہ روایت سابقہ روایت کے بظاہر معارض ہے، لیکن ان دونوں روایات میں مطابقت کی شکل موجود ہے جو کہ سابقہ حدیث کی تشریح میں نقل کر دی گئی ہے۔

۹۰۳: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ قَالَ احْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَعْطَى الَّذِي حَجَمَهُ أَجْرَهُ وَلَوْ كَانَ حَرَاماً لَمْ يُعْطِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

البخاری، کتاب البیوع، باب ذکر الحجام: ۲۱۰۳، کتاب الاجارة، باب خراج الحجام: ۲۲۷۹، ۲۲۸۰، مسلم: ۱۲۰۲، ابوداود: ۳۴۲۳، ابن ماجة: ۲۱۶۲، احمد: ۲۴۱/۱، ابن حبان: ۳۵۳۶

۹۰۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی اور سینگی لگانے والے کو اس کی اجرت عطاء فرمائی، اور اگر اس کی اجرت حرام ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اسے عطا نہ فرماتے۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: اعطی: یہ فعل دو مفعول کی طرف متعدی ہے، پہلا مفعول "حجمه" اور دوسرا مفعول "اجره" ہے۔ الحجامة: یہ حجم سے ماخوذ ہے، اس کے لفظی معنی چوسنے کے ہیں۔ اصطلاح فقہاء میں گردن یا جسم کے کسی دوسرے حصہ سے چوس کر خون نکالنے کے عمل کو حجامہ کہتے ہیں

تشریح: اس طرح کی ایک روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ابو طیبہ کو طلب فرمایا، اس نے آپ ﷺ کو سینگی لگائی، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے خراج میں سے ایک صاع کم کر دیا جائے۔ اس طرح ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

فقہی احکام: (۱) سینگی لگوانا جائز ہے۔ (۲) سینگی لگانے والے کو اجرت دی جا سکتی ہے۔

۹۰۴: وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " كَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم ثمن الکلب وحلوان الکاهن و مهر البغی: ۱۵۶۸، ابوداود: ۳۴۲۱، الترمذی: ۱۲۹۸، النسائی: ۱۹۰/۸، احمد: ۴۶۴/۳

۹۰۴: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سینگی لگانے والے کی کمائی گھٹیا ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: خبیث: یہ عموماً طیب کی ضد کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اس لئے اس کا اطلاق حرام پر بھی ہوتا ہے، اور کبھی یہ گھٹیا چیز کیلئے بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استعمال ہوتا ہے جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۶۷ میں ارشاد باری تعالیٰ ﴿ ولا تیمموا الخبیث منه تنفقون ﴾ ظاہر ہے کہ یہاں خبیث سے مراد گھٹیا ہے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے سینگی لگانے والے کو اجرت عطا فرمائی تھی۔ ظاہر ہے کہ اگر اس عمل کا معاوضہ حرام ہوتا تو پھر آپ ﷺ کیوں عطا فرماتے۔ لہٰذا ان احادیث کی روشنی میں یہی کہا جائے گا کہ اس حدیث میں مذکور لفظ خبیث سے مراد حرام نہیں بلکہ گھٹیا چیز ہے۔ بعینہ اسی طرح آپ ﷺ نے پیاز اور لہسن کو بھی اسی لفظ سے موسوم کیا ہے جبکہ ان دونوں چیزوں کے حلال ہونے پر کسی کو کلام نہیں۔

۹۰۵: وَعَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "قَالَ اَللّٰهُ عزوجل ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطٰى بِی ثُمَّ غَدَرَ, وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا ,فَأَكَلَ ثَمَنَهُ, وَرَجُلٌ اِسْتَأْجَرَ أَجِيرًا ,فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ ,وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

البخاری، کتاب البیوع، باب اثم من باع حراً: ۲۲۲۷، احمد: ۳۵۸/۲، البیهقی: ۱۲۱/۶، ابن حبان: ۷۳۳۹، ابن ماجة: ۲۴۴۲

تنبیہ: یہ حدیث مسلم میں نہیں ہے۔

۹۰۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قیامت کے روز تین قسم کے آدمیوں کے خلاف میں مدعی ہوں گا، ایک وہ شخص جس نے میری ضمانت دیکر بدعہدی کی، دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو فروخت کر دیا اور اس کی قیمت ہڑپ کر گیا، تیسرا وہ شخص جس نے مزدور سے کام تو پورا لیا مگر اسے اجرت پوری نہ دی۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: خصم: کسی سے جھگڑا کر کے اسے مغلوب کر دینا۔ اعطی بی: کسی کو یقین دلانے کیلئے میرے نام کی قسم کھائی یا میرے نام پر کسی کو امان دی۔ غدر: بدعہدی کی۔ حراً: حاء مضموم اور راء مشدد، آزاد انسان۔

تشریح: اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فقط تین قسم کے انسانوں کے خلاف ہی اللہ تعالیٰ مدعی ہوگا، اللہ تعالیٰ تو قیامت کے روز تمام ظالموں کے خلاف مدعی ہوگا، خواہ ان کا ظلم کسی بھی نوعیت کا ہو۔ زیر مطالعہ حدیث پاک میں تین قسم کے اشخاص کا ذکر فقط ان کے جرائم کو نہایت قبیح ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ نیز اس کی قیمت کھا جانے کی قید اتفاقی ہے یعنی اس رقم کو وہ کسی بھی کام میں استعمال کرے اس کی سزا یہی ہے۔

فقہی احکام: (۱) اللہ تعالیٰ کے نام کا حلف دینا درست ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے نام کے حلف کی پاسداری اشد ضروری ہے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے نام کے حلف کو توڑنا بدترین جرم ہے (۴) کسی آزاد مرد یا عورت کو فروخت کرنا حرام ہے۔ (۵) مزدور کو اس کے کام کی مناسبت سے اجرت دینا لازم ہے۔

۹۰۶: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ " إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اَللّٰهِ " أَخْرَجَهُ اَلْبُخَارِیُّ.

البخاری، کتاب الطب، باب الشروط فی الرقیة بفاتحة الکتاب: ۵۷۳۷، الدارقطنی: ۶۵/۳، البیهقی: ۱۲۴/۶، ابن حبان: ۵۱۴۶، البغوی: ۲۱۸۷

۹۰۶: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بلا شبہ جن چیزوں کی تم اجرت لیتے ہو، ان میں سے سب سے زیادہ اہم اجرت کتاب اللہ سے متعلق ہے۔"

فقہی احکام: (۱) قرآنی تعلیم کو عام کرنے کیلئے تعلیم قرآن کی اجرت لینا جائز ہے (۲) مؤذن امام اور مدرس بھی بقدر کفالت تنخواہ لے سکتے ہیں (۳) بہتر یہ ہے کہ مؤذن امام اور مدرس کی تنخواہ بیت المال سے ادا کی جائے اگر بیت المال کا نظام موجود ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۰۷: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم " أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ " رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ.

ابن ماجة، ابواب الرهون، باب اجر الاجراء: ۲۴۴۳

تنبیہ: صاحب سبل السلام نے اس روایت کو شرقی بن قطامی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ فاضل مؤلف رحمۃ اللہ علیہ سے یہاں تسامح ہوا ہے کیونکہ حدیث ابن عمر کی سند میں اس نام کا کوئی راوی نہیں، تاہم اس نام کا راوی حدیث جابر میں ہے۔

۹۰۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مزدور کی اجرت اس کا پسینا خشک ہونے سے پہلے دو۔" (ابن ماجہ)

لغوی تحقیق: عرق: عین اور راء مفتوح، پسینا۔

تشریح: اس روایت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مزدور کا پسینا خشک ہونے سے قبل اس کو اجرت دینا لازم ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ مزدور کو اس کی محنت کے موافق اور وقت مقرر پر اجرت ادا کردی جائے۔ امام ابن ماجہ نے یہ روایت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے نقل کی ہے۔ زید بن اسلم قد آور ثقہ عالم تھے مگر ان کے تینوں صاحبزادے عبداللہ، عبدالرحمٰن اور اسامہ ضعیف تھے۔ زیر مطالعہ روایت بھی چونکہ ان سے ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں، اس لئے فی نفسہٖ یہ روایت ضعیف ہے، تاہم اسے دیگر طرق سے تقویت حاصل ہے۔

فقہی احکام: (۱) مزدور کو اس کی محنت کے موافق اور وقت مقرر پر اجرت دینی چاہیے۔ (۲) اچھے کام کی رغبت دلانے کیلئے بات میں مناسب مبالغہ کیا جاسکتا ہے۔ (۳) اجرت دینے میں بلاوجہ تاخیر کرنا ظلم ہے۔

۹۰۸: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عِنْدَ أَبِي يَعْلَى وَالْبَيْهَقِيِّ.

البيهقى، كتاب الاجارة، باب لا تجوز الاجارة حتى تكون معلومة و تكون الاجرة معلومة: ۱۱۸۵۷، باب اثم من منع الاجير اجره: ۱۱۸۶۴، ابويعلىٰ: ۶۶۸۲

۹۰۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اسی مفہوم کی روایت امام ابویعلیٰ اور امام بیہقی نے بیان کی ہے۔

تشریح: امام بیہقی نے اس روایت کو تین طرق سے نقل کیا ہے مگر انہوں نے ضعیف ہونے کا حکم فقط ایک طریق پر لگایا ہے۔

۹۰۹: وَجَابِرٍ رضی اللہ عنہ عِنْدَ الطَّبْرَانِيِّ، وَكُلُّهَا ضِعَافٌ.

المعجم الصغير: ۱/۲۰

۹۰۹: اور طبرانی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ تمام روایات ضعیف ہیں۔

تشریح: یہ روایت شرقی بن قطامی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مذکورہ تینوں روایات اگرچہ فرداً فرداً ضعیف ہے تاہم ان کا ضعف شدید نہیں، اس لئے یہ تینوں ایک دوسری کی مؤید ہونے کی وجہ سے حسن کا درجہ رکھتی ہیں۔

۹۱۰: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيراً، فَلْيُسَمِّ لَهُ أُجْرَتَهُ " رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَفِيهِ انْقِطَاعٌ، وَوَصَلَهُ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ طَرِيقِ أَبِي حَنِيفَةَ.

عبدالرزاق، كتاب البيوع ابواب المساقاة، باب الرجل يقول بع هذا بكذا ......: ۱۵۰۲۴، البيهقى: ۶/۱۲۰، المراسيل لابى داؤد: ۱۸۱

تنبیہ: امام بیہقی نے امام ابوحنیفہ کے طریق سے حدیث ابی سعید کو موصولاً نقل نہیں کیا بلکہ حدیث ابی ہریرہ کو موصولاً نقل کیا ہے (۲) ابراہیم یہ روایت کبھی حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مرفوع نقل کرتے ہیں اور کبھی ان سے موقوف نقل کرتے ہیں اور کبھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مرفوع نقل کرتے ہیں۔

۹۱۰: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص کسی مزدور کو کام پر لگائے تو اسے مزدور سے اجرت طے کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لینی چاہیے۔" (اسے عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اس کی سند میں انقطاع ہے اور امام بیہقی نے یہ روایت امام ابوحنیفہ کے طریق سے موصولاً بیان کی ہے۔)

لغوی تحقیق: بلوغ المرام کے اکثر نسخوں میں "فلیسم" ہے یعنی اجرت متعین کرے۔اس مفہوم کی تائید بیہقی کے نقل کردہ اس طریق سے بھی ہوتی ہے جس کی طرف مؤلف رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے کیونکہ اس طریق میں؛حتی بین له اجره ؛ ہے اور دوسرے طریق میں؛فلیعلمه اجره ؛ ہے اور عبدالرزاق میں بھی یہی لفظ ہے اور بلوغ المرام کے بعض نسخوں میں؛فلیتم؛ بھی ہے۔اس کا معنی ہے،وہ مزدور کو پوری اجرت دے،لیکن اس لفظ سے یہ روایت مذکورہ مصادر میں نہیں ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ نے امام عبدالرزاق کے نقل کردہ طریق کو منقطع اس لئے کہا ہے کہ ابراہیم نخعی یہ روایت حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں جبکہ ابراہیم اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے مابین انقطاع ہے،جیسا کہ امام بیہقی اس طریق کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ؛وھو مرسل بین ابراھیم و ابی سعید؛۔

فقہی احکام: مزدور سے اجرت طے کرکے اسے کام پر لگانا چاہیے۔

۱۶۔ بَابُ أَحْيَاءِ الْمَوَاتِ — بے آباد زمین کو آباد کرنے کا بیان

۹۱۱: عَنْ عُرْوَةَ ,عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " مَنْ عَمَّرَ أَرْضاً لَيْسَتْ لِأَحَدٍ ,فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا " قَالَ عُرْوَةُ وَقَضَى بِهِ عُمَرُ فِي خِلَافَتِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الحرث و المزارعة، باب من احیا ارضاموانا: ۲۳۳۵، احمد: ۶/ ۱۲۰، البیهقی: ۶/ ۱۴۱، ابن الجارود: ۱۰۱۴، ابن حبان: ۵۲۰۲ - ۵۲۰۴، المعجم الاوسط: ۴۷۷۶

۹۱۱: حضرت عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس شخص نے لاوارث غیر آباد زمین کو آباد کیا وہی اس زمین کا حقدار ہے۔حضرت عروہ کا کہنا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ فرماتے رہے۔(بخاری)

لغوی تحقیق: الموات:میم مفتوح اور واؤ مخففہ،ایسی چیز جس میں جوہر حیات نہ ہو،یہاں اس سے مراد ایسی زمین ہے جو بے آباد اور لاوارث ہو۔عمر:عین مفتوح اور میم کو مشدد اور مخفف ہر دو طرح پڑھنا درست ہے،آباد کیا۔

تشریح: غیر آباد زمین کو عدم منفعت کی وجہ سے مردہ کہا گیا ہے،یعنی ایسی زمین جس کا کوئی مالک نہ ہو اس میں کھیتی باڑی اور مکان وغیرہ بھی تعمیر نہ ہو اور نہ اس میں راستے بنائے گئے ہوں اور نہ کسی نے اس کی آب پاشی کا بندوبست کیا ہو،ایسی زمین کو جو شخص بھی سب سے پہلے آباد کرلے وہ اسی کی ملکیت ہوگی۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جو بے آباد زمین کو آباد کرے تو اس کیلئے اجر ہے۔"

فقہی احکام: (۱) غیر آباد زمین کو آباد کرنا پسندیدہ عمل ہے۔(۲) لاوارث غیر آباد زمین کو جو بھی آباد کرنے کی کوشش کا آغاز کرے گا،وہ اسی کی ملکیت ہوگی خواہ وہ کافر بھی کیوں نہ ہو۔(۳) بے آباد زمین کو آباد کئے بغیر اس پر قبضہ کرکے اسے فروخت کرنا جائز نہیں۔(۴) ایسی بے آباد جو حکومت کی منصوبہ بندی میں شامل ہو اس پر قبضہ کرنا بھی جائز نہیں۔

۹۱۲: وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " مَنْ أَحْيَا أَرْضاً مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ " رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ ,وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ رُوِيَ مُرْسَلاً وَهُوَ كَمَا قَالَ ,وَاخْتُلِفَ فِي صَحَابِيِّهِ ,فَقِيلَ جَابِرٌ ,وَقِيلَ عَائِشَةُ ,وَقِيلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو ,وَالرَّاجِحُ الْأَوَّلُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوداود، کتاب الخراج والامارة و الفئ، باب في احياء الموات : ٣٠٧٣، الترمذی: ١٤٠٧، ابن حبان: ٥٢٠٢، ٥٢٠٥، احمد: ٣٦٣/٣، البیهقی: ١٤١/٦، ١٤٢، المعجم الاوسط: ٦٠٥، ٤١١٤، ٤٧٧٦، ٩٤٣٥، ٧٢٦٢، ٨٢٢٤

تنبیہ: بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں اس روایت کو نقل کرنے والے صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نام درج کیا گیا ہے جبکہ فتح الباری میں عبداللہ بن عمرو کا نام درج ہے۔ راقم کے نزدیک یہی درست ہے کیونکہ امام طبرانی نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی سے نقل کی ہے۔ نیز اس روایت کو نسائی کی طرف منسوب کرنا مؤلف کا تسامح ہے۔

٩١٢: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے بے آباد زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہے۔" اسے تینوں نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن کہا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ مرسل بھی مروی ہے۔ جیسا انہوں نے کہا ہے ویسا ہی ہے۔ اس روایت کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ یہ کس صحابی سے مروی ہے؟ کسی نے جابر رضی اللہ عنہ سے، کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے، لیکن راجح یہی ہے کہ یہ روایت حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

تشریح: امام ابن حبان نے یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے چار طرق سے مرفوع نقل کی ہے، دو طرق عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن رافع بن خدیج کے توسط سے، ایک طریق ابوزبیر اور ایک طریق وہب بن کیسان کے توسط سے نقل کیا ہے۔ امام احمد نے ابوبکر بن محمد کے توسط سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع نقل کی ہے، لیکن یہ طریق لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام بیہقی نے عروۃ کے توسط سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو طرق سے مرفوع نقل کی ہے، اور تین طرق سے عروۃ سے مرسل نقل کی ہے۔ امام طبرانی نے حضرت عائشہ، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم اور حضرت مروان بن حکم سے مرفوع نقل کی ہے۔ امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع نقل کی ہے لیکن یہ طریق امام حسن بصری کے حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے عدم سماع کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز یہ روایت حضرت عبادہ اور حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ مزید تفصیل حدیث رقم ٨٩٠ کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیں۔

٩١٣: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ رضی اللہ عنہ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ "لَا حِمَى إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

البخاری، کتاب المساقاة، باب لاحمی الالله و لرسوله: ٢٣٧٠، ابوداود: ٣٠٨٣، احمد: ٣٧/٤، ٣٨، ابن الجارود: ٤٣٦، البیهقی: ٧٨/٥، ١٢٦/٦، ٥٩/٧، ابن حبان: ١٣٦، ١٣٧، ٤١٨٤، ٤٦٨٥، ٤٧٨٧، المعجم الاوسط: ٤٦٦٦

٩١٣: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت مصعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ اور رسول کے علاوہ کسی اور کو اپنے لئے چراگاہ مخصوص کرنے کا حق نہیں۔" (بخاری)

تشریح: یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کی ہے اور اس حدیث سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ خلیفۃ المسلمین بھی سرکاری مواشی کیلئے غیر آباد زمین کا کوئی قطعہ اراضی سرکاری مواشی کیلئے مخصوص نہیں کرسکتا، اس وقت چونکہ بیت المال کے سرپرست اعلیٰ رسول اللہ ﷺ تھے اس لئے اس اختیار کی نسبت رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف فرمائی اور آپ ﷺ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اشرف اور الربذہ کو سرکاری مواشی کیلئے مخصوص کیا۔

فقہی احکام: (١) خلیفۃ المسلمین سرکاری مواشی کیلئے غیر آباد زمین کا کوئی سا قطعہ مخصوص کرسکتا ہے۔ (٢) عوام الناس یا خواص میں سے کسی شخص کو اپنے مواشی کیلئے غیر مقبوضہ زمین کو بطور چراگاہ مخصوص کرنا جائز نہیں۔ (٣) حاکم بھی اپنی ذات کیلئے کوئی قطعہ مخصوص نہیں کرسکتا۔

٩١٤: وَ عَنِ ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ" رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَابْنُ مَاجَهْ.

ابن ماجة، ابواب الاحكام، باب من بنى في حقه ما يضر بجاره: ٢٣٤١، احمد: ٢٨٦٧، المعجم الاوسط: ٢٧٠، ١٠٣٧، ٣٧٨٩،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۱۸۹، المعجم الکبیر: ۱۱۵۷۶، البیهقی: ۶۹/۶

تنبیہ: ابن ماجہ مطبوعہ نسخہ میں "لا ضرار ولا اضرار" ہے۔ لگتا ہے کہ طباعت کی غلطی سے ایسا ہوا ہے۔

۹۱۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " کوئی شخص اپنے بھائی کا حق کم کر کے اسے نقصان نہ پہنچائے اور جسے کسی دوسرے نے نقصان پہنچایا ہے وہ اسے اس سے زیادہ نقصان نہ پہنچائے۔" (احمد، ابن ماجہ)

لغوی تحقیق: لا ضرر: ضاد اور راء مفتوح، کوئی شخص اپنے بھائی کا حق کم کر کے اسے نقصان نہ پہنچائے۔ لا ضرار: ضاد مکسور اور راء مفتوح، جو نقصان اسے کسی نے پہنچایا ہے وہ اسے اس سے زیادہ نقصان مت پہنچائے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں معاشرے کو امن و آشتی سے ہمکنار رکھنے کا ایک نہایت بنیادی اصول بیان کیا گیا ہے یعنی جو شخص کسی دوسرے کو اذیت دیتا ہے وہ اپنے لئے مصائب کا دروازہ کھولتا ہے، ظاہر ہے کہ جب کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو مصائب سے دوچار کرتا ہے، تو دوسرے میں بھی انتقامی جذبہ پیدا ہوتا ہے، نتیجتاً وہ بھی اسے اذیت دیتا ہے۔

رحمت عالم ﷺ نے معاشرے میں پھیلنے والے فساد کو اس کے آغاز ہی میں ختم کرنے کی تلقین فرمائی، یعنی تم اسی قدر کسی دوسرے کو اذیت دینے کے مجاز ہو جس قدر اس نے تمہیں اذیت دی ہے، ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص زیادہ نقصان پہنچائے گا تو دوسرا اسے اور زیادہ نقصان پہنچائے گا، اس طرح نہ رکنے والا فساد شروع ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ، حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے بھی اسی مفہوم کی احادیث منقول ہیں۔

فقہی احکام: (۱) کسی دوسرے شخص کو اذیت دینا جائز نہیں۔ (۲) بدلہ لینا جائز ہے لیکن بدلہ لیتے وقت حد سے تجاوز کرنا جائز نہیں۔ (۳) ایسا بدلہ جو حدود اللہ کے تحت آتا ہے وہ انسان خود نہیں لے سکتا۔ اسکے لئے عدالت سے رجوع کرنا لازم ہے خواہ عدالتی نظام انصاف کے تقاضے پورے کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔

۹۱۵: وَلَهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ مِثْلُهُ, وَهُوَ فِي الْمُوَطَّإِ مُرْسَلٌ .

ابن ماجة، ۲۳۴۰، مؤطا: ۷۴۵/۲، احمد: ۳۲۶/۵، البیهقی: ۱۳۳/۱۰، الحاکم: ۵۸/۲، الطبرانی: ۱۷۶/۲، الحلیة: ۷۶/۹، المعجم الاوسط: ۲۷۰، ۵۱۸۹، نصب الرایة: ۳۸۵/۴، الدارقطنی: ۷۷/۳

تنبیہ: راقم کو ابن ماجہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نہیں ملی، البتہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے ہے۔ امام زیلعی فرماتے ہیں: ہمارے شیخ علاء الدین کو کسی دوسرے کی تقلید کی وجہ سے وہم ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ کو ابن ماجہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

۹۱۵: ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے اور یہی روایت مؤطا میں مرسل منقول ہے۔

تشریح: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے مرسل یا موصول ہونے میں اختلاف ہے البتہ حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر، حضرت ثعلبہ قرظی، حضرت ابولبابہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی روایات اس کی شاہد ہیں۔ امام نووی اور علامہ سیوطی نے اس روایت کو حسن اور علامہ ہیثمی نے اس کے رواۃ کو ثقہ کہا ہے۔

۹۱۶: وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " مَنْ أَحَاطَ حَائِطًا عَلَى أَرْضٍ فَهِيَ لَهُ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْجَارُودِ.

ابوداود، کتاب الخراج، والامارة والفیء، باب فی احیاء الموات: ۳۰۷۷، ابن الجارود: ۱۰۵۱، الارواء: ۳۵۵/۵، احمد: ۱۲/۵،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البیھقی: ۱۴۲/۶

۹۱۶: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے (لاوارث) زمین کے گرد دیوار بنالی وہ زمین اسی کی ہے۔" (ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ابن جارود نے اسے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: اس روایت کو علامہ السیوطی نے بھی صحیح کہا ہے ممکن ہے کہ ابن جارود، احمد اور سیوطی نے شواہد کی بنا پر صحیح کہا ہو کیونکہ حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے حضرت امام حسن بصری کے سماع کے بارے میں محدثین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ راجح یہی ہے کہ یہ روایت فی نفسہٖ ضعیف ہے

فقہی احکام: (۱) کسی لاوارث غیر آباد زمین پر چار دیواری کر لینا اس زمین کو آباد کرنے کے مترادف ہے۔

(۲) زمین کے گرد چار دیواری بنائی جاسکتی ہے۔

۹۱۷: **وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فَلَهُ أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا عَطَنًا لِمَاشِيَتِهِ" رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ.**

ابن ماجة، ابواب الرهون، باب حريم البئر: ۲۴۸۶، التلخيص: ۶۳/۳، نصب الراية: ۲۹۱/۴، ۲۹۲، احمد: ۱۶۰۴۱، البیھقی: ۱۵۵/۶

۹۱۷: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص کنواں کھودے تو اسے اس کنویں کے گرد چالیس ہاتھ تک اپنے مویشی باندھنے کا استحقاق ہے۔" (اسے ابن ماجہ نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: ذراعاً: ذال مکسور، انگلیوں کے ناخن سے لیکر کہنی تک انسانی ہاتھ، اس کی لمبائی تقریباً ۴۶ سینٹی میٹر ہوتی ہے۔ **عطنا:** عین اور طاء مفتوح، پانی کے قریب تر مویشیوں کا باڑہ۔ **ماشیة:** اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ۔

تشریح: امام بوصیری کا کہنا ہے کہ اس روایت کا مدار اسماعیل بن مسلم مکی پر ہے اور وہ مختلف فیہ ہے، جبکہ مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو **التلخیص الحبیر** میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند میں اسماعیل بن مسلم ہے اور وہ ضعیف ہے، مؤلف رحمہ اللہ اور امام زیلعی کا کہنا ہے، اسماعیل بن مسلم کی متابعت اشعث نے کی ہے۔ اس روایت میں ایک دوسری علت یہ بھی ہے کہ امام حسن بصری نے یہ روایت عبداللہ بن مغفل سے معنعن نقل کی ہے اور وہ مدلس ہیں۔ مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت مسند احمد میں ہے۔ علامہ زیلعی نے **مسند احمد** کے حوالے سے باسند نقل کرنے کے بعد اس پر خاموشی اختیار کی ہے، لیکن یہ روایت بھی ضعیف ہے کیونکہ عوف نے یہ روایت ایک مجہول شخص سے نقل کی ہے۔

تنبیہ: علامہ زیلعی سے حدیث ابی ہریرہ کی سند نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے، کیونکہ انہوں نے اس کی سند ہشیم عن عوف عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کی ہے جبکہ درحقیقت یہ سند ہشیم عن عوف عن رجل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔

۹۱۸: **وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَقْطَعَهُ أَرْضًا بِحَضْرَمَوْتَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.**

ابوداود، كتاب الخراج والامارة والفيء، باب في اقطاع الارضين: ۳۰۵۸، الترمذی: ۱۳۸۱، احمد: ۳۹۹/۶، البیھقی: ۱۴۴/۶، الطبرانی: ۱۳/۲۲، ۱۲، ابن حبان: ۷۲۰۵

تنبیہ: مؤلف رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تصحیح کی نسبت فقط ابن حبان کی طرف کی ہے جبکہ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

۹۱۸: حضرت علقمہ بن وائل اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضر موت میں زمین کا ایک قطعہ عطا فرمایا تھا۔ (اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **اقطعه:** آپ ﷺ نے انہیں زمین کا قطعہ عطا فرمایا۔ **حضر موت:** حاء مفتوح، ضاد ساکن اور میم مفتوح، یہ شہر یمن کے جنوب میں واقع ہے۔

تشریح: مفصل روایت اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے جب وائل بن حجر کو زمین کا قطعہ عطا فرمایا تو ان کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیں، اس نے کہا، تم نوابوں کے پیچھے سوار ہونے کے قابل نہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر آپ مجھے اپنے جوتے پہننے کیلئے دیدیں۔ اس نے کہا، اونٹنی کے سائے سے جوتوں کا کام لے لیں۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو یہ ان کے پاس گئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھا لیا اور انہیں وہ وقت یاد دلایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت خود سے کہا کہ کاش میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے آگے سوار کیا ہوتا۔

فقہی احکام: حاکم اپنی رعایا میں سے کسی بھی ایسے شخص کو جاگیر عطا کرنے کا صوابدیدی اختیار رکھتا ہے جو اس جاگیر کو آباد کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو

٩١٩: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ حُضْرَ فَرَسِهِ, فَأَجْرَى الْفَرَسَ حَتَّى قَامَ, ثُمَّ رَمَى بِسَوْطِهِ فَقَالَ" أَعْطُوهُ حَيْثُ بَلَغَ السَّوْطُ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِيهِ ضَعْفٌ.

ابوداود، کتاب الخراج والامارة والفیء، باب فی اقطاع الارضین: ٣٠٧٢، احمد: ١٥٦/٢

٩١٩: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو گھوڑے کی دوڑ کے برابر زمین کا قطعہ عطا فرمایا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا دوڑایا اور وہ دوڑتے دوڑتے جب گر گیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے کوڑا آگے کی طرف پھینک دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے وہاں تک زمین الاٹ کر دو جہاں تک اس کا کوڑا گرا ہے۔" (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس میں ضعف ہے۔

لغوی تحقیق: **حضر فرسه:** حاء مضموم اور ضاد ساکن، گھوڑے کی ایک دوڑ کے برابر۔

تشریح: یہ روایت عبداللہ بن عمر العمری کی وجہ سے ضعیف ہے، تاہم اس کی اصل صحیح میں موجود ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بنونضیر کے اموال میں سے زمین کا ایک قطعہ عطا فرمایا تھا، اس روایت کا آخری حصہ غیر محفوظ ہے۔

٩٢٠: وَعَنْ رَجُلٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رضی اللہ عنہ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ " اَلنَّاسُ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ فِي الْكَلَأِ، وَالْمَاءِ، وَالنَّارِ " رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَأَبُو دَاوُدَ, وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

ابوداود، کتاب الاجارة، باب فی منع الماء: ٣٤٧٧، احمد: ٣٦٤/٥، البیھقی: ١٥٠/٦

٩٢٠: آپ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی نے بیان کیا کہ میں ایک غزوہ میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھا، میں نے آپ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے، تین چیزوں میں سب لوگ برابر کے حق دار ہیں، گھاس، پانی اور آگ میں۔" (اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: **الکلاء:** لام اور کاف مفتوح، گھاس

تشریح: اس روایت کے تمام رواۃ بلاشبہ ثقہ ہیں، لیکن لفظ الناس نقل کرنے میں یزید بن ہارون تنہا ہیں جبکہ ان کے دیگر ساتھی لفظ المسلمون نقل کرتے ہیں، ابوداؤد اور مسند احمد میں بھی لفظ المسلمون ہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۷۔ بَابُ الْوَقْفِ وقف کا بیان

۹۲۱: عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: اِلَّامن صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ، أَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُو لَهُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الوصیة، باب مایلحق الانسان من الثوب بعد و فاته: ۱۶۳۱، ابوداود: ۲۸۸۰، الترمذی: ۱۴۰۳، النسائی: ۲۵۱/۶،

احمد: ۳۷۲/۲، ابن خزیمة: ۲۴۹۴، البیهقی: ۲۷۸/۶، ابن حبان: ۳۰۱۶

۹۲۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کے تین اعمال کے علاوہ باقی تمام اعمال منقطع ہوجاتے ہیں (۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو (۳) نیک اولاد کی دعائیں۔

لغوی تحقیق: الوقف: اس کے لغوی معنی رکنے یا ٹھہرنے کے ہیں، شرعی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کیلئے کسی مسلم شخص کا اپنے مال کی آمدنی کو انسانی فلاح و بہبود کیلئے مختص کرنا وقف کہلاتا ہے۔

تشریح: امام ترمذی فرماتے ہیں کہ صحابہ اور تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زمین وقف کی جاسکتی ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ تمام صحابہ جو صاحب ثروت تھے انہوں نے کچھ نہ کچھ وقف کر رکھا تھا۔ ابن ابی شیبہ میں ہے کہ اسلام میں وقف کا آغاز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (عہد رسالت میں) کیا تھا۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ انسان کے فوت ہونے کے بعد اس کا اکثر ریکارڈ سربمہر کردیا جاتا ہے لیکن بعض اعمال سے متعلق فائلیں ہنوز کھلی رہتی ہیں۔ مثلاً جس شخص نے کوئی قطعہ زمین وقف کیا یا کوئی فلاحی ادارہ قائم کیا، لوگوں کو نیکی کی طرف راغب کیا، کتاب وسنت کے علم کو فروغ دیا، جب تک لوگ اس کی محنت سے مستفید ہوتے رہیں گے اسے برابر ثواب پہنچتا رہے گا۔ اسی طرح جو شخص اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرے گا اور اس کی اولاد جب تک اس کیلئے دست دعا پھیلاتی رہے گی، اس کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اندراج ہوتا رہے گا۔ اس کے برعکس جو شخص غیراخلاقی حرکات، شرکیہ رسومات اور فوجداری جرائم کا آغاز کریں گے، جب تک وہ شرکیہ رسومات، غیراخلاقی حرکات اور فوجداری جرائم ہوتے رہیں گے، اس کے نامہ اعمال میں گناہ درج ہوتے رہیں گے۔ (العیاذ باللہ)

فقہی احکام: (۱) جائداد کی آمدنی فلاحی کاموں کیلئے وقف کی جاسکتی ہے۔

(۲) فلاحی کاموں کی آڑ میں ورثا کو ان کے حق سے محروم کرنا قابل سزا جرم ہے۔

۹۲۲: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ أَصَابَ عُمَرُ أَرْضًا بِخَیْبَرَ ,فَأَتَى النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَسْتَأْمِرُهُ فِیهَا ,فَقَالَ، یَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّی أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَیْبَرَ لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ هُوَ أَنْفَسُ عِنْدِی مِنْهُ قَالَ " إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا ,وَتَصَدَّقْتَ بِهَا " قَالَ فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ , أَنَّهُ لَا یُبَاعُ أَصْلُهَا ,وَلَا یُورَثُ ,وَلَا یُوهَبُ ,فَتَصَدَّقَ بِهَا فِی الْفُقَرَاءِ ,وَفِی الْقُرْبَى ,وَفِی الرِّقَابِ ,وَفِی سَبِیلِ اللّٰهِ , وَابْنِ السَّبِیلِ ,وَالضَّیْفِ ,لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِیَهَا أَنْ یَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ ,وَیُطْعِمَ صَدِیقاً غَیْرَ مُتَمَوِّلٍ مَالًا. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ , وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ وَفِی رِوَایَةٍ لِلْبُخَارِیِّ " تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ لَا یُبَاعُ وَلَا یُوهَبُ وَلَكِنْ یُنْفَقُ ثَمَرُهُ "

البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الوقف: ۲۷۳۷، کتاب الوصایا، باب وماللوصی ......: ۲۷۶۴، صحیح مسلم: ۱۶۳۲،

ابوداود: ۲۸۷۸، الترمذی: ۱۴۰۲، النسائی: ۲۳۰/۶، ابن خزیمة: ۲۴۸۳، احمد: ۵۵/۲، الدارقطنی: ۱۸۶/۴، البیهقی: ۱۵۸/۶،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقة السنن والآثار: ۳۷۷۱، ۳۷۷۳

۹۲۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین حاصل ہوئی اور وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس زمین کے بارے میں مشورہ لینے کیلئے پیش ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے خیبر میں جس قدر عمدہ زمین ملی ہے، ایسا عمدہ مال مجھے ابھی تک میسر نہیں آیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو اصل زمین اپنے قبضہ میں رکھو اور اس سے حاصل ہونے والی پیداوار صدقہ کردو۔" حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے وہ زمین وقف کردی، اب اسے نہ فروخت کیا جائے گا اور نہ ورثا میں تقسیم کی جائے گی اور نہ کسی کو ہبہ کی جائے گی، چنانچہ اس زمین کی پیداوار حضرت عمر رضی اللہ عنہ محتاج و نادار لوگوں، قرابت داروں، غلاموں کی آزادی، اللہ کی راہ میں، مسافروں اور مہمانوں پر خرچ کرتے تھے۔ اس زمین کا نگران معروف طریقے سے اس زمین سے کھا سکتا ہے، اپنے دوستوں کو کھلا سکتا ہے، لیکن اس کے ذریعے اپنی دولت میں اضافہ نہیں کرسکتا۔ بخاری و مسلم، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔ بخاری میں ہے کہ اصل وقف کردی، اسے نہ فروخت کیا جائے گا اور نہ ہبہ کیا جائے گا، لیکن اس کی پیداوار خرچ کی جائے گی۔

لغوی تحقیق: **یستأمرہ:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے مشورہ طلب کیا۔ **انفس:** نہایت عمدہ، بہت قیمتی۔ **الرقاب:** ایسے غلام جنہوں نے اپنے مالکوں سے مکاتبت کر رکھی ہو اور وہ ایفائے عہد کرنے سے عاجز ہوں۔

تشریح: ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ زمین خیبر میں خریدی تھی، ایک دوسری روایت میں اس جگہ کا نام ثمغ مذکور ہے۔ یہ نہایت عمدہ زمین تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے مشاورت کرکے اس کی پیداوار وقف کردی تھی۔

فقہی احکام: (۱) اصل مال اپنے قبضہ میں رکھ کر اس کی پیداوار وقف کی جاسکتی ہے۔ (۲) جس جائداد کی آمدنی وقف کی جائے اسے نہ تو تقسیم کیا جاسکتا ہے، نہ فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے۔ (۳) اس جائداد کا نگران اپنی محنت کا معاوضہ اپنی ذات پر خرچ کرسکتا ہے، اور اپنے دوستوں کی خاطر تواضع بھی کرسکتا ہے۔ (۴) دانا آدمی کو بھی مشورہ طلب کرلینا چاہیے۔

۹۲۳: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عُمَرَ عَلَى الصَّدَقَةِ .. اَلْحَدِيثَ . وَفِيهِ، وَأَمَّا خَالِدٌ فَقَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتَادَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

نوٹ: اس حدیث کی تشریح و تخریج حدیث نمبر ۸۷۷ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۹۲۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صدقات جمع کرنے کیلئے بھیجا، (مفصل حدیث ہے) جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "خالد نے تو اپنی زرہیں اور آلات حرب تک اللہ کے راستے میں وقف کر رکھے ہیں۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **ادراعہ:** یہ درع کی جمع ہے، لوہے کی قمیص۔ **اعتادہ:** یہ عتاد کی جمع ہے، آلات حرب۔

۱۸۔ بَابُ الْهِبَةِ، وَ الْعُمْرَى، وَ الرُّقْبَى ہبہ عمریٰ اور رقبیٰ کا بیان

۹۲۴: عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلَامًا كَانَ لِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "أَكُلُّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هَذَا؟" فَقَالَ لَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "فَارْجِعْهُ" وَفِي لَفْظٍ، فَانْطَلَقَ أَبِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ لِيُشْهِدَهُ عَلَى صَدَقَتِي فَقَالَ "أَفَعَلْتَ هَذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟" قَالَ لَا قَالَ "اتَّقُوا اللَّهَ، وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ" فَرَجَعَ أَبِي، فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ "فَأَشْهِدْ عَلَى هَذَا غَيْرِي" ثُمَّ قَالَ "أَيَسُرُّكَ أَنْ يَكُونُوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَکَ فِی اَلْبِرِّ سَوَاءً؟" قَالَ بَلٰی قَالَ " فَلَا إِذًا "

البخاری، کتاب الھبة، باب الھبة للولد: ۲۵۸۶، مسلم: ۱۶۲۳، ابوداود: ۳۵۴۲، الترمذی: ۱۳۹۲، النسائی: ۲۵۸/۶، ابن ماجة: ۲۳۷۶، احمد: ۲۶۸/۴، المؤطا: ۷۵۱/۲، الدارقطنی: ۴۲/۳، البیھقی: ۱۷۶/۶، ابن حبان: ۵۰۹۷ - ۵۱۰۷

۹۲۴: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے ابو انہیں لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنا غلام اپنے اس بیٹے کو ہبہ کر دیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:" کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو غلام ہبہ کیا ہے؟"اس نے عرض کیا،نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:"غلام واپس لے لو۔"اور ایک روایت میں ہے کہ میرے ابو مجھے ساتھ لیکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کو مجھے تحفہ دینے پر گواہ بنائیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:" کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو ایک ایک غلام دیا ہے؟"اس نے عرض کیا،نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:"اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے مابین انصاف قائم کرو۔"میرے ابو مجھے لیکر واپس ہوئے اور انہوں نے وہ تحفہ واپس لے لیا۔(بخاری ومسلم)اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"میرے سوا کسی اور کو گواہ بنالو۔" پھر آپ ﷺ نے فرمایا:" کیا تم پسند کرتے ہو کہ تیری اولاد تیرے ساتھ یکساں سلوک کرے۔"اس نے عرض کیا،ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا:"پھر تم ایسا مت کرو۔"

لغوی تحقیق: الھبة: ھا مکسور اور با مفتوح، یہ وہب سے ماخوذ ہے،یعنی تحفہ دی گئی چیز،شرعی اصطلاح میں کسی کو بغیر معاوضہ کے ایسی چیز کا مالک بنا دینا جس کا تصرف شرعاً جائز ہو، ہبہ کہلاتا ہے۔**العمری**: عین مضموم،میم ساکن اور آخر میں یائے مقصورة، یہ **العمر** سے ماخوذ ہے، یہ بھی ہدیہ ہی کی ایک قسم ہے،بس فرق اتنا ہے کہ ہبہ ایسے عطیہ کو کہتے ہیں جس کا مالک کسی کو لامحدود مدت کیلئے عطا کرتا ہے اور العمری ایسے عطیہ کو کہتے ہیں جس کا مالک کسی کو اس کی زندگی تک عطا کرتا ہے۔**الرقبیٰ**: راء مضموم،قاف ساکن اور آخر میں یائے مقصورة، یہ **المراقبہ** سے ماخوذ ہے۔ علامہ ابن اثیر "النھایہ" میں اس کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ کوئی شخص دوسرے شخص سے یہ کہے کہ میں نے تمہیں یہ گھر دیدیا،اگر آپ مجھ سے پہلے فوت ہو گئے تو یہ گھر میرا ہوگا،اگر میں آپ سے پہلے فوت ہو گیا تو پھر گھر تمہارا ہوگا،اس میں دونوں ایک دوسرے کی موت کا خیال رکھتے ہیں، اس بنا پر اسے الرقبی سے موسوم کیا گیا ہے **نحلت**: یہ **النحل** سے ماخوذ ہے،**النحل** کا نون مکسور اور حاء ساکن ہے،اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو کچھ دیدینا۔

تشریح: ہبہ کی چار اقسام ہیں۔**ھبة مطلق**: کسی کے ساتھ الفت ومحبت کی وجہ سے اسے تحفہ دینا۔ **الصدقة**: اخروی ثواب کی نیت سے کسی کو تحفہ دینا۔ **العطیة**: ایسا تحفہ جو مرض الموت کے وقت کسی کو وصیت کی صورت میں دیا جائے۔**ھبة الدین**: کسی کا قرض ادا کرنے کیلئے اسے ہدیہ دینا۔اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ہبہ کی مذکورہ اقسام غیر اولاد کیلئے جائز ہیں اور اگر کوئی اولاد کو دینا چاہے تو پھر اسے چاہیے کہ وہ تمام اولاد کو برابر دے۔

فقہی احکام: (۱) والدین کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ جملہ اولاد کے مابین عدل قائم رکھیں۔

(۲) اولاد میں سے کسی ایک کو دوسرے پر برتری دینا ظلم کی ایک قسم ہے۔

۹۲۵: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ " اَلْعَائِدُ فِی ھِبَتِہٖ کَالْکَلْبِ یَقِیءُ ,ثُمَّ یَعُوْدُ فِی قَیْئِہٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. وَفِی رِوَایَةٍ لِلْبُخَارِیِّ "لَیْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ ,اَلَّذِی یَعُوْدُ فِی ھِبَتِہٖ کَالْکَلْبِ یَرْجِعُ فِی قَیْئِہٖ"

البخاری، کتاب الھبة، باب لایحل لاحد ان یرجع فی ھبة و صدقتہ: ۲۶۲۱، ۲۶۲۲، مسلم: ۱۶۲۲، ابوداود: ۳۵۳۸، الترمذی: ۱۳۲۱، النسائی: ۲۶۵/۶، ابن ماجة: ۲۳۸۵، احمد: ۳۰۱۵، ۳۱۴۶، ابن حبان: ۵۱۲۱ - ۵۱۲۳، البیھقی: ۱۸۰/۶، الطبرانی:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

۱۰۶۹۲، ۱۰۶۹۳، الحمیدی: ۵۳۰، ابویعلی: ۲۴۰۵

۹۲۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"عطیہ دیکر واپس لینے والا اس کتے کی مثل ہے جو اپنی قے چاٹ لیتا ہے۔"(بخاری ومسلم) اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ "ہمارے لئے اس سے بدترین مثال کوئی اور نہیں کہ جو شخص ہبہ دیکر واپس لے لیتا ہے، وہ اس کتے کی مثل ہے جو پہلے قے کرتا ہے پھر اپنی قے چاٹ لیتا ہے۔"

لغوی تحقیق: العائد فی ھبة: تحفہ دیکر واپس لینا۔ لیس لنا مثل السوء: ہم مسلمان ہیں اس لیے یہ ہماری شان نہیں کہ ہم نہایت قبیح حرکت کا ارتکاب کریں۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ہدیہ دے کر اس کا احسان جتلانا یا اس کی واپسی کا مطالبہ کرنا، نہایت مذموم حرکت ہے، البتہ اگر دوسرا شخص اس ہدیہ کے بدلہ میں اسی کی مثل یا اس سے کم یا زیادہ بطور تحفہ دے تو پھر اسے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ قرآن حکیم میں تو یہ صراحتاً مذکور ہے کہ جب تمہیں کوئی تحفہ دے تو تم اسے اس سے بہتر یا ویسا دو۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ تحفہ دینے والے کو جواباً تحفہ دیا کرتے تھے۔

فقہی احکام: (۱) تحفہ دیکر اس کا احسان جتلانا یا واپسی کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔

(۲) اگر دوسرا شخص بدلہ میں ازخود کوئی تحفہ دینا چاہے تو اس کے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۹۲۶: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَنْ يُعْطِيَ الْعَطِيَّةَ, ثُمَّ يَرْجِعَ فِيهَا ; إِلَّا الْوَالِدُ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ" رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَالْأَرْبَعَةُ, وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ, وَابْنُ حِبَّانَ, وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب البیوع والاجارات، باب الرجوع فی الھبة: ۳۵۳۹، الترمذی: ۱۳۲۱، النسائی: ۶/۲۶۷، ابن ماجة: ۲۳۷۷، احمد: ۲/۲۷، ابن حبان: ۵۱۲۳، ۵۱۲۴، الدارقطنی: ۳/۴۲، البیھقی: ۶/۱۷۹، الحاکم: ۲/۴۶، ابن الجارود: ۹۹۴، ابو یعلی: ۲۷۱۷

۹۲۶: حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:" کسی مسلم کیلئے یہ روا نہیں کہ وہ عطیہ دیکر واپس لے، البتہ والد اپنی اولاد کو تحفہ دیکر واپس لے سکتا ہے۔ اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک طریق میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا کسی کو فی سبیل اللہ دیدیا، پھر انہوں نے اس شخص کو وہ گھوڑا فروخت کرتے ہوئے دیکھا اور وہ گھوڑا اس سے خریدنے کا ارادہ فرمالیا، لیکن انہوں نے جب اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:"اسے مت خرید۔"

فقہی احکام: (۱) والد اپنی اولاد کو تحفہ دیکر واپس لے سکتا ہے۔ (۲) کسی کو تحفہ دیکر پھر اس سے خریدنا بھی درست نہیں۔

۹۲۷: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ, وَيُثِيبُ عَلَيْهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الھبة، باب المکافاة فی الھبة: ۲۵۸۵، ابوداود: ۳۵۳۶، الترمذی: ۲۰۳۶، احمد: ۶/۹۰، البیھقی: ۶/۱۸۰

۹۲۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرمالیتے تھے اور اس کے بدلہ میں کچھ عنایت فرمادیا کرتے تھے۔(بخاری)

لغوی تحقیق: یثیب علیھا: بدلہ میں عنائت فرماتے تھے۔

۹۲۸: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ وَهَبَ رَجُلٌ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَاقَةً, فَأَثَابَهُ عَلَيْهَا, فَقَالَ "رَضِيتَ؟" قَالَ لَا فَزَادَهُ, فَقَالَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"رَضِيتَ؟" قَالَ لَا فَزَادَهُ قَالَ "رَضِيتَ؟" قَالَ نَعَمْ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

ابن حبان، كتاب التاريخ، باب صفتة و اخباره: ٦٣٨٣، ٦٣٨٤، احمد: ١/٢٩٥، الطبراني: ١٠٨٩٧، البزار: ١٩٣٨، ١٩٣٩، عبدالرزاق: ١٦٥٢١، المجمع الزوائد: ٤/١٤٨، الترمذی: ٣٩٤٣، ابوداود: ٣٥٣٧

٩٢٨: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ کو ایک اونٹنی تحفہ میں دی، آپ ﷺ نے اسے اس کا بدلہ دیکر فرمایا: "کیا تم راضی ہو؟" اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے اسے مزید دیکر فرمایا: "اب راضی ہو؟" اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے کچھ اور دیکر فرمایا: "راضی ہو؟" اس نے کہا، ہاں۔ (اسے احمد نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت طاؤس نقل کرتے ہیں، طاؤس سے ان کے بیٹے اور عمرو بن دینار نقل کرتے ہیں، طاؤس سے ان کا بیٹا مرسل نقل کرتا ہے اور عمرو بن دینار سے ابن عیینہ بھی مرسل نقل کرتے ہیں جبکہ عمرو بن دینار سے حماد بن زید موصولاً نقل کرتے ہیں۔ ابن حبان، مسند احمد، المعجم الکبیر اور البزار میں یہ روایت موصولاً منقول ہے، علامہ ہیثمی نے رجال احمد کو رجال صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں پختہ عزم کر چکا ہوں کہ میں قریشی، انصاری اور ثقفی کے علاوہ کسی اور سے تحفہ قبول نہ کروں۔" اسی طرح کے الفاظ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث کے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) تحفہ قبول کرنا اور اس کا بدلہ دینا مسنون ہے۔ (۲) ایسے آدمی کا تحفہ مسترد بھی کیا جا سکتا ہے جو بہت زیادہ لالچی ہو۔

٩٢٩: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "اَلْعُمْرَى لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِمُسْلِمٍ "أَمْسِكُوا عَلَيْكُمْ أَمْوَالَكُمْ وَلَا تُفْسِدُوهَا ,فَإِنَّهُ مَنْ أَعْمَرَ عُمْرَى فَهِيَ لِلَّذِي أُعْمِرَهَا حَياً وَمَيِّتًا، وَلِعَقِبِهِ" وَفِي لَفْظٍ، إِنَّمَا الْعُمْرَى الَّتِي أَجَازَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَقُولَ "هِيَ لَكَ وَلِعَقِبِكَ" فَأَمَّا إِذَا قَالَ "هِيَ لَكَ مَا عِشْتَ، فَإِنَّهَا تَرْجِعُ إِلَى صَاحِبِهَا" وَلِأَبِي دَاوُدَ وَالنَّسَائِيِّ "لَا تُرْقِبُوا ,وَلَا تُعْمِرُوا، فَمَنْ أُرْقِبَ شَيْئًا أَوْ أُعْمِرَ شَيْئًا فَهُوَ لِوَرَثَتِهِ"

البخاری، کتاب الهبة، باب ما قيل فی العمریٰ و الرقبیٰ: ٢٦٢٥، مسلم: ١٦٢٥، ابوداود: ٣٥٥٥، ٣٥٥٦، النسائی: ٦/٢٧٣-٢٧٧، احمد: ٣/٢٩٣، ابن حبان: ٥١٢٦-٥١٣١، المعجم الكبير: ١٠٠٠، البغوی: ٨/٢٩٣، البيهقی: ٦/١٧٥، ١٧٦، ابويعلیٰ: ١٨٣٥، الطيالسی: ١٧٤٣، ابن ابی شيبة: ٧/١٤٣، ابن ماجة: ٢٣٧٩

٩٢٩: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عمریٰ اسی کا ہے جسے ہبہ کیا گیا ہے۔" (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں ہے کہ "تم اپنے اموال کو اپنے پاس محفوظ رکھو اور انہیں ضائع مت کرو، بلاشبہ جس نے کسی کو عمریٰ دیا، وہ اسی کا ہے جسے دیا گیا، اس کی زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی، اور اس کی موت کے بعد اس کے وارثوں کا ہے۔" اور مسلم کی ہی ایک دوسری روایت میں ہے جس عمریٰ کی رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی وہ یہ ہے کہ عطیہ دینے والا یہ کہے، یہ تیرے لیے ہے اور تیرے بعد تیرے ورثا کیلئے ہے، لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ یہ تیرے لیے تیری زندگی تک ہے تو اس کی موت کے بعد وہ دینے والے کا ہوگا۔ ابوداؤد اور نسائی میں ہے کہ "تم رقبیٰ کرو اور نہ عمریٰ، چنانچہ جس نے کوئی چیز بطور رقبیٰ یا عمریٰ دی تو وہ اس کے ورثاء کیلئے ہے۔"

تشریح: عمریٰ کی تین اقسام ہیں۔

عمریٰ ابدی: تحفہ دینے والا شخص اس طرح کہے کہ یہ چیز تیرے لیے ہے اور تیرے بعد تیرے ورثا کی ہے۔

عمریٰ مطلق: یہ چیز آپ کی زندگی تک آپ کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمریٰ مشروط: ہدیہ دینے والا یہ کہے کہ جب تک ہم دونوں زندہ ہیں یہ چیز آپ کی ہے، لیکن ہم میں سے کسی ایک کی موت کے بعد ہماری ہوگی پہلی دونوں قسمیں جمہور کے نزدیک بالاتفاق جائز ہیں اور تیسری قسم مختلف فیہ ہے، عمریٰ اور رقبیٰ سے متعلق احادیث حضرت ابوہریرہ، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

۹۳۰: وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ,فَأَضَاعَهُ صَاحِبُهُ ,فَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ " لَا تَبْتَعْهُ,وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ ... " اَلْحَدِيث. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الهبة، باب لا یحل لاحد ان یرجع فی هبته: ۲۶۲۲ ، ۲۶۲۳ ، باب اذا حمل رجل علی فرس فهو کالعمریٰ و الصد قة: ۲۶۳۶، مسلم: ۱۶۲۰، النسائی: ۱۰۸/۵ ، ۱۰۹، احمد: ۴۰/۱، المؤطا: ۲۸۲/۱، حمیدی: ۱۵، البغوی: ۱۷۰۰، ابن حبان: ۵۱۲۴

۹۳۰: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو فی سبیل اللہ گھوڑا سواری کیلئے دیا، اس نے وہ گھوڑا برباد کر دیا، میں نے خیال کیا کہ یہ آدمی اس گھوڑے کو نہایت کم قیمت پر فروخت کر دے گا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "آپ وہ گھوڑا مت خریدیں اگرچہ وہ آپ کو ایک درہم کے عوض بھی دے۔" (بخاری ومسلم)

تشریح: یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسلم اور عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں، اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ وہ آدمی گھوڑا فروخت کر دے گا، لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ گھوڑا برائے فروخت دیکھا۔ ان دونوں روایات میں حقیقی تعارض نہیں کیونکہ جمع کی صورت موجود ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے جب گھوڑے کو ناکارہ دیکھا تو انہیں خیال ہوا کہ وہ فروخت کر دے گا اور بعد میں اسے فروخت کرتے دیکھ لیا۔

۹۳۱: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "تَهَادُوا تَحَابُّوا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْأَدَبِ الْمُفْرَدِ وَأَبُو يَعْلَى بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ

ادب المفرد: ۵۹۴، ابو یعلیٰ: ۶۱۴۸، البیهقی: ۱۶۹/۶، المعجم الاوسط: ۷۲۳۶ ، ۵۷۷۱، اتحاف الخیرة: ۳۹۴۳

۹۳۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک دوسرے کو تحائف دیا کرو، اس سے تم میں باہمی محبت پیدا ہوگی۔" (اسے امام بخاری نے الادب المفرد میں اور ابویعلیٰ نے حسن سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: تهادوا: یہ باب مفاعلہ سے فعل امر ہے، باب مفاعلہ کی یہ خاصیت ہے کہ اس میں جانبین کی شرکت ہوتی ہے، یعنی ایک دوسرے کو تحفہ دیا کرو۔

تشریح: اس کی شاہد روایات حضرت انس، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ "تم ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، اس سے تمہارے مابین محبت میں اضافہ ہوگا۔"

فقہی احکام: (۱) اسلام اخوت اور محبت کا داعی ہے (۲) تحائف دینے سے محبت ومودت میں اضافہ ہوتا ہے اس لئے تحائف دینا مسنون ہے۔

۹۳۲: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " تَهَادَوْا ,فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تَسُلُّ السَّخِيمَةَ " رَوَاهُ الْبَزَّارُ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ.

البزار: ۱۹۳۷، المعجم الاوسط: ۱۵۴۹، ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۳۳، اتحاف الخیرة: ۳۹۴۳ ، ۳۹۴۵ ، ۳۹۴۶، المطالب العالیة: ۱۵۰۳ ، ۱۵۰۴، التلخیص الحبیر: ۶۹/۳

۹۳۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک دوسرے کو تحائف دیا کرو، کیونکہ تحفہ کینہ سلب کر لیتا ہے۔ (اسے البزار نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق: الھدیۃ: ھاء مفتوح، دال مکسور اور یاء مشدد، یعنی تحفہ۔ اس معنی میں یہ مادہ فقط باب افعال ہی میں استعمال ہوتا ہے۔ تسل: اس کے لغوی معنی سلب کر لینے یا نکال دینے کے ہیں۔ یہاں اس سے مراد کینہ کو زائل کرنا ہے۔ السخیمۃ: اس کے لفظی معنی سیاہی کے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد بغض و کینہ ہے۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو فقط البزار کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ یہ روایت المعجم الاوسط میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے اور اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے انصار کی جماعت! ایک دوسرے کو تحائف دیا کرو، کیونکہ تحفہ کینہ کو سلب کرتا ہے اور محبت و مودت کو فروغ دیتا ہے، اللہ کی قسم! اگر مجھے (بکری کا) ایک پایا دیا جائے تو میں وہ بھی قبول کر لوں اگر مجھے ایک دستی پر مدعو کیا جائے تو میں اسے بھی قبول کر لوں گا۔"

علامہ ہیثمی نے اس روایت کو مجمع الزوائد میں درج کر کے اسے المعجم الاوسط کی طرف منسوب کیا ہے، نیز کہا ہے کہ اس کی مثل روایت البزار میں بھی ہے، لیکن یہ عائذ بن شریح کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قدر مختلف الفاظ سے ایک دوسرے طریق سے روایت نقل کی ہے۔

اس کی شاہد روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اور یہ طریق بھی احمد بن الحسن کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کی ایک شاہد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ روایت ابو معشر مدنی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کی شاہد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے اور وہ روایت محمد بن ابی زعیزعۃ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ جیسا کہ مؤلف رحمہ اللہ نے تلخیص میں بیان کیا ہے۔ امام ابو یعلیٰ نے اس مفہوم کی روایت سعید بن ربیع عن رجل کے طریق سے نقل کی ہے، یہ روایت ایک راوی کے مبہم ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اور دوسری روایت انہوں نے اسی مفہوم کی ام حکیم بنت وداع سے نقل کی ہے۔

۹۳۳: وَعَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ! لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الهبة و فضلها و التحریض علیها: ۲۵۶۶، مسلم: ۱۰۳۰، الترمذی: ۲۱۲۰، احمد: ۷۵۹۴، ۸۰۷۲، ۲۷۵۱۹، المعجم الاوسط: ۷۱۹، ابن حبان: ۴۶۸

۹۳۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے مسلم خواتین! کوئی پڑوسن اپنی کسی پڑوسن کیلئے تحفہ بھیجنے کو حقیر خیال نہ کرے خواہ وہ ہدیہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: لا تحقرن: چھوٹا یا کم مت خیال کرے۔ فرسن: فاء مکسور اور راء ساکن، یہ لفظ حقیقی طور پر اونٹ کے پاؤں کیلئے استعمال ہوتا ہے جبکہ بکری کے کھر کیلئے اس کا استعمال مستعار ہے۔

تشریح: اسی مفہوم کی روایات حضرت حواء اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نیک کام کو معمولی مت خیال کرو، نیکی کے کسی کام کو چھوٹا خیال کر کے ترک کرنا نہایت ناپسندیدہ عمل ہے۔

۹۳۴: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "مَنْ وَهَبَ هِبَةً، فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا، مَا لَمْ يُثَبْ عَلَيْهَا" رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ، وَالْمَحْفُوظُ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَوْلَهُ.

الحاکم: ۵۲/۲، البیهقی، کتاب الهبات، باب المكافاة فی الهبة: ۱۲۲۵۳ - ۱۲۲۵۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۳۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی کو کچھ ہبہ کرے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے جب تک اس کا بدلہ نہ دیا جائے۔" (اسے حاکم نے بیان کیا ہے لیکن درست یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے موقوف نقل کرتے ہیں۔)

تشریح: امام حاکم نے اس روایت کو مرفوع نقل کیا ہے، جبکہ امام مالک نے مؤطا میں صحیح سند سے موقوف نقل کیا ہے۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے امام حاکم سے مروی طریق کو وہم قرار دیا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اس مرفوع روایت کو وہم قرار دیا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایت اس کی شاہد نقل کرنے کے بعد اسے ابراہیم بن اسماعیل کی وجہ سے ضعیف کہا ہے اور امام بخاری کے حوالے سے اس کے موقوف ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔

۱۹۔ بَابُ اللُّقَطَةِ — گم شدہ چیزوں کو اُٹھانے کا بیان

۹۳۵: عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ "لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب اللقطة، باب اذا وجد تمرة فی الطریق: ۲۴۳۱، مسلم: ۱۰۷۱، ابوداود: ۱۶۵۱، البیهقی: ۱۹۵/۶ (۱۲۳۲۸)

۹۳۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کا گزر راستے میں گری ہوئی چیز کے قریب سے ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ کھجوریں کہیں صدقہ کی نہ ہوں تو میں اسے ضرور کھا لیتا۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: اللقطة: لام مضموم اور قاف مفتوح۔ خلیل نحوی کے نزدیک قاف ساکن ہے، مگر محدثین اور لغویین کا قاف کے مفتوح ہونے پر اجماع ہے۔ اس کے لغوی معنی گم شدہ چیز کو اٹھانے کے ہیں۔

تشریح: گم شدہ اشیا کی چار اقسام ہیں (۱) نہایت معمول قیمت کی گری ہوئی اشیا۔ ایسی اشیا کو اٹھانے کے بعد ان کا اعلان کرنا ضروری نہیں، البتہ اگر اس کا مالک معلوم ہو جائے تو پھر اسے لوٹانا ضروری ہے۔ (۲) ایسی اشیا جن کے ضائع ہونے کا خدشہ نہیں اور انہیں چھوٹے موٹے درندے بھی شکار نہیں کر سکتے، مثلاً اونٹ، ہرن اور پرندے وغیرہ، انہیں اپنے قبضہ میں لینا ممنوع ہے۔ (۳) حرم میں گری ہوئی چیز خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی ہو اس کا اٹھانا فقط اس شخص کیلئے روا ہے، جو اس کا اعلان کرنا چاہتا ہو۔ (۴) غیر معمولی قیمت کی ایسی اشیا جن کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو، انہیں اعلان کرنے کی شرط سے اٹھانا درست ہے۔

فقہی احکام: (۱) صدقہ نبی کریم ﷺ پر حرام تھا۔ (۲) معمولی قیمت کی گری ہوئی اشیا اٹھانا اور اسے استعمال کرنا جائز ہے۔

۹۳۶: وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ؟ فَقَالَ "اِعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنُكَ بِهَا" قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ "هِيَ لَكَ، أَوْ لِأَخِيكَ، أَوْ لِلذِّئْبِ" قَالَ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ "مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ، وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب اللقطة......، باب اذالم یوجد صاحب اللقطة بعد سنة فهی لمن وجدها: ۲۴۲۹، مسلم: ۱۷۲۲، ابوداود: ۱۷۰۴، الترمذی: ۱۴۰۴، ابن ماجة: ۲۵۰۴، احمد: ۱۱۵/۴، المؤطا: ۷۵۷/۲، ابن الجارود: ۶۶۶، الدارقطنی: ۲۳۵/۴، البیهقی: ۱۸۵/۶، ابن حبان: ۴۸۸۹۔۴۸۹۱، الشافعی: ۱۳۷/۲، الطبرانی: ۵۲۵۰، عبدالرزاق: ۱۸۶۰۲، الحمیدی: ۸۱۶، ابن ابی شیبة: ۴۵۶/۶، المعجم الاوسط: ۴۸۹۴، ۱۶۹۱، ۴۹۶۱، ۷۷۹۱، فقة السنن والآثار: ۳۸۱۷

۹۳۶: حضرت خالد بن زید جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ سے گری ہوئی چیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٹھانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کا غلاف اور تسمہ ذہن نشین کر لو، پھر ایک سال اس کا اعلان کرو، اگر اس کا مالک آجائے (تو اس کے سپرد کر دو) ورنہ جو چاہو کرو۔" پھر اس نے گمشدہ بکری کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ تیرے لیے، تیرے بھائی کیلئے یا پھر بھیڑیئے کیلئے ہے۔" پھر اس نے گم شدہ اونٹ کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں، کیونکہ اس کا پانی اور اس کے جوتے اس کے پاس ہیں، وہ پانی پر پہنچ جائے گا اور درخت کھا لے گا، یہاں تک کہ اس کا مالک اسے تلاش کر لے۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **اعرف**: ہمزہ وصل اور راء مکسور، خوب ذہن نشین کر لے۔ **عفاصها**: عین مکسور، چمڑے کا ٹکڑا جس کے ذریعے بوتل کے منہ کو ڈھانپا جاتا ہے، یعنی غلاف۔ ابوعبیدہ کے نزدیک اس کا معنی برتن ہے۔ **وکائها**: واؤ مکسور، تسمہ۔ **عرفها**: عین مفتوح اور راء مشدد مکسور، اعلان کر۔ **فان جاء صاحبها**: اس جملہ کی جزا۔ **فاعطهااياه**: محذوف ہے یعنی جیسے ہی اس کا مالک آئے وہ چیز اسے دے دو۔ **سقاؤها**: سین مکسور اور کاف ممدود، یعنی اس کا پیٹ اس کیلئے مشکیزہ کی مثل ہے، کیونکہ وہ اس میں پانی جمع کر لیتا ہے۔ **حذاؤها**: حاء مکسور اور ذال ممدود، اس کے لفظی معنی جوتے کے ہیں، لیکن یہاں اس سے مراد اس کے خف ہیں۔ **ضالة**: گم شدہ۔ **الذئب**: بھیڑیا۔

تشریح: اس مفہوم کی حدیث حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے سو دینار ملے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "سال بھر اعلان کر۔" میں نے سال بھر اعلان کیا، پھر عرض کیا کہ اس کا مالک نہیں آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مزید اعلان کر۔" میں نے پھر سال بھر اعلان کیا، پھر میں نے عرض کیا کہ اس کا مالک نہیں آیا۔ آپ ﷺ نے پھر اعلان کرنے کا حکم دیا، میں نے پھر سال بھر اعلان کیا اور عرض کیا کہ مالک نہیں آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کی تھیلی اور تسمہ ذہن نشین رکھ کر اسے استعمال کر لے اور اگر اس کا مالک آجائے تو واپس کر دینا۔"

فقہی احکام: (۱) غیر معمولی چیز کو اگر اٹھا لیا جائے تو اس کا اعلان سال بھر کرنا چاہیے۔ (۲) یہ اعلان مساجد، منڈیوں اور بازاروں اور اہم گزر گاہوں پر ہونا چاہیے۔ (۳) ایک سال گزرنے کے بعد وہ اسے استعمال کر سکتا ہے لیکن اگر اس کا مالک بعد میں بھی آجائے تو وہی چیز بشرطیکہ وہ موجود ہو، ورنہ اس کی قیمت دینا ہوگی۔ (۴) ایسی اشیا جن کے ضائع ہونے کا خدشہ نہیں، انہیں اٹھانا جائز نہیں۔

۹۳۷: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ آوَى ضَالَّةً فَهُوَ ضَالٌّ, مَا لَمْ يُعَرِّفْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب اللقطة، باب فى لقطة الحاج: ۱۷۲۵، احمد: ۴/ ۱۱۷، ابن حبان: ۴۸۹۷، الطبرانى: ۵۲۸۲، ۵۲۸۱، البيهقى: ۶/ ۱۹۱، الطحاوى: ۴/ ۱۳۴، معرفة السنن والآثار: ۵/ ۳۱

۹۳۷: حضرت زید رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے گمشدہ چیز اٹھا کر اپنے پاس رکھ لی اور اس کا اعلان نہ کیا وہ گمراہ ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **آوى ضالة**: گم شدہ چیز اٹھا کر اپنے پاس رکھ لی۔ **ضالة**: علامہ ازہری کا کہنا ہے کہ گم شدہ حیوان کو ضالة اور دیگر گم شدہ مال و متاع کو لقطہ کہا جاتا ہے۔ **ضال**: غیر رشید، گمراہ۔

تشریح: مسلمانوں کے اموال چونکہ ایک دوسرے پر حرام ہیں، اس لئے کسی گمشدہ چیز کو اٹھا کر اس کا اعلان اہم مقامات پر کرنا نہایت ضروری ہے اور جو شخص ایسا نہیں کرتا، وہ مسلمانوں کا مال باطل طریقے سے ہڑپ کرتا ہے اور ایسے شخص کو رحمت عالم ﷺ نے گمراہ قرار دیا ہے۔ اسی مفہوم کی ایک حدیث جریر بن عبداللہ سے بھی مروی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہی احکام: (۱) گمشدہ چیز اٹھا لینے پر اعلان کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ (۲) اعلان نہ کرنا گمراہی کی علامت ہے۔

۹۳۸: وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ وَجَدَ لُقَطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَوَيْ عَدْلٍ ,وَلْيَحْفَظْ عِفَاصَهَا وَوِكَائَهَا ,ثُمَّ لَا يَكْتُمْ ,وَلَا يُغَيِّبْ ,فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا ,وَإِلَّا فَهُوَ مَالُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا اَلتِّرْمِذِيَّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ ,وَابْنُ اَلْجَارُودِ ,وَابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، كتاب اللقطة، باب في اللقطة: ۱۷۰۹، النسائي في الكبرى: ۴۱۸/۳، ابن ماجة: ۲۵۰۵، احمد: ۱۶۱/۴، ابن الجارود: ۱۶۹/۲، ابن حبان: ۴۸۹۴، البيهقي: ۱۹۳/۶، الطبراني: ۹۸۵/۱۷، ابن ابي شيبة: ۴۵۵/۶، الطيالسي: ۱۰۸۱

۹۳۸: حضرت عیاض بن عمار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو گمشدہ چیز اٹھائے، اسے چاہیے کہ وہ اس پر دو عادل گواہ بنا لے، اس کے غلاف اور تسمہ کو خوب یاد رکھے، پھر اسے چھپائے نہ غائب کرے، اگر اس چیز کا مالک آ جائے تو وہی اس کا حقدار ہے، بصورت دیگر وہ اللہ کا مال ہے، وہ جسے چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے۔" (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے ماسوا ترمذی کے، اسے ابن خزیمہ، ابن الجارود اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

فقہی احکام: (۱) گری ہوئی چیز اٹھانے پر دو عادل گواہ بنا لینے چاہیے۔ (۲) اگر اس چیز کا مالک آ جائے تو پھر دو گواہوں کی موجودگی میں وہ چیز اس کے سپرد کی جائے۔ (۳) گمشدہ چیز کو مالک کے سپرد کرنے سے پہلے خوب تسلی کر لے کہ یہ چیز اسی کی ہے۔

۹۳۹: وَعَنْ عَبْدِ اَلرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ اَلتَّيْمِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ لُقَطَةِ اَلْحَاجِّ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

صحيح مسلم، كتاب اللقطة، باب في لقطة الحاج: ۱۷۲۴، ابوداود: ۱۷۱۹، احمد: ۴۹۹/۳، معرفة السنن والآثار: ۳۴/۵

۹۳۹: حضرت عبدالرحمن بن عثمان تیمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجیوں کی گری ہوئی چیز اٹھانے کی ممانعت فرمائی۔ (مسلم)

تشریح: حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مکہ مکرمہ میں گری ہوئی چیز فقط وہی اٹھائے جو اس کا اعلان کرلے۔" امام نووی اس حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ حاجیوں کی گری ہوئی چیز مطلق اٹھانا ممنوع نہیں، بلکہ فقط اس شخص کیلئے ممنوع ہے جو اس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ امام بیہقی نے بھی اسی خیال کا اظہار فرمایا ہے۔

۹۴۰: وَعَنِ اَلْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "أَلَا لَا يَحِلُّ ذُو نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ ,وَلَا اَلْحِمَارُ اَلْأَهْلِيُّ ,وَلَا اَللُّقَطَةُ مِنْ مَالِ مُعَاهِدٍ ,إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

ابوداود، كتاب الاطعمة، باب النهي عن اكل السباع: ۳۸۰۴، احمد: ۱۳۱/۴

۹۴۰: حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خوب غور سے سن لو! کچلیوں والا جانور حلال ہے نہ پالتو گدھا اور نہ ذمی کی متاع گمشدہ حلال ہے، ہاں البتہ ایسی چیز کے اٹھانے میں کوئی مضائقہ نہیں جس کی مالک کو کوئی پرواہ نہ ہو۔" (ابوداود)

لغوی تحقیق: ذوناب: ناب ان دانتوں کو کہتے ہیں جو سامنے والے چار دانتوں کے دونوں طرف ہوتے ہیں، اس کی جمع انیاب اور نیوب آتی ہے۔ السباع: سین مکسور، جو جانور ذوناب ہوتے ہیں انہیں سباع یعنی درندے کہا جاتا ہے جیسے کتا شیر اور چیتا وغیرہ۔ الحمار الاهلی: پالتو گدھے۔ معاهد: ایسے کفار جو جزیہ دیکر اسلامی ریاست میں رہتے ہیں۔ ان یستغنی عنها: نہایت حقیر شئی ہونے کی وجہ سے اس کا مالک اس سے مستغنی ہو۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جس طرح مسلمانوں کی گری ہوئی چیز اٹھا کر بغیر اعلان و انتظار کے استعمال کرنا ممنوع ہے، اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح غیر مسلموں کی گری ہوئی چیز کو بغیر اعلان و انتظار اٹھا کر استعمال کرنا بھی ممنوع ہے۔

فقہی احکام: (۱) اسلامی ریاست میں رہنے والے تمام لوگوں کے مال و جان کی حرمت یکساں ہے۔ (۲) غیر مسلموں کی گری ہوئی چیز اٹھانے کی بھی اسی صورت میں اجازت ہے جب اس کا اعلان و انتظار کرنا مقصود ہو۔ (۳) گری ہوئی نہایت معمولی اشیا اٹھا کر استعمال کی جا سکتی ہیں۔ (۴) اگر ایسی اشیا کا مالک آ جائے اور وہ واپسی کا مطالبہ کرے تو واپس کرنا لازم ہے، خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم (۵) پالتو گدھے اور درندے حرام ہیں

۲۰۔ بَابُ الْفَرَائِضِ ورثا کے حصوں کا بیان

۹۴۱: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا ,فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

مسلم، کتاب الفرائض، باب الحقوا الفرائض باھلھا: ۱۶۱۵، البخاری: ۶۷۳۲، ابوداود: ۲۸۹۸، الترمذی: ۲۰۹۸، ابن ماجة: ۲۷۴۰، احمد: ۲۹۲/۱، الدارمی: ۳۶۸/۲، ابن حبان: ۶۰۲۸ ـــ ۶۰۳۱، الدارقطنی: ۷۰/۴، البیھقی: ۲۳۸/۶، الطبرانی: ۱۰۹۰۲، عبدالرزاق: ۱۹۰۰۴، ابن ابی شیبة: ۲۶۵/۱۱، المعجم الاوسط: ۱۲۱۸، ۸۵۰۲، فقة السنن و الآثار: ۶۱/۵

۹۴۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ورثا کو ان کے حصے ادا کرو، پھر جو کچھ باقی بچ جائے وہ سب سے زیادہ قریبی مرد وارث کو دو۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **الفرائض**: یہ فریضة کی جمع ہے اور مفروض کے معنی میں ہے، اور اس سے مراد فوت ہونے والے کی جائداد میں ورثا کے مقرر شدہ حصے ہیں، اس علم کو علم الفرائض کہتے ہیں، اور یہ ایک نہایت اہم علم ہے۔ بعض ضعیف طرق سے مروی روایات میں اس علم کی فضیلت و اہمیت بھی مذکور ہے۔ **الحقوا**: ہمزہ مفتوح اور حاء مکسور، ادا کرو۔ **اھلھا**: یہاں اس سے مراد وہ خواتین و حضرات ہیں جن کے حصے متعین ہیں۔ **الرجل ذکر**: یہاں لفظ ذکر بظاہر زائد معلوم ہوتا ہے کیونکہ رجل کہنے سے مؤنث خارج ہو گئی، بعض نے اسے تاکید قرار دیا ہے، مگر علامہ بقری نے اس کی بہت عمدہ وضاحت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ لفظ رجل کا اطلاق فقط بالغ مرد پر ہوتا ہے جبکہ شارع کی رجل سے مراد فقط بالغ مرد نہیں "رجل ذکر" فرما کر اس لئے اس میں نابالغ لڑکوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں وراثت کی تقسیم کا طریقہ کار بتایا گیا ہے۔ یعنی وراثت کی تقسیم کا آغاز اس طرح کیا جائے کہ سب سے پہلے ان لوگوں کو وراثت دی جائے جن کے حصص متعین ہیں۔ قرآن حکیم میں متعین حصوں کی تفصیل اس طرح ہے۔ (۱) **نصف حصہ**: اگر کوئی عورت بے اولاد فوت ہو جاتی ہے تو اس کے شوہر کو اس کی جائداد کا نصف ملے گا، اگر کوئی شخص بے اولاد فوت ہو جاتا ہے اور اس کی فقط ایک بہن ہی ہے تو اسے اس کی جائداد کا نصف ملے گا۔ میت کی صرف ایک ہی بیٹی ہے تو اسے نصف حصہ ملے گا۔ (۲) **چوتھائی حصہ**: اگر کوئی عورت اپنی اولاد چھوڑ کر فوت ہوتی ہے تو اس کے شوہر کو اس کے ترکہ میں سے ایک چوتھائی حصہ ملے گا، اگر مرد بے اولاد فوت ہو جائے تو اس کی بیوی کو ایک چوتھائی حصہ ملے گا۔ (۳) **آٹھواں حصہ**: اگر شوہر اولاد چھوڑ کر فوت ہوا تو اس کی بیوی کو ۱/۸ حصہ ملے گا۔ (۴) **دو تہائی حصہ**: اگر میت کا بیٹا یا پوتا نہ ہو، فقط دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں یا پوتیاں ہوں تو اس صورت میں ان سب کو دو تہائی حصہ ملے گا۔ میت اگر بے اولاد ہو اور اس کی دو یا دو سے زائد بہنیں ہوں تو انہیں بھی ۲/۳ حصہ ملے گا، اسی طرح اگر میت بے اولاد ہو لیکن اس کے والدین ہوں تو والدین کو ۲/۳ حصہ ملے گا۔ (۵) **ایک تہائی حصہ**: اگر میت بے اولاد ہو اور اس کے والدین ہوں تو والد کو ۱/۳ حصہ ملے گا۔ (۶) **چھٹا حصہ**: میت جب صاحب اولاد ہو تو پھر اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ۱/۶ حصہ ملے گا، والدین کے نہ ہونے کی صورت میں یہی حصہ دادا اور دادی کو ملے گا۔ میت کے ورثا میں اگر ایک بیٹی اور ایک پوتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگی تو پوتی کو ۶/ا حصہ ملے گا، اسی طرح اگر میت کے ورثا میں ایک حقیقی بہن اور ایک پدری بہن ہوگی تو پدری بہن کو ۶/ا حصہ ملے گا۔

درج بالا اصحاب الفروض کو ان کے حصص دینے کے بعد جو ترکہ بچ جائے وہ میت کے قریبی مذکر وارث کا ہوگا۔فقہی اصطلاح میں اسے عصبہ کہا جاتا ہے۔مزید تفصیل کیلئے علم وراثت کی کتب ملاحظہ فرمائیں۔

۹۴۲: وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " لا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ, وَلا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر: ۶۷۶۴، مسلم: ۱۶۱۴، ابوداود: ۲۹۰۹، الترمذی: ۲۲۰۴، ابن ماجة: ۲۷۲۹، احمد: ۵/ ۲۰۰، المؤطا: ۲/ ۵۱۹، الشافعی: ۲/ ۱۹۰، سعید بن منصور: ۱۳۵، الدارمی: ۲۹۹۸، البیهقی: ۶/ ۲۱۸، عبدالرزاق: ۹۸۵۲، ابن حبان: ۳۰۳۳، الدارقطنی: ۴/ ۶۹، البغوی: 2231

۹۴۲: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"مسلمان، کافر کا وارث نہیں ہوگا اور نہ کافر، مسلمان کا وارث ہوگا۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: کافر: ایسا شخص جو خلاف اسلام عقیدہ رکھتا ہے، یا بات کرتا ہے، یا عمل کرتا ہے، اسے شرعی اصطلاح میں کافر کہا جاتا ہے، جبکہ اس کے لفظی معنی چھپانے اور انکار کرنے کے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) مسلمان اور کافر ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے اگرچہ ان کا باہمی رشتہ اولاد اور والدین ہی کا کیوں نہ ہو۔

۹۴۳: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہما فِي بِنْتٍ, وَبِنْتِ ابْنٍ, وَأُخْتٍ فَقَضَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِلابْنَةِ النِّصْفَ, وَلابْنَةِ الابْنِ السُّدُسَ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَمَا بَقِيَ فَلِلأُخْتِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الفرائض، باب میراث ابنة بن مع ابنة: ۶۷۳۶، ابوداود: ۲۸۹۰، الترمذی: ۲۱۸۸، ابن ماجة: ۲۷۲۱، احمد: ۱/ ۳۸۹، البیهقی: ۶/ ۲۳۰، الطبرانی: ۹۸۷۶، عبدالرزاق: ۱۹۰۳۱، الطیالسی: ۳۷۵، سعید بن منصور: ۲۹، ابن ابی شیبة: ۱۱/ ۲۴۵، معرفة السنن و الآثار: ۵/ ۵۸، ابن حبان: ۶۰۳۴

۹۴۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے بیٹی، پوتی اور بہن کے بارے میں بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ بیٹی کیلئے نصف ہے، اور دوتہائی مکمل کرنے کیلئے پوتی کیلئے چھٹا حصہ ہے اور جو کچھ باقی بچے وہ بہن کیلئے ہے۔(بخاری)

تشریح: نص قرآنی کے مطابق اگر میت کی نرینہ اولاد نہ ہو لیکن اس کی دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو انہیں دو تہائی حصہ ملتا ہے اور اگر ایک بیٹی ہو تو پھر اسے نصف حصہ ملتا ہے۔صورت مذکورہ میں ایک بیٹی ہے، اس لئے اسے نصف حصہ دیدیا گیا، جبکہ نرینہ اولاد موجود نہ ہونے کی صورت میں پوتی کو بھی بیٹی کی حیثیت حاصل ہے اس لئے اسے چھٹا حصہ دیکر دو تہائی حصہ مکمل کر دیا گیا۔

زیر مطالعہ حدیث سابقہ حدیث کے بظاہر معارض ہے کیونکہ اس حدیث میں بقیہ حصہ مرد کو دینے کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں بقیہ حصہ عورت (بہن) کو دینے کا فیصلہ فرمایا گیا ہے، لیکن حقیقت میں ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ نرینہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں بیٹیاں اصحاب الفروض میں سے ہیں، مگر جب ان کے ساتھ ان کے بھائی ہوں گے تو وہ انہیں بھی عصبہ بنا دیں گے، جیسا کہ سورۃ النساء میں مذکور ہے، اسی طرح بنات (بیٹیاں) اخوات (بہنوں) کو عصبہ بنا دیتی ہیں۔

۹۴۴: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " لا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ " رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَالأَرْبَعَةُ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَأَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ بِلَفْظِ أُسَامَةَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ حَدِيثَ أُسَامَةَ بِهَذَا اللَّفْظِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوداود، کتاب الفرائض، باب هل یرث المسلم الکافر: ۲۹۱۱، النسائی فی الکبری: ۸۲/۴، ابن ماجة: ۲۷۳۱، احمد: ۱۷۸/۲، الدارقطنی: ۷۶/۴، الحاکم: ۲۴۰/۲، المعجم الاوسط: ۶۳۱۹، ۸۴۶۱

۹۴۴: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دوملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہونگے۔" (اسے احمد اور چاروں نے ماسوا ترمذی کے روایت کیا ہے اور حاکم نے عبداللہ بن عمرو سے ان الفاظ کے ساتھ روایت نقل کی ہے جن الفاظ سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے اور نسائی نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے یہی الفاظ نقل کئے ہیں۔)

لغوی تحقیق: ملتين : یہ ملة کا تثنیہ ہے، اس کی میم مکسور و لام مشدد ہے، اس کی جمع ؛ملل؛ آتی ہے، دو دین، یعنی دین اسلام اور دین کفر۔

تشریح: اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا، جبکہ جمہور کے نزدیک مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہوسکتا اور یہی راجح ہے، مگر یہودی اور عیسائی یا اہل کتاب اور ہندوں ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس اختلاف کی بنیاد اس بات پر ہے کہ آیا سارا کفر ایک ہی ملت ہے یا نہیں؟ جن حضرات کا یہ کہنا ہے کہ سارا کفر ایک ہی ملت ہے، ان کے نزدیک یہودی اور عیسائی یا دیگر غیر مسلم مذاہب ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں اور جن حضرات کے نزدیک کفار کی بھی الگ الگ ملتیں ہیں، ان کے نزدیک غیر اسلامی مذاہب کے پیروکار بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی بعض طرق میں ؛لایتوارث اهل ملتين شتى ؛کے الفاظ ہیں، اور یہ الفاظ مؤخر الذکر موقف کے مؤید ہیں۔ اس طرح کی ایک حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: غیر اسلامی مذاہب بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے۔

۹۴۵: وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ ابْنَ ابْنِي مَاتَ ,فَمَا لِي مِنْ مِيرَاثِهِ؟ فَقَالَ " لَكَ السُّدُسُ " فَلَمَّا وَلَّى دَعَاهُ، فَقَالَ "لَكَ سُدُسٌ آخَرُ " فَلَمَّا وَلَّى دَعَاهُ فَقَالَ " إِنَّ السُّدُسَ الْآخَرَ طُعْمَةٌ " رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَةُ ,وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَهُوَ مِنْ رِوَايَةِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنْ عِمْرَانَ , وَقِيلَ إِنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ.

ابوداود، کتاب الفرائض، باب فی میراث الجد: ۲۸۹۶، الترمذی: ۲۰۹۹، النسائی فی الکبری: ۷۳/۴، احمد: ۴۲۸/۴، ابن الجارود: ۲۴۱/۲، الدارقطنی: ۸۴/۴، البیهقی: ۲۴۴/۶، معرفة السنن والآثار: ۶۶/۵

۹۴۵: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میرا پوتا فوت ہوگیا ہے، اس کے ترکہ میں میرے لئے کتنا حصہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تیرے لئے چھٹا حصہ ہے۔" جب وہ واپس ہوا تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: "تیرے لئے ایک چھٹا حصہ مزید ہے۔" پھر جب وہ واپس ہوا تو آپ ﷺ نے اسے پھر بلایا اور فرمایا: "تیرے لئے آخری چھٹا حصہ بطور کھانے کے ہے۔" (اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور یہ روایت حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری نے نقل کی ہے جبکہ حسن بصری کا حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سماع مختلف فیہ ہے۔)

لغوی تحقیق: طعمة: طاء مضموم اور عین ساکن، کھانا۔

تشریح: پہلا چھٹا حصہ اس کیلئے اصحاب الفروض میں سے ہونے کی وجہ سے ہے، کیونکہ فوت ہونے والے کا باپ پہلے فوت ہو چکا تھا اور دادا باپ کے قائم مقام تھا، جبکہ دوسرا چھٹا حصہ اسے عصبہ ہونے کے ناطے ملا۔ آپ ﷺ نے اسے دو وقفوں میں اس لئے بتایا کہ کہیں کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ دادا کا میراث میں تیسرا حصہ ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت حسن کا حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ نیز یہ روایت قتادہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عنعنہ کی وجہ سے بھی ضعیف ہے۔

۹۴۶: وَعَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ ,عَنْ أَبِيهِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم جَعَلَ لِلْجَدَّةِ السُّدُسَ ,إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهَا أُمٌّ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ ,وَابْنُ الْجَارُودِ ,وَقَوَّاهُ ابْنُ عَدِيٍّ.

ابوداود، کتاب الفرائض، باب فی الجدۃ: ۲۸۹۵، النسائی فی الکبری: ۷۳/۴، ابن الجارود: ۲۴۱/۲، ابن عدی: ۳۲۹/۴، الدارقطنی: ۹۱/۴

تنبیہ: صاحب سبل السلام نے مختلف فیہ راوی کا نام عبداللہ العتکی تحریر کیا ہے، صاحب فتح العلام نے بھی ان کی تقلید کرتے ہوئے عبداللہ العتکی ہی تحریر کیا ہے۔ جبکہ امہات الکتب میں اس کا نام عبیداللہ العتکی مذکور ہے۔ یہی درست ہے کیونکہ عبداللہ اس کے والد کا نام ہے۔

۹۴۶: حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کیلئے اس صورت میں چھٹا حصہ مقرر فرمایا جب میت کی والدہ زندہ نہ ہو۔ (اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے، ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے صحیح کہا ہے اور ابن عدی نے اسے قوی قرار دیا ہے۔)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ والدہ کی عدم موجودگی میں دادی اور نانی دونوں ترکہ میں شریک ہونگی بشرطیکہ وہ دونوں زندہ ہوں ورنہ جو زندہ ہوگی اسے چھٹا حصہ ملے گا۔ اس روایت کو ابن خزیمہ، ابن جارود، ابن عدی اور ابن سکن نے صحیح کہا ہے، لیکن علامہ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس روایت کے بارے میں اہل فن کے اختلاف کا سبب عبیداللہ العتکی ہے، اسے امام ابن خزیمہ، امام ابن عدی اور امام ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے، جبکہ امام بخاری اور امام نسائی نے ضعیف کہا ہے۔

فقہی احکام: اقرب کی موجودگی میں ابعد وراثت سے محروم رہے گا۔

۹۴۷: وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ" أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ, وَالْأَرْبَعَةُ سِوَى التِّرْمِذِيِّ ,وَحَسَّنَهُ أَبُو زُرْعَةَ الرَّازِيُّ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ وَ ابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب الفرائض، باب فی میراث ذوی الارحام: ۲۸۹۹ ـ ۲۹۰۱، النسائی فی الکبری: ۷۶/۴، ابن ماجۃ: ۲۷۳۸، احمد: ۱۳۱/۴، ۱۳۳/۴، العلل لابن ابی حاتم: ۵۰/۲، ابن الجارود: ۹۶۵، ابن حبان: ۶۰۳۵، ۶۰۳۶، الحاکم: ۳۴۴/۴، ابن ابی شیبۃ: ۲۶۴/۱۱، معرفۃ السنن والآثار: ۸۲/۵، الدارقطنی: ۸۵/۴، شرح معانی الآثار: ۳۹۸/۴، شرح مشکل الآثار: ۷/۴، تحفۃ الاشراف: ۵۱۰/۸، بیان الوھم والایھام: ۳۴، ۳۱۵، ۱۳۱۷، البیھقی: ۲۱۴/۶

۹۴۷: حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ماموں اس شخص کا وارث ہے، جس کا کوئی وارث نہ ہو۔" (اسے احمد اور چاروں نے ماسوا ترمذی کے بیان کیا ہے، امام ابوزرعہ نے اسے حسن، امام حاکم اور امام ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: الخال: ماموں۔

تشریح: یہ روایت حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے عبدالرحمٰن بن عائذ، ابو عامر الہوزنی، راشد بن سعد اور یحییٰ بن مقدام نقل کرتے ہیں۔ یحییٰ بن مقدام سے مروی طریق یزید بن حجر کے مجہول، صالح بن یحییٰ کے مستور اور یحییٰ بن مقدام کے لین الحدیث ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، جبکہ دیگر تینوں طرق کا مدار راشد بن سعد ہے، راشد بن سعد کبھی یہ روایت حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے براہ راست نقل کرتے ہیں، کبھی ان سے ابو عامر الہوزنی کے واسطے سے اور کبھی عبدالرحمٰن بن عائذ کے واسطے سے نقل کرتے ہیں اور کبھی مرسل نقل کرتے ہیں، اور متن بھی مختلف الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ بنابریں امام بیہقی نے اسے مضطرب قرار دیا ہے، نیز وہ فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ بن معین اس روایت کو ضعیف قرار دیتے تھے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتے تھےاس مسئلہ کی بابت کوئی بھی قوی حدیث موجود نہیں۔

امام ابن حبان اس روایت کو دوطرق سے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایت راشد بن سعد نے ابو عامر الہوزنی اور عبدالرحمٰن بن عائذ دونوں کے واسطے سے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔اور دونوں طرق کے متن مختلف ہونے کے باوجود یہ طرق محفوظ ہیں۔امام ابن قطان نے اس طریق کو بھی درست قرار دیا ہے جس میں وہ براہ راست حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔ابن ترکمانی حنفی فرماتے ہیں کہ راشد بن سعد نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ قدیم صحابہ مثلاً معاویہ اور ثوبان سے سنا ہے۔لہٰذا عین ممکن ہے کہ انہوں نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے یہ روایت براہ راست بھی سنی ہو اور ابو عامر اور ابن عائذ کے واسطے سے بھی سنی ہو۔یہی موقف راجح ہے کیونکہ مسند احمد اور طحاوی میں مروی روایت میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ راشد بن سعد نے کہا کہ میں نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے یہ روایت سنی ہے۔اس کی شاہد روایات حضرت عائشہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں۔

فقہی احکام: (۱)اصحاب الفروض اور عصبہ کی عدم موجودگی میں ذوی الارحام وراثت کے حقدار ہونگے۔

(۲)ماموں اور خالہ کا شمار ذوی الارحام میں ہوتا ہے۔

۹۴۸: وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ قَالَ كَتَبَ مَعِي عُمَرُ إِلَى أَبِي عُبَيْدَةَ رضي الله عنهم أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " اَللَّهُ وَرَسُولُهُ مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ ,وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ سِوَى أَبِي دَاوُدَ وَحَسَّنَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ

الترمذی، ابواب الفرائض، باب میراث الخال: ۲۲۰۰، ابن ماجة: ۲۷۳۷، ابن الجارود: ۹۶۴، الدارقطنی: ۸۴/۴، ۸۵، البیهقی: ۲۱۴/۶، الطحاوی: ۳۹۷/۴، ابن ابی شیبة: ۲۶۳/۱۱، النسائی فی الکبری: ۷۶/۴، احمد: ۲۸/۱، ابن حبان: ۶۰۳۷

۹۴۸: حضرت امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اللہ اور اس کا رسول ہر اس شخص کا مولیٰ ہیں، جس کا کوئی مولیٰ نہ ہو اور ماموں اس کا وارث ہے، جس کا کوئی وارث نہ ہو۔" اسے احمد اور چاروں نے ماسوا ابوداؤد کے بیان کیا ہے، ترمذی نے اسے حسن اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

تشریح: اس روایت کا ایک راوی عبدالرحمٰن بن حارث مختلف فیہ ہے، ابن سعد، ابن حبان اور عجلی نے اس کی توثیق کی ہے، ابوحاتم رازی اور یحییٰ بن معین نے بھی ان کی تعدیل کی ہے، لیکن علی بن مدینی نے اسے ضعیف اور نسائی نے غیر قوی قرار دیا ہے۔

راقم کے نزدیک زیر مطالعہ حدیث حسن درجہ کی ہے کیونکہ یہ روایت سابقہ روایت کی شاہد ہے۔

فقہی احکام: (۱) جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا وارث حاکم ہوگا۔(۲) اگر میت پر قرض ہوگا تو حاکم بیت المال سے ادا کرے گا۔

(۳) اگر اس کا ترکہ ہوگا تو حاکم اسے بیت المال میں جمع کردے گا۔

۹۴۹: وَعَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " إِذَا اِسْتَهَلَّ اَلْمَوْلُودُ وَرِثَ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

ابن حبان، کتاب الفرائض، باب ذکر الاخبار بان من استهل من الصبیان عند الولادة: ۶۰۳۲، ابن ابی شیبة: ۳۱۹/۳، الحاکم: ۳۴۸/۴، الترمذی: ۱۰۳۲، ابن ماجة: ۲۷۵۰، ۲۷۵۱، الدارمی: ۳۱۲۶، عبدالرزاق: ۶۶۰۷، ابوداود: ۲۹۲۰، البیهقی: ۸/۴، المعجم الاوسط: ۴۵۹۶

تنبیہ: مؤلفؒ کے ذکر کردہ الفاظ ابن ماجہ کے ہیں،، مؤلفؒ کا حدیث جابر کو ابوداؤد کی طرف منسوب کرنا تساہل ہے کیونکہ ابوداؤد میں یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

۹۴۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جو نومولود بچہ آواز نکالے وہ وارث بنے گا۔" اسے ابوداؤد نے بیان کیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: استهل: آواز سے رونا یا چیخنا، یہاں اس سے مراد وہ چیخ ہے جو بچہ ولادت کے وقت مارتا ہے۔

تشریح: یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابوزبیر مرفوع اور موقوف ہر دو طرح سے نقل کرتے ہیں، جبکہ عطاء بن ابی رباح وغیرہ موقوف نقل کرتے ہیں۔ ابوزبیر جب مرفوع نقل کرتے ہیں تو معنعن نقل کرتے ہیں، جبکہ ابوزبیر معروف مدلس ہیں اور عطاء بن ابی رباح سے موقوف روایت محمد بن اسحاق نقل کرتے ہیں اور وہ بھی معنعن نقل کرتے ہیں، موصوف بھی معروف مدلس ہیں، لیکن ابوزبیر جب موقوف نقل کرتے ہیں تو وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح کرتے ہیں، گویا اس روایت کا موقوف طریق صحیح ہے۔

اس روایت کی شاہد روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے محمد بن اسحاق کے طریق سے مرفوعاً منقول ہے، یہ طریق بھی محمد بن اسحاق کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کی شاہد روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے، لیکن یہ طریق ابواسحاق سبیعی کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کی شاہد روایت حضرت سعید بن مسیّب کے طریق سے حضرت جابر بن عبداللہ اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً صحیح سند سے منقول ہے۔ ایک شاہد روایت حضرت مکحول سے بھی منقول ہے لیکن یہ روایت مرسل ہے مگر سنداً صحیح ہے، مرسل صحیح کی مؤید جب مرفوع صحیح ہو تو پھر مرسل بھی بالاتفاق حجت ہے۔

فقہی احکام: (۱) نومولود بچہ، دو شرائط پائی جانے پر میت کا وارث بنے گا۔

(۲) وہ متوفی کی زندگی میں حمل کی صورت میں شکم مادر میں ہو، خواہ وہ ابتدائی مراحل ہی میں ہو۔ (۳) وہ زندہ پیدا ہو۔

۹۵۰: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " لَيْسَ لِلْقَاتِلِ مِنَ الْمِيرَاثِ شَيْءٌ " رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ,وَالدَّارَقُطْنِيُّ ,وَقَوَّاهُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ ,وَأَعَلَّهُ النَّسَائِيُّ ,وَالصَّوَابُ وَقْفُهُ عَلَى عَمْرٍو.

النسائی فی الکبری: ۷۹/۴، الدارقطنی: ۷۳/۴، البیہقی: ۱۲۴۸۹، ۱۲۴۹۰، التلخیص الحبیر: ۸۴/۳، ۸۵، المعجم الاوسط: ۸۸۸

۹۵۰: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قاتل کو مقتول کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔" (اسے نسائی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے، اسے ابن عبدالبر نے قوی قرار دیا ہے اور امام نسائی نے اسے معلول کہا ہے، لیکن اس روایت کا حضرت عمرو رضی اللہ عنہ پر موقوف ہونا درست ہے۔)

تشریح: زیر مطالعہ روایت امام نسائی اور امام بیہقی نے دو طرق سے نقل کی ہے۔ ایک طریق اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے ضعیف ہے جبکہ دوسرے طرق کو مؤلف رحمہ اللہ نے تلخیص میں خطا قرار دیا ہے، بنا بریں امام نسائی نے اس روایت کو معلول قرار دیا ہے، لیکن اس روایت کی شاہد روایات ضعیف طرق سے منقول ہیں۔

فقہی احکام: قاتل مقتول کی جائداد میں حقدار نہیں۔

۹۵۱: وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ " مَا أَحْرَزَ الْوَالِدُ أَوِ الْوَلَدُ فَهُوَ لِعَصَبَتِهِ مَنْ كَانَ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَابْنُ مَاجَهْ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْمَدِينِيِّ ,وَابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ.

ابوداود، کتاب الفرائض، باب فی الولاء: ۲۹۱۷، النسائی فی الکبری: ۷۵/۴، ابن ماجۃ: ۲۷۳۲، احمد: ۲۷/۱، البیہقی: ۲۲۱۱۷

۹۵۱: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے: "والد یا اولاد جو کچھ جمع کرے وہ عصبہ کیلئے ہے خواہ عصبہ کوئی بھی ہو۔" (اسے ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ علی بن مدینی اور ابن عبدالبر نے اسے صحیح کہا ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق: احرز: ہمزہ مفتوح اور حاء ساکن، جمع کیا۔

تشریح: یہ روایت مفصل اس طرح ہے کہ رئاب بن حزیفہ نے ایک عورت سے شادی کر لی، اس عورت سے رئاب کے تین بچے پیدا ہوئے، جب وہ فوت ہوگئی تو اس کے بچے اس کے مال اور موالی کے وارث بن گئے، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ان بچوں کے عصبہ رشتہ دار تھے، ان بچوں نے بعد میں شام میں سکونت اختیار کر لی اور وہاں وہ تینوں فوت ہوگئے اور اس عورت کا آزاد کردہ غلام بھی فوت ہوگیا اور وہ صاحب مال تھا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور اس عورت کے بھائیوں کے مابین وراثت کے بارے میں نزاع پیدا ہوگیا، اور یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش ہوا، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ حدیث بیان فرمائی۔

فقہی احکام: ولاء ناقابل تقسیم ہے، البتہ موالی کی جائداد آزاد کرنے والوں کے عصبہ رشتہ داروں میں تقسیم ہوگی، بشرطیکہ موالی کے قریبی نسبی رشتہ دار نہ ہوں۔

۹۵۲: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم " اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ ,لَا يُبَاعُ ,وَلَا يُوهَبُ " رَوَاهُ الْحَاكِمُ: مِنْ طَرِيقِ الشَّافِعِيِّ ,عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ ,عَنْ أَبِي يُوسُفَ، وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ ,وَأَعَلَّهُ الْبَيْهَقِيُّ.

ابن حبان، کتاب البیوع، باب بیع المنھی عنہ: ۴۹۴۸ ـ ۴۹۵۰، الشافعی: ۲/۲۷، ۷۳، الحاکم: ۴/۳۴۱، البیھقی: ۱۰/۲۹۲، ابن ابی شیبۃ: ۶/۱۲۲، ۱۲۳، عبدالرزاق: ۱۶۱۴۹، سعید بن منصور: ۲۸۴

۹۵۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ولاء کا تعلق نسبی تعلق کی مثل ہے، اسے فروخت کیا جا سکتا ہے نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے۔" اسے حاکم نے شافعی کے طریق سے محمد بن حسن از ابو یوسف بیان کیا ہے، ابن حبان نے اسے صحیح اور بیہقی نے معلول کہا ہے۔

لغوی تحقیق: الولاء: واؤ مفتوح، اس کے لغوی معنی غلبہ یا قدرت کے ہیں، لیکن یہاں اس سے مراد آقا اور غلام کا وہ تعلق ہے جو غلام کو آزاد کرنے کے بعد قائم رہتا ہے۔ لحمۃ: لام مضموم اور حاء ساکن، تعلق۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ولاء کی بیع اور ہبہ ممنوع ہے، اس مفہوم کی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے منقول ہے اور بعض طرق ایسے ہیں جن میں ابوالحسن شیبانی اور قاضی ابو یوسف نہیں ہیں۔ امام حاکم اور امام شافعی نے یہ روایت اگرچہ محمد بن الحسن عن ابی یوسف کے طریق سے نقل کی ہے، لیکن ابن حبان نے جس طریق کو صحیح قرار دیا ہے وہ بشر بن الولید عن یعقوب بن ابراہیم (ابی یوسف) ہے یعنی اس طریق میں محمد بن الحسن نہیں، امام بیہقی، محمد بن الحسن سے مروی مرفوع طریق نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ابوبکر بن زیاد نیسا پوری نے اس روایت کو خطا قرار دیا ہے، کیونکہ ثقات رواۃ یہ روایت امام حسن بصری سے مرسل نقل کرتے ہیں۔ امام عبدالرزاق اور امام سعید بن منصور نے سعید بن مسیّب سے موقوف روایت کی ہے۔

۹۵۳: وَعَنْ أَبِي قِلَابَةَ ,عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " أَفْرَضُكُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ " أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ سِوَى أَبِي دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ ,وَأُعِلَّ بِالْإِرْسَالِ.

الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل ...... و ابی عبیدۃ: ۴۰۶۱، ابن ماجۃ: ۱۵۵، احمد: ۳/۱۸۴، ۲۸۱، ابن حبان: ۷۱۳۱، ۷۱۳۷، الحاکم: ۳/۴۲۲، البیھقی: ۶/۲۱۰، الحلیۃ: ۳/۱۲۲، الطیالسی: ۲۰۹۶، النسائی، فی فضائل الصحابۃ: ۱۳۸، و الکبریٰ: ۵/۶۷، مشکل الآثار: ۱/۳۵۰، السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۲۵۲

۹۵۳: حضرت ابوقلابہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میراث کا علم زید بن ثابت تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ جانتے ہیں۔" (اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے، ماسوا ابوداؤد کے، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے، لیکن اسے مرسل ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے۔)

تشریح: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس احادیث کا ایک جملہ نقل کیا ہے اور مفصل روایت اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں سب سے زیادہ مشفق ومہربان انسان ابوبکر ہیں، احکام الٰہی کی تنفیذ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں، سب سے زیادہ باحیا عثمان ہیں، کتاب اللہ کے سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں اور وراثت کا علم سب سے زیادہ زید بن ثابت کے پاس ہے اور حلت وحرمت کے بارے میں سب سے زیادہ آگاہی معاذ بن جبل کو ہے، خوب غور سے سنو! ہر امت میں ایک امین تھا، میری امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔

اس روایت کے جملہ رواۃ اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں۔ اور یہ روایت موصولاً مروی ہے، بنابریں اس پر انقطاع کا حکم صادق نہیں آتا، مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے انقطاع کے حکم کو صیغہ تمریض کے ذریعے بیان کر کے اس کے کمزور ہونے کا عندیہ دیا ہے، نیز اس روایت کے بعض ضعیف شاہد بھی موجود ہیں۔

۲۱۔ بَابُ الْوَصَایَا — وصیتوں کا بیان

۹۵۴: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " مَا حَقُّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُرِيدُ أَنْ يُوصِيَ فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا: ۲۷۳۸، مسلم: ۱۶۲۷، ابوداود: ۲۸۶۲، الترمذی: ۹۸۷، النسائی: ۲۳۸/۶، ابن ماجة: ۲۷۰۲، احمد: ۱۰/۲، المؤطا: ۷۶۱/۲، الدارمی: ۳۱۷۵، ابن الجارود: ۹۴۶، الدارقطنی: ۱۵۰/۴، البیهقی: ۲۷۲/۴، الطیالسی: ۱۸۴۱، البغوی: ۱۴۵۸، ابن حبان: ۶۰۲۴، ۶۰۲۵

۹۵۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنی کسی چیز کے بارے میں وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، لیکن وہ دوراتیں اس حال میں گزار دے کہ اس کے پاس اس چیز کے بارے میں وصیت تحریر نہ ہو۔" بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: الوصایا: یہ وصیة کی جمع ہے اس کے لفظی معنی حکم دینے یا ملانے کے ہیں۔ وصیت کرنے والا چونکہ اپنی زندگی میں اپنی کسی چیز کو اپنی موت کے بعد والے احوال سے ملاتا ہے، اس لئے اس کی اس تحریر وتقریر کو وصیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ فقہی اصطلاح میں اس خاص عہد کا نام وصیت ہے جس کا تعلق اس کے مرنے کے بعد اس کے اموال میں تصرف کرنے سے متعلق ہو۔ ماحق: ما بمعنی لیس ہے، حق مبتدا ہے۔ اس کی خبر الا کے بعد والا جملہ ہے۔ مسلم: یہ؛ امری؛ کی صفت اول ہے۔ له شئ: صفت ثانیہ ہے۔ یبیت لیلتین: صفت ثالثہ ہے

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے، کسی طریق میں دوراتوں کا ذکر ہے، کسی میں ایک یا دوراتیں مذکور ہیں اور کسی میں تین راتوں کا تذکرہ ہے۔ ان طرق سے یہ واضح ہوا کہ زیر مطالعہ حدیث میں مذکور عدد تحدید کیلئے نہیں بلکہ تاکید کیلئے ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کے تمام ایسے افراد کو وصیت کرنے کا حکم فرمایا ہے جن کے پاس کسی کی امانت ہو یا انہوں نے کسی کا قرض دینا ہو یا وہ اپنے مال میں سے ۱/۳ یا اس سے کم کسی کو دینے کا ارادہ رکھتے ہوں، انہیں اپنے اس ارادہ کو تحریر میں لانے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، انہیں چاہیے کہ وہ بلاتاخیر اپنے ارادہ کو نقوش کا جامہ پہنا دیں کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، معلوم نہیں کہ کہاں اور کس وقت زندگی کا سورج ہمیشہ کیلئے موت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے آغوش میں چلا جائے گا۔

فقہی احکام: (۱) جن حضرات وخواتین کیلئے وراثت میں حصص متعین ہیں یا وہ کسی طرح بھی وراثت میں شریک ہیں ان کیلئے مالی وصیت کرنا ممنوع ہے۔(۲) مذکورہ بالا افراد کے علاوہ دیگر افراد کیلئے ۱/۳ حصہ وصیت کی جا سکتی ہے۔(۳) امانت یا قرض کے بارے میں تحریری وصیت کرنا ضروری ہے۔

۹۵۵: وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنَا ذُو مَالٍ ,وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِي وَاحِدَةٌ ,أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ " لَا " قُلْتُ أَفَأَ تَصَدَّقُ بِشَطْرِهِ؟ قَالَ " لَا " قُلْتُ أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ؟ قَالَ " اَلثُّلُثُ ,وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ ,إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الفرائض، باب میراث البنات: ۶۷۳۳، مسلم: ۱۶۲۸، ابوداود: ۲۸۶۴، الترمذی: ۲۲۱۴، النسائی: ۲۴۱/۶، ۲۴۲، ابن ماجۃ: ۲۷۰۸، احمد: ۱۷۹/۱، المؤطا: ۷۶۳/۲، الدارمی: ۳۱۹۶، ابن الجارود: ۹۴۷، ابو یعلیٰ: ۷۴۷، البیہقی: ۲۶۸/۶، عبدالرزاق: ۱۶۳۵۷

۹۵۵: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں صاحب ثروت ہوں، میری وارث فقط میری ایک بیٹی ہے، کیا اپنے مال کا ۲/۳ حصہ صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں۔" میں نے عرض کیا، کیا نصف صدقہ کر سکتا ہوں؟ ارشاد ہوا "نہیں۔" میں نے عرض کیا تیسرا حصہ؟ ارشاد ہوا "تیسرا حصہ کر سکتے ہو لیکن یہ بھی زیادہ ہے اور تیرا اپنے عزیز و اقارب کو مالدار چھوڑنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم انہیں محتاج چھوڑ واور وہ لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلاتے پھریں۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: الشطر: شین مفتوح اور طاء ساکن، یہ ذو معنی لفظ ہے لیکن یہاں اس سے مراد نصف ہے۔ الثلث: اسے مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھنا درست ہے، مرفوع ہونے کی صورت میں یہ مبتدا ہوگا اور؛ یکفیک؛ محذوف جملہ، اس کی خبر ہوگا، یا؛ یکفیک؛ محذوف کا یہ فاعل ہوگا، یعنی آپ کا ایک تہائی خیرات کرنا آپ کیلئے کافی ہے۔ منصوب ہونے کی صورت میں یہ ؛اعط؛ فعل امر محذوف کا مفعول ہوگا، یعنی آپ ایک تہائی دیں۔ ان تذر: تیرا چھوڑنا، یعنی اگر آپ اپنی جائداد اپنے ورثا کیلئے چھوڑیں گے تو وہ تونگر ہو جائیں گے اور ان کا تونگر ہونا آپ کیلئے بہتر ہے۔

تشریح: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ۱۰ھ میں آپ ﷺ کی معیت میں حج کیلئے نکلے تھے، جب وہ مکہ پہنچے تو بیمار ہو گئے، آپ ﷺ ان کی تیمارداری کیلئے تشریف لائے، انہوں نے آپ ﷺ سے جو گفتگو کی، اس میں انہوں نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ شاید میں مکہ میں فوت ہو جاؤں۔ اس پر آپ ﷺ نے انہیں یہ نوید سنائی کہ آپ میرے بعد زندہ رہو گے اور آپ سے ایک قوم (مسلم) فیض یاب ہوگی اور ایک قوم کیلئے آپ شمشیر برہنہ ہونگے، پھر آپ ﷺ نے اپنے تمام مہاجر صحابہ کیلئے دعا فرمائی "اے اللہ! میری صحابہ کی ہجرت کو قائم رکھ۔"

فقہی احکام: (۱) ایک تہائی سے زیادہ وصیت کرنا درست نہیں۔ (۲) اپنے رشتہ داروں کیلئے ترکہ چھوڑنا مستحب ہے۔ (۳) جائز ذرائع سے مال جمع کرنا جائز ہے۔ (۴) غیر کے مقابلے میں قریبی سے تعاون کرنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۵۶: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ أُمِّي أُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَلَمْ تُوصِ ,وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ ,أَفَلَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ " نَعَمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

مسلم، کتاب الزکاۃ، باب وصول ثواب الصدقۃ عن المیت الیہ: ۱۰۰۴، البخاری: ۱۳۸۸، ۲۷۶۰، النسائی: ۲۵۰/۶، المؤطا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲/۲٦۰۷، البیھقی: ٦/۲۷۷

۹۵٦: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہیں اور اس نے کوئی وصیت نہیں کی، میرا خیال ہے کہ اگر اسے بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور خیرات کرتیں، اگر میں اس کی طرف سے خیرات کروں، تو کیا اسے ثواب ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں۔" (بخاری ومسلم) اور مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

لغوی تحقیق: رجلاً: یہاں اس آدمی سے مراد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ امــی: میری والدہ، ان کی والدہ کا نام عمرۃ بنت مسعود انصاریہ ہے۔ افتلتت: ہمزہ مضموم، فاء ساکن، تا مضموم اور لام مکسور، اچانک فوت ہوگئیں۔ نـفـسـهـا: اسے مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھنا درست ہے، مرفوع ہونے کی صورت میں نائب فاعل ہوگا اور منصوب ہونے کی صورت میں مفعول ثانی ہوگا، یعنی اس کی روح قبض کرلی گئی۔

فقہی احکام: (۱) ورثا اگر میت کی طرف سے خیرات کریں تو اس کا ثواب میت کو پہنچے گا۔ (۲) ورثا کو چاہیے کہ وہ میت کی طرف سے خیرات کریں۔ (۳) بغیر وصیت بھی خیرات کی جاسکتی ہے۔ (۴) دعا، استغفار، حج، روزہ اور عبادت مالیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

۹۵۷: وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رضی اللہ عنہ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ " إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ, فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ " رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ, وَحَسَّنَهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ, وَقَوَّاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ, وَابْنُ الْجَارُودِ.

احمد: ۵/۲٦۷، ابوداود: ۲۸۷۰، الترمذی: ۲۲۱۸، ابن ماجۃ: ۲۰۰۷، ابن الجارود: ۲/۳۳۸، التلخیص: ۳/۹۲، النسائی: ۳۴۰۲

۹۵۷: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ "اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیدیا ہے، اس لیے وارث کیلئے وصیت کرنا درست نہیں۔" اسے احمد اور چاروں میں سے نسائی کے علاوہ باقی تینوں نے بیان کیا ہے، اسے احمد اور ترمذی نے حسن کہا ہے، ابن خزیمہ اور ابن جارود نے اسے قوی کہا ہے۔

۹۵۸: وَرَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما, وَزَادَ فِي آخِرِهِ " إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْوَرَثَةُ " وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

الدارقطنی: ۴/۹۷، ۹۸، البیھقی، کتاب الوصایا، باب نسخ الوصیۃ للوالدین والاقربین الوارثین: ۱۲۷۹۷، ۱۲۷۹۸، ۱۲۸۰۲، الاحکام الوسطی: ٦/۲۷۹، بیان الوھم والایھام: ۱۳۱۵

۹۵۸: امام دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے، اس کے آخر میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں "اگر ورثا پسند کریں۔" اس کی سند حسن ہے۔

تشریح: جمہور علما نے اس حدیث کی روشنی میں یہ رائے قائم کی ہے کہ اگر تمام ورثا باہمی رضامندی سے کسی ایک وارث کے حق میں مالی وصیت کا مطالبہ کریں تو اس صورت میں اس وارث کے حق میں وصیت درست ہوگی، جمہور علما کا یہ قول تب قابل عمل تھا، اگر یہ حدیث صحت میں سابقہ حدیث کے مساوی ہوتی، لیکن یہاں ایسا نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث دو وجہ سے معلول ہے۔ (۱) ابن جریج نے یہ روایت عطاء خراسانی سے معنعن نقل کی ہے اور موصوف مدلس ہیں۔ (۲) عطاء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا زمانہ نہیں پایا، جیسا کہ امام بیہقی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد وغیرہ کا کہنا ہے کہ عطاء نے نہ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے اور نہ ان کا زمانہ پایا ہے، یعنی بقول امام بیہقی اور امام ابوداؤد یہ روایت منقطع ہے۔

حافظ عبدالحق اشبیلی نے بھی اس روایت کو منقطع ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے، لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یونس بن راشد نے عطاء سے یہ روایت موصولاً بیان کی ہے، یعنی اس روایت پر دونوں اعتراض غیر مفید ہیں، پہلا اس لئے کہ ابن جریج کا متابع یونس بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راشد موجود ہے اور دوسرا اس لئے کہ عطاء نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عکرمہ کے واسطے سے نقل کی ہے، لیکن موصوف نے آخر میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ اس روایت کا مقطوع ہونا ہی معروف ہے۔

امام بیہقی نے یونس بن راشد سے مروی موصول طریق کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ عطاء خراسانی غیر قوی ہے۔ امام بخاری اور امام ابن حبان نے اسے ضعفاء میں نقل کیا ہے، جبکہ امام احمد، امام یحییٰ اور امام عجلی نے اسے ثقہ کہا ہے، یعنی عطاء خراسانی مختلف فیہ ہے۔ اسی طرح اس کا شاگرد یونس بن راشد بھی مختلف فیہ ہے۔ مختصر یہ ہے کہ یہ روایت مذکورہ اضافہ کے بغیر صحیح اور اضافہ کے ساتھ ضعیف ہے۔ اس کی شاہد روایت حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، لیکن وہ بھی حسن بصری کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۹۵۹: وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ اَلنَّبِيُّ ﷺ " إِنَّ اَللَّهَ تَصَدَّقَ عَلَيْكُمْ بِثُلُثِ أَمْوَالِكُمْ عِنْدَ وَفَاتِكُمْ ; زِيَادَةً فِي حَسَنَاتِكُمْ " رَوَاهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ.

دارقطنی: ۱۵۰/۴، البیھقی: ۲۶۹/۶، التلخیص: ۹۱/۳

۹۵۹: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری موت کے وقت ایک تہائی مال خیرات کرنے کی اجازت عنایت فرما کر تم پر احسان فرمایا ہے، تاکہ تمہاری نیکیاں بڑھ جائیں۔"

تشریح: یہ روایت اسماعیل بن عیاش اور عتبہ بن حمید کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۹۶۰: وَأَخْرَجَهُ أَحْمَدُ, وَالْبَزَّارُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي اَلدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ.

احمد: ۴۴۱/۶، البزار: ۱۳۸۲

۹۶۰: احمد اور البزار نے یہ روایت حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

تشریح: یہ روایت ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۹۶۱: وَابْنُ مَاجَهْ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ وَكُلُّهَا ضَعِيفَةٌ ,لَكِنْ قَدْ يَقْوَى بَعْضُهَا بَعْضًا . وَاَللَّهُ أَعْلَمُ.

البیھقی، کتاب الوصیایا، باب الوصیۃ بالثلث: ۱۲۸۳۸، ابن ماجۃ: ۲۷۰۹، الطبرانی: ۱۹۸/۴، العقیلی: ۲۷۵/۱، بیان الوھم والایھام: ۱۵/۵

تنبیہ: مؤلف رحمہ اللہ نے بلوغ المرام میں روایت ابودرداء کو احمد اور البزار کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ تلخیص میں فقط احمد کی طرف منسوب کیا ہے اور روایت ابوہریرہ کو بلوغ المرام میں فقط ابن ماجہ کی طرف جبکہ تلخیص میں ابن ماجہ، البزار اور بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے، واضح رہے کہ مذکورہ دونوں روایات البزار میں موجود ہیں۔

۹۶۱: ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے، اور یہ تمام روایات ضعیف ہیں، لیکن ایک دوسری کو تقویت دیتی ہیں۔ (واللہ اعلم)

تشریح: یہ روایت طلحہ بن عمرو مکی کے غیر قوی ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، جیسا کہ امام البزار نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ عطاء سے یہ روایت فقط طلحہ بن عمرو نقل کرتا ہے اور وہ غیر قوی ہے۔ ان کی شاہد روایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے لیکن وہ روایت حفص بن عمرو بن میمون کے متروک ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ان کی ایک شاہد خالد بن عبید السلمی سے بھی مروی ہے، یہ روایت موصوف کے بیٹے حارث اور اس کے شاگرد عقیل بن مدرک کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

علامہ البانی ان روایات کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ تمام طرق ضعیف ہیں اور ان میں سے حضرت خالد بن عبید اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے مروی طرق کا ضعف قدر کم ہے اور دیگر روایات کا ضعف شدید ہے لہٰذا یہ تمام طرق مل کر حسن درجہ کو پہنچ جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۲۔ بَابُ الْوَدِيْعَةِ ودیعت کا بیان

۹٦۲: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ ,عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ" مَنْ أُودِعَ وَدِيعَةً ,فَلَيْسَ عَلَيْهِ ضَمَانٌ " أَخْرَجَهُ اِبْنُ مَاجَةُ ,وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ.

ابن ماجه، ابواب الصد قات ، باب الوديعة: ۲٤۰۱، البيهقي: ۱۲۹٦۷ ـ ۱۲۹۷۰

۹٦۲: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"جس شخص کو امانت دی جائے، اس پر ضمان لازم نہیں۔"(اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔)

لغوی تحقیق: **الو دیعة**:اس کا وزن فعیلة ہے،لیکن معناً یہ **مفعو لة** کے وزن پر ہے اور یہ الوداع سے ماخوذ ہے،اس کے لغوی معنی چھوڑنے کے ہیں اور یہاں اس سے مراد چھوڑی گئی چیز ہے،یعنی امانت ۔شرعی اصطلاح میں مودع کا اپنے مال کو ایسے شخص کے پاس رکھنا جو اس کے مال کی حفاظت بلا معاوضہ کرے۔**المو د ع**:دال مکسور،امانت رکھانے والا۔**المو دَ ع**:دال مفتوح،جس کے پاس امانت رکھی جائے۔

تشریح: یہ روایت مثنی بن صباح کی وجہ سے ضعیف ہے،اس روایت کی شاہد روایات بھی موجود ہیں،لیکن وہ بھی ضعیف ہیں ۔ یہ روایت اگر چہ ضعیف ہے لیکن امت کا اجماع اس پر ہے کہ امانت کے ضائع ہونے پر ضمان لازم نہیں آتا خصوصا حضرت ابوبکر صدیق ،حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنھم سے موقوف روایات بھی اس موقف کی مؤید ہیں۔

وَبَابُ قَسْمِ الصَّدَقَاتِ تَقَدَّمَ فِي آخِرِ الزَّكَاةِ، وَبَابُ قَسْمِ الْفَيْءِ وَالْغَنِيمَةِ يَأْتِي عَقِبَ الْجِهَادِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

صدقات کی تقسیم کا بیان **کتاب الزکاۃ** کے آخر میں گزر چکا ہے،مال فے اور مال غنیمت کی تقسیم کا بیان **کتاب الجھاد** کے آخر میں آئے گا۔ ان شاء اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ النِّكَاحِ

شادی بیاہ کے مسائل کا بیان

۹۶۳: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ, فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ ,وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ ,وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ ; فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

البخاری، کتاب النکاح، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من استطاع الباءۃ فلیتزوج : ۵۰۶۵، مسلم: ۱۴۰۰، ابوداود: ۲۰۴۶، الترمذی: ۱۰۹۳، النسائی: ۱۶۹/۴، ۱۷۰، ابن ماجۃ: ۱۸۴۵، احمد: ۳۷۸/۱، الدارمی: ۲۱۷۲، ۲۱۷۳، ابن الجارود: ۶۷۲، البیھقی: ۷۷/۷، ۷۲، ابن حبان: ۴۰۲۶، الحمیدی: ۱۱۵، ابن ابی شیبۃ: ۱۲۶/۴

۹۶۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا: "اے انجمن شباب! آپ میں سے جو نکاح کی طاقت رکھتا ہے وہ شادی کرلے، کیونکہ یہ عمل نگاہ کو نیچا رکھنے اور شرم گاہوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور جسے اس کی استطاعت نہ ہو وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ اس کے لیے ڈھال کا کام دے گا۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: النکاح: اس کے لفظی معنی ملانے، مجازی معنی پختہ کرنے اور حقیقی معنی خلوت صحیحہ کے ہیں۔ **معشر**: اس لفظ کا اطلاق ایسی جماعت پر ہوتا ہے، جن کا معاملہ ایک جیسا ہو، خواہ وہ ایک جگہ رہتے ہوں یا مختلف مقامات پر۔ **الشباب**: یہ شاب کی جمع ہے، اس کے لفظی معنی حرکت اور نشاط کے ہیں، اس کا دورانیہ بلوغت سے چالیس سال کی عمر تک ہے۔ **من استطاع**: یہاں اس سے مراد صرف خلوت صحیحہ کی استطاعت نہیں، بلکہ نان ونفقہ کی صلاحیت بھی ہے۔ **الباءۃ**: اسے چار طرح سے پڑھنا درست ہے، مگر معروف قرأت باء کے بعد الف اور ہمزہ اور آخر میں گول تاء ہے، اس کے لفظی معنی خلوت صحیحہ کے ہیں، لیکن یہاں اس سے مراد مہر اور نان ونفقہ ہے، یعنی جس کے پاس خلوت صحیحہ کے اسباب وعوامل ہوں وہ نکاح کرلے۔ **اغض**: اس کے لفظی معنی نگاہ کو نیچے رکھنے کے ہیں، لیکن یہاں اس سے مراد ہے کہ جن چیزوں کو دیکھنے سے منع کیا گیا ہے ان چیزوں سے وہ اپنی نگاہوں کو روک لے۔ **احصن**: زیادہ حفاظت کرنے والا، یعنی نکاح عزتوں کا محافظ ہے۔ **الوجاء**: واؤ مکسور اور جیم ممدود۔ اس کے لفظی معنی خصی کرنے کے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد خواہشات نفسانی کو کچلنے کے ہیں۔

تشریح: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو حصن (قلعہ) قرار دیا ہے یعنی جس طرح قلعہ اپنے باسیوں کی دشمنوں سے حفاظت کرتا ہے، اس طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر زوجین ایک دوسرے کی عزتوں کے محافظ ہوتے ہیں، اسلام میں نکاح فقط مستی اتارنے کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا جامع اور پائدار معاہدہ ہے، جو افزائش نسل اور افکار ونظریات کی پاکیزگی کا ضامن ہے۔ حدیث مبارکہ میں شباب کو مخاطب اس لئے کیا گیا کہ عمر کا یہی وہ دورانیہ ہے جس میں نگاہیں مخالف جنس کا پیچھا کرتی ہیں۔

فقہی احکام: (۱) جو مردانہ صلاحیت رکھنے والا شخص نان ونفقہ کا بندوبست کرسکتا ہے، اس پر نکاح کرنا فرض ہے۔ (۲) نگاہوں کو نیچا رکھنا اور عزتوں کی حفاظت کرنا فرض ہے۔ (۳) جن نوجوان حضرات وخواتین کی شادی نہ ہوئی ہو وہ کثرت سے روزہ رکھیں۔ (۴) جو نوجوان مردانہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

قوت سے عاری ہوں وہ بھی روزہ رکھیں۔

۹۶۴: وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم حَمِدَ اللّٰهَ ,وَأَثْنَى عَلَيْهِ ,وَقَالَ " لٰكِنِّي أَنَا أُصَلِّي وَأَنَامُ ,وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ , وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ ,فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح: ۵۰۶۳، مسلم: ۱۴۰۱، النسائی: ۶۰/۶، احمد: ۲۴۱/۳، البیهقی: ۷۷/۷، ابن حبان: ۳۱۷

۹۶۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: "لیکن میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور کبھی نہیں بھی رکھتا اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں (سنو!) جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی اس کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔" (بخاری ومسلم)

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اختصار کے پیش نظر اس روایت کے نصف اول کو حذف کر دیا ہے، مکمل روایت اس طرح ہے کہ تین افراد حجرات ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی (تنہائی کی) عبادت کے بارے میں سوال کیا، جب انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے اپنی اپنی عبادت کو قلیل خیال کرتے ہوئے کہا کہ کہاں ہم اور کہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اول تا آخر کوئی تقصیر ہی نہیں! چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا، میں ہمیشہ رات بھر عبادت کروں گا، دوسرے نے کہا، میں ہر روز روزہ رکھوں گا اور کبھی ترک نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا، میں خواتین سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی گفتگو کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "کیا تم نے ایسے ایسے کہا ہے؟ سنو! اللہ کی قسم! میں تمہاری نسبت اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرتا ہوں اور تم سے بڑھ کر پرہیزگار رہوں لیکن میں نے............

فقہی احکام: (۱) بلاناغہ مسلسل روزے رکھتے رہنا ممنوع ہے (۲) وہ کام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استطاعت کے باوجود نہیں کیا وہ کرنا منع ہے۔ (۳) میانہ روی دین اسلام کا ایک سنہری اصول ہے۔

۹۶۵: وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَأْمُرُ بِالْبَاءَةِ ,وَيَنْهَى عَنِ التَّبَتُّلِ نَهْيًا شَدِيدًا ,وَيَقُولُ " تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ إِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأَنْبِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابن حبان، کتاب النکاح، باب العلة التی من اجلها نهیٰ عن التبتل: ۴۰۲۸، ۴۰۵۶، ۴۰۵۷، سنن سعید بن منصور: ۴۹۰، احمد: ۱۵۸/۳، ۱۷۲، ۱۷۱/۲، البیهقی: ۸۱/۷، ۸۲، النسائی: ۶۵/۶، ابو داود: ۲۰۵۰، المعجم الکبیر: ۲۱۹/۲۰

۹۶۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نکاح کرنے کا حکم فرماتے تھے اور غیر شادی شدہ رہنے سے نہایت سختی سے منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ "کثرت سے بچے جنم دینے والی اور شوہر سے خوب محبت کرنے والی خواتین سے شادی کرو، کیونکہ تمہاری کثرت کی وجہ سے قیامت کے روز دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔" (اسے احمد نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: التبتل: اس کے لفظی معنی الگ رہنے کے ہیں، یہاں اس سے مراد بیوی سے الگ تھلگ رہنا ہے اور بتول بھی اسی سے ماخوذ ہے، بتول اس عورت کو کہتے ہیں جس کے دل میں مردوں کی چاہت نہ ہو۔ الولود: واؤ مفتوح اور لام مضموم، کثرت سے بچے جنم دینے والی خاتون۔ ودود: واؤ مفتوح اور دال مضموم، شوہر کو بہت زیادہ چاہنے والی خاتون۔ مکاثر: فخر کرنا۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں ایسی خواتین سے شادی کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے جو کثرت سے بچے جنم دیتی ہوں، ظاہر ہے کہ یہ دیکھنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیلئے کہ کنواری لڑکی دلہن بننے کے بعد کثرت سے بچے جنم دے گی یا نہیں؟ اس لڑکی کی والدہ، دادی، خالائیں اور پھوپھیوں کو دیکھا جائے گا کہ ان کی اولاد کتنی ہے۔

فی نفسہ اس روایت کی سند حسن ہے، لیکن حضرت معقل بن یسار، حضرت سہل بن حنیف، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے مروی روایات اس کی شاہد ہیں۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو امام ابن حبان اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کو علامہ جلال الدین السیوطی نے صحیح کہا ہے۔

فقہی احکام: خاندانی منصوبہ بندی درست فعل نہیں۔

۹۶۶: وَلَهُ شَاهِدٌ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيِّ ,وَابْنِ حِبَّانَ أَيْضًا مِنْ حَدِيثِ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رضی اللہ عنہ.

ابو داود، کتاب النکاح، باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء: ۲۰۵۰، النسائی: ۶/ ۶۵، ابن حبان: ۴۰۵۶، ۴۰۵۷، الحاکم: ۲/ ۱۶۲

۹۶۶: اس کی ایک شاہد روایت ابو داؤد، نسائی اور ابن حبان نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

تشریح: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں ایک خوبرو عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن وہ بانجھ ہے، کیا میں اس سے شادی کر لوں؟ آپ ﷺ نے منع فرمایا، پھر وہ دوبارہ حاضر خدمت ہوا، آپ ﷺ نے پھر اسے منع کر دیا، پھر تیسری بار آیا، آپ ﷺ نے پھر منع کر دیا اور فرمایا: "شوہر سے خوب محبت کرنے والی اور کثرت سے بچے جنم دینے والی خاتون سے شادی کرو۔"

۹۶۷: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا ,وَلِحَسَبِهَا ,وَلِجَمَالِهَا ,وَلِدِينِهَا ,فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ مَعَ بَقِيَّةِ السَّبْعَةِ.

البخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین: ۵۰۹۰، مسلم: ۱۴۶۶، ابوداود: ۲۰۴۷، النسائی: ۶/ ۶۸، ابن ماجة: ۱۸۵۸، احمد: ۲/ ۴۲۸، الدارمی: ۲۱۷۷، الدارقطنی: ۳/ ۳۰۲، البیهقی: ۷/ ۷۹، ابن حبان: ۴۰۳۶، ۴۰۳۷، البغوی: ۲۲۴۰، الحاکم: ۲/ ۱۶۱، ابو یعلیٰ: ۲۰۱۲، البزار: ۱۴۰۳

۹۶۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چار خوبیوں کی وجہ سے خواتین سے شادی کی جاتی ہے، اس کے مالدار ہونے کی وجہ سے، اس کی خاندانی شرافت کی وجہ سے، اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے، تم دیندار کو اختیار کر کے کامیابی حاصل کرو، تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔" (بخاری و مسلم اور ساتوں نے بھی اسے بیان کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: حسبها: حاء اور سین مفتوح، اس کی خاندانی شرافت۔ فاظفر بذات الدین: اس کی شرط محذوف ہے، یعنی خواتین کی چار خوبیاں جو میں نے بیان کی ہیں ان میں سے آخری خوبی تو، جس میں پائے اس سے شادی کر کے دنیا و آخرت کی فوز و فلاح حاصل کر لے۔ تربت یداک: یہ کلمہ بظاہر بددعائیہ ہے، لیکن کلام عرب میں یہ بطور دعا بھی مستعمل ہے اور یہاں بھی دعا ہی مقصود ہے۔

تشریح: مرد کی چاہت چار قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) بعض مرد ایسے ہیں جو اپنے لئے مالدار خاتون کا انتخاب کرتے ہیں۔ (۲) بعض حسن و جمال کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۳) بعض کے نزدیک خاندانی شرافت عزیز ہوتی ہے۔ (۴) کچھ دین دار خاتون کے متلاشی ہوتے ہیں۔ پہلی تینوں خوبیاں ظاہری ہیں اور آخری خوبی حقیقی اور ابدی ہے، اس لئے آپ ﷺ نے اس کے حصول کو فوز و فلاح سے تعبیر فرمایا ہے۔ اسی مفہوم کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے۔ خوبصورت، مالدار اور خاندانی شرافت والی خواتین سے نکاح کرنا مطلق نا مناسب نہیں، البتہ اس صورت میں نامناسب ہے جب وہ دین داری کی خوبی سے عاری ہوں۔

٩٦٨: وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَّأَ إِنْسَانًا إِذَا تَزَوَّجَ قَالَ "بَارَكَ اللَّهُ لَكَ, وَبَارَكَ عَلَيْكَ, وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ" رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَالْأَرْبَعَةُ, وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ, وَابْنُ خُزَيْمَةَ, وَابْنُ حِبَّانَ.

ابو داود، کتاب النکاح، باب مایقال للمتزوج: ٢١٣٠، الترمذی: ١١٠٣، ابن ماجة: ١٩٠٥، احمد: ٣٨١/٢، الدارمی: ٢١٨٠، ابن حبان: ٤٠٥٢، النسائی فی عمل الیوم و اللیلة: ٢٥٩ و فی الکبریٰ: ٧٣/٦، ابن السنی فی عمل الیوم و اللیلة: ٦٠٩، الحاکم: ١٨٣/٢، البیهقی: ١٤٨/٧

٩٦٨: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی ایسے شخص کو مبارکباد دیتے جس نے حال ہی میں شادی کی ہوتی تو فرماتے: "اللہ تعالیٰ تیرے لئے شادی مبارک بنائے اور تجھ پر برکات نازل فرمائے، تم دونوں کے مابین بھلائی جمع فرمائے۔" (اسے چاروں نے بیان کیا ہے، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: رفأ: راء مفتوح اور فاء مشدد، مبارکباد دینا۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ کسی شخص کو یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ تجھے فلاں چیز مبارک ہو، بلکہ اس شخص کے حق میں دعائیہ کلمات کہنا مستحب ہیں۔

٩٦٩: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ التَّشَهُّدَ فِي الْحَاجَةِ "إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ, نَحْمَدُهُ, وَنَسْتَعِينُهُ, وَنَسْتَغْفِرُهُ, وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا, مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ, وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ, وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ" وَيَقْرَأُ ثَلَاثَ آيَاتٍ. رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَالْأَرْبَعَةُ, وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ, وَالْحَاكِمُ.

ابو داود، کتاب النکاح، باب فی خطبة النکاح: ٢١١٨، الترمذی: ١١٠٥، النسائی: ١٠٤/٦، ابن ماجة: ١٨٩٢، احمد: ٤٣٢/١، الدارمی: ٢٢٠٨، ابن الجارود: ٦٧٩، الحاکم: ١٨٢/٢، ١٨٣، البیهقی: ١٤٦/٧، المعجم الاوسط: ٢٤٣٥

٩٦٩: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تشہد الحاجت سکھایا۔ "ہر قسم کی حمد و ستائش اللہ ہی کیلئے ہے، ہم اسی کی تعریف بیان کرتے ہیں، اس سے مدد کے طلب گار ہیں، اسی سے بخشش و مغفرت کے امیدوار ہیں، ہم اپنی ذات کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، جسے اللہ ہدایت سے سرخرو فرمائے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ ضلالت کی تاریکیوں میں دھکیل دے اس کی کوئی راہنمائی نہیں کرسکتا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔" پھر آپ ﷺ نے تین آیات تلاوت فرمائیں۔ اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے، ترمذی اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: الحاجة: وہ چیز جس کی انسان کو ضرورت ہو، امام ابن کثیر نے "الارشاد" نامی کتاب میں اس روایت کو نقل کیا ہے، اس میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں کہ نکاح وغیرہ کے وقت۔

تشریح: جب انسان کو کوئی اہم چیز درکار ہو تو وہ مذکورہ مسنون خطبہ، سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ١٠٢، سورۃ نساء کی آیت نمبر ١، اور سورۃ احزاب کی آیت نمبر ٧٠۔٧١، تلاوت کرنے کے بعد، اپنی وہ ضرورت باری تعالیٰ کے سامنے پیش کرے اور اس کے حصول کیلئے اس سے اس کی توفیق و اعانت طلب کرے۔ یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے، اس کا ایک طریق منقطع اور دوسرے موصولاً ہیں، دارمی میں ان آیات کا ذکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی ہے جن کی وضاحت تشریح میں کی گئی ہے۔

فقہی احکام: شادی کے موقع پر مذکورہ خطبہ پڑھنا مسنون ہے۔

۹۷۰: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ ,فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ مِنْهَا مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا ,فَلْيَفْعَلْ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی الرجل ینظر الی المرأة و هو یرید تزویجها: ۲۰۸۲، احمد: ۳۳۴/۳، الحاکم: ۱۶۵/۲، البیهقی: ۸۴/۴، ابن ابی شیبة، کتاب النکاح من ارادان یتزوج المرأة: ۳۵۵/۴، الطحاوی: ۱۴/۳، المعجم الاوسط: ۹۱۵

۹۷۰: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو منگنی کا پیغام بھیجے،تو اس کیلئے اگر اس عورت کو دیکھنا ممکن ہو تو وہ اس عورت کی ان خوبیوں کا مشاہدہ کرسکتا ہے جو نکاح میں مطلوب ہوتی ہیں۔"(اسے احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں،امام حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: زیر مطالعہ حدیث کا متن صحیح ہے،لیکن اس کی سند ضعیف ہے،کیونکہ امام احمد،امام ابوداؤد،امام حاکم،امام بیہقی،امام ابن ابی شیبہ اور امام طحاوی نے یہ روایت محمد بن اسحاق کے طریق سے نقل کی ہے،محمد بن اسحاق نے یہ روایت داؤد بن الحصین سے معنعن نقل کی ہے اور محمد بن اسحاق معروف مدلس ہے۔اس کی شاہد متعدد روایات ہیں،ان میں سے ایک مرفوع روایت حضرت ابوحمید انصاری رضی اللہ عنہ سے تقریباً انہیں الفاظ کے ساتھ مرفوعاً منقول ہے،اس روایت کو امام احمد،امام طبرانی اور امام البزار نے روایت کیا ہے۔علامہ ہیثمی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ رجال مسند احمد صحیح ہے۔

فقہی احکام: جس خاتون سے نکاح کرنا مقصود ہو اسے عمداً دیکھنا جائز ہے۔

۹۷۱: وَلَهُ شَاهِدٌ عِنْدَ اَلتِّرْمِذِيِّ ,وَالنَّسَائِيِّ ; عَنِ الْمُغِيرَةِ رضی اللہ عنہ.

الترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء فی النظر الی المخطوبة: ۱۰۹۹، النسائی: ۶۹/۶، ابن ماجة: ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، احمد: ۲۴۴/۴، الدارمی: ۲۱۷۸، الدارقطنی: ۲۵۲/۳، البیهقی: ۸۴/۷، ابن حبان: ۴۰۴۲، ابن ابی شیبة: ۳۵۵/۴، الطحاوی: ۱۴/۳

۹۷۱: اس کی ایک شاہد روایت امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

تشریح: اس روایت کے اگرچہ تمام رواۃ ثقہ ہیں،لیکن اس میں ایک علت کا خدشہ ہے،یعنی ثابت بنانی آخری عمر میں اختلاط کے شکار ہو گئے تھے اور ثابت سے جو روایت شعبہ،حماد بن سلمہ،حماد بن زید اور سلیمان بن مغیرہ نقل کرتے ہیں وہ تو بلاشبہ اس وقت تک صحیح ہیں جب تک ان میں کوئی دوسری علت نہ ہو،زیر مطالعہ روایت چونکہ ثابت سے معمر نقل کرتے ہیں اس لئے راقم کو یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ثابت سے معمر کا سماع قدیم ہے یا نہیں؟ البتہ یہ روایت حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے بکر بن عبداللہ مزنی نے بھی نقل کی ہے ممکن ہے کہ اسی وجہ سے امام حاکم،امام ذھبی اور امام البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

۹۷۲: وَعِنْدَ ابْنِ مَاجَه ,وَابْنِ حِبَّانَ مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ رضی اللہ عنہ.

ابن ماجة، ابواب النکاح، باب النظر الی المرأة اذا اراد ان یتزوجها: ۱۸۶۴، ابن حبان: ۴۰۴۲، سنن سعید بن منصور: ۵۱۹، ابن ابی شیبة: ۳۵۶/۴، احمد: ۲۲۵/۴، الطحاوی: ۱۳/۳، البیهقی: ۸۵/۷، الحاکم: ۴۳۴/۳

۹۷۲: اس کی ایک شاہد روایت ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: یہ روایت سہل بن محمد اور اس کے چچا سلیمان بن ابی حثمہ کی وجہ سے ضعیف ہے، یہی روایت ایک دوسرے طریق سے بھی منقول ہے اور وہ طریق بھی ضعیف ہے۔

۹۷۳: وَلِمُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِرَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً "أَنَظَرْتَ إِلَيْهَا؟" قَالَ لَا قَالَ "اِذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا"

مسلم، کتاب النکاح، باب ندب النظر الی وجه المرأة و کفیها لمن یرید تزوجها: ۱۴۲۴، الحمیدی: ۱۱۷۲، احمد: ۲/۲۹۹، الطحاوی: ۱۴/۳، ابن حبان: ۴۰۴۱ ـ ۴۰۴۴، سعید بن منصور: ۵۲۳، الدار قطنی: ۲۵۳/۳، البیهقی: ۸۴/۷، النسائی: ۷۷/۶

۹۷۳: مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص نے فرمایا (جو شادی کرنے کا خواہش مند تھا) "کیا تم نے اس خاتون کو دیکھا ہے؟" اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جاؤ پہلے اسے دیکھ لو۔"

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ کے ذکر کردہ الفاظ میں تو ذکر کردہ خاتون کا تذکرہ نہیں لیکن امام ابن حبان نے جو الفاظ نقل کئے ہیں اس میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ وہ آدمی ایک انصاری خاتون سے شادی کرنا چاہتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: "جاؤ اس خاتون کو دیکھو، کیونکہ انصار کی خواتین کی آنکھوں میں کچھ خرابی پائی جاتی ہے۔"

۹۷۴: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا يَخْطُبُ بَعْضُكُمْ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، حَتَّى يَتْرُكَ الْخَاطِبُ قَبْلَهُ، أَوْ يَأْذَنَ لَهُ الْخَاطِبُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

البخاری، کتاب النکاح، باب لایخطب علی خطبة اخیه حتی ینکح او یدع: ۵۱۴۲، مسلم: ۱۴۱۲، ابوداود: ۲۰۸۱، النسائی: ۷۲/۶ ـ ۷۴، ابن ماجة: ۱۸۶۸، احمد: ۱۴۲/۲، البیهقی: ۱۸۰/۷، ابن حبان: ۴۰۴۷، ۴۰۴۸

۹۷۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آپ میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نکاح نہ بھیجے، تاوقتیکہ پیغام نکاح بھیجنے والا از خود اپنا ارادہ ترک کر دے یا وہ اسے اجازت دیدے۔" (بخاری و مسلم) مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کے بظاہر خلاف ہے کیونکہ اس میں یہ صراحتاً ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا کہ اسے تین اشخاص نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔ ممکن ہے کہ ان کی طرف پیغام بھیجنے والوں کو ایک دوسرے کے پیغام بھیجنے کی اطلاع نہ ہو یا فاطمہ نے انکار کر دیا ہو۔

فقہی احکام: جب کسی ایک طرف منگنی کی بات چیت چل رہی ہو تو دوسرے فریق کو اس وقت تک ان سے منگنی کی بات چیت نہیں کرنی چاہیے جب تک ان کی بات ناکام نہ ہو جائے یا وہ اجازت نہ دیدیں۔

۹۷۵: وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! جِئْتُ أَهَبُ لَكَ نَفْسِي، فَنَظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيهَا، وَصَوَّبَهُ، ثُمَّ طَأْطَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَأْسَهُ، فَلَمَّا رَأَتِ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا، قَالَ "فَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ؟" فَقَالَ لَا، وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَالَ "اِذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ، فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا؟" فَذَهَبَ، ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا، وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا وَجَدْتُ شَيْئًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "انْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ" فَذَهَبَ، ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ، يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، وَلٰكِنْ هٰذَا إِزَارِي قَالَ سَهْلٌ مَالُهُ رِدَاءٌ فَلَهَا نِصْفُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ؟ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ، وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ شَيْءٌ" فَجَلَسَ الرَّجُلُ، وَحَتَّى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِذَا طَالَ مَجْلِسُهُ قَامَ فَرَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مُوَلِّيًا, فَأَمَرَ بِهِ, فَدُعِيَ لَهُ, فَلَمَّا جَاءَ، قَالَ "مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟ " قَالَ مَعِي سُورَةُ كَذَا, وَسُورَةُ كَذَا, عَدَّدَهَا، فَقَالَ "تَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ؟ " قَالَ نَعَمْ, قَالَ "اِذْهَبْ, فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ, وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ لَهُ " اِنْطَلِقْ, فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا, فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْآنِ " وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ " أَمْلَكْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ "

البخاری، کتاب النکاح، باب تزویج المعسر ......: ۵۰۸۷، مسلم: ۱۴۲۵، ابوداود: ۲۱۱۱، الترمذی: ۱۱۲۶، النسائی: ۱۱۳/۶، ابن ماجۃ: ۱۸۸۹، احمد: ۳۳۰/۵، ابن حبان: ۴۰۹۳، المؤطا: ۵۲۶/۲، البیھقی: ۱۴۴/۷، الطحاوی: ۱۶/۳، ۱۷، البغوی: ۲۳۰۲، الحمیدی: ۹۲۸، ابن الجارود: ۷۱۶، الطبرانی: ۵۷۵۰/۶، ۵۷۸۱، ۵۹۰۷، ۵۹۱۵

۹۷۵: حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں خود کو آپ ﷺ کیلئے ہبہ کرنے کیلئے حاضر ہوئی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف التفات فرمایا اور اسے خوب غور سے سر سے پاؤں تک دیکھا، پھر آپ ﷺ نے سر جھکا لیا، جب اس عورت نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تا حال اس کے بارے میں کوئی فیصلہ صادر نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی، اور آپ ﷺ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ کو اس کی ضرورت نہیں تو پھر اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے پاس کچھ ہے؟" اس نے عرض کیا، اللہ کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے گھر جا کر کوئی چیز تلاش کرو۔" وہ گیا پھر واپس آ گیا اور عرض کیا، اللہ کی قسم! مجھے کچھ نہیں ملا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ دیکھو! ہوسکتا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی مل جائے۔" وہ گیا اور واپس لوٹ آیا اور عرض کیا، اللہ کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ لوہے کی انگوٹھی بھی میسر نہیں آئی، لیکن میرے پاس ایک تہہ بند ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس کے پاس فقط ایک ہی چادر تھی اس نے اس میں سے نصف عورت کو دینے کی پیشکش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ تیری چادر کو کیا کرے گی؟ کیونکہ اگر وہ چادر تم پہن لو گے تو اس کیلئے کچھ نہیں بچے گا اور اگر وہ پہن لے گی تو تمہارے لئے کچھ نہیں رہے گا۔" چنانچہ وہ آدمی بیٹھ گیا یہاں تک کہ مجلس طویل ہوگئی پھر وہ اٹھ کر چل دیا، آپ ﷺ نے اسے واپس جاتے ہوئے دیکھ کر واپس بلانے کا حکم فرمایا، چنانچہ اسے واپس بلا لیا گیا، جب وہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: "تجھے کتنا قرآن یاد ہے؟" اس نے عرض کیا، مجھے فلاں فلاں سورت یاد ہے، اس نے وہ گننا شروع کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا یہ سورتیں تم زبانی پڑھ سکتے ہو؟" اس نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ! میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے ان سورتوں کے عوض کر دیا جو تمہیں یاد ہیں۔" (بخاری و مسلم) مذکورہ الفاظ مسلم کے بیان کردہ ہیں، مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: "جاؤ! میں نے تمہارا نکاح اس سے کر دیا اور تم اسے قرآن حکیم سکھا دو۔" اور بخاری کی ایک روایت میں ہے "میں نے آپ کو اس کا مالک بنا دیا اس قرآن کے عوض جو تمہارے پاس ہے۔"

لغوی تحقیق: امرأة : مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس عورت کے نام کا سراغ نہیں لگا سکا، علامہ عینی کا کہنا ہے کہ وہ خاتون خولہ بنت حکیم یا ام شریک ازدیہ تھیں۔ اھب لک: میں آپ ﷺ کو اپنی ذات کا مالک بناتی ہوں، یعنی رسول اللہ ﷺ کے حرم میں داخل ہونا چاہتی ہوں۔ اس کے جواب میں اگر آپ ﷺ یہ فرما دیتے کہ میں نے قبول کر لیا تو وہ امہات المؤمنین میں شامل ہو جاتی۔ نکاح کا یہ خصوصی طریقہ اللہ نے فقط رسول اللہ ﷺ کیلئے مباح رکھا تھا۔ صعد النظر: صاد مفتوح اور عین مشدد مفتوح، آپ ﷺ نے اپنی نظر اوپر اٹھائی اور اسے خوب غور سے دیکھا۔ صوب النظر: صاد مفتوح اور واؤ مشدد مفتوح، آپ ﷺ نے اس کے نیچے والے دھڑ کو خوب غور سے دیکھا۔ طأطأ راسه: اپنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سر نیچے جھکا لیا، یعنی اسے اپنے لئے پسند نہ فرمایا۔ رجل: مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کے نام کا سراغ نہیں لگا سکا۔ ازار: ہمزہ مکسور، چھوٹی چادر جو بطور تہہ بند پہنی جاتی ہے رداء: راء مکسور اور دال ممدود، وہ چادر جو کپڑوں کے اوپر سے پہنی جاتی ہے، یا وہ چادر جس کے ساتھ جسم کے اوپر والے حصہ کو ڈھانپا جاتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔ عن ظهر قلبک: زبانی پڑھنا۔ ملکتکها، زوجتکها، املکناکها: مؤلف رحمہ اللہ نے مذکورہ الفاظ نقل کر کے رواۃ کے اختلاف کا ذکر کیا ہے یعنی مختلف رواۃ نے مختلف الفاظ بیان کئے ہیں اور تمام الفاظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو سکتے ہیں، ممکن ہے کہ رواۃ نے آخری الفاظ بالمعنی نقل کئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہو کہ آپ ﷺ نے یکے بعد دیگرے دونوں ہی الفاظ استعمال کئے ہوں۔

فقہی احکام: (۱) عورت کسی صالح انسان کے سامنے پیش ہو کر اسے شادی کا پیغام دے سکتی ہے۔ (۲) جس عورت سے شادی کرنے کا ارادہ ہو، اسے غور سے دیکھا جا سکتا ہے۔ (۳) جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو، حاکم اس عورت کی ولایت کے فرائض سرانجام دے گا۔ (۴) نکاح کیلئے حق مہر لازم ہے خواہ وہ انتہائی قلیل ہو۔ (۵) اگر مادی اشیا موجود نہ ہوں تو قرآن حکیم کی سورتوں کی تعلیم بھی بطور حق مہر مقرر کی جا سکتی ہے۔ (۶) قسم کا مطالبہ کئے بغیر بھی قسم اٹھائی جا سکتی ہے۔ (۷) نکاح کیلئے خطبہ نکاح جزو لازم نہیں۔ (۸) نکاح کیلئے ایجاب و قبول ضروری ہے۔ (۹) اگر عورت راضی ہو تو نکاح تنگ دست مسلمان سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ (۱۰) حق مہر حسب استطاعت مقرر ہونا چاہیے۔ (۱۱) نکاح خواں بہتر حق مہر کیلئے اصرار کر سکتا ہے۔ (۱۲) لوہے کی انگوٹھی پہنی جا سکتی ہے۔ (۱۳) قرآن کی تعلیم کی اجرت لی جا سکتی ہے۔

۹۷۶: وَلِأَبِي دَاوُدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ " مَا تَحْفَظُ؟ " قَالَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ ,وَالَّتِي تَلِيهَا قَالَ " قُمْ فَعَلِّمْهَا عِشْرِينَ آيَةً "

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی تزویج علی العمل یعمل: ۲۱۱۲، النسائی فی الکبری: ۳/۳۱۳، البیہقی: ۱۴۰۹۳، ۱۴۷۳۳، ۱۴۷۴۲، ابن حبان: ۴۰۹۶

۹۷۶: امام ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہیں کیا کچھ یاد ہے۔" اس نے عرض کیا، سورۃ بقرہ اور اس کے بعد والی سورت۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اٹھو! اسے بیس آیات سکھا دو۔"

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ حق مہر عورت کا حق لازم ہے اور یہ کم از کم بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ بھی۔ حضرت عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ اناج کا ایک بیج بھی ہو سکتا ہے۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک خاتون کا نکاح ایک جوتے کے جوڑے کے عوض فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کھجور کی گٹھلی کے وزن کے برابر سونا دیکر ایک انصاریہ خاتون سے نکاح کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سونے کی قیمت تین اور ایک تہائی درہم لگائی گئی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ہم عہد رسالت میں ایک مٹھی بھر اناج کے عوض نکاح کر لیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتوی ہے کہ اگر خاتون راضی ہو تو ایک مسواک بھی حق مہر کے طور پر مقرر کی جا سکتی ہے۔

جن روایات میں دس درہم سے کم حق مہر مقرر کرنے سے منع کیا گیا ہے، وہ تمام روایات کمزور ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایت حجاج بن ارطاۃ کے ضعیف اور مبشر بن عبید کے متروک ہونے کی وجہ سے سخت ضعیف ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی موقوف روایت داؤد بن یزید الاودی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

۹۷۷: وَعَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ,عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ "أَعْلِنُوا النِّكَاحَ" رَوَاهُ أَحْمَدُ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احمد: ۴/ ۵، الحاکم: ۲/ ۱۸۳، ابن حبان، کتاب النکاح، باب ذکر وصف تزویج المصطفیٰ: ۴۰۶۶، البزار: ۱۴۳۳، الحلیة: ۳۲۸/۸، البیهقی: ۲۸۸/۷، المعجم الاوسط: ۵۱۴۱

۹۷۷: عامر بن عبداللہ بن زبیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نکاح کا اعلان کرو۔" اسے احمد نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: اعلنوا: اعلان کرو، یعنی مخفی نکاح مت کرو۔

تشریح: اس حدیث کو علامہ ابن دقیق العید نے ؛الامام؛ میں درج کیا ہے اور انہوں نے اس کتاب کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے اس کتاب میں فقط صحیح احادیث ہی نقل کی ہیں۔ امام طبرانی اس حدیث کو تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ابن زبیر سے یہ حدیث اسی سند سے مروی ہے

فقہی احکام: (۱) نکاح کا اعلان کیا جائے۔ (۲) مخفی نکاح باطل ہے۔ (۳) مالکیوں کے نزدیک اعلان نکاح فرض ہے۔
(۴) نکاح کا اعلان دف کے ذریعے بھی کیا جا سکتا ہے۔

۹۷۸: وَعَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى ,عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ " رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ اِبْنُ الْمَدِينِيِّ ,وَالتِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ ,وَأُعِلَّ بِالْإِرْسَالِ.

ابو داود، کتاب النکاح، باب فی الولی: ۲۰۸۵، الترمذی: ۱۱۰۱، ابن ماجة: ۱۸۸۱، احمد: ۳۹۴/۴، الدارمی: ۲۱۸۸، ابن حبان: ۴۰۷۷، الدارقطنی: ۲۱۸/۳ ـ ۲۲۰، الحاکم: ۱۷۰/۲، ابن الجارود: ۷۰۳، البیهقی: ۱۳۹۰۷ ـ ۱۳۹۲۶، الطیالسی: ۵۲۳، الطحاوی: ۹/۳، عبدالرزاق: ۱۰۴۷۵، تحفة الاحوذی: ۱۷٦/۲، المعجم الاوسط: ٦۸۵، ۷۸۹٦، التلخیص: ۱۵٦/۳

تنبیہ: امام نسائی نے اس روایت کو بیان نہیں کیا۔ نیز ممدوح نے تلخیص میں اس روایت کو نسائی کی طرف منسوب نہیں کیا۔

۹۷۸: حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ولی کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہے۔" (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے، امام علی بن مدینی اور امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے، ابن حبان نے اسے صحیح تو کہا ہے لیکن اسے مرسل بھی قرار دیا ہے۔)

تشریح: اس روایت کو ابواسحٰق سے سفیان ثوری اور شعبہ نے مرسل بیان کیا ہے۔ جبکہ ابواسحٰق کے صاحبزادے یونس اور انکے بیٹے اسرائیل، ابوعوانہ، شریک اور قیس بن ربیع نے ابواسحٰق سے موصولاً نقل کیا ہے، امام طحاوی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اسے یہ کہہ کر مسترد کیا ہے کہ سفیان ثوری اور شعبہ، اسرائیل سے احفظ اور اثبت ہیں، لہٰذا ان دونوں سے مروی طریق کو ترجیح ہوگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علی الاطلاق سفیان ثوری اور شعبہ، اسرائیل سے احفظ اور اثبت ہیں، لیکن مرویات ابواسحٰق میں اسرائیل ان سے احفظ اور اثبت ہیں۔ جیسا کہ امام ترمذی فرماتے ہیں، اگرچہ شعبہ اور ثوری ان تمام رواۃ سے احفظ اور اثبت ہیں جنہوں نے ابواسحٰق سے یہ روایت بیان کی ہے، لیکن جو رواۃ اس حدیث کو موصولاً نقل کرتے ہیں ان کی روایت میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے کیونکہ اسرائیل نے ابواسحٰق سے یہ روایت متعدد مجلسوں میں سنی ہے، جبکہ سفیان ثوری اور شعبہ نے فقط ایک مجلس میں سنی ہے۔

علم حدیث کے مایہ ناز امام عبدالرحمٰن بن مہدی سے جب اس اختلاف کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا، ابواسحاق سے اسرائیل کی روایت میرے نزدیک ثوری اور شعبہ کی روایت سے زیادہ پسندیدہ ہے، موصوف سے جب اس ترجیح کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا، اسرائیل اپنے دادا ابواسحٰق کی مرویات کو ایسے حفظ کرتے تھے جیسے **سورۃ الحمد** حفظ کی جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فن حدیث میں بے مثل شہرت رکھنے والے محدث امام علی بن مدینی فرماتے ہیں، حدیث اسرائیل صحیح ہے۔ علی بن مدینی کی اس تحقیق پر امام بخاری نے مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے اور اسرائیل بن یونس ثقہ ہے۔

امام شعبہ کو بھی تسلیم ہے کہ ابو اسحٰق کی مرویات میں اسرائیل ان سے اثبت ہیں، جیسا کہ حجاج کہتے ہیں، میں نے شعبہ سے درخواست کی کہ مجھے ابو اسحٰق سے مروی احادیث سنائیں تو انہوں نے فرمایا، ابو اسحٰق کی مرویات اسرائیل سے سنو، کیونکہ وہ مجھ سے اثبت ہیں۔

درج بالا بیانات سے واضح ہوا کہ عام مرویات میں شعبہ اور ثوری، اسرائیل سے احفظ اور اثبت ہیں مگر ابو اسحٰق کی مرویات میں اسرائیل ان سے اثبت ہیں، پھر اس پر مستزاد یہ ہے کہ اسرائیل کی متابعت ابو عوانہ، یونس بن اسحٰق، قیس بن ربیع اور شریک نے بھی کی ہے۔

۹۷۹: وَرَوَى الْإِمَامُ أَحْمَدُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا "لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَ شَاهِدَيْنِ"

عبدالرزاق: ۱۰۴۷۳، الدارقطنی: ۲۲۵/۳، البیہقی: ۱۲۵/۷، التلخیص: ۱۵۰۱

تنبیہ: مسند احمد میں یہ روایت نہیں ہے، نیز بعض مطبوعہ نسخوں میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔ دارقطنی میں عن عمران بن حصین عن عبداللہ بن مسعود ہے۔

۹۷۹: امام احمد نے حضرت حسن بصری کے طریق سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ "ولی اور دو گواہوں کی موجودگی کے بغیر نکاح درست نہیں۔" نیز یہی متن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مرفوع مروی ہے۔

تشریح: سابقہ روایت فی نفسہ صحیح ہے، اور یہ روایت اگرچہ متکلم فیہ ہے لیکن اس کا ضعف اتنا شدید نہیں، اس لئے یہ حدیث سابقہ حدیث کو تقویت دیکر اس کے حسن صحت میں دو چند اضافہ کرتی ہے۔

۹۸۰: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا ,فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ ,فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا ,فَإِنِ اشْتَجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ" أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ ,وَصَحَّحَهُ أَبُو عَوَانَةَ ,وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی الولی: ۲۰۸۳، الترمذی: ۱۱۰۲، ابن ماجۃ: ۱۸۷۹، احمد: ۴۷/۶، الدارمی: ۲۱۹۰، ابن حبان: ۴۰۷۴، ۴۰۷۵، الدارقطنی: ۲۲۱/۳، الحاکم: ۱۶۸/۲، ابن الجارود: ۷۰۰، الطحاوی: ۷/۳، عبدالرزاق: ۱۰۴۷۲، ابن ابی شیبۃ: ۱۲۸/۴، الطیالسی: ۱۴۶۳، البیہقی: ۱۰۵/۷، ۱۱۳، ۱۲۴، ۱۲۵، (۱۳۸۹۲ - ۱۳۹۰۱)، ابن عدی: ۱۱۱۵/۳-۱۱۱۶، الشافعی: ۱۲/۲، العلل الحدیث: ۴۰۸/۱، المعجم الاوسط: ۳۹۳۸، ۴۴۸۸، ۵۵۶۰، ۶۳۶۲، ۶۹۲۳، ۹۲۸۷، العلل الکبیر للترمذی: ۴۳۰/۱

۹۸۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس خاتون نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد نے اس کے ساتھ صحبت کر لی تو اس عورت کیلئے حق مہر لازم ہو جائے گا، کیونکہ اس نے عورت کی شرمگاہ کو اپنے لیے حلال سمجھ کر استعمال کیا ہے، اگر کسی خاتون کے سرپرست باہمی افتراق کا شکار ہو جائیں تو پھر اس عورت کا ولی حاکم علاقہ ہوگا۔" (اسے چاروں میں سے نسائی نے بیان نہیں کیا۔ اسے ابو عوانہ، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: ایما امرأۃ: یہ لفظ عموم کیلئے استعمال ہوتا ہے، یعنی کوئی بھی عورت، کسی بھی صورت میں اپنا نکاح از خود نہیں کر سکتی۔ نکحت: از خود نکاح کر لے۔ اشتجروا: باہمی جھگڑا کریں، یعنی ایک درجہ کے ایک سے زیادہ سرپرست عورت کے نکاح کے بارے میں مختلف آراء رکھتے ہوں، بعض سرپرست اس عورت کا نکاح ایک مرد کے ساتھ اور بعض دوسرے مرد کے ساتھ کرنا چاہتے ہوں تو اس صورت میں حاکم علاقہ فیصلہ کن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کردار ادا کرے گا۔ بما: باءسببیہ یا معاوضہ ہے اور ما بمعنی الذی ہے، یعنی اس مرد کے ذمہ حق مہر اس لئے لازم ہوا کہ اس نے اس عورت کو اپنے لئے حلال سمجھ کر اس سے لطف اٹھایا۔

تشریح: محترمہ عائشہ رضی اللہ عنھا سے یہ روایت ان کے بھانجے حضرت عروۃ بن زبیر نقل کرتے ہیں اور ان سے امام زہری، ہشام بن عروۃ اور ابوالغصن نقل کرتے ہیں۔ امام زہری سے جعفر بن ربیعہ اور سلیمان بن موسی نقل کرتے ہیں، ان میں سے بعض طرق اگرچہ ضعیف ہیں تاہم کم ازکم تین طرق ایسے ہیں جن پر مؤثر کلام نہیں کیا جاسکتا ہے، تاہم تنقید برائے تنقید کا انکار تو ممکن نہیں، چنانچہ کچھ لوگوں نے اس روایت کے صحیح طرق پر بھی ایسی ہی تنقید کی ہے۔ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ امام زہری نے اس روایت سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ موصوف نے اپنے اس دعوی کو ثابت کرنے کیلئے ابن جریج کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابن جریج نے جب امام زہری سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اس روایت سے لاعلمی کا اظہار کیا۔

امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے عرض کیا کہ ابن علیّہ نے ابن جریج سے متعلق جو حکایت نقل کی ہے اس بارے میں آپ کی تحقیق کیا ہے؟ امام احمد بن حنبل نے فرمایا، ابن جریج کی کتابیں مدون ہیں، ان میں وہ روایات بھی مذکور ہیں جو انہوں نے پہلے کسی شیخ سے بالواسطہ سنی تھیں اور بعد میں بلاواسطہ، مگر یہ حکایت ان کی کتابوں میں موجود نہیں۔

امام یحیٰی بن معین جو ابن علیّہ سے اس حکایت کے ناقل ہیں، بیان کرتے ہیں کہ ابن علیّہ نے ابن جریج سے یہ حکایت سنی نہیں بلکہ ابن علیّہ نے ابن جریج کی کتابوں کی تصحیح عبدالمجید بن عبدالعزیز کی کتابوں کو سامنے رکھ کر کی ہے، ابن معین کے اس قول سے یہ واضح ہوا کہ اس حکایت کا اصل ناقل عبدالمجید بن عبدالعزیز ہے، اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ابن جریج کی روایات کا سب سے بڑا راوی عبدالمجید ہی ہے لیکن عبدالمجید نے ابن جریج کی روایات کو نقل کرنے میں وہ احتیاط نہیں کی جو احتیاط احادیث کے نقل کرنے میں لازم تھی، جبکہ موسی بن سلیمان کے بارے میں اس فن کے ماہر ائمہ کا کہنا ہے کہ زہری سے اس کی روایات قابل اعتبار ہیں۔

اس روایت پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا عمل اس حدیث کے خلاف تھا، اس سلسلہ میں وہ اس روایت کا تذکرہ کرتے ہیں، جس میں یہ مذکور ہے کہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنھا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی صاحبزادی حفصہ کا نکاح اپنے بھانجے منذر بن زبیر سے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی اجازت کے بغیر کردیا تھا۔

اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس نکاح میں ولایت کے فرائض سرانجام نہیں دیئے تھے، انہوں نے تو فقط نکاح کی بات چیت پختہ کی تھی جیسا کہ قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بھتیجی کا رشتہ اپنے بھانجے سے طے کردیا اور اس کیلئے مسہری لگادی، پھر نکاح کا موقع آیا تو محترمہ نے ایک شخص سے کہا کہ ولایت کے فرائض سرانجام دو کیونکہ عورت ولایت کے فرائض سرانجام نہیں دے سکتی۔ مصنف عبدالرزاق اور بیہقی میں یہ صراحت بھی ہے کہ محترمہ رضی اللہ عنھا نے ولایت کے فرائض سرانجام دینے کا حکم اپنے ہی خاندان کے کسی شخص کو دیا تھا۔ عبدالرزاق میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے خاندان کی لڑکیوں کے رشتے طے فرمالیتی تھیں، لیکن نکاح کے وقت اپنے خاندان کے کسی فرد کو ولایت کے فرائض سرانجام دینے کا حکم دیتی تھیں۔ ان بیانات سے واضح ہوا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا عمل ان سے مروی حدیث کے خلاف تھا۔

ولی کی اجازت کے بغیر ہونے والا نکاح درست نہیں، اس مفہوم کی احادیث حضرت ابوموسیٰ، حضرت عمران بن حصین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ محدث اول حضرت ابوہریرہ، فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن عباس، خادم خیرالبشر حضرت انس، جانثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جابر بن عبداللہ اور جلیس رسول ﷺ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام بیہقی، امام ابن ماجہ اور امام دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو امام احمد، امام طبرانی اور امام دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو ابن عدی نے بیان کیا ہے۔ اور ابوامامہ اور جابر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) ولی کی اجازت کے بغیر ہونے والا نکاح باطل ہے۔ (۲) عورت نکاح میں حق ولایت سے محروم ہے۔ (۳) کوئی عورت اپنا نکاح نہیں کرسکتی۔ (۴) نکاح باطل میں مباشرت کرنے پر حد جاری نہیں ہوگی۔ (۵) ولی کی اجازت کے بغیر منعقد ہونے والے نکاح کے بعد اگر کسی نے جماع کرلیا تو اس کے ذمہ حق مہر لازم ہوجائے گا۔

۹۸۱: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ قَالَ "لا تُنْكَحُ اَلْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ ,وَلَا تُنْكَحُ اَلْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ" قَالُوا يَا رَسُولَ اَللَّهِ ,وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ "أَنْ تَسْكُتَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب النکاح، باب لاینکح الاب وغیرہ البکر و الثیب الابرضا ھما: ۵۱۳۶، مسلم: ۱۴۱۹، ابوداود: ۲۰۹۴، الترمذی: ۱۱۲۱، النسائی: ۸۷/۶، ابن ماجة: ۱۸۷۱، احمد: ۴۳۴/۲، الدارمی: ۲۱۹۲، البیھقی: ۱۲۰/۷، ابن حبان: ۴۰۷۹، عبدالرزاق: ۱۰۲۸۶، ابن ابی شیبة: ۱۳۸/۴، سنن سعید بن منصور: ۵۴۴، المعجم الاوسط: ۸۱۹۷

۹۸۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بیوہ کا نکاح اس کی مشاورت کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔" صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اس سے اجازت کیونکر حاصل کی جاسکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کا خاموش رہنا (اس کی اجازت کے مترادف ہے۔)" بخاری و مسلم

لغوی تحقیق: **الایم**: ہمزہ مفتوح اور یاء مشدد، ایسی عورت جس کا پردہ بکارت زائل ہوچکا ہو، خواہ نکاح کی صورت میں یا بدکاری کی وجہ سے، نکاح کی صورت میں وہ عورت مطلقہ یا بیوہ کہلاتی ہے۔ **تستأمر**: مشاورت کی جائے، یعنی اس سے قولی اجازت لی جائے۔ **البکر**: باء مکسور اور کاف ساکن، ایسی کنواری لڑکی جس کا پردہ بکارت محفوظ ہو۔ **تستأذن**: اس سے اجازت طلب کی جائے۔

فقہی احکام: (۱) مطلقہ، بیوہ یا زانیہ کا نکاح کرنے سے پہلے اس سے قولی اجازت لی جائے۔ (۲) اگر وہ خاموش رہے تو اس کی خاموشی کو انکار سے تعبیر کیا جائے۔ (۳) باکرہ لڑکی سے بھی اجازت لی جائے اور اس کی خاموشی کو اجازت سے تعبیر کیا جائے۔ (۴) جس باکرہ کا پردہ بکارت کھیل کود کی وجہ سے زائل ہوجائے اس کا حکم باکرہ ہی کا ہے۔

۹۸۲: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ قَالَ "اَلثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا ,وَالْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ ,وَإِذْنُهَا سُكُوتُهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي لَفْظٍ "لَيْسَ لِلْوَلِيِّ مَعَ اَلثَّيِّبِ أَمْرٌ ,وَالْيَتِيمَةُ تُسْتَأْمَرُ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

مسلم، کتاب النکاح، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق و البکر بالسکوت: ۱۴۲۱، ابوداود: ۲۰۹۸-۲۱۰۰، الترمذی: ۱۱۲۰، النسائی: ۸۴/۶، ابن ماجة: ۱۸۷۰، احمد: ۲۱۹/۱، مؤطا: ۵۲۴/۲، الدارمی: ۲۱۹۴، ابن حبان: ۴۰۸۷-۴۰۸۹

۹۸۲: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بیوہ یا مطلقہ عورت اپنے نکاح کا استحقاق اپنے ولی سے زیادہ رکھتی ہے، باکرہ سے اس کے نکاح کی اجازت حاصل کی جائے اور اس کے خاموش رہنے کو اس کی اجازت سے تعبیر کیا جائے۔" (مسلم) ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ "بیوہ یا مطلقہ کے معاملے میں اس کے ولی کو اختیار نہیں اور یتیم لڑکیوں سے مشورہ لیا جائے۔" (اسے ابوداؤد اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نسائی نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: الثیب: علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ یہ ثاب یثوب سے ماخوذ ہیں یعنی اس کی اصل یا نہیں بلکہ واؤ ہے، اس کے لغوی معنی لوٹنے کے ہیں، اس کا اطلاق مذکر، مؤنث ہر دو پر ہوتا ہے۔

تشریح: درج بالا احادیث سے یہ واضح ہوا کہ نکاح میں عورت اور اس کے سرپرست دونوں کا کردار مسلم ہے، اگر عورت باکرہ ہے تو پھر سرپرست کا حق عورت کے حق پر غالب ہے، اگر عورت بیوہ یا مطلقہ ہے تو پھر عورت کا حق اس کے سرپرست کے حق پر غالب ہے۔ فریقین پر لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کریں، باکرہ لڑکی اپنے گھر سے بھاگ کر اپنے سرپرست کے حق کو مجروح نہ کرے اور سرپرست بلا جواز اپنا حکم باکرہ پر مسلط نہ کرے، سرپرست اپنی بہن، بیٹی کی منگنی کرنے سے پہلے اس سے مشاورت کرے، اور لڑکی اپنے سرپرست کے جذبات کا احترام کرے، بیوہ و مطلقہ اور زانیہ اپنے شریک حیات کا انتخاب بے لگام ہو کر نہ کریں اور سرپرست بھی ان پر اپنا حکم زبردستی مسلط کرنے کی کوشش نہ کرے۔

٩٨٣: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ, وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا " رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ, وَالدَّارَقُطْنِيُّ, وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ .

ابن ماجة، ابواب النكاح، باب لا نكاح الا بولی: ١٨٨٢، الدارقطنی: ٢٢٧/٣، البیهقی: ١٣٩٢٨ - ١٣٩٣١، عبدالرزاق: ١٩٥/٦

٩٨٣: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی عورت کسی دوسری عورت کا نکاح نہ کرے اور کوئی خاتون خود اپنا نکاح نہ کرے۔" (اسے ابن ماجہ اور دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔)

تشریح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے۔ ایک طریق میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو عورت اپنا نکاح از خود کر لیتی ہے وہ بدکار ہے۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایسی خاتون کو زانیہ شمار کرتے تھے۔ اس حدیث کو علامہ ابن دقیق العید، علامہ سیوطی اور علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ کوئی بھی خاتون نکاح میں ولایت، وکالت کے فرائض سر انجام نہیں دے سکتی، اس موقف کی تائید بعض دیگر روایات سے بھی ہوتی ہے، جیسا کہ نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خاندان کی لڑکیوں کے رشتے طے کرنے کا اختیار حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دیا تھا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رشتہ طے کرتیں، لیکن نکاح کے موقع پر اپنے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ولایت کے فرائض سرانجام دینے کا حکم فرماتیں، اس قسم کا اختیار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے رکھا تھا، وہ بھی نکاح کے وقت اپنے خاندان کے کسی فرد کو ولایت کے فرائض سرانجام دینے کا حکم فرماتی تھیں۔

فقہی احکام: (۱) عورت نکاح میں ولی کا فریضہ ادا نہیں کر سکتی۔ (۲) عورت از خود اپنا نکاح نہیں کر سکتی۔

(۳) جو خاتون از خود اپنا نکاح کرے گی وہ زانیہ شمار ہوگی۔

٩٨٤: وَعَنْ نَافِعٍ, عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ الْآخَرُ ابْنَتَهُ, وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاتَّفَقَا مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَلَى أَنَّ تَفْسِيرَ الشِّغَارِ مِنْ كَلَامِ نَافِعٍ.

البخاری، كتاب النكاح، باب الشغار: ٥١١٢، مسلم: ١٤١٥، ابوداود: ٢٠٧٤، الترمذی: ١١٣٧، النسائی: ١١٠/٦، ابن ماجة: ١٨٨٣، احمد: ٦٢/٢، المؤطا: ٥٣٥/٢، الدارمی: ٢١٨٦، البیهقی: ١٩٩/٧، ابن حبان: ٤١٥٢، ٤١٥٣، الطبرانی: ٨٠٣/١٩، المعجم الاوسط: ١٨٩٢، ٣٠٢٢، ٣٠٢٣، ٣٥٨٣

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۸۴: حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع فرمایا اور شغار یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کا نکاح کسی دوسرے سے اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح اسے دے گا، اور دونوں رشتوں کے مابین حق مہر مقرر نہ ہو۔ (بخاری ومسلم) امام بخاری ومسلم دونوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شغار کی مذکورہ تعریف حضرت نافع نے کی ہے۔

لغوی تحقیق: **الشغار**: شین مکسور اور غین مخفف، اس کا لفظی معنی اٹھانے یا خالی ہونے کے ہیں جیسا کہ اہل عرب کتے کو ٹانگ اٹھا کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھ کر: **شغر الکلب رجله** ؛ کہتے ہیں نیز جب خلیفہ یا حاکم دارالخلافہ سے کہیں اور چلا جائے تو: **شغر البلدعن السلطان** ؛ یعنی شہر خلیفہ سے خالی ہے کہتے ہیں، دور جاہلیت میں ایسا نکاح عام تھا، یہ نکاح بھی چونکہ مہر سے خالی ہوتا ہے اس لیے اسے شغار سے تعبیر کیا جاتا ہے

تشریح: نکاح شغار کی مذکورہ تعریف رسول اللہ ﷺ یا عبداللہ بن عمر یا نافع میں سے کس نے کی ہے؟ اس بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، جن حضرات کا خیال ہے کہ زیر مطالعہ حدیث میں شغار سے متعلق وضاحتی الفاظ آپ ﷺ کے ہیں وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے بھی استدلال لیتے ہیں، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "شغار درست نہیں۔" صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ شغار کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "خاتون کے بدلہ میں خاتون نکاح میں دینا اور دونوں جوڑوں کے مابین حق مہر مقرر نہ کرنا شغار ہے۔"

بعض کا کہنا ہے کہ زیر مطالعہ حدیث میں شغار کی جو تعریف مذکور ہے وہ نافع کی بیان کردہ ہے، امام قرطبی فرماتے ہیں کہ شغار کی تعریف اس مفہوم کے موافق ہے جو اہل لغت نے بیان کیا ہے، سو اگر مذکورہ تعریف آپ ﷺ کی بیان کردہ ہے تو پھر سونے پر سہاگہ ہے اور اگر صحابی کی بیان کردہ ہے تو بھی مقبول ہے کیونکہ وہ حال ومقال سے خوب آگاہ تھے۔

ان بیانات سے واضح ہوا کہ اگر حق مہر مقرر کیا جائے تو پھر مبادلہ کا نکاح ممنوع نہیں، لیکن عصر حاضر میں نکاح مبادلہ کے جو عمومی مفاسد سامنے آرہے ہیں ان کا تعلق حق مہر کے عدم تعین سے نہیں، کیونکہ مشاہدہ یہی ہے کہ نکاح مبادلہ کے اگر ایک جوڑے کے مابین ناچاکی پیدا ہو جائے تو دوسرا جوڑے کو بھی اس میں ملوث کیا جاتا ہے۔ بنابریں نکاح مبادلہ سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔ نکاح شغار کی ممانعت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت معاویہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

فقہی احکام: ایسا نکاح مبادلہ جس میں حق مہر متعین نہ کیا جائے وہ باطل ہے۔

۹۸۵: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ, فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ ﷺ. رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَأَبُو دَاوُدَ, وَابْنُ مَاجَةَ, وَأُعِلَّ بِالْإِرْسَالِ.

ابو داود، کتاب النکاح، باب فی البکر یزوجها ابو ها و لا یستأمرها: ۲۰۹۶، ۲۰۹۷، ابن ماجة: ۱۸۷۵، احمد: ۲۷۳/۱، الدارقطنی: ۲۳۴/۳

۹۸۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا ہے اور وہ اس نکاح سے ناخوش ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسے اختیار دیدیا۔ (اسے احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اسے مرسل قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: **الجارية**: نوجوان لڑکی کو دوڑ دھوپ پر قادر ہونے کی وجہ سے جاریہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ **خيرها**: آپ ﷺ نے اسے یہ اختیار دیا کہ اگر وہ اس نکاح کو برقرار رکھنا چاہے تو برقرار رکھ سکتی ہے، اگر فسخ کرنا چاہے تو فسخ بھی کر سکتی ہے۔

تشریح: یہ حدیث موصول اور مرسل ہر دو طرح منقول ہے اور جن لوگوں نے اسے موصول بیان کیا ہے، وہ بھی ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی عموما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قابل احتجاج ہوتی ہے۔اسی مفہوم کی احادیث حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں۔

فقہی احکام: (۱) بالغ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر درست نہیں۔

(۲) اگر کسی ولی نے بالغ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کر دیا تو اس لڑکی کو نکاح برقرار رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

۹۸۶: وَعَنِ الْحَسَنِ ,عَنْ سَمُرَةَ , عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " أَيُّمَا امْرَأَةٍ زَوَّجَهَا وَلِيَّانِ ,فَهِيَ لِلْأَوَّلِ مِنْهُمَا " رَوَاهُ أَحْمَدُ , وَالْأَرْبَعَةُ ,وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ.

ابو داود، کتاب النکاح، باب اذا انکح الولیان: ۲۰۸۸، الترمذی: ۱۱۲۲، النسائی: ۷/۳۱۴، احمد: ۵/۸، ۱۱، ۱۲، الدارمی: ۲۱۹۹، الحاکم: ۲/۱۷۴، ۱۷۵، البیھقی: ۱۴۱۰۷ - ۱۴۱۱۵، ابن ابی شیبة، کتاب النکاح، باب فی الولیان یزوجان:

تنبیہ: ابن ماجہ میں یہ روایت نہیں ہے۔

۹۸۶: حضرت حسن بصری، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس عورت کا نکاح اس کے دو سرپرست دو مختلف مردوں سے کر دیں تو وہ عورت اس شوہر کی بیوی ہے جس کے ساتھ اس کا نکاح پہلے ہوا۔" (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔)

تشریح: اس روایت کی صحت اور عدم صحت کا انحصار سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری کے سماع اور عدم سماع پر ہے۔ محدثین کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ حضرت حسن بصری نے حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے فقط حدیث عقیقہ سنی ہے لہٰذا اس گروہ کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے اور یہی موقف راجح ہے۔ اس روایت کی مؤید روایت حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے مگر وہ روایت قتادہ اور سعید بن ابی عروبہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز امام بیہقی کا قول ہے کہ اصل روایت قتادہ عن الحسن عن سمرۃ ہی ہے، یعنی قتادہ عن الحسن عن عقبہ درست نہیں۔ اسی مفہوم کی ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفاً منقول ہے مگر وہ روایت بھی خلاس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین عدم لقاء کی وجہ سے منقطع ہے۔ البتہ قاضی شریح کا فیصلہ ان روایات کا مؤید ہے جبکہ عمر بن العزیز کے بارے میں مروی ہے کہ وہ عورت کو اختیار دیتے تھے۔ لیکن اس مسئلہ میں صحیح موقف یہ ہے کہ والد کو ولایت میں تقدیم حاصل ہے لہٰذا والد کا کیا ہوا نکاح درست قرار پائے گا، خواہ اس کا کیا ہوا نکاح مؤخر ہی کیوں نہ ہو۔

فقہی احکام: (۱) والد کو حق ولایت میں تقدیم حاصل ہے اور اس کا کیا ہوا نکاح درست قرار پائے گا۔ (۲) اگر دونوں ولی رشتہ میں برابر ہوں تو پھر اس ولی کا کیا ہوا نکاح معتبر ہوگا جس نے اس لڑکی کی اجازت سے اس کا نکاح کیا ہوگا۔ (۳) اگر دونوں ولی رشتہ میں برابر ہوں اور دونوں نے لڑکی سے اجازت لے کر اس کا نکاح کیا ہو تو پھر پہلا نکاح درست اور دوسرا باطل ہوگا۔

۹۸۷: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " أَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ أَوْ أَهْلِهِ ,فَهُوَ عَاهِرٌ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ,وَكَذَلِكَ ابْنُ حِبَّانَ.

ابو داود، کتاب النکاح، باب فی نکاح العبد بغیر اذن موالیه: ۲۰۷۸، الترمذی: ۱۱۲۳، احمد: ۳/۳۰۱، الدارمی: ۲۲۳۹، الحاکم: ۲/۱۹۴، المعجم الاوسط: ۴۷۹۴، بیان الوهم والایهام: ۱۱۷، ۵۱۸، ۱۲۷۳، ۱۶۸۸، البیھقی: ۱۴۰۲۸، ۱۴۰۳۳

۹۸۷: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس غلام نے اپنے مالکوں سے اجازت لیے بغیر نکاح کیا وہ زانی ہے۔" (اسے احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ اسی طرح ابن حبان نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: عاهر: جو مرد کسی عورت سے ناجائز تعلقات رکھتا ہے اسے عاہر یعنی زانی کہا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اگر غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے گا تو اس کا نکاح باطل ہوگا اور اسے زانی تصور کیا جائے گا۔امام ابن ماجہ نے یہ روایت ابن عقیل کے طریق سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے اور اس کی شاہد روایت عبداللہ بن عمر العمری کے طریق سے امام ابوداؤد نے بھی بیان کی ہے، لیکن یہ طریق عبداللہ بن عمر العمری کی وجہ سے ضعیف ہے۔امام دارقطنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوف روایت لائے ہیں، جس میں یہ مذکور ہے کہ وہ ایسے نکاح کو فاسد قرار دیتے اور غلام کو سزا دینے کا حکم فرماتے تھے۔امام ابن قطان نے بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کے موقوف ہونے کو راجح کہا ہے۔

۹۸۸: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا ,وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب النکاح، باب لا تنکح امرأة علی عمتها: ۵۱۰۹، مسلم: ۱۴۰۸، ابوداود: ۲۰۶۶، النسائی: ۹۶/۶، احمد: ۴۶۵/۲، المؤطا: ۵۳۲/۲، البیهقی: ۱۶۵/۷، ابن حبان: ۴۱۱۳-۴۱۱۸

۹۸۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی (ایک مرد کے نکاح میں) جمع نہ کی جائیں۔"(بخاری ومسلم)

تشریح: اس مفہوم کی احادیث حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

فقہی احکام: (۱) پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی اور دو حقیقی بہنیں کسی مرد کے نکاح میں ایک ساتھ جمع کرنا حرام ہے۔(۲) اگر کسی نے ایسا کرنا ہے تو اسے پہلی کو طلاق دینا ہوگی۔(۳) اگر کوئی طلاق دیئے بغیر ایسا کرے گا تو بعد والا نکاح باطل ہوگا۔

۹۸۹: وَعَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ ,وَلَا يُنْكَحُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ "وَلَا يَخْطُبُ" وَزَادَ ابْنُ حِبَّانَ "وَلَا يُخْطَبُ عَلَيْهِ"

مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح المحرم: ۱۴۰۹، ابوداود: ۱۸۴۱، الترمذی: ۸۴۰، ابن ماجة: ۱۹۶۶، احمد: ۶۹/۱، المؤطا: ۳۴۸/۱، الدارمی: ۲۲۰۴، الدارقطنی: ۲۶۱/۲، ابن حبان: ۴۱۲۳، ۴۱۴۰

۹۸۹: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"محرم نہ خود اپنا نکاح کرے اور نہ وہ کسی دوسرے کا نکاح کرے۔"(اسے مسلم نے بیان کیا ہے) مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ "وہ منگنی بھی نہ کرے۔" ابن حبان نے مزید یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں کہ "وہ کسی دوسرے کی منگنی بھی نہ کرے۔"

تشریح: یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح حالت احرام میں کیا تھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ روایت وہم پر مبنی ہے کیونکہ خود حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح احرام کھولنے کے بعد مقام سرف پر کیا تھا، حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس نکاح میں پیغام رسانی کا کام میں نے سرانجام دیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے جب نکاح فرمایا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں نہیں تھے۔

فقہی احکام: حالت احرام میں منگنی کرنا، کسی کی منگنی کا پیغام لیکر جانا، اپنا نکاح کرنا یا کسی دوسرے کا نکاح کرنا یہ سب ممنوع ہیں۔

۹۹۰: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم النکاح المحرم: ۱۴۱۰، البخاری: ۱۸۳۷، ابوداود: ۱۸۴۴، الترمذی: ۸۵۰، النسائی: ۱۹۱/۵، ابن ماجة: ۱۹۶۵، احمد: ۲۲۱/۱، الدارمی: ۱۸۲۸، الحاکم: ۳۲/۴، الدارقطنی: ۲۶۳/۳، ابن حبان: ۴۱۲۹، المعجم الکبیر:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۱۸، ۱۹۱۹، البیھقی: ۶۶/۵

۹۹۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح حالت احرام میں کیا تھا۔

تشریح: یہ روایت اگرچہ صحیح ہے تاہم مبنی بر وہم ہے۔

۹۹۱: وَلِمُسْلِمٍ عَنْ مَيْمُونَةَ رضی اللہ عنہا نَفْسِهَا أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ.

مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح المحرم: ۱۴۱۱، ابوداود: ۱۸۴۳، الترمذی: ۸۵۲، ابن ماجۃ: ۱۹۶۴، احمد: ۶/ ۳۳۱،

الدارمی: ۱۸۳۲، ابن الجارود: ۴۴۵، الدارقطنی: ۲۶۲/۳، البیھقی: ۲۱۰/۷، ابن حبان: ۴۱۳۴ - ۴۱۳۶

۹۹۱: امام مسلم نے یہ روایت خود حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے نکاح کیا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام کھول چکے تھے۔

تشریح: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی روایت اس کی مؤید ہے نیز صاحب واقعہ دیگر کے مقابلے میں اپنے واقعہ سے زیادہ باخبر ہوتا ہے۔

۹۹۲: وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِنَّ أَحَقَّ الشُّرُوطِ أَنْ يُوفَّى بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب النکاح، باب الشروط فی النکاح: ۵۱۵۱، مسلم: ۱۴۱۸، ابوداود: ۲۱۳۹، الترمذی: ۱۱۴۲، النسائی: ۹۲/۶، ابن

ماجۃ: ۱۹۵۴، احمد: ۱۴۴/۴، الدارمی: ۲۲۰۹، البیھقی: ۲۴۸/۷، ابن حبان: ۴۰۹۲، عبدالرزاق: ۱۰۶۱۳، ابو یعلیٰ: ۱۷۵۴،

المعجم الکبیر: ۷۵۳/۱۷

۹۹۲: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ شروط جن کے ذریعے تم اپنی بیویوں کی شرم گاہوں کو اپنے لئے حلال کیا ہے، انہیں پورا کرنا سب سے مقدم حق ہے۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: ویسے تو تمام جائز شروط کا پورا کرنا مسلمان کا فرض اولین ہے، لیکن ان تمام شروط میں تقدیم شروط نکاح کو ہے، کیونکہ وہ ایسی شرائط ہیں، جن کے ذریعے کوئی بھی مرد اپنی بیوی سے تعلقات قائم کرتا ہے اور یہ مسلم حقیقت ہے کہ شرط کے زائل ہونے سے مشروط کی حیثیت بے روح لاشہ سے زیادہ نہیں رہتی، آسان الفاظ میں سمجھ لیں کہ وضو نماز کیلئے شرط ہے اور وضو کے بغیر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی، بعینہٖ اسی طرح اگر شروط کو عمداً ترک کر دیا جائے تو وہ چیز جو نکاح کی وجہ سے حلال ہوئی تھی حلال نہیں رہے گی۔

فقہی احکام: (۱) جائز شروط کا پورا کرنا لازم ہے۔ (۲) غیر شرعی شروط عائد کرنا ممنوع ہے اور ایسی شرائط باطل ہیں۔

۹۹۳: وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رضی اللہ عنہ قَالَ رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَامَ أَوْطَاسٍ فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ثُمَّ نَهَى عَنْهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ ......: ۱۴۰۵، احمد: ۵۵/۴، الدارقطنی: ۲۵۸/۳، البیھقی: ۲۰۴/۷، ابن حبان: ۴۱۴۰ -

۴۱۵۱، المعجم الاوسط: ۲۲۶۵، ۳۴۷۱، ۵۵۰۰، ۶۶۷۷، ۹۳۵۳

۹۹۳: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اوطاس کے سال تین روز کیلئے نکاح متعہ کرنے کی اجازت دی، پھر اس سے منع فرما دیا۔ (مسلم)

لغوی تحقیق: اوطاس: ہمزہ مفتوح اور واؤ ساکن، غزوہ اوطاس کا دوسرا نام غزوہ حنین ہے۔ المتعۃ: یہ تمتع سے ماخوذ ہے، تمتع کے معنی فائدہ حاصل کرنا ہے اور نکاح متعہ سے مراد جز وقتی نکاح ہے۔

تشریح: قبل از اسلام عرب کے ہاں چار قسم کے نکاح رائج تھے، ان میں سے ایک نکاح جز وقتی بھی تھا، جسے نکاح متعہ کے نام سے یاد کیا جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، شراب، سود اور دیگر ممنوع اشیا کی طرح اسلام نے اسے بھی آغاز میں گوارا کیا اور اسے پہلی مرتبہ غزوہ خیبر میں ممنوع قرار دیا گیا، پھر غزوہ اوطاس میں صحابہ کے مطالبے پر اس کی رخصت عنایت فرما دی، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک تھے اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہیں تھیں، ہم نے رسول اللہ ﷺ سے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے ہمیں نکاح متعہ کی اجازت فرما دی۔ اس روایت میں اگرچہ غزوہ کا نام مذکور نہیں لیکن حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مذکور ہے کہ ہم عمرہ کر کے فارغ ہو چکے تھے انہی سے مروی دوسری روایت میں ہے کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک تھے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں اس غزوہ کا نام اوطاس مذکور ہے۔

یہ تمام روایات جمع کرنے سے یہ واضح ہوا کہ فتح مکہ کے سال آپ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد عمرہ فرمایا، پھر آپ ﷺ غزوہ حنین میں شریک ہوئے اور اسی دوران صحابہ نے خصی ہونے کی اجازت طلب کی جس پر انہیں نکاح متعہ کی رخصت عنایت فرما دی اور تین روز بعد نکاح متعہ سے سختی سے منع فرما دیا، جیسا کہ حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں نکاح متعہ کی رخصت فرما دی لیکن میں تین دن بعد جب حاضر خدمت ہوا تو اس وقت آپ ﷺ نکاح متعہ سے سختی سے منع فرما رہے تھے، انہی سے مروی ایک طریق میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "نکاح متعہ تمہارے لئے آج سے روز قیامت تک حرام ہے، جس شخص نے جز وقتی (نکاح متعہ) کیلئے عورت کو کچھ دے رکھا ہے وہ اس سے وہ چیز واپس نہ لے۔"

فقہی احکام: نکاح متعہ ہمیشہ کیلئے حرام ہے۔

۹۹۴: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمُتْعَةِ عَامَ خَيْبَرَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْهُ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَعَنْ اَكْلِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ يَوْمَ خَيْبَرَ. اَخْرَجَهُ السَّبْعَةُ اِلَّا اَبَادَاوُدَ.

البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر: ۵۵۲۳، کتاب النکاح باب نھی رسول اللہ ﷺ عن نکاح المتعۃ اخیراً: ۵۱۱۵، مسلم: ۱۴۰۷، الترمذی: ۱۱۳۵، النسائی: ۱۲۶/۲، ابن ماجۃ: ۱۹۶۱، احمد: ۷۹/۱، الدارمی: ۲۲۰۳، ابن حبان: ۴۱۴۰-۴۱۴۳، المعجم الاوسط: ۲۴۴۳، ۲۸۳۰، ۵۵۰۰، ۶۱۷۱، ۶۶۷۷، ۹۳۵۳

۹۹۴: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے سال متعہ سے منع فرما دیا تھا۔ (بخاری ومسلم) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا۔ (اسے ماسوا ابوداؤد کے ساتوں نے بیان کیا ہے۔)

تشریح: حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر متعہ سے منع فرما دیا تھا، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے خیبر کے روز پالتو گدھوں کے گوشت کو ممنوع قرار دیا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے غزوہ خیبر کے روز پالتو گدھے اور جلالہ کے گوشت کو ممنوع قرار دیا تھا، حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے خیبر کے روز تمام درندوں کے گوشت سے منع فرما دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ متعہ کی رخصت ان کیلئے تھی جن کے ساتھ بیوی نہیں تھی۔

ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ آپ ﷺ نے غزوہ خیبر کے روز متعدد اشیا کی ممانعت فرما دی تھی اور متعہ کی حتمی ممانعت سے قبل متعہ کی اجازت فقط ان حضرات کیلئے تھی جو غیر شادی شدہ تھے، یا پھر وہ حالت جنگ میں تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۹۵: وَعَنْ رَبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ " إِنِّي كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الِاسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ ذَلِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهَا وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا " أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَأَبُوْدَاوُدَ وَ النِّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ أَحْمَدُ وَ ابْنُ حِبَّانَ.

مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة: ۱۴۰۶، ابوداود: ۲۰۷۲، ۲۰۷۳، النسائی: ۶/۱۲۶، ۱۲۷، المعجم الاوسط: ۶۱۷۱،

احمد: ۳/۴۰۴، ابن حبان: ۴۱۴۴ ـ ۴۱۴۸، البیہقی: ۷/۲۰۳، الطبرانی: ۶۵۲۵، ۶۵۲۶، ابن ابی شیبة: ۴/۲۹۲، عبدالرزاق: ۱۴۰۴۱

۹۹۵: حضرت ربیع اپنے والد حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور اب اللہ نے اسے قیامت کے روز تک حرام قرار دیدیا ہے، چنانچہ جس کے پاس عقد متعہ میں کوئی عورت ہو وہ اسے فارغ کردے اور تم نے انہیں جو کچھ دیا ہے وہ ان سے واپس مت لینا۔" (اسے مسلم، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ، احمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔)

تشریح: حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے، ایک طریق میں یہ صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے نکاح متعہ کی رخصت فتح مکہ کے سال دی تھی، ایک طریق میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے اجازت لیکر ایک عورت سے ایک چادر کے عوض دس دن کیلئے نکاح کرلیا تھا، میں اس عورت کے پاس ایک رات رہ کر جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ اس وقت حجر اسود اور باب رحمت کے درمیان کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے نکاح متعہ کی اجازت دی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اب نکاح متعہ کو ہمیشہ کیلئے حرام قرار دے دیا ہے، لہٰذا جس کے پاس ایسی عورت ہو وہ اسے فارغ کردے اور جو کچھ اسے دیا ہے وہ اس سے واپس نہ لے۔" انہیں سے مروی ایک طریق میں ہے کہ یہ اجازت تین دن تک رہی۔

۹۹۶: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اَلْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ

الترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء فی المحلل والمحلل له: ۱۱۳۴، النسائی: ۶/۱۴۹، احمد: ۱/۴۴۸، الدارمی: ۲۲۶۴،

البیہقی: ۷/۲۰۸، بیان الوہم والایہام: ۲۰۱۵

۹۹۶: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کیلئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی۔ (اسے نسائی اور ترمذی نے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: المحلل: میم مضموم اور لام اول مشدد مکسور، اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی عورت سے نکاح اس نیت سے کرتا ہے کہ مباشرت کے بعد اسے طلاق دیدے گا، تاکہ وہ پہلے شوہر کیلئے حلال ہوجائے۔ المحلل: میم مضموم اور لام مشدد مفتوح، اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے اپنی عورت کو تینوں طلاقیں دیکر اپنے اوپر حرام کرلیا تھا، اب وہ عورت کو اپنے لئے حلال کرنے کیلئے کسی ایسے آدمی کی خدمات حاصل کرتا ہے جو اس عورت سے نکاح کرنے کے بعد اس سے مباشرت کرکے اسے طلاق دیدے۔

تشریح: نکاح متعہ اور نکاح حلالہ میں اگرچہ بعض امور میں اختلاف ہے، لیکن ایک قدر میں اشتراک ہے، یعنی نکاح متعہ بھی جز وقتی نکاح ہوتا ہے اور حلالہ میں بھی جز وقتی نکاح ہوتا ہے، اگر الفاظ میں نہ ہو تو فریقین کی نیت میں ضرور ہوتا ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ نکاح متعہ اور نکاح حلالہ میں اس بنیادی قدر میں اشتراک ہونے کے باوجود بعض لوگ نکاح متعہ کو حرام اور نکاح حلالہ کو جائز سمجھتے ہیں، حالانکہ نکاح حلالہ میں فریقین کیلئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پھٹکار بھی ہے، ظاہر ہے کہ جس امر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پھٹکار ہو وہ مباح کیونکر ہوسکتا ہے؟ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ہمارے ان بھائیوں کا کہنا ہے کہ ان کے مسلک کی بنیاد فقہ ابن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسعود رضی اللہ عنہ پر ہے!

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث دو طرق سے منقول ہے، ایک طریق کو احمد، نسائی، ترمذی، ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے، اس طریق کو امام ترمذی اور ابن قطان نے صحیح قرار دیا ہے۔ دوسرے طریق کو امام اسحٰق نے روایت کیا ہے، یہ طریق ابو واصل کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن اس روایت کی شاہد روایت بھی موجود ہے۔

فقہی احکام: (۱) حلالہ حرام ہے۔ (۲) حلالہ کرنے سے عورت پہلے مرد کیلئے حلال نہیں ہوتی کیونکہ شرعی اعتبار سے اس پر نکاح کا اطلاق نہیں ہوتا۔ (۳) حلالہ کے دونوں فریق ملعون ہیں۔ (۴) اللہ کی پھٹکار کا سبب کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہے۔ (۵) حلالہ کا شمار کبیرہ گناہ اور زنا کے زمرے میں ہوتا ہے۔ (۶) حلالہ کے جواز میں کسی صحابی کا فتویٰ موجود نہیں۔

۹۹۷: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی التحلیل: ۲۰۷۶، الترمذی: ۱۱۳۳، ابن ماجۃ: ۱۵۳۵، احمد: ۸۳/۱، ۸۷، البیہقی: ۱۴۵۲۰۔ ۱۴۵۲۵، الحاکم: ۱۹۹/۲

۹۹۷: اس مسئلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اسے چاروں میں سے نسائی نے روایت نہیں کیا۔

تشریح: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا مرکزی راوی الحارث الاعور ہے اور یہ ضعیف ہے، تاہم اس کی شاہد روایت حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت زمعہ اور سلمہ نامی رواۃ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کی امام بخاری نے تحسین کی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور علامہ ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حلالہ کرنے والے کو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں زانی کہا کرتے تھے، اس روایت کو بھی امام حاکم اور علامہ ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

۹۹۸: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "لَا يَنْكِحُ الزَّانِي الْمَجْلُودُ إِلَّا مِثْلَهُ" رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی قولہ تعالیٰ؛ الزانی لاینکح الازانیۃ: ۲۰۵۲، احمد: ۳۲۴/۲، الحاکم: ۱۶۶/۲

۹۹۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوڑوں سے سزا یافتہ زانی اپنے جیسی عورت سے ہی نکاح کرے۔" (اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: المجلود: ایسا زانی جسے کوڑوں کی سزا دی جا چکی ہو۔

تشریح: مذکورہ حدیث کے الفاظ جملہ انشائیہ ہیں یا جملہ خبریہ؟ اس بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، جن کے نزدیک جملہ خبریہ ہے، وہ نکاح کو مجازی معنی میں لیتے ہیں یعنی بدکار شخص بدکار عورت ہی سے اپنا منہ کالا کرتا ہے، جن کے نزدیک جملہ انشائیہ ہے، وہ نکاح کو حقیقی معنی میں لیتے ہیں یعنی زانیہ عورت سے پاکباز آدمی نکاح نہ کرے۔

۹۹۹: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا, قَالَتْ طَلَّقَ رَجُلٌ اِمْرَأَتَهُ ثَلَاثًا, فَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ, ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا, فَأَرَادَ زَوْجُهَا الْأَوَّلُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا, فَسُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ, فَقَالَ "لَا حَتّٰى يَذُوقَ الْآخِرُ مِنْ عُسَيْلَتِهَا مَا ذَاقَ الْأَوَّلُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ, وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البخاری، کتاب الطلاق، باب من جوز الطلاق الثلاث: ۵۲۶۱، مسلم: ۱۴۳۳، ابوداود: ۲۳۰۹، النسائی: ۱۴۸/۶، احمد: ۲۲۶/۶، ابن حبان: ۴۱۱۹۔۴۱۲۲، ابو یعلیٰ: ۴۹۶۵، المؤطا: ۵۳۱/۲، البیہقی: ۳۷۵/۷

۹۹۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، پھر اس عورت سے ایک دوسرے آدمی نے نکاح کر لیا، پھر اس نے اس عورت سے جماع کیے بغیر اسے طلاق دے دی چنانچہ اس کے پہلے شوہر نے اس سے دوبارہ شادی کرنے کا ارادہ کر لیا، آپ ﷺ سے جب اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تک دوسرا شوہر اس سے اسی طرح لطف نہ اٹھائے جس طرح پہلے نے اٹھایا تھا، اس وقت تک وہ پہلے کے لیے جائز نہیں۔" بخاری ومسلم، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

لغوی تحقیق: یدخل بھا: یہاں اس سے مراد خلوت صحیحہ ہے۔ یذوق: یہ ذوق سے مشتق ہے، ذوق ایسی حس کا نام ہے، جس کا تعلق اشیائے خوردونوش کے ذائقہ سے ہے، ظاہر ہے کہ اس کا مرکز زبان ہے۔ صاحب محیط کا کہنا ہے کہ اصل میں تو خوردونوش کی معرفت کا نام ہی ذوق ہے لیکن مجازاً اس کا اطلاق تجربہ اور مشاہدہ پر بھی ہوتا ہے اور یہاں مؤخر الذکر مفہوم ہی مراد ہے۔ عسیلتھا: عین مضموم، یاء ساکن اور سین مفتوح، یہ عسیلۃ کی تصغیر ہے اور یہاں یہ تقلیل کیلئے ہے۔ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ لذت جماع کو شہد سے تشبیہ دی گئی ہے اور بطور استعارہ اسے ذوق سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تشریح: صحیح بخاری میں اس شخص کا نام رفاعہ قرظی مذکور ہے اور فتح الباری میں اس عورت کا نام تمیمہ بنت وہب قرظیہ مذکور ہے، ابن حبان میں مروی حدیث میں خاوند بیوی دونوں کے مذکورہ نام مذکور ہیں نیز اس میں دوسرے شوہر کا نام عبدالرحمٰن بن زبیر بھی مذکور ہے۔ اس حدیث سے حلالہ کے جواز کا استدلال فقط وہی شخص لے سکتا ہے جو کتاب وسنت کے مزاج سے نابلد ہو یا پھر تجاہل عارفانہ کے مرض میں مبتلا ہو۔

فقہی احکام: (۱) ایک یا دو طلاقیں دینے کے بعد شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہے۔ (۲) تیسری طلاق کے بعد شوہر رجوع کے حق سے محروم ہو جاتا ہے۔ (۳) عورت عدت گزرنے کے بعد دوسرے شوہر سے شادی کرنے کی مجاز ہے۔ (۴) طلاق دینے کی نیت سے نکاح کرنا حرام ہے۔ (۵) دوسرا شوہر خلوت صحیحہ کے بغیر بھی طلاق دے سکتا ہے، لیکن اس صورت میں وہ پہلے شوہر کیلئے حلال نہ ہوگی۔ (۶) خلوت اسی مباشرت کا نام ہے جس میں شوہر کے آلہ تناسل کا کم از کم حشفہ عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو۔ (۷) خلوت صحیحہ کیلئے مادہ منویہ کا اخراج ضروری نہیں ہے۔

۲۔ بَابُ الْكَفَاءَةِ وَالْخِيَارِ — برابر اور اختیار کا بیان

۱۰۰۰: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " اَلْعَرَبُ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ بَعْضٍ, وَالْمَوَالِي بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ بَعْضٍ, إِلَّا حَائِكاً أَوْ حَجَّاماً " رَوَاهُ الْحَاكِمُ, وَفِي إِسْنَادِهِ رَاوٍ لَمْ يُسَمَّ, وَاسْتَنْكَرَهُ أَبُو حَاتِمٍ.

البیہقی: کتاب النکاح، باب اعتبار الصنعة فی الکفاءة: ۱۴۰۷۲، ۱۴۰۷۳، العلل لابن ابی حاتم: ۴۱۲/۱، ۴۲۳، التمہید: ۱۶۵/۱۹

تنبیہ: اس روایت کو حاکم کی طرف منسوب کرنا مؤلف رحمہ اللہ کا وہم ہے، البتہ امام بیہقی نے السنن الکبری میں امام حاکم کے واسطے سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

۱۰۰۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "عرب باہم کفو (برابر) ہیں اور موالی باہم کفو ہیں، ماسوا جولاہے اور حجام کے۔" (اسے حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک نامعلوم راوی ہے، اور امام ابوحاتم نے اسے منکر قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: الکفاءۃ: کاف مفتوح، اس کے لغوی معنی مساوات کے ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے "المسلمون تتکافأ دماؤھم؛ مسلمان کے خون باہم برابر ہیں"۔ کفو: عام طور پر پانچ اشیاء میں معتبر ہے۔ (۱) دینداری، یعنی فریقین میں سے کوئی ایک فاسق و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فاجر نہ ہو۔(۲) **حریت**، یعنی فریقین میں سے کوئی ایک غلام نہ ہو۔(۳) **کم تر پیشہ سے وابستگی**، یعنی فریقین میں سے ایک تاجر اور دوسرا کمتر پیشہ سے وابستہ نہ ہو۔(۴) **فاقہ کشی**، یعنی فریقین میں سے ایک تونگر اور دوسرا فاقہ کش نہ ہو۔(۵) **نسب**، یعنی فریقین میں سے ایک عربی اور دوسرا عجمی نہ ہو۔**العرب**: **المعجم الاوسط** میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: انسانوں کا ایک ایسا گروہ جو سامی الاصل ہو، اور وہ شبہ جزیرۃ العرب میں پروان چڑھا ہو۔ **اکفاء**: ہمزہ مفتوح اور کاف ساکن، یہ **کفءٌ** کی جمع ہے، اس کے لفظی معنی مثل اور نظیر کے ہیں۔ صاحب محیط کے بقول شوہر کا بیوی کی نظیر ہونا کفو ہے، یعنی نکاح کے وقت زوجین میں امور مخصوصہ اور مساوات کا پایا جانا۔ **الموالی**: یہ **مولی** کی جمع ہے، اس سے مراد غیر عرب ہیں۔ **حائکا**: یہ **حوک / حیاکہ** سے ماخوذ ہے، حوک/ حیاکہ کا معنی ہے کپڑا بننا، حائک اسی سے اسم فاعل ہے، یعنی جولاہا یا کپڑا بننے والا۔ **حجاماً**: حجام۔

تشریح: یہ روایت اگرچہ متعدد طرق سے منقول ہے لیکن تمام طریق سخت مجروح ہیں جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں، یہ روایت منکر اور موضوع ہے اور اس کے تمام طرق واہی ہیں۔

۱۰۰۱: وَلَهُ شَاهِدٌ عِنْدَ الْبَزَّارِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ بِسَنَدٍ مُنْقَطِعٍ.

البزار: ۲۶۷۷، البیهقی، کتاب النکاح، باب اعتبار الصنعة فی الکفاءة: ۱۴۰۷۴، میزان الاعتدال ۲ /۳۳۷، تهذیب الکمال: ۱/ ۳۱۱، تهذیب التهذیب: ۴۲۹/۲

۱۰۰۱: اس کی ایک شاہد روایت امام البزار، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے منقطع سند سے لائے ہیں۔

تشریح: یہ روایت بھی ضعیف ہے، جیسا کہ مؤلف علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے، اس کی ایک شاہد روایت امام بیہقی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی لائے ہیں۔ یہ روایت حکم بن عبداللہ کی وجہ سے ضعیف ترین ہے۔ کیونکہ امام ابوحاتم نے اسے کذاب، امام دارقطنی نے من گھڑت روایات بنانے والا کہا ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں، اس کے پاس عن الزہری عن ابن المسیب ایک نسخہ تھا جس میں پچاس احادیث بے اصل تھیں۔ زیر بحث روایت بھی امام بیہقی اسی سند سے لائے ہیں اور انہوں نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۱۰۰۲: وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَهَا " اِنْكِحِي أُسَامَةَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها: ۱۴۸۰، ابوداود: ۲۲۸۴، النسائی: ۶/ ۷۵، ۷۶، ابن ماجة: ۱۸۶۹، المؤطا: ۵۸۰/۲، احمد: ۶/ ۴۱۱، الدارمی: ۲۱۸۳، البیهقی: ۷/ ۱۸۰، ۱۸۱، ابن حبان: ۴۰۴۹، الرسالة: ۳۰۹، الطحاوی: ۳/ ۵، عبدالرزاق: ۱۲۰۲۲، ابن ابی شیبة: ۲۵۸/۴، الطبرانی: ۹۰۹/۲۴، الحمیدی: ۳۶۳

۱۰۰۲: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسامہ بن زید سے نکاح کرنے کا مشورہ دیا۔ (مسلم)

تشریح: اس حدیث سے واضح ہوا کہ عرب و عجم اور نسب میں کفو کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ موالی میں سے تھے جبکہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔

۱۰۰۳: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " يَا بَنِي بَيَاضَةَ، أَنْكِحُوا أَبَا هِنْدٍ، وَانْكِحُوا إِلَيْهِ " وَكَانَ حَجَّامًا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالْحَاكِمُ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی الاکفاء: ۲۱۰۲، الحاکم: ۲/ ۱۶۴، ابن حبان: ۴۰۶۷، البیهقی: ۷/ ۱۳۶، الدارقطنی: ۳/ ۳۰۰، ۳۰۱، الطبرانی: ۸۰۸/۲۲، المعجم الاوسط: ۶۵۴۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ: بلوغ المرام کے دیگر مطبوعہ نسخوں میں؛رواہ ابوداؤد و الحاکم بسند جید؛ ہے جبکہ دارالسلام کے مطبوعہ نسخہ میں بسند حسن مذکور ہے۔

۱۰۰۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اے بنی بیاضہ! ابو ہند کی شادی کرو اور اس کی لڑکیوں سے شادی کرو۔" ابو ہند حجام تھے۔(اسے ابوداؤد اور حاکم نے جید سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: بنی بیاضة: یہ انصار کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ تھی۔ان کا پرانا تعلق قحطان کے ازد قبیلہ سے تھا۔ انکحوا الیہ: اسکی لڑکیوں کے رشتے اپنے لئے طلب کرو۔

تشریح: ابو ہند کا نام عبداللہ تھا اور وہ فروۃ بن عمرو بیاضی کا آزاد کردہ غلام تھا، اور حجام کے پیشہ سے وابستہ تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی نے سینگی لگائی تھی۔اس کی شاہد روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱)اصل کفو دین داری ہے۔(۲)لڑکی اگر ناپسند نہ کرے تو پھر پیشہ میں کفو ضروری نہیں۔

(۳)اسلام میں ذات پات کو برتری دینداری کی وجہ سے حاصل ہے۔

۱۰۰۴: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ خُيِّرَتْ بَرِيرَةُ عَلَى زَوْجِهَا حِينَ عُتِقَتْ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ وَلِمُسْلِمٍ عَنْهَا أَنَّ زَوْجَهَا كَانَ عَبْدًا ، وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهَا كَانَ حُرًّا وَالْأَوَّلُ أَثْبَتُ.

صحیح مسلم، کتاب العتق، باب انما الولاء لمن اعتق: ۱۵۰۴/۵-۱۵، البخاری: ۲۵۳۶، ۵۲۷۹، ابوداود: ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، الترمذی: ۱۱۷۰، النسائی: ۱۰۷/۵، ابن ماجۃ: ۲۰۷۴-۲۰۷۶، المؤطا: ۵۶۲/۲، احمد: ۴۵/۶، الدارمی: ۲۲۹۴-۲۲۹۶، الدارقطنی: ۲۸۸/۳، ۲۸۹، ابن حبان: ۴۲۷۲، ۴۲۷۳، الطحاوی: ۸۲/۳، البیہقی: ۲۲۳/۷

۱۰۰۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا جب آزاد ہوئیں تو انہیں ان کے خاوند کے بارے میں اختیار دیا گیا، بخاری اور مسلم میں ایک طویل حدیث ہے،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ایک روایت مسلم میں ہے جس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس کا خاوند غلام تھا،اور انہیں سے مروی ایک روایت میں ہے کہ وہ آزاد تھا،لیکن پہلا قول صحیح ترین ہے۔

لغوی تحقیق: خیرت: خاء مضموم، یاء مشدد مکسور، راء مفتوح اور آخر میں تا ساکن، یعنی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ اختیار ملا کہ وہ چاہے تو اپنے شوہر مغیث کے نکاح میں رہ سکتی ہے اور چاہے تو اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہے۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، الاسود، عروۃ بن زبیر اور قاسم بن محمد نقل کرتے ہیں، ہشام بن عروۃ یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے والد عروۃ اور عبدالرحمٰن بن قاسم کے واسطے سے نقل کرتے ہیں، جریر نے ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشہ کے طریق سے جو روایت نقل کی ہے اس میں؛ کان زوجھا عبداً ؛ ہے یعنی بریرہ کا شوہر اس وقت غلام تھا۔قاسم سے یہ روایت ان کا بیٹا عبدالرحمٰن نقل کرتا ہے، اور عبدالرحمٰن سے سماک نے جو روایت نقل کی ہے اس میں بھی؛ کان زوجھا عبداً ؛ ہے، لیکن عبدالرحمٰن بن قاسم نے جب یہ روایت شعبہ کو بیان کی تو اس وقت اس نے؛ کان زوجھا حراً کہا، اور یہ تینوں روایات مسلم میں ہیں، ابن حبان نے الاسود سے وکان زوجھا حراً کے الفاظ نقل کئے ہیں۔امام بخاری نے اس قول کو منقطع قرار دیا ہے۔مؤلف رحمہ اللہ نے اس تعارض کو دور کرنے کیلئے پہلی روایت کو اثبت اور دوسری کو غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ کا یہ قول مبنی بر حقیقت ہے کیونکہ امام شعبہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے بعد میں عبدالرحمٰن سے جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کے بارے میں وضاحت چاہی تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار فرمایا۔نیز یزید بن رومان نے عن عروۃ عن عائشہ کے طریق سے بھی؛ کان زوج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بریرۃ عبداً ؛ کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ اہل علم نے اس حدیث سے سو سے زائد مسائل کا استنباط کیا ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

فقہی احکام: (۱) ولاء کی نسبت آزاد کرنے والے کی طرف ہوگی۔ (۲) وہ رقم جو اقساط میں ادا کرنا ہوا سے یکمشت بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ (۳) جو شرائط کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہوں وہ مردود ہیں۔ (۴) کسی شخص کی مذمت کرنا مقصود ہو تو اس کا نام لینے کی بجائے اس کی برائی کا ذکر کر کے اس کی مذمت کی جائے۔ (۵) بیوی اور شوہر دونوں غلام ہوں اور بیوی شوہر سے پہلے آزاد ہو جائے تو نکاح فسخ کرنے یا برقرار رکھنے کا اختیار بیوی کا ہوگا۔ (۶) جس مسئلہ میں اختیار ہو وہاں کوئی ایک بات اختیار کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ (۷) کسی بڑے شخص کا مشورہ قبول نہ کرنے سے اس کی توہین لازم نہیں آتی۔ (۸) صدقہ میں ملی ہوئی چیز ایسے شخص کو بطور تحفہ دینا جائز ہے جس پر صدقہ حرام ہو۔ (۹) اگر تعلقات بہت خوشگوار ہوں تو پھر اپنے کسی ساتھی کی چیز کو اس کی اجازت کے بغیر بھی اپنے لئے تحفہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

۱۰۰۵: وَصَحَّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عِنْدَ الْبُخَارِيِّ أَنَّهُ كَانَ عَبْدًا.

البخاری، کتاب الطلاق، باب خیار الامة تحت العبد: ۵۲۸۰ ـ ۵۲۸۲، ابوداود: ۲۲۳۱، الترمذی: ۱۱۷۲، النسائی: ۲۴۵/۸، ابن ماجة: ۲۰۷۵، احمد: ۳۶۱/۱، الدارمی: ۲۲۹۲، البیہقی: ۲۲۲/۷، البغوی: ۲۲۹۹

۱۰۰۵: بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح قول منقول ہے کہ وہ غلام تھا۔

۱۰۰۶: وَعَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ فَيْرُوزَ الدَّيْلَمِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي أُخْتَانِ , فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " طَلِّقْ أَيَّتَهُمَا شِئْتَ " رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَأَعَلَّهُ الْبُخَارِيُّ

ابوداود، کتاب الطلاق، باب فیمن اسلم و عندہ نساء اکثر من اربع او اختان: ۲۲۴۳، الترمذی: ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ابن ماجة: ۱۹۵۱، احمد: ۲۳۲/۴، ابن حبان: ۴۱۵۵، الدارقطنی: ۲۷۳/۳، البیہقی: ۱۸۴/۷، الطبرانی: ۸۴۳/۱۸ ـ ۸۴۵، ابن ابی شیبة: ۳۱۷/۴، عبدالرزاق: ۱۲۶۲۷

۱۰۰۶: حضرت ضحاک اپنے والد فیروز رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ان میں سے کسی ایک کو جسے تم چاہو طلاق دے دو۔" (اسے احمد اور چاروں نے ماسوا نسائی کے روایت کیا ہے۔ ابن حبان، دارقطنی اور بیہقی نے اسے صحیح اور امام بخاری نے معلول قرار دیا ہے۔)

تشریح: اس روایت کو امام بخاری کے علاوہ امام عقیلی اور حافظ ابن قیم نے بھی معلول قرار دیا ہے، اگر یہ روایت معلول ہو تب بھی اس کا معلول ہونا اس روایت سے ثابت ہونے والے مسائل کیلئے مضر نہیں، کیونکہ اس حدیث سے دو مسائل مستنبط ہوتے ہیں (۱) دو حقیقی، رضاعی، مادر پدر زادیاں ایک شوہر کے نکاح میں ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں۔ یہ مسئلہ نص قطعی سے بھی ثابت ہے۔ (۲) حالت کفر میں کیا ہوا نکاح، اسلام قبول کرنے کے بعد بھی برقرار رہتا ہے۔ یہ مسئلہ بھی صحابہ، تابعین اور مجتہدین کے مابین مختلف فیہ نہیں۔

امام ابن رشد فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دو بہنیں ایک مرد کے نکاح میں ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں، خواہ وہ دونوں نسب کے اعتبار سے بہنیں ہوں یا دودھ کے رشتے سے وابستہ ہوں، دونوں آزاد ہوں یا دونوں لونڈیاں یا ان میں سے ایک آزاد اور ایک لونڈی ہو۔ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اس بات پر بھی تمام اہل علم متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک عورت کو طلاق دیدے تو وہ اس وقت تک اس کی بہن، پھوپھی یا خالہ وغیرہ سے نکاح نہیں کر سکتا جب تک پہلی بیوی سے اسے رجوع کا حق حاصل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہی احکام: (۱) حالت کفر میں کیا ہوا نکاح اسلام قبول کرنے کے بعد بھی برقرار رہتا ہے بشرطیکہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہو۔
(۲) دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع نہیں کیا جا سکتا۔

۱۰۰۷: وَعَنْ سَالِمٍ ,عَنْ أَبِيهِ, أَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ أَسْلَمَ وَلَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ ,فَأَسْلَمْنَ مَعَهُ ,فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَتَخَيَّرَ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالتِّرْمِذِيُّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ، وَأَعَلَّهُ الْبُخَارِيُّ ,وَأَبُو زُرْعَةَ ,وَأَبُو حَاتِمٍ.

الترمذی، ابواب النكاح، باب ماجاء فی الرجل یسلم و عنده عشرة نسوة: ۱۱۴۳، ابن ماجة: ۱۹۵۳، احمد: ۲/ ۱۴، ۴۴، ابن حبان: ۴۱۵۶، الدارقطنی: ۳/ ۲۷۰، الحاكم: ۲/ ۱۹۲، ۱۹۳، البیهقی: ۷/ ۱۴۹، المؤطا: ۲/ ۵۸۲، عبدالرزاق: ۱۲۶۲۱، المعجم الكبير: ۱۳۲۲۱، ابن ابی شیبة: ۴/ ۳۱۷، الشافعی: ۲/ ۱۶

۱۰۰۷: حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت اس کے نکاح میں دس خواتین تھیں، وہ بھی ان کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئیں، نبی ﷺ نے انہیں کوئی سی چار بیویاں اپنے نکاح میں رکھنے کا اختیار دیا۔ اسے امام احمد اور امام ترمذی نے بیان کیا ہے۔ امام ابن حبان اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے، امام بخاری، امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم نے اسے معلول قرار دیا ہے۔

تشریح: اس روایت کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں، تاہم جن ائمہ نے اس روایت کو معلول قرار دیا ہے ان کا کہنا ہے کہ اس روایت کو موصولاً نقل کرنا معمر کا وہم ہے، امام ترمذی نے جامع ترمذی میں امام بخاری کے حوالے سے اس روایت کو غیر محفوظ قرار دیا ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے امام مسلم کے حوالے سے اس روایت کے اتصال کو معمر کا وہم قرار دیا ہے، امام احمد نے بھی معمر کے تفرد کی وجہ سے اس کی صحت سے انکار کیا ہے، ابن عبدالبر نے اس کے جملہ طرق کو معلول قرار دیا ہے۔ ان کے برعکس امام ابن حبان، امام حاکم، امام بیہقی اور امام ابن قطان نے اسے صحیح کہا ہے۔

مذکورہ بیانات سے یہ واضح ہوا کہ جن ائمہ نے اس روایت کو معلول قرار دیا ہے، ان کی شخصیات ان سے کہیں قد آور ہیں جنہوں نے اسے صحیح کہا ہے، تاہم اس روایت کا معلول ہونا مضر نہیں کیونکہ نص قطعی میں بھی زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھنے کی اجازت مذکور ہے، نیز علمائے امت کا اس پر اجماع ہے کہ ایک شخص ایک وقت میں چار سے زائد خواتین اپنے نکاح میں رکھنے کا مجاز نہیں۔

۱۰۰۸: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ رَدَّ النَّبِيُّ ﷺ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلَى أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ ,بَعْدَ سِتِّ سِنِينَ بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ , وَلَمْ يُحْدِثْ نِكَاحًا. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ ,وَصَحَّحَهُ أَحْمَدُ ,وَالْحَاكِمُ.

ابو داود، كتاب النكاح، باب الى متى ترد علیه امرأته اذا اسلم بعد ها: ۲۲۴۰، الترمذی: ۱۱۵۷، ابن ماجة: ۲۰۰۹، احمد: ۱/ ۲۱۷، الحاكم: ۲/ ۲۰۰

۱۰۰۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی لخت جگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو چھ سال بعد پہلے نکاح میں حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ رخصت فرما دیا اور ان کا نیا نکاح نہیں فرمایا۔ اسے احمد اور چاروں میں سے نسائی نے روایت نہیں کیا، احمد اور حاکم نے صحیح کہا ہے

تشریح: یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے، محمد بن عمرو سے مروی روایت میں چھ سال کا دورانیہ ہے جبکہ حسن بن علی سے منقول روایت میں دو سال کا دورانیہ مذکور ہے۔ اس روایت کا متن شواہد کی بنا پر مدت کی تعیین کے بغیر قابل اعتبار ہے۔

۱۰۰۹: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَدَّ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلَى أَبِي الْعَاصِ بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَجْوَدُ إِسْنَادًا ,وَالْعَمَلُ عَلَى حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ.

ابن ماجة، ابواب النكاح، باب الزوجين یسلم احد هما قبل الآخر: ۲۰۱۰، الترمذی: ۱۱۵۷، احمد: ۲/ ۲۰۷، البیهقی: ۱۰/ ۱۸۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۰۹: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی لخت جگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح جدید کے ساتھ رخصت فرمایا تھا۔ امام ترمذی نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کی سند، اس روایت کی سند سے زیادہ عمدہ ہے جبکہ عمل حضرت عمرو بن شعیب سے مروی حدیث پر ہے۔

تشریح: یہ روایت حجاج بن ارطاہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ حجاج نے عمرو بن شعیب سے نہیں، بلکہ محمد بن عبید عزرمی سے سنا ہے۔ امام بیہقی اور امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عباس اس سے عمدہ ہے۔ صاحب سبل السلام فرماتے ہیں کہ امام ترمذی کا یہ کہنا ہے کہ حدیث عمرو بن شعیب پر عمل ہے، اس کا مطلب ہے کہ اہل عراق کا اس پر عمل ہے۔

۱۰۱۰: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ أَسْلَمَتْ اِمْرَأَةٌ ,فَتَزَوَّجَتْ ,فَجَاءَ زَوْجُهَا ,فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي كُنْتُ أَسْلَمْتُ ,وَعَلِمَتْ بِإِسْلَامِي ,فَانْتَزَعَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ زَوْجِهَا الْآخَرِ ,وَرَدَّهَا إِلَى زَوْجِهَا الْأَوَّلِ، رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب اذا اسلم احد الزوجین: ۲۲۳۹، الترمذی: ۱۱۵۹، ابن ماجة: ۲۰۰۸، احمد: ۲۹۷۴، ابن حبان: ۴۱۵۹، ابن الجارود: ۷۵۷، الحاکم: ۲/۲۰۰، الطیالسی: ۲۶۷۴، عبدالرزاق: ۱۲۶۴۵، البیهقی: ۷/۱۸۸، ۱۸۹

۱۰۱۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، ایک خاتون نے اسلام قبول کرلیا اور اس نے (کسی اور سے) نکاح کرلیا، پھر اس کا (پہلا) شوہر حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں بھی اسلام قبول کر چکا تھا، اور اسے میرے اسلام قبول کرنے کا علم بھی تھا، آپ ﷺ نے وہ خاتون دوسرے شوہر سے لے کر پہلے شوہر کے حوالے کردی۔ اسے احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بیان کیا، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

تشریح: یہ روایت سماک بن حرب نے عکرمہ سے نقل کی ہے، سماک کی عکرمہ سے مرویات ضعیف ہیں کیونکہ وہ ان سے مروی روایات میں اضطراب کا شکار ہے، تاہم یہ روایت شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔

۱۰۱۱: وَعَنْ زَيْدِ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ ,عَنْ أَبِيهِ قَالَ تَزَوَّجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْعَالِيَةَ مِنْ بَنِي غِفَارٍ ,فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ وَوَضَعَتْ ثِيَابَهَا ,رَأَى بِكَشْحِهَا بَيَاضًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ " اِلْبَسِي ثِيَابَكِ ,وَالْحَقِي بِأَهْلِكِ " وَأَمَرَ لَهَا بِالصَّدَاقِ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ ,وَفِي إِسْنَادِهِ جَمِيلُ بْنُ زَيْدٍ وَهُوَ مَجْهُولٌ ,وَاخْتُلِفَ عَلَيْهِ فِي شَيْخِهِ اِخْتِلَافًا كَثِيرًا.

الحاکم: ۴/۳۴، البیهقی، جماع ابواب العیب فی المنکوحة، باب مایرد به النکاح من العیوب: ۱۴۵۵۵

۱۰۱۱: حضرت زید بن کعب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو غفار قبیلہ کی عالیہ نامی خاتون سے شادی فرمائی، جب آپ ﷺ نے اس کے ساتھ خلوت اختیار فرمائی اور اس نے اپنے کپڑے اتارے تو آپ ﷺ نے اس کے پہلو میں سفید (پھلبہری) چٹاک دیکھے تو آپ ﷺ نے اسے کپڑے پہننے اور اپنے میکے جانے کا حکم فرمایا، اور اسے حق مہر دینے کے لیے ارشاد فرمایا۔ (اسے حاکم نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں جمیل بن یزید نامی راوی مجہول ہے اور اس کے استاد کے بارے میں بھی بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔)

تشریح: جمیل بن زید پر محدثین نے سخت جرح کی ہے، اس لئے یہ روایت ضعیف ترین ہے۔

۱۰۱۲: وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ؛ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ أَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً ,فَدَخَلَ بِهَا ,فَوَجَدَهَا بَرْصَاءَ ,أَوْ مَجْنُونَةً ,أَوْ مَجْذُومَةً ,فَلَهَا الصَّدَاقُ بِمَسِيسِهِ إِيَّاهَا ,وَهُوَ لَهُ عَلَى مَنْ غَرَّهُ مِنْهَا. أَخْرَجَهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ ,وَمَالِكٌ,

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

سعید بن منصور: ۱/ ۲۱۲، المؤطا: ۲/ ۵۲۶، ابن ابی شیبة: ۳/ ۴۸۶، البیهقی، جماع ابواب العیب فی المنکوحة، باب ما یرد به النکاح من العیوب: ۱۴۵۵۸۔ ۱۴۵۶۰

۱۰۱۲: حضرت سعید مسیّب سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جو آدمی کسی عورت سے شادی کرنے کے بعد اس سے خلوت کر لے اور وہ اس عورت کو برص کی بیماری یا دیوانگی یا کوڑھ کا شکار پائے تو چھونے کی وجہ سے اسے حق مہر ادا کرے اور یہ رقم اس شخص سے بطور تاوان وصول کی جائے گی جس نے اس مرد کو دھوکا دیا تھا۔ (اسے سعید بن منصور، مالک اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں۔)

تشریح: اس روایت کے جملہ رواۃ اگرچہ ثقہ ہیں تاہم یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن مسیّب کے مابین انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۰۱۳: وَرَوَى سَعِيدٌ أَيْضًا عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ نَحْوَهُ وَزَادَ وَبِهَا قَرْنٌ فَزَوْجُهَا بِالْخِيَارِ فَإِنْ مَسَّهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا

سعید بن منصور: ۱/ ۲۱۳، البیهقی، جماع ابواب العیب فی المنکوحة، باب مایرد به النکاح من العیوب: ۱۴۵۶۶

۱۰۱۳: سعید بن منصور ہی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مثل منقول ہے نیز مزید یہ الفاظ بھی مذکور ہیں، یا اس عورت کو مرض قرن ہو تو اس خاتون کے شوہر کو اختیار ہے، اگر اس نے اس خاتون سے مباشرت کی ہوگی تو پھر اس مرد کے ذمہ حق مہر لازم ہوگا بایں وجہ کہ اس نے اس خاتون کی شرم گاہ کو استعمال کیا ہے۔

تشریح: بلوغ المرام کے دستیاب نسخوں میں عبارت اسی طرح ہے، اور اس میں یہ تشنگی ہے کہ شوہر کس بات میں مختار ہے؟ اس تشنگی کی سیرابی کا بندوبست مطبوعہ بلوغ المرام کے نسخوں میں نہیں ہے۔ البتہ مصادر میں یعنی سعید بن منصور اور بیہقی میں ہے کہ اگر وہ مرد چاہے تو اسے اپنے نکاح میں رکھ لے اور چاہے تو طلاق دیدے، اگر اس مرد نے اس عورت سے مباشرت کی ہے تو دونوں صورتوں میں اس مرد کے ذمہ حق مہر لازم ہوگا کیونکہ وہ اس کی شرمگاہ سے لطف اندوز ہوا ہے، لیکن یہ روایت بھی ضعیف ہے، کیونکہ امام شعبی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

۱۰۱۴: وَمِنْ طَرِيقِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَيْضًا قَالَ قَضَى بِهِ عُمَرُ رضی اللہ عنہ فِي الْعِنِّينِ ,أَنْ يُؤَجَّلَ سَنَةً، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

البیهقی، کتاب النکاح، باب اجل العنین: ۱۴۶۳۱، ابن ابی شیبة، کتاب النکاح، باب کم یؤجل العنین: ۳/ ۳۳۱، الدارقطنی: ۳/ ۳۰۵

۱۰۱۴: حضرت سعید بن مسیّب کے طریق سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نامرد آدمی کو ایک سال کی مہلت دینے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ (اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں)

تشریح: یہ روایت بھی منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۳۔ بَابُ عِشْرَةِ النِّسَاءِ — بیویوں کے ساتھ رہن سہن کا بیان

۱۰۱۵: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ ,وَلَكِنْ أُعِلَّ بِالْإِرْسَالِ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح: ۲۱۶۲، النسائی فی الکبری: ۹۰۱۵، ابن ماجة: ۱۹۲۳، احمد: ۲/ ۲۷۲، المعجم الاوسط: ۹۹۴، ۶۳۵۳، ابن حبان: ۴۱۹۷۔ ۴۲۰۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۱۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص ملعون ہے جس نے عورت کی دُبر استعمال کی۔" (اسے ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے اور مذکورہ الفاظ نسائی کے ہیں، اس کے رواۃ ثقہ ہیں تاہم اس میں ارسال کی علت بتائی گئی ہے۔)

لغوی تحقیق: عشرۃ: عین مکسور اور شین ساکن، رہن سہن، شرعی اصطلاح میں زوجین کے درمیان قائم محبت ومودت کو عشرۃ النساء کہتے ہیں

تشریح: اس مفہوم کی حدیث آپ ﷺ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ نے بھی بیان کی ہے، پھر یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی متعدد طرق سے منقول ہے، بنابریں اگر یہ روایت مرسل بھی ہو تب بھی اس کا مرسل ہونا اس سے فقہی مسائل اخذ کرنے سے مانع نہیں۔ قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ نے بیویوں کو کھیتیاں قرار دیا ہے، یعنی مادہ منویہ کو اس جگہ پر ٹپکانے کا حکم دیا ہے، جہاں پر وہ افزائش نسل کا ذریعہ بن سکے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر بھی اسی طرح منقول ہے۔

فقہی احکام: (۱) بیویوں کی دُبر کو استعمال کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ (۲) جماع تو قبل ہی میں کرنا ہے، البتہ قبل میں جماع کرنے کیلئے طریقہ کوئی بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔ (۳) فعل قوم لوط زوجین کے مابین نفرت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ (۴) وطی سے لطف اندوز ہونا بیوی کا حق ہے اور فعل قوم لوط اس کے اس حق پر ڈاکہ ہے۔

۱۰۱۶: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى رَجُلٍ أَتَى رَجُلًا أَوْ اِمْرَأَةً فِي دُبُرِهَا " رَوَاهُ اَلتِّرْمِذِيُّ, وَالنَّسَائِيُّ, وَابْنُ حِبَّانَ, وَأُعِلَّ بِالْوَقْفِ.

الترمذی، ابواب الرضاع، باب فی کراھیة اتیان النساء فی ادبار ھن: ۱۱۶۵، ابن حبان، کتاب النکاح، باب النھی عن اتیان النساء فی اعجازھن: ۴۱۹۷-۴۲۰۴، النسائی فی الکبری: ۹۰۰۱، ابن ابی شیبة: ۲۵۱/۴، ۲۵۲، ابو یعلیٰ: ۲۳۷۸، مصباح الزجاجة: (ص ۱۶۵، المعجم الاوسط؛ ۹۹۴، ۶۳۵۳

۱۰۱۶: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو رحمت سے نہیں دیکھے گا جو مرد یا عورت کی دبر استعمال کرتا ہے۔" (اسے ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے بیان کیا ہے اور اس میں موقوف ہونے کی علت بیان کی گئی ہے۔)

تشریح: اس حدیث کے جملہ رواۃ ماسوا ابوخالد سلیمان بن حیان کے رواۃ صحیح ہیں۔ امام ابن حبان اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ضحاک بن عثمان سے وکیع نے بھی اس روایت کو مرفوع بیان کیا ہے، گویا اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں ابوخالد کا وکیع متابع ہے، نیز امام ابن ماجہ اور امام طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث بھی انہیں الفاظ سے بیان کی ہے۔ امام بوصیری نے رواۃ ابن ماجہ کو ثقات قرار دیا ہے۔ اس کی شاہد روایت خزیمہ بن ثابت، علی بن طلق رضی اللہ عنہما وغیرہما سے بھی مروی ہیں۔

۱۰۱۷: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِي جَارَهُ, وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا, فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ, وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ, فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ, وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ, فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ, وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ وَلِمُسْلِمٍ " فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ وَبِهَا عِوَجٌ, وَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا, وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا"

البخاری، کتاب النکاح، باب الوصاة بالنساء: ۵۱۸۵، ۵۱۸۶، مسلم: ۱۴۶۸، النسائی فی الکبری: ۹۱۴۰، ابن حبان: ۴۱۷۸-۴۱۸۰، الطبرانی: ۲۹۹۲، البزار: ۱۴۷۶، الحاکم: ۱۷۴/۴، احمد: ۴۴۹/۲، ۸/۵، الدارمی: ۱۴۸/۲

۱۰۱۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے،عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو، کیونکہ وہ پسلی سے تخلیق کی گئی ہیں اور بلاشبہ پسلی کا زیادہ ٹیڑھا حصہ اس کے اوپر والا خم ہے ،اگر تو اس خم کو سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے توڑ ڈالے گا،اور سیدھا کرنے سے باز رہے گا تو اس میں ہمیشہ خم رہے گا،سو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو۔"(بخاری ومسلم) مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں اور مسلم میں ہے "اگر تم اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس میں ٹیڑھا پن برداشت کرتے ہوئے فائدہ حاصل کرو،اگر تم نے اسے سیدھا کرنے کی کوشش کی تو تم اسے توڑ بیٹھو گے اور اس کے توڑنے سے مراد طلاق دینا ہے۔"

لغوی تحقیق: استوصوا:عورتوں کے بارے میں ایک دوسرے کو بھلائی کی وصیت کرو۔اس کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عورتوں کے بارے میں میری وصیت پر عمل کرو۔ ضلع: ضاد مکسور، اور لام مفتوح، پسلی۔ اعلاہ: پسلی کا وہ حصہ جو ہنسلی سے متصل ہوتا ہے۔ عوج: عین مکسور اور واؤ مفتوح، خم دار۔

تشریح: اس حدیث میں تخلیق حواء کی طرف اشارہ ہے،یعنی محترمہ حواء سلام اللہ علیھا کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے فرمائی۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿اس نے آدم سے اسی کی بیوی پیدا فرمائی۔﴾

اسی مفہوم کی حدیث حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) پڑوسی کو تکلیف دینا ایمان کے ناقص ہونے کی دلیل ہے۔(۲) عورتوں کی غلطیوں کو نظر انداز کر کے ان کے ساتھ ہمیشہ بھلائی کرنی چاہیے۔(۳) عورتوں پر سختی کرنے سے رشتہ ازدواج کے منقطع ہونے کا خطرہ ہے۔(۴) عورتوں سے اچھا سلوک انسانیت کا زیور ہے۔

۱۰۱۸: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي غَزَاةٍ ,فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ,ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ "أَمْهِلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا يَعْنِي عِشَاءً لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ ,وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ "إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ ,فَلَا يَطْرُقْ أَهْلَهُ لَيْلًا"

البخاری، کتاب النکاح، باب تزویج الثیبات : ۵۰۷۹، مسلم: ۱۸۴/ ۷۱۵، ابوداود: ۲۷۷۸، الترمذی: ۲۸۶۷، احمد: ۳۰۲/۳، ۳۰۳، الدارمی: ۲۲۱۶، البیھقی: ۲۶۰/۵، ابن حبان: ۲۷۰۸، ۲۷۱۳، ۲۷۱۴، ۲۷۱۵، الطیالسی: ۱۷۲۴، ۱۷۲۷، ابن ابی شیبۃ: ۵۲۳/۱۲

۱۰۱۸: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، جب ہم مدینہ منورہ واپس پہنچ کر اپنے گھروں میں داخل ہونے کیلئے چلنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" کچھ دیر انتظار کرو اور رات کے وقت اپنے گھروں میں داخل ہونا،رات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عشاء تھی، تاکہ پراگندہ بالوں والی کنگھی کرلے اور خاوند سے بچھڑی خاتون زیر ناف بال صاف کرلے۔"(بخاری ومسلم) اور بخاری کی ایک روایت میں ہے "آپ میں سے کوئی ایک جب طویل عرصہ کے بعد واپس آئے تو وہ رات کے وقت اپنے اہل کے پاس مت جائے۔"

لغوی تحقیق: امھلوا: جلدی مت کریں، تھوڑی دیر انتظار کریں۔ عشاء: عین مکسور اور شین مخفف مفتوح، اندھیرا یعنی مغرب سے عشاء تک کا دورانیہ۔ تمتشط: خواتین اپنے بالوں میں کنگی کرلیں۔ الشعثۃ: شین مفتوح اور عین مکسور، ایسی خاتون جس کے بال منتشر ہوں۔ تستحد: بال صاف کرلے۔ المغیبۃ: میم مضموم اور غین مکسور، ایسی خاتون جس کا شوہر اس کے پاس موجود نہ ہو۔ فلا یطرق: یہ الطروق سے ماخوذ ہے۔اس کے معنی ہیں رات کے وقت سفر وغیرہ سے واپس آنا، یعنی رات کے وقت جو سفر سے واپس آئے وہ بیوی کو غسل وغیرہ کی مہلت دیئے بغیر اس کے پاس مت جائے۔ لیلاً: یہاں لیلاً کا ذکر وضاحت اور تاکید کیلئے ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے مسجد جانے کا حکم فرماتے، اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "آپ میں سے کوئی ایک جب اپنے سفر کرنے کا مقصد حاصل کر لے تو وہ جلد اپنے اہل کے پاس واپس لوٹ آئے۔"

فقہی احکام: (۱) سفر سے واپسی پر سب سے پہلے محلے کی مسجد میں حاضر ہو کر دو رکعت پڑھنا مسنون ہے۔ (۲) دو رکعت پڑھنے کے بعد مسجد میں اتنی دیر قیام کرنا چاہیے جتنے وقت میں شادی شدہ خواتین نہا دھولیں اور کنگی وغیرہ کر لیں۔ (۳) فون وغیرہ کے ذریعے اپنی آمد کی پیشگی اطلاع کی جائے تو بہتر ہے۔ (۴) بلا ضرورت بیوی بچوں سے دور رہنا درست نہیں۔

۱۰۱۹: وَعَنْ أَبِی سَعِیدٍ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللَّهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ؛ اَلرَّجُلُ یُفْضِی إِلَی امْرَأَتِهِ وَتُفْضِی إِلَیْهِ ,ثُمَّ یَنْشُرُ سِرَّهَا " أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم افشاء سر المرأة: ۱۴۳۷، ابوداود: ۴۸۷۰، احمد: ۶۹/۳

۱۰۱۹: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین انسان وہ ہوگا، جو اپنی بیوی سے خلوت کرے اور بیوی شوہر سے خلوت کرے، پھر وہ اس راز کو فاش کر دے۔"

لغوی تحقیق: یفضی: علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اس کا لغوی معنی ملاپ کرنا ہے۔ علامہ ہروی اور کلبی کا کہنا ہے کہ اس سے مراد خاوند بیوی کی باہمی خلوت ہے، خواہ جماع کی نوبت آئے یا نہ آئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور سدی کا کہنا ہے کہ اس سے مراد جماع ہے۔ سرھا: سین مکسور اور راء مشدد، راز کی باتیں۔ اشر: یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے، اہل نحاۃ شر اور خیر کے مادہ سے اسم تفضیل کو افعل کے وزن پر استعمال کرنے کو درست نہیں سمجھتے، لیکن صحیح احادیث میں یہ دونوں مادے افعل کے وزن پر استعمال ہوئے ہیں، لہٰذا نحاۃ کا یہ ضابطہ قابل ترمیم ہے۔

تشریح: شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کیلئے لباس ہیں، جس طرح لباس جسم کے رازوں کو چھپا لیتا ہے، اسی طرح زوجین کو چاہیے کہ وہ اپنی خلوت کے راز دوسروں سے چھپا کر رکھیں، خلوت کے راز عموماً آلات تناسل اور لذت سے متعلق ہوتے ہیں، انہیں فاش کرنا نہایت مکروہ عمل ہے اور زوجین کا ایک دوسرے کے راز فاش کرنے کا نتیجہ باہمی نفرت کی صورت میں بھی نمودار ہوسکتا ہے، جیسا کہ عصر حاضر میں ہو چکا ہے، اس لئے شارع نے اس کی سخت وعید سنائی ہے۔

۱۰۲۰: وَعَنْ حَكِیمِ بْنِ مُعَاوِیَةَ ,عَنْ أَبِیهِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا حَقُّ زَوْجِ أَحَدِنَا عَلَیْهِ؟ قَالَ " تُطْعِمُهَا إِذَا أَكَلْتَ , وَتَكْسُوهَا إِذَا اكْتَسَیْتَ ,وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ ,وَلَا تُقَبِّحْ ,وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِی الْبَیْتِ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِیُّ, وَابْنُ مَاجَةَ، وَعَلَّقَ الْبُخَارِیُّ بَعْضَهُ، وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی حق المرأة علی زوجها: ۲۱۴۲، ۲۱۴۳، النسائی فی الکبری: ۹۱۷۱، ابن ماجة: ۱۸۵۰، احمد: ۴۴۷/۴، ابن حبان: ۴۱۷۵، الحاکم: ۱۸۷/۲، ۱۸۸، البیہقی: ۳۰۵/۷، الطبرانی: ۱۰۳۴/۱۹، ۱۰۳۷، البخاری، کتاب النکاح، باب: ۹۲ معلقاً

۱۰۲۰: حضرت حکیم بن معاویہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ہماری بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا؟ "جب تم خود کھاؤ تو انہیں بھی کھلاؤ، جب تم خود پہنو تو انہیں بھی پہناؤ، چہرے پر مت مارو، اور ان سے قطع تعلق گھر میں رکھ کر کرو۔" (اسے احمد، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، امام بخاری نے اس روایت کا کچھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصہ بلا سند روایت کیا ہے، ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: امام ابوداؤد نے یہ روایت تین طرق سے نقل کی ہے اور تینوں طرق میں حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں۔ بہز بن حکیم کے پاس ان کی مرویات کا ایک نسخہ تھا، محدثین ان کے اس نسخہ کے بارے میں مختلف آراء رکھتے ہیں، بعض اسے قابل حجت خیال کرتے ہیں اور بعض مسترد کرتے ہیں۔ امام ابن حبان نے یہ حدیث ابوقزعہ عن حکیم بن معاویہ کے طریق سے نقل کی ہے۔

فقہی احکام: (۱) بیوی کے نان ونفقہ اور قیام ولباس کی ذمہ داری شوہر پر ہے۔ (۲) بیوی پر شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری لازم ہے۔ (۳) بیوی اگر سرکشی کا مظاہرہ کرے تو شوہر تادیبی کاروائی کر سکتا ہے۔ (۴) اس کاروائی کا ابتدائی مرحلہ پند ونصائح اور ثانوی مرحلہ تعلقات میں سرد مہری ہے۔ (۵) مذکورہ طریقے اگر کارگر نہ ہوں تو ہلکی جسمانی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ (۶) جسمانی سزا دیتے وقت چہرے پر ضرب لگانا ممنوع ہے۔ (۷) بیوی کو سب وشتم کرنے کی کسی حال میں بھی اجازت نہیں۔ (۸) بیوی سے ناراض ہو کر اسے میکے بھیج دینا درست نہیں۔

۱۰۲۱: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَتِ الْيَهُودُ تَقُولُ إِذَا أَتَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ مِنْ دُبُرِهَا فِي قُبُلِهَا ,كَانَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ فَنَزَلَتْ ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ ۔الآية . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

مسلم، كتاب النكاح، باب جواز جماعه امرأته فى قبلها من قدامها ومن ورائها من غير تعرض للدبر: ۱۴۳۵، البخارى: ۴۵۲۸، ابوداود: ۲۱۶۳، الترمذى: ۲۱۷۴، ابن ماجة: ۱۹۲۵، الدارمى: ۲۲۱۴، ابن حبان: ۴۱۶۶، البيهقى: ۱۹۴/۷، ۱۹۵، ابن ابى شيبة: ۲۲۹/۴

۱۰۲۱: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یہود کہتے تھے کہ مرد جب اپنی بیوی کی پچھلی جانب سے اس کی قبل میں جماع کرتا ہے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ﴿ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتیوں کو جس جانب سے چاہو آؤ (آیت کے اختتام تک) ﴾ (بخاری ومسلم) مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

تشریح: اس مفہوم کی احادیث حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔

فقہی احکام: (۱) بیوی سے مباشرت فقط قبل ہی میں کرنے کی اجازت ہے، البتہ طریقہ کوئی سا بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔
(۲) اولاد کے بھینگا ہونے میں طریقہ جماع کا کوئی دخل نہیں۔

۱۰۲۲: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم " لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ قَالَ، بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَإِنَّهُ إِنْ يُقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِي ذٰلِكَ ,لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ أَبَدًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخارى، كتاب الوضوء، باب التسمية على كل حال و عند الوقاع: ۱۴۱، كتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس و جنوده: ۳۲۷۱، ۳۲۸۳، كتاب النكاح، باب مايقول الرجل اذا اتى اهله: ۵۱۶۵، مسلم: ۱۴۳۴، ابوداود: ۲۱۶۱، الترمذى: ۱۰۹۴، ابن ماجة: ۱۹۱۹، الدارمى: ۲۲۱۲، ابن حبان: ۹۸۳، ابن ابى شيبة: ۳۹۴/۱۰، احمد: ۲۱۷/۱، النسائى فى عمل اليوم و الليلة: ۲۶۶

۱۰۲۲: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " کاش! جب آپ میں سے کوئی ایک اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھ لے " آغاز اللہ کے نام سے، اے اللہ! ہمیں شیطان سے دور رکھ، اور شیطان کو ہماری اس اولاد سے بھی دور رکھ جو تو ہمیں عطا فرمائے گا، سو اگر اس صحبت سے اولاد نصیب ہوگئی تو شیطان اسے کبھی بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: كلمة لو: یہاں تمنا کے لئے ہے، جب: لو: تمنا کیلئے ہوتا ہے تو پھر اہل نحاۃ کے نزدیک وہ جواب کا محتاج نہیں ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنبنا: ہمیں دور رکھ۔

تشریح: رحمت عالم ﷺ نے اس حدیث پاک میں جماع کے آداب سے آگاہ فرمایا ہے، یعنی جماع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اس کے نام کے وسیلہ سے استعانت طلب کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ وہ اسے اور اس کی اولاد کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھے، انسان کی سب سے بڑی کامیابی شیطان کے شر سے محفوظ رہنا ہے، اور شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور استعانت ہی سے محفوظ رہ سکتا ہے، کیونکہ شیطان ایک ایسی مصیبت کا نام ہے جو انسان سے کسی حال میں بھی الگ نہیں ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ایک طریق میں ؛لو ان؛ کی بجائے ؛اما ان؛ کے الفاظ ہیں۔

فقہی احکام: جماع کرتے وقت مذکورہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔

۱۰۲۳: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ أَنْ تَجِيءَ فَبَاتَ غَضْبَانَ ,لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ وَلِمُسْلِمٍ "كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتَّى يَرْضَى عَنْهَا"

البخاری، کتاب النکاح، باب اذا باتت المرأۃ مهاجرۃ فراش زوجها: ۵۱۹۳، مسلم: ۱۴۳۶، ابوداود: ۲۱۴۱، احمد: ۲/ ۴۳۹، الدارمی: ۲۲۲۸، ابن حبان: ۴۱۶۲، ۴۱۶۴، ۴۱۶۵، الطبرانی: ۸۲۴۰، الترمذی: ۱۱۷۵، النسائی فی الکبری کما فی التحفۃ: ۲۵۴/۴، البیهقی: ۲۹۴/۷، الطیالسی: ۱۰۹۷، الدارقطنی: ۲۳۷/۳، الحاکم: ۱۸۷/۲، ابن ابی شیبۃ: ۳۰۳/۴، البزار: ۱۴۶۶

۱۰۲۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے، اور خاوند اس سے ساری رات ناراض رہے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔" (بخاری و مسلم) مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں اور مسلم میں ہے کہ "آسمان والا اس عورت پر اس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک اس کا شوہر اس پر راضی نہیں ہو جاتا۔"

لغوی تحقیق: فراشه: فاء مکسور اور راء مفتوح، بستر پر بلانا، یہ جماع کرنے سے کنایہ ہے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مرد کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔ یعنی مرد اگر اپنی بیوی کو معروف کام کی دعوت دیتا ہے، تو اس کی تعمیل عورت پر لازم ہے، خصوصاً خاوند جب جنسی تسکین کیلئے بیوی کو بلائے اور بیوی کے پاس انکار کرنے کا کوئی شرعی جواز نہ ہو تو بیوی پر شوہر کے حکم کی تعمیل لازم ہے۔

اسی مفہوم کی ایک روایت حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "جب شوہر اپنی بیوی کو اپنی جنسی تسکین کیلئے بلائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے حکم کی تعمیل کرے، اگرچہ وہ اس وقت تنور پر ہی کیوں نہ ہو۔" اس کی مؤید روایت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اس میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں کہ " کوئی بھی عورت اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہیں کرتی۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا" کسی انسان کے لیے یہ لائق نہیں کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے، اور اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کیلئے سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔" حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ایک عورت نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ شوہر کا اپنی بیوی پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "شوہر کا اس کی بیوی پر اس قدر حق ہے کہ بیوی اگر اپنے شوہر کے زخم بھی چاٹ لے تو بھی وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہیں کر سکتی۔"

فقہی احکام: (۱) بیوی پر لازم ہے کہ وہ معروف کاموں میں شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، خصوصاً جب وہ اسے جنسی تسکین کیلئے بلائے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ بلا عذر شرعی انکار یا تاخیر نہ کرے۔(۲) شوہر کا حق بیوی کے حق پر غالب ہے۔

۱۰۲۴: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ ,وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب اللباس، باب المستوشمة: ۵۹۴۷، مسلم: ۲۱۲۴، ابوداود: ۴۱۶۸، الترمذی: ۱۸۳۰، ۲۹۴۵، النسائی: ۱۴۵/۸، ابن ماجة: ۱۹۸۷، احمد؛ ۲۱/۲، ابن ابی شیبة: ۴۸۷/۸، ابن حبان: ۵۵۱۳، ۵۵۱۶، المعجم الاوسط: ۸۶۸۸

۱۰۲۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ایسی عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مصنوعی بال لگاتی ہے یا لگواتی ہے، جسم پر گود کر نشانات لگاتی ہے یا لگواتی ہے۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: واصلة: اصل بالوں کے ساتھ اور بالوں کی پیوندکاری کرنے والی۔ المستوصلة: اصل بالوں کے ساتھ اور بالوں کی پیوندکاری کروانے والی۔ الواشمة: یہ وشم سے ماخوذ ہے، اس کے معنی جسم پر سوئی سے سوراخ کر کے ان سوراخوں میں سرمہ بھرنے کے ہیں۔ اور جو عورت یہ کام کرتی ہے، اسے واشمہ، اور جو ایسا کرواتی ہے اسے ؛مستو شمة؛ کہتے ہیں۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ایسی خواتین پر اللہ کے رسول ﷺ کی لعنت کا ذکر ہے، جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ ایک لڑکی کے بال بیماری کی وجہ سے گر گئے، اس کے گھر والوں نے اس کے مصنوعی بال لگانے کا ارادہ کیا، اس کا تذکرہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "بالوں کی پیوندکاری کرنے اور کروانے والیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔" اسی مفہوم کی روایات حضرت جابر اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں۔

فقہی احکام: اگر کسی عورت کے بال بیماری کی وجہ سے چھوٹے ہو جائیں یا گر جائیں تب بھی اسے مصنوعی بال لگوانے کی اجازت نہیں۔

۱۰۲۵: وَعَنْ جُذَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ رضی اللہ عنہا قَالَتْ حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي أُنَاسٍ ,وَهُوَ يَقُولُ "لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهَى عَنِ الْغِيلَةِ ,فَنَظَرْتُ فِي الرُّومِ وَفَارِسَ ,فَإِذَا هُمْ يُغِيلُونَ أَوْلَادَهُمْ فَلَا يَضُرُّ ذَلِكَ أَوْلَادَهُمْ شَيْئًا" ثُمَّ سَأَلُوهُ عَنِ الْعَزْلِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "ذَلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب النکاح، باب فی جواز الغیلة و هی وطئ المرضع و کراهة العزل: ۱۴۴۲، ابوداود: ۳۸۸۲، الترمذی: ۲۱۷۴، النسائی: ۱۰۶/۶، ابن ماجة: ۲۰۱۱، احمد: ۳۶۱/۶، المؤطا: ۶۰۷/۲، الدارمی: ۲۲۱۷، ابن حبان: ۴۱۹۱-۴۱۹۵، الطبرانی: ۵۳۴/۲۴، البیهقی: ۴۶۵/۷

تنبیہ: بلوغ المرام کے مطبوعہ نسخوں میں ؛جذامه؛ جبکہ صحیح مسلم میں ؛جدامه؛ ہے، امام دارقطنی نے مؤخر الذکر کو درست قرار دیا ہے۔

۱۰۲۵: حضرت جذامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس وقت آپ ﷺ چند لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے، اور آپ ﷺ فرما رہے تھے "میں نے شیر خوارگی کے ایام میں جماع کرنے سے منع کرنے کا ارادہ کر لیا تھا، لیکن میں نے ایرانیوں اور رومیوں کے بارے میں غور کیا تو وہ لوگ بھی ایام شیر خوارگی میں اپنی بیویوں سے جماع کرتے ہیں، اور ان کا یہ عمل ان کی اولاد کیلئے مضر نہیں۔" پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ نے عزل کے بارے میں سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ زندہ درگور کرنے کا خفیہ طریقہ ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: هممت: یہ هم سے ماخوذ ہے، اس سے مراد ایسا ارادہ ہے جسے عملی جامہ نہ پہنایا گیا ہو۔ الغیلة: غین مکسور اور یاء ساکن، حاملہ یا مرضعہ سے جماع کرنا۔ فارس: یہ لوگ ساسان بن بهمن کی اولاد میں سے ہیں، یہ ساتویں صدی قبل المسیح ایران میں آ کر آباد ہوئے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

العزل: حمل سے بچاؤ کی ایک احتیاطی تدبیر، جس میں مادہ تولید عورت کے رحم میں ڈالنے کی بجائے باہر گرا دیا جاتا ہے۔ **الواد الخفی** :واؤ مفتوح اور ہمزہ ساکن، زندہ دفن کرنے کی ایک ادنیٰ شکل۔

تشریح: قبل از اسلام اہل عرب کے ہاں یہ بات معروف تھی کہ اگر ایام حمل یا ایام شیرخواری میں عورت سے جماع کیا جائے تو اس دورانیہ میں دودھ پینے والے بچے کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ ایک اچھا شاہسوار نہیں بن سکتا، اہل عرب کا یہ عقیدہ فرسودہ تھا، کیونکہ رومی اور ایرانی ایسا کرتے تھے لیکن ان کے بچوں کے اس وجہ سے اعصاب کمزور نہیں تھے۔ اس حدیث میں عزل کرنے کے عمل کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے، لیکن آپ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا، جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ سے غزوہ بنی مصطلق میں لونڈی سے عزل کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم ایسا نہ کرنا، یاد رکھیں ایسا نہ کرنا لازم تو نہیں مگر! اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کرنا ہے وہ پیدا کرے گا۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ میں اپنی لونڈی سے عزل کرتا تھا، اس کے باوجود وہ حاملہ ہو گئی تھی۔

فقہی احکام: (۱) غیر مسلموں کے تجربات و مشاہدات سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔ (۲) ایام حمل و شیرخواری میں جماع کرنا درست ہے۔ (۳) زچہ بچہ کی صحت کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ (۴) عزل کیا جا سکتا ہے، تاہم نہ کرنا بہتر ہے۔ (۵) آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرنا درست نہیں۔

۱۰۲۶: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلاً قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ لِي جَارِيَةً ,وَأَنَا أَعْزِلُ عَنْهَا ,وَأَنَا أَكْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ ,وَأَنَا أُرِيدُ مَا يُرِيدُ الرِّجَالُ ,وَإِنَّ الْيَهُودَ تُحَدِّثُ أَنَّ الْعَزْلَ الْمَوْؤُدَةُ الصُّغْرَى قَالَ " كَذَبَتْ يَهُودُ ,لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَخْلُقَهُ مَا اسْتَطَعْتَ أَنْ تَصْرِفَهُ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ وَاللَّفْظُ لَهُ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَالطَّحَاوِيُّ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

ابوداود، كتاب النكاح، باب ماجاء في العزل: ۲۱۷۱، النسائي في الكبرى: ۹۰۷۹، احمد: ۳/۳۳، الطحاوي: ۳/۳۵، البيهقي: ۷/۲۳۰، ابن حبان: ۴۱۹۴

۱۰۲۶: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میری ایک لونڈی ہے، میں اس سے اس لیے عزل کرتا ہوں کہ میں اس کے حاملہ ہونے کو ناپسند کرتا ہوں، اور میری چاہت وہی ہے جو مردوں کی چاہت ہوتی ہے، جبکہ یہود کہتے ہیں کہ عزل زندہ دفن کرنے کی ایک ادنیٰ صورت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "یہودی جھوٹ بولتے ہیں (کیونکہ) اگر اللہ تعالیٰ کچھ تخلیق کرنا چاہے تو تم اسے پھیرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔" (اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے، اور مذکورہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں، اسے نسائی اور طحاوی نے بیان کیا ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: **الجارية**: لونڈی۔ **اعزل**: یہ عزل سے مشتق ہے، اس کے لفظی معنی دور کرنے اور الگ کرنے کے ہیں، یہاں اس سے مراد ہے، مرد کا آلہ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سے باہر نکال لینا تاکہ مادہ تولید باہر خارج ہو سکے۔ **المؤودة** : اصل میں اس سے مراد وہ لڑکی ہے جسے زندہ دفن کر دیا گیا، یہاں اس سے مراد مادہ تولید کو بشری شکل و صورت اختیار کرنے سے قبل ضائع کر دینا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ عزل حمل روکنے کی ایک احتیاطی تدبیر ہے، قطعی منصوبہ بندی نہیں، اس حقیقت کی تائید حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بیان سے بھی ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک لونڈی تھی، میں اس سے عزل کیا کرتا تھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو کچھ لکھ دیا گیا ہے وہ ہو کر ہی رہے گا۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ لونڈی اسی دوران حاملہ ہو گئی اور میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! وہ لونڈی حاملہ ہوگئی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:"جس روح کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے وہ پیدا ہوکر ہی رہے گا۔"

ابراہیم نخعی اور بعض دیگر علما کا کہنا ہے کہ وہ نطفہ جس سے اللہ تعالیٰ نے کوئی بچہ پیدا کرنا ہے،اس نطفہ کو اگر پتھر پر بھی ڈال دیا جائے تو وہاں سے بھی بچہ پیدا ہوجائے گا۔یہود چونکہ اس احتیاطی تدبیر کو حقیقی منصوبہ بندی خیال کرتے تھے اس لئے وہ اسے ادنیٰ درجہ کا زندہ درگور کرنا کہتے تھے ،ان کا یہ بیان حقیقت سے متصادم تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی تکذیب فرمائی۔

عصر حاضر میں خاندانی منصوبہ بندی کیلئے ڈاکٹر حضرات جو تولیدی رگ کاٹ دیتے ہیں وہ شرعاً درست نہیں،کیونکہ عزل ایک احتیاطی تدبیر ہے جبکہ رگ کاٹنا تخلیق انسانی کو روکنے کا قطعی بندوبست ہے۔نیز عزل کرنے سے لذت میں کمی واقع ہوتی ہے،جس کی وجہ سے آدمی کبھی اسے ترک بھی کردیتا ہے جبکہ رگ کاٹنے سے لذت میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

فقہی احکام: (۱) بوقت ضرورت عزل کیا جاسکتا ہے۔(۲) آزاد عورت سے بلا اجازت عزل کرنا درست نہیں۔
(۳) تولیدی رگ کاٹنا درست نہیں۔

۱۰۲۷: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ ,وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ يُنْهَى عَنْهُ لَنَهَانَا عَنْهُ الْقُرْآنُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِمُسْلِمٍ ، فَبَلَغَ ذَلِكَ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُ.

مسلم، كتاب النكاح، باب حكم العزل : ١٤٤٠ ، البخارى: ٥٢٠٧ ، ٥٢٠٨، ابوداود: ٢١٧٣ ، الترمذی: ١١٥٣ ، عبدالرزاق: ١٢٥٦٦ ، الحميدى: ١٢٥٧ ، احمد: ٣/٣٧٧، ابو يعلى: ٢١٩٣ ، الطحاوى: ٣٥/٢، البيهقى: ٢٢٨/٧

۱۰۲۷: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عزل کیا کرتے تھے اور اس وقت قرآن بھی نازل ہو رہا تھا،اگر یہ چیز قابل ممانعت ہوتی تو قرآن ہمیں اس سے ضرور منع کردیتا۔(بخاری ومسلم) مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کو بھی یہ خبر پہنچ گئی تھی،اور آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع نہیں فرمایا۔

۱۰۲۸: وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ بِغُسْلٍ وَاحِدٍ. أَخْرَجَاهُ ,وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

البخاری، كتاب الغسل، باب الجنب يخرج و يمشى فى السوق: ٢٨٤، مسلم: ٣٠٩، ابوداود: ٢١٨، الترمذی: ١٤٠، النسائی: ١٤٣/١ ، ابن ماجة: ٥٨٨ ، ٥٨٩، احمد: ٩٩/٣، ابن حبان: ١٢٠٧ ، ١٢١٢، المعجم الاوسط: ٤٨٧ ، ١١٠٩ ، ٤٨٠٢

۱۰۲۸: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ تمام بیویوں کے پاس جانے کے بعد ایک ہی غسل فرمالیا کرتے تھے۔(اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں)

لغوی تحقیق: كان يطوف: یہ جماع کرنے سے کنایہ ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ مرد ایک رات میں اپنی تمام بیویوں سے جماع کرسکتا ہے اور ایک بیوی سے متعدد بار جماع بھی کرسکتا ہے۔ایسی صورت میں اسے ایک دفعہ جماع کرنے کے بعد شرمگاہ کو دھونا اور وضو بنانا لازم ہے،جیسا کہ حضرت ابوسعید اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث میں ہے۔البتہ ہر جماع کے بعد غسل لازم نہیں،ایسی صورت میں آخر میں ایک دفعہ غسل کرلینا بھی کافی ہے۔یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے مروی ہے۔ایک طریق میں ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کے نکاح میں گیارہ بیویاں تھیں اور ایک میں ہے کہ نو تھیں،یعنی ایسا آپ ﷺ نے متعدد بار کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔ بَابُ الصَّدَاقِ حق مہر کا بیان

۱۰۲۹: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ,عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ ,وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب النکاح، باب من جعل عتق الامة صداقها: ۵۰۸۶، مسلم: ۱۳۶۵/۸۵، ابوداود: ۲۰۵۴، الترمذی: ۱۱۲۸، النسائی: ۱۱۴/۶، ابن ماجة: ۱۹۵۷، احمد: ۱۸۱/۳، الدارمی: ۲۲۴۲، ۲۲۴۳، البیهقی: ۱۲۸/۷، ابن حبان: ۴۰۹۱، الطیالسی: ۱۹۹۱، عبدالرزاق: ۱۳۱۰۷، الطبرانی: ۱۷۸/۲۴، الدارقطنی: ۲۸۶/۳

۱۰۲۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا اور اس کی آزادی ہی کو اس کا حق مہر قرار دے دیا۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: صداق: صاد کو مکسور اور مفتوح ہر دو طرح سے پڑھنا درست ہے۔ یہ صدق سے ماخوذ ہے، اس کے لغوی معنی سچائی کے ہیں، یعنی مرد اس کے ذریعہ اپنی سچی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ چیز ہے جو شوہر اپنی بیوی کو نکاح کے وقت یا اس کے بعد بایں سبب دیتا ہے کہ اس نے اس کی شرم گاہ کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔

تشریح: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حیی بن اخطب یہودی کی بیٹی تھی، حیی بن اخطب یہود کے معروف قبیلے بنونضیر کا سردار تھا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر کا نام کنانہ بن ابی الحقیق تھا، وہ غزوہ خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ غزوہ خیبر کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ان خواتین میں شامل تھیں جنہیں لونڈیاں بنالیا گیا تھا، جب ان قیدیوں کو تقسیم کیا گیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں، بعد میں آپ ﷺ نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو ان کے بدلے میں ایک اور خاتون دے کر ان سے اسے لے لیا، آپ ﷺ نے دحیہ کلبی سے لینے کے بعد انہیں اپنے حرم میں داخل کر لیا اور ان کی آزادی کو ان کا حق مہر قرار دیدیا۔

فقہی احکام: لونڈی کی آزادی کو اس کا حق مہر قرار دیا جا سکتا ہے۔

۱۰۳۰: وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ كَمْ كَانَ صَدَاقُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ كَانَ صَدَاقُهُ لِأَزْوَاجِهِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً وَنَشًّا قَالَتْ أَتَدْرِي مَا النَّشُّ؟ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَتْ نِصْفُ أُوقِيَّةٍ فَتِلْكَ خَمْسُمِائَةِ دِرْهَمٍ ,فَهَذَا صَدَاقُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِأَزْوَاجِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق و جواز کونه تعلیم قرآن ......: ۱۴۲۶، ابوداود: ۲۱۰۵، النسائی: ۱۱۶/۶، ابن ماجة: ۱۸۸۶، احمد: ۹۴/۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۵۵۹

۱۰۳۰: حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حق مہر کتنا مقرر فرمایا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی بیویوں کا حق مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ نش کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا نہیں۔ انہوں نے فرمایا نصف اوقیہ، واضح رہے کہ ساڑھے دس اوقیہ کی مالیت پانچ صد درہم ہوئی، رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کا اتنا اتنا حق مہر تھا۔ (مسلم)

تشریح: آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں خواتین کا حق مہر عموماً دس اوقیہ کے قریب قریب ہی ہوتا تھا جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ہم عہد طیبہ میں دس اوقیہ حق مہر مقرر کیا کرتے تھے۔ انہیں سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے پوچھا کہ تم نے کتنا حق مہر مقرر کیا ہے، اس نے عرض کیا چار اوقیہ۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ ﷺ نے اس مقدار کو لازم قرار دیا تھا، کیونکہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں اس سے کم وبیش بھی حق مہر مقرر کرنا ثابت ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک انصاریہ عورت سے شادی کی تھی، آپ ﷺ کو جب اس شادی کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا "تم نے حق مہر کتنا مقرر کیا ہے؟" انہوں نے عرض کیا، کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا۔ ایک اسلمی صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ "تم نے کتنا حق مہر مقرر کیا ہے؟" انہوں نے عرض کیا پانچ اوقیہ۔

فقہی احکام: حق مہر مقرر کرنا لازم ہے، لیکن اس کی کوئی حد مقرر نہیں، شوہر اپنی طاقت کے مطابق کم وبیش مقرر کرسکتا ہے۔

١٠٣١: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " أَعْطِهَا شَيْئًا " قَالَ مَا عِنْدِي شَيْءٌ قَالَ " فَأَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ؟" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی الرجل یدخل بامراته قبل ان ینقد ها: ٢١٢٥، ٢١٢٦، النسائی: ٦/١٣٠، ابن حبان: ٦٩٤٥، ابویعلی: ٢٤٣٩، الطبرانی: ١٢٠٠٠، احمد: ١/٨٠، ابن سعد: ٨/٢٠

تنبیہ: راقم کو یہ روایت مستدرک حاکم سے نہیں ملی۔

١٠٣١: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسے کچھ دو۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میرے پاس تو کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہاری حطمی درع کہاں ہے؟" (اسے ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: الدرع: دال مکسور اور راء ساکن، لوہے کی قمیص، اس قمیص کو جنگ میں زیب تن کیا جاتا تھا۔

تشریح: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں، ان کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہجرت کے دوسرے سال ہوئی

فقہی احکام: (١) سسر اپنے داماد سے حق مہر مقرر کرنے کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ (٢) حق مہر کے مقرر کرنے میں شدت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ (٣) حق مہر سامان کی شکل میں بھی مقرر کیا جاسکتا ہے۔ (٤) حق مہر کی ادائیگی معجّل اور موٴجل ہر دونوں طرح درست ہے۔

١٠٣٢: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ, عَنْ أَبِيهِ, عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " أَيُّمَا امْرَأَةٍ نُكِحَتْ عَلَى صَدَاقٍ, أَوْ حِبَاءٍ, أَوْ عِدَةٍ, قَبْلَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ, فَهُوَ لَهَا, وَمَا كَانَ بَعْدَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ, فَهُوَ لِمَنْ أُعْطِيَهُ, وَأَحَقُّ مَا أُكْرِمَ الرَّجُلُ عَلَيْهِ ابْنَتُهُ, أَوْ أُخْتُهُ " رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی الرجل یدخل بامراته قبل ان ینقد ھا: ٢١٢٩، النسائی: ٦/١٢٠، ابن ماجة: ١٩٥٥، احمد: ٢/١٨٢

١٠٣٢: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس عورت کو مہر یا عطیہ یا وعدہ قبل از نکاح دیا جائے وہ اس عورت کا حق ہے اور جو کچھ نکاح کے بعد دیا جائے وہ اسی شخص کا حق ہے جسے وہ دیا گیا ہو، وہ چیز جس کی وجہ سے آدمی عزت وتکریم کا زیادہ حقدار ہے وہ اس کی بیٹی یا بہن ہے۔" (اسے احمد اور چاروں میں سے ترمذی نے روایت نہیں کیا۔)

لغوی تحقیق: ایما: یہ اصل میں: ای امرأة: تھا، مضاف الیہ یعنی امرأة حذف کردیا گیا اور آخر میں؛ ما: زائد لگادی گئی اور یہ متضمن بمعنی شرط ہے۔ حباء: حاء مکسور اور با ممدود ہے، وہ چیز جو عورت کو حق مہر کے علاوہ دی جائے۔ عدة: عین مکسور اور دال مفتوح، شوہر اپنی بیوی سے وعدہ کرتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ اسے فلاں چیز دے گا۔ عصمة: عین مکسور اور صاد ساکن یعنی عقد۔

تشریح: ایجاب وقبول سے قبل شوہر یا اس کے سرپرست لڑکی کو مہر یا کوئی اور تحفہ دیتے ہیں یا تحفہ دینے کا وعدہ کرتے ہیں، یا پھر لڑکی کے کسی سرپرست کو کوئی تحفہ دیتے ہیں یا دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ ان تمام صورتوں میں ان چیزوں پر لڑکی کا حق ہے، الا یہ کہ وہ اپنی مرضی سے کسی کو کچھ دیدے۔ اگر کوئی تحفہ دینے کا وعدہ ایجاب وقبول کے بعد لڑکی کے سرپرستوں میں سے کسی ایک سے کیا جائے وہ اسی کا ہے جسے دیا گیا ہے، اس پر لڑکی کا حق نہیں۔

فقہی احکام: (۱) مہر خالصتاً لڑکی کا حق ہے خواہ وہ ایجاب وقبول سے قبل دیا جائے یا بعد میں۔ (۲) ایجاب وقبول سے پہلے لڑکی یا اس کے کسی سرپرست کو جو تحفہ وغیرہ دیا جائے یا دینے کا وعدہ کیا جائے وہ بھی لڑکی کا حق ہے۔ (۳) جو تحفہ ایجاب وقبول کے بعد دیا جائے وہ اسی کا ہے جسے دیا جائے۔ (۴) لڑکی کے رشتہ داروں کو ایجاب وقبول کے بعد فوراً یا ایک آدھ دن بعد تحفہ دینا مستحب ہے۔ (۵) لڑکی کا والد از خود بھی اپنے لیے اپنے داماد یا اس کے سرپرست سے تحفہ طلب کرسکتا ہے۔

۱۰۳۳: وَعَنْ عَلْقَمَةَ ,عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً ,وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا صَدَاقًا ,وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا حَتَّى مَاتَ, فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ لَهَا مِثْلُ صَدَاقِ نِسَائِهَا ,لَا وَكْسَ ,وَلَا شَطَطَ ,وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ ,وَلَهَا الْمِيرَاثُ، فَقَامَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ الْأَشْجَعِيُّ فَقَالَ قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ امْرَأَةٍ مِنَّا مِثْلَ مَا قَضَيْتَ ,فَفَرِحَ بِهَا ابْنُ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ ,وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَ حَسَّنَهُ جَمَاعَةٌ.

ابو داود، کتاب النکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا: ۲۱۱۴، الترمذی: ۱۱۴۵، النسائی: ۱۲۱/۶، ابن ماجة: ۱۸۹۱، احمد: ۴۸۰/۳، ابن حبان: ۴۰۹۸ ـ ۴۱۰۱، الحاکم: ۱۸۰/۲، ۱۸۱، البیهقی: ۲۴۵/۷، ابن ابی شیبة: ۳۰۰/۴، الطبرانی: ۵۴۵/۲۰، عبدالرزاق: ۱۰۸۹۹، التلخیص: ۱۹۲/۳

۱۰۳۳: حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں دریافت کیا گیا جو حق مہر مقرر کیے بغیر نکاح کر لیتا ہے اور وہ اپنی بیوی سے خلوت صحیحہ کیے بغیر فوت ہو جاتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ایسی خاتون کو اس قدر حق مہر دیا جائے گا جس قدر اس عورت کے خاندان کی دیگر عورتوں کیلئے مقرر کیا گیا ہو، اس میں نہ کمی کی جائے گی اور نہ اضافہ کیا جائے گا، اس عورت کو عدت گزارنا ہوگی اور اسے اپنے شوہر کی وراثت سے حصہ بھی ملے گا۔ حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا، ہماری ایک خاتون بروع بنت واشق کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی فیصلہ صادر فرمایا تھا جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ (اسے چاروں نے بیان کیا ہے، ترمذی نے اسے صحیح اور محدثین کے ایک گروہ نے حسن قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: لم یفرض: علامت مضارع مفتوح اور راء مکسور، مقرر نہیں کیا۔ لم یدخل بها: یہ جماع نہ کرنے سے کنایہ ہے، یعنی اس نے اپنی بیوی کے ساتھ جماع نہیں کیا۔ لا و کس: واؤ مفتوح اور کاف ساکن، اس عورت کے مہر میں کمی نہیں ہوگی۔ لا شطط: شین اور طاء مفتوح ظلم نہیں ہوگا، یعنی حق مہر میں اضافہ کر کے مرنے والے پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ بروع: باء مکسور، راء ساکن اور واؤ مفتوح، اس خاتون کے شوہر کا نام هلال بن مرہ تھا۔

تشریح: ابراہیم نخعی یہ روایت علقمہ اور اسود دونوں سے نقل کرتے ہیں۔ شعبی، مسروق اور علقمہ سے نقل کرتے ہیں اور قتادہ، ابوحسان اور خلاس بن عمرو سے روایت کرتے ہیں اور اس روایت میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب مذکورہ سوال ہوا تو انہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا، جب سے میں اللہ کے رسول ﷺ سے جدا ہوا ہوں اس وقت سے لے کر اب تک اتنا مشکل سوال مجھ سے کبھی نہیں کیا گیا، جاؤ! یہ مسئلہ کسی اور سے دریافت کرلو۔ وہ لوگ ایک ماہ تک مسلسل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فتوی دینے کا تقاضہ کرتے رہے، بالآخر ایک ماہ بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ فتوی میں اپنی رائے سے دے رہا ہوں، اگر میرا جواب درست ہوا تو اللہ کی توفیق سے ہوگا اور اگر غلط ہوا تو پھر میری طرف سے ہوگا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بری ہوں گے۔ پھر انہوں نے مذکورہ فتوی صادر فرمایا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب یہ فتوی صادر فرمایا تو اس وقت بنو اشجع سے تعلق رکھنے والا ایک صحابی موجود تھا، بعض رواۃ نے اس کا نام معقل بن سنان اشجعی بتایا ہے اور بعض نے فلاں اشجعی کہا ہے۔ المختصر یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتوی حدیث رسول ﷺ کے عین مطابق ہے۔ صحابہ کا نام مبہم ہونے کی وجہ سے حدیث کی صحت مشکوک نہیں ہوتی۔

فقہی احکام: (۱) حق مہر مقرر کرنے کے بغیر بھی نکاح درست ہے تاہم شوہر کے ذمہ مثل مہر لازم ہے۔ (۲) خلوت صحیحہ سے قبل اگر شوہر یا بیوی فوت ہو جائے تو دوسرے کو اس کی وراثت سے مقرر حصہ ملے گا۔ (۳) ایسی صورت میں بیوی چار ماہ دس دن اپنے شوہر کا سوگ منائے گی۔ (۴) حق مہر دیئے بغیر بھی خلوت صحیحہ کرنا جائز ہے۔

۱۰۳۴: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ " مَنْ أَعْطَى فِي صَدَاقِ امْرَأَةٍ سَوِيقًا, أَوْ تَمْرًا, فَقَدِ اسْتَحَلَّ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ, وَأَشَارَ إِلَى تَرْجِيحِ وَقْفِهِ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب قلة المهر: ۲۱۱۰،البیهقی، کتاب الصداق، باب ما یجوز ان یکون مهرا: ۱۴۷۱۸ - ۱۴۷۲۱، التلخیص: ۱۹۰/۲

تنبیہ: التلخیص الحبیر کے مطبوعہ نسخہ میں اس روایت کو مسلم بن رومان کی وجہ سے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ ایسا کتابت کی غلطی کی وجہ سے ہے، کیونکہ یہ روایت مسلم بن رومان نقل نہیں کرتا، بلکہ اس کا بیٹا نقل کرتا ہے۔

۱۰۳۴: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص ستو یا کھجور بطور حق مہر دیدے اس کیلئے بیوی کی شرمگاہ حلال ہوگئی۔" (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے، اور اس روایت کے موقوف طریق کے راجح ہونے کا عندیہ دیا ہے)

لغوی تحقیق: سویقا: بسین مفتوح اور واؤ مکسور، ستو۔

تشریح: ابوداؤد کے مطبوعہ نسخہ میں؛ ملء كفيه سويقاً؛ کے الفاظ ہیں۔ بیہقی میں؛ ملء كف من طعام ؛ اور دوسری روایت میں؛ ملء كفيه برا اوتمرا او سويقا او دقيقا؛ کے الفاظ ہیں۔ یہ تمام طرق ابوزبیر کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ ابوزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو روایت سماع کی صراحت کے ساتھ نقل کی ہے، اس کے الفاظ اس طرح ہیں؛ كنا نستمتع بالقبضة من التمر ...... ؛ یعنی مٹھی بھر کھجوروں کے عوض نکاح متعہ کرلیا کرتے تھے۔

۱۰۳۵: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ, عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَجَازَ نِكَاحَ امْرَأَةٍ عَلَى نَعْلَيْنِ. أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ, وَخُولِفَ فِي ذَلِكَ.

الترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء فی مهور النساء: ۱۱۲۵، ابن ماجة: ۱۸۸۸، احمد: ۴۴۵/۳، البیهقی: ۱۴۷۲۳، ۱۴۷۲۴

۱۰۳۵: حضرت عبداللہ بن عامر اپنے والد عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک جوڑے جوتے کے عوض ایک عورت کے نکاح کو قائم رکھنے کی اجازت فرمائی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے، لیکن اس روایت کی صحت اور عدم صحت میں اختلاف پایا جاتا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنوفزارہ کے ایک جوڑے نے ایک جوتوں کے جوڑے کے عوض نکاح کرلیا، آپ ﷺ نے اس عورت سے پوچھا، "کیا تو ایک جوتوں کے جوڑے کے عوض نکاح پر راضی ہے؟" اس نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے اس نکاح کو برقرار رکھنے کی اجازت فرمادی۔ یہ روایت عاصم بن عبیداللہ بن عاصم کی وجہ سے مختلف فیہ ہے۔ امام ابن خزیمہ، امام ابن معین، امام ابن حبان اور امام ابوحاتم نے اس پر کلام کیا ہے، جبکہ امام ترمذی اور امام عجلی نے اس کی تعدیل کی ہے۔

۱۰۳۶: وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہما قَالَ زَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلاً اِمْرَأَةً بِخَاتَمٍ مِنْ حَدِيدٍ . أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ وَهُوَ طَرَفٌ مِنَ الْحَدِيثِ الطَّوِيلِ الْمُتَقَدِّمِ فِي أَوَائِلِ النِّكَاحِ.

تنبیہ: (۱) اس حدیث کو تشریح اور تخریج حدیث نمبر ۹۷۵ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔ (۲) اس حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مرد کا نکاح لوہے کی ایک انگوٹھی کے عوض فرمایا تھا، بلکہ اس میں فقط اتنا مذکور ہے کہ اسے لوہے کی انگوٹھی لانے کا حکم دیا تھا، جب وہ نہ لا سکا تو آپ ﷺ نے اس کا نکاح قرآن کی چند سورتوں کی تعلیم کے عوض کر دیا۔

۱۰۳۶: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کا نکاح ایک عورت سے لوہے کی ایک انگشتری کے عوض فرمادیا۔ (اسے حاکم نے روایت کیا ہے، یہ حدیث کتاب النکاح کے آغاز میں مفصل مذکور ہے، یہاں فقط اس کا ایک جز ذکر کیا گیا ہے۔)

۱۰۳۷: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ لَا يَكُونُ الْمَهْرُ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ. أَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ مَوْقُوفًا ,وَفِي سَنَدِهِ مَقَالٌ.

الد ارقطنی، ۲۴۵/۳، البیهقی، کتاب الصداق، باب ما یجوز ان یکون مهراً: ۱۴۷۳۵ - ۱۴۷۴۳

۱۰۳۷: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مہر دس درہم سے کم نہیں ہونا چاہیے۔ (اسے دارقطنی نے موقوف نقل کیا ہے اور اس کی سند میں کلام ہے۔)

تشریح: اس روایت کا مرکزی راوی داؤد بن یزید الاودی ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ غیاث بن ابراہیم، داؤد بن یزید کو ان الفاظ کی تلقین کرتا رہا یہاں تک کہ یہ روایت بن گئی۔ امام یحیٰی بن معین فرماتے ہیں کہ غیاث بن ابراہیم کذاب تھا۔ اس روایت کی ایک مؤید مرفوع روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، وہ روایت حجاج بن ارطاۃ کے ضعیف، اور اس کے شاگرد مبشر بن عبید کے متروک الحدیث ہونے کی وجہ سے موضوع یا اس کے قریب تر ہے۔ گویا مذکورہ دونوں روایات من گھڑت ہیں یا پھر سخت مجروح ہیں، ظاہر ہے کہ ایسی روایت اگر ہزار بھی ہوں تب بھی وہ ایک دوسری کیلئے تقویت کا باعث نہیں۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف منقول ہے۔

۱۰۳۸: وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " خَيْرُ الصَّدَاقِ أَيْسَرُهُ " أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم صداقاحتی مات: ۲۱۱۷، الحاکم: ۱۸۱/۲، ۱۸۲، البیهقی: ۲۳۲/۷، ابن حبان: ۴۰۷۲، ۴۰۹۵، احمد: ۷۷/۴، الحلیة: ۱۶۳/۳

۱۰۳۸: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بہترین حق مہر وہ ہے جس کی ادائیگی آسان ہو۔" (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

فقہی احکام: (۱) حق مہر اس قدر مقرر کیا جائے جس قدر آسانی سے ادا کیا جا سکے۔ (۲) حق مہر نکاح کے بنیادی ارکان میں شامل نہیں اور یہ حلت فرج (شرمگاہ) کا حقیقی عوض بھی نہیں، اس لئے یہ بعد میں بھی دیا جا سکتا ہے۔

۱۰۳۹: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ عَمْرَةَ بِنْتَ الْجَوْنِ تَعَوَّذَتْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حِينَ أُدْخِلَتْ عَلَيْهِ تَعْنِي لَمَّا تَزَوَّجَهَا فَقَالَ " لَقَدْ عُذْتِ بِمَعَاذٍ " فَطَلَّقَهَا ,وَأَمَرَ أُسَامَةَ فَمَتَّعَهَا بِثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ . أَخْرَجَهُ اِبْنُ مَاجَةَ ,وَفِي إِسْنَادِهِ رَاوٍ مَتْرُوكٌ.

ابن ماجة، ابواب الطلاق، باب مایقع به الطلاق: ۲۰۳۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۳۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عمرۃ بنت جون نے رسول اللہ ﷺ سے اس وقت پناہ طلب کی جب وہ رسول اللہ ﷺ کو خلوت میں پیش کی گئی ،یعنی جب آپ ﷺ نے اس سے نکاح کیا، آپ ﷺ نے فرمایا:"تو نے پناہ دینے والے سے پناہ کا مطالبہ کیا ہے۔" آپ ﷺ نے اسے طلاق دے دی، اور اسامہ سے فرمایا:"اسے تین کپڑے عطا کردو۔"(اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک روای متروک ہے۔)

لغوی تحقیق: بمعاذ: پناہ دینے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔

تشریح: یہ روایت عبید بن قاسم کے متروک ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۰۴۰: وَأَصْلُ الْقِصَّةِ فِي الصَّحِيحِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رضی اللہ عنہ.

صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب من طلق و هل یواجه الرجل امرأته بالطلاق: ۵۲۵۴ ـ ۵۲۵۷، احمد: ۳/ ۴۹۸، ابن الجارود: ۷۵۸، المعجم الاوسط: ۳۳۵۳، ۷۷۳۸

۱۰۴۰: درست واقعہ امام بخاری نے حضرت ابوسعید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تشریح: امام بخاری اس عورت کے بارے میں تین روایات لائے ہیں۔(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں اس عورت کی کنیت ابنة الجون مذکور ہے، حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں اس کا تذکرہ نسبتی نام یعنی الجونیہ سے مذکور ہے۔حضرت سہل اور حضرت ابواسید رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں امیمہ بنت شراحیل مذکور ہے۔مؤلف رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ اس عورت کا صحیح نام امیمۃ بنت نعمان بن شراحیل تھا، بعض کا کہنا ہے کہ اس کا نام اسماء تھا، بعض نے اس کا نام فاطمہ بن ضحاک ذکر کیا ہے۔جس طرح اس کے نام کے بارے میں اختلاف ہے اسی طرح اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے نکاح کرلیا تھا یا کرنا چاہتے تھے۔نیز اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آپ ﷺ نے اسے کس وجہ سے چھوڑا تھا۔(واللہ اعلم بالصواب)

۵۔ بَابُ الْوَلِيمَةِ — ولیمہ کا بیان

۱۰۴۱: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ, فَقَالَ " مَا هَذَا؟ " قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ "فَبَارَكَ اللَّهُ لَكَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ

مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق و جواز کونه تعلیم القرآن: ۱۴۲۷، البخاری: ۲۰۴۹، ۳۷۸۱، ۳۹۳۷، ۵۰۷۲، ۵۱۴۸، ۵۱۵۳، ۵۱۶۷، ۶۰۸۲، ابوداود: ۲۱۰۹، الترمذی: ۱۱۰۶، النسائی: ۶/ ۱۱۹، ۱۲۰، ابن ماجة: ۱۹۰۷، المؤطا: ۲/ ۵۴۵، احمد: ۳/ ۱۹۰، الدارمی: ۲۰۶۴، ابن حبان: ۴۰۶۰، ۴۰۶۱، ابویعلی: ۳۷۸۱، الطبرانی: ۱/ ۲۴۸، البیهقی: ۷/ ۲۳۶، الحمیدی: ۱۱۸۴

۱۰۴۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر زرد رنگ کا نشان دیکھا تو فرمایا:"یہ نشان کیسا ہے؟" انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں نے عورت سے گٹھلی بھر سونے کے عوض شادی کرلی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ تجھے مبارک کرے، ولیمہ کرو اگرچہ ایک ہی بکری سے کرو۔" (بخاری و مسلم، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

لغوی تحقیق: الولیمة: یہ ولم سے مشتق ہے، ولم کے لغوی معنی زوجین کا اجتماع ہے، علامہ ثعلبی کہتے ہیں کہ ولیمہ کا اطلاق فقط شادی کے کھانے پر ہوتا ہے۔الاثر: نشان یا علامت، یہاں اس سے مراد خوشبو کا نشان ہے۔ صفرة: صاد مضموم اور فاء ساکن، زردی یعنی زعفران کا نشان، بعض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایات میں صراحتاً زعفران کا نشان مذکور ہے۔ نواۃ: گٹھلی/ پانچ درہم۔

تشریح: یہاں لفظ: لـو؛ کا استعمال اگرچہ تقلیل کیلئے ہے، لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ایک بکری سے کم ولیمہ جائز نہیں، کیونکہ خود آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد ستو اور کھجور سے ولیمہ کیا تھا۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مذکور ہے۔

فقہی احکام: (۱) ولیمہ کا اصل وقت تو خلوت صحیحہ کے بعد ہے تاہم نکاح کے بعد اور خلوت صحیحہ سے پہلے بھی درست ہے۔ (۲) ولیمہ حسب استطاعت کرنا مسنون ہے (۳) مرد کیلئے رنگ دار خوشبو کا استعمال کرنا ممنوع ہے تاہم اگر بیوی کے کپڑوں سے لگ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۰۴۲: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِمُسْلِمٍ " إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ أَخَاهُ ,فَلْيُجِبْ; عُرُسًا كَانَ أَوْ نَحْوَهُ "

البخاری، کتاب النکاح، باب حق اجابة الولیمة و الدعوة: ۵۱۷۳، مسلم: ۱۴۲۹، ابوداود: ۳۷۳۶، ۳۷۳۸، الترمذی: ۱۱۱۰، ابن ماجة: ۱۹۱۴، المؤطا: ۵۴۶/۲، ابن حبان: ۵۲۹۴

۱۰۴۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب آپ میں سے کسی ایک کو دعوت ولیمہ دی جائے تو وہ اسے ضرور قبول کرے۔" (بخاری و مسلم) اور مسلم میں ہے "جب آپ میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو دعوت دے تو وہ اسے ضرور قبول کرے، خواہ وہ شادی کی دعوت ہو یا کوئی اور ہو۔"

لغوی تحقیق: دعی: یہ دعوة سے ماخوذ ہے، دال کو مفتوح پڑھنے کی صورت میں اس کا معنی کھانے کی دعوت ہے، دال کو مضموم پڑھنے کی صورت میں اعلان جنگ ہے، اور دال کو مکسور پڑھنے کی صورت میں نسبت کرنے کے ہیں۔

۱۰۴۳: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ: يُمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيهَا ,وَيُدْعَى إِلَيْهَا مَنْ يَأْبَاهَا ,وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ "أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ .

صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الامر باجابة الداعی الی الدعوة: ۱۴۳۲، البخاری: ۵۱۷۷، ابوداود: ۳۷۴۲، ابن ماجة: ۱۹۱۳، المؤطا: ۵۴۶/۲، الدارمی: ۲۰۶۶، ابن حبان: ۵۳۰۴، ۵۳۰۵، البیهقی: ۲۶۱/۷، ۲۶۲، مشکل الآثار: ۱۴۴/۴، احمد: ۲۶۷/۲، ابن عدی: ۱۱۴۸، ۱۳۸۳، الاحکام الوسطی: ۱۵۸/۳، ۱۵۹، بیان الوهم والایهام: ۲۶۱۸، الحمیدی: ۱۱۷۱، سعید بن منصور: ۵۲۶

۱۰۴۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بدترین کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں آنے والے حقداروں کو روکا جائے اور جو نہ آنا چاہتے ہوں انہیں مدعو کیا جائے، اور جس نے دعوت کو قبول نہ کیا، اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: شر: بدترین، یہاں یہ اسم تفضیل کے صیغہ کے طور پر استعمال ہوا ہے یعنی اصل میں یہ: اشر؛ تھا، ہمزہ کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا گیا، نحاۃ اس ہمزہ کے حذف کو لازمی قرار دیتے ہیں، جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں ہے، یعنی اسے پڑھا بھی جا سکتا ہے۔ یـمنعها: مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم اور نون مفتوح ہے، دعوت ولیمہ سے محروم کیا جائے۔

تشریح: یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت الاعرج نقل کرتے ہیں، اور ان سے زہری، سعید مسیّب اور زیاد بن سعد نقل کرتے ہیں، زیاد بن سعد، اعرج سے یہ مرفوع نقل کرتے ہیں، سعید بن مسیّب اور زہری اکثر موقوف اور کبھی مرفوع نقل کرتے ہیں۔ امام مسلم، امام حمیدی، امام بیہقی اور امام طحاوی نے سفیان عن زیاد بن سعد کے طریق سے اس روایت کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع نقل کیا ہے۔ جبکہ امام مالک، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام طحاوی، امام ابن حبان اور امام بیہقی عن الزہری عن الاعرج عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے موقوف نقل کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اس روایت کوامام زہری سے موقوف نقل کرنے میں امام مالک کی متابعت نہ صرف معمر،اوزاعی اور صالح بن اخضر نے کی ہے بلکہ خود سفیان نے بھی کی ہے۔امام مالک،مرویات زہری میں سفیان سے مقدم ہیں۔شاید اسی بنا پر حافظ عبدالحق اشبیلی نے اس حدیث کو **الاحکام الوسطی** میں درج کرنے کے بعد؛ **روی موقوفاً؛** کہہ کر اس کے معلول ہونے کا عندیہ دیا ہے۔

امام ابن حبان اس روایت کے موقوف طریق کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ میرے شیخ محمد بن حسن بن قتیبہ نے یہ روایت مجھے مرفوع بیان کی ہے،لیکن میں نے ان سے مروی موقوف طریق کو اس لئے نقل کیا ہے کہ امام زہری کے تمام تلامذہ ان سے یہ حدیث موقوف ہی نقل کرتے ہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ سفیان کبھی اس روایت کو مرفوع اور کبھی موقوف نقل کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام مالک،مرویات زہری میں سفیان سے مقدم ہیں،لیکن سفیان ثقہ،حافظ اور متقن ہیں،پھر اس پر مستزاد یہ ہے کہ زیاد بن سعد سے مرفوع نقل کرنے میں کسی کو کوئی کلام نہیں،پھر ابن عمر سے مروی روایت اس کی شاہد بھی ہے۔انہیں شواہد کی بنا پر امام ابن قطان نے حافظ عبدالحق پر گرفت کی ہے کہ انہوں نے بعض غیر معلول روایات کو معلول قرار دیدیا ہے۔

ان بیانات سے یہ واضح ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کا نہ صرف حکماً مرفوع ہونا بلکہ حقیقتاً مرفوع ہونا بھی ثابت ہے۔موقوف طریق،سند کے اعتبار سے مختصر لیکن متن کے اعتبار سے مفصل ہے یعنی اس میں یہ صراحت ہے کہ دعوت ولیمہ میں تونگر لوگوں کو مدعو کیا جاتا ہے اور فقرا کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

۱۰۴۴:وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ ; فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ ,وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ " أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ أَيْضًا.

مسلم، کتاب النکاح، باب الامر باجابة الداعی الی دعوة: ۱۴۳۱، ابوداود: ۲۴۶۰، الترمذی: ۷۸۴، ابن ماجة: ۱۷۵۰، احمد: ۵۰۷/۲، البیهقی: ۲۶۳/۷، ابن حبان: ۵۳۰۶، مشکل الآثار: ۱۴۸/۴، ۱۴۹، ابن ابی شیبة: ۶۴/۳، الحمیدی: ۱۰۱۲

۱۰۴۴:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جب آپ میں سے کسی ایک کو دعوت پر مدعو کیا جائے تو وہ اسے ضرور قبول کرے،اگر وہ روزے سے ہو تو دعوت کرنے والے کیلئے دعا کرے اور اگر بغیر روزے کے ہو تو ضرور کھائے۔"اسے بھی مسلم نے بیان کیا ہے

لغوی تحقیق: **فليجب**:اس کے لفظی معنی قبول کرنے کے ہیں،لیکن یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دعوت کرنے والے کے گھر پہنچے۔ **فليصل**: یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ روزے سے ہے تو بھی وہ دعوت کرنے والے کے گھر پہنچے،وہاں پہنچ کر روزے سے ہونے کی وجہ سے کھانا تو نہ کھائے،لیکن اس کیلئے دعا ضرور کرے۔اگر روزہ نفلی ہو تو پھر اسے روزہ قبل از وقت افطار کرنے کی بھی اجازت ہے۔

۱۰۴۵:وَلَهُ مِنْ حَدِيثِ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ نَحْوُهُ وَقَالَ " فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ "

مسلم، کتاب النکاح، باب بالامر باجابة الداعی الی دعوة: ۱۴۳۰، ابوداود: ۳۷۴۰، ابن ماجة: ۱۷۵۱، احمد: ۳۹۲/۳، ابن حبان: ۵۳۰۳، مشکل الآثار: ۱۴۸/۴، البغوی: ۲۳۱۶

۱۰۴۵: مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت بھی ایسے ہی مذکور ہے،آپ ﷺ نے فرمایا:"اگر دل چاہے تو کھالے اور دل چاہے تو چھوڑ دے۔"

۱۰۴۶:وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " طَعَامُ الْوَلِيمَةِ أَوَّلَ يَوْمٍ حَقٌّ ,وَطَعَامُ يَوْمِ الثَّانِي سُنَّةٌ ,وَطَعَامُ يَوْمِ الثَّالِثِ سُمْعَةٌ، وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاسْتَغْرَبَهُ ,وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء فی اعلان النکاح: ۱۱۰۹، ھدی الساری: ۴۰۳، ۴۰۴، الاحکام الوسطی: ۶/ ۲۲۶، بیان الوھم والایھام: ۸۱۶، البیھقی: ۷/۲۶۰، تقریب: ۱/ ۳۲۱، ابن ماجۃ: ۱۹۱۵

تنبیہ: امام ترمذی نے امام بخاری کے حوالے سے زیاد بن عبداللہ کے بارے میں وکیع کا قول ان الفاظ سے نقل کیا ہے؛ زیاد بن عبدالله مع شرفه یکذب فی الحدیث ؛ جبکہ مؤلفؒ نے فتح الباری میں ابن معین کے حوالے سے وکیع کا قول ان الفاظ سے نقل کیا ہے؛ ھو مع شرفه لا یکذب ؛ اور تقریب میں ہے؛ ولم یثبت ان وکیعا کذبه؛ (والله اعلم بالصواب)

۱۰۴۶: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دعوت ولیمہ پہلے روز کرنا حق، دوسرے روز کرنا سنت، اور تیسرے روز کرنا نمود و نمائش کا اظہار ہے، جو نمود و نمائش کیلئے کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعوت کو نمود و نمائش کا ذریعہ بنا دے گا۔" اسے ترمذی نے بیان کیا ہے اور اسے غریب کہا ہے، جبکہ اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں۔

لغوی تحقیق: حق: یہاں اس سے مراد واجب ہے۔ سنة: اس کی جمع سنن ہے یعنی طریقہ۔ فقہی اصطلاح میں ایسے طریقہ کو سنت کہتے ہیں جسے اللہ کے رسول ﷺ نے شریعت کی اکائی کی حیثیت سے اختیار کیا ہو، اور وہ واجب یا فرض نہ ہو۔ سمعة: سین مضموم اور میم ساکن، شہرت، ریا کاری۔ سمع الله: یعنی اللہ تعالیٰ اس کی اس دعوت کو اس کی بدنام شہرت کا ذریعہ بنا دے گا۔

تشریح: امام ترمذی یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو مرفوع فقط زیاد بن عبداللہ نے بیان کیا ہے، اور اس کی بہت سی مرویات عجیب اور منکر ہیں۔ اور امام بخاری محمد بن عقبہ کے حوالے سے بیان کرتے تھے کہ وکیع نے زیاد بن عبداللہ کو اس کی شرافت کے باوجود جھوٹا کہا ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ التقریب میں فرماتے ہیں کہ یہ مغازی میں صدوق ثبت ہے اور ابن اسحاق کی مرویات کے علاوہ ضعیف ہے۔ واضح رہے کہ امام وکیع کا اسے جھوٹا کہنا ثابت نہیں، بخاری میں اس کی ایک روایت متابعۃ ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ادریس نے کہا کہ ابن اسحاق کی مرویات میں ابن اسحاق کے تلامذہ میں سے سب سے زیادہ اثبت یہی ہیں، کیونکہ اسے دوبار املا کرائی گئی تھی۔ صالح بن جزرہ فرماتے ہیں کہ زیاد فی نفسہ ضعیف ہے لیکن مغازی میں تمام رواۃ سے اثبت ہے۔

ان بیانات سے یہ واضح ہوا کہ مذکورہ روایت ضعیف ہے کیونکہ یہ روایت وہ ابن اسحاق سے نقل نہیں کرتے اور نہ یہ روایت مغازی سے متعلق ہے، امام ابن قطان فرماتے ہیں کہ یہ روایت عطاء بن سائب کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) دعوت ولیمہ کا اہتمام خلوت صحیحہ کے بعد ہونا چاہیے، تاہم اس سے قبل بھی درست ہے۔ (۲) نکاح سے قبل دعوت ولیمہ کرنا درست نہیں۔ (۳) دعوت ولیمہ دو خاندانوں کے مابین الفت و مودت کے قیام کا ذریعہ ہے۔ (۴) دعوت ولیمہ میں فقرا کو نظر انداز کرنا درست نہیں۔ (۵) دعوت ولیمہ کو قبول کرنا ضروری ہے تاہم ایسی دعوت ولیمہ کو قبول نہ کیا جائے جس میں فقرا کو نظر انداز کیا گیا ہو۔ (۶) اگر طبیعت کھانے کیلئے مائل نہ ہو تو پھر کھانا نہ کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں تاہم وہاں پہنچنا ضروری ہے۔ (۷) کھانا کھانے کے بعد دعوت کرنے والے کے حق میں دعا کرنی چاہیے۔ (۸) اگر کوئی شخص روزے سے ہو تو اسے بھی اس مقام پر پہنچنا ضروری ہے لیکن کھانا ضروری نہیں۔ (۹) روزے دار ایسے لوگوں کے قریب بیٹھ سکتا ہے جو کھانا کھا رہے ہوں۔ (۱۰) روزے دار ایسے موقع پر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں روزے سے ہوں۔

۱۰۴۷: وَلَهُ شَاهِدٌ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ عِنْدَ ابْنِ مَاجَهْ .

البیھقی: ۷/۲۶۰، ابن ماجۃ: ۱۹۱۵، ابوداود: ۳۷۴۵، احمد: ۲۸/۵، الدارمی: ۲۰۶۵

تنبیہ: حدیث انس کی روایت کو ابن ماجہ کی طرف منسوب کرنا مؤلفؒ کا تسامح ہے، کیونکہ ابن ماجہ نے یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نہیں بلکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۴۷: اس کی ایک شاہد روایت امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت بکر بن خنیس کی وجہ سے ضعیف ہے، اس حدیث کے کئی طرق اور شواہد ہیں، ان میں سے اکثر طرق اور شواہد ضعیف ترین ہیں جبکہ بعض میں ضعف کسی قدر کم ہے۔

۱۰۴۸: وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ أَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيرٍ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

بخاری، کتاب النکاح، باب من اولم باقل من شاۃ: ۵۱۷۲

۱۰۴۸: حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کا ولیمہ دو مد جو سے کیا۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے

لغوی تحقیق: مدین: یہ مد کا تثنیہ ہے، ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں اور دو مد تقریباً سوا کلو کے برابر ہوتے ہیں، صاحب توضیح الاحکام کے بقول ایک صاع تین ہزار گرام کے برابر ہے۔ اسی بنا پر انہوں نے دو مد کا وزن 1.5 کلو بیان کیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) دعوت ولیمہ میں گوشت کھلانا لازم نہیں۔ (۲) حسب طاقت کچھ بھی کھلایا جا سکتا ہے۔

۱۰۴۹: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ, يُبْنَى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ, فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ, فَمَا كَانَ فِيهَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ, وَمَا كَانَ فِيهَا إِلَّا أَنْ أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ, فَبُسِطَتْ, فَأُلْقِيَ عَلَيْهَا التَّمْرُ, وَالْأَقِطُ, وَالسَّمْنُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ, وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

بخاری، کتاب النکاح، باب اتخاذ السراری و من اعتق جاریۃ ثم تزوجھا: ۵۰۸۵، مسلم: ۱۳۶۵، النسائی: ۶/ ۱۳۴، البیہقی: ۱۴۸۶۸، ۱۴۸۷۲۔

۱۰۴۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر اور مدینہ منورہ کے مابین تین روز قیام فرمایا، اسی مقام پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے خلوت صحیحہ کی گئی، اور میں نے مسلمانوں کو آپ ﷺ کی دعوت ولیمہ کا پیغام پہنچایا، اس دعوت ولیمہ میں گوشت اور روٹی نہیں تھی، آپ ﷺ کے حکم کے مطابق دستر خوان لگائے گئے اور ان پر کھجوریں پنیر اور مکھن چن دیا گیا۔ (بخاری و مسلم اور مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں)

لغوی تحقیق: یبنی علیہ: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم اور نون مفتوح ہے۔ یہ بناء سے ماخوذ ہے۔ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ بناء سے مراد بیوی کے ساتھ خلوت صحیحہ کرنا ہے۔ الانطاع: ہمزہ مفتوح اور نون ساکن، یہ نطع کی جمع ہے، چمڑے کا دستر خوان۔ الاقط: ہمزہ مفتوح اور قاف مکسور، کھویا/ پنیر۔

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت متعدد طرق سے مختلف الفاظ سے منقول ہے، ایک روایت میں ہے کہ صحابہ نے حیس تیار کیا، ایک روایت میں پنیر کی جگہ ستو کا ذکر ہے۔ یعنی کھجور، پنیر، مکھن اور ستو کو ملا کر ایک میٹھا کھانا تیار کیا، اس میٹھے کھانے کا نام حیس ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ حیس حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے تیار کیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ کھجوریں، ستو اور مکھن صحابہ لے کر آئے تھے۔ یہ تمام طرق مل کر ایک مکمل روایت بنتی ہے۔

فقہی احکام: (۱) دعوت ولیمہ گوشت روٹی سے بھی کی جا سکتی ہے، زردے اور حلوے سے بھی کی جا سکتی ہے۔

(۲) شادی کے موقع پر دلہا سے مالی تعاون بھی کیا جا سکتا ہے۔

۱۰۵۰: وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "إِذَا اجْتَمَعَ دَاعِيَانِ, فَأَجِبْ أَقْرَبَهُمَا بَابًا, فَإِنْ سَبَقَ أَحَدُهُمَا فَأَجِبِ الَّذِي سَبَقَ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَسَنَدُهُ ضَعِيفٌ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوداود، کتاب الاطعمة، باب اذا اجتمع داعیان ایهما احق: ۳۷۵۶، احمد: ۴۰۸/۵

۱۰۵۰: نبی مکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب دو آدمی دعوت دیں تو اس شخص کی دعوت کو قبول کرو جس کا دروازہ قریب ہو، اگر ایک شخص پہلے دعوت دے تو پھر اسی کی دعوت قبول کرو جو پہلے دے۔" اسے ابوداؤد نے روایت کیا، اس کی سند ضعیف ہے۔

تشریح: یہ روایت یزید بن عبدالرحمٰن دلانی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی صحیح حدیث اس کی مؤید ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ میری دو پڑوسنیں ہیں، ان میں سے میرے تحفہ کی زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس کا دروازہ تمہارے دروازے سے زیادہ قریب ہے۔"

۱۰۵۱: وَعَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " لَا آكُلُ مُتَّكِئًا " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الاطعمة، باب الاکل متکئا: ۵۳۹۸، ابوداود: ۳۷۶۹، الترمذی: ۱۹۰۶، النسائی فی الکبری: ۶۷۴۲، ابن ماجة: ۳۲۶۲، احمد: ۳۰۸/۴، الدارمی: ۲۰۷۱، البیهقی: ۴۹/۷، المعجم الاوسط: ۳۳، ۳۶۹۶

تنبیہ: یہ اور اس کے بعد والی حدیث کا تعلق آداب طعام سے ہے۔

۱۰۵۱: حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔" (بخاری)

لغوی تحقیق: **متکئاً:** صاحب محیط فرماتے ہیں کہ اس سے مراد زمین پر چوکڑی مار کر کھانا ہے، علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ عام لوگ کسی ایک پہلو کے سہارے بیٹھ کر کھانے کو ٹیک لگا کر کھانا خیال کرتے ہیں، اور یہ لفظ مذکورہ دونوں معانی میں مستعمل ہے۔

تشریح: آپ ﷺ نہ صرف خود ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے بلکہ صحابہ کو بھی ٹیک لگا کر کھانے سے منع فرماتے تھے، جیسا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) ٹیک لگا کر کھانا متکبرین کا شیوہ ہے، بنابریں اس طرح کھانا ممنوع ہے۔ (۲) عاجزی سنت انبیاء ہے۔

۱۰۵۲: وَعَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ " يَا غُلَامُ! سَمِّ اللَّهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الاطعمة، باب التسمية على الطعام والاكل باليمين: ۵۳۷۶، مسلم: ۲۰۲۲، ابوداود: ۳۷۷۷، الترمذی: ۱۹۳۴، الدارمی: ۲۰۱۹، ابن ماجة: ۳۲۶۷

۱۰۵۲: حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: "اے برخوردار! اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سیدھے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔" (بخاری و مسلم)

فقہی احکام: (۱) کھانے کا آغاز بسم اللہ سے کرنا چاہیے۔ (۲) کھانا سامنے سے کھانا چاہیے۔

۱۰۵۳: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِقَصْعَةٍ مِنْ ثَرِيدٍ، فَقَالَ "كُلُوا مِنْ جَوَانِبِهَا ,وَلَا تَأْكُلُوا مِنْ وَسَطِهَا ,فَإِنَّ الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ فِي وَسَطِهَا " رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ ,وَهَذَا لَفْظُ النَّسَائِيِّ ,وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ.

ابوداود، کتاب الاطعمة، باب ماجاء فی الاکل من اعلی الصحفة: ۳۷۷۲، الترمذی: ۱۸۸۱، النسائی فی الکبری: ۱۷۵/۴، ابن ماجة: ۳۲۷۷، احمد: ۲۷۰/۱، الدارمی: ۲۰۴۶، ابن حبان: ۵۲۴۵، الحاکم: ۱۱۶/۴، الحمیدی: ۵۲۹، البغوی: ۲۸۷۲

۱۰۵۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ثرید کا ایک پیالہ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی طرف سے کھاؤ اور درمیان سے مت کھاؤ، کیونکہ درمیان میں برکت کا نزول ہوتا ہے۔" (اسے چاروں نے بیان کیا ہے اور مذکورہ الفاظ نسائی کے ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔)

لغوی تحقیق: **قصعة:** قاف مفتوح اور صاد ساکن، لکڑی سے بنا ہوا ایک برتن جو خورد و نوش کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ **ثرید:** ثاء مفتوح اور راء مکسور، گوشت کے شوربے میں روٹی چور کرنا۔

تشریح: اس روایت کا مرکزی راوی عطاء بن سائب ہیں، موصوف آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ امام شعبہ اور امام سفیان نے ان سے قبل از اختلاط احادیث سنی ہیں۔ لہٰذا اس علت سے یہ روایت محفوظ ہے۔ بنابریں یہ حدیث صحیح ہے۔

۱۰۵۴: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ مَا عَابَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَعَامًا قَطُّ كَانَ إِذَا اشْتَهَى شَيْئًا أَكَلَهُ وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الاطعمة، باب ماعاب النبی ﷺ طعاماً: ۵۴۰۹، مسلم: ۲۰۶۴، ابوداود: ۳۷۶۳، الترمذی: ۲۱۱۷، ابن ماجة: ۳۲۵۹، احمد: ۲/۴۷۴، البیهقی: ۷/۲۷۹، ابن حبان: ۶۴۳۶، ۶۴۳۷، الدلائل للبیهقی: ۱/۳۲۱

۱۰۵۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی کھانے کو معیوب نہیں گردانا، جب آپ ﷺ کو کسی چیز کی چاہت ہوتی تو تناول فرما لیتے اور اگر کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو اسے چھوڑ دیتے۔ (بخاری و مسلم)

فقہی احکام: (۱) ہر حلال چیز کو کھانا لازم نہیں۔ (۲) جو حلال چیز مزاج کے خلاف ہو اس کے کھانے سے اجتناب کیا جا سکتا ہے۔ (۳) اشیاء خورد و نوش کو معیوب گرداننا ناپسندیدہ عمل ہے۔

۱۰۵۵: وَعَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "لَا تَأْكُلُوا بِالشِّمَالِ؛ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِالشِّمَالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الاشربة، باب آداب الطعام و الشراب و احکامهما: ۲۰۱۹، ۲۰۲۰، ابن ماجة: ۳۲۶۸، احمد: ۳/۳۳۴، ابن حبان: ۵۲۲۹

۱۰۵۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ، کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **الشیطان:** اس کا مادہ کیا ہے؟ اس بارے میں دو قول ہیں (۱) یہ شطن سے ماخوذ ہے، شطن کے لفظی معنی دور ہونے کے ہیں، شیطان چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حق سے دور ہے، اس لئے اسے شیطان کہتے ہیں، اس صورت میں اس کا ؛ن؛ حروف اصلیہ میں شامل ہوگا اور ؛یاء؛ زائدہ ہوگی، اور اس کا وزن ؛فیعال؛ ہوگا۔ (۲) بعض کا خیال ہے کہ یہ ؛شاط؛ سے ماخوذ ہے، اس کے لفظی معنی انتہا پسندی کے ہیں، یعنی وہ نافرمانی میں آخری حد کو پہنچ گیا۔ اس صورت میں ؛یاء؛ حروف اصلیہ میں شامل ہوگی اور نون زائدہ ہوگا۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی مفہوم کی حدیث مروی ہے۔

۱۰۵۶: وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ "إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ، فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الوضوء، باب نهی الاستنجاء بالیمین: ۱۵۳، ۱۵۴، کتاب الاشربة: ۵۶۳۰، مسلم: ۲۶۷، الترمذی: ۱۹۲۸، النسائی: ۱/۴۳، احمد: ۴/۳۸۳، ابن حبان: ۵۲۲۸، ۵۳۲۸، ۵۳۳۰، ابن ابی شیبة: ۸/۲۱۹

۱۰۵۶: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب آپ میں سے کوئی ایک چیز پئے تو وہ برتن میں سانس مت لے۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **لا یتنفس:** لام نہی ہونے کی وجہ سے فعل مجزوم ہے، یعنی سانس مت لے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اطبا کا کہنا ہے کہ مشروب پینے والا اگر ایک ساتھ مشروب بھی پیئے اور سانس بھی لے تو اس صورت میں مرض خناق لاحق ہونے کا خدشہ ہے۔اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اسلام کے اوامر ونواہی کے جہاں اخروی فوائد ہیں وہیں دنیاوی فوائد بھی ہیں۔

فقہی احکام: (۱) برتن میں سانس لینا درست نہیں۔(۲) برتن کے باہر تین سانس لے کر مشروب پینا باعث فرحت اور خیر و برکت ہے۔

۱۰۵۷: وَلِأَبِي دَاوُدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما نَحْوُهُ, وَزَادَ " أَوْ يُنْفَخُ فِيهِ "وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ.

ابوداود، کتاب الاشربة، باب فی النفخ فی الشراب: ۳۷۲۸، الترمذی: ۱۹۶۷، ابن ماجة: ۳۴۲۹، احمد: ۲۲۰/۱

۱۰۵۷: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اسی مفہوم کی حدیث ابوداؤد میں ہے۔اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں "یا وہ اس میں پھونک مارے۔" اسے ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: ینفخ: یہ نفخ سے ماخوذ ہے،اس کے معنی منہ سے ہوا نکالنے کے ہیں۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے،حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروب میں پھونک مارنے کی ممانعت فرمائی ہے۔یہ روایت ہر قسم کے غبار سے پاک ہے۔

۶۔ بَابُ الْقَسْمِ بَيْنَ الزَّوْجَاتِ بیویوں کے مابین باری کی تقسیم کا بیان

۱۰۵۸: عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْسِمُ, فَيَعْدِلُ, وَيَقُولُ "اَللّٰهُمَّ هَذَا قَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ, فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ " رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ, وَلَكِنْ رَجَّحَ التِّرْمِذِيُّ إِرْسَالَهُ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء: ۲۱۳۴، الترمذی: ۱۱۵۵، النسائی: ۶۴/۷، ابن ماجة: ۱۹۷۱، احمد: ۱۴۴/۶، ابن حبان: ۴۲۰۵، الحاکم: ۱۸۷/۲، الدارمی: ۲۲۰۷، البیهقی: ۲۹۸/۷، العلل لابن ابی حاتم: ۴۲۵/۱، ابن ابی شیبة: ۳۸۶/۴، ۳۸۷

۱۰۵۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے مابین باری تقسیم فرماتے وقت عدل کو ملحوظ رکھتے تھے،اور فرماتے تھے "اے اللہ! میرے بس میں تقسیم ہے وہ میں نے کردی اور جو میرے اختیار میں نہیں بلکہ تیرے اختیار میں ہے،اس میں تو مجھے ملامت مت کرنا۔" (اسے چاروں نے بیان کیا ہے،ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے،لیکن ترمذی نے اس روایت کے مرسل طریق کو راجح قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: قسم: قاف مفتوح اور سین ساکن،تقسیم کرنا۔ یقسم بین نسائه: ہر بیوی کو اس کا حصہ دیتے تھے۔ فیما تملک ولا املک: اس سے مراد میلان قلبی ہے۔

تشریح: اس روایت کا مرکزی راوی ایوب ہے،ان سے یہ روایت حماد بن زید اور ان کے دیگر تلامذہ مرسل نقل کرتے ہیں،جبکہ حماد بن سلمہ مرفوع نقل کرتے ہیں۔ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ سے سنا،وہ فرماتے تھے،میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا جس نے اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں حماد بن سلمہ کی متابعت کی ہو۔

یعنی امام ترمذی کی تحقیق سے امام ابوزرعہ نے اتفاق کیا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ حماد بن سلمہ کے حافظہ میں کچھ کمزوری تھی۔لہٰذا ابن حبان اور حاکم کا اس مرفوع طریق کو صحیح قرار دینا اور ذہبی کا ان کی موافقت کرنا ان کے تسامحات میں سے ہے۔

فقہی احکام: جس شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اس پر لازم ہے کہ وہ ہر بیوی کے ہاں یکساں قیام کرے۔

۱۰۵۹: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ, فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا, جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ ,وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء: ۲۱۳۳، الترمذی: ۱۱۵۶، النسائی: ۷/۶۳، ابن ماجۃ: ۱۹۶۹، احمد: ۲/۴۷۱،

الدارمی: ۲۲۰۶، الحاکم: ۲/۱۸۶، البیہقی: ۷/۲۹۷، ابن حبان: ۴۲۰۷

۱۰۵۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس شخص کی دو بیویاں ہوں، اور اس کا میلان ان میں سے ایک کی طرف ہو، وہ قیامت کے روز اس حالت میں پیش ہوگا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔"(اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔)

لغوی تحقیق: شقه: شین مکسور اور قاف مشدد، اس کا پہلو۔ مائل: یہ اعتدال کی ضد ہے۔

تشریح: اس حدیث میں مذکور میلان سے مراد ظاہری میلان ہے، یعنی کسی ایک بیوی کو نان ونفقہ بہتر دینا اور زیادہ وقت اس کے ہاں گزارنا ہے۔ کسی بھی شوہر کیلئے ایسا کرنا ظلم وعدوان کے زمرے میں آتا ہے، اس جرم کی اللہ تعالیٰ نے جو سزائیں مقرر فرمائی ہیں ان میں سے ایک سزا یہ ہے کہ وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا تو اس کا ایک پہلو فالج زدہ ہوگا، جہاں تک قلبی رجحان کا تعلق ہے تو قلبی معاملات چونکہ انسان کے بس میں نہیں، اس لیے یہ یقیناً قابل مواخذہ نہیں، اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو ایسی سزا دیگا، جو ان کے عمل سے مشابہت رکھتی ہوگی۔

فقہی احکام: (۱) مرد کو اگرچہ ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا اختیار ہے تاہم بہتر یہی ہے کہ وہ ایک بیوی پر اکتفا کرے۔ (۲) بیویوں کے ساتھ نان ونفقہ میں عدل وانصاف سے کام لینا فرض ہے۔ (۳) ہر بیوی کے ہاں ایک جیسا قیام کرنا لازم ہے۔ (۴) بیویوں کے مابین عدل وانصاف قائم کرنا حقوق العباد کے زمرے میں آتا ہے۔ (۵) حقوق العباد اس وقت تک معاف نہیں ہوں گے جب تک متعلقہ فرد معاف نہیں کرے گا۔

۱۰۶۰: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِنْدَ هَا سَبْعًا ,ثُمَّ قَسَمَ ,وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ أَقَامَ عِنْدَ هَا ثَلَاثًا ,ثُمَّ قَسَمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

البخاری، کتاب النکاح، باب اذا تزوج الثیب علی البکر: ۵۲۱۴، مسلم: ۱۴۶۱، ابوداود: ۲۱۲۴، الترمذی: ۱۱۳۹، ابن ماجۃ:

۱۹۱۶، الدارمی: ۲۲۰۹، الدارقطنی: ۳/۲۸۳، البیہقی: ۷/۳۰۲، ابن حبان: ۴۲۰۸، عبدالرزاق: ۱۰۶۴۲، ۱۰۶۴۳

۱۰۶۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب آدمی بیوہ عورت سے شادی کرنے کے بعد کنواری لڑکی سے شادی کرے تو وہ اس کے پاس سات روز قیام کرے، پھر باری تقسیم کرے اور جب وہ بیوہ سے شادی کرے تو وہ اس کے پاس تین روز قیام کرے، پھر باری تقسیم کرے۔ (بخاری ومسلم، مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں)

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت صراحتاً مرفوع بھی منقول ہے۔

فقہی احکام: (۱) دوسری بیوی اگر کنواری ہو تو پھر شادی کے فوراً بعد شوہر اس کے ہاں سات روز قیام کرے۔

(۲) دوسری بیوی اگر بیوہ ہو تو پھر شوہر اس کے پاس تین روز قیام کرے۔ (۳) مذکورہ مدت گزرنے کے بعد باری تقسیم کرے۔

۱۰۶۱: وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا تَزَوَّجَهَا أَقَامَ عِنْدَ هَا ثَلَاثًا ,وَقَالَ " إِنَّهُ لَيْسَ بِكِ عَلَى أَهْلِكِ هَوَانٌ ,إِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ لَكِ ,وَإِنْ سَبَّعْتُ لَكِ سَبَّعْتُ لِنِسَائِي " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الرضاع، باب قدر ما تستحقه البکر و الثیب من اقامة الزوج عندها عقب الزفاف: ۱۴۶۰، ابوداود: ۲۱۲۲، ابن ماجۃ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۹۱۷، المؤطا: ۵۲۹/۲، احمد: ۲۹۲/۶، الدارمی: ۲۲۱۰، ابن حبان: ۴۲۱۰، الدارقطنی: ۲۸۴/۳، البیهقی: ۳۰۰/۷، الطحاوی: ۲۹/۳، الطبرانی: ۵۹۲/۲۲، عبدالرزاق: ۱۰۶۴۶، الشافعی: ۲۶/۲، عشرۃ النساء للنسائی: ۴۰

۱۰۶۱: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے نکاح کیا تو ان کے پاس تین روز قیام کیا، پھر فرمایا: "تیرے شوہر کے نزدیک تیری عزت وتکریم کم نہیں، اگر تم پسند کرو تو میں تمہارے پاس سات روز تک قیام کر لیتا ہوں، اس کے بعد میں اپنی ہر بیوی کے پاس سات سات روز قیام کروں گا۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **اھلک**: یہاں اہل سے مراد خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے اہل ہوتے ہیں۔ **ھوان**: حقارت، کم تر۔ **سبعت**: سین مفتوح اور باء مشدد، اگر آپ پسند کریں تو میں سات راتیں آپ کے پاس ٹھہر جاتا ہوں۔ اہل عرب ایک عدد سے لے کر دس عدد تک اسی عدد سے فعل بنا لیتے ہیں۔ جب کوئی شخص تین روز قیام کرے تو وہ اس کا اظہار؛ثلثت؛ کہہ کر کرتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے دو باتیں واضح ہوئیں۔(۱) ایسا شخص جس کی پہلے سے بیوی یا بیویاں ہوں اور وہ بیوہ سے شادی کرے تو وہ اس بیوہ کے پاس مسلسل تین روز قیام کرے گا، اس کے بعد باری مقرر کرے گا، لیکن اگر نئی دلہن اپنے شوہر سے مطالبہ کر دے کہ وہ اس کے پاس تین روز سے زیادہ قیام کرے تو شوہر ایسا کر سکتا ہے، لیکن جتنے روز وہ اس عورت کے پاس رہے گا پھر اتنے ہی روز وہ ہر بیوی کے پاس رہنے کا پابند ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس تین روز قیام فرمایا۔(۲) خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے اہل ہیں، اس موقف کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تو اپنے اہل (اپنی بیوی) کے بارے میں بھلائی ہی جانتا ہوں۔"

۱۰۶۲: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ رضی اللہ عنہا وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ رضی اللہ عنہا, وَكَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ يَوْمَهَا وَيَوْمَ سَوْدَةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب النکاح، باب المرأۃ تھب یومھا من زوجھا لضرتھا: ۵۲۱۲، مسلم: ۱۴۶۳، ابوداود: ۲۱۳۵، ابن ماجۃ: ۱۹۷۲، ابن حبان: ۴۲۱۱، البیھقی: ۷۴/۷، ۷۵

۱۰۶۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک دن ان کا اور ایک دن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا دیتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت سودہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ایک ہی سن نبوت میں کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت باکرہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا معمر تھیں، جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سونپی تھی اس وقت وہ عمر رسیدہ ہو چکی تھیں۔

فقہی احکام: ایک بیوی رضا کارانہ طور پر اپنی باری کسی دوسری بیوی کو دینے کی مجاز ہے۔

۱۰۶۳: وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا يَا ابْنَ أُخْتِي! كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يُفَضِّلُ بَعْضَنَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْقَسْمِ مِنْ مُكْثِهِ عِنْدَنَا, وَكَانَ قَلَّ يَوْمٌ إِلَّا وَهُوَ يَطُوفُ عَلَيْنَا جَمِيعًا, فَيَدْنُو مِنْ كُلِّ امْرَأَةٍ مِنْ غَيْرِ مَسِيسٍ, حَتَّى يَبْلُغَ الَّتِي هُوَ يَوْمُهَا, فَيَبِيتُ عِنْدَهَا. رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَأَبُو دَاوُدَ وَاللَّفْظُ لَهُ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء: ۲۱۳۵، احمد: ۱۰۷/۶، الحاکم: ۱۸۶/۲، البغوی: ۲۳۲۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ: مطبوعہ ابوداؤد میں؛ حتی یبلغ الی التی ؛ ہے جبکہ بلوغ المرام کے مطبوعہ نسخوں میں؛ حتی یبلغ التی ؛ ہے اور مؤلف ؒ نے مذکورہ الفاظ کو ابوداؤد کی طرف منسوب کیا ہے۔

۱۰۶۳: حضرت عروۃ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اے میرے بھانجے! رسول اللہ ﷺ باری کی تقسیم میں ہم میں سے کسی ایک بیوی کو دوسری بیویوں پر برتری نہیں دیتے تھے، ہمارے پاس آپ ﷺ کے قیام کرنے کا روزانہ معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ اپنی ہر بیوی کے گھر جاتے لیکن اسے چھوتے نہیں تھے، بالآخر آپ ﷺ اس بیوی کے گھر تشریف لے جاتے جس کی باری ہوتی، اور رات اسی کے پاس بسر کرتے، شاید ہی ایسا کوئی دن ہو، جس دن آپ ﷺ تمام بیویوں کے گھروں میں نہ گئے ہوں۔ (اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے، مذکورہ الفاظ ابوداؤد کے روایت کردہ ہیں، امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: **مکثه**: میم مضموم اور کاف ساکن، آپ ﷺ کا قیام کرنا۔ **یطوف علینا**: ہم میں سے ہر ایک بیوی کے حجرے میں تشریف لاتے **مسیس**: میم مفتوح، چھونا، لیکن یہاں اس سے مراد جماع ہے۔

تشریح: اس روایت میں یہ مذکور نہیں کہ آپ ﷺ دن کے کس حصہ میں اپنی تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جاتے تھے لیکن صحیح مسلم میں یہ صراحت ہے کہ ایسا آپ ﷺ عصر کی نماز کے بعد جایا کرتے تھے۔

فقہی احکام: (۱) جس شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں وہ ہر ایک کو الگ الگ گھر میں رکھے۔ (۲) جس بیوی کی باری ہو، رات تو اسی کے گھر میں بسر کی جائے لیکن چکر دوسری کے گھر میں بھی لگا کر اسے بھی سودہ سلف مہیا کرے۔ (۳) جس بیوی کی جس روز باری نہ ہو، اس سے اس روز بھی پیار کیا جا سکتا ہے، مگر جماع نہیں کیا جا سکتا۔

۱۰۶۴: وَلِمُسْلِمٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ دَارَ عَلَى نِسَائِهِ, ثُمَّ يَدْنُو مِنْهُنَّ. اَلْحَدِيثَ.

مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الکفارة علی من حرم امرأته ولم ینو الطلاق: ۱۴۷۴، البخاری: ۵۲۱۶

تنبیہ: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو فقط مسلم کی طرف منسوب کیا ہے، جبکہ یہ روایت بخاری میں بھی ہے۔

۱۰۶۴: مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب عصر کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی تمام بیویوں کے ہاں تشریف لے جاتے، اور ان سے پیار فرماتے۔

۱۰۶۵: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ " أَيْنَ أَنَا غَدًا؟ " يُرِيدُ يَوْمَ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا, فَأَذِنَ لَهُ أَزْوَاجُهُ يَكُونُ حَيْثُ شَاءَ, فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب النکاح، باب اذا استأذن الرجل نسائه فی ان یمرض فی بیت بعضهن فاذن له: ۵۲۱۷، مسلم: ۲۴۴۳

۱۰۶۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس بیماری میں فوت ہوئے، اس میں دریافت فرماتے تھے، کل میری باری کس کے ہاں ہے؟ آپ ﷺ پسند فرماتے تھے کہ کل کا دن عائشہ کا ہو؟ چنانچہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات نے آپ ﷺ کو اختیار دے دیا کہ آپ ﷺ جس بیوی کے ہاں قیام فرمانا چاہیں فرمالیں، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں قیام فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **غدا**: غین مفتوح اور دال منصوب، آنے والا کل۔

فقہی احکام: (۱) اشارہ اور کنایہ سے بات کرنا بھی درست ہے، بشرطیکہ مخاطب میں سمجھنے کی صلاحیت ہو۔ (۲) حالت بیماری میں بھی تقسیم لازم ہے۔ (۳) جماع کی خواہش ختم ہونے کے بعد بھی باری لازم ہے۔ (۴) حالت بیماری میں اگر ادھر ادھر منتقل ہونا دشوار ہو تو پھر دوسری بیویوں سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ (۵) بیویوں کو چاہیے کہ وہ اجازت دیدیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۶۶: وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ, فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا, خَرَجَ بِهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الشهادات، باب تعدیل النساء بعضهن بعضاً: ۲۶۶۱، مسلم: ۲۷۷۰، ابوداود: ۲۱۳۸، ابن ماجة: ۱۹۷۰، احمد: ۱۹۷/۶، الدارمی: ۲۲۲۰، عشرة النساء: ۴۵، ابویعلیٰ: ۴۹۲۷، ۴۹۳۵، الطبرانی: ۱۳۴/۲۳، ۱۳۵، البیهقی: ۳۰۲/۷، عبدالرزاق: ۹۷۴۸، ابن حبان: ۴۲۱۲

۱۰۶۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے، جس بیوی کا قرعہ نکل آتا، آپ ﷺ انہیں اپنے ہمراہ لے جاتے۔ (بخاری و مسلم)

فقہی احکام: (۱) جائز امور میں قرعہ اندازی کرنا درست ہے۔ (۲) قرعہ اندازی کیلئے کوئی سا بھی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ (۳) قرعہ اندازی دیانتداری کے ساتھ لازم ہے۔ (۴) خواتین کو بھی غزوات میں لے جایا جا سکتا ہے۔ (۵) نوجوان مردوں کو چاہیے کہ وہ سفر میں بھی اپنی بیویاں ساتھ رکھیں۔

۱۰۶۷: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمْ اِمْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب النکاح، باب مایکرہ من ضرب النساء: ۵۲۰۴، مسلم: ۲۸۵۵، ابن ماجة: ۱۹۸۳، الدارمی: ۲۲۲۰، ابن حبان: ۴۱۸۹، ۴۱۹۰، عبدالرزاق: ۱۷۹۴۵، الطبرانی: ۷۸۵، البیهقی: ۳۰۵/۷، ابوداود: ۲۱۴۶، الشافعی: ۲۸/۲، الحاکم: ۱۸۸/۲

۱۰۶۷: حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی ایک اپنی بیوی کی ایسے پٹائی مت کرے جیسے غلاموں کی پٹائی کی جاتی ہے۔" (بخاری)

تشریح: اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غلاموں پر تشدد کرنا جائز ہے، زیادتی تو کسی پر بھی جائز نہیں خواہ وہ غلام ہو یا بیوی، رحمت عالم ﷺ نے تو غلاموں کے ساتھ بھی ہمدردانہ رویہ اختیار کرنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں چونکہ غلاموں سے جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا تھا، اور غلاموں کی پٹائی کے مناظر لوگوں کے مشاہدے میں تھے، اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "بیویوں پر ایسا تشدد مت کرو جیسا کہ غلاموں پر کیا جاتا ہے۔" حضرت ایاس بن عبداللہ بن ابی ذباب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی بندیوں کی پٹائی مت کیا کریں۔"

فقہی احکام: بیویوں پر تشدد کرنا ممنوع ہے۔ البتہ بوقت ضروری تادیبی کاروائی کی جاسکتی ہے۔

۷۔ بَابُ الْخُلْعِ — بیوی کا شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے کا بیان

۱۰۶۸: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ اِمْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعِيبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ, وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ, قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟" قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "اِقْبَلِ الْحَدِيقَةَ, وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ، وَأَمَرَهُ بِطَلَاقِهَا.

البخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع و کیف الطلاق فیه: ۵۲۷۳ ـ ۵۲۷۶، النسائی: ۱۶۹/۶، ابن ماجة: ۲۰۵۶، ابن الجارود: ۷۵۰، الدارقطنی: ۴۶/۴، البیهقی: ۳۱۳/۷، ابن حبان: ۴۲۸۰، ابوداود: ۲۲۲۸

۱۰۶۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گزاری کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ! مجھے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے اخلاق اوران کی دینداری میں کوئی کلام نہیں، لیکن میں اسلام قبول کرنے کے بعد کفر اختیار کرنے کو ناپسند کرتی ہوں ۔آپ ﷺ نے فرمایا:" کیا تم اسے اس کا باغ واپس کردو گی ؟" اس نے عرض کیا، جی ہاں ۔آپ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:"اپنا باغ واپس لے لو اور اسے طلاق دے دو۔" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔) بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو طلاق دینے کا حکم دیا۔

لغوی تحقیق: **الخلع:** خاءمضموم اورلام ساکن، یہ؛ **خلع الثوب** ؛ سے ماخوذ ہے،یعنی اس کے لفظی معنی لباس اتارنے کے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے چونکہ شوہراور بیوی کوایک دوسرے کالباس قرار دیا ہے، بنابریں شوہر کو فدیہ دے کر اس سے گلوخلاصی کرنے کو بھی خلع کہا گیا ہے۔شرعی اصطلاح میں شوہر کا اپنی بیوی سے یا اس کے سرپرست سے معاوضہ لے کر مخصوص الفاظ کے ذریعے اپنی بیوی کو چھوڑ دینا خلع کہلاتا ہے۔خلع کے بعد شوہر کو رجوع کا حق حاصل نہیں رہتا، ہاں اگر بیوی رضامند ہوجائے تو پھر عقد جدید کے ساتھ رجوع ہوسکتا ہے۔ **ما اعیب علیه:** میں اس میں اخلاق اور دین کے اعتبار سے کوئی عیب نہیں دیکھتی۔ **خلق:** خاءاور لام مضموم، وصف حمیدہ۔

١٠٦٩: وَلِأَبِي دَاوُدَ ,وَالتِّرمِذِيِّ وَحَسَّنَهُ أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ رضی اللہ عنہ اِخْتَلَعَتْ مِنْهُ ,فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ عِدَّتَهَا حَيْضَةً.

ابوداود، تفريع ابواب الطلاق، باب في الخلع: ٢٢٢٩ ، ٢٢٣٠، الترمذي: ١٢٠٢

١٠٦٩: ابوداؤداور ترمذی میں ہے،امام ترمذی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے،حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ان سے خلع حاصل کیا اور نبی ﷺ نے اس کیلئے فقط ایک حیض عدت مقرر فرمائی۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فتوی اسی حدیث کے مطابق ہے۔

١٠٧٠: وَفِي رِوَايَةِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ عِنْدَ ابْنِ مَاجَهْ ، أَنَّ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ رضی اللہ عنہ كَانَ دَمِيمًا وَأَنَّ امْرَأَتَهُ قَالَتْ لَوْلَا مَخَافَةُ اللَّهِ إِذَا دَخَلَ عَلَيَّ لَبَسَقْتُ فِي وَجْهِهِ.

ابن ماجة، ابواب النكاح، باب المختلعة يا خذ ما اعطاها: ٢٠٥٧، احمد: ٣/٤، السير: ٣٠٨/١ـ٣١٤

١٠٧٠: امام ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ چھوٹے قد کے بدصورت آدمی تھے، اس کی بیوی نے عرض کیا کہ اگر مجھے اللہ کا ڈر نہ ہوتا تو میں اس وقت اس کے منہ پر تھوک دیتی جب وہ میرے پاس خلوت میں آیا تھا۔

لغوی تحقیق: **دمیما:** چھوٹے قد کا بدصورت شخص۔ **لبصقت:** البتہ تھوک دیتی۔

تشریح: یہ روایت حجاج بن ارطاء کی وجہ سے ضعیف ہے اس لیے یقینی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ اس خاتون نے کس علت کی بنا پر خلع کا مطالبہ کیا تھا، تاہم یہ بات صحیح سند سے ثابت ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی نے ان سے خلع لیا تھا،حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا شمار نجباء اصحاب محمد ﷺ میں ہوتا ہے، یہ غزوہ بدر میں تو حاضر نہیں ہوئے تھے،لیکن غزوہ احد میں اور بیعت رضوان میں شریک تھے،ان کی آواز بھاری تھی اور وہ اعلیٰ پائے کے خطیب تھے، جب تمیم قبیلے کا وفد آپ ﷺ کے پاس آیا تو اس نے بعض باتوں میں اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش کی،اس موقع پر آپ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم انہیں جواب دو، چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد ایسا جامع خطاب فرمایا کہ رحمت عالم ﷺ نے ان کی تقریر سن کر خوشی کا اظہار فرمایا۔

١٠٧١: وَلِأَحْمَدَ مِنْ حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ رضی اللہ عنہ وَكَانَ ذَلِكَ أَوَّلَ خُلْعٍ فِي الْإِسْلَامِ.

مسند احمد: ٣/٤، البيهقي، كتاب الخلع و الطلاق: ١٥٢٠٥ ـ ١٥٢٢٠ ، ١٥٢٣٦

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۱۰۷۱: امام احمد نے حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اسلام میں یہ پہلا خلع تھا۔

تشریح: اس خاتون کے نام کے بارے میں رواۃ میں باہمی اختلاف پایا جاتا ہے، محترمہ عمرۃ بنت عبدالرحمٰن نے اس کا نام حبیبہ بنت سہل نقل کیا ہے اور یہ روایت انہوں نے حبیبہ بنت سہل ہی سے نقل کی ہے اور یہی نام صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ عمرۃ نے خلع سے متعلق جو روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے، اس میں بھی اس خاتون کا نام حبیبہ بنت سہل ہی مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ان کے شاگرد عکرمہ نے نقل کی ہے۔ عکرمہ سے ان کے تلامذہ تین طرح نقل کرتے ہیں۔ بعض نے صرف یہ نقل کیا ہے کہ وہ خاتون ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اور یہ بات عمرۃ بنت عبدالرحمٰن سے مروی روایت میں بھی مذکور ہے۔ بعض نے اس خاتون کو عبداللہ بن ابی کی ہمشیرہ اور بعض نے بیٹی ذکر کیا ہے۔ جنہوں نے بہن ذکر کیا ہے، انہوں نے اس کا نام جمیلہ بنت السلول بیان کیا ہے، بعض نے ان سے یہ روایت موصولاً اور بعض نے مرسل بیان کی ہے۔ ابوزبیر نے بھی یہ روایت مرسل بیان کی ہے اور اس میں انہوں نے اس عورت کا نام زینب بنت عبداللہ بن ابی ذکر کیا ہے۔

اس مسئلہ میں دوسرا اختلاف یہ ہے کہ آیا شوہر فقط حق مہر کی واپسی ہی کا مطالبہ کرنے کا مجاز ہے یا کچھ زائد بھی لے سکتا ہے؟ ابن جریج سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حق مہر سے زائد لینا ممنوع قرار دیا تھا، ایک طریق میں ہے کہ آپ ﷺ نے جب اس خاتون سے فرمایا کہ تم وہ باغ جو اس نے تمہیں بطور حق مہر دیا ہے واپس کر دو گی تو اس نے عرض کیا، وہ بھی اور کچھ اور بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اور تو نہیں، لیکن باغ واپس کر دو۔" ابوزبیر سے مروی روایت بھی اس کی مؤید ہے۔ لیکن یہ تمام طرق مرسل ہیں۔ مرفوع طرق میں فقط باغ واپس کرنے کا ذکر ہے، زائد کا تذکرہ نہیں۔

اس مسئلہ میں تیسرا اختلاف یہ ہے کہ خلع طلاق ہے یا فسخ نکاح ہے؟ راجح یہی ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے، لیکن اگر عورت راضی ہو تو پھر نکاح جدید کے ساتھ رجوع ہو سکتا ہے یعنی طلاق بائنہ کی مانند ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خلع کو طلاق بائنہ قرار دیا تھا۔ اس بارے میں چوتھا اختلاف یہ ہے کہ ایسی عورت پر عدت کتنی ہے؟ بعض کا خیال ہے کہ طلاق والی عدت ہے۔ یعنی تین حیض اور بعض کا کہنا ہے کہ فقط ایک حیض ہے، یہی راجح ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس خاتون کو ایک حیض انتظار کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی فتویٰ یہی ہے۔

فقہی احکام: (۱) عورت شرعی عذر کی بنا پر شوہر سے خلع لینے کی مجاز ہے۔ (۲) شوہر کے بدمزاج یا بدصورت ہونے کی صورت میں بھی خلع لینے کی مجاز ہے۔ (۳) شوہر خلع کے عوض حق مہر کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ (۴) حق مہر بچانے کیلئے بیوی کو خلع لینے پر مجبور کرنا ظلم ہے۔ (۵) خلع سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ (۶) ایسی عورت کی عدت فقط ایک حیض ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الطَّلَاقِ

طلاق کے مسائل کا بیان

۱۔ بَابُ فِيْ كَيْفِيَّةِ الطَّلَاقِ طلاق کے مسائل کا بیان

۱۰۷۲: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " أَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَ اللَّهِ الطَّلَاقُ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَابْنُ مَاجَةَ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ, وَرَجَّحَ أَبُو حَاتِمٍ إِرْسَالَهُ.

ابوداود، کتاب الطلاق، باب کراھیة الطلاق: ۲۱۷۸، ابن ماجة: ۲۰۱۸، الحاکم: ۱۹۶/۲، البیھقی: ۳۲۲/۷

۱۰۷۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے۔" اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ابوحاتم نے اس کے مرسل ہونے کو راجح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: طلاق: یہ طلق سے اسم مصدر ہے اس کے معنی ارسال وترک کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں نکاح کی گرہ کو کھول دینا طلاق ہے۔

تشریح: امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے یہ روایت عن محمد بن خالد عن معروف بن واصل عن محارب بن دثار عن ابن عمر عن النبی ﷺ نقل کی ہے۔ امام حاکم اور علامہ سیوطی نے اسے صحیح کہا ہے، امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ امام ابوحاتم اور علامہ مناوی نے اس تحقیق سے اختلاف کیا ہے، علامہ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اگرچہ طلاق کو جائز رکھا، لیکن اس عمل کو سخت ناپسند فرمایا ہے۔ طلاق ایک ایسا قبیح عمل ہے جو دو خاندانوں کی محبت ومودت کو بغض وعداوت اور نفرت میں تبدیل کر دیتا ہے۔

فقہی احکام: طلاق دینے اور لینے سے حتی الوسع بچا جائے، لیکن اگر پانی سر سے گزرنے لگے تو پھر جائز ہے۔

۱۰۷۳: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَ عُمَرُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ؟ فَقَالَ " مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا, ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ, ثُمَّ تَحِيضَ, ثُمَّ تَطْهُرَ, ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ, وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ, فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ "مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا, ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا أَوْ حَامِلًا " وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى لِلْبُخَارِيِّ "وَحُسِبَتْ عَلَيْهِ تَطْلِيقَةً " وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَهَا وَاحِدَةً أَوِ اثْنَتَيْنِ ; فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَنِي أَنْ أُرَاجِعَهَا, ثُمَّ أُمْهِلَهَا حَتَّى تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرَى, وَأَمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا, فَقَدْ عَصَيْتَ رَبَّكَ فِيمَا أَمَرَكَ بِهِ مِنْ طَلَاقِ امْرَأَتِكَ. وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما فَرَدَّهَا عَلَيَّ, وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا, وَقَالَ "إِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْ أَوْ لِيُمْسِكْ"

البخاری، کتاب الطلاق، باب قول اللہ تعالیٰ ...... : ۵۲۵۱، مسلم: ۱۴۷۱، ابوداود: ۲۱۷۹، ۲۱۸۱، ۲۱۸۲، ۲۱۸۵، الترمذی: ۱۱۹۲، النسائی: ۱۳۹/۶، ابن ماجة: ۲۰۱۹، احمد: ۵۸/۲، الدارمی: ۲۲۶۲، ۲۲۶۳، ابن الجارود: ۷۳۳، البیھقی: ۳۲۴/۷،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الطیالسی: ۱۸۵۳، ابن ابی شیبة: ۵/ ۲، ۳، الطحاوی: ۳/ ۵۳، المؤطا: ۲/ ۵۷۶، الشافعی: ۲/ ۳۲، عبدالرزاق: ۱۰۹۵۲، البغوی: ۲۳۵۱، الدارقطنی: ۴/ ۶، ۷، معرفة السنن والآثار: ۵/ ۴۵۳، ۴۵۴، ابن حبان: ۴۲۶۳

۱۰۷۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اپنی بیوی کو اس وقت طلاق دی جب وہ حالت حیض میں تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے رجوع کرنے کا حکم دیں، پھر وہ اس عورت کو پاک ہونے تک اپنے عقد میں رکھے، پھر حائضہ ہو کر پاک ہو جائے، پھر اس کے بعد اگر وہ رکھنا چاہے تو رکھ لے اور طلاق دینا چاہے تو صحبت کرنے سے قبل طلاق دے، یہ وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کی اجازت فرمائی ہے۔" (بخاری ومسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے "اسے رجوع کرنے کا حکم دو پھر وہ اسے طہر یا حمل کی حالت میں طلاق دینے کا مجاز ہے۔" (اور بخاری کی ایک روایت میں ہے) "یہ طلاق شمار کی جائے گی۔" (مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اگر تو نے ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو (سنو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رجوع کرنے اور اس وقت تک اپنے عقد میں رکھنے کا حکم فرمایا تھا، یہاں تک کہ اس کے بعد اسے ایک اور حیض آ جائے پھر اسے طہر تک مہلت دو، جب وہ پاک ہو جائے پھر اسے چھونے سے قبل طلاق دے دو، اگر تم تین طلاقیں دے چکے ہو، تو پھر تم نے اپنی بیوی کو طلاقیں دینے کے معاملے میں اپنے رب کی نافرمانی کی ہے۔ (ایک دوسری روایت میں ہے) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بیوی مجھے واپس کر دی اور اس طلاق کو کچھ بھی خیال نہ کیا اور فرمایا: "جب وہ پاک ہو جائے پھر طلاق دینا، یا اپنے عقد میں رکھ لینا۔"

تشریح: **طلق امرأته** ؛اس (عبداللہ بن عمر) نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جس عورت کو طلاق دی اس کا نام آمنہ بنت غفار تھا اور بعض کا کہنا ہے کہ اس کا نام نوار تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا اصل نام آمنہ اور لقب نوار ہو۔ **مره فليرجعه** ؛اسے کہو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرام چیز پر ہی غصہ کا اظہار فرماتے تھے۔ ان دونوں روایات سے یہ واضح ہوا کہ حالت حیض میں دی گئی طلاق کے بعد رجوع کرنا واجب ہے۔ **ثم ليمسكها حتى تطهر** ؛وہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھے، یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ **ثم تحيض ثم تطهر** ؛ پھر وہ حائضہ ہونے کے بعد پاک ہو جائے۔ **ثم ان شاء امسك بعد و ان شاء طلق قبل ان يمس** ؛ پھر اس کے بعد یا تو اسے اپنے عقد میں رکھے، یا پھر جماع کرنے سے پہلے اسے طلاق دے۔ ان الفاظ سے یہ واضح ہوا کہ جس طہر میں شوہر جماع کرے اس طہر میں طلاق نہیں دینی چاہیے اور ایک طلاق دینے کے بعد عورت کو اس کے میکے بھی نہیں بھیجنا چاہیے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی پر اگر مکمل طور پر عمل کیا جائے تو پھر یقیناً طلاق کی نوبت شاذ و نادر ہی آئے گی۔ **ثم يطلقها طاهرا او حاملا**؛ پھر وہ اسے طلاق دے اس حال میں کہ وہ حیض سے پاک ہو چکی ہو یا پھر حاملہ ہو۔ یعنی حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ **حسبت عليه تطليقة**؛ ایام حیض میں دی گئی طلاق شمار ہو گی، لیکن ابوزبیر نے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ اس کے معارض ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اہل علم اس بارے میں دو مختلف آراء رکھتے ہیں۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ حالت حیض میں دی گئی طلاق شمار نہیں ہو گی، وہ حضرت ابوزبیر سے مروی الفاظ کو بطور دلیل نقل کرتے ہیں، لیکن ان کے پاس؛ **حسبت عليه تطليقة** ؛ کا کوئی جواب نہیں۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ یہ طلاق شمار ہو گی اور وہ حضرت ابوزبیر سے مروی روایت کے دو جواب دیتے ہیں۔ (۱) ابوزبیر نے یہ الفاظ نقل کر کے اپنے سے اوثق رواۃ کی مخالفت کی ہے بنابریں یہ روایت شاذ ہے۔ (۲) ابوزبیر سے مروی جملے کا مطلب ہرگز نہیں کہ طلاق شمار نہیں ہو گی، بلکہ جملے کا مطلب ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے عبداللہ بن عمر کے فعل کو درست خیال نہیں فرمایا۔

فقہی احکام: (۱) حالت حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے۔(۲) اگر کوئی غلطی سے ایسا کر لے تو پھر اس پر لازم ہے کہ وہ رجوع کرے۔ (۳) حالت حیض میں دی گئی طلاق شمار ہوگی۔(۴) رجعی طلاق کے بعد بیوی کو گھر سے نکال دینا درست نہیں۔(۵) جس طہر میں بیوی سے مباشرت کی ہو اس طہر میں طلاق دینا درست نہیں، اگر کوئی دے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔(۶) حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔(۷) حاملہ عورت کی عدت اقرب البعدین ہے۔

۱۰۷۴: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ, وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ, طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةٌ, فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أَنَاةٌ, فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ؟ فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث: ۱۴۷۲، ابوداود: ۲۱۹۹، احمد: ۳۱۴/۱، النسائی: ۱۴۲/۶، ۱۴۳، البیہقی: ۳۳۶/۷

۱۰۷۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عہد نبوی، خلافت ابی بکر اور خلافت عمر کے ابتدائی دو سالوں میں (ایک وقت کی) تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے ایسے کام میں جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے جس میں ان کیلئے سہولت رکھی گئی تھی۔ سو اگر ہم اسے نافذ کر دیں۔ لہٰذا انہوں نے نافذ فرما دیا۔ (مسلم)

لغوی تحقیق: اناۃ: صاحب المصباح کا کہنا ہے کہ اس کی جمع الآناء ہے، اس کے معنی اوقات کے ہیں، اس کے واحد میں دو لغات ہیں (۱) انی بروزن حمل۔(۲) اناۃ بروزن حصاۃ، اس کے معنی مہلت اور سہولت کے ہیں۔ امضیناہ: یہ امضاء سے مشتق ہے، یعنی اگر ہم ایک وقت کی تین طلاقوں کو نافذ کر دیں تو پھر لوگ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے باز آ جائیں گے۔

تشریح: ایک وقت میں دی ہوئیں تین طلاقیں تین شمار ہوں گی یا ایک؟ یہ مسئلہ اہل علم کے مابین عرصہ دراز سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے، ہر فریق نے اپنے موقف کی تائید میں دلائل جمع کئے ہیں، ہم یہاں ان کے دلائل کی تفصیل میں جانے کی بجائے ایک اصولی بات نقل کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے طلاق دینے کا جو طریقہ بتایا ہے وہ دراصل طلاق سے بچنے کی حکمت عملی ہے، ظاہر ہے کہ اگر ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین شمار کر لیا جائے تو یہ عمل اس حکمت عملی کی روح کے خلاف ہوگا۔ رہی یہ بات کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر ایسی تین طلاقوں کو نافذ کیوں کر دیا؟ اس کا جواب زیر مطالعہ حدیث میں موجود ہے، وہ یہ ہے کہ ایک وقت میں تین طلاقیں دینا کتاب اللہ کے ساتھ کھیلنے کے مترادف ہے، آپ ﷺ نے ایسا کرنے والے ایک شخص کے عمل کو کتاب اللہ کے ساتھ کھیلنے سے تعبیر بھی فرمایا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس قبیح عمل کو روکنے کیلئے یہ احتیاطی تدبیر اختیار فرمائی کہ ایسی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کیا جائے تا کہ لوگ ایسا کرنے سے باز آ جائیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ماضی بعید سے عصر حاضر تک یہ حکمت عملی کہاں تک کامیاب رہی؟ کیا لوگ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے باز آ گئے یا انہوں نے مزید کتاب اللہ کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا؟ اگر بغور دیکھا جائے تو اس حقیقت کا انکار ممکن نہیں کہ عصر حاضر میں لوگوں نے تین طلاقیں ایک ساتھ نہ دینے کی بجائے حلالہ کا دھندا شروع کر دیا ہے۔ گویا ایسی تین طلاقوں کو تین شمار کرنے سے ایک ملعون فعل حلالہ نے فروغ پایا ہے، نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس تعزیری حکم سے رجوع بھی کر لیا تھا۔

فقہی احکام: عہد رسالت مآب ﷺ میں ایسی تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں۔

۱۰۷۵: وَعَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ قَالَ أُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا, فَقَامَ غَضْبَانَ ثُمَّ قَالَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اَللَّهِ ,وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ" حَتَّى قَامَ رَجُلٌ ,فَقَالَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! أَلَا أَقْتُلُهُ؟ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرُوَاتُهُ مُوَثَّقُونَ.

النسائی، کتاب الطلاق، باب الثلاث المجموعة وما فیه من التغلیظ: ۱۴۲/۶ ، ۱۴۳ (۳۴۳۰)

۱۰۷۵: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسے شخص کے بارے میں خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دے دی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: "اللہ کی کتاب سے کھیلا جا رہا ہے جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟" اس پر ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟ ۔ اسے نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں

لغوی تحقیق: یلعب: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم اور عین مفتوح ہے۔ دین کے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے۔ کتاب الله: یہاں کتاب اللہ سے مراد کتاب اللہ سے ماخوذ احکامات ہیں۔

تشریح: اس روایت کی سند کو علامہ ابن کثیر نے جید اور حافظ ابن قیم نے مسلم کی شرط کے موافق قرار دیا ہے۔ بعض اہل علم نے مخرمہ بن بکیر کی وجہ سے اس روایت پر نقد کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مخرمہ نے اپنے باپ سے نہیں سنا، اس کے پاس اپنے والد کی کتاب تھی۔ یہ نقد بے وزن ہے کیونکہ اس کے پاس اس کے باپ کی کتاب محفوظ تھی۔ اور وہ اس سے دیکھ کر احادیث نقل کرتا تھا۔ اور یہ طریقہ سلف کا پسندیدہ طریقہ ہے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا حرام ہیں، مگر اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجوع کرنے کی اجازت دی یا نہیں؟

۱۰۷۶: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ طَلَّقَ أَبُو رُكَانَةَ أُمَّ رُكَانَةَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " رَاجِعِ امْرَأَتَكَ " فَقَالَ إِنِّي طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا! قَالَ " قَدْ عَلِمْتُ ,رَاجِعْهَا " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِي لَفْظٍ لِأَحْمَدَ، طَلَّقَ أَبُو رُكَانَةَ اِمْرَأَتَهُ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ ثَلَاثًا ,فَحَزِنَ عَلَيْهَا ,فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " فَإِنَّهَا وَاحِدَةٌ " وَفِي سَنَدِهَا ابْنُ إِسْحَاقَ ,وَفِيهِ مَقَالٌ.

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث: ۲۱۹۶، احمد: ۲۶۵/۱، الحاکم: ۴۹۱/۲

تنبیہ: طلاق دینے والے صحابی کا نام رکانہ بن عبد یزید ہے، ماسواء ابوداؤد کے تمام مصادر میں یہی نام مذکور ہے، ممکن ہے کہ امام ابوداؤد کو اس میں وہم ہوا ہو، مؤلف رحمہ اللہ نے چونکہ یہ روایت سنن ابی داود کی طرف منسوب کی ہے، اس لیے انہوں نے بھی امام ابوداؤد کے بیان کردہ الفاظ ہی نقل کئے ہیں۔

۱۰۷۶: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابورکانہ نے ام رکانہ کو طلاق دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی بیوی سے رجوع کرنے کا حکم فرمایا۔ اس نے عرض کیا، میں اسے تین طلاقیں دے چکا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے خبر ہے، رجوع کرلو۔" (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے، مسند احمد میں مذکورہ الفاظ اس طرح ہیں، ابورکانہ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں، پھر وہ اپنے اس فعل پر افسردہ ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا) "یہ ایک ہی طلاق ہے۔" (ان دونوں روایات کی سند میں ابن اسحاق ہے اور اس پر کلام ہے۔)

۱۰۷۷: وَقَدْ رَوَى أَبُو دَاوُدَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ أَحْسَنَ مِنْهُ أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ اَلْبَتَّةَ ,فَقَالَ "وَاَللَّهِ مَا أَرَدْتُ بِهَا إِلَّا وَاحِدَةً ,فَرَدَّهَا إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب فی البتة: ۲۲۰۶، الترمذی: ۱۱۹۳، ابن ماجة: ۲۰۵۱، الدارقطنی: ۳۳/۴، ابن حبان: ۴۲۷۴، الحاکم: ۱۹۹/۲، ۲۰۰، البیهقی: ۳۴۲/۷، ابن ابی شیبة: ۶۵/۵، الطیالسی: ۱۱۸۸، الدارمی: ۱۶۳/۲، الشافعی: ۳۷/۲، ۳۸، احمد: ۲۶۵/۱، الفتاویٰ لابن تیمیة: ۱۸/۳، زاد المعاد: ۲۶۳/۵، الارواء: ۱۴۴/۷، ۱۴۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۷۷: امام ابوداؤد نے یہ روایت ایک دوسرے طریق سے بھی بیان کی ہے اور وہ طریق پہلے طریق سے عمدہ ہے، اس میں ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق بتہ دے دی، پھر اس نے عرض کیا، اللہ کی قسم! میرا ارادہ ایک طلاق کا تھا، آپ ﷺ نے اس کی بیوی اسے لوٹا دی۔

لغوی تحقیق: سهيمة: سین مضموم، ھاء مفتوح اور یاء ساکن، سهمة کی تصغیر ہے۔ البتة: اس کے لغوی معنی کاٹنے کے ہیں، یہاں اس سے مراد ایسی طلاق ہے جس کے بعد مرد کو رجوع کرنے کا حق نہ رہے۔

تشریح: یہ روایت زبیر بن سعید کے ضعیف، اس کے استاذ عبداللہ بن علی بن یزید کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، جبکہ سابقہ روایت صحیح ہے کیونکہ محمد بن اسحاق نے داؤد بن حصین سے سماع کی صراحت کی ہے، جس سے تدلیس کا شبہ زائل ہو گیا۔ البتہ داؤد پر ہلکی جرح ہے جو چنداں مضر نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث پر چار اعتراضات کیے گئے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے

(۱) محمد بن اسحاق اور اس کے شیخ داؤد بن حصین کے بارے میں محدثین باہم اختلاف کرتے ہیں۔ (جواب) محدثین نے اس جیسی سند سے مروی متن کو بہت سے مسائل میں بطور حجت اختیار کیا ہے، جیسا کہ وہ روایت جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی لخت جگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رخصتی حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ہمراہ پہلے نکاح کے ساتھ ہی کر دی تھی۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتوی اس کے برعکس ہے۔ (جواب) اس بارے میں عرض یہ ہے کہ حجت صحابی کی بیان کردہ حدیث ہے نہ کہ اس کا فتوی، کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ صحابی سے نسیان ہو گیا ہو اور ایسی مثالیں موجود ہیں۔

(۳) امام ابوداؤد نے اس روایت کو راجح کہا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی۔ (جواب) اس بارے میں عرض یہ ہے کہ ممکن ہے کہ راوی نے تین طلاقوں کو طلاق بتہ سے تعبیر کر دیا ہو، روایت بالمعنی میں ایسے تصرف کی امثلہ موجود ہیں۔

(۴) یہ مسلک شاذ ہے۔ (جواب) یہ اعتراض بالکل بے وزن ہے، کیونکہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں صراحتاً مذکور ہے کہ عہد نبوی اور خلافت صدیقی میں یہی طریقہ رائج تھا، جو طریقہ قرن اولیٰ میں راجح ہو، وہ شاذ کیونکر ہو سکتا ہے؟ پھر اس پر مستزاد یہ ہے کہ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف تھا، تفصیل کیلئے ابن مغیث کی کتاب "الوثائق" کا مطالعہ فرمائیں، امام غنوی نے محمد بن بقی بن مخلد، محمد بن عبدالسلام خشنی اور دیگر مشائخ قرطبہ کا بھی یہی مسلک نقل کیا ہے، علامہ ابن منذر کا کہنا ہے کہ عطاء، طاؤس اور عمرو بن دینار کا بھی یہی مسلک تھا۔

۱۰۷۸: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ, وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّكَاحُ, وَالطَّلَاقُ, وَالرَّجْعَةُ " رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ وَفِي رِوَايَةٍ لِابْنِ عَدِيٍّ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ ضَعِيفٍ " اَلطَّلَاقُ, وَالْعِتَاقُ, وَالنِّكَاحُ "

ابوداود، تفريع ابواب الطلاق، باب في الطلاق على الهزل: ۲۱۹۴، الترمذی: ۱۲۰۱، ابن ماجة: ۲۰۳۹، الدارقطنی: ۲۵۶/۳، ۲۵۷، سعيد بن منصور: ۳۶۹/۱، الحاكم: ۱۹۸/۲، ابن عدی: ۵/۶، الاحكام الوسطى: ۲۳۷/۶، بيان الوهم والايهام: ۱۲۸۳

تنبیہ: بلوغ المرام کے اکثر مطبوعہ نسخوں میں ابن عدی کے حوالے سے مروی روایت کے الفاظ؛ الطلاق، و العتاق والنكاح؛ ہیں لیکن احمد ابراہیم مرزھوۃ کی تحقیق سے شائع ہونے والے نسخہ میں؛ الطلاق و النكاح و العتاق؛ مذکور ہے۔

۱۰۷۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین کام ایسے ہیں کہ وہ قصداً کریں تو بھی ہو جاتے ہیں اور ہنسی مذاق سے کریں تو بھی قصداً ہی شمار ہوتے ہیں، نکاح، طلاق اور رجوع کرنا۔" اسے ماسوا نسائی کے چاروں نے بیان کیا ہے، اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ ابن عدی کی ایک ضعیف روایت میں "طلاق، نکاح اور عتاق" ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: علامہ عبدالحق اشبیلی نے اس روایت کو الاحکام الوسطی میں نقل کرنے کے بعد امام ترمذی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔علامہ ابن قطان فرماتے ہیں کہ حافظ عبدالحق کو چاہیے تھا کہ وہ اس روایت میں موجود اس علت کی وضاحت کرتے جو صحت کو مانع ہے اور وہ علت عبدالرحمٰن بن حبیب بن اردک کا مجہول الحال ہونا ہے۔

۱۰۷۹: وَلِلْحَارِثِ اِبْنِ أَبِي أُسَامَةَ مِنْ حَدِيثِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ رَفَعَهُ "لَا يَجُوزُ اللَّعِبُ فِي ثَلَاثٍ الطَّلَاقُ ,وَالنِّكَاحُ, وَالْعِتَاقُ ,فَمَنْ قَالَهُنَّ فَقَدْ وَجَبْنَ " وَسَنَدُهُ ضَعِيفٌ.

مسند الحارث البغية ص ۱۶۲، حديث: ۵۰۱، اتحاف الخيرة: ۴۱۹۶، المطالب العالية: ۱۷۱۹

تنبیہ: امام بوصیری نے بھی یہ روایت مسند حارث کے حوالے سے نقل کی ہے لیکن اس میں انہوں نے ؛ثلاث؛ کی جگہ ؛ثلاثة؛ نقل کیا ہے،لیکن درست وہی ہے جو مؤلفؒ نے نقل کیا ہے۔

۱۰۷۹: حارث بن ابی اسامہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایت نقل کی ہے۔"تین چیزوں میں ہنسی مزاق درست نہیں، طلاق،نکاح اور غلام آزاد کرنے میں اور جس نے یہ تین کام کیے وہ نافذ ہو گئے۔"(اس کی سند ضعیف ہے۔)

تشریح: یہ روایت دو وجہ سے معلول ہے(۱) عبیداللہ بن ابی جعفر اور عبادۃ بن صامت کے مابین انقطاع ہے۔(۲) عبداللہ بن لھیعہ اگرچہ صدوق اور حافظ تھے لیکن ان کی کتابیں جل جانے کے بعد وہ اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

۱۰۸۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَكَلَّمْ"مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب النکاح، باب الطلاق فی الاغلاق ...... ۵۲۶۹، مسلم: ۱۲۷، ابوداود: ۲۲۰۹، الترمذی: ۱۱۸۳، النسائی: ۶/ ۱۵۶، ۱۵۷، ابن ماجة: ۲۰۴۰، احمد: ۲/۲۵۵، ابن حبان: ۴۳۳۴، ۴۳۳۵، البیهقی: ۷/۲۹۸، الطیالسی: ۲۴۵۹

۱۰۸۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے میری امت کے خیالات و وسواس سے اس وقت تک درگزر فرمایا جب تک ان کے خیالات و وسواس قولی یا عملی شکل اختیار نہیں کر لیتے۔"(متفق علیہ)

لغوی تحقیق: تجاوز: معاف کیا ہے۔ حدثت: خیالات و وسواس جو دل میں پیدا ہو جائیں۔

تشریح: خیالات قابل مواخذہ ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ایک گروہ کا کہنا ہے کہ خیالات علی الاطلاق قابل مؤاخذہ نہیں۔دوسرا گروہ خیالات کی تقسیم کرتا ہے(۱) ایسے خیالات جو دل میں پیدا ہوں اور وہ زائل ہو جائیں ایسے خیالات قابل مؤاخذہ نہیں۔(۲) ایسے خیالات جنہیں عملی جامہ پہنانے کا پختہ عزم کیا جائے مگر حالات نے اس عزم کو ناکام بنا دیا ہو، ایسے خیالات قابل مؤاخذہ ہیں۔راقم کے نزدیک یہی موقف راجح ہے۔(واللہ اعلم)

۱۰۸۱: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ,عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَضَعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ ,وَالنِّسْيَانَ ,وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ " رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ ,وَالْحَاكِمُ ,وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ لَا يَثْبُتُ.

ابن ماجة،ابواب الطلاق،باب طلاق المكره و الناسي: ۲۰۴۳،۲۰۴۵، الحاکم: ۲/۱۹۸، ابن حبان: ۷۲۱۹، الدارقطنی: ۴/۱۷۰، ۱۷۱، البیهقی: ۷/۳۵۶، العلل لابن ابی حاتم: ۱۲۹۶، مصباح الزجاجة: ۲/۱۳۰، العوصم و القواصم: ۱/۱۹۲، المعجم الصغیر: ۱/۲۷۰

۱۰۸۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے میری امت کے خطاء و نسیان اور جبری اعمال کو معاف کر دیا ہے۔"(اسے ابن ماجہ اور حاکم نے بیان کیا ہے،امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں۔)

لغوی تحقیق: وضع: معاف کر دیا۔ النسیان: نون مکسور اور سین ساکن، یہ نسی کی جمع ہے اور یہ دو معنی میں مستعمل ہے۔(۱) ترک مع الذکر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) قوت حافظہ میں غفلت کا داخل ہو جانا، اور یہاں یہی مقصود ہے۔ مااستکرھوا علیہ: جو کام جبری کروایا جائے۔

تشریح: اس روایت کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، ایک گروہ کا کہنا ہے کہ یہ روایت منقطع ہے، کیونکہ عطاء بن ابی رباح نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا۔ علامہ ناصرالدین البانی فرماتے ہیں کہ محض یہ کہہ دینا کہ سماع ثابت نہیں، اس سے اس حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا۔ امام بوصیری مصباح الزجاجة میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ روایت منقطع ہونے سے محفوظ ہے تو پھر یہ سند صحیح ہے۔ امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے۔ امام طبرانی فرماتے ہیں کہ امام اوزاعی سے یہ روایت فقط بشر بن بکر نقل کرتا ہے، امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ اوزاعی نے یہ روایت عطا سے نہیں سنی۔

اس حدیث کا مرکزی راوی اوزاعی ہے۔ امام اوزاعی سے یہ روایت بشر بن بکر، ایوب بن سوید اور مسلم بن ولید نقل کرتے ہیں۔ امام ابن حبان اور امام حاکم نے بشر بن بکر کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے۔ اس میں عطاء یہ روایت عبید بن عمیر کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں۔ اس طریق سے انقطاع کا شبہ بھی زائل ہو گیا۔

ممکن ہے کہ ولید بن مسلم نے عبید بن عمیر کو عمداً ساقط کر دیا ہو کیونکہ وہ تدلیس التسویہ کا ارتکاب کرتے تھے۔ نیز اس روایت کی شاہد روایات حضرت ابوذر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ابودرداء اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

۱۰۸۲: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ إِذَا حَرَّمَ امْرَأَتَهُ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِمُسْلِمٍ، إِذَا حَرَّمَ الرَّجُلُ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ ,فَهِيَ يَمِينٌ يُكَفِّرُهَا.

البخاری، کتاب الطلاق، باب لم تحرم ما احل اللہ لک: ۵۲۶۶، مسلم: ۱۴۷۳، المعجم الاوسط: ۱۳، ۵۹۰، ۱۱۶۰، ۱۳۳۵، ۷۱۰۱، ۸۰۴۳، ۸۰۸۲، ۸۲۸۴، ۸۶۰۷، اَلْأَحْزَاب 21

۱۰۸۲: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: "جب شوہر اپنی بیوی کو (اپنے اوپر) حرام قرار دے تو اس کا یہ عمل کوئی اہمیت نہیں رکھتا، ﴿بلاشبہ تمہارے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مشعل راہ ہے۔﴾" (اسے بخاری نے بیان کیا ہے) مسلم میں ہے کہ "جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دے تو اس کا یہ عمل قسم کے مترادف ہے، اس کا اسے کفارہ دینا ہوگا۔"

تشریح: شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس کے اس بیہودہ قول سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اس قول کی حیثیت محض قسم کی ہے، جو شخص اپنی قسم سے منحرف ہونا چاہے، اس پر کفارہ لازم ہے، قسم کا کفارہ سورۃ المائدہ میں مذکور ہے۔ قسم سے منحرف ہونا اس وقت لازم ہے جب قسم بھلائی سے مانع ہو، جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تو قسم اٹھالے، اور پھر تو انحراف قسم میں بھلائی محسوس کرے تو تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر کے بھلائی کا کام اختیار کرلے۔"

فقہی احکام: (۱) حلت و حرمت کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ (۲) کوئی انسان کسی حلال چیز کو حرام قرار دینے کا مجاز نہیں۔ (۳) اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دینے سے وہ حرام نہیں ہوگی۔ (۴) ایسا عمل قسم کے مترادف ہے۔ (۵) ایسی قسم کو توڑنے میں بھلائی ہے، لہٰذا قسم توڑ کر کفارہ ادا کرنا چاہیے۔ (۶) کفارہ ادا کرنے سے پہلے بیوی کے پاس جانا ممنوع ہے۔

۱۰۸۳: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ ابْنَةَ الْجَوْنِ لَمَّا أُدْخِلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَدَنَا مِنْهَا قَالَتْ ، أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ ,قَالَ " لَقَدْ عُذْتِ بِعَظِيمٍ ,الْحَقِي بِأَهْلِكِ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تنبیہ: اس روایت کی تشریح و تخریج حدیث رقم ۱۰۴۰ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

۱۰۸۳:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بنت جون کو نبی کریم ﷺ کے پاس خلوت میں بھیجا گیا اور آپ ﷺ اس کے قریب ہوئے تو اس نے کہا، میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا:"تو نے عظیم ذات کی پناہ طلب کی ہے،لہٰذا اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔"(بخاری)

۱۰۸۴:وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " لا طَلاقَ إِلَّا بَعْدَ نِكَاحٍ ,وَلا عِتقَ إِلَّا بَعْدَ مِلْكٍ " رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى , وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ ,وَهُوَ مَعْلُولٌ.

الحاكم، كتاب الطلاق: ۲/۲۰۴، الطيالسي: ۶۸۲ ، ۲۲۶۵، البيهقي، كتاب الخلع و الطلاق، باب الطلاق قبل النكاح: ۱۵۲۴۷- ۱۵۲۵۲، المعجم الاوسط: ۸۲۲۰، ابن ماجة: ۲۰۴۸ ، ۲۰۴۹، ابن حبان: ۶۵۵۹

۱۰۸۴:حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"طلاق نکاح کے بعد ہے اور آزادی ملکیت کے بعد ہے۔"(اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے،جبکہ یہ روایت ضعیف ہے۔)

تشریح: اس روایت کا مفہوم ہے کہ اگر کوئی شخص قبل از نکاح یہ کہتا ہے کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اسے طلاق ہے یا وہ اس طرح کہتا ہے کہ میں جو غلام خریدوں وہ آزاد ہے،اب وہ شخص نکاح کر لیتا ہے،یا غلام خرید لیتا ہے تو دونوں صورتوں میں وقوع کے بعد اس کا سابقہ قول قابل عمل نہیں ہوگا،کیونکہ طلاق نکاح کے بعد واقع ہوتی ہے اور غلام کو آزادی اس پر ملکیت حاصل کرنے کے بعد ہی دی جا سکتی ہے۔

یہ مسئلہ بھی علما کے نزدیک مختلف فیہ ہے،جمہور علما کا فتویٰ اس حدیث کے موافق ہے جبکہ احناف کے نزدیک قبل از نکاح طلاق دینے سے طلاق معلق ہو جاتی ہے اور وہ شخص جیسے ہی نکاح کرتا ہے تو وہ معلق طلاق واقع ہو جاتی ہے،قبل از ملکیت آزادی کا بھی ان کے نزدیک یہی حکم ہے۔مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد اسے معلول قرار دیا ہے۔امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے، یعنی اس روایت کے ضعیف ہونے کا سبب اس کا مرسل ہونا ہے۔واضح رہے کہ احناف کا عمل اور فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہے،حالانکہ ان کے نزدیک مرسل حدیث حجت ہے،جبکہ شوافع کا فتویٰ اور عمل اس حدیث کے موافق ہے اور ان کے نزدیک مرسل حدیث اس وقت تک حجت نہیں جب تک اس کی مؤید مرفوع حدیث نہ ہو۔

زیر مطالعہ حدیث کی شاہد مرفوع احادیث حضرت عمرو بن حزم،حضرت عبداللہ بن عمرو،حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ لہٰذا احناف اور شوافع دونوں کے نزدیک ان کا ضابطوں کے مطابق یہ حدیث حجت ہونی چاہیے۔

۱۰۸۵:وَأَخْرَجَ اِبْنُ مَاجَهْ عَنِ اَلْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رضی اللہ عنہ مِثْلَهُ ,وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ ,لَكِنَّهُ مَعْلُولٌ أَيْضًا.

ابن ماجة، ابواب الطلاق، باب لاطلاق قبل النكاح: ۲۰۴۸، ابوداود: ۲۱۹۰، الترمذي: ۱۱۹۸، النسائي: ۷/۲۸۹، ابن الجارود: ۷۴۳، احمد: ۲/۱۸۹ ، ۱۹۰، البيهقي: ۱۵۲۴۱ ، ۱۵۲۶۰، التلخيص الحبير: ۳/۲۱۱، فتح الباري: ۹/۳۸۱، ابن حبان: ۶۵۵۹، الدارقطني: ۱/۱۲۱، الاحكام الوسطى: ۳/۱۸۹، بيان الوهم والايهام: ۲۶۵۷، المعجم الاوسط: ۸۹ ، ۲۹۲ ، ۴۶۲ ، ۲۰۵۰ ، ۳۶۸۹ ، ۴۰۲۴ ، ۷۳۲۶ ، ۸۲۲۰ ، ۸۲۹۲، غليل: ۶/۱۷۳ ، الحاكم: ۲/۲۰۵، ابن ابي شيبة: ۵/۱۶، عبدالرزاق: ۱۱۴۴۸، مشكل الآثار: ۱/۲۸۰

۱۰۸۵:امام ابن ماجہ نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت نقل کی ہے،اس کی سند حسن ہے،لیکن یہ بھی معلول ہے۔

تشریح: علامہ ابن دقیق العید نے اس روایت کو الالمام میں نقل کیا ہے،موصوف نے الالمام کے بارے میں فرمایا ہے کہ میں اس کتاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں فقط وہی احادیث نقل کروں گا جو صحیح یا حسن ہوں گی، مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کی سند کو حسن کہنے کے باوجود اس روایت کو معلول قرار دیا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی روایت کی سند کا محض حسن ہونا، اس روایت کے حسن ہونے کیلئے ناکافی ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ **تلخیص** میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ علی بن حسین بن واقد نے یہ روایت عن ہشام بن سعد عن الزہری عن عروۃ عن المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کی ہے اور **فتح الباری** میں اس روایت کے معلول ہونے کی یہ علت بیان کی ہے کہ ہشام بن سعد کی مرویات کو امام بخاری اور امام مسلم نے فقط متابعات میں لیا ہے اور ابن عدی نے اس حدیث کو مناکیر میں شامل کیا ہے۔اس مفہوم کی روایت حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت معاذ، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عمر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عمران بن حصین، حضرت عمرو بن حزم، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت کو امام ابوحاتم نے منکر کہا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت یا تو سلیمان بن ابی سلیم یا پھر مجہول رواۃ کی وجہ سے ضعیف ہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی روایت مرسل ہے، اور جو مرفوع ہے وہ منقطع ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت متروک رواۃ کی وجہ سے ضعیف ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک طریق ابوخالد الواسطی کی وجہ سے اور دوسرا طریق عاصم بن ھلال کی وجہ سے ضعیف ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں سب سے زیادہ صحیح حدیث وہی جو عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے مروی ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ **فتح الباری** میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند اگرچہ قوی ہے لیکن اس میں دوطرح کا اختلاف موجود ہے۔جس میں سے ایک اختلاف کا ذکر مؤلف رحمہ اللہ نے تفصیلاً نقل کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ امام بخاری اور امام احمد نے اس حدیث کو اس مسئلہ سے متعلق تمام روایات سے زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔امام اثرم نے نقل کیا ہے کہ امام احمد نے اس حدیث کو بطور حجت اختیار کیا ہے۔علامہ عبدالحق اشبیلی نے اس روایت کو **الاحکام الوسطی** میں نقل کرنے کے بعد امام بخاری کا مذکورہ قول نقل کیا ہے۔حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔لہٰذا ان شواہد کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مذکورہ متن صحیح ہے۔

فقہی احکام: (۱) اگر کوئی شخص اپنی ہونے والی بیوی کو قبل از نکاح طلاق دے گا تو نکاح کر لینے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(۲) قبل از ملکیت غلام کو آزاد کرنے سے غلام آزاد نہیں ہوگا۔

١٠٨٦: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " لَا نَذْرَ لِابْنِ آدَمَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ,وَلَا عِتْقَ لَهُ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ,وَلَا طَلَاقَ لَهُ فِيمَا لَا يَمْلِكُ " أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ,وَنُقِلَ عَنِ الْبُخَارِيِّ أَنَّهُ أَصَحُّ مَا وَرَدَ فِيهِ.

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب فی الطلاق قبل النکاح: ۲۱۹۰، ۲۱۹۱،الترمذی: ۱۱۹۸، ابن ماجۃ: ۲۰۴۷، احمد: ۲/ ۱۸۹، ۱۹۰، الطیالسی: ۲۲۶۵، الحاکم: ۲/ ۲۰۴، ۲۰۵، التلخیص: ۳/ ۲۱۱

۱۰۸۶: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ابن آدم کی اس چیز میں نذر درست نہیں جس کا وہ مالک نہیں، اور نہ ایسے غلام کو آزاد کرنا معتبر ہے جس کا وہ مالک نہیں اور نہ اس شخص کی طلاق معتبر ہے جس کے دینے کا اسے اختیار نہیں۔" (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، نیز انہوں نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس مسئلہ کی بابت جس قدر روایات منقول ہیں ان میں سب سے زیادہ صحیح یہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۸۷:وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا ,عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ ,وَعَنِ الصَّغِيرِ حَتَّى يَكْبُرَ , وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ ,أَوْ يَفِيقَ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابو داود، کتاب الحدود، باب فی المجنون یسرق ایصیب حداً: ۴۳۹۸، النسائی: ۱۵۶/۶، ابن ماجة: ۲۰۴۱، احمد: ۱۰۰/۶، ۱۰۱، ابن حبان: ۱۴۲، ۱۴۳، الحاکم: ۵۹/۲، الدارمی: ۲۲۹۶، ابن الجارود: ۱۴۸، البیہقی: ۲۶۴/۸، الترمذی: ۱۴۵۸، المعجم الاوسط: ۳۴۲۷

تنبیہ: بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں اس حدیث کے آخر میں؛اخرجه ابن حبان ؛بھی ہے اور بعض نسخوں میں یہ الفاظ درج نہیں۔

۱۰۸۷:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" تین قسم کے آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے،سونے والا جب تک بیدار نہ ہو، بچہ جب تک بالغ نہ ہو، دیوانہ جب تک اس کی عقل درست نہ ہو جائے۔"(اسے احمد نے اور ترمذی کے ماسوا چاروں نے بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے اور ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: رفع:فعل مجہول ہونے کی وجہ سے راء مضموم ہے۔یہ مادہ مختلف معانی میں مستعمل ہے، یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ تین قسم کے انسانوں سے مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ القلم: قاف اور لام مفتوح،اس سے مراد وہ قلم ہے جو اعمال لکھنے والے فرشتوں کے ہاتھوں میں ہے۔ او یفیق:اسے افاقہ ہو جائے یعنی مجنون صاحب عقل ہو جائے۔

تشریح: یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعدد طرق سے منقول ہے،کسی طریق میں؛حتی یبرأ؛کسی میں؛حتی یعقل؛اور کسی میں؛حتی یفیق؛ ہے۔امام اعمش کبھی دوسرا لفظ استعمال کرتے تھے اور کبھی تیسرا،مؤلف رحمہ اللہ نے دونوں الفاظ نقل کر دیئے ہیں اور دونوں الفاظ ہم معنی ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں؛وعن الصغیر حتی یکبر؛ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں؛وعن الصبی حتی یحتلم؛ہے،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت کا مفہوم بھی یہی ہے،اس لیے ترجمہ کرتے وقت اسی کا خیال رکھا گیا ہے،حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بھی مرفوع نقل کرتے ہیں اور براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نقل کرتے ہیں۔اس میں؛والمعتوہ حتی یفیق والصبی حتی یعقل او یحتلم؛مذکور ہے۔لیکن یہ روایت اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ان کے علاوہ یہ حدیث حضرت قتادہ،حضرت ابو ہریرہ،حضرت ثوبان اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ان میں سے بیشتر روایات ضعیف ہیں۔

فقہی احکام: (۱) نابالغ بچے کے غیر فوجداری اعمال قابل سزا نہیں (۲) حالت نیند میں دیوانگی کے عالم میں کیے گئے اعمال قابل مؤاخذہ نہیں۔ (۳) نابالغ بچوں کے نیک اعمال کا صلہ ان کے والدین کو ملے گا۔(۴) مذکورہ تینوں اشخاص کی طلاق معتبر نہیں۔

۲۔ بَابُ الرَّجْعَةِ — رجوع کرنے کا بیان

۱۰۸۸:عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ ثُمَّ يُرَاجِعُ، وَلَا يُشْهِدُ، فَقَالَ أَشْهِدْ عَلَى طَلَاقِهَا، وَعَلَى رَجْعَتِهَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد هَكَذَا مَوْقُوفًا، وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ .وَأَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ بِلَفْظِ، أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ سُئِلَ عَمَّنْ رَاجَعَ امْرَأَتَهُ، وَلَمْ يُشْهِدْ، فَقَالَ، فِي غَيْرِ سُنَّةٍ، فَلْيُشْهِدِ الْآنَ .وَزَادَ الطَّبَرَانِيُّ فِي رِوَايَةٍ ، وَيَسْتَغْفِرِ اللَّهَ .

ابو داود، تفریع ابواب الطلاق، باب الرجل یراجع ولا یشهد: ۲۱۸۶، ابن ماجة: ۲۰۲۵، البیہقی: ۳۷۳/۷، الطبرانی: ۲۷۱/۱۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ: (۱) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت بالمعنی نقل کی ہے۔ (۲) امام طبرانی نے یہ روایت دو طرق سے نقل کی ہے، کسی طریق میں بھی لفظ؛ و یستغفر اللہ؛ نہیں ہے، بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں امام بیہقی سے مروی روایت موجود نہیں۔

۱۰۸۸: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جو طلاق دیتا ہے، پھر رجوع کر لیتا ہے اور کسی کو اس پر گواہ نہیں بناتا؟ انہوں نے فرمایا کہ بیوی کو طلاق دیتے وقت اور اس سے رجوع کرتے وقت گواہ مقرر کر لو۔ (یہ روایت امام ابوداؤد نے اسی طرح موقوف بیان کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ امام بیہقی نے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایسے آدمی کے بارے میں دریافت کیا گیا جو اپنی بیوی سے رجوع کرتے وقت کسی کو گواہ مقرر نہیں کرتا، انہوں نے فرمایا، اس کا یہ عمل غیر مسنون ہے، لہٰذا اسے اب گواہ مقرر کر لینا چاہیے۔

امام طبرانی نے ایک روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ وہ آدمی اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کرے۔

لغوی تحقیق: **الرجعة**: راء کو مفتوح اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، مگر مفتوح پڑھنا زیادہ مناسب ہے۔ اس کے لغوی معنی لوٹنے کے ہیں، شرعی اصطلاح میں ایسی طلاق کے بعد جو بائنہ یا مغلظہ نہ ہو اپنی بیوی سے بغیر عقد جدید کے تعلق زوجیت قائم کر لینا رجوع کہلاتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) طلاق دیتے وقت اور رجوع کرتے وقت گواہ مقرر کرنا مسنون ہے (۲) ایک طلاق یا دو طلاقیں تین طہر تک رجعی کہلاتی ہیں۔
(۳) رجعی طلاق کے بعد بغیر عقد جدید کے رجوع ہو سکتا ہے۔

۱۰۸۹: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما, أَنَّهُ لَمَّا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِعُمَرَ "مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تنبیہ: اس کی تشریح و تخریج حدیث رقم ۱۰۷۳ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

۱۰۸۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "اسے حکم دو وہ رجوع کرلے۔" (بخاری و مسلم)

۳۔ بَابُ الْإِيْلَاءِ وَالظِّهَارِ وَالْكَفَّارَةِ — ایلا، ظہار اور کفارہ کا بیان

۱۰۹۰: عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ آلَى رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ نِسَائِهِ وَحَرَّمَ ,فَجَعَلَ الْحَرَامَ حَلَالًا ,وَجَعَلَ لِلْيَمِينِ كَفَّارَةً. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَرُوَاتُهُ ثِقَاتٌ.

الترمذی، ابواب الطلاق، باب ماجاء فی الایلاء: ۱۲۰۱، ابن ماجة: ۲۰۷۲، البیهقی: ۳۵۲/۷، ابن سعد: ۲۱۳/۸، ابن حبان: ۴۲۷۷، ابن ابی شیبة: ۸۵/۳، ۱۲۸/۵، البغوی: ۲۳۴۴، احمد: ۲۰۰/۳، البخاری: ۳۷۸، ۱۹۳۳، ۵۲۹۱، النسائی: ۱۶۶/۴، ۱۶۷، عبدالرزاق: ۱۱۶۴۵، المعجم الاوسط: ۹۰۰۵

۱۰۹۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے ایلا کیا اور انہیں اپنے اوپر حرام قرار دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کو حلال کر لیا اور قسم کا کفارہ دیدیا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: **الایلاء**: یہ آلی یؤلی سے مصدر ہے۔ اسے ممدود پڑھا جاتا ہے اور اس کی جمع خطایا کے وزن پر آتی ہے، اس کے لغوی معنی قسم اٹھانے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں ایسے شوہر کا جو وطی پر قادر ہو، اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر چار ماہ سے زیادہ عرصہ کیلئے جماع نہ کرنے کا اقرار کرنا ایلاء کہلاتا ہے، یہ حرام ہے کیونکہ اس سے واجب کا ترک کرنا لازم آتا ہے۔ آلیٰ: یہ مادہ بطور فعل لازم استعمال ہوتا ہے، اور اسے علیٰ کے ساتھ متعدی کیا جاتا ہے، کیونکہ اس سے بعد کا معنی لینا مقصود ہوتا ہے۔ لیکن زیر مطالعہ حدیث میں اسے ؛من؛ کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے، ممکن ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں ؛من ؛تعلیل کیلئے ہو۔

تشریح: آپ ﷺ نے حلفاً فرمایا کہ "میں اپنی بیویوں کے پاس ایک ماہ تک نہیں جاوں گا۔" اس لیے آپ ﷺ کے عمل پر فقہی ایلا کا اطلاق نہیں ہوتا، کیونکہ ایلا کا دورانیہ کم از کم چار ماہ ہوتا ہے۔ اس روایت کو اگر چہ امام ترمذی نے مرفوع نقل کیا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ شعبی اور مسروق بلا واسطہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں، جبکہ مسلمہ بن علقمہ مرفوع نقل کرتے ہیں اور موصوف مختلف فیہ ہیں اور ان کی داؤد بن ابی ہند سے مروی روایات منکر ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایلا کیا اس وقت آپ ﷺ کے پاؤں میں موچ آ گئی تھی، آپ ﷺ نے اپنے بالا خانہ میں انتیس روز قیام فرمایا، پھر آپ ﷺ نیچے تشریف لائے، صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے تو ایک ماہ کیلئے ایلاء کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔"

ایلاء کرنے کے چار ماہ بعد اگر شوہر اپنی بیوی کے پاس نہ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، ایک گروہ کا کہنا ہے کہ چار ماہ بعد یا تو اسے اپنی بیوی کے پاس جانا چاہیے یا پھر وہ اسے طلاق دیدے اور اسے معلق نہ رکھے۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ایلاء، چار ماہ بعد طلاق بائنہ میں تبدیل ہو جائے گا۔ امام عبد الرزاق اور امام طبرانی نے اس قول کو حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ یہ روایت قتادہ معنعن بیان کرتے ہیں اور وہ معروف مدلس ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے یہی موقف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی بیان کیا ہے، لیکن یہ روایت اعمش کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام بیہقی نے عطاء خراسانی کے طریق سے جو روایت نقل کی ہے اس میں حضرت عثمان بن عفان اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا بھی یہی موقف بیان کیا ہے، لیکن یہ روایت عطاء کی وجہ سے ضعیف ہے، جیسا کہ امام بیہقی نے بیان کیا ہے۔

اصطلاحی ایلاء میں چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) شوہر حلفاً یہ کہے کہ وہ اپنی بیوی کی قبل میں جماع نہیں کرے گا اور اگر اس نے بغیر حلف کے کہا تو اصطلاحی ایلا نہ ہوگا۔

(۲) حلف اللہ تعالیٰ کے ذاتی یا صفاتی نام سے ہونا چاہیے، اگر کوئی قرآن و ایمان کا حلف اٹھاتا ہے تو وہ ایلا نہ ہوگا۔

(۳) حلف چار ماہ سے زائد ہو۔

(۴) قسم اٹھانے والا جماع کرنے پر قادر ہو۔

۱۰۹۱: **وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ إِذَا مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَقَفَ الْمُؤْلِي حَتَّى يُطَلِّقَ ,وَلَا يَقَعُ عَلَيْهِ الطَّلَاقُ حَتَّى يُطَلِّقَ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.**

البخاری، کتاب الطلاق، باب قول اللہ تعالیٰ : ۵۲۹۱، البیهقی: ۱۵۶۰۰ ـ ۱۵۶۱۱، المؤطا: ۵۵۶/۲

۱۰۹۱: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو ایلا کرنے والے کو حاکم کے سامنے پیش کیا جائے، پھر اس سے طلاق لے کر اسے آزاد کیا جائے، محض ایلا کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی، طلاق تو طلاق دینے سے ہی واقع ہوگی۔ (بخاری)

۱۰۹۲: **وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَدْرَكْتُ بِضْعَةَ عَشَرَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كُلُّهُمْ يَقِفُونَ الْمُؤْلِي. رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ**

مسند شافعی، کتاب الایلاء: ۱۳۹/۲، الام: ۲۶۵/۵، الدارقطنی: ۶۲/۴، البیهقی: ۱۵۶۰۰، معرفة السنن والآثار، کتاب الایلاء: ۴۵۲۰

۱۰۹۲: حضرت سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس صحابہ رضی اللہ عنہم سے زائد صحابہ سے ملاقات کی وہ سب ایلا کرنے والے کو کھڑا رکھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔(شافعی)

لغوی تحقیق: بضعة: باء مکسور اور ضاد ساکن، اس لفظ کا اطلاق تین سے نو تک ہوتا ہے۔

تشریح: حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی ایلاء کرنے والے کو اپنے سامنے کھڑا رکھتے تھے۔

۱۰۹۳: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ إِيلَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ, فَوَقَّتَ اللَّهُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ, فَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ, فَلَيْسَ بِإِيلَاءٍ. أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ.

البیهقی، کتاب الایلاء، باب الرجل یحلف لا یطأ امرأته ......: ۳۸۱/۷، سعید بن منصور: ۱۸۸۴، الطبرانی: ۱۱۳۵۶

۱۰۹۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں ایلا کا دورانیہ ایک سال سے دو سال تک ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی مدت چار ماہ مقرر فرما دی، چار ماہ سے کم مدت پر ایلا کا اطلاق نہیں ہوگا۔(بیہقی)

تشریح: قاضی شوکانی نے اس روایت کو سنن سعید بن منصور، مسند عبد بن حمید، طبرانی اور بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے، علامہ ہیثمی نے اس روایت کے رواۃ کو صحیح کے رواۃ قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) بیویوں سے مقاطعہ کیا جاسکتا ہے۔ (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے تادیباً مقاطعہ کیا تھا۔ (۳) بیوی چار ماہ گزرنے سے قبل شوہر کو عدالت میں طلب نہیں کرسکتی۔ (۴) چار ماہ گزرنے کے بعد اگر شوہر ازدواجی تعلقات قائم نہیں کرتا تو بیوی شوہر کو عدالت میں طلب کرنے کی مجاز ہے۔ (۵) چار ماہ سے قبل ایلا کا حلف توڑا جاسکتا ہے، لیکن قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ (۶) قسم کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا کھلانا یا لباس پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اگر ان تمام چیزوں کی استطاعت نہ ہو تو پھر تین روزے رکھنا ہے (۷) ایلا سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔

۱۰۹۴: وَعَنْهُ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنِ امْرَأَتِهِ, ثُمَّ وَقَعَ عَلَيْهَا, فَأَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ " إِنِّي وَقَعْتُ عَلَيْهَا قَبْلَ أَنْ أُكَفِّرَ, قَالَ: "فَلَا تَقْرَبْهَا حَتَّى تَفْعَلَ مَا أَمَرَكَ اللَّهُ " رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ, وَرَجَّحَ النَّسَائِيُّ إِرْسَالَهُ وَرَوَاهُ الْبَزَّارُ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ, عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَزَادَ فِيهِ " كَفِّرْ وَلَا تَعُدْ "

ابوداود، ابواب تفریع الطلاق، باب فی الظهار: ۲۲۲۱ ـ ۲۲۲۵، الترمذی: ۱۲۱۹، النسائی: ۱۶۷/۶، ابن ماجة: ۲۰۶۵، ابن الجارود: ۷۴۶، الحاکم: ۲۰۴/۲، البیهقی: ۳۸۶/۷، ابن حبان: ۴۲۷۹، احمد: ۴۱۰/۶

۱۰۹۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا پھر اس سے عمل زوجیت بھی کر لیا، پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے کفارہ ادا کرنے سے قبل عمل زوجیت کر لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اب اس وقت تک اس کے قریب مت جانا جب تک امر ربی کی تعمیل نہ کر لو۔ (اسے چاروں نے بیان کیا اور ترمذی نے صحیح کہا ہے، امام نسائی نے اس کے مرسل ہونے کو راجح قرار دیا ہے) امام البزار نے ایک دوسری سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے اس میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں " کفارہ ادا کرو اور آئندہ ایسا مت کرنا۔"

لغوی تحقیق: ظاهر: یہ ظهر سے مشتق ہے، اس نے ظہار کیا، یعنی شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو میرے لئے ایسے ہے جیسے میری ماں کی پشت، ظہار کرنے والا چونکہ ظہر (پشت) کا لفظ بولتا ہے بنا بریں اس عمل کو ظہار سے تعبیر کیا جاتا ہے، نیز شوہر جب عمل زوجیت کرتا ہے تو وہ بھی اس وقت بیوی پر سوار ہوتا ہے، ممکن ہے اس وجہ سے اسے ظہار سے تعبیر کیا گیا ہو۔ وقع: یہ جماع سے کنایہ ہے۔ ما امرک الله: سے مراد قسم کا کفارہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اس روایت کے تمام رواۃ اگر چہ ثقہ ہیں، تاہم امام ابوحاتم اور امام نسائی نے اسے مرسل کہا ہے، لیکن اس کی ایک مؤید طویل روایت حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) ظہار کرنے پر کفارہ ادا کرنا لازمی ہے۔ (۲) ظہار کا کفارہ غلام آزاد کرنا یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ہے۔ (۳) ایک وسق کھجوریں بھی دی جاسکتی ہیں۔ (۴) کفارہ کی ادائیگی سے قبل عمل زوجیت ممنوع ہے۔

۱۰۹۵: وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ ,فَخِفْتُ أَنْ أُصِيبَ امْرَأَتِي ,فَظَاهَرْتُ مِنْهَا ,فَانْكَشَفَ لِي مِنْهَا شَيْءٌ لَيْلَةً , فَوَقَعْتُ عَلَيْهَا ,فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " حَرِّرْ رَقَبَةً" قُلْتُ مَا أَمْلِكُ إِلَّا رَقَبَتِي قَالَ "فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ" قُلْتُ وَهَلْ أَصَبْتُ الَّذِي أَصَبْتُ إِلَّا مِنَ الصِّيَامِ؟ قَالَ "أَطْعِمْ عَرَقًا مِنْ تَمْرٍ بَيْنَ سِتِّينَ مِسْكِينًا" أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ , وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ ,وَابْنُ الْجَارُودِ.

ابوداود، ابواب تفریع الطلاق، باب فی الظهار: ۲۲۱۳ ـ ۲۲۱۴، الترمذی: ۱۲۱۸، ابن ماجة: ۲۰۶۲، ابن الجارود: ۷۴۴، الحاکم: ۲/۲۰۳، البیهقی: ۷/۳۹۰، ابن حبان: ۴۲۷۹، ابن خزیمة: ۱۹۴۷

تنبیہ: (۱) صاحب توضیح الاحکام نے اس ٹوکرے (فرق) کا وزن تین صاع نبوی ذکر کیا ہے، یہ یقیناً ان سے تسامح ہوا ہے۔ (۲) بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں؛ اطعم فرقا؛ ہے جبکہ بعض کے مطبوعہ نسخہ میں؛ اطعم عرقا؛ ہے۔

۱۰۹۵: حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رمضان کی آمد ہوئی اور مجھے خدشہ ہوا کہ میں کہیں اپنی بیوی سے جماع نہ کرلوں، چنانچہ اس خدشہ کے پیش نظر میں نے اپنی بیوی سے ظہار کرلیا، ایک رات اس کے جسم کا کچھ حصہ میرے سامنے برہنہ ہوگیا اور میں اس سے جماع کر بیٹھا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں تو فقط اپنی گردن کا ہی مالک ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو۔" میں نے عرض کیا، یہ جو کچھ ہوا روزے ہی کی وجہ سے تو ہوا ہے۔ ارشاد ہوا" کھجوروں کا ایک ٹوکرا ساٹھ مساکین کو کھلا دو۔" (اسے احمد اور چاروں میں سے نسائی نے بیان نہیں کیا، ابن خزیمہ اور ابن جارود نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: اصیب امرأتی: میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں۔ انکشف لی شئ: اس کے جسم کا کوئی حصہ میرے لیے برہنہ ہوگیا، ایک روایت میں ہے کہ وہ رات چاندنی تھی، اس چاندنی رات میں میری نظر اس کی پازیب پر پڑ گئی۔ حرر: حاء مفتوح اور راء اول مشدد مکسور، غلام آزاد کر۔ فرقا: فاء اور راء دونوں مفتوح، صاحب مصباح کا کہنا ہے کہ فرق اس ٹوکرے کو کہتے ہیں جس میں سولہ رطل اناج کے آنے کی گنجائش ہو، سولہ رطل عصر نبوی میں پندرہ صاع نبوی کے برابر تھے اور عصر حاضر میں اس کا وزن تقریباً ساڑھے سینتیس کلو بنتا ہے۔

تشریح: امام ابوداود، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام احمد، امام ابن خزیمہ اور امام حاکم نے یہ روایت سلیمان بن یسار کے طریق سے حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اس روایت کو امام حاکم نے صحیح اور امام ترمذی نے حسن کہا ہے، لیکن امام بخاری کے نزدیک یہ روایت منقطع ہے، کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ سلیمان بن یسار نے سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔

حافظ عبدالحق نے بھی اس روایت کو منقطع قرار دیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ سلیمان نے سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ بعض نے ابن اسحاق کے عنعنہ کی وجہ سے بھی اس پر نقد کیا ہے، لیکن راجح یہی ہے کہ یہ روایت شواہد کی روشنی میں صحیح ہے۔

اس مسئلہ کی بابت ایک روایت حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المجادلہ کی ابتدائی آیات میرے اور میرے شوہر اوس بن صامت کے بارے میں نازل فرمائیں، وہ سخت مزاج بوڑھے آدمی تھے، ایک دن وہ میرے قریب ہوئے اور میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے اسے ٹال دیا، انہوں نے ناراض ہوکر: انت علی کظھر امی ؛ کہہ دیا، یعنی تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے، پھر وہ باہر نکل گئے اور اپنی قوم کی مجلس میں کچھ مدت کیلئے بیٹھ گئے، پھر واپس آئے اور میرے قریب ہونا چاہتے تھے، میں نے کہا ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم نے جو کہا تھا اس کی وجہ سے اس وقت تک میرے قریب نہیں آنا جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ فیصلہ صادر نہ فرمادیں، وہ مجھ پر جھپٹ پڑے اور میں نے مزاحمت کی جس کے نتیجہ میں وہ میرے نیچے آگئے، پھر میں اپنی کسی پڑوسن کے پاس آئی اور ان سے عاریتاً چادر لی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ کو سارا واقعہ سنادیا اور اس کی بدمزاجی کا تذکرہ بھی کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "خولہ! اپنے عم زاد بوڑھے کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔" میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ وحی کا نزول شروع ہوگیا، اختتام وحی پر آپ ﷺ نے فرمایا: "خولہ! تیرے اور تیرے شوہر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ صادر فرمادیا۔" پھر آپ ﷺ نے: قد سمع اللہ سے لیکر عذاب الیم ؛ تک سورۃ مجادلہ کی (ابتدائی چار) آیات تلاوت فرمائیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ! اسے کہو کہ وہ ایک غلام آزاد کرے۔" میں نے عرض کیا، اس کے پاس کوئی غلام نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔" میں نے عرض کیا، وہ تو بوڑھے ہیں، روزے بھی نہیں رکھ سکتے، آپ ﷺ نے فرمایا: "ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجوریں کھلادے۔" میں نے عرض کیا، اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ اس کے پاس اس قدر کھجوریں بھی نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں ایک عرق کھجوروں سے اس کی مدد کردیتا ہوں۔" میں نے عرض کیا، اتنی ہی کھجوروں سے میں بھی اس کی مدد کردیتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: "تو نے بہت اچھا کیا، جاؤ! یہ کھجوریں اس کی طرف سے صدقہ کردو۔"

یہ روایت معمر بن عبداللہ بن حنظلہ کی وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ اسے فقط ابن حبان نے ہی ثقہ کہا ہے۔ حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کا تعلق بنی بیاضہ سے تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں جو روایت مروی ہے، اس میں بھی بنی بیاضہ کے ایک آدمی کا ذکر ہے اور وہ روایت بھی اس کی شاہد ہے۔

فقہی احکام: (۱) ظہار کرنا حرام ہے۔ (۲) جو شخص ظہار کر کے کفارہ ادا کرنے سے قبل جماع کر لیتا ہے وہ بڑا مجرم ہے۔ (۳) اس گناہ کی معافی توبہ اور کفارے سے ہوتی ہے۔ (۴) کفارے کی ادائیگی میں ترتیب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے یعنی سب سے پہلے غلام آزاد کرنا، عدم استطاعت کی صورت میں دو ماہ کے مسلسل روزے، عدم استطاعت کی صورت میں ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ہے۔

۴۔ بَابُ اللِّعَانِ — لعان کا بیان

۱۰۹۶: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ سَأَلَ فُلَانٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ أَنْ لَوْ وَجَدَ أَحَدُنَا امْرَأَتَهُ عَلَى فَاحِشَةٍ ,كَيْفَ يَصْنَعُ؟ إِنْ تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِأَمْرٍ عَظِيمٍ ,وَإِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلَى مِثْلِ ذٰلِكَ! فَلَمْ يُجِبْهُ ,فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ أَتَاهُ ,فَقَالَ إِنَّ الَّذِي سَأَلْتُكَ عَنْهُ قَدِ ابْتُلِيتُ بِهِ ,فَأَنْزَلَ اللّٰهُ الْآيَاتِ فِي سُورَةِ النُّورِ ,فَتَلَاهُنَّ عَلَيْهِ وَوَعَظَهُ وَذَكَّرَهُ، وَأَخْبَرَهُ أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ .قَالَ: لَا ,وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا ,ثُمَّ دَعَاهَا فَوَعَظَهَا كَذٰلِكَ ,قَالَتْ لَا ,وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنَّهُ لَكَاذِبٌ ,فَبَدَأَ بِالرَّجُلِ ,فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ ,ثُمَّ ثَنَّى بِالْمَرْأَةِ ,ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب اللعان: ۱۴۹۳، ابوداود: ۲۲۴۷، الترمذی: ۱۲۲۲، النسائی: ۶ /۱۷۸، احمد: ۲/ ۱۹، الدارمی: ۲۲۳۱، ابن الجارود: ۷۵۲، ابن حبان: ۴۲۸۶، البیہقی: ۷/ ۴۰۴، ۴۰۵، الشافعی: ۲/ ۴۹، الحمیدی: ۶۷۱، البخاری: ۵۳۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

تنبیہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے، معلوم نہیں کہ مؤلف علیہ السلام نے اس حدیث کو فقط مسلم کی طرف کیوں منسوب کیا ہے۔

۱۰۹۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ فلاں شخص نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بدکاری کرتے ہوئے پائے تو وہ کیا کرے؟ اگر وہ اس کا اظہار کسی سے کرتا ہے تو ایک نہایت قبیح بات کرتا ہے، اور اگر خاموشی اختیار کرتا ہے تو بدترین معاملہ کے بارے میں خاموشی اختیار کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا، جب وہ بعد میں حاضر خدمت ہوا تو اس نے عرض کیا، جس بات کا تذکرہ میں نے آپ ﷺ سے کیا تھا میں خود اس کا شکار ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور کی آیات نازل فرمائیں، آپ ﷺ نے وہ آیات اسے پڑھ کر سنائیں اور اسے وعظ و نصیحت فرمائی۔ اور اسے خبر دی کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں کہیں کم تر ہے، اس نے عرض کیا، اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا، میں نے اس پر جھوٹا الزام نہیں لگایا، پھر آپ ﷺ نے اس عورت کو طلب کیا اور اسے بھی اس کے شوہر جیسی وعظ و نصیحت فرمائی، اس نے کہا، اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق سے سرفراز فرمایا بلاشبہ وہ جھوٹا ہے، پھر اس آدمی نے قسمیں اٹھانے کا آغاز کیا اور چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کا حلف دیا، پھر آپ ﷺ نے عورت سے بھی حلف لیا، پھر ان دونوں کے درمیان جدائی فرما دی۔ (مسلم)

لغوی تحقیق: اللعان: یہ لعن سے مشتق ہے، اس کے لفظی معنی چھیننے اور دور کرنے کے ہیں، اس عمل کو لعان سے تعبیر کی وجہ تسمیہ یا تو پانچویں شہادت ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، یا اس کی وجہ تسمیہ معنوی رعایت کی وجہ سے ہے، کیونکہ اس کے نتیجہ میں زوجین کے مابین دائمی مفارقت پیدا ہو جاتی ہے۔ شرعی اصطلاح میں زوجین کا اپنی اپنی صداقت کا اظہار چار بار حلفاً کرنا اور پانچویں مرتبہ جھوٹے ہونے کی صورت میں شوہر کا خود پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کرنا اور بیوی کا شوہر کے سچا ہونے کی صورت میں خود پر اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ الفاحشة: ہر قبیح قول و عمل کو فحش کہتے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد بدکاری ہے۔ ثنیٰ المرأة: یہ تثنیہ سے ماخوذ ہے، یعنی شوہر کے بعد بیوی کو حلف دینے کیلئے طلب کیا۔

تشریح: جس طرح بدکاری ایک بڑا گناہ ہے، اسی طرح کسی کو بغیر بینہ کے بدکار کہنا بڑا جرم ہے، اسلام میں ان دونوں کی سزائیں سخت ترین ہیں، اس لیے مناسب تو یہ ہے کہ بدکاری کے عمل کو آنکھوں سے دیکھ کر بھی خاموشی اختیار کی جائے اور اگر یہ برائی کوئی بدنصیب اپنی بیوی میں دیکھے تو اس جرم کی تشہیر کرنے کی بجائے اسے طلاق دے کر رخصت کر دے۔ اگر کسی نے جذبات کے تلاطم میں بہہ کر اپنی شریک حیات پر زنا کا الزام عائد کر دیا تو قاضی اس سے چار عادل عینی شاہد طلب کرے گا، عدم دستیابی کی صورت میں اسے لعان یا پھر اسی کوڑوں کی سزا کا سامنا کرنا ہوگا۔

لعان کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے قاضی شوہر کو پند و نصائح کرے کہ اگر اس نے جھوٹا الزام عائد کیا ہے تو وہ اعتراف جرم کرے کیونکہ آخرت کی سزا دنیا کی سزا سے کہیں سخت تر ہے اور اگر وہ اپنے بیان پر مصر ہو تو پھر اس سے چار مرتبہ حلفیہ شہادت طلب کرے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد قاضی خاتون کو طلب کر کے اسے پند و نصائح کرے، اور آخرت کی سزا کا تصور حقیقی پیش کرے، مصر رہنے کی صورت میں اس سے چار مرتبہ حلفیہ شہادت طلب کرے کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر اس کا شوہر سچا ہے تو اس پر اللہ کا غضب ہو۔

فقہی احکام: (۱) حلفیہ شہادت کا آغاز شوہر کرے گا۔ (۲) بعد میں بیوی حلفیہ شہادت دے گی۔ (۳) لعان کے بعد دونوں کے مابین دائمی علیحدگی کر دی جائے گی۔ اس کے بعد ان کے ملاپ کی کوئی ممکنہ صورت باقی نہ رہے گی۔ (۴) لعان کے بعد طلاق کی کوئی ضرورت نہیں، اگر کوئی دے گا تو وہ عبث ہوگی۔ (۵) لعان کا اجرا فقط زوجین کیلئے ہے، کسی دوسرے پر الزام لگانے کی صورت میں بینہ یا پھر سزا کا سامنا ہے۔ (۶) شوہر

www.KitaboSunnat.com

دخول کے بعد ماسوا خلع کے باقی تمام صورتوں میں حق مہر کی واپسی کے مطالبے کا مجاز نہیں۔(۷) جو مسئلہ درپیش نہ ہو اس کی بابت سوال کرنا یا بحث وتمحیص کرنا مکروہ ہے۔(۸) جھوٹی حلفیہ شہادت سے دنیاوی سزا سے تو بچ جائے گا لیکن اخروی سزا کا سامنا کرنا ہوگا۔(۹) اسلام ظاہر پر فیصلہ کرتا ہے اور مخفی امور اللہ پر چھوڑتا ہے۔

۱۰۹۷:وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ "حِسَابُكُمَا عَلَى اللَّهِ, أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ, لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا" قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَالِي؟ قَالَ "إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا, فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا, وَإِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا, فَذَاكَ أَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الطلاق، باب قول الامام للمتلاعنین ان احدکما کاذب......: ۵۳۱۲، مسلم: ۱۴۹۳، ابو داود: ۲۲۵۷، النسائی: ۱۷۷/۶، احمد: ۱۱/۲، ابن الجارود: ۷۵۳، ابن حبان: ۴۲۸۷، البیہقی: ۴۰۱/۷، البغوی: ۲۳۶۹

۱۰۹۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والے جوڑے کیلئے فرمایا: "تمہارا حساب اللہ کے سپرد ہے، تم دونوں میں سے ایک تو جھوٹا ہے (پھر آپ ﷺ نے شوہر سے فرمایا) اب تیرا اس پر کوئی حق نہیں۔" اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میرے مال کا کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تو نے اس کے بارے میں سچ کہا ہے تو تیرا مال اس لذت مباشرت کا معاوضہ ہے جس سے تو لطف اندوز ہوا ہے اور اگر تو نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو پھر تیرا مال اس بہتان کے مقابلہ میں کہیں کم تر ہے۔" (بخاری و مسلم)

۱۰۹۸:وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ, أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ "أَبْصِرُوهَا, فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَبْيَضَ سَبِطًا فَهُوَ لِزَوْجِهَا, وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ جَعْدًا, فَهُوَ الَّذِي رَمَاهَا بِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مسلم، کتاب اللعان: ۱۴۹۶، النسائی: ۱۷۱/۶، ۱۷۲، احمد: ۱۴۲/۳، ابن حبان: ۴۲۸۱، البیہقی: ۴۰۵/۷، ابو داود: ۲۲۵۳، البخاری: ۵۳۱۶

تنبیہ: مؤلفؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت کو بخاری کی طرف بھی منسوب کیا ہے، لیکن بخاری میں یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی نہیں بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

۱۰۹۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اس عورت پر نظر رکھو اگر اس نے سفید رنگ کا سیدھے بالوں والا بچہ جنم دیا تو وہ اس کے شوہر کا ہے اور اگر سرمگین آنکھیں اور گھنگریالے بالوں والا بچہ جنم دیا تو پھر اسی کا ہے جس کے بارے میں شوہر نے بیان حلفی دیا ہے۔" بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: ابصروھا: ہمزہ قطعی ہونے کی وجہ سے مفتوح ہے۔ اس پر نظر رکھو۔ جاء ت به: اس میں ؛ہ؛ کا مرجع وہ بچہ ہے جو لعان کے وقت حمل کی صورت میں اس عورت کے پیٹ میں موجود تھا۔ **سبطا**: سین مفتوح اور با مکسور، سیدھے بال۔ **الجعد**: جیم مفتوح اور عین ساکن، گھنگھریالے بال۔ **اکحل**: ہمزہ مفتوح، کاف ساکن اور حاء مفتوح، سرمگیں آنکھیں، یعنی ایسی آنکھیں جن میں سرمہ لگا ہوا محسوس ہو۔

تشریح: اس حدیث کے مفصل طریق میں یہ وضاحت ہے کہ شکایت کرنے والے صحابی کا نام ہلال بن امیہ تھا، اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اس کی بیوی کے شریک بن سحماء کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں، نیز یہ صراحت بھی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا لعان حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور اس کی بیوی کے مابین ہوا۔

یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اس میں یہ صراحت بھی ہے کہ اس عورت نے گھنگھریالے بالوں اور سرمگیں آنکھوں والا بچہ جنم دیا، اس جوڑے کے لعان سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی مروی ہے، اس میں مزید یہ صراحت بھی ہے کہ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے فرمایا: "اگر میں بغیر چار عینی شاہدوں کی شہادت کے کسی کو رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کر دیتا۔"

فقہی احکام: (۱) تولیدی مشابہت ہوتی ہے۔ (۲) بوقت ضرورت جاسوسی جائز ہے۔
(۳) شک کی بنا پر سزا دینا ممنوع ہے۔ (۴) حدود میں بینہ معتبر ہے قرائن نہیں۔

۱۰۹۹: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ رَجُلاً أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عِنْدَ الْخَامِسَةِ عَلَى فِيهِ, وَقَالَ "إِنَّهَا مُوجِبَةٌ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ, وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب فی اللعان: ۲۲۵۵، النسائی: ۶/۱۷۱، البیهقی: ۱۵۶۹۲

۱۰۹۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عورت پانچویں قسم اٹھانے لگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اس عورت کے منہ پر ہاتھ رکھ دو" پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ قسم جہنم کا موجب ہے۔" (اسے ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں)

لغوی تحقیق: فیه: یہ اصل میں: فوہ: یعنی اس کی اصل؛ یاء؛ نہیں بلکہ؛ واؤ؛ ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ اس کی جمع؛ افواہ؛ آتی ہے اور مسلم قاعدہ ہے کہ کسی بھی لفظ کی جمع یا تصغیر اسے اس کی اصل کی طرف لوٹا دیتی ہے، اس لفظ کا شمار ان الفاظ میں ہوتا ہے جن کے مفرد اور جمع کے درمیان مطابقت نہیں۔ نیز اس کا شمار اسماء خمسہ مکبرہ میں ہوتا ہے، یہ معرب ہیں اور ان کا اعراب، اعراب بالحروف ہے۔ اس لفظ میں ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ اس کے عین اور لام کلمہ کو حذف کر کے دونوں کے عوض؛ میم؛ لگائی جاتی ہے اور اس صورت میں اس کا اعراب، اعراب بالحرکت ہوتا ہے۔ موجبة: یہ قسم فیصلہ کن ہے۔

تشریح: مذکورہ الفاظ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے منقول ہیں، ایک طریق میں مزید صراحت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ قسم واجب کرنے والی ہے۔" تو وہ عورت کچھ دیر کیلئے خاموش ہوئی اور اس نے اعتراف جرم کا ارادہ کر لیا لیکن پھر اس نے فوراً کہا، میں اپنے خاندان کو رسوا نہیں کر سکتی۔

فقہی احکام: (۱) لعان کرنے سے دنیاوی سزا ساقط ہو جاتی ہے۔ (۲) پند و نصائح کا سلسلہ آخری وقت تک جاری رہنا چاہیے۔

۱۱۰۰: وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ فِي قِصَّةِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ قَالَ فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ تَلَاعُنِهِمَا قَالَ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنْ أَمْسَكْتُهَا, فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان: ۵۳۰۸، مسلم: ۱۴۹۲، ابوداود: ۲۲۴۵، النسائی: ۹/۱۴۳، ۱۴۴، المؤطا: ۲/۵۶۶، الدارمی: ۲۲۲۹، احمد: ۵/۳۳۶، ۳۳۷، ابن حبان: ۴۲۸۴، ۴۲۸۵، البیهقی: ۷/۳۹۸

۱۱۰۰: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے لعان کرنے والے جوڑے سے متعلق ایک تفصیلی روایت مروی ہے، جس کے آخر میں ہے کہ جب دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو شوہر نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! اب اگر اسے میں اپنے نکاح میں رکھوں تو اس کا مطلب ہو گا کہ میں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے، چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے جواب کا انتظار کیے بغیر اسے تین طلاقیں دے دیں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا تعلق حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ اور اس کی بیوی کے لعان سے ہے۔ جیسا کہ ان سے مروی ایک مفصل طریق میں عویمر عجلانی مذکور ہے۔ اس حدیث سے یہ دلیل لینا کہ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہو جاتی ہیں، محض سینہ زوری ہے۔ کیونکہ لعان فی نفسہ طلاق مغلظہ سے زیادہ شدید ہے، طلاق مغلظہ کے بعد تو اس جوڑے کے باہمی ملاپ کی دو ممکنہ صورتیں موجود ہوتی ہیں، لیکن لعان کے بعد تو ملاپ کی تمام صورتیں مفقود ہو جاتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا لعان کے بعد طلاق دینا محض جذباتی تسکین ہے۔اس موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کو اس عورت پر نظر رکھنے کا حکم دیا تھا اور اس عورت نے بچہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق جنم دیا تھا، بنابریں وہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب تھا۔

فقہی احکام: (۱) اگر کسی کی ناجائز حوصلہ شکنی ہوئی ہو تو اس کے جذباتی کلمات سے درگزر کرنا چاہیے۔(۲) ایسا مسئلہ جو غیرت سے تعلق رکھتا ہو وہ کسی دوسرے کے ذریعے بھی دریافت کیا جا سکتا ہے۔(۳) ولد زنا کو اس کی ماں کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔

۱۱۰۱: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلاً جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ امْرَأَتِي لَا تَرُدُّ يَدَ لَامِسٍ . قَالَ "غَرِّبْهَا" قَالَ أَخَافُ أَنْ تَتْبَعَهَا نَفْسِي قَالَ "فَاسْتَمْتِعْ بِهَا" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالْبَزَّارُ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ وَأَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِلَفْظٍ قَالَ طَلِّقْهَا قَالَ لَا أَصْبِرُ عَنْهَا قَالَ "فَأَمْسِكْهَا"

ابوداود، کتاب النکاح، باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء: ۲۰۴۹، النسائی، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی الخلع: ۳۴۹۴، ۳۴۹۵، التلخیص: ۲۲۵/۳

۱۱۰۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، میری بیوی چھونے والے ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے دور کردو۔" اس نے عرض کیا، مجھے اندیشہ ہے کہ میرا دل اس کا پیچھا کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر اس سے فائدہ اٹھاتے رہو۔" (اسے ابوداؤد اور البزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔) نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک دوسری سند سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے طلاق دے دو۔" اس نے عرض کیا، میں اس کی جدائی پر صبر نہیں کر سکتا۔آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر اسے اپنے پاس رکھو۔"

لغوی تحقیق: **لا ترد ید لامس**: یہ غیر مردوں سے آزادانہ میل جول رکھتی ہے۔یہ بدکاری سے قطعاً کنایہ نہیں ہے کیونکہ اگر اس سے اس کی مراد بدکاری ہو تو پھر یہ کھلا الزام ہے، یہ کیسے ممکن ہے، آپ ﷺ اس سے بینہ طلب نہ فرماتے؟۔ **غربها**: غین مفتوح اور راء مشدد مکسور، اسے طلاق دے کر اپنے سے دور کردو یعنی غیر مردوں سے آزادانہ میل جول رکھنے والی عورت ایک غیرت مند مرد کی شایان شان نہیں۔ **تتبعها نفسی**: میرا دل اس کا مشتاق رہے گا اور میں اس کی مفارقت گوارا نہیں کر سکوں گا۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے **تلخیص** میں لکھا ہے کہ اس روایت کے موصول یا مرسل ہونے میں اختلاف ہے، امام نسائی نے اس کے مرسل ہونے کو راجح کہا ہے۔امام ابن جوزی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ ایسی کوئی بھی روایت آپ ﷺ سے ثابت نہیں۔امام ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے اور امام منذری نے اس کے رجال کو صحیحین کے رواۃ قرار دیا ہے۔علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

۱۱۰۲: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ حِينَ نَزَلَتْ آيَةُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ "أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَدْخَلَتْ عَلَى قَوْمٍ مَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ ,فَلَيْسَتْ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ ,وَلَنْ يُدْخِلَهَا اللَّهُ جَنَّتَهُ ,وَأَيُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهُ –وَهُوَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ– احْتَجَبَ اللَّهُ عَنْهُ ,وَفَضَحَهُ اللَّهُ عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ,وَابْنُ مَاجَهْ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب التغلیظ فی الانتفاء: ۲۲۶۳، النسائی: ۶/ ۱۷۹، ۱۸۰، ابن ماجة: ۲۷۴۳، الدارمی: ۲۲۳۸، ابن حبان: ۴۱۰۸ الشافعی: ۲/ ۴۹، الحاکم: ۲/ ۲۰۲، ۲۰۳، البیهقی: ۷/ ۴۰۳، البغوی: ۲۳۷۵، احمد: ۲/ ۲۶، الطبرانی: ۱۳۴۷۸، المعجم الاوسط: ۴۳۰۹

۱۱۰۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، جب لعان سے متعلق آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمارہے تھے، "جوعورت کسی خاندان میں ایسا بچہ شامل کردے جواس خاندان سے نہ ہو، اس عورت کا اللہ کے نزدیک کوئی مقام نہیں اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی جنت میں کبھی داخل نہیں کرے گا اور جس مرد نے اپنے حقیقی بچہ کا انکار کیا، جب کہ وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اپنی زیارت نہیں کروائے گا اور اسے اول تا آخر تمام لوگوں کے روبرو رسوا کرے گا۔" (اسے ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: اس روایت کو امام ابن حبان، امام حاکم اور امام دارقطنی نے صحیح کہا ہے، لیکن یہ روایت عبداللہ بن یونس کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ موصوف کو فقط امام ابن حبان نے ثقہ کہا ہے جبکہ اس سے یزید بن عبداللہ بن الھاد ہی روایت کرتے ہیں۔ اس کی متابعت اگرچہ یحییٰ بن حرب نے کی ہے، لیکن وہ بھی مجہول ہے اور اس کا شاگرد موسیٰ بن عبید بھی ضعیف ہے۔ اس کی متابعت بکار بن عبداللہ کے چچا نے بھی کی ہے لیکن وہ بھی مجہول ہے اور بکار بن عبداللہ کا شاگرد احمد بن عبداللہ الفریانانی جھوٹی روایات نقل کرنے میں مشہور ہے۔ البتہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیر مطالعہ روایت کا نصف آخر حصہ صحیح سند سے مروی ہے۔

فقہی احکام: شک یا ضد کی بنا پر اپنے بچے کا انکار کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

۱۱۰۳: وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ مَنْ أَقَرَّ بِوَلَدٍ طَرْفَةَ عَيْنٍ ,فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَنْفِيَهُ. أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ ,وَهُوَ حَسَنٌ مَوْقُوفٌ.

البیهقی، کتاب اللعان، باب الرجل یقر بحبل امرأته او بولد ها مرة فلا یکون له نفیه بعده: ۱۵۷۶۹ ، ۱۵۷۷۰

۱۱۰۳: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جس نے لمحہ بھر کیلئے اپنے بچے کو تسلیم کرلیا، اسے پھر انکار کا حق حاصل نہیں۔" اسے بیہقی نے روایت کیا ہے اور یہ قول حسن ہے۔

لغوی تحقیق: طرفة عين: طاء مفتوح اور راء ساکن، اس سے مراد انتہائی قلیل مدت ہے۔

تشریح: یہ روایت فی نفسہ تو سعید بن مجاہد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ امام زہری نے قبیصہ بن ذویب سے جو روایت نقل کی ہے اس کی روشنی میں اسے حسن کہا جا سکتا ہے۔ قبیصہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسا شخص پیش کیا گیا جس نے اپنے اس بچے کا انکار کر دیا تھا جو ابھی شکم مادر میں تھا، پھر اس کا اقرار کرلیا، لیکن وضع حمل کے بعد پھر انکار کر دیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو اپنی بیوی پر الزام لگانے کی وجہ سے اسی کوڑے لگوائے اور بچہ بھی اس کے سپرد کر دیا۔

۱۱۰۴: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ؟ قَالَ "هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟" قَالَ نَعَمْ قَالَ "فَمَا أَلْوَانُهَا؟" قَالَ حُمْرٌ قَالَ "هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟ " قَالَ نَعَمْ قَالَ "فَأَنَّى ذَلِكَ؟ " قَالَ لَعَلَّهُ نَزَعَهُ عِرْقٌ قَالَ "فَلَعَلَّ ابْنَكَ هَذَا نَزَعَهُ عِرْقٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ وَهُوَ يُعَرِّضُ بِأَنْ يَنْفِيَهُ وَقَالَ فِي آخِرِهِ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الِانْتِفَاءِ مِنْهُ

البخاری، کتاب الطلاق، باب اذا عرض بنفی الولد: ۵۳۰۵، مسلم: ۱۵۰۰ ،الترمذی: ۲۲۲۶، النسائی: ۱۷۸/۶ ، ۱۷۹، ابن ماجة: ۲۱۰۲، احمد: ۲۳۹/۲، ابن حبان: ۴۱۰۶، ۴۱۰۷

۱۱۰۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیوی نے سیاہ رنگ کا بچہ جنم دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تیرے پاس اونٹ ہیں؟" اس نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان کے رنگ کیسے ہیں؟" عرض کیا، سرخ۔ ارشاد ہوا "ان میں کوئی خاکستر رنگ کا بھی ہے؟" عرض کیا، جی ہاں۔ ارشاد ہوا "یہ کہاں سے آ گیا؟" اس نے عرض کیا، اسے کوئی رگ کھینچ لائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ممکن ہے کہ تیرے اس بیٹے کو بھی کوئی رگ کھینچ لائی ہو۔" (بخاری ومسلم) اور مسلم میں ہے، وہ اس بچے کا اشارۃً انکار کر رہا تھا۔ اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت کے آخر میں ہے کہ آپ ﷺ نے اسے انکار کرنے کی اجازت نہ دی۔

لغوی تحقیق: حمر: حاء مضموم اور راء ساکن، یہ احمر کی جمع ہے۔ اورق: ہمزہ مفتوح اور واؤ ساکن، سیاہی مائل رنگ۔

تشریح: اس شخص کا تعلق بنوفزارہ قبیلے سے تھا، اس کے ہاں جنم لینے والے بچے کا رنگ اس کے اور اس کی بیوی کے رنگ سے مختلف تھا، اس لیے اسے تردد ہوا، اور اس نے آپ ﷺ سے اس تردد کا اظہار کیا، آپ ﷺ نے نہایت حکیمانہ انداز سے اس کا تردد زائل کر دیا۔

فقہی احکام: (۱) تردد کا اظہار قذف کے زمرے میں نہیں آتا۔ (۲) محض رنگت اور شکل وصورت کے اختلاف کی وجہ سے اپنے بچے کا انکار درست نہیں۔ (۳) کسی کو مسئلہ سمجھانے کیلئے عام فہم مثال سے مدد لینا مسنون ہے۔

۵۔ بَابُ الْعِدَّةِ وَالْإِحْدَادِ، وَالْاِسْتِبْرَاءِ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ — عدت، سوگ اور استبراء رحم وغیرہ کا بیان

۱۱۰۵: عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ رضی اللہ عنہا نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ, فَجَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَتْهُ أَنْ تَنْكِحَ, فَأَذِنَ لَهَا, فَنَكَحَتْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الطلاق، باب واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن: ۵۳۲۰، النسائی: ۶/ ۱۹۰، ابن ماجۃ: ۲۰۲۹، مسلم: ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ابن حبان: ۴۲۹۸

۱۱۰۵: حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سبیعہ اسلمیہ نے اپنے شوہر کی وفات کے چند دن بعد بچہ جنم دیا، پھر وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے نکاح کی اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے اسے اجازت عنایت فرمادی اور اس نے نکاح کر لیا۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: العدۃ: عین مکسور اور دال مشدد، یہ عدد سے ماخوذ ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ مدت انتظار ہے جو عورت اپنے شوہر کی جدائی کے بعد گزارتی ہے، خواہ اس جدائی کا سبب طلاق ہو یا فسخ نکاح یا شوہر کی وفات۔ الاحداد: یہ مصدر ہے، اس کے لغوی معنی رکنے کے ہیں، یہاں اس سے مراد عورت کا زیب وزینت سے رک جانا ہے، عرف عام میں اسے سوگ منانا کہتے ہیں۔ الاستبراء: یہ بھی مصدر ہے، اس سے مراد رحم کا حمل سے خالی ہونا ہے۔ سبیعہ: سین مضموم، باء مفتوح اور یاء ساکن، یہ سبع کی تصغیر ہے۔ نفست: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے نون مضموم اور فاء مکسور ہے، وہ افعال جس کا صدور اگرچہ انسان سے ہوتا ہے، لیکن اس کے ظہور میں انسان کا اپنا عمل دخل نہیں ہوتا، وہ مجہول ہی استعمال ہوتے ہیں، مثلاً پیدائش سے متعلق ولد، وضع حمل سے متعلق: نُفِسَت؛ اور وفات سے متعلق: تُوُفِّيَ؛ وغیرہ۔ امام نووی فرماتے ہیں، اگر یہ صیغہ معروف استعمال ہو (یعنی نون مفتوح اور فاء مکسور) تو اس وقت اس کے معنی حائضہ ہونے کے ہیں اور جب مجہول استعمال ہو تو پھر بچہ جنم دینے کے ہیں۔

تشریح: اسلام نے طلاق، فسخ نکاح یا شوہر کی وفات کی وجہ سے عورت پر عدت فرض کی ہے، اس میں بہت اسرار وحکم پنہاں ہیں، جن میں چند درج ذیل ہیں۔ (۱) شوہر نے اگر جذبات کی رو میں بہہ کر طلاق دیدی ہے تو اسے اپنے اس فیصلے پر غور کرنے کا موقع مل جاتا ہے، ممکن ہے کہ وہ اپنے اس فعل پر نادم ہو کر اپنا فیصلہ واپس لے لے اور ہمیشہ کیلئے دو خاندانوں کے درمیان عداوت ونفرت کی بھڑکنے والی آگ ٹھنڈی ہو جائے۔ (۲) عدت کا دوسرا مقصد برأت رحم ہے یعنی یہ واضح ہو جائے کہ یہ عورت کہیں حاملہ تو نہیں، اگر وہ حاملہ ہو تو پھر کوئی دوسرا مرد اس سے نکاح کر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے اس وقت تک خلوت نہیں کرسکتا جب تک وضع حمل نہ ہو جائے، عدت کی اس حکمت عملی سے پیدا ہونے والے بچہ کا نسب خالص رہتا ہے۔صحیح مسلم میں یہی روایت حضرت ام سلمہ اور خود حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور وہ حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہیں۔(۲) حاملہ عورت وضع حمل کے فوراً بعد عقد ثانی کر سکتی ہے،لیکن شوہر اس کے ساتھ اس وقت تک خلوت صحیحہ نہیں کر سکتا جب تک وہ زچگی سے پاک نہیں ہو جاتی۔

۱۱۰۶: وَأَصْلُهُ فِي اَلصَّحِيحَيْنِ وَفِي لَفْظٍ، أَنَّهَا وَضَعَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِأَرْبَعِينَ لَيْلَةً. وَفِي لَفْظٍ لِمُسْلِمٍ ,قَالَ اَلزُّهْرِيُّ، وَلَا أَرَى بَأْسًا أَنْ تَزَوَّجَ وَهِيَ فِي دَمِهَا ,غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَقْرَبُهَا زَوْجُهَا حَتَّى تَطْهُرَ.

البخاری، کتاب التفسیر، باب واولات الاحمال ...... ۴۹۰۹، مسلم: ۱۴۸۴، الترمذی: ۱۲۱۲، النسائی: ۶/ ۱۹۱ - ۱۹۴، احمد: ۳۱۲/۶، ابن حبان: ۴۲۹۴، المؤطا: ۵۹۰/۲

۱۱۰۶: اس کی اصل بخاری اور مسلم دونوں میں ہے،ایک روایت میں ہے کہ اس نے اپنے شوہر کی وفات کے چالیس روز بعد بچہ جنم دیا،مسلم میں ہے کہ امام زہری نے فرمایا،حالت نفاس میں نکاح کرنے میں کوئی مضائقہ خیال نہیں کرتا،لیکن اس صورت میں مرد اس کے قریب اس وقت نہیں جا سکتا جب تک وہ نفاس سے پاک نہیں ہو جاتی۔

تشریح: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں یہ مذکور ہے کہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے قتل کے چالیس دن بعد بچہ جنم دیا جبکہ دیگر روایات میں ان کے شوہر کا طبعی موت مرنا مذکور ہے۔امام مسلم نے امام زہری کے قول کو حضرت سبیعہ اسلمیہ سے مروی حدیث کے ضمن میں نقل کیا ہے۔اس روایت میں یہ مذکور ہے کہ ان کے شوہر سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ حج الوداع کے موقع پر طبعی موت فوت ہوئے تھے۔ابن حبان نے مسور سے یہ جو روایت نقل کی ہے اس میں اس کے شوہر کی وفات کے چند دن بعد کا ذکر ہے۔

۱۱۰۷: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ أُمِرَتْ بَرِيرَةُ أَنْ تَعْتَدَّ بِثَلَاثِ حِيَضٍ. رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَهْ ,وَرُوَاتُهُ ثِقَاتٌ ,لَكِنَّهُ مَعْلُولٌ.

ابن ماجة، ابواب الطلاق، باب خیار الامة اذا اعتقت: ۲۰۷۷

۱۱۰۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو تین حیض عدت گزارنے کا حکم دیا گیا۔(ابن ماجہ) اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں تاہم یہ روایت معلول ہے۔

لغوی تحقیق: امرت:فعل مجہول ہونے کی وجہ سے ہمزہ مضموم اور میم مکسور ہے۔یعنی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا گیا،متن حدیث میں اگرچہ مذکور نہیں کہ حکم دینے والا کون ہے؟ لیکن قرائن کی وجہ سے یہ امر یقینی ہے کہ اسے یہ حکم رحمت عالم ﷺ نے ہی دیا تھا۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو معلول قرار دیا ہے،امام بوصیری نے اس روایت کی سند کو صحیح اور اس کے رواۃ کو ثقہ کہا ہے۔ابن عبدالھادی نے بھی اس کے رواۃ کو ثقہ کہا ہے،علامہ ناصر الدین البانی نے بھی اس سند کو صحیح کہا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ ہیں لیکن اس روایت کی سند میں دو مدلس راوی ہیں یعنی سفیان اور ابراہیم نخعی،اور دونوں نے اپنے اپنے شیوخ سے یہ روایت معنعن نقل کی ہے۔ممکن ہے کہ مؤلف رحمہ اللہ نے اسی علت کی طرف اشارہ کیا ہو۔

۱۱۰۸: وَعَنِ اَلشَّعْبِيِّ ,عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رضی اللہ عنہا ,عَنِ اَلنَّبِيِّ ﷺ فِي اَلْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا "لَيْسَ لَهَا سُكْنَى وَلَا نَفَقَةٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها: ۱۴۸۰، ابوداود: ۲۲۸۴، الترمذی: ۱۱۴۹، النسائی: ۷۵/۶، ۷۶، ابن ماجة: ۲۰۳۵، احمد: ۴۱۲/۶، ابن حبان: ۴۲۵۰، ۴۲۵۱، ۴۲۹۱، ابن ابی شیبة: ۱۴۶/۵، الدارمی: ۱۶۵/۲، الدارقطنی: ۲۳/۴، ۲۴،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

البیھقی: ۷/۴۷۵، الطبرانی: ۲۴/۹۳۴، المعجم الاوسط: ۱۶۲۳

۱۱۰۸: امام شعبی نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے نقل کیا ہے وہ نبی کریم ﷺ سے مطلقہ ثلاثہ کے بارے میں روایت کرتی ہیں کہ "اس کیلئے قیام وطعام اور خرچہ نہیں۔" مسلم

تشریح: اس متن میں اگر چہ یہ صراحت نہیں کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو تین طلاقیں ایک ساتھ دی گئی تھیں یا تین مختلف اوقات میں دی گئی تھیں، لیکن ان سے مروی بعض طرق میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ انہیں تین طلاقیں نہ صرف تین مختلف اوقات میں دی گئی تھیں بلکہ ان کے شوہر نے پہلی اور دوسری طلاق کے بعد رجوع بھی کر لیا تھا۔

ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت ایک عورت کے قول کی وجہ سے ترک نہیں کر سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ قول منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ ابراہیم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ امام دارمی اور امام دارقطنی نے یہ قول موصولاً نقل کیا ہے، لیکن یہ موصول روایت ابراہیم کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) مرد پر مطلقہ عورت کا قیام وطعام اس وقت تک لازم ہے جب طلاق رجعی ہو۔

(۲) طلاق مغلظہ کے بعد عورت قیام وطعام اور نان ونفقہ کا حق نہیں رکھتی۔

۱۱۰۹: وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ "لَا تَحِدَّ امْرَأَةٌ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَ عَشْرًا ,وَلَا تَلْبَسْ ثَوْبًا مَصْبُوغًا ,إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ ,وَلَا تَكْتَحِلُ ,وَلَا تَمَسُّ طِيبًا ,إِلَّا إِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِنْ قُسْطٍ أَوْ أَظْفَارٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَلِأَبِي دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيِّ مِنَ الزِّيَادَةِ "وَلَا تَخْتَضِبُ" وَلِلنَّسَائِيِّ "وَلَا تَمْتَشِطُ"

المسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ و تحریمہ فی غیر ذالک الا ثلاثۃ ایام: ۹۳۸، البخاری: ۵۳۴۱-۵۳۴۳، ابوداود: ۲۳۰۲، ۲۳۰۳، النسائی: ۶/۲۰۳، ۲۰۴، ابن ماجۃ: ۲۰۸۷، احمد: ۶/۴۰۸، ابن الجارود: ۷۶۶، الدارمی: ۲۲۸۶، البیھقی: ۷/۴۳۹

۱۱۰۹: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زائد سوگ مت منائے، ہاں اپنے شوہر پر وہ چار ماہ دس دن سوگ منائے، اس دوران وہ رنگین لباس زیب تن نہ کرے، البتہ وہ رنگے ہوئے دھاگے سے بنا ہوا کپڑا پہن سکتی ہے، وہ سرمہ مت لگائے، خوشبو استعمال نہ کرے، ہاں جب وہ حیض سے پاک ہو تب وہ عود ہندی یا اظفار کی انتہائی کم مقدار استعمال کر سکتی ہے۔ (بخاری ومسلم) مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں، ابوداؤد اور نسائی میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں کہ "وہ بالوں کو رنگ بھی نہ دے۔" اور نسائی میں ہے کہ "وہ کنگھی بھی مت کرے۔"

لغوی تحقیق: لا تحد: علامت مضارع مضموم اور حاء مکسور، دال کو مرفوع اور مجزوم ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، اول صورت میں لائے نفی اور دوسری صورت میں لائے نہی ہوگا، یعنی عورت سوگ مت منائے یا نہیں منائے گی۔ مصبوغا: پھول دار یا رنگین کپڑا۔ عصب: عین مفتوح اور صاد ساکن، علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یمنی چادروں سے بنا ہوا لباس ہے، یمنی لوگ سوت کو باندھ کر رنگ دیتے تھے جس کی وجہ سے سوت کے بعض حصے رنگین ہو جاتے تھے اور بعض سفید ہی رہ جاتے تھے پھر وہ اس سوت سے دھاری دار کپڑا تیار کرتے تھے۔ نبذۃ: نون مضموم اور باء ساکن، کسی چیز کا معمولی سا ٹکڑا۔ قسط: قاف مضموم اور سین ساکن، خوشبو کی ایک قسم جس کے ساتھ زچہ و بچہ کو دھونی دی جاتی تھی۔ اظفار: ہمزہ مفتوح اور ظاء ساکن، یہ بھی خوشبو کی ایک قسم ہے، اس کے ساتھ بھی دھونی دی جاتی تھی۔ یہ وزن تو جمع کا ہے لیکن اس کا واحد اسی مادے سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مستعمل نہیں۔ لا تختضب :بالوں کو رنگ مت دے۔ لا تمتشط: کنگھی مت کرے۔

فقہی احکام: (۱) جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ چار ماہ دس دن تک پھول دار یا رنگین کپڑے زیب تن نہیں کر سکتی۔ (۲) خوشبو کا ہلکا سا استعمال کر سکتی ہے۔ (۳) سرمہ نہیں لگا سکتی۔ (۴) کنگھی نہیں کر سکتی۔ (۵) سرخی پوڈر استعمال نہیں کر سکتی۔

۱۱۱۰: وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ جَعَلْتُ عَلَى عَيْنِي صَبِرًا, بَعْدَ أَنْ تُوُفِّيَ أَبُو سَلَمَةَ, فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِنَّهُ يَشُبُّ الْوَجْهَ, فَلَا تَجْعَلِيهِ إِلَّا بِاللَّيْلِ, وَانْزِعِيهِ بِالنَّهَارِ, وَلَا تَمْتَشِطِي بِالطِّيبِ, وَلَا بِالْحِنَّاءِ, فَإِنَّهُ خِضَابٌ" قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ أَمْتَشِطُ؟ قَالَ "بِالسِّدْرِ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ, وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب فیما تجتنبه المعتدة فی عدتها: ۲۳۰۵، النسائی: ۲۰۴/۶، ۲۰۵، ابن حبان: ۴۳۰۶، احمد: ۳۰۲/۶، ابن الجارود: ۷۶۷، البیهقی: ۴۴۰/۷، عبدالرزاق: ۱۲۱۱۴، الطبرانی: ۸۳۸/۲۳، التلخیص: ۲۳۹/۳

۱۱۱۰: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اپنی آنکھ پر مصبر کا لیپ کر لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ چہرے کو چمکدار بناتا ہے، اس لیے اس کا استعمال رات کے وقت کریں اور دن کے وقت اسے صاف کر دیا کریں، خوشبو اور مہندی مت لگائیں، اور خوشبو لگا کر کنگھی مت کریں، مہندی بھی خضاب ہے۔" میں عرض کیا، پھر کس چیز کے ساتھ کنگھی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیری کے پتوں کے ساتھ۔" اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

لغوی تحقیق: الصبر: صاد مفتوح اور با مکسور، یہ ایک کڑوے درخت کا عصارہ ہے، آنکھوں کی تکلیف رفع کرنے کیلئے اس کا لیپ آنکھوں کے اردگرد کیا جاتا ہے۔ یشب: علامت مضارع مفتوح اور شین کو مضموم اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے۔ یعنی چہرے کو جلا بخشتا ہے۔ السدر: سین مکسور اور دال ساکن یہ سدرۃ کی جمع ہے، بیری۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے بلوغ المرام میں اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے، جبکہ تلخیص میں حافظ عبدالحق اشبیلی کے حوالے سے اسے مغیرہ بن ضحاک کے مجہول ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں کنگھی کی ممانعت کی قید اتفاقی ہے، جبکہ اصل ممانعت خوشبو اور خضاب لگانے کی ہے۔ یعنی اس حدیث کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ خوشبو اور خضاب لگانے کے بعد کنگھی کرنا ممنوع ہے بلکہ خوشبو اور خضاب لگانا ممنوع ہے۔ جیسا کہ ان سے مروی ایک طریق میں خضاب وغیرہ کی ممانعت کا ذکر کنگھی کی قید کے بغیر بھی مذکور ہے۔ اور یہ روایت صحیح ہے۔

فقہی احکام: (۱) جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ چار ماہ دس دن تک خوشبو اور خضاب نہیں لگا سکتی۔ (۲) مصبر کا استعمال بھی نہیں کر سکتی۔ اگر مصبر کا استعمال بطور علاج ہو تو پھر اس کی اجازت صرف رات کے وقت ہے۔ (۳) ایام عدت میں عورت بوقت ضرورت غیر مرد سے بات کر سکتی ہے۔

۱۱۱۱: وَعَنْهَا رضی اللہ عنہا أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ ابْنَتِي مَاتَ عَنْهَا زَوْجُهَا, وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنَهَا أَفَنَكْحُلُهَا؟ قَالَ "لَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفیٰ عنها اربعة اشهر و عشراً: ۵۳۳۶، مسلم: ۱۴۸۸، ابوداود: ۲۲۹۹، الترمذی: ۱۲۱۷، النسائی: ۲۰۲/۶، ابن حبان: ۴۳۰۴، البیهقی: ۴۳۷/۷، ابن ماجة: ۲۰۸۴، احمد: ۳۲۴/۶، ۳۲۵، الطبرانی: ۴۲۰/۲۳

۱۱۱۱: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیٹی کا شوہر فوت ہو گیا ہے، اور وہ آشوب چشم کی مریض ہے، کیا میں اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں۔"

لغوی تحقیق: اشتکت عینها: عینها کے نون کو مرفوع اور منصوب ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، مرفوع ہونے کی صورت میں یہ؛ اشتکت؛ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فاعل ہے،یعنی اس کی آنکھ میں تکلیف ہے اور منصوب ہونے کی صورت میں مفعول ہے،اور فاعل ضمیر مستتر: ھـــی؛ ہے،یعنی اس کی بیٹی نے اپنی آنکھوں کی تکلیف کی شکایت کی ہے۔

فقہی احکام: (۱) سرمہ کا استعمال بطور زینت ممنوع اور بطور علاج جائز ہے۔(۲) اگر سرمہ کو بطور علاج استعمال کرنا ضروری ہو تو پھر رات کے وقت آنکھوں میں لگایا جائے اور صبح کے وقت آنکھیں اچھی طرح دھولی جائیں۔

۱۱۱۲: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ طُلِّقَتْ خَالَتِي ,فَأَرَادَتْ أَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ أَنْ تَخْرُجَ ,فَأَتَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ "بَلْ جُدِّي نَخْلَكِ ,فَإِنَّكِ عَسَى أَنْ تَصَدَّقِي ,أَوْ تَفْعَلِي مَعْرُوفًا " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الطلاق، باب جواز خروج المعتدة البائن و المتوفیٰ عنها زوجها فی النهار لحا جتها: ۱۴۸۳، ابوداود: ۲۲۹۷، النسائی: ۲۰۹/۶، ابن ماجة: ۲۰۳۴، احمد: ۳۲۱/۳

۱۱۱۲: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میری خالہ کو طلاق دے دی گئی،اس نے اپنی کھجور کا پھل اتارنا چاہا تو ایک آدمی نے انہیں گھر سے باہر نکلنے سے سختی سے منع کر دیا،وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تم کھجوریں اتار سکتی ہو،ہوسکتا ہے کہ تم اس میں کچھ صدقہ کردو یا کوئی اور کار خیر کرلو۔"(مسلم)

لغوی تحقیق: جدی: جیم مضموم اور دال مشدد مکسور یعنی اپنے درختوں کا پھل اتارنے کیلئے گھر سے باہر جاسکتی ہو۔

فقہی احکام: مطلقہ اپنی عدت کے ایام میں بوقت ضرورت گھر سے باہر جاسکتی ہے لیکن رات اپنے گھر واپس آ کر گزارے گی۔

۱۱۱۳: وَعَنْ فُرَيْعَةَ بِنْتِ مَالِكٍ أَنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِي طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهُ فَقَتَلُوهُ قَالَتْ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي فَإِنَّ زَوْجِي لَمْ يَتْرُكْ لِي مَسْكَنًا يَمْلِكُهُ وَلَا نَفَقَةً ,فَقَالَ "نَعَمْ" فَلَمَّا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ نَادَانِي ,فَقَالَ " اُمْكُثِي فِي بَيْتِكِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ."قَالَتْ: فَاعْتَدَدْتُ فِيهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا " قَالَتْ فَقَضَى بِهِ بَعْدَ ذَلِكَ عُثْمَانُ. أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ ,وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ ,والذُّهْلِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ وَغَيْرُهُمْ.

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب فی المتوفیٰ عنها تنتقل: ۲۳۰۰، الترمذی: ۱۲۲۴، النسائی: ۱۹۹/۶، ۲۰۰، ابن ماجة: ۲۰۳۱، الدارمی: ۲۲۸۷، احمد: ۳۷۰/۶، ۴۲۰، الرسالة: ۱۲۱۴، الشافعی: ۵۳/۲، ابن حبان: ۴۲۹۲، ۴۲۹۳، البیهقی: ۴۳۴/۷، ۴۳۵، ابن سعد: ۳۶۸/۸، الحاکم: ۲۰۸/۲

۱۱۱۳: حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے شوہر اپنے مفرور غلاموں کی تلاش میں نکلے اور ان غلاموں نے انہیں شہید کر دیا،اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے میکے جانے کی اجازت طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ میرے شوہر نے میرے لیے کوئی قیام گاہ ایسی نہیں چھوڑی جو اس کی ملکیت میں ہو،اور نہ نان ونفقہ چھوڑا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ہاں۔"(تم جاسکتی ہو) جب میں حجرے میں پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آواز دی اور فرمایا:"تم اس وقت تک اپنے اسی گھر میں قیام کرو جب تک عدت پوری نہیں ہوجاتی۔" وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اسی گھر میں چار ماہ دس دن بسر کیے،اس نے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے بعد ایسا ہی فیصلہ صادر فرمایا۔(اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے،ترمذی،ذہلی،ابن حبان اور حاکم وغیرہم نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: اعبد: یہ عبد کی جمع ہے اور یہ وزن قلت کیلئے استعمال ہوتا ہے،یعنی چند غلام۔ الحجرۃ: حاء مضموم اور جیم ساکن،گھر۔ امکثی: اپنے گھر ہی میں قیام کرو۔ حتی یبلغ الکتاب اجلہ: یہاں تک کہ تم اپنی عدت پوری کرلو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کے پاس بھی اسی قسم کی ایک درخواست آئی، انہوں نے فریعہ بن مالک سے یہ مسئلہ دریافت کرنے کیلئے ان کے پاس ایک قاصد بھیجا، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی سے آگاہ کیا تو انہوں نے اسی کی روشنی میں فیصلہ صادر فرمایا۔

فقہی احکام: (۱) جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ اسی گھر میں عدت گزارے جس میں وہ اپنے شوہر کے ہمراہ رہتی تھی اگرچہ وہ گھر کرایہ پر ہی کیوں نہ ہو۔ (۲) اگر وہ مکان غیر محفوظ ہو تو پھر وہ کسی محفوظ مقام پر منتقل ہو سکتی ہے۔ (۳) اگر اس کے پاس کرایہ دینے کیلئے رقم نہ ہو تو عزیز و اقارب اس کے ساتھ تعاون کریں۔

۱۱۱۴: وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ زَوْجِي طَلَّقَنِي ثَلَاثًا, وَأَخَافُ أَنْ يُقْتَحَمَ عَلَيَّ, قَالَ فَأَمَرَهَا, فَتَحَوَّلَتْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها: ۱۴۸۰ - ۱۴۸۲، النسائی: ۶/۱۵۰، ابن ماجة: ۲۰۳۳، ابن حبان: ۴۲۵۰ - ۴۲۵۴

۱۱۱۴: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی شخص میرے گھر میں گھس کر مجھ پر زیادتی نہ کرے، آپ ﷺ نے اسے وہاں سے منتقل ہونے کی اجازت مراحمت فرمادی۔

تشریح: ان سے یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے، ایک طریق میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کے چچازاد بھائی عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ہاں دوران عدت قیام کرنے کی اجازت عنایت فرمادی۔

۱۱۱۵: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لَا تُلْبِسُوا عَلَيْنَا سُنَّةَ نَبِيِّنَا, عِدَّةُ أُمِّ الْوَلَدِ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا سَيِّدُهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا. رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَأَبُو دَاوُدَ, وَابْنُ مَاجَهْ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ, وَأَعَلَّهُ الدَّارَقُطْنِيُّ بِالْانْقِطَاعِ.

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب فی عدة ام الولد: ۲۳۰۸، ابن ماجة: ۲۰۸۳، احمد: ۲۰۳/۴، ابن الجارود: ۷۶۹، الدارقطنی: ۳۰۹/۳، الحاکم: ۲۰۹/۲، البیهقی: ۴۴۷/۷، ۴۴۸، ابن حبان: ۴۳۰۰، مسند ابی یعلیٰ: ۳۴۲/۲، مصنف ابن ابی شیبة: ۱۶۲/۵

۱۱۱۵: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی سنت ہم پر خلط ملط مت کرو، جب ام الولد کا مالک فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اسے احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے جبکہ امام دارقطنی نے اس میں انقطاع کی علت بتائی ہے۔

لغوی تحقیق: لا تلبسوا: خلط ملط مت کرو۔ ام الولد: ایسی لونڈی جسے اس کے مالک کا حمل ٹھہر جائے اور وہ بچے کو جنم دے۔

تشریح: کہا جاتا ہے کہ یہ روایت سنداً اور معناً معلول ہے۔ (۱) سنداً تو اس لیے معلول ہے کہ قبیصہ بن ذوئیب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، امام دارقطنی کہتے ہیں کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے اس کا سماع ثابت نہیں۔ امام دارقطنی کا یہ قول بلا دلیل ہے۔ (۲) مطر بن طہمان نامی راوی کو چند ناموں ماہرین فن نے ضعیف کہا ہے۔ یہاں تک تو درست ہے، لیکن مطر کا متابع قتادہ موجود ہے۔ معناً اس لیے معلول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ام الولد کی عدت چار ماہ دس دن مقرر نہیں فرمائی، جیسا کہ امام احمد بن حنبل کا قول ہے۔ تاہم اس روایت کو نص قطعی کی تائید حاصل ہے، اس لیے یہ روایت صحیح ہے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے نص قطعی سے استنباط کرتے ہوئے اسے سنت قرار دیا ہو۔

۱۱۱۶: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ إِنَّمَا الْأَقْرَاءُ: الْأَطْهَارُ. أَخْرَجَهُ مَالِكٌ فِي قِصَّةٍ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ.

المؤطا: ۵۷۶/۲

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۱۱۱۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، ؛اقراء؛ سے مراد طہر ہی ہیں۔ (اسے مالک، احمد اور نسائی نے ایک طویل واقعہ کے ضمن میں نقل کیا ہے۔)

تشریح: قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت کی عدت تین قروء بیان فرمائی ہے۔ قروء بمعنی طہر بھی اور بمعنی حیض بھی مستعمل ہے، یہاں اس سے مراد طہر ہے یا حیض؟ اس بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک تو قروء سے مراد طہر ہیں، امام شافعی کی بھی یہی رائے ہے، فقہاء مدینہ اور امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا کہنا ہے کہ اس سے مراد حیض ہے۔

۱۱۱۷: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ طَلَاقُ الْأَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ, وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَأَخْرَجَهُ مَرْفُوعًا وَضَعَّفَهُ.

الدارقطنی، کتاب الطلاق: ۳۸/۴، ابن ماجة: ۲۰۷۹، المؤطا: ۵۷۴/۲، البیهقی: ۳۶۹/۷، الاحکام الوسطی: ۲۴۳/۶، ۲۴۴، بیان الوهم والایهام: ۱۹۳

۱۱۱۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لونڈی کی طلاق دو طلاقیں ہیں اور اسکی عدت دو حیض ہیں۔ (اسے دارقطنی نے مرفوع بیان کیا ہے اور اسے ضعیف کہا ہے۔)

تشریح: اس روایت کو امام دارقطنی نے موقوف اور مرفوع دو طرح روایت کیا ہے۔ مرفوع طریق عطیہ عوفی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ موقوف طریق کو امام دارقطنی نے صحیح قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ عبداللہ بن عمر جیسا صحابی ایسا فتوی اپنی رائے سے نہیں دے سکتا۔ لہٰذا اسکی اصل یقیناً ہے۔ نیز کسی صحابی سے اس کا خلاف بھی ثابت نہیں۔

۱۱۱۸: وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُد, وَالتِّرْمِذِيُّ, وَابْنُ مَاجَهُ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ وَخَالَفُوهُ فَاتَّفَقُوا عَلَى ضَعْفِهِ

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب فی سنة طلاق العبد: ۲۱۸۹، الترمذی: ۱۱۹۹، ابن ماجة: ۲۰۸۰، الدارمی: ۲۲۹۴، الدارقطنی: ۳۹/۴، الحاکم: ۲۰۵/۲، البیهقی: ۳۶۹/۷

۱۱۱۸: امام ابوداؤد، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے اسی مفہوم کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے۔ اس روایت کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے، جبکہ دیگر ائمہ نے ان کی مخالفت کی ہے اور اس روایت کے ضعیف ہونے پر اتفاق ظاہر کیا ہے۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت مظاہر بن مسلم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۱۱۹: وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "لَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْقِيَ مَائَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُد, وَالتِّرْمِذِيُّ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ, وَحَسَّنَهُ الْبَزَّارُ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی وطئی السبایا: ۲۱۵۸، ۲۱۵۹، الترمذی: ۱۱۴۵، ابن حبان: ۴۸۵۰، احمد: ۱۰۸/۴، سعید بن منصور: ۲۷۲۲، ابن ابی شیبة: ۲۲۲/۱۲، ۲۲۳، الدارمی: ۲۴۷۷، ابن سعد: ۱۱۴/۲، ۱۱۵، الطبرانی: ۴۴۸۲۔۴۴۸۶، التلخیص الحبیر: ۲۳۲/۳

تنبیہ: اس روایت کے ایک راوی ربیعہ بن سلیم التجیبی کے بارے میں مؤلف رحمۃ اللہ علیہ متردد ہیں کیونکہ موصوف نے انہیں ؛الاسماء؛ میں مقبول اور ؛الکنی؛ میں ثقہ کہا ہے۔

۱۱۱۹: حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اس کے لیے دوسرے کی کھیتی کو پانی دینا درست نہیں۔" (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے جبکہ بزار نے حسن کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: ماءہ: مادہ تولید، یہاں اس سے صحبت مراد ہے۔ زرع غیرہ: دوسرے کی کھیتی، یہاں اس سے مراد ایسی لونڈی ہے جو ملکیت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنے سے پہلے حاملہ ہو، ایسی لونڈی سے وضع حمل سے قبل صحبت ممنوع ہے، اور یہاں حمل کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

تشریح: اس ممانعت میں تین طرح کی خواتین شامل ہیں۔(۱) ایسی لونڈی جو خریدنے سے پہلے حاملہ ہو۔(۲) قیدی کافر عورتیں مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائیں اور ان میں سے کچھ حاملہ ہوں۔(۳) زانیہ عورت جو نکاح سے قبل حاملہ ہو۔

درج بالا تینوں اقسام کی خواتین سے وضع حمل سے قبل وطی کرنا غیر کی کھیتی کو پانی دینے کے مترادف ہے، زیر مطالعہ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ مفصل روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر فرمایا: "جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ دوسرے کے حمل کو پانی مت دے۔" ایک طریق میں غزوہ خیبر کی جگہ غزوہ حنین کا ذکر ہے، اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے

۱۱۲۰: وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ فِي اِمْرَأَةِ الْمَفْقُودِ تَرَبَّصُ أَرْبَعَ سِنِينَ ,ثُمَّ تَعْتَدُّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا. أَخْرَجَهُ مَالِكٌ ,وَالشَّافِعِيُّ.

المؤطا: ۲ /۵۷۵، الشافعي: ۲/ ۶۱، البيهقي، كتاب العدد، باب من قال امرأة المفقود امرأته حتى يأتيها يقين وفاته، باب من قال تنتظر اربع سنين ثم اربعة اشهر و عشرا ثم تحل: ۱۵۹۷۷ ـ ۱۵۹۸۳، معرفة السنن والآثار: ۶/ ۶۹ ـ ۷۲، السراجي: ۵۶ ، ۵۷

۱۱۲۰: مفقود الخبر کی عورت کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فتوی ہے کہ وہ چار سال انتظار کرے، پھر چار ماہ دس دن عدت گزارے۔ اسے مالک اور شافعی نے بیان کیا ہے۔

لغوی تحقیق: **المفقود:** ایسا شادی شدہ مرد جو گم ہو جائے، یا اغوا کر لیا جائے، یا قید کر دیا جائے۔ اور اس کے لواحقین کو اس کے زندہ یا مردہ ہونے کی خبر نہ ہو۔

تشریح: ایسا شخص جسے اغوا کر لیا جائے، یا اسے قید کر دیا جائے یا وہ از خود غائب ہو جائے اور اس کے زندہ یا مردہ ہونے کی خبر نہ ہو، اس کی بیوی کیلئے کیا حکم ہے؟ اس بارے میں فقہا کے مابین شدید اختلاف پایا جاتا ہے، حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ اس کی عمر جب ایک سو بیس سال ہو جائے تب اسے مردہ تصور کیا جائے، امام محمد کا کہنا ہے کہ جب اس کی عمر ایک سو دس سال ہو جائے، بعض فقہا احناف کا کہنا ہے کہ جب اس کی عمر نوے سال ہو جائے، صاحب سراجی کہتے ہیں کہ فتوی اسی قول پر ہے۔

یعنی جب اس مرد کی عمر نوے سال ہو جائے تو اس پر مردہ ہونے کا حکم لگایا جائے، پھر اس کی بیوی اس کا سوگ چار ماہ دس دن منائے، اس کے بعد اگر وہ چاہے تو نکاح کر لے۔

امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے کہ اس کا انتظار چار سال تک کیا جائے، اس کے بعد اگر اس کی موت و حیات کے بارے میں معلوم نہ ہو سکے تو اسے مردہ تصور کیا جائے، پھر اس کی بیوی چار ماہ دس دن سوگ منائے، پھر اگر وہ چاہے تو نکاح کر لے۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی منقول ہے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس کی بیوی اس وقت تک نکاح نہ کرے جب تک اسے اس کے بارے میں علم نہ ہو جائے۔

۱۱۲۱: وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "اِمْرَأَةُ الْمَفْقُودِ اِمْرَأَتُهُ حَتَّى يَأْتِيَهَا الْبَيَانُ" أَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ.

الدارقطني، ۳/ ۳۱۲، البيهقي، كتاب العدد، باب من قال امرأة المفقود ...... : ۱۵۹۸۲، التلخيص الحبير: ۳/ ۲۳۲، علل الحديث: ۱۲۹۸، بيان الوهم والايهام: ۳/ ۱۸۸

۱۱۲۱: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " مفقود الخبر کی بیوی اسی کی بیوی رہے گی جب تک اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارے میں وضاحت نہ آجائے۔" (اسے دارقطنی نے ضعیف سند سے بیان کیا ہے۔)

تشریح: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ **تلخیص** میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کو بیہقی نے ضعیف سند سے بیان کیا ہے، اس روایت کو عبدالحق اور ابن قطان وغیرہم نے ضعیف کہا ہے۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے کیونکہ محمد بن شرحبیل متروک الحدیث ہے اور وہ مغیرہ بن شعبہ کی طرف منکر اور من گھڑت روایات منسوب کرتا ہے۔

امام بیہقی اور امام ابن قطان نے سوار بن مصعب کو ضعیف قرار دیا ہے، جبکہ صالح بن مالک اور محمد بن فضل مجہول ہیں

۱۱۲۲: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا يَبِيتَنَّ رَجُلٌ عِنْدَ امْرَأَةٍ إِلَّا أَنْ يَكُونَ نَاكِحًا أَوْ ذَا مَحْرَمٍ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الخلوۃ بالاجنبیۃ و الدخول علیھا: ۲۱۷۱، ابن حبان: ۵۵۹۰، ابویعلی: ۱۸۴۸، البیھقی: ۹۸/۷

۱۱۲۲: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی مرد کسی عورت کے ہاں رات بسر نہ کرے الا یہ کہ وہ اس کا شوہر ہو یا محرم ہو۔" (مسلم)

۱۱۲۳: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما, عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ, إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ" أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل با مرأۃ الاذو محرم: ۵۲۳۳، مسلم: ۱۳۴۱، ابن خزیمۃ: ۲۵۲۷، ابن حبان: ۵۵۸۹، ۲۷۳۱، الحمیدی: ۴۶۸، الطیالسی: ۲۷۳۲، ابو یعلی: ۲۵۱۶، الطحاوی: ۱۱۲/۲

۱۱۲۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے جب تک اس عورت کا محرم ساتھ موجود نہ ہو۔" (بخاری)

۱۱۲۴: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فِي سَبَايَا أَوْطَاسٍ "لَا تُوطَأُ حَامِلٌ حَتَّى تَضَعَ, وَلَا غَيْرُ ذَاتِ حَمْلٍ حَتَّى تَحِيضَ حَيْضَةً" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابو داود، کتاب النکاح، باب فی وطئی السبایا: ۲۱۵۷، الحاکم: ۱۹۵/۲، احمد: ۲۸/۳، بیان الوھم و الایھام: ۸۱۷، الاحکام الوسطی: ۶۲۷/۶

۱۱۲۴: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا: "حاملہ خواتین سے اس وقت تک وطی نہ کی جائے جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اور غیر حاملہ سے اس وقت تک وطی نہ کی جائے جب تک اسے ایک حیض نہ آجائے۔" (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: سبایا: یہ سبی کی جمع ہے، ایسی کافر خواتین جو جنگ میں گرفتار کی جائیں۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ لونڈی کے ساتھ وطی کرنے میں جلد بازی نہ کی جائے۔ خواہ وہ لونڈی میدان جنگ سے میسر آئی ہو یا خریدی ہوئی ہو۔ اس کا بنیادی سبب نسب کو مخلوط ہونے سے بچانا ہے۔ نسب کو مخلوط ہونے سے بچانے کیلئے استبراء رحم ضروری ہے۔ اور وہ فقط حیض ہی سے واضح ہوتا ہے۔ یہ روایت اس سند کے ساتھ ضعیف ہے البتہ شواہد کی وجہ سے قابل حجت ہے۔

۱۱۲۵: وَلَهُ شَاهِدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الدَّارَقُطْنِيِّ.

الدارقطنی: ۲۵۷/۳

۱۱۲۵: اس کی شاہد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت دارقطنی میں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اس روایت کی سند بظاہر صحیح ہے، البتہ امام دارقطنی یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ابن صاعد نے ہم سے کہا کہ ہمیں یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صرف العائذی ہی نے بیان کی ہے۔

۱۱۲۶: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ ,وَلِلْعَاهِرِ اَلْحَجَرُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

البخاری، کتاب الحدود، باب للعاهر الحجر: ۶۸۱۷، ۶۸۱۸، مسلم: ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، الترمذی: ۱۱۷۳، النسائی: ۶/۱۸۰، ابن ماجۃ: ۲۰۰۴، ۲۰۰۶، احمد: ۲/۲۳۹، ۶/۳۷، الدارمی: ۲۲۳۵، ۲۲۳۷، البیھقی: ۷/۴۱۲، ابن حبان: ۴۱۰۵، ابوداود: ۲۲۷۳، المؤطا: ۲/۷۳۹، الدارقطنی: ۴/۲۴۱، الطیالسی: ۱۴۴۴

۱۱۲۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **الفراش:** اس کے لغوی معنی کسی چیز کو زمین پر بچھانے کے ہیں، یہاں اس سے مراد بیوی یا لونڈی ہے۔ **العاھر:** زانی۔
الحجر: حاء اور جیم مفتوح، پتھر، یہاں اس سے مراد ناکامی ہے، نیز اس سے سنگساری کی سزا بھی مراد ہو سکتی ہے۔

تشریح: مؤلف علیہ الرحمہ نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اس طرح ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہما ایک بچے کا قضیہ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ لڑکا میرے بھائی عتبہ کے نطفہ سے ہے اور اس نے مجھے کہا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شکل وشباہت کا ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرا بھائی ہے کیونکہ یہ میرے باپ کی لونڈی سے ہے اور اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کی طرف التفات فرمایا تو دیکھا کہ عتبہ کے ساتھ اس کی واضح مشابہت تھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ! تو اس کا وارث ہے، کیونکہ بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا ہو، زانی کیلئے ناکامی ہے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی سودہ بنت زمعہ سے فرمایا: "تم اس سے پردہ کرو۔"

فقہی احکام: (۱) نکاح کے کم از کم چھ ماہ بعد پیدا ہونے والا بچہ اس مرد کے ساتھ ملایا جائے گا جس کے نکاح میں وہ عورت ہو، بشرطیکہ اس مرد نے اس عورت سے وطی کی ہو، اور وہ اس سے انکاری نہ ہو۔ (۲) یہ بچہ اس مرد کا وارث ہوگا اور وہ مرد اس کا وارث ہوگا۔ (۳) مالک کی ملکیت میں آنے کے کم از کم چھ ماہ بعد لونڈی جو بچہ جنے گی وہ بچہ اسی مالک کا ہوگا، بشرطیکہ اس نے لونڈی سے وطی کی ہو اور وہ اس سے انکاری نہ ہو۔ (۴) اگر بچے نے چھ ماہ سے قبل جنم لیا، شوہر یا آقا نے اس بچے کو اپنا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو وہ ماں کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ (۵) جس بچے کے بارے میں یقین ہو جائے کہ وہ زنا کی پیداوار ہے، اس کی پدری بہنیں اس سے پردہ کریں گی اور اسے ماں کی طرف منسوب کیا جائے گا

۱۱۲۷: مِنْ حَدِيثِهِ وَمِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ فِي قِصَّةٍ .

۱۱۲۷: اس حدیث میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں اس واقعہ کی مکمل تفصیل ہے۔

بخاری، کتاب العتق، باب ام الولد: ۲۵۳۳، ابن حبان: ۴۱۰۵، احمد: ۶/۳۷

۱۱۲۸: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ ,عِنْدَ النَّسَائِيِّ

النسائی، کتاب الطلاق، باب الحاق الولد بالفراش اذا لم ینفہ صاحب الفراش: ۶/۱۸۱ (۳۵۱۶)، ابن حبان: ۴۱۰۴، تاریخ بغداد: ۱۱/۶، ابن ابی شیبۃ: ۴/۴۱۶

۱۱۲۸: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یہی حدیث نسائی میں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۱۲۹: وَعَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ ‏.عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب الولد للفراش: ۲۲۷۴ ، ۲۲۷۵، ابن حبان: ۵۹۹۶، المعجم الاوسط: ۵۶۱۳ ، ۷۷۸۷

۱۱۲۹: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ابوداؤد میں ہے۔

تشریح: علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث آپ ﷺ سے بیس سے زائد صحابہ نے بیان کی ہے۔ان میں سے چار صحابہ کی مرویات تو مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے درج کی ہیں، ان کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو امام ابن حبان نے، حضرت حسین بن علی اور حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث کو امام طبرانی نے اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو امام ابوداؤد نے بیان کیا ہے۔

٦۔ بَابُ الرَّضَاعِ رضاعت کے مسائل

۱۱۳۰: عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الرضاع، باب فی المصة و المصتان: ۱۴۵۰، ابوداود: ۲۰۶۳، الترمذی: ۱۱۶۶، النسائی: ۶/۱۰۱، ابن ماجة: ۱۹۴۱، احمد: ۶/۹۵ ، ۹۶، الدارمی: ۲۲۵۱، ابن حبان: ۴۲۲۵ ـ ۴۲۲۷، البیھقی: ۷/۴۵۵، الشافعی: ۲/۲۱، البغوی: ۲۲۸۴

۱۱۳۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک یا دو دفعہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: الرضاع: راء کو مفتوح اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے۔اس کے معنی چھاتی سے منہ لگا کر دودھ پینے کے ہیں۔دودھ پلانے والی کو مرضع یا مرضعة کہتے ہیں، اس کی جمع مراضع ہے۔المصة: میم مفتوح اور صاد مشدد مفتوح، اس کے لغوی معنی کسی چیز کا معمولی سا حصہ لینا ہے۔بعض روایات میں مصة اور ملاجة منقول ہے۔

تشریح: صاحب سبل السلام فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ پینے کو رضعة کہتے ہیں، یعنی بچہ ماں کی چھاتی منہ سے لے کر چوسنا شروع کر دیتا ہے، پھر وہ اپنی مرضی سے بغیر کسی عارضہ کے چھوڑ دیتا ہے۔اگر بچہ سانس کیلئے یا کسی عارضہ کی وجہ سے ماں کی چھاتی منہ سے نکال دیتا ہے پھر چند لمحات کھیلنے کے بعد دوبارہ منہ میں لے لیتا ہے، پہلی صورت میں بچے کا ایک مرتبہ پینا اور دوسری صورت میں دو مرتبہ پینا ایک رضعة کہلائے گا۔ایسے دو رضعات پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر دو رضعات سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تو پھر کتنے رضعات سے ثابت ہوتی ہے؟ اس بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔تفصیل آئندہ احادیث کے ضمن میں نقل کی جائے گی۔دودھ فقط نکاح اور حجاب پر اثر انداز ہوتا ہے، وراثت اور ولایت میں اس کا کوئی دخل نہیں۔انہیں الفاظ کے ساتھ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم ﷺ سے نقل کی ہے۔

فقہی احکام: ایک یا دو دفعہ پیٹ بھر کر دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

۱۱۳۱: وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "اُنْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ, فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب النکاح، باب من قال لا رضاعة بعد حولین: ۵۱۰۲، مسلم: ۱۴۵۵، ابوداود: ۲۰۵۸، النسائی: ۶/۱۰۲، ابن ماجة: ۱۹۴۵ ، ۱۹۴۶، احمد: ۶/۹۴، الدارمی: ۲۲۵۶، البیھقی: ۷/۴۶۰، ابن حبان: ۴۲۲۴ ، ۴۲۲۵، الترمذی: ۱۱۶۸، البزار: ۱۴۴۴

۱۱۳۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خوب غور کر لیا کرو کہ تمہارے بھائی کون ہیں؟ بلاشبہ رضاعت قابل اعتبار اس وقت ہے جب دودھ خالی پیٹ پیا جائے۔" (بخاری ومسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق: انظرن: بمعنی تأملن ہے، یعنی خوب غور کرلیا کرو۔

تشریح: رضاعت چونکہ حجاب پر اثر انداز ہوتی ہے یعنی رضاعی باپ، چچا اور بھائی سے پردہ نہیں ہے، اس لیے ضروری ہے کہ خوب غور کرلیا جائے کہ رضاعت ثابت بھی ہے یا نہیں؟ جیسا کہ خود رحمت عالم ﷺ نے خوب غور کرنے کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ رضاعت تو اس وقت معتبر ہوگی جب بچے نے بھوک مٹانے کیلئے پیٹ بھر کر دودھ پیا ہو، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جو انتڑیوں کو کھول دے۔"

انہیں الفاظ کے ساتھ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم ﷺ سے بیان کی ہے، اس روایت کو امام بوصیری نے ابن لھیعہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن ان کی یہ تحقیق درست نہیں کیونکہ ابن لھیعہ سے یہ روایت عبداللہ بن وھب نے نقل کی ہے اور انہوں نے ابن لھیعہ سے جو روایات بیان کی ہیں وہ ان کی کتابوں کے جلنے سے پہلے کی ہیں۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، لیکن ابن اسحاق کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۱۳۲: وَعَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ سَالِمًا مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ مَعَنَا فِي بَيْتِنَا, وَقَدْ بَلَغَ مَا يَبْلُغُ الرِّجَالُ قَالَ "أَرْضِعِيهِ، تَحْرُمِي عَلَيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الرضاع، باب رضاعة الکبیر: ۱۴۵۳، ابوداود: ۲۰۶۱، النسائی: ۶/۱۰۴، ابن ماجۃ: ۱۹۴۳، احمد: ۶/۳۹، الدارمی: ۲۲۵۷، البیھقی: ۷/۴۵۹، ۴۶۰، ابن حبان: ۴۲۱۳۔۴۲۱۵

۱۱۳۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! سالم مولیٰ ابی حذیفہ ہمارے گھر میں ہمارے ساتھ رہتا ہے اور اب وہ اس عمر کو پہنچ گیا ہے جس عمر میں مرد بالغ ہوجاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اسے دودھ پلادو پھر تم اس پر حرام ہوجاؤ گی۔" (مسلم)

تشریح: زیر مطالعہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعدد طرق سے منقول ہے، ایک طریق میں یہ صراحت بھی ہے کہ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو منہ بولا بیٹا بنایا تھا اور وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں رہتا تھا۔ حضرت عروۃ بن زبیر نے یہ روایت مفصل مرسل طریق سے نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا شمار اصحاب بدر میں ہوتا ہے، انہوں نے سالم کو منہ بولا بیٹا بنایا تھا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو منہ بولا بیٹا بنایا تھا، اور انہوں نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنے بھائی ولید بن عتبہ کی بیٹی فاطمہ سے کردیا تھا، حضرت فاطمہ بنت ولید رضی اللہ عنہا کا شمار ان مسلم خواتین میں ہوتا ہے جنہیں ہجرت کرنے میں تقدم حاصل ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکم نازل فرمایا تو ہر اس صحابی نے اپنے منہ بولے بیٹے کو اس کے اصل باپ کی طرف منسوب کردیا، اس دوران حضرت سہلہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ہم سالم کو اپنے حقیقی بیٹوں کی طرح سمجھتے تھے، وہ ہمارے گھر میں ہمارے ساتھ رہتے ہیں اور میرے پاس بلا روک ٹوک آتے جاتے ہیں، اس بارے میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اسے پانچ رضعات دودھ پلادو وہ تیرے دودھ کی وجہ سے تجھ پر حرام ہوجائے گا، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، اس وجہ سے وہ اس کا رضاعی بیٹا کہلانے لگا۔

فقہی احکام: (۱) کم ازکم پانچ مرتبہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ (۲) دو سال کی عمر کے بعد بھی رضاعت معتبر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہی موقف ہے، لیکن دیگر امہات المؤمنین کا موقف اس کے خلاف ہے۔ (۳) رضاعت کیلئے ضروری نہیں کہ چھاتی کے ساتھ منہ لگا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر دودھ پیا جائے لیکن جو حضرات رضاعت کو چھاتی کے ساتھ منہ لگا کر پینے کے ساتھ مقید کرتے ہیں وہ اس حدیث کو حضرت سالم کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ ازواج مطہرات بھی اس رخصت کو حضرت سالم کے ساتھ خاص کرتی تھیں۔

۱۱۳۳: وَعَنْهَا أَنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ جَاءَ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا بَعْدَ الْحِجَابِ، قَالَتْ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ, فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ, فَأَمَرَنِي أَنْ آذَنَ لَهُ عَلَيَّ وَقَالَ "إِنَّهُ عَمُّكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بخاری، کتاب النکاح، باب لبن الفحل: ۵۱۰۳، مسلم: ۱۴۴۵، ابوداود: ۲۰۵۷، الترمذی: ۱۱۶۴، النسائی: ۶/ ۱۰۳، ابن ماجة: ۱۹۴۹، مالک: ۲/ ۶۰۱، احمد: ۶/ ۳۸، الدارمی: ۲۲۴۸، ابن حبان: ۴۲۱۹، ۴۲۲۰، عبدالرزاق: ۱۳۹۳۷ ـــ ۱۳۹۴۱، الحمیدی: ۲۳۰، ابو یعلیٰ: ۴۵۰۱، الدارقطنی: ۴/ ۱۷۷، ۱۷۸، البیهقی: ۷/ ۴۵۲، البغوی: ۲۲۸۰، الشافعی: ۲/ ۲۴، المعجم الاوسط: ۷۴۳۱

۱۱۳۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابوالقعیس کا بھائی افلح آیت حجاب نازل ہونے کے بعد آیا اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے گھر آنے کی اجازت طلب کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اسے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کو اپنے اس عمل سے آگاہ کیا، آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے اندر آنے کی اجازت دے دوں اور فرمایا کہ: "وہ تمہارا چچا ہے۔" بخاری و مسلم

لغوی تحقیق: القعیس: قاف مضموم، عین مفتوح اور یاء ساکن، یہ قعس کی تصغیر ہے۔ یستأذن: اس نے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جس خاتون کا دودھ پیا جائے وہ رضاعی ماں ہوگی، اس کا شوہر رضاعی باپ ہوگا، اس کے بھائی رضاعی ماموں ہوں گے، اس کے شوہر کے بھائی رضاعی چچا ہوں گے۔

۱۱۳۴: وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ فِيمَا أُنْزِلُ فِي الْقُرْآنِ: عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ, ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ, فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهِيَ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الرضاع، باب التحریم بخمس رضعات: ۱۴۵۲، ابوداود: ۲۰۶۲، الترمذی: ۱۱۶۶، النسائی: ۶/ ۱۰۰، ابن ماجة: ۱۹۴۱، مالک: ۲/ ۶۰۸، الدارمی: ۲۲۵۳، ابن حبان: ۴۲۲۱، ۴۲۲۲، البیهقی: ۷/ ۴۵۴، الشافعی: ۲/ ۲۱، البغوی: ۹/ ۸۱

۱۱۳۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ قرآن حکیم میں یہ حکم نازل کیا گیا تھا کہ دس بار یقینی طور پر دودھ پینا حرمت ثابت کرتا ہے، پھر یہ حکم پانچ بار یقینی طور پر پینے کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا، آپ ﷺ کی وفات تک پانچ کی تعداد قرآن میں پڑھی جاتی تھی۔ (مسلم)

لغوی تحقیق: معلومات: یقینی طور پر۔ نسخن: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے نون مضموم اور سین مکسور ہے۔ اس کے لغوی معنی ازالہ یا منتقل کرنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں کتاب وسنت کے دلائل سے کسی شرعی حکم کو ختم کر دینا۔

تشریح: امام بیہقی فرماتے ہیں کہ دس رضاعات کے الفاظ اور ان کا حکم دونوں منسوخ کر دیئے گئے، لیکن پانچ رضاعت کے الفاظ تو منسوخ کر دیئے گئے البتہ ان کا حکم برقرار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ نے جب قرآن جمع کیا تو انہوں نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کہ "نبی ﷺ کی وفات تک یہ جملہ پڑھا جاتا تھا" کا مطلب ہے کہ جن لوگوں کو ؛عشر رضاعت معلومات ؛ کے منسوخ ہونے کا علم نہیں تھا ان سب کو آپ ﷺ کی وفات تک اس کے منسوخ ہونے کا علم ہو گیا تھا اور انہوں نے اس منسوخ جملے کی تلاوت اور اس کے حکم کو ترک کر دیا تھا، کیونکہ قرآن حکیم ہر قسم کی کمی بیشی سے محفوظ ہے اور اس جملہ؛ خمس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رضعات معلومات؛ کی تلاوت تو منسوخ ہوگئی تھی لیکن حکم آپ ﷺ کی وفات کے وقت برقرار تھا۔

فقہی احکام: (۱) پانچ مرتبہ پیٹ بھر کر دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔(۲) دودھ سے اگرچہ خون بنتا ہے، لیکن خون کو دودھ پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا کہ خون دینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے درست نہیں۔

۱۱۳۵: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُرِيدَ عَلَى ابْنَةِ حَمْزَةَ فَقَالَ "إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي ; إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب النکاح، باب ﴿وامهاتکم اللاتی ارضعنکم﴾ و یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب : ۵۱۰۰، مسلم: ۱۴۴۷، النسائی: ۱۰۰/۶، ابن ماجۃ: ۱۹۳۸، المعجم الاوسط: ۵۵۲، 2081

۱۱۳۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو مشورہ کیا گیا کہ آپ ﷺ اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کر لیں، آپ ﷺ نے فرمایا:"وہ میرے لیے حلال نہیں کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، اور جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔"(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: **ارید:** فعل مجہول ہونے کی وجہ سے ہمزہ مضموم، راء مکسور اور یاء ساکن ہے، آپ ﷺ سے کہا گیا۔ **یحرم من الرضاعۃ مایحرم النسب:** امام خطابی فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ عام ہیں اور اس کا معنی خاص ہے، یعنی رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں۔

تشریح: نبی کریم ﷺ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ابولہب کی لونڈی ثویبہ کا دودھ پیا تھا، اس لیے آپ ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے۔ اور ان کی بیٹی آپ ﷺ کی رضاعی بھتیجی تھی، جس طرح نسبتی بھتیجی سے نکاح حرام ہے، اس طرح رضاعی بھتیجی سے بھی نکاح حرام ہے۔ اس حدیث کا آخری حصہ حضرت عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

۱۱۳۶: وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ إِلَّا مَا فَتَقَ الْأَمْعَاءَ, وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ, وَصَحَّحَهُ هُوَ وَالْحَاكِمُ

الترمذی، ابواب الرضاع، باب ماجاء ان الرضاعۃ لا تحرم الا فی الصغر دون الحولین: ۱۱۶۸، ابن ماجۃ: ۱۹۴۶، ابن حبان: ۴۲۲۴، البزار: ۱۴۴۴، البیہقی: ۴۵۵/۷، المعجم الاوسط: ۶۵۶۰، ۷۳۲۷، ۷۵۱۳، الاحکام الوسطی: ۲۴۸/۶، بیان الوہم والایہام: ۹۶۹

۱۱۳۶: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" اس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جو انتڑیوں کو کھول دے اور یہ دودھ چھڑانے کی عمر سے پہلے ہو۔"(اسے ترمذی نے بیان کیا ہے، انہوں نے اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **لا یحرم:** علامت مضارع مضموم، حاء مفتوح اور راء مشدد مکسور، حرمت کا سبب نہیں بنتی۔ **فتق:** اس کے لفظی معنی پھاڑنے کے ہیں اور یہاں اس سے مراد انتڑیوں میں چلنے کے ہیں۔ **الامعاء:** یہ معی کی جمع ہے، انتڑیاں۔ **الفطام:** فاء مکسور اور طاء مفتوح، دودھ چھوڑ دینا، یعنی اس بچے نے دودھ چھوڑنے سے قبل دودھ پیا۔

تشریح: یہ حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے متعدد طرق سے منقول ہے، بعض طرق میں؛ **کان قبل الفطام؛** کے الفاظ نہیں ہیں اور بعض میں ہیں، لیکن میرے علم کے مطابق اس جملے کی موجودگی پر کسی ماہر فن نے کلام نہیں کیا، پہلے جملے کی شاہد روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، جبکہ دوسرے جملے کی شاہد روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لیکن یہ روایت سعید بن المرزبان کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کی ایک شاہد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

۱۱۳۷: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ "لَا رَضَاعَ إِلَّا فِي الْحَوْلَيْنِ" رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَابْنُ عَدِيٍّ مَرْفُوعًا وَمَوْقُوفًا وَرَجَّحَا الْمَوْقُوفَ

الدارقطنی: ۱۷۴/۴، ابن عدی: ۳۹۹/۸، البیہقی: ۴۶۱/۷، ۴۶۲

۱۱۳۷: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رضاعت فقط دو سال ہی کی عمر میں معتبر ہے۔ اسے دارقطنی اور ابن عدی نے مرفوع اور موقوف ہر دو طرق سے نقل کیا ہے، لیکن دونوں نے موقوف طریق کو راجح قرار دیا ہے۔

تشریح: امام دارقطنی، امام ابن عدی، امام بیہقی، حافظ عبدالحق، علامہ ابن عبدالھادی اور علامہ زیلعی نے موقوف طریق کو راجح کہا ہے، لیکن علامہ ابن قیم نے مرفوع طریق کو صحیح کہا ہے۔

۱۱۳۸: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا رَضَاعَ إِلَّا مَا أَنْشَزَ الْعَظْمَ, وَأَنْبَتَ اللَّحْمَ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی رضاعة الکبیر: ۲۰۶۰

۱۱۳۸: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رضاعت وہ قابل اعتبار ہے جو ہڈیوں کی نشوونما کرے اور گوشت بنائے۔" ابوداؤد

لغوی تحقیق: انشز: ہمزہ قطعی ہونے کی وجہ سے مفتوح ہے اور یہ نشز سے ماخوذ ہے، اس کے لغوی معنی بلند جگہ کے ہیں، لیکن یہاں اس سے مراد نشونما ہے۔ انبت: ہمزہ قطعی ہونے کی وجہ سے مفتوح ہے، اس کے لغوی معنی زیادہ ہونے کے ہیں۔

تشریح: اس روایت کی سند میں مسلسل مجہول رواۃ ہیں جن کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

۱۱۳۹: وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ ; أَنَّهُ تَزَوَّجَ أُمَّ يَحْيَى بِنْتَ أَبِي إِهَابٍ, فَجَاءَتْ اِمْرَأَةٌ فَقَالَتْ: قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا, فَسَأَلَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ "كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ" فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب النکاح، باب شہادة المرضعة: ۵۱۰۴، ابوداود: ۳۶۰۳، ۳۶۰۴، الترمذی: ۱۱۶۷، النسائی: ۱۰۹/۶، احمد: ۸/۴، ابن حبان: ۴۲۱۶، الدارقطنی: ۱۷۵/۴، ۱۷۶، البیہقی: ۴۶۷/۷-۴۶۹، الطبرانی: ۹۷۴/۱۷، ۹۷۵، عبدالرزاق: ۱۳۹۶۷، ۱۳۹۶۸

۱۱۳۹: حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ام یحییٰ بنت ابی اھاب سے شادی کر لی تو ایک عورت آئی اور اس نے کہا، میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے اپنے نکاح میں کیسے رکھ سکتے ہو جبکہ تمہیں رضاعت سے خبردار کر دیا گیا ہے۔" چنانچہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے اسے الگ کر دیا اور اس عورت نے کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لیا۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: کیف: یہ ظرف ہے اور مبنی بر فتحہ ہے اور یہ متعدد معانی میں مستعمل ہے، یہاں اس سے مراد تعجب اور انکار ہے۔ قد قیل: یہ محلاً منصوب ہے کیونکہ حال واقع ہو رہا ہے اور حال عامل کا متقاضی ہے، لہٰذا اس کی تقدیر اس طرح ہے: کیف تکون لها زوجا وقد قیل انک اخوها؛ آپ اس کے شوہر کیونکر بن سکتے ہیں جبکہ آپ کو بتا دیا گیا ہے کہ آپ اس کے رضاعی بھائی ہیں۔

تشریح: مختلف خاندانوں یا ایک خاندان کے دو بچے ایک عورت کا دودھ مطلوبہ مقدار میں پی لیں تو ان دونوں کے درمیان رضاعت قائم ہو جائے گی، اگر ان میں سے ایک لڑکا اور دوسری لڑکی ہو گی تو وہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہونے کے ناطے ایک دوسرے سے شادی نہیں کر سکتے، اور اگر کسی نے بے خبری میں کر لی تو خبر ملتے ہی ان دونوں کے درمیان بغیر کسی طلاق کے جدائی لازم ہو جائے گی کیونکہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوعبید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ رضاعت کے ثبوت کیلئے کتنے گواہ درکار ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک مرد اور ایک عورت۔" یہ روایت محمد بن عثیم کی وجہ سے موضوع کے قریب تر ہے۔

فقہی احکام: (۱) رضاعت میں ایک عورت کی شہادت کافی ہے۔ (۲) اگر کسی نے بے خبری میں نکاح کر لیا اور نکاح کرنے کے بعد خلوت صحیحہ کر لی تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ (۳) اگر ایسے نکاح کے نتیجہ میں حمل قرار پایا تو جنم لینے والا بچہ باپ کا وارث ہوگا۔

۱۱۴۰: وَعَنْ زِيَادِ السَّهْمِيِّ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُسْتَرْضَعَ الْحَمْقَى. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ مُرْسَلٌ وَلَيْسَتْ لِزِيَادٍ صُحْبَةٌ

مراسیل ابی داؤد: ۲۰۶

۱۱۴۰: حضرت زیاد سہمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کم عقل عورتوں سے دودھ پلانا ممنوع قرار دیا ہے۔ (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے، یہ روایت مرسل ہے کیونکہ زیاد سہمی صحابی نہیں تھے۔)

لغوی تحقیق: تسترضع: مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم اور ضاد مفتوح ہے، کسی دودھ پلانے والی سے اپنے بچہ کو دودھ پلانے کا کہنا۔ الحمقی: یہ حمقاء کی جمع ہے، کم عقل خواتین۔

تشریح: امام ابوداؤد نے اسے مراسیل میں نقل کر کے اس کے مرسل ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔ ویسے بھی یہ بات متحقق ہے کہ زیاد بن اسماعیل سہمی صحابی نہیں تھے، نیز یہ مختلف فیہ ہے، یعنی ابن معین نے اسے ضعیف، علی بن مدینی اور ابوحاتم نے معتبر کہا ہے۔

۷۔ بَابُ النَّفَقَاتِ — اخراجات کا بیان

۱۱۴۱: عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ دَخَلَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ امْرَأَةُ أَبِي سُفْيَانَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ لَا يُعْطِينِي مِنَ النَّفَقَةِ مَا يَكْفِينِي وَيَكْفِي بَنِيَّ, إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْ مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمِهِ, فَهَلْ عَلَيَّ فِي ذَلِكَ مِنْ جُنَاحٍ؟ فَقَالَ "خُذِي مِنْ مَالِهِ بِالْمَعْرُوفِ مَا يَكْفِيكِ, وَيَكْفِي بَنِيكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بخاری، کتاب النفقات، باب اذا لم ینفق الرجل فللمرأۃ ان تاخذ بغیر علمہ: ۵۳۶۴، مسلم: ۱۷۱۴، ابوداود: ۳۵۳۲، النسائی: ۲۴۶/۸، ابن ماجۃ: ۲۲۹۳، احمد: ۶/ ۵۰، الدارمی: ۲۲۵۹، ابن حبان: ۴۲۵۵۔ ۴۲۵۸، الشافعی: ۲/ ۶۲، الحمیدی: ۲۴۲، البیهقی: ۱۰/ ۱۴۱

۱۱۴۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! ابوسفیان ایک کنجوس آدمی ہے، وہ مجھے اس قدر خرچ نہیں دیتا جس سے میری اور میرے بچوں کی ضروریات پوری ہو سکیں الا یہ کہ میں اس کی لاعلمی میں اس کا مال لے لوں، کیا میرے لیے ایسا کرنا قابل مواخذہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "احسن طریقے سے تم اس قدر مال لے سکتی ہو جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: النفقات: یہ نفقة کی جمع ہے، ابن فارس کہتے ہیں کہ اس کا مادہ نون، فاء اور قاف ہے، اس کے لغوی معنی کسی چیز کے جانے کے ہیں، اہل زبان نقدی یا اسی کی مثل کسی دوسرے مال کو نفقہ کہتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں قیام وطعام، ملبوسات اور دیگر اشیائے ضروریات پر اٹھنے والے مصارف کو نفقہ کہا جاتا ہے۔ اس کی مختلف اقسام ہیں۔ (۱) بیوی کے اخراجات۔ (۲) عزیز و اقارب پر اٹھنے والے اخراجات۔ (۳) ملازمین اور پالتو جانوروں پر اٹھنے والے اخراجات۔ (۴) اپنی ذات اور اپنی اولاد پر اٹھنے والے اخراجات۔ شحیح: یہ مبالغہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا صیغہ ہے، یعنی بہت زیادہ کنجوس۔ جناح: جیم مضموم، گناہ۔ **المعروف**: مناسب مروجہ طریقہ۔

فقہی احکام: (۱) مرد پر بیوی بچوں اور والدین کی کفالت لازم ہے۔ (۲) بیوی بچوں اور والدین پر اٹھنے والے اخراجات شوہر کی استطاعت کے موافق ہونا چاہیے۔ (۳) شوہر اگر مناسب اخراجات کیلئے رقم نہ دے تو بیوی حسب ضرورت شوہر کا مال چرا کر اخراجات پورے کر سکتی ہے۔ (۴) حاکم وقت کو شکایت کرنا غیبت کے زمرے میں نہیں آتا (۵) استفتاء کا جواب سوال کے مطابق دیا جائے کیونکہ، اس میں فریق مخالف کو طلب کرنا ضروری نہیں۔

۱۱۴۲: وَعَنْ طَارِقِ الْمُحَارِبِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ,فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ وَيَقُولُ "يَدُ الْمُعْطِي الْعُلْيَا ,وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ أُمَّكَ وَأَبَاكَ ,وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ ,ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ" رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ,وَالدَّارَقُطْنِيُّ.

النسائی، کتاب الزکاۃ، باب ایتھما الید العلیا: ۵/ ۶۱ (۲۵۳۳)، ابن حبان: ۴۲۶۰، الدارقطنی: ۳/ ۴۴، ۴۵، الطبرانی: ۸۱۷۵، ابن ابی شیبۃ: ۳/ ۲۱۲، الطیالسی: ۱۲۵۷، البیہقی: ۱۶۱۷۱ - ۱۶۱۷۵

۱۱۴۲: حضرت طارق محاربی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ پہنچے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ ممبر پر کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے "دینے والا ہاتھ بلند ہے اور اخراجات کا آغاز ان سے کر جن کا تو کفیل ہے، ان میں تیری والدہ، تیرا والد، تیرے بہن بھائی، پھر درجہ بدرجہ دیگر قریبی رشتہ دار شامل ہیں۔" (اسے نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان اور دارقطنی نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: وابدأ بمن تعول: خرچہ کا آغاز ان سے کر جن کا تو کفیل ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ بیٹے پر یہ لازم ہے کہ وہ والدین کے جائز اخراجات پورے کرے کیونکہ وہ جس طرح بیوی بچوں کا کفیل ہے، اسی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر والدین کا کفیل ہے۔ اس کی مؤید روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آدمی کیلئے سب سے پاکیزہ مال اس کی اپنی کمائی ہے اور اس کی اولاد کی کمائی بھی اس کی اپنی کمائی ہے۔" زیر مطالعہ حدیث صحیح ہے۔

فقہی احکام: اولاد پر لازم ہے کہ وہ اپنے والدین کے قیام وطعام اور دیگر ضروریات کو احسن طریقہ سے پورا کریں۔

۱۱۴۳: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ ,وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا يُطِيقُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الایمان، باب اطعام المملوک ممایأکل ......: ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، المؤطا: ۲/ ۹۸۰، ادب المفرد: ۱۹۲، ۱۹۳، احمد: ۲/ ۳۴۲، البیہقی: ۸/ ۸

۱۱۴۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "غلام کو کھانا پینا اور لباس دینا مالک کے ذمہ لازم ہے اور اس سے اس کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔" (مسلم)

تشریح: اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی کر دیا، وہ اسے وہی کچھ کھلائے جو کچھ وہ خود کھاتا ہے اور ویسا ہی پہنائے جیسا خود پہنتا ہے۔"

فقہی احکام: خادموں اور ملازمین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ضروری ہے۔

۱۱۴۴: وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ ,عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ "أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طَعِمتَ ,وتَكسُوهَا إذَا اِكتَسَيتَ ,وَلا تَضرِبِ الْوَجهَ ,وَلا تُقَبِّح"...اَلحَدِيثُ ، وتقَدَّمَ فِي عِشرَةِ النِّسَاءِ.

تخریج وتشریح وغیرہ حدیث نمبر۱۰۲۰ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۴۴: حضرت حکیم بن معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ہر ایک پر اس کی اہلیہ کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب خود کھاؤ تو انہیں بھی کھلاؤ اور جب اپنے لیے نیا لباس بناؤ تو ان کیلئے بھی بناؤ، اس کے منہ پر مت مارو اور انہیں برا مت کہو۔" (یہ روایت باب عشرة النساء میں گزر چکی ہے۔)

۱۱۴۵: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَدِيثِ الْحَجِّ بِطُولِهِ قَالَ فِي ذِكْرِ النِّسَاءِ " وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

تخریج اور تشریح حدیث نمبر۷۳۲ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۴۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حج سے متعلق مفصل روایت کے ضمن میں بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے خواتین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: "عورتوں کو اچھے طریقے سے کھانا اور لباس فراہم کرنا مردوں کا فریضہ ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: معروف: اس سے مراد حسب استطاعت ہے۔

۱۱۴۶: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ " رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَهُوَ عِنْدَ مُسْلِمٍ بِلَفْظِ "أَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوتَهُ"

عشرة النساء للنسائی : ۲۹۵، مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة على العيال ...... : ۹۹۶، ابوداود: ۱۶۹۲، احمد: ۱۶۰/۲، ابن حبان: ۴۲۴۰، ۴۲۴۱، الحلية: ۱۳۵/۷، الحاكم: ۵۰۰/۴، البيهقي: ۴۶۷/۷، الحميدی: ۵۹۹، الطيالسي: ۲۲۸۱، المعجم الكبير للطبرانی: ۱۳۴۱۴، البخاری: ۳۳۶۵

۱۱۴۶: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک آدمی کے گناہگار ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو برباد کردے جن کا وہ کفیل ہے۔" اسے نسائی نے بیان کیا اور یہ روایت مسلم میں ان الفاظ سے ہے کہ "وہ اپنے ماتحت افراد کا کھانا دانہ بند کردے"

لغوی تحقیق: یقوت: یہ قوت سے ماخوذ ہے، ایسی چیز جو جزو بدن بن کر جسم کو تقویت دے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اپنے ماتحت اور زیر سایہ افراد کو مناسب خوراک مہیا نہ کرنا انسان کے بڑے جرائم میں شمار ہوگا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ایک عورت کو اس لیے عذاب دیا گیا کہ اس نے ایک بلی پکڑ کر باندھ دی تھی، وہ نہ تو اسے آزاد کرتی تھی اور نہ خوراک دیتی تھی، اسی حالت میں وہ بلی بھوکی مرگئی۔"

فقہی احکام: (۱) پالتو جانوروں کو مناسب خوراک دینا مالک کا فریضہ ہے۔ (۲) رعایہ کو روزگار فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔

۱۱۴۷: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ يَرْفَعُهُ ,فِي الْحَامِلِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا قَالَ لَا نَفَقَةَ لَهَا. أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ ,لَكِنْ قَالَ: الْمَحْفُوظُ وَقْفُهُ.

البيهقی، كتاب العدد، باب من قال لا نفقة للمتوفى عنها حاملا كانت او غير حامل: ۱۵۸۸۹

۱۱۴۷: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایسی حاملہ جس کا شوہر فوت ہوجائے اس کا خرچہ شوہر پر نہیں ہے۔" (اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں، لیکن امام بیہقی کا کہنا ہے کہ محفوظ یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔)

فقہی احکام: (۱) بیوہ خاتون کیلئے دوران عدت قیام ہے طعام نہیں۔ لیکن اسے اس کے شوہر کی متروکہ جائداد سے اس کا مقرر حصہ ملے گا اور وہ اس سے اپنے اخراجات پورے کرے گی۔ (۲) اگر وہ حاملہ ہے تو پھر وضع حمل کے بعد اس بچے کو بھی باپ کی وراثت سے اس کا مقرر حصہ ملے گا۔

۱۱۴۸: وَثَبَتَ نَفْيُ اَلنَّفَقَةِ فِي حَدِيثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رضی اللہ عنہا كَمَا تَقَدَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث نمبر ۱۱۰۸ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۴۸: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں بھی نفقہ کی نفی ثابت ہے، یہ حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے۔ (مسلم)

۱۱۴۹: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ اَلْيَدِ السُّفْلَى ,وَيَبْدَأُ أَحَدُكُمْ بِمَنْ يَعُولُ .تَقُولُ اَلْمَرْأَةُ: أَطْعِمْنِي ,أَوْ طَلِّقْنِي" رَوَاهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ ,وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

الدارقطنی: ۳/۲۹۷، البخاری، کتاب النفقات، باب وجوب النفقة علی الاهل و العیال: ۵۳۵۵، المعجم الاوسط: ۹۲۴۷، ۹۴۸۳، فتح الباری: ۹/۵۰۱

۱۱۴۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، آپ میں سے ہر ایک کو آغاز ان سے کرنا چاہیے جن کا وہ کفیل ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ عورت یہ کہے کہ مجھے کھلاؤ ورنہ طلاق دے دو۔" اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث کا نصف اول بخاری نے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے، جبکہ نصف آخر؛ تقول المرأة اطعمنی او طلقنی؛ کے بارے میں جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، یہ جملہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا، نہیں، یہ میرا استنباط ہے۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ اس آخری جملہ کو مرفوع نقل کرنا خطا ہے۔ عاصم بن ابی النجود سے یہ جملہ حماد بن سلمہ اور شریک بن عبداللہ نے مرفوع نقل کیا ہے۔ اور ان دونوں کا حافظہ میں اعلیٰ درجہ کی پائیداری نہیں تھی، نیز ان کے شیخ عاصم کا حافظہ بھی کمزور تھا۔

۱۱۵۰: وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ اَلْمُسَيَّبِ فِي اَلرَّجُلِ لَا يَجِدُ مَا يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ قَالَ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا. أَخْرَجَهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ: عَنْ سُفْيَانَ ,عَنْ أَبِي اَلزِّنَادِ, عَنْهُ قَالَ فَقُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ اَلْمُسَيَّبِ: سُنَّةٌ؟ فَقَالَ سُنَّةٌ. وَهَذَا مُرْسَلٌ قَوِيٌّ.

سعید بن منصور: ۲۰۲۲، عبدالرزاق: ۱۲۳۵۷، الدارقطنی: ۳/۲۹۷، علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۱۲۹۳

تنبیہ: مطبوعہ مصنف عبدالرزاق میں زیر بحث قول کو ابوزناد کے مقولہ کے طور پر نقل کیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نساخ کے تسامح کی وجہ سے؛ عن سعید بن میسّب کے الفاظ تحریر ہونے سے رہ گئے ہیں۔

۱۱۵۰: حضرت سعید بن میسّب نے ایک شخص کے بارے میں کہا، جو اپنی بیوی کو نان ونفقہ دینے سے قاصر تھا، ان دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے۔ اس روایت کو سعید بن منصور نے از سفیان از ابی زناد از سعید بن میسّب نقل کیا ہے، ابوزناد کہتے ہیں کہ میں نے سعید سے پوچھا، کیا یہ مسنون طریقہ ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں۔ اور یہ قوی مرسل ہے۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو مرسل قوی اس لیے کہا ہے کہ معروف یہ ہے کہ سعید بن میسّب ہمیشہ ثقہ راوی سے مرسل روایت کرتے تھے۔ واضح رہے کہ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ سعید بن میسّب ہمیشہ ثقہ راوی سے مرسل روایت کرتے تھے تب بھی یہ روایت حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ ممکن ہے کہ اس ثقہ راوی نے کسی ضعیف راوی سے مرسل بیان کی ہو، اسی مفہوم کی ایک مرفوع روایت امام دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اس روایت کے بارے میں ابن قطان کا خیال ہے کہ اس میں امام دارقطنی کو وہم ہوا ہے، امام ابوحاتم کا کہنا ہے کہ اسحاق بن منصور کو وہم ہوا۔ مختصر یہ ہے کہ وہم کسی کو بھی ہوا ہو، یہ بات مسلم ہے کہ زیر بحث الفاظ کا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔

۱۱۵۱: وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ فِي رِجَالٍ غَابُوا عَنْ نِسَائِهِمْ أَنْ يَأْخُذُوهُمْ بِأَنْ يُنْفِقُوا أَوْ يُطَلِّقُوا ,فَإِنْ طَلَّقُوا بَعَثُوا بِنَفَقَةِ مَا حَبَسُوا. أَخْرَجَهُ الشَّافِعِيُّ ثُمَّ الْبَيْهَقِيّ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

الامام للشافعي: ۵/ ۱۹۱، البيهقي: ۷/ ۴۶۹، عبدالرزاق، باب الرجل يغيب عن امرأته فلا ينفق عليها: ۱۲۳۴۶، ۱۲۳۴۷، معرفة السنن والآثار، كتاب النفقات، باب غيبة الزوج عن المرأة بعد التخلية: ۴۷۴۸، الشافعي: ۲/ ۶۵

۱۱۵۱: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امراء لشکر کی طرف ایسے مردوں کے بارے میں لکھا جو اپنی بیویوں سے الگ تھے کہ وہ انہیں مجبور کریں کہ وہ اپنی بیویوں کو خرچہ دیں ورنہ طلاق دے دیں، اگر طلاق دیں تو پھر اس مدت کا خرچہ دیں جس میں انہوں نے اپنی بیویوں کو بغیر خرچہ دیئے اپنے نکاح میں رکھا ہے (اسے شافعی اور بیہقی نے عمدہ سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: امراء: یہ امیر کی جمع ہے، لشکر کے قائد۔ الاجناد: یہ جند کی جمع ہے یعنی لشکر۔

تشریح: نافع سے یہ روایت عبیداللہ بن عمر اور ایوب نقل کرتے ہیں، عبیداللہ بن عمر جب نقل کرتے ہیں تو وہ نافع عن ابن عمر کتب عمر کہتے ہیں، لیکن جب ایوب نقل کرتے ہیں تو وہ عن نافع قال کتب عمر ...... کہتے ہیں، پہلا طریق موصولاً اور دوسرا منقطع ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ تقریب میں لکھتے ہیں کہ احمد بن صالح، نافع سے منقول روایات میں عبیداللہ بن عمر کو امام مالک سے بھی مقدم رکھتے ہیں، اس سے یہ واضح ہوا کہ موصولاً طریق محفوظ ہے۔

فقہی احکام: بیوی کو معلق رکھنا درست نہیں۔

۱۱۵۲: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! عِنْدِي دِينَارٌ؟ قَالَ "أَنْفِقْهُ عَلَى نَفْسِكَ" قَالَ عِنْدِي آخَرُ؟ قَالَ "أَنْفِقْهُ عَلَى وَلَدِكَ" قَالَ عِنْدِي آخَرُ؟ قَالَ "أَنْفِقْهُ عَلَى أَهْلِكَ" قَالَ عِنْدِي آخَرُ , قَالَ "أَنْفِقْهُ عَلَى خَادِمِكَ" قَالَ عِنْدِي آخَرُ , قَالَ "أَنْتَ أَعْلَمُ" أَخْرَجَهُ الشَّافِعِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ , وَأَبُو دَاوُدَ ,وَأَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ بِتَقْدِيمِ الزَّوْجَةِ عَلَى الْوَلَدِ.

ابوداود، كتاب الزكاة، باب في صلة الرحم: ۱۶۹۱، الشافعي: ۲/ ۶۳، ۶۴، احمد؛ ۲/ ۲۵۱، النسائي: ۵/ ۶۲، ابن حبان: ۳۳۳۷، ۴۲۳۳ ـ ۴۲۳۵، الحاكم: ۱/ ۴۱۵، البيهقي: ۷/ ۴۶۶

تنبیہ: (۱) بلوغ المرام مطبوعہ جمعیت احیاء التراث الاسلامی، مطبوعہ مکتبہ دارالسلام، بلوغ المرام مع سبل السلام مطبوعہ دارالفکر میں؛ اخرجه شافعي و ابوداؤدو اللفظ له ؛ مرقوم ہے، جبکہ بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں؛ اخرجه الشافعي واللفظ له ؛ ہے اور یہی درست ہے کیونکہ مؤلف رحمہ اللہ نے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ مسند شافعی کے ہیں۔ (۲) مطبوعہ الحاکم میں ؛الزوجة؛ کی ؛الولد؛ پر تقدیم نہیں، البتہ نسائی اور ابن حبان میں ہے۔

۱۱۵۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس ایک دینار ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے اپنی ذات پر خرچ کر۔" اسے نے عرض کیا، میرے پاس ایک اور ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ اپنی اولاد پر خرچ کر۔" اس نے عرض کیا، میرے پاس ایک اور ہے؟ ارشاد ہوا "اپنی بیوی پر خرچ کر۔" اس نے عرض کیا، میرے پاس ایک اور ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ اپنے خادم پر خرچ کر۔" اس نے عرض کیا، میرے پاس ایک اور ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارے میں تجھے خوب علم ہے۔" (اسے شافعی نے بیان کیا، مذکورہ الفاظ شافعی کے ہیں، اسے ابوداؤد نے بھی بیان کیا ہے، نسائی اور حاکم نے جو روایت بیان کی ہے اس میں بیوی کا ذکر اولاد سے پہلے ہے۔)

۱۱۵۳: وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ, عَنْ أَبِيهِ, عَنْ جَدِّهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ "أُمَّكَ" قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ "أُمَّكَ" قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ "أُمَّكَ" قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ "أَبَاكَ, ثُمَّ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ.

ابوداود، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین: ۵۱۳۹، الترمذی: ۱۸۹۷، احمد: ۳/۵، الحاکم: ۴/۱۵۰، البیھقی: ۴/۱۷۹، مسلم: ۲۵۴۸، ابن حبان: ۴۳۳، ۴۳۴، ابن ماجة: ۳۶۵۸، المعجم الاوسط: ۲۳۷۷، ۵۷۲۴، مسلم: ۲۵۴۸

۱۱۵۳: حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تیری والدہ۔" میں نے عرض کیا، پھر کون؟ ارشاد ہوا "تیری والدہ۔" میں نے عرض کیا، پھر کون؟ ارشاد ہوا "تیری والدہ۔" میں نے عرض کیا، پھر کون؟ ارشاد ہوا "تیرا والد، پھر درجہ بدرجہ دیگر قریبی رشتہ دار۔" (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ حقوق العباد میں سب سے مقدم حق والدہ کا ہے۔ اسی مفہوم کی احادیث حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں، البتہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طریق میں والدہ کا تذکرہ ایک بار ہے، لیکن راجح طریق وہی ہے جس میں تین بار مذکور ہے۔

۸۔ بَابُ الْحِضَانَةِ پرورش کا بیان

۱۱۵۴: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ ابْنِي هَذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وِعَاءً, وَثَدْيِي لَهُ سِقَاءً, وَحِجْرِي لَهُ حِوَاءً, وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِي, وَأَرَادَ أَنْ يَنْتَزِعَهُ مِنِّي فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ, مَا لَمْ تَنْكِحِي" رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَأَبُو دَاوُدَ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب من احق بالولد: ۲۲۷۶، احمد: ۲/۱۸۲، الدارقطنی: ۳/۳۰۵، الحاکم: ۲/۲۰۷، البیھقی: ۸/۴، ۵

۱۱۵۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میرے اس بیٹے کیلئے میرا پیٹ برتن، میری چھاتی اس کیلئے مشکیزہ اور میری گود اس کیلئے مسکن رہی، اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور وہ یہ بچہ مجھ سے چھیننا چاہتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تک تم عقد ثانی نہیں کرتی اس وقت تک تم اس کی زیادہ حقدار ہو۔" (اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: الحضانة: حاء کو مفتوح اور مکسور دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ حضن سے ماخوذ ہے، اس کے لفظی معنی پہلو کے ہیں۔ مربی چونکہ بچے کو اپنے پہلو میں لیتا ہے، اس لیے یہ پرورش کرنے کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ وعاء: واؤ مکسور اور الف کے بعد ہمزہ، برتن یعنی میں نے وضع حمل تک اسے اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا ہے۔ ثدی: چھاتی۔ سقاء: سین مکسور اور الف کے بعد ہمزہ، چمڑے سے بنا ہوا برتن جو پانی وغیرہ رکھنے کیلئے استعمال ہوتا ہے، یعنی مشکیزہ۔ حجری: حاء کو مفتوح اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، گود۔ حواء: حاء مکسور اور الف کے بعد ہمزہ، ایسی جگہ جس نے کسی چیز کا احاطہ کر رکھا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں اس دانا خاتون نے ان تین اوصاف کا تذکرہ کیا ہے جو ماں کے ساتھ خاص ہیں، ان میں سے دو مقدم الذکر اوصاف اور تیسرا وصف یعنی وضع حمل اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان کیا ہے۔ ممکن ہے کہ ان تینوں اوصاف کی وجہ سے اولین تین حق ماں کے رکھے گئے ہیں۔ جن کا ذکر سابقہ حدیث میں گزر چکا ہے۔

فقہی احکام: ماں جب تک عقد ثانی نہ کرے اس وقت تک ماں کا حق بچے پر مقدم ہے۔

١١٥٥: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ زَوْجِي يُرِيدُ أَنْ يَذْهَبَ بِابْنِي, وَقَدْ نَفَعَنِي, وَسَقَانِي مِنْ بِئْرِ أَبِي عِنَبَةَ فَجَاءَ زَوْجُهَا, فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم "يَا غُلَامُ! هَذَا أَبُوكَ وَهَذِهِ أُمُّكَ, فَخُذْ بِيَدِ أَيِّهِمَا شِئْتَ" فَأَخَذَ بِيَدِ أُمِّهِ, فَانْطَلَقَتْ بِهِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَالْأَرْبَعَةُ, وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب من احق بالولد: ٢٢٧٧، الترمذی: ١٣٨١، النسائی: ١٨٥/٦، ابن ماجة: ٢٣٥١، احمد: ٢٤٦/٢

١١٥٥: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا شوہر مجھ سے میرا بیٹا چھیننا چاہتا ہے، میرا بیٹا میرا ہاتھ بٹاتا ہے، وہ مجھے ابوعنبہ کے کنویں سے پانی لا کر دیتا ہے، اسی دوران اس کا شوہر بھی حاضر ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو مخاطب کر کے فرمایا: "برخوردار! یہ تیرا والد ہے اور یہ تیری والدہ ہے، تو ان دونوں میں سے جس کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے اس کا ہاتھ تھام لے۔" اس نے اپنی والدہ کا ہاتھ تھام لیا اور وہ اسے لے کر چلی گئی۔ (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: بئـر: باء مکسور اور ہمزہ ساکن، ہمزہ کو باء سے تبدیل کر کے بھی پڑھنا درست ہے، اس کی جمع قلت دو اوزان پر آتی ہے یعنی افعال کے وزن پر آبار اور افعل کے وزن پر ابؤر، کنواں۔

تشریح: سن تمیز کو پہنچنے سے قبل بچے کی تربیت کا حق ماں کو ہے بشرطیکہ وہ عقد ثانی نہ کرے، اور اگر وہ عقد ثانی کر لے تو پھر باپ کا حق مقدم ہے خواہ باپ بھی شادی کر لے، لیکن جب بچہ سن تمیز کو پہنچ جائے تو پھر بچے کو دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ رہنے کا اختیار دیا جائے گا، اور وہ جسے پسند کرے گا، اسی کے سپرد کر دیا جائے گا۔

١١٥٦: وَعَنْ رَافِعِ بْنِ سِنَانٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ أَسْلَمَ, وَأَبَتِ امْرَأَتُهُ أَنْ تُسْلِمَ فَأَقْعَدَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْأُمَّ نَاحِيَةً, وَالْأَبَ نَاحِيَةً, وَأَقْعَدَ الصَّبِيَّ بَيْنَهُمَا فَمَالَ إِلَى أُمِّهِ, فَقَالَ "اَللَّهُمَّ اهْدِهِ" فَمَالَ إِلَى أَبِيهِ, فَأَخَذَهُ. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ, وصححه الْحَاكِمُ

ابوداود، تفریع ابواب الطلاق، باب اذا اسلم احد الابوین مع من یکون الولد: ٢٢٤٤، النسائی: ٦/ ١٨٥، احمد: ٥/ ٤٤٦، ٤٤٧، الحاکم: ٢/ ٢٠٦

١١٥٦: حضرت رافع سنان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا، جبکہ ان کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف ماں کو اور دوسری طرف باپ کو بٹھا لیا، اور بچے کو ان دونوں کے مابین بٹھا دیا، چنانچہ بچہ ماں کی طرف مائل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ "اے اللہ! اس بچے کی راہنمائی فرما۔" چنانچہ وہ اپنے باپ کی طرف مائل ہو گیا، اور اس نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ (یہ حدیث حضرت ابوسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔)

فقہی احکام: (١) والدین دونوں مسلمان ہوں اور بچہ سن تمیز کی عمر نہ پہنچا ہو تو ماں کا حق مقدم ہے بشرطیکہ اس نے عقد ثانی نہ کیا ہو۔ (٢) والدین میں سے ایک مسلمان اور دوسرا کافر ہو، بچہ سن تمیز کو پہنچا ہو یا نہ، بچہ کو اختیار دیا جائے کہ وہ کسی ایک کو اختیار کر لے۔ (٣) والدین مسلمان ہوں، بچہ سن تمیز کو پہنچ چکا ہو تو بچے کو اختیار دیا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۱۵۷: وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَضَى فِي ابْنَةِ حَمْزَةَ لِخَالَتِهَا ,وَقَالَ" اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ " أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ

البخاری، کتاب جزاء الصید، باب لبس السلاح: ۱۸۴۴ وفی الصلح: ۲۶۹۹ و فی المغازی: ۴۲۵۱، احمد: ۴/ ۲۹۸، ابن حبان: ۴۸۷۳، البیھقی: ۵/۸ ، ۶، الدارمی: ۲ /۲۳۷

۱۱۵۷: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو ان کی خالہ کے سپرد کرنے کا حکم صادر کرتے ہوئے فرمایا: "خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔" (بخاری)

تشریح: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے مفصل روایت کا فقط آخری حصہ نقل کیا ہے، جس کی مختصر وضاحت اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب صلح حدیبیہ کے بعد عمرہ کرنے مکہ تشریف لے گئے تو عمرہ کی ادائیگی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس ہونے لگے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے کہا، اے میرے چچا! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بچی کو اٹھا لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا، اپنے چچا کی بیٹی کو اپنے پاس رکھیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے اٹھا لیا، پھر اس بچی کی کفالت کے بارے میں حضرت علی، حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم کے مابین تنازع پیدا ہو گیا اور یہ قضیہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے حق ولایت پر یہ دلیل دی کہ یہ میرے قبضہ میں ہے اور میری چچا زاد بہن بھی ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ صادر کرتے ہوئے فرمایا: "خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: "آپ مجھ سے ہیں اور میں آپ سے ہوں۔" حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: "آپ شکل وصورت اور اخلاق میں میرے مشابہ ہیں۔" اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: "آپ ہمارے بھائی اور دوست ہیں۔"

فقہی احکام: جب ماں اور باپ دونوں نہ ہوں تو پھر حق تربیت خالہ کو حاصل ہے۔

۱۱۵۸: وَأَخْرَجَهُ أَحْمَدُ مِنْ حَدِيثِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ فَقَالَ" وَالْجَارِيَةُ عِنْدَ خَالَتِهَا ,فَإِنَّ الْخَالَةَ وَالِدَةٌ "

احمد: ۱/ ۹۸ ، ۹۹، ابوداود، ابواب تفریع الطلاق، باب من احق بالولد: ۲۲۷۸ ـ ۲۲۸۰

۱۱۵۸: امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں "لڑکی اپنی خالہ کے پاس رہے گی کیونکہ خالہ ماں ہے۔"

لغوی تحقیق: الخالة والدة: یعنی خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔

۱۱۵۹: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ ,فَإِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ ,فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ .

البخاری، کتاب العتق، باب اذا اتی احدکم خادمہ بطعامہ: ۲۵۵۷، مسلم: ۱۶۶۳، ابوداود: ۳۸۴۶، ابن ماجۃ: ۳۲۸۹، احمد: ۲/ ۴۰۹، ۴۳۰

۱۱۵۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کسی ایک کا خادم جب اسے کھانا پیش کرے تو وہ اسے اگر اپنے ساتھ کھانے پر نہیں بٹھا سکتا تو کم از کم اسے ایک یا دو لقمے ضرور دے۔" (بخاری و مسلم مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔)

فقہی احکام: جس کی پرورش جس کے ذمہ ہو وہ اس کے ساتھ مشفقانہ رویہ اختیار کرے، ماں کا رویہ چونکہ باپ کے مقابلہ میں زیادہ مشفقانہ ہوتا ہے بنابریں بچے پر ماں کا حق مقدم رکھا گیا ہے۔

۱۱۶۰: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ ,فَدَخَلَتِ النَّارَ فِيهَا ,لَا هِيَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا إِذْ هِيَ حَبَسَتْهَا ,وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا ,تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

البخاری،کتاب المساقاة،باب فضل سقی الماء:۲۳۶۵، مسلم: ۲۲۴۲، الدارمی: ۲۸۱۴، ابن حبان: ۵۴۶،البیهقی:۲۱۴/۵، ۲۱۵

۱۱۶۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا،اس نے اس بلی کو قید کر رکھا تھا اور وہ حالت قید میں ہی مرگئی اور وہ عورت جہنم میں داخل ہوگئی، کیونکہ وہ اس بلی کو کھلاتی پلاتی نہیں تھی، جبکہ اس نے اسے قید بھی کر رکھا تھا، اور نہ ہی وہ اسے آزاد کرتی تھی کہ وہ حشرات الارض کھا کر اپنا پیٹ بھر لے۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: فی هرة :یہاں؛فی؛سببیہ ہے یعنی اس بلی کی وجہ سے وہ عورت جہنم میں داخل ہوئی۔ سجنتها :اس نے اسے باندھ رکھا تھا۔ خشاش:حشرات۔

فقہی احکام: (۱)جانوروں کو پالنے کی نیت سے قید کیا جاسکتا ہے۔(۲)ایسے جانوروں کو وقت پر اشیاء خورد ونوش دینا ہوگی۔(۳)کسی کو بھوکا پیاسا رکھ کر اسے اس کی زندگی سے محروم کر دینے کی سزا جہنم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْجِنَايَاتِ

جرائم کے مسائل

١۔ بَابُ فِي الْقَوَدِ وَ الْقِصَاصِ قصاص کا بیان

١١٦١: عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ; يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ, وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ, إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ اَلثَّيِّبُ الزَّانِي, وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ, وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ; اَلْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الدیات، باب فی قول اللہ تعالیٰ ﴿ان النفس بالنفس﴾: ٦٨٧٨، مسلم: ١٦٧٦، ابوداود: ٤٣٥٢، الترمذی: ١٤٣٥، النسائی: ٧/٩٠، ٩١، ابن ماجۃ: ٢٥٣٤، احمد: ٣٨٢/١، ١٨١/٦، الدارقطنی: ٨٢/٣، ٨٣، البیہقی: ١٩٤/٨، ١٩٥، ابن حبان: ٤٤٠٧، ٥٩٧٧، الطیالسی: ٢٨٩

١١٦١: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس مسلمان کا خون حلال نہیں جو شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، ہاں تین قسم کے مجرموں کا خون حلال ہے، شادی شدہ بدکار، جان کے بدلہ میں جان، دین اسلام کو ترک کر کے مسلم جماعت سے الگ ہونے والا۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: الجنایا: یہ جنایۃ کی جمع ہے اور جنایا جنی یجنی سے مصدر ہے۔ اس کے اصلی معنی پھل چننے کے ہیں، مجازی معنی کسی کے مال وجان اور اسکی عزت پامال کرنے کے ہیں۔ فقہی اصطلاح میں کسی کو ایسا جانی یا مالی نقصان پہنچانا جو قصاص کا متقاضی ہو۔ **مسلم:** یہ امرء کی صفت مقید ہے۔ **باحدی ثلاث:** تین جرائم میں سے کم از کم کسی ایک جرم کا ارتکاب کرلے۔ **ثیب:** یہ کنوارے/کنواری کی ضد ہے، اس کا اطلاق حضرات وخواتین دونوں پر ہوتا ہے۔ اس کا عین کلمہ بظاہر "ی" ہے، جبکہ اصل میں "واؤ" ہے۔ کیونکہ یہ ثاب یثوب سے ماخوذ ہے۔

فقہی احکام: (١) مسلمان کی عزت وآبرو اور مال وجان دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (٢) شادی شدہ زانی جوڑے کو رجم کیا جائے گا۔ (٣) جو کسی مسلمان کو ناحق قتل کردے اور مقتول کے ورثا معاف کرنے یا دیت لینے کیلئے راضی نہ ہوں تو اسے قتل کیا جائے گا۔ (٤) مرتد کی سزا قتل ہے۔

١١٦٢: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا يَحِلُّ قَتْلُ مُسْلِمٍ إِلَّا فِي إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ زَانٍ مُحْصَنٌ فَيُرْجَمُ, وَرَجُلٌ يَقْتُلُ مُسْلِمًا مُتَعَمِّدًا فَيُقْتَلُ, وَرَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ الْإِسْلَامِ فَيُحَارِبُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ, فَيُقْتَلُ, أَوْ يُصْلَبُ, أَوْ يُنْفَى مِنَ الْأَرْضِ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن ارتد: ٤٣٥٣، النسائی: ٢٣/٨، احمد: ٢١٤/٦، الحاکم: ٣٦٧/٤، المعجم الاوسط: ٣٧٧٢، الدارقطنی: ٨٢/٣، ٨٣، ابن حبان: ٤٤٢٥، ٤٤٣١، الطیالسی: ٥٤٠، ابن ابی شیبۃ: ١٨٠/١٠، مسلم: ١٦٩٠، البیہقی: ٢١١/٨، عبدالرزاق: ١٣٣٦٣

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

۱۱۶۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ماسوا تین جرائم کے کسی اور جرم میں مسلمانوں کو قتل کرنا درست نہیں، شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جائے گا، جس نے کسی مسلمان کو عمداً قتل کیا اسے قتل کیا جائے گا، ایسا شخص جو مرتد ہو کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف لڑائی کا آغاز کر دے اسے تختہ دار پر لٹکایا جائے گا یا پھر اسے جلاوطن کر دیا جائے گا۔" (اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **الخصال:** یہ **خصلة** کی جمع ہے، یعنی انسانی عادات وخصائل، یہ اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور برے بھی، اگر اچھے ہوں تو انہیں اوصاف حمیدہ کہا جاتا ہے اور اگر برے ہوں تو انہیں خصائل رذیلہ کہا جاتا ہے۔ **محصن**: شرعی اصطلاح میں کسی مرد کا کسی عورت سے نکاح صحیحہ کرنا۔ **فیرجم**: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم، جیم مفتوح، یعنی پتھر مار مار کر جان سے مار دیا جائے۔ **یصلب**: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم، لام مفتوح، یعنی تختہ دار پر لٹکا دیا جائے۔ **ینفی**: جلاوطن کر دیا جائے۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث تین طرق سے مروی ہے، ایک طریق سے مروی روایت امام احمد، امام مسلم اور امام دارقطنی نے نقل کی ہے، امام دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع اور موقوف ہر دو طرح بیان کی ہے، دوسرے طریق سے مروی روایت امام احمد، امام نسائی، امام ابن ابی شیبہ اور امام الطیالسی نے بیان کی ہے، تیسرے طریق سے مروی روایت کو امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام حاکم نے نقل کیا ہے، اس طریق کو امام حاکم نے شیخین کی شرط کے موافق قرار دیا ہے، اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ یہ حدیث حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ شادی شدہ زانی جوڑے کو پہلے سو کوڑے مارے جائیں پھر سنگسار کیا جائے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورۃ احزاب، سورۃ بقرۃ جتنی طویل تھی اور اس میں یہ آیت بھی تھی کہ شادی شدہ جوڑا جب زنا کرے تو اسے رجم کر دیا جائے۔ رجم کا حکم توراۃ اور انجیل میں بھی تھا۔

۱۱۶۳: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ومن یقتل مؤمنا......﴾: ۶۸۶۴، مسلم: ۱۶۷۸، الترمذی: ۱۴۲۹، النسائی: ۷/۸۳، ابن ماجة: ۲۶۱۵ ـ ۲۶۱۷، احمد: ۱/۴۴۰، البیهقی: ۸/۲۱، ابن حبان: ۷۳۴۴، المعجم الاوسط: ۶۲، ۱۸۸۰، ۳۷۹۴، ۷۶۰۸

۱۱۶۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے روز سب سے پہلے خون کے مقدمات کا فیصلہ کیا جائے گا۔" (بخاری ومسلم)

تشریح: یہ حدیث اس حدیث کے بظاہر معارض ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا، لیکن درحقیقت ان میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ جمع کی صورت موجود ہے یعنی حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل کا حساب لیا جائے گا۔

علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خون ناحق کی بہت اہمیت ہے تبھی تو وہ سب سے پہلے اس قضیہ کا فیصلہ کرے گا۔

۱۱۶۴: وَعَنْ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ قَتَلْنَاهُ ,وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهُ جَدَعْنَاهُ " رَوَاهُ أَحْمَدُ , وَالْأَرْبَعَةُ ,وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَهُوَ مِنْ رِوَايَةِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنْ سَمُرَةَ ,وَقَدْ اُخْتُلِفَ فِي سَمَاعِهِ مِنْهُ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيِّ " وَمَنْ خَصَى عَبْدَهُ خَصَيْنَاهُ " وَصَحَّحَ الْحَاكِمُ هَذِهِ الزِّيَادَةَ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو داود، کتاب الدیات، باب من قتل عبدہ او مثل به ایقاد منه: ۴۵۱۵، ۴۵۱۶، الترمذی: ۱۴۴۷، النسائی: ۸/۲۰، ۲۱، ابن ماجة: ۲۶۶۳، احمد: ۵/۱۰، ۱۲، الدارمی: ۲۳۵۸، الحاکم: ۴/۳۶۷۔۳۶۸

۱۱۶۴: حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اپنا غلام قتل کیا، ہم اسے قتل کر دیں گے، جس نے اپنے غلام کی ناک اور اس کا کان قطع کیا، ہم اس کی ناک اور کان قطع کر دیں گے۔" (اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے، اور امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے، اور یہ روایت حضرت حسن بصری کے طریق سے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ان کے حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے سماع کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے) ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں "جس نے اپنا غلام خصی کر دیا، ہم اسے خصی کر دیں گے۔" (امام حاکم نے ان زائد الفاظ کی بھی تصحیح کی ہے۔)

لغوی تحقیق: جدع: ناک، کان یا ہونٹ کاٹنے کو جدع کہتے ہیں، لیکن اس کا عمومی اطلاق ناک کٹے پر ہوتا ہے، جبکہ دیگر کیلئے تب ہوگا جب جدع کے بعد کان یا ہونٹ کا ذکر ہوگا۔

تشریح: حضرت حسن بصری نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے احادیث کی سماعت کی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم کے تین اقوال ہیں۔ (۱) امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں کہ موصوف نے حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ (۲) ایک گروہ کا کہنا ہے کہ صرف حدیث عقیقہ سنی ہے۔ (۳) امام علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں۔ تاہم راجح قول یہی ہے کہ یہ حدیث عدم سماع کی وجہ سے منقطع ہے۔

۱۱۶۵: وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ "لَا يُقَادُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ" رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَالتِّرْمِذِيُّ, وَابْنُ مَاجَهْ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْجَارُودِ وَالْبَيْهَقِيُّ, وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ إِنَّهُ مُضْطَرِبٌ.

الترمذی، ابواب الدیات، باب ماجاء فی الرجل یقتل ابنه ......: ۱۴۰۰، ابن ماجة: ۲۶۶۲، احمد: ۱/۱۶، ۴۹، ابن الجارود: ۷۸۸، الدارقطنی: ۳/۱۴۰، البیهقی: ۸/۳۸، ابن عدی: ۵/۵۸، الاحکام الوسطی: ۷/۲۶، ۲۷، بیان الوهم والایهام: ۳/۵۶۴، ۵۶۵، المعرفة: ۶/۱۶۱

۱۱۶۵: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "باپ سے بیٹے کا قصاص نہیں لیا جائے گا۔" (اسے احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، ابن جارود اور بیہقی نے صحیح کہا ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ روایت مضطرب ہے۔)

لغوی تحقیق: یقاد: مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم ہے، اس کے لغوی معنی قصاص لینے کے ہیں، یعنی مقتول کے بدل میں قاتل کو قتل کر دیا جائے۔

تشریح: یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے منقول ہے لیکن ہر طریق کسی نہ کسی علت کی وجہ سے معلول ہے۔ تاہم حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت سراقہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث اس کی شاہد ہیں۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت عبداللہ بن لھیعہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت اسماعیل بن مسلم کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ بنابریں حافظ عبدالحق فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کی بابت جتنی بھی روایات مروی ہیں وہ سب معلول ہیں۔ علامہ البانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت تعدد طرق کی وجہ سے صحیح ہے۔ علامہ ابن قطان فرماتے ہیں کہ روایت عمر رضی اللہ عنہ، حجاج بن ارطاۃ کی وجہ سے، روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ، اسماعیل بن مسلم اور روایت سراقہ رضی اللہ عنہ اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے ضعیف ہے۔ واضح رہے کہ اسماعیل بن عیاش غیر شامی علما سے روایت کرنے میں ضعیف ہیں اور یہ روایت مثنٰی بن صباح سے نقل کرتے ہیں اور وہ غیر شامی ہیں۔ امام بیہقی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

نے المعرفة میں اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔

۱۱۶۶: وَعَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ رضی اللہ عنہ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِنَ الْوَحْيِ غَيْرَ الْقُرْآنِ؟ قَالَ لَا وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النِّسْمَةَ، إِلَّا فَهْمٌ يُعْطِيهِ اللَّهُ رَجُلًا فِي الْقُرْآنِ، وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ، قُلْتُ وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ الْعَقْلُ، وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ، وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الجهاد، باب فكاك الاسير فيه عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۳۰۴۷، الترمذی: ۱۴۴۵، النسائی: ۲۳/۸، ۲۴،احمد: ۷۹/۱، الدارمی: ۲۳۵۶، ابن الجارود: ۷۹۴، البیهقی: ۲۸/۸، المعجم الاوسط: ۲۱۸۱، ۲۵۷۶

۱۱۶۶: حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا آپ کے پاس قرآن حکیم کے علاوہ وحی کا کچھ اور حصہ بھی ہے؟ انہوں نے فرمایا، نہیں، اس ذات کی قسم جس نے اناج اگایا اور ذی روح کو پیدا کیا، ماسوا اس فہم وفراست کے جو اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو قرآن کے بارے میں عطا فرمائی ہے، اور جو کچھ اس صحیفہ میں مکتوب ہے۔ میں نے عرض کیا، اس صحیفہ میں کیا کچھ تحریر ہے؟ انہوں نے فرمایا، دیت کے احکام ،قیدی کو آزاد کرنے کا حکم اور یہ بات کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں مت قتل کیا جائے۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: فلق: اس نے پھاڑا۔ الحب: دانہ۔ برأ: اس نے پیدا فرمایا۔ النسمة: تمام ذی روح چیزیں۔ فهم: قوت استنباط یعنی الفاظ کو خوب صورت معانی کے زیور سے آراستہ کرنے کا ملکہ۔ العقل: عین مفتوح اور قاف ساکن، یعنی دیت۔ فكاك الاسير: فاء کو مکسور اور مفتوح ہر دو طرح پڑھنا درست ہے یعنی آزادی دلانا۔ الاسير: فعیل بمعنی مفعول ہے۔ گرفتار کیا گیا شخص ،یعنی قیدی۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھی وہی قرآن تھا جو دیگر صحابہ کے پاس تھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی الگ سے وصیت نامہ تحریر نہیں کروایا تھا۔

فقہی احکام: مسلمان کو کافر کے قصاص میں سزا موت نہیں دی جاسکتی۔

۱۱۶۷: وَأَخْرَجَهُ أَحْمَدُ، وَأَبُو دَاوُدَ، وَالنَّسَائِيُّ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ وَقَالَ فِيهِ، الْمُؤْمِنُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، وَيَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ، وَهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ، وَلَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ. وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الدیات، باب ایقاد المسلم بالکافر: ۴۵۳۰، النسائی: ۱۹/۸، ۲۰، احمد: ۱۱۹/۱، ۱۲۰، الحاکم: ۱۴۱/۲

۱۱۶۷: امام احمد، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے ایک دوسرے طریق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں، سب مؤمنوں کے خون برابر ہیں، ان میں سے کم تر کی اہمیت بالاتر آدمی کی مثل ہے، اور وہ سب غیر کے مقابلے میں دست واحد کی طرح ہیں، مؤمن کو کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے اور نہ کسی ذمی کو عہد پناہ میں قتل کیا جائے۔ (اسے حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: تتكافأ: یہ الكفء سے ماخوذ ہے۔ مال وجان اور عزت وآبرو کے اعتبار سے تمام مسلمانوں کے حقوق یکساں ہیں۔ ادناهم: معاشرہ کا کمتر شخص۔ وهم يد واحد علىٰ من سواهم: وہ دشمن کے مقابلے میں دست واحد کی طرح ہیں۔

تشریح: یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے مروی ہے، امام حاکم نے اس روایت کے رواۃ کو صحیحین کے رواۃ قرار دیا ہے، علامہ ابن عبدالھادی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، اور مؤلف رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اس روایت کے رواۃ صحیحین کے ہیں، لیکن کسی روایت کے صحیح ہونے کیلئے فقط یہی کافی نہیں کہ اس کے رواۃ صحیحین کے ہوں، بلکہ اس کیلئے کچھ مزید شرائط بھی ہیں اور ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ روایت مدلس راوی کی معنعن نہ ہو۔ زیر مطالعہ روایت قتادہ کی عنعنہ ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لیے فی نفسہ تو صحیح نہیں، البتہ شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔ اس کی شاہد روایت حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں۔

فقہی احکام: (۱) اسلام میں ذات پات کی تقسیم فقط تعارف کا ذریعہ ہے جبکہ حقوق و فرائض میں تمام مسلمان برابر ہیں۔ (۲) مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ کفار کے مقابلے میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔ (۳) ذمی کو قتل کرنا ممنوع ہے۔

۱۱۶۸: **وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ جَارِيَةً وُجِدَ رَأْسُهَا قَدْ رُضَّ بَيْنَ حَجَرَيْنِ, فَسَأَلُوهَا مَنْ صَنَعَ بِكِ هَذَا؟ فُلَانٌ فُلَانٌ حَتَّى ذَكَرُوا يَهُودِيًّا فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا, فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ, فَأَقَرَّ, فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُرَضَّ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ, وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.**

مسلم، کتاب القسامۃ و المحاربین والقصاص والدیات، باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیرہ......: ۱۶۷۲، البخاری: ۶۸۷۶، ۶۸۷۷، ۶۸۷۹، ابو داود: ۴۵۲۷، الترمذی: ۱۴۲۶، النسائی: ۸/ ۲۲، ابن ماجۃ: ۲۶۶۵، احمد: ۲/ ۱۸۳، الدارمی: ۲۳۵۵، ابن حبان: ۵۹۹۳

۱۱۶۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک لونڈی کا سر دو پتھروں کے مابین کچلا ہوا پایا گیا، صحابہ نے اس لونڈی سے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے، فلاں نے؟ یہاں تک کہ انہوں نے ایک یہودی کا نام لیا تو اسنے سر کے اشارے سے ہاں کہا، چنانچہ اس یہودی کو گرفتار کر لیا گیا اور اس نے اعتراف جرم کر لیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اس کا سر بھی دو پتھروں سے کچل دیا جائے۔" (بخاری ومسلم، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

لغوی تحقیق: جارية: نوخیز لڑکی اور لونڈی کو جاریہ کہا جاتا ہے، لیکن یہاں اس سے مراد لونڈی ہے، جیسا کہ مسلم اور ابو داؤد میں واضح طور پر مذکور ہے۔ رض: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے راء مضموم ہے، یعنی کچل دیا گیا۔

فقہی احکام: (۱) مقتول کے بیان پر قاتل کو گرفتار کیا جا سکتا ہے لیکن اسے قتل فقط بینہ یا اعتراف جرم پر ہی کیا جا سکتا ہے۔ (۲) مرد کو عورت کے قصاص میں قتل کیا جا سکتا ہے۔ (۳) سزا بالمثل ہونی چاہیے، یعنی جس طرح قاتل نے مقتول کو قتل کیا ہو اسے بھی اسی طرح قتل کیا جائے۔ (۴) جج کسی جرم کا از خود نوٹس بھی لے سکتا ہے۔

۱۱۶۹: **وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ غُلَامًا لِأُنَاسٍ فُقَرَاءَ قَطَعَ أُذُنَ غُلَامٍ لِأُنَاسٍ أَغْنِيَاءَ, فَأَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَلَمْ يَجْعَلْ لَهُمْ شَيْئًا. رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَالثَّلَاثَةُ, بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.**

ابو داود، کتاب الدیات، باب فی جنایۃ العبد یکون للفقراء: ۴۵۹۰، النسائی: ۸/ ۲۵، احمد: ۴/ ۴۳۸، الدارمی: ۲۳۶۸، البیہقی: ۸/ ۱۰۵، المعجم الاوسط: ۸۲۱۲

تنبیہ: اس روایت کو ترمذی کی طرف منسوب کرنا مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کا وہم ہے۔

۱۱۶۹: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غریب لوگوں کے غلام نے مالدار لوگوں کے غلام کے کان کاٹ دیئے اور وہ لوگ اپنا قضیہ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے ان کیلئے کوئی چیز مقرر نہ فرمائی۔ (اسے احمد اور تینوں نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

تشریح: اہل علم نے اس حدیث کی تشریح اپنے اپنے انداز میں فرمائی ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ بچہ جس نے کان کاٹ دیا تھا وہ نابالغ تھا، نابالغ کا چونکہ عمداً جرم بھی عمل خطا کے زمرے میں آتا ہے، اس لیے آپ ﷺ نے اس بچے کے مالکوں سے تاوان لے کر دوسرے غلام کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

مالکوں کو نہیں دیا۔ بعض کا خیال ہے کہ مجرم غلام کے مالک چونکہ تنگ دست تھے اس لیے آپ ﷺ نے انہیں دیت ادا کرنے کا حکم نہیں فرمایا۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے مجرم کے مالکوں سے تو دیت نہیں لی، البتہ مظلوم کے مالکوں کو بیت المال سے ادا کر دی۔

فقہی احکام: نابالغ اور دیوانے یا پاگل سے دیت نہیں لی جائے گی۔

١١٧٠: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ ؓ أَنَّ رَجُلًا طَعَنَ رَجُلًا بِقَرْنٍ فِي رُكْبَتِهِ ,فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَقِدْنِي فَقَالَ "حَتَّى تَبْرَأَ" ثُمَّ جَاءَ إِلَيْهِ فَقَالَ أَقِدْنِي ,فَأَقَادَهُ ,ثُمَّ جَاءَ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! عَرِجْتُ ,فَقَالَ" قَدْ نَهَيْتُكَ فَعَصَيْتَنِي ,فَأَبْعَدَكَ اللَّهُ ,وَبَطَلَ عَرَجُكَ" ثُمَّ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُقْتَصَّ مِنْ جُرْحٍ حَتَّى يَبْرَأَ صَاحِبُهُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالدَّارَقُطْنِيُّ ,وَأُعِلَّ بِالْإِرْسَالِ.

احمد: ٢/ ٢١٧، الدارقطنی: ٣/ ٨٩، ٩٠

١١٧٠: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے آدمی کے گھٹنے میں سینگ چبھو دیا اور وہ اپنا قضیہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، مجھے اس سے قصاص لے کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "زخم مندمل ہونے کے بعد آنا"، وہ پھر آیا اور عرض کیا، مجھے اس سے دیت لے کر دیں، آپ ﷺ نے اسے قصاص دلوا دیا۔ وہ پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں تو لنگڑا ہو گیا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تمہیں قصاص لینے سے منع کیا تھا مگر تم نے میری بات نہیں مانی، جس کی وجہ سے اللہ نے تجھے (اپنی رحمت سے) دور کر دیا اور تیرے لنگڑے پن کے قضیہ کو مسترد کر دیا۔" پھر آپ ﷺ نے زخم مندمل ہونے سے قبل قصاص لینے کی ممانعت فرما دی۔ (اسے احمد اور دارقطنی نے بیان کیا ہے اور اس پر مرسل ہونے کا حکم لگایا ہے۔)

لغوی تحقیق: **قرن**: قاف مفتوح اور راء ساکن، سینگ۔ **رکبة**: راء مضموم اور قاف ساکن، گھٹنا۔ **اقدنی**: ہمزہ قطعی ہونے کی وجہ سے مفتوح، قاف مکسور اور دال ساکن ہے، مجھے قصاص دلوائیں۔ **عرجت**: میں لنگڑا ہو گیا ہوں۔ **بطل عرجک**: تم قصاص لینے میں جلدی کر کے اپنے لنگڑے پن کی دیت سے محروم ہو گئے ہو۔ **جرح**: جیم مضموم اور راء ساکن، زخم۔

تشریح: یہ روایت فی نفسہ تو صحیح نہیں کیونکہ اس کے بیان کرنے والے محمد بن اسحاق اور ابن جریج مدلس ہیں، لیکن شواہد کی بنا پر یہ روایت صحیح لغیرہ ہے۔ اس شخص نے دیت لینے میں عجلت کی اور آپ ﷺ نے اس کے اصرار پر اس کی موجودہ حالت کے پیش نظر اسے پانچ اونٹ دلوا دیئے، اس شخص نے چونکہ لالچ کے پیش نظر آپ ﷺ کی ہدایت پر عمل کرنے سے پہلو تہی کی تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے زخم کو مندمل کرنے کی بجائے اسے مزید خراب کر دیا، جس کی وجہ سے اس کی ٹانگ ضائع ہو گئی۔ اگر وہ شخص آپ ﷺ کی نصیحت پر عمل کرتا تو اسے یقیناً فائدہ ہوتا۔

فقہی احکام: (١) زخم مندمل ہونے سے قبل دیت کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ (٢) اگر کوئی بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیت لے لے اور بعد میں زخم مزید خراب ہو جائے تو اسے دوبارہ دیت نہیں ملے گی (٣) رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیتی ہے

١١٧١: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ ,فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ ,فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا, فَاخْتَصَمُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنَّ دِيَةَ جَنِينِهَا غُرَّةٌ ; عَبْدٌ أَوْ وَلِيدَةٌ ,وَقَضَى بِدِيَةِ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا وَوَرَّثَهَا وَلَدَهَا وَمَنْ مَعَهُمْ فَقَالَ حَمَلُ بْنُ النَّابِغَةِ الْهُذَلِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ نَغْرَمُ مَنْ لَا شَرِبَ ,وَلَا أَكَلَ ,وَلَا نَطَقَ ,وَلَا اسْتَهَلَّ ,فَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ ,فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "إِنَّمَا هَذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ" مِنْ أَجْلِ سَجْعِهِ الَّذِي سَجَعَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البخاری، کتاب الطب، باب الکھانۃ: ۵۷۵۸۔ ۵۷۶۰، مسلم: ۱۶۸۱، ابوداود: ۴۵۷۶، الترمذی: ۱۴۴۴، النسائی: ۴۸/۸، ابن ماجۃ: ۲۶۳۹، احمد: ۲/ ۲۳۶، ۲۷۴، الدارمی: ۲۳۸۲، ابن الجارود: ۷۷۶، البیھقی: ۱۱۳/۸، ابن حبان: ۶۰۱۶۔ ۶۰۲۰، عبدالرزاق: ۱۸۳۵۱، الدارقطنی: ۱۹۷/۳، ۱۹۸

تنبیہ: (۱) مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیحین کی طرف منسوب کیا ہے، جبکہ صحیحین میں ؛اغرم؛ ہے اور مؤلف رحمہ اللہ نے ؛یغرم؛ ذکر کیا ہے۔(۲) بلوغ المرام کے مطبوعہ بعض نسخوں میں فعل مجہول ؛یُغْرَمُ؛ مذکور ہے جبکہ بعض مطبوعہ نسخوں میں فعل معروف ؛یَغْرَمُ؛ درج کیا گیا ہے۔

۱۱۷۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنو ہذیل قبیلہ کی دو خواتین کے مابین تنازع ہو گیا، ان میں سے ایک نے دوسری کو پتھر مار دیا، جس کے نتیجہ میں وہ عورت مرگئی اور اس کا حمل ضائع ہو گیا، اس کے ورثاء اپنا قضیہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا، حمل کے بدلہ میں ایک غلام یا لونڈی ہے اور عورت کے بدلہ میں قاتلہ سے کہا کہ وہ دیت ادا کرے اور اس دیت کا وارث مقتولہ کی اولاد اور اس کے رشتہ داروں کو بنایا، اس پر حمل بن نابغہ ہذلی نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! ہم اس بچے کا بدلہ کیونکر دیں جس نے نہ تو کھایا پیا، نہ کلام کیا اور نہ چیخ ماری؟ ایسا حکم قابل عمل نہیں۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ تو کاہنوں کا بھائی ہے۔" کیونکہ اس نے کاہنوں جیسی گفتگو کی ہے۔ بخاری و مسلم

لغوی تحقیق: **ھذیل**: ھاء مضموم اور ذال مفتوح، یہ عدنانی قبائل کی ایک شاخ ہے۔ **جنینھا**: اس کے لغوی معنی چھپنے کے ہیں اور یہاں اس سے مراد وہ بچہ ہے جو شکم مادر میں ہو۔ **غرۃ**: غین مضموم اور راء مشدد مفتوح، اس کے اصلی معنی اس سفیدی کے ہے جو گھوڑے کی پیشانی پر ہوتی ہے ، اہل زبان اس کا اطلاق نفیس چیز پر بھی کرتے ہیں اور یہاں اس سے مراد غلام یا لونڈی ہے۔ **ولیدۃ**: نوجوان لڑکی۔ **عاقلتھا**: یہ محذوف موصوف کی صفت ہے اور یہ العقل سے ماخوذ ہے، اس کی لفظی معنی روکنے کے ہیں، اور یہاں اس سے مراد قاتلہ خاتون کے والدین اور بھائی وغیرہ ہیں۔ **یغرم**: مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم ہے۔ تاوان ادا کیا جائے۔ **استھل**: وہ چیخا، یہاں اس سے مراد بچہ کے رونے کی وہ آواز ہے جو وہ پیدائش کے فوراً بعد نکالتا ہے۔ **یطل**: مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم ہے، اس کے لفظی معنی باطل ہونے کے ہیں اور یہاں اس سے دیت کے عدم وجوب کی طرف اشارہ ہے۔ **الکھان**: کاف مضموم اور ہاء مشدد مفتوح ہے۔ یہ کاھن کی جمع ہے۔ جو غیب کی خبریں بتانے کا مدعی ہو، اسے کاہن کہتے ہیں۔ کاہن چونکہ لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے مسجع گفتگو کرتے تھے، اس لیے حمل بن نابغہ کو کاہنوں سے تشبیہ دی گئی ہے

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں جن دو خواتین کا ذکر ہے وہ دونوں حمل بن نابغہ ہذلی کی بیویاں تھیں، قاتلہ کا یہ عمل چونکہ شبہ قتل تھا اس لیے آپ ﷺ نے اس عورت کو سزا موت دینے کا فیصلہ صادر نہیں فرمایا، یہ روایت حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اس میں حمل بن مالک ہذلی کا نام نہیں اور اس کی جگہ یہ مذکور ہے کہ اس عورت کے عصبہ رشتہ داروں میں سے کسی ایک شخص نے کہا۔ ممکن ہے کہ حمل بن مالک اس خاتون کا عصبہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ شوہر ہونے کے ناطے اسے عصبہ کہا گیا ہو، کیونکہ دیگر عصبہ رشتہ دار نہ ہونے کی صورت میں شوہر عصبہ ہوتا ہے

فقہی احکام: (۱) اگر غلطی سے کسی عورت کا حمل ضائع کر دیا جائے تو ضائع کرنے والا ایک لونڈی یا غلام دے گا۔ (۲) اگر کسی کو پتھر یا لاٹھی ماری اور وہ مرگیا تو پھر مارنے والے کے ذمہ دیت ہے (۳) عورت اگر کسی کو قتل کر دے تو اس کی طرف سے دیت اس عورت کے عصبہ ادا کریں گے۔ (۴) اگر کوئی شادی شدہ صاحب اولاد عورت قتل کر دی جائے اور اس کا شوہر دیت لینے پر راضی ہو جائے تو یہ دیت اس عورت کی اولاد اور اس کے شوہر کو ملے گی۔

۱۱۷۲: وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ مِنْ حَدِيثِ اِبْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ سَأَلَ مَنْ شَهِدَ قَضَاءَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْجَنِينِ؟ قَالَ فَقَامَ حَمَلُ بْنُ النَّابِغَةِ ,فَقَالَ كُنْتُ بَيْنَ اِمْرَأَتَيْنِ ,فَضَرَبَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى.فَذَكَرَهُ مُخْتَصَرًا وَصَحَّحَهُ اِبْنُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ

ابوداود، کتاب الدیات، باب دیة الجنین: ۴۵۷۲ـ۴۵۷۶، النسائی: ۴۷/۸، ابن حبان: ۶۰۲۱، البیهقی: ۱۱۵/۸،الطبرانی: ۳۴۸۵، ۱۱۷۶۷، ۳۵۲/۱۷، اسد الغابة: ۳۶۸/۷، الحاکم: ۵۷۵/۳

۱۱۷۲: ابوداؤد اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے فرمایا کہ آپ ﷺ نے جب جنین کے بارے میں فیصلہ صادر فرمایا تھا تو اس وقت آپ میں سے کون وہاں موجود تھا؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حمل بن نابغہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میں ان دونوں خواتین کے مابین موجود تھا، ان میں سے ایک نے دوسری کو پتھر مار دیا۔ (امام ابوداؤد نے اس روایت کو مختصر بیان کیا ہے، اسے ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: ان خواتین سے متعلق یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ **المعجم الکبیر** میں ان خواتین کے نام ملیکہ اور ام عفیف بنت مسروح مذکور ہیں نیز یہ صراحت بھی ہے کہ دونوں عورتیں حمل بن مالک کے نکاح میں تھیں، ابوداؤد میں ام عفیف کی بجائے ام غطیف مذکور ہے، **اسد الغابة** میں بھی ام غطیف ہی مذکور ہے، نیز اس میں یہ صراحت بھی ہے کہ اس نے ملیکہ کو پتھر مار کر مارا تھا۔ ابوالملیح بن اسامہ سے مروی روایت میں ہے کہ ملیکہ اور ام عفیف حمل بن مالک کے نکاح میں تھیں۔

۱۱۷۳: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ الرُّبَيِّعَ بِنْتَ النَّضْرِ عَمَّتَهُ كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ ,فَطَلَبُوا إِلَيْهَا الْعَفْوَ ,فَأَبَوْا ,فَعَرَضُوا الْأَرْشَ ,فَأَبَوْا, فَأَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَبَوْا إِلَّا الْقِصَاصَ ,فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْقِصَاصِ ,فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ؟ لَا ,وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ ,لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا ,فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "يَا أَنَسُ! كِتَابُ اللَّهِ الْقِصَاصُ" فَرَضِيَ الْقَوْمُ ,فَعَفَوْا ,فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبَرَّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ

البخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿یا ایها الذین آمنو کتب علیکم القصاص﴾: ۴۵۰۰، مسلم: ۱۶۷۵، ابوداود: ۴۵۹۵، النسائی: ۲۶/۸ـ۲۸، ابن ماجة: ۲۶۴۹، احمد: ۱۲۸/۳

۱۱۷۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی پھوپھی ربیع بنت نضر نے ایک لڑکی کا سامنے والا دانت توڑ دیا تو اس کے عزیز و اقارب نے اس لڑکی سے معافی مانگی، لیکن اس لڑکی کے عزیز و اقارب نے معافی دینے سے انکار کر دیا، پھر انہوں نے دیت دینے کی پیش کش کی، انہوں نے دیت لینے سے بھی انکار کر دیا، چنانچہ انہوں نے اپنا مقدمہ آپ ﷺ کے حضور پیش کیا اور قصاص کا مطالبہ کیا، آپ ﷺ نے قصاص کا فیصلہ صادر فرما دیا، حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ کیا ربیع کے دانت توڑے جائیں گے، اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے، ایسا نہیں ہوسکتا، آپ ﷺ نے فرمایا: "کتاب اللہ تو قصاص کا فیصلہ کرتی ہے۔" چنانچہ وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے معاف کر دیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں، اگر وہ اللہ کی قسم اٹھا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم ٹوٹنے نہیں دیتا۔" بخاری و مسلم، مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

لغوی تحقیق: **الربیع:** راء مضموم، باء مفتوح اور یا مشدد مکسور، یہ ربیع کی تصغیر ہے، یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھی اور حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ **ثنیة:** یہ ثنایا کا واحد ہے، سامنے والے چاروں دانتوں کو ثنایا کہتے ہیں، اوپر والے دونوں دانتوں کو ثنایا علیا اور نیچے والوں کو ثنایا سفلیٰ کہتے ہیں۔ **جاریة:** یہ انصار کی نوجوان لڑکی تھی۔ **الارش:** ہمزہ مفتوح اور راء ساکن، دیت۔

فقہی احکام: (۱) خطا اور شبہ عمد میں قصاص نہیں، فقط دیت ہے۔ (۲) جرم عمد میں قصاص اور دیت دونوں میں سے ایک ہے۔ (۳) ایسا جرم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کے بدلہ میں قصاص لازم آتا ہے، اس جرم کی معافی متاثرہ شخص یا اس کے ورثاء ہی دینے کے مجاز ہیں، گورنر یا صدر کو معافی دینے کا اختیار نہیں۔(۴) اگر مخلص آدمی غلط بات کہہ دے تو اس سے درگزر کرنا چاہیے۔(۵) ایک دانت کی دیت دس اونٹ ہیں۔

۱۱۷۴: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ قُتِلَ فِي عِمِّيًّا أَوْ رِمِّيًّا بِحَجَرٍ, أَوْ سَوْطٍ, أَوْ عَصًا, فَعَقْلُهُ عَقْلُ الْخَطَإِ, وَمِنْ قُتِلَ عَمْدًا فَهُوَ قَوَدٌ, وَمَنْ حَالَ دُونَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ, وَابْنُ مَاجَهْ, بِإِسْنَادٍ قَوِيٍّ.

ابوداود، کتاب الدیات، باب فیمن قتل فی عمیا بین قوم: ۴۵۹۱، النسائی: ۳۹/۸، ۴۰، المعجم الاوسط: ۲۲۸

۱۱۷۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص ازدھام میں مارا جائے یا سنگ باری سے مارا جائے یا کوڑے اور لاٹھی سے مارا جائے، اس کی دیت قتل خطا کی دیت ہوگی اور جسے عمداً قتل کیا جائے، اس کا قصاص ہے اور جو شخص قصاص میں رکاوٹ پیدا کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔" (اسے ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند قوی ہے۔)

لغوی تحقیق: عـمـیـا: عین مکسور، میم مشدد مکسور اور یا مشدد، یہ مصدر ہے، یعنی اندھا پن، یہاں اس سے مراد وہ شخص ہے جو بلوے وغیرہ میں مارا جائے اور پوری تفتیش کے بعد بھی اس کے قاتل کا علم نہ ہو سکے۔ رمیا: راء مکسور، میم مشدد مکسور اور یاء مشدد، سنگ باری۔ سوط: سین مفتوح اور واؤ ساکن، کوڑا۔ عصا: لاٹھی۔ عقل: عین مفتوح اور قاف ساکن، دیت۔ قود: قاف اور واؤ مفتوح، قصاص۔

تشریح: فقہا نے قتل عمد کی تعریف اس طرح کی ہے، کوئی شخص کسی بے گناہ آدمی پر ایسا وار کرے جس سے عموماً موت واقع ہو جاتی ہے۔ قتل عمد کی تقریباً آٹھ صورتیں ہیں۔(۱) اتنی وزنی چیز مارنا جس سے عموماً موت واقع ہو جاتی ہے، مثلاً سر پر ہتھوڑا وغیرہ مارنا۔(۲) تیز دھار آلہ سے حملہ کرنا یا بندوق وغیرہ سے فائر کرنا۔(۳) کسی کو باندھ کر درندوں کے سامنے پھینک دینا یا کسی پر درندے چھوڑ دینا۔(۴) پانی یا آگ میں ڈال دینا۔(۵) گلا گھونٹ کر مار دینا۔(۶) بھوکا پیاسا رکھ کر مار دینا۔(۷) زہر پلا دینا۔(۸) جادو وغیرہ سے مار دینا۔

ایسے قتل سے قصاص لازم ہو جاتا ہے، الا یہ کہ مقتول کے ورثاء معاف کر دیں یا دیت لینے پر راضی ہو جائیں۔

قتل خطاء کی بھی مختلف صورتیں ہیں مثلاً (۱) جلسہ وجلوس میں بھگدڑ مچ جانے پر کوئی آدمی نیچے آ کر کچلا جائے۔(۲) منیٰ، عرفات، مزدلفہ وغیرہ میں آگ بھڑک اٹھنے سے کچھ لوگ جل کر مر جائیں۔(۳) طواف اور سعی کے دوران کوئی آدمی نیچے گر کر کچلا جائے۔(۳) گھمسان کی لڑائی میں کوئی مسلم مجاہد اپنے کسی بھائی کی گولی لگنے سے شہید ہو جائے۔(۴) سرکاری ایجنسیوں کی دہشت گردوں پر فائرنگ میں کوئی راہ گیر مارا جائے۔

ان تمام صورتوں میں دیت ہے اور یہ دیت ان کے ورثاء کو بیت المال سے ادا کی جائیگی۔ قتل خطاء کی مذکورہ صورتوں میں اگر قاتل کی شناخت ہو جائے ان میں دیت قاتل یا اس کے عصبہ ورثاء سے وصول کی جائے گی۔

مؤلف رحمہ اللہ اور ابن عبدالھادی نے اس روایت کی سند کو قوی قرار دیا ہے، اور اس کی شاہد روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) قتل عمیاء کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔(۲) قتل خطا کی دیت قاتل یا اس کے عزیز و اقارب سے وصول کی جائے (۳) قتل عمد میں قصاص ہے لیکن اگر مقتول کے ورثاء دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو قاتل یا اس کے عزیز و اقارب سے دیت وصول کی جائے۔

۱۱۷۵: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما, عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "إِذَا أَمْسَكَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ, وَقَتَلَهُ الْآخَرُ, يُقْتَلُ الَّذِي قَتَلَ, وَيُحْبَسُ الَّذِي أَمْسَكَ" رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ مَوْصُولًا وَمُرْسَلًا, وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْقَطَّانِ, وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ, إِلَّا أَنَّ الْبَيْهَقِيَّ رَجَّحَ الْمُرْسَلَ

الدارقطنی: ۱۴۰/۳، البیھقی: ۵۰/۸، الاحکام الوسطی: ۷۱/۴، بیان الوھم والایھام: ۲۵۸۵

۱۱۷۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب ایک شخص کسی شخص کو پکڑ لے اور دوسرا اسے قتل کر دے تو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخص کوقتل کیا جائے ،جس نے اسے قتل کیا تھا اور جس نے اسے پکڑا تھا اسے قید کر دیا جائے ۔"(اسے دارقطنی نے موصول اور مرسل بیان کیا ہے اور ابن قطان نے صحیح کہا ہے،اس کے رواۃ ثقہ ہیں،لیکن امام بیہقی نے اس کے مرسل ہونے کوراجح کہا ہے۔)

تشریح: حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو مسلم کی شرط کے موافق قرار دیا ہے،قاضی شوکانی نے لکھا ہے کہ امام دارقطنی کا کہنا ہے کہ اس روایت کو مرسل بیان کرنے والے رواۃ کی کثرت ہے،امام بیہقی فرماتے ہیں کہ موصول طریق غیر محفوظ ہے جبکہ مرسل صحیح ہے۔حافظ عبدالحق لکھتے ہیں کہ سفیان ثوری نے یہ روایت اسماعیل بن امیہ سے موصولاً نقل کی ہے۔جبکہ ابن جریج نے اسماعیل سے مرسل نقل کی ہے۔

حافظ ابن قطان فرماتے ہیں کہ عبدالحق کے انداز تحریر سے یہ عیاں ہو رہا ہے کہ یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے معلول ہے،لیکن میرے نزدیک یہ روایت صحیح ہے۔کیونکہ اسماعیل بن امیہ ثقہ ہیں اور ان سے نقل کرنے والے امام سفیان ثوری بھی ثقہ ہیں۔

فقہی احکام: پکڑنے والے شخص کو تا دم زیست قید میں رکھا جائے اور قتل کرنے والے کو سزائے موت دی جائے۔

۱۱۷۶: وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَتَلَ مُسْلِمًا بِمُعَاهِدٍ وَقَالَ "أَنَا أَوْلَى مَنْ وَفَى بِذِمَّتِهِ" أَخْرَجَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ هَكَذَا مُرْسَلًا وَوَصَلَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ,بِذِكْرِ ابْنِ عُمَرَ فِيهِ ,وَإِسْنَادُ الْمَوْصُولِ وَاهٍ.

عبدالرزاق: ۱۸۵۱۴، مراسیل ابی داؤد: ۲۵۰، الدارقطنی: ۱۳۵/۳، البیهقی: ۳۰/۸

۱۱۷۶: حضرت عبدالرحمٰن بیلمانی سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ذمی کے بدلہ میں ایک مسلم کو قتل کروا دیا اور فرمایا:"میں سب سے بڑھ کر ایفائے عہد کرنے والا ہوں۔"(اسے عبدالرزاق نے اسی طرح مرسل بیان کیا ہے اور امام دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا واسطہ ذکر کر کے اسے موصولاً روایت کیا ہے،لیکن موصول سند نہایت کمزور ہے۔)

تشریح: اس روایت کا موصولاً طریق ابراہیم بن ابی یحیٰی کے متروک الحدیث ہونے کی وجہ سے سخت ضعیف ہے،نیز اس کا مرسل طریق بھی ضعیف ہے کیونکہ ایک تو اس میں ارسال کی علت ہے دوسری علت عبدالرحمٰن بن بیلمانی کا مختلف فیہ ہونا ہے۔نیز یہ روایت صحیح حدیث کے معارض بھی ہے۔

۱۱۷۷: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قُتِلَ غُلَامٌ غِيلَةً ,فَقَالَ عُمَرُ لَوِ اشْتَرَكَ فِيهِ أَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ بِهِ .أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الدیات، باب اذا اصاب قوم من رجل هل یعاقب ام یقتص منهم کلهم: ۶۸۹۶

۱۱۷۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک غلام کو فریب دے کر قتل کر دیا گیا،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا،اگر اس کے قتل میں صنعاء کے تمام باشندے شریک پائے گئے تو میں اس کے بدلہ میں ان سب کو قتل کر دوں گا۔(البخاری)

لغوی تحقیق: غیلۃ: غین مکسور اور یاء ساکن،دھوکے سے قتل کر دینا۔ صنعاء: صاد مفتوح،نون ساکن اور الف کے بعد ہمزہ،یہ یمن کا دار الحکومت اور نہایت قدیم اور تاریخی شہر ہے۔

تشریح: اس اثر میں اہل صنعاء کی تخصیص کا سبب یہ ہے کہ اس غلام کا قاتل صنعاء سے تعلق رکھتا تھا،حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کے خلاف کسی صحابی سے کچھ ثابت نہیں۔

۱۱۷۸: وَعَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "فَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ بَعْدَ مَقَالَتِي هَذِهِ ,فَأَهْلُهُ بَيْنَ خِيرَتَيْنِ إِمَّا أَنْ يَأْخُذُوا الْعَقْلَ أَوْ يَقْتُلُوا "أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ.

ابوداود، کتاب الدیات، باب ولی العمد یرضی بالدیة: ۴۵۰۴، الترمذی: ۱۴۳۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ: راقم کو یہ روایت نسائی میں نہیں ملی۔

۱۱۷۸: حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے اس فرمان کے بعد اگر کسی خاندان کا کوئی فرد مارا جائے تو مقتول کے ورثاء دو میں سے کوئی ایک بات پسند کر سکتے ہیں، یا تو وہ دیت لے لیں یا پھر قصاص لے لیں۔" اسے ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے۔

لغوی تحقیق: خیر تین: خاء مکسور، یاء اور تا مفتوح، انہیں دیت یا قصاص لینے کا اختیار ہے۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر جو تاریخی خطاب فرمایا، زیر مطالعہ فرمان اسی ہار کا نگینہ ہے۔

۱۱۷۹: وَأَصْلُهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ بِمَعْنَاهُ.

البخاری، کتاب الدیات، باب من قتل له قتیل فهو بخیر النظرین: ۶۸۸۰، مسلم: ۱۳۵۵، ابوداود: ۴۵۰۵، الترمذی: ۱۴۳۹، النسائی: ۳۸/۸، ابن ماجة: ۲۶۲۴، احمد: ۲۳۸/۲

۱۱۷۹: اس روایت کی اصل صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اسی کی ہم معنی حدیث ہے۔

تشریح: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یہ صراحت ہے کہ یہ خطبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔

۲۔ بَابُ الدِّيَاتِ — دیت کی اقسام کا بیان

۱۱۸۰: عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ, وَفِيهِ "أَنَّ مَنِ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلاً عَنْ بَيِّنَةٍ ,فَإِنَّهُ قَوَدٌ ,إِلَّا أَنْ يَرْضَى أَوْلِيَاءُ الْمَقْتُولِ ,وَإِنَّ فِي النَّفْسِ الدِّيَةَ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ, وَفِي الْأَنْفِ إِذَا أُوعِبَ جَدْعُهُ الدِّيَةُ ,وَفِي اللِّسَانِ الدِّيَةُ ,وَفِي الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ ,وَفِي الذَّكَرِ الدِّيَةُ ,وَفِي الْبَيْضَتَيْنِ الدِّيَةُ, وَفِي الصُّلْبِ الدِّيَةُ ,وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ ,وَفِي الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ ,وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ ,وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ ,وَفِي الْمُنَقِّلَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ مِنَ الْإِبِلِ ,وَفِي كُلِّ إِصْبَعٍ مِنْ أَصَابِعِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ ,وَفِي السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ وَفِي الْمُوضِحَةِ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ ,وَإِنَّ الرَّجُلَ يُقْتَلُ بِالْمَرْأَةِ ,وَعَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفُ دِينَارٍ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي الْمَرَاسِيلِ وَالنَّسَائِيُّ ,وَابْنُ خُزَيْمَةَ ,وَابْنُ الْجَارُودِ ,وَابْنُ حِبَّانَ ,وَأَحْمَدُ ,وَاخْتَلَفُوا فِي صِحَّتِهِ.

ابن حبان، کتاب التاریخ، باب کتب النبی: ۶۵۵۹، مراسیل ابی داؤد: ۲۱۳، النسائی: ۵۷/۸، ۵۸، مؤطا: ۸۴۹/۲، ابن خزیمة: ۲۲۶۹، ابن الجارود: ۷۸۳، الدارقطنی: ۱۲۱/۱، ۱۲۲، الحاکم: ۲۰۴/۲، البیهقی: ۳۱۷/۷، ۳۱۸، عبدالرزاق: ۲۴۲/۹، ۲۴۳، ۲۷۳

۱۱۸۰: ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف مکتوب گرامی تحریر فرمایا، پھر انہوں نے ایک طویل حدیث بیان فرمائی اور اس میں یہ بھی ذکر فرمایا "جس نے کسی مؤمن آدمی کو بغیر کسی شرعی عذر کے قتل کیا اور اس قتل پر شہادت موجود ہو تو قصاص لازم ہوگا الا یہ کہ مقتول کے ورثاء صلح کر لیں، ایک مقتول شخص کی دیت سو اونٹ ہیں، ناک اگر جڑ سے کاٹ دی جائے تو بھی مکمل دیت ہے، اسی طرح دونوں آنکھیں ضائع کرنے پر، زبان کاٹنے پر، ہونٹ کاٹنے پر، آلہ تناسل کاٹنے پر، خصیتین کاٹنے پر اور کمر توڑنے پر مکمل دیت ہے، ایک ٹانگ کاٹنے پر نصف دیت ہے، سر اور پیٹ کو زخمی کرنے پر ایک تہائی دیت ہے، ہڈی توڑنے پر پندرہ اونٹ ہیں، ہاتھ اور پاؤں کی کوئی سی ایک انگلی قطع کرنے پر دس اونٹ ہیں، ایک دانت توڑنے پر پانچ اونٹ ہیں، ایسا گہرا زخم جو ہڈی تک پہنچ جائے اس کی دیت پانچ اونٹ ہیں، آدمی کو عورت کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا، جن کے پاس سونا ہو، وہ ایک ہزار دینا بطور دیت ادا کریں گے۔" (ابوداؤد نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مراسیل میں، نسائی، ابن خزیمہ، ابن جارود، ابن حبان اور احمد نے روایت کیا ہے اور ماہرین فن نے اس کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: الدیات: یہ دیت کی جمع ہے اور اس کی اصل ودی یدی ہے، واؤ کو شروع سے حذف کر کے اس کے بدلہ میں آخر میں گول "ۃ" لے آئے، اس کی صورت وہی ہے جو عدۃ کی ہے۔ دیت سے مراد وہ مال ہے جو مظلوم یا اس کے ورثاء کو ان کے ساتھ ہونے والی زیادتی کی تلافی کیلئے دیا جاتا ہے۔ اعتبط: کسی بے گناہ کو قتل کر دیا۔ قتلا: یہ من غیر لفظه مفعول مطلق ہے۔ اوعب فعل مجہول ہونے کی وجہ سے ہمزہ مضموم ہے، کسی چیز کو مکمل طور پر لے لینا، لیکن یہاں اس سے مراد ناک کو جڑ سے کاٹ دینا ہے۔ الشفتین: یہ شفة کا تثنیہ ہے، اس کے لفظی معنی کنارے کے ہیں اور یہاں اس سے مراد ہونٹ ہیں۔ البیضتین: یہ بیضة کا تثنیہ ہے اور بمعنی خصیہ ہے۔ الصلب: صاد مضموم اور لام ساکن، کمر۔ المامومة: ایسا گہرا زخم جو دماغ تک پہنچ جائے۔ الجائفة: ایسا گہرا زخم جو اندر تک پہنچ جائے۔ المنقلة: ایسی چوٹ جو ہڈی توڑ دے۔ الموضحة: ایسا زخم جس سے سر کی ہڈی نظر آنے لگے۔ وعلی اهل الذهب الف دینار: صراف ایک ہزار دینار بطور دیت دیں۔ ایک ہزار دینار کا وزن چار ہزار دو سو پچاس گرام بنتا ہے۔

تشریح: اس روایت کے شروع کے حصہ کی شاہد ترمذی میں حضرت ابورافع اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جبکہ وفی الانف کے الفاظ امام احمدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے نقل کئے ہیں۔ لسان اور شفتین کا تذکرہ امام عبدالرزاق نے مراسیل سعید بن مسیّب، زید بن اسلم اور زہری کے حوالہ سے کیا ہے، اسی طرح اس روایت کے دیگر اجزاء کی شہادت بھی مرسل روایات سے ملتی ہے۔

۱۱۸۱: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " دِيَةُ الْخَطَأِ أَخْمَاسًا عِشْرُونَ حِقَّةً, وَعِشْرُونَ جَذَعَةً, وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ, وَعِشْرُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ, وَعِشْرُونَ بَنِي لَبُونٍ " أَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَأَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ, بِلَفْظٍ "وَعِشْرُونَ بَنِي مَخَاضٍ" بَدَلَ " بَنِي لَبُونٍ " وَإِسْنَادُ الْأَوَّلِ أَقْوَى وَأَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ مَوْقُوفًا, وَهُوَ أَصَحُّ مِنَ الْمَرْفُوعِ.

الدارقطنی: ۳/۱۷۲، ۱۷۳، ابوداود، کتاب الدیات، باب الدیة کم هی: ۴۵۴۵، الترمذی: ۱۳۸۶، النسائی: ۸/۴۳، ابن ماجة: ۲۶۳۱، احمد: ۱/۳۸۴، ۴۵۰، البیهقی: ۸/۷۴-۷۶، البزار: ۱۹۳، ابن ابی شیبة: ۶/۲۷۳

۱۱۸۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "قتل خطا کی دیت پانچ قسم کے اونٹوں پر مشتمل ہوگی۔ بیس اونٹ تین سالہ ہوں گے، بیس اونٹ چار سالہ ہوں گے، بیس دو سالہ اونٹنیاں ہوں گی، بیس ایک سالہ اونٹنیاں ہوں گی اور بیس ایک سالہ اونٹ ہوں گے۔" اسے دارقطنی سے روایت کیا ہے اور چاروں نے جو روایت نقل کی ہے اس میں "بیس ایک سالہ اونٹوں کے بدلہ میں بیس دو سالہ اونٹ" کے الفاظ مذکور ہیں۔ پہلے سند زیادہ قوی ہے، امام ابن ابی شیبہ نے ایک دوسرے طریق سے موقوف روایت بیان کی ہے، اور وہ مرفوع سے زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: سنن اربعہ کی روایت دو علل کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۱) خشف بن مالک طائی مختلف فیہ ہے۔ (۲) حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے۔ جس طریق کو مؤلف نے سنن اربعہ کے طریق کے مقابلہ میں زیادہ قوی قرار دیا ہے، وہ بلاشبہ اس طریق سے تو زیادہ قوی ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے، کیونکہ ابوعبیدۃ نے اپنے والد سے کچھ نہیں سنا، یہ روایت منقطع ہے، مؤلف نے تیسرے طریق کو پہلے دونوں طرق سے بہتر قرار دیا ہے، لیکن وہ طریق بھی منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ ابواسحاق نے علقمہ سے کچھ نہیں سنا۔

۱۱۸۲: وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالتِّرْمِذِيُّ مِنْ طَرِيقِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ, عَنْ أَبِيهِ, عَنْ جَدِّهِ رَفَعَهُ "اَلدِّيَةُ ثَلَاثُونَ حِقَّةً, وَثَلَاثُونَ جَذَعَةً, وَأَرْبَعُونَ خَلِفَةً فِي بُطُونِهَا أَوْلَادُهَا"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوداود، کتاب الدیات، باب الدیة کم ھی: ۴۵۴۱، الترمذی: ۱۴۱۸، النسائی: ۸/ ۴۲، ۴۳، ابن ماجة: ۲۶۳۰، احمد: ۲/ ۱۸۳،
البیھقی: ۸/ ۲۳

۱۱۸۲: امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے مرفوع روایت نقل کی ہے "دیت تیس تین سالہ، تیس چار سالہ اور چالیس حاملہ اونٹنیوں پر مشتمل ہونی چاہیے۔"

۱۱۸۳: وَعَنِ ابْنِ عُمَرٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ " إِنَّ أَعْتَی النَّاسِ عَلَی اللّٰهِ ثَلاثَةٌ مَنْ قَتَلَ فِی حَرَمِ اللّٰهِ, أَوْ قَتَلَ غَیْرَ قَاتِلِهِ, أَوْ قَتَلَ لِذَحْلِ الْجَاهِلِیَّةِ" أَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِی حَدِیثٍ صَحَّحَهُ.

صحیح ابن حبان، کتاب الجنایات، باب ذکر نفی القصاص فی القتل: ۵۹۹۶، احمد: ۲/ ۱۷۹

تنبیہ: (۱) امام ابن حبان نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے، جبکہ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے طریق سے بیان کی ہے۔ (۲) بلوغ المرام کے بعض نسخوں میں یہ روایت ابن عمر کے طریق سے مذکور ہے اور بعض میں ابن عمرو مذکور ہے، اور صاحب توضیح الکلام نے؛ واصلہ فی البخاری من حدیث ابن عباس ؛ بھی ذکر کی ہے، جبکہ دیگر نسخوں میں یہ جملہ نہیں ہے۔

۱۱۸۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: "تین قسم کے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے خلاف بغاوت کرنے والے ہیں، جو اللہ کے حرم میں کسی کو قتل کرے، یا قاتل کے علاوہ کسی دوسرے کو قتل کرے، یا عہد جاہلیت کی عداوت کی وجہ سے کسی کو قتل کرے۔" (امام ابن حبان نے یہ روایت اس حدیث کے ضمن میں نقل کی ہے۔ جسے انہوں نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: اعتی: یہ عتو سے اسم تفضیل ہے، سب سے بڑھ کر سرکش۔ الذحل: ذال مضموم اور حاء ساکن، عہد جاہلیت کی عداوت۔

۱۱۸۴: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ " أَلا إِنَّ دِیَةَ الْخَطَأِ شِبْهِ الْعَمْدِ مَا كَانَ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ, مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِی بُطُونِهَا أَوْلادُهَا" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِیُّ, وَابْنُ مَاجَهْ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب الدیات، باب فی الخطأ شبه العمد: ۴۵۴۸، الدارقطنی: ۳/ ۱۰۵، النسائی: ۸/ ۴۱، ابن ماجة: ۲۶۲۷، ابن حبان: ۶۰۱۱، البیھقی: ۸/ ۴۴، احمد: ۲/ ۱۶۴، ۱۶۶، الشافعی: ۲/ ۱۰۸، عبدالرزاق: ۱۷۲۱۲

۱۱۸۴: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قتل خطاء اور شبہ عمد کی دیت ایک جیسی ہے، جس کی موت کوڑے اور لاٹھی کی وجہ سے واقع ہوئی ہو اس کی دیت سو اونٹ ہیں، ان میں چالیس اونٹنیاں حاملہ ہوں گی۔" (اسے ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

۱۱۸۵: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما, عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ " هٰذِهِ وَهٰذِهِ سَوَاءٌ " یَعْنِی الْخُنْصَرَ وَالْإِبْهَامَ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَلِأَبِی دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیِّ "دِیَةُ الْأَصَابِعِ سَوَاءٌ, وَالْأَسْنَانُ سَوَاءٌ الثَّنِیَّةُ وَالضِّرْسُ سَوَاءٌ " وَلِابْنِ حِبَّانَ " دِیَةُ أَصَابِعِ الْیَدَیْنِ وَالرِّجْلَیْنِ سَوَاءٌ, عَشَرَةٌ مِنَ الْإِبِلِ لِكُلِّ إِصْبَعٍ "

البخاری، کتاب الدیات، باب دیة الاصابع: ۶۸۹۵، ابوداود: ۴۵۵۸، ابن ماجة: ۲۶۵۲، الترمذی: ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، النسائی: ۸/ ۵۶، ۵۷، احمد: ۱/ ۲۲۷، ۲۸۹، الدارمی: ۲۳۷۰، ابن حبان: ۶۰۱۲-۶۰۱۴

تنبیہ: مطبوعہ ابن حبان میں اس طرح ہیں؛ دیة الیدین والرجلین سواء عشرة من الابل لکل اصبع؛۔

۱۱۸۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "یہ اور یہ برابر ہیں۔" یعنی چھنگلی اور انگوٹھا۔ (اسے بخاری نے بیان کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے) ابوداؤد اور ترمذی میں ہے "تمام انگلیوں کی دیت مساوی ہے، تمام دانتوں کی دیت برابر ہے، سامنے والے دانت اور داڑھ کی دیت برابر ہے۔" ابن حبان میں ہے "ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کی دیت برابر ہے اور ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہیں۔"

لغوی تحقیق: **الاصابع:** یہ اصبع کی جمع ہے، انگلیاں۔ **الاسنان:** یہ سن کی جمع ہے، دانت۔ **الضرس:** اس کی جمع اضراس ہے، داڑھ۔ **الخنصر:** چھنگلی۔ **الابھام:** انگوٹھا۔

فقہی احکام: (۱) دیت میں فرد کا اعتبار ہے، اس کا چھوٹا یا بڑا ہونا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ (۲) انگلیاں ایک خاندان ہیں، دانت اور داڑھیں ایک خاندان ہیں، ایک خاندان کے افراد کو دوسرے خاندان کے افراد پر قیاس کرنا درست نہیں۔

۱۱۸۶: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ, عَنْ أَبِيهِ, عَنْ جَدِّهِ رَفَعَهُ قَالَ "مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ يَكُنْ بِالطِّبِّ مَعْرُوفًا فَأَصَابَ نَفْسًا فَمَا دُونَهَا, فَهُوَ ضَامِنٌ" أَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ, وَهُوَ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيِّ وَغَيْرِهِمَا إِلَّا أَنَّ مَنْ أَرْسَلَهُ أَقْوَى مِمَّنْ وَصَلَهُ

ابوداود، کتاب الدیات، باب فیمن تطبب بغیر علم ولایعلم منه طب: ۴۵۸۶، الدارقطنی: ۱۹۶/۳، الحاکم: ۲۱۲/۴، النسائی: ۵۲/۸، ۵۳، ابن ماجۃ: ۳۴۶۶، البیہقی: ۱۴۱/۸، الاحکام الوسطی: ۶۴/۴، بیان الوہم والایہام: ۲۶۸۳

۱۱۸۶: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص ازخود طبیب بن کر کسی کا علاج کرتا ہے جبکہ وہ طب میں مہارت نہیں رکھتا اور وہ (غلط علاج سے) کسی کو ہلاک کر دیتا ہے یا کوئی اور نقصان پہنچا دیتا ہے تو وہ اس کا ضامن ہے۔" (اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے، یہ روایت ابوداؤد اور نسائی وغیرھما میں بھی موجود ہے، ہاں البتہ جن رواۃ نے یہ روایت مرسل بیان کی ہے وہ ان سے قوی ہیں جنہوں نے موصول بیان کی ہے۔)

لغوی تحقیق: **تطبب:** جس نے طب کی باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی ہو لیکن وہ لوگوں کا علاج کرے، یہ معنی باب تفعل کے خواص میں سے ہے۔

تشریح: یہ روایت ولید بن مسلم، ابن جریج، عمرو بن شعیب سے نقل کرتے ہیں اور یہ دونوں مدلس ہیں، بلکہ تدلیس التسویہ بھی کرتے تھے، ولید نے تو ابن جریج سے سماع کی صراحت کی ہے، لیکن ابن جریج نے سماع کی صراحت نہیں کی، لہٰذا فی نفسہ تو یہ حدیث ضعیف ہے البتہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی مرسل روایت اس کی شاہد ہے۔

فقہی احکام: (۱) نیم حکیم اگر کسی کی جان ضائع کر دے یا کسی عضو کو مفلوج کر دے تو اس پر دیت کی ادائیگی لازم ہوگی۔ (۲) نیم حکیم چونکہ جھوٹا دعویدار ہوتا ہے اس لیے اس پیشہ سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی ناپاک ہے، کیونکہ وہ لوگوں کا مال باطل طریقے سے حاصل کرتا ہے۔ (۳) اگر طبیب حاذق کے علاج سے کوئی جان ضائع ہو جائے تو اس پر دیت لازم نہیں ہوگی۔ (۴) جعلی ادویات کے استعمال سے اگر کسی کی جان ضائع ہو جائے تو جعلی ادویات تیار کرنے والے پر دیت لازم ہوگی۔

۱۱۸۷: وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ "فِي الْمَوَاضِحِ خَمْسٌ, خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ" رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَةُ وَزَادَ أَحْمَدُ "وَالْأَصَابِعُ سَوَاءٌ, كُلُّهُنَّ عَشْرٌ, عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ" وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ, وَابْنُ الْجَارُودِ .

ابوداود، کتاب الدیات، باب دیات الاعضاء: ۴۵۶۶، الترمذی: ۱۳۹۰، النسائی: ۵۷/۸، ابن ماجۃ: ۲۶۵۵، احمد: ۱۷۹/۲، ۱۸۹، ۲۰۷، ۲۱۵، الدارمی: ۲۳۷۲، ابن الجارود: ۷۸۵

۱۱۸۷: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ایسا زخم جس سے ہڈی نظر آئے اس کی دیت پانچ اونٹ ہیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے)اور احمد میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں کہ "تمام انگلیاں مساوی ہیں اور ہر ایک کی دیت دس اونٹ ہیں۔" (اسے ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے صحیح کہا ہے۔)

١١٨٨: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " عَقْلُ أَهْلِ الذِّمَّةِ نِصْفُ عَقْلِ الْمُسْلِمِينَ " رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَةُ وَلَفْظُ أَبِي دَاوُدَ " دِيَةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ" وَلِلنِّسَائِيِّ "عَقْلُ الْمَرْأَةِ مِثْلُ عَقْلِ الرَّجُلِ حَتَّى يَبْلُغَ الثُّلُثَ مِنْ دِيَتِهَا" وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ

ابوداود، کتاب الدیات، باب فی دیة الذمی: ۴۵۸۳، الترمذی: ۱۴۴۶، النسائی: ۸/ ۴۴، ۴۵، ابن ماجة: ۲۶۴۴، احمد: ۲/ ۱۷۸، ۱۸۳، ۲۱۵، الاحکام الوسطی: ۴/ ۶۱، بیان الوهم والایهام: ۱۷۹۰

١١٨٨: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ذمی حضرات وخواتین کی دیت مسلم حضرات وخواتین کی دیت سے نصف ہے۔" (اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے)اور ابوداؤد کے الفاظ اس طرح ہیں " معاہد (ذمی) کی دیت آزاد کی دیت سے نصف ہے۔" اور نسائی میں اس طرح ہے "عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے یہاں تک کہ عورت کی دیت تہائی تک پہنچ جائے۔" اسے ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: اهل ذمة: ایسے کافر جو کفر پر رہتے ہوئے اسلامی ریاست میں سکونت پذیر ہوں اور اسلامی ریاست کے قوانین کا احترام کرتے ہوں۔ المعاهد: ایسے کافر جنہیں اسلامی ریاست میں پناہ دی گئی ہو۔ عقل المرأة: عورت کی دیت۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہے، جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو دیت مسلمان کی ہے وہی دیت ذمی کی ہے۔" تاہم وہ روایت حضرت عمرو بن شعیب سے مروی روایت سے کمزور ہے کیونکہ اس روایت کا ابوکرز نامی راوی ضعیف ہے۔ ابوداؤد کی بیان کردہ روایت محمد بن اسحاق کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے، تاہم محمد بن اسحاق کی متابعت اسامہ بن زید لیثی، سلیمان بن موسیٰ اور عبدالرحمٰن بن عیاش نے کی ہے۔

اس حدیث سے دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ عورت کے زخموں کی دیت اگر ۳۳ فیصد سے کم ہو تو پھر اس کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہوگی۔ مثلاً کسی نے مرد اور عورت کے چھ چھ دانت توڑ دیئے، ایک دانت کی دیت چونکہ پانچ اونٹ ہیں اور چھ دانتوں کی دیت اس حساب سے تیس اونٹ ہوگی اور تیس اونٹ مکمل دیت کے ۳۳ فیصد سے کم ہے لہٰذا صورت مذکورہ میں مرد و زن کی دیت برابر ہوگی اور اگر کسی عورت کی چھ انگلیاں اور مرد کی چار انگلیاں کاٹ دیں تو اس صورت میں عورت کو بطور دیت تیس اونٹ دیئے جائیں گے کیونکہ چھ انگلیوں کی دیت مکمل دیت کے ۳۳ فیصد سے زائد ہے لہٰذا اسے مرد کی دیت سے نصف دیت دی جائے گی۔ تاہم یہ روایت دو علتوں کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۱) ابن جریج مدلس ہیں اور انہوں نے یہ روایت معنعن بیان کی ہے۔ (۲) اسماعیل بن عیاش غیر شامیوں سے روایت کرنے میں ضعیف ہے۔

١١٨٩: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "عَقْلُ شِبْهِ الْعَمْدِ مُغَلَّظٌ مِثْلُ عَقْلِ الْعَمْدِ, وَلَا يُقْتَلُ صَاحِبُهُ, وَذَلِكَ أَنْ يَنْزُوَ الشَّيْطَانُ, فَتَكُونُ دِمَاءٌ بَيْنَ النَّاسِ فِي غَيْرِ ضَغِينَةٍ, وَلَا حَمْلِ سِلَاحٍ " أَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَضَعَّفَهُ.

الدارقطنی: ۳/ ۹۵، ابوداود، کتاب الدیات، باب دیات الاعضاء: ۴۵۶۵

تنبیہ: دارقطنی میں یہ روایت نصف اول تک ہے، اس لئے مکمل روایت کو دارقطنی کی طرف منسوب کرنا تسامح ہے۔

١١٨٩: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "شبہ قتل کی دیت قتل عمد کی طرح سخت ہے، تاہم قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا، یہ اس لیے کہ شیطان کہیں دخل اندازی کر کے لوگوں کے مابین ایسی خون ریزی شروع نہ کروا دے جس کا آغاز عدم عداوت اور بغیر اسلحہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ہوا تھا" اسے دار قطنی نے بیان کیا ہے اور اسے ضعیف کہا ہے۔

لغوی تحقیق: مغلظ: یہ نرم کا متضاد ہے اور اس سے مراد وہ دیت ہے جس میں چالیس حاملہ اونٹنیاں بھی وصول کی جاتی ہیں۔ ینزو: شیطان کود پڑے۔ ضغینة: کینہ اور عداوت وغیرہ۔

تشریح: امام دار قطنی نے اس روایت پر ضعف کا حکم علی بن زید بن جدعان نامی راوی کی وجہ سے لگایا ہے لیکن یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے، اس طریق کو ابن حبان اور ابن قطان نے صحیح قرار دیا ہے، اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ قتل شبہ کی دیت اس لیے سخت مقرر کی گئی ہے کہ انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کیا جائے جبکہ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ ایک جرم جس کا ارتکاب کسی عداوت و نفرت کی وجہ سے نہیں ہوا تھا، ایک ایسا قتل جس کا ظہور مسلح جدوجہد کا نتیجہ نہیں تھا وہ مسلح جدوجہد کی شکل اختیار کرے اور خون ریزی کا نہ رکنے والا سیلاب شروع ہو جائے۔

۱۱۹۰: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَتَلَ رَجُلٌ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فَجَعَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم دِيَتَهُ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا. رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ, وَرَجَّحَ النَّسَائِيُّ وَأَبُو حَاتِمٍ إِرْسَالَهُ.

ابوداود، کتاب الدیات، باب الدیة کم هی: ۴۵۴۶، الترمذی: ۱۳۸۸، النسائی: ۸/۴۴، ابن ماجة: ۲۶۲۹

۱۱۹۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک شخص نے ایک آدمی کو قتل کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت بارہ ہزار مقرر فرمائی۔ (اسے چاروں نے بیان کیا، امام نسائی اور امام ابوحاتم نے اس کے مرسل ہونے کو راجح کہا ہے۔)

تشریح: بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ دیت کی ادائیگی پانچ قسم کی اشیاء سے کی جا سکتی ہے۔ (۱) اونٹ۔ (۲) گائے۔ (۳) بکری۔ (۴) سونا۔ (۵) چاندی۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ دیت کی اصل تو اونٹ ہیں اور باقی اشیاء اس کا بدل ہیں، یہی قول راجح ہے۔ اگر دیت چاندی کی صورت میں ادا کرنا ہو تو پھر بارہ ہزار درہم یا ان کی مالیت کی چاندی دینا ہوگی۔ عصری پیمانوں سے بارہ ہزار درہم کا وزن تقریباً چوالیس کلوگرام بنتا ہے۔

فقہی احکام: دیت میں مطلوب اونٹوں کی قیمت لگا کر سکہ رائج الوقت بھی اس مقدار میں دیا جا سکتا ہے۔

۱۱۹۱: وَعَنْ أَبِي رِمْثَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَعِي ابْنِي فَقَالَ "مَنْ هَذَا؟" قُلْتُ ابْنِي أَشْهَدُ بِهِ قَالَ "أَمَّا إِنَّهُ لَا يَجْنِي عَلَيْكَ, وَلَا تَجْنِي عَلَيْهِ" رَوَاهُ النَّسَائِيُّ, وَأَبُو دَاوُدَ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ, وَابْنُ الْجَارُودِ.

ابوداود، کتاب الدیات، باب لایؤخذ احد بجریرة اخیه او ابیه: ۴۴۹۵، الترمذی فی الشمائل: ۴۵، النسائی: ۸/۵۳، احمد: ۴/۱۶۳، الدارمی: ۲۳۸۸، ۲۳۸۹، ابن الجارود: ۷۷۰، الحاکم: ۲/۴۲۵، البیهقی: ۸/۲۷

تنبیہ: اس روایت کے نقل کرنے میں مؤلفؒ سے تسامح ہوا ہے، کیونکہ تمام مصادر میں عن ابی رمثه قال انطلقت معی ابی ہے جبکہ مؤلف نے اتیت و معی ابنی نقل کیا ہے۔

۱۱۹۱: حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے ہمراہ میرا بیٹا بھی تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کون ہے؟" میں نے عرض کیا، یہ میرا بیٹا ہے اور میں اس کی شہادت دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ تیرے جرائم کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور نہ تم اس کے جرائم کے ذمہ دار ہو۔" (اسے نسائی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے، ابن خزیمہ اور ابن جارود نے صحیح کہا ہے۔)

فقہی احکام: ایک کے جرم کی سزا دوسرے کو نہیں دی جا سکتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٣۔ بَابُ دَعْوَى الدَّمِ وَالْقَسَامَةِ دعویٰ خون اور قسم کا بیان

١١٩٢: عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ ,عَنْ رِجَالٍ مِنْ كُبَرَاءِ قَوْمِهِ ,أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودٍ خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ مِنْ جَهْدٍ أَصَابَهُمْ ,فَأُتِيَ مُحَيِّصَةُ فَأُخْبِرَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَهْلٍ قَدْ قُتِلَ ,وَطُرِحَ فِي عَيْنٍ ,فَأَتَى يَهُودَ ,فَقَالَ أَنْتُمْ وَاللَّهِ قَتَلْتُمُوهُ قَالُوا وَاللَّهِ مَا قَتَلْنَاهُ ,فَأَقْبَلَ هُوَ وَأَخُوهُ حُوَيِّصَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ ,فَذَهَبَ مُحَيِّصَةُ لِيَتَكَلَّمَ ,فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "كَبِّرْ كَبِّرْ" يُرِيدُ السِّنَّ ,فَتَكَلَّمَ حُوَيِّصَةُ ,ثُمَّ تَكَلَّمَ مُحَيِّصَةُ ,فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "إِمَّا أَنْ يَدُوا صَاحِبَكُمْ ,وَإِمَّا أَنْ يُؤْذِنُوا بِحَرْبٍ" فَكَتَبَ إِلَيْهِمْ فِي ذَلِكَ]كِتَابًا[فَكَتَبُوا إِنَّا وَاللَّهِ مَا قَتَلْنَاهُ ,فَقَالَ لِحُوَيِّصَةَ ,وَمُحَيِّصَةَ ,وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَهْلٍ "أَتَحْلِفُونَ ,وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ؟ "قَالُوا لَا قَالَ "فَتَحْلِفُ لَكُمْ يَهُودُ؟ " قَالُوا لَيْسُوا مُسْلِمِينَ فَوَدَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ عِنْدِهِ ,فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مِائَةَ نَاقَةٍ قَالَ سَهْلٌ فَلَقَدْ رَكَضَتْنِي مِنْهَا نَاقَةٌ حَمْرَاءُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الدیات، باب القسامة: ٦٨٩٨، مسلم: ١٦٦٩، ابوداود: ٤٥٢٠، ٤٥٢١، الترمذی: ١٤٥٦، النسائی: ٨/٥،٦، ابن ماجة: ٢٦٧٧، مالک: ٢/ ٨٧٧، الدارمی: ٢٣٥٣، احمد: ٤/ ١٤٢، ابن الجارود: ٧٩٩، الدارقطنی: ٣/ ١٠٩، ابن حبان: ٦٠٠٩، الطبرانی: ٤٤٢٨، الشافعی: ٢/ ١١٣، ١١٤، عبدالرزاق: ١٨٢٥٨، الحمیدی: ٤٠٣، ابن ابی شیبة: ٩/ ٢٨٣

١١٩٢: حضرت سہل بن ابی حثمہ اپنی قوم کے معمر حضرات سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اپنی فاقہ کشی کی وجہ سے خیبر کا رُخ کیا، حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر اطلاع دی کہ عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے ایک چشمہ میں پھینک دیا گیا ہے، وہ یہود کے پاس گئے اور ان سے کہا، اللہ کی قسم! تم نے اسے قتل کیا ہے، انہوں نے کہا، اللہ کی قسم! ہم نے اسے قتل نہیں کیا۔ چنانچہ محیصہ، ان کے بھائی حویصہ اور عبدالرحمٰن بن سہل رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ واپس آ گئے، محیصہ رضی اللہ عنہ نے گفتگو کا آغاز کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "بڑے کو بات کرنے کا موقع دو، بڑے کو بات کرنے کا موقع دو۔" بڑے سے آپ ﷺ کی مراد وہ تھے جو عمر میں بڑے تھے۔ چنانچہ حضرت حویصہ رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی، پھر محیصہ نے گفتگو کی، آپ ﷺ نے فرمایا: "یا تو وہ لوگ تمہارے بھائی کی دیت ادا کریں گے یا وہ اعلان جنگ کریں گے۔" پھر آپ ﷺ نے یہی کچھ لکھ کر ان کی طرف ارسال کر دیا، انہوں نے جواباً لکھا، اللہ کی قسم! ہم نے اسے قتل نہیں کیا، آپ ﷺ نے حویصہ، محیصہ اور عبدالرحمٰن بن سہل سے فرمایا: "کیا تم حلف دیتے ہو کہ تم اپنے ساتھی کے خون کے مستحق ہو؟" انہوں نے عرض کیا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر یہود تمہیں حلف دے دیتے ہیں؟" انہوں نے عرض کیا، وہ تو مسلمان نہیں۔ آپ ﷺ نے اس کی دیت اپنی طرف سے ادا فرما دی اور ان کی طرف سو اونٹنیاں بھیج دیں۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان میں سے ایک سرخ رنگ کی اونٹنی نے مجھے ٹانگ ماردی۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: القسامة: قاف مفتوح اور سین مخفف، یہ باب افعال سے مصدر ثانی ہے۔ یعنی پہلا مصدر اقسام اور دوسرا قسامة ہے۔ اس کے لغوی معنی قسم کے ہیں اور مصدر ہونے کی وجہ سے اس میں مبالغہ بھی پایا جاتا ہے۔ محیصة: میم مضموم، حاء مفتوح اور یاء مشدد مکسور۔ جهد: جیم مفتوح اور ہاء ساکن، مشقت۔ حویصة: حاء مضموم، واؤ مفتوح اور یاء مشدد مکسور۔ کبر کبر: یہ تکرار تاکید اور مبالغہ کیلئے ہے، بڑے کو گفتگو کرنے دو۔ رکضتنی: اس نے مجھے ٹانگ ماردی۔

تشریح: مقتول کے ورثاء یا مدعی کو حلف دینے کا حق اول وقت دیا جائے گا، جب انہیں قاتل کے بارے میں یقینی علم نہ ہو مگر بعض قرائن قاتل کی نشاندہی میں ممد و معاون ہوں مثلاً مقتول اور قاتل کے مابین دیرینہ دشمنی ہو، مقتول کا سامان کسی کے پاس پایا گیا ہو، مقتول کی لاش ان کی حویلی یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کی گلی وغیرہ سے برآمد ہوئی ہو، ایسے قرائن کی بنیاد پر مدعی سے کہا جائے گا کہ ان میں سے پچاس لوگ حلف دیں کہ ان کا قاتل یہی ہے، اگر وہ قسم دیدیں تو انہیں دیت دلوائی جائے گی بصورت دیگر مشکوک قاتل پچاس آدمیوں کا حلف دے گا۔

فقہی احکام: (۱) قتل کا یقینی علم نہ ہونے کی صورت میں مدعی سے اس وقت پچاس حلف لیے جائیں جب وہ قرائن پیش کر دے۔ (۲) مدعی قرائن تو پیش کر دے مگر حلف نہ دے تو ایسی صورت میں مدعا علیہ پچاس حلف دے گا۔ (۳) جس کے بارے میں یقینی علم ہو کہ یہ آدمی جھوٹا حلف دے سکتا ہے، اگر اس پر حلف دینا لازم آئے تو اس سے حلف لے کر اسے بری کر دیا جائے گا، ایسی صورت میں مقتول کے ورثاء کو بیت المال سے دیت دی جائے گی۔ (۴) بات کرنے کا موقع بڑے کو دیا جائے بشرطیکہ وہ احمق نہ ہو۔ (۵) حدود کا مطالبہ وکیل کے ذریعہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۹۳: وَعَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَقَرَّ الْقَسَامَةَ عَلَى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ,وَقَضَى بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ نَاسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي قَتِيلٍ ادَّعَوْهُ عَلَى الْيَهُودِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب القسامة و المحاربين والقصاص والديات، باب القسامة: ۱۶۷۰، النسائی: ۴/۸، ۵، احمد: ۶۲/۴، ابن الجارود: ۷۹۷

۱۱۹۳: ایک انصاری صحابی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عہد جاہلیت میں رائج قسامة کو برقرار رکھا، آپ ﷺ نے یہ فیصلہ چند انصاری صحابہ کے بارے میں فرمایا جب انہوں نے اپنے ایک آدمی کے قتل کا الزام یہودیوں پر عائد کیا۔ (اسے مسلم نے بیان کیا ہے)۔

تشریح: عہد جاہلیت کے جو ضابطے فطرت اور انصاف کے تقاضوں سے ہم آہنگ تھے رحمت عالم ﷺ نے انہیں برقرار رکھا اور جو فطرت اور امن کے تقاضوں سے متصادم تھے ان پر خط تنسیخ کھینچ دیا۔ زیر مطالعہ حدیث میں جس ضابطہ کو برقرار رکھنے کا ذکر ہے، یہ ضابطہ بھی فطرت اور امن کے تقاضوں سے ہم اہنگ ہے، اس لیے اسے برقرار رکھا گیا۔

۴۔ بَابُ قِتَالِ أَهْلِ الْبَغْيِ باغی لوگوں کے ساتھ لڑائی کرنے کا بیان

۱۱۹۴: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ ,فَلَيْسَ مِنَّا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ومن احیاھا......﴾: ۶۸۷۴، مسلم: ۹۸، النسائی: ۱۱۷/۷، ۱۱۸، ابن ماجة: ۲۵۷۶،

احمد: ۳/۲، ۵۳، ابن حبان: ۴۵۸۸ـ ۴۵۹۰، الطبرانی: ۶۲۴۲، البیہقی: ۲۰/۸، المعجم الاوسط: ۵۸۳۵

۱۱۹۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہمارے خلاف مسلح جدوجہد کی وہ ہم میں سے نہیں۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: القتال: یہ باب مفاعلہ سے دوسرا مصدر ہے، قتال کرنا۔ البغی: باء مفتوح اور غین ساکن، حق سے پھر جانا، یہاں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد میں نقب زنی کر کے ان کے امیر کے خلاف بغاوت کر دیتے ہیں اور ان کے خلاف مسلح جدوجہد شروع کر دیتے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث آپ ﷺ سے حضرت ابوموسیٰ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بھی روایت کرتے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) جو لوگ اطاعت امیر سے خارج ہو جائیں، انہیں مسلمانوں کی جماعت میں دوبارہ شامل ہونے کی دعوت دی جائے اگر وہ اپنی اس ناپاک حرکت سے باز نہ آئیں تو انہیں طاقت کے زور سے کچل دیا جائے۔ (۲) مسلمانوں کے خلاف مسلح جدوجہد کرنا حرام ہے اور جو ایسا کرتا ہے وہ اسلام سے خارج ہے۔ (۳) اگر وہ توبہ کر لے تو اسے معافی دی جائے۔ (۴) خلیفہ جب تک نماز خمسہ کا پابند رہے اس وقت تک اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاف بغاوت جائز نہیں۔

۱۱۹۵: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " مَنْ خَرَجَ عَنِ الطَّاعَةِ ,وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ ,وَمَاتَ ,فَمِيتَتُهُ مِيتَةٌ جَاهِلِيَّةٌ " أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الامارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين: ۱۸۴۸، النسائی: ۷/ ۱۲۳، ابن ماجة: ۳۹۴۸، احمد: ۲/ ۲۹۶، ابن حبان: ۴۵۸۰، البیهقی: ۸/ ۱۵۶

۱۱۹۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو مسلمانوں کے امیر کی اطاعت سے منحرف ہو کر مسلمانوں سے الگ ہو گیا اور وہ اس دوران مر گیا تو اس کی موت جاہلیت پر ہوگی۔ (مسلم)

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں جس امیر کی اطاعت سے منحرف ہونے کو قبیح قرار دیا گیا ہے، اس سے مراد وہ امیر ہے جسے مسلمانوں نے دینی اور دنیاوی ضابطے نافذ کرنے کا اختیار دیا ہو، چنانچہ اس حدیث کو کسی تنظیم کے امیر پر منطبق کرنا اسی طرح قبیح فعل ہے جس طرح شرعی امیر کی اطاعت سے منحرف ہونا قبیح فعل ہے۔

فقہی احکام: (۱) امیر سے اگر کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو اسے بنیاد بنا کر اس کی اطاعت سے منحرف ہونا جائز نہیں۔ (۲) امیر کی اطاعت سے منحرف ہونا فقط اسی صورت میں درست ہے جب وہ صریح کفر والحاد کا مرتکب ہو یا نماز پنجگانہ کا تارک ہو۔

۱۱۹۶: وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " تَقْتُلُ عَمَّارًا الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الفتن، باب لاتقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل: ۲۹۱۶، احمد: ۶/ ۲۸۹، ابن حبان: ۶۷۳۶، اتحاف الخیرة: ۷/ ۴۷۱

۱۱۹۶: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔"

لغوی تحقیق: الفئة: یہ عدة کے وزن پر ہے، اس میں گول تاء، یاء کے عوض لائی گئی ہے کیونکہ اس کی اصل فَأيٌ ہے اور جمع فِآت، ہے اس کا عموماً اطلاق اس تازہ دم دستہ پر ہوتا ہے جو لشکر کے پیچھے رہتا ہے اور ہزیمت کے وقت لشکر جس کے پاس جا کر پناہ لیتا ہے۔ **الباغية:** اس کے لغوی معنی ظلم و تعدی کے بھی ہیں اور تلاش کرنے کے بھی۔

تشریح: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی اس وقت فرمائی تھی جب مسجد نبوی کی تعمیر جاری تھی، زیادہ تر صحابہ ایک ایک پتھر اٹھا کر لا رہے تھے جبکہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دو دو پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی اس وقت پوری ہوئی جب قاتلین عثمان نے اپنی ناپاک سازشوں کے ذریعے صحابہ کو ایک دوسرے کے سامنے کھڑا کر دیا اور صلح کی ہر کوشش کو سبوتاژ کر دیا، اس باغی گروہ نے دونوں صفوں میں گھس کر رات کی تاریکی میں تیر برسانے شروع کر دیئے جس کے نتیجہ میں متعدد جلیل القدر صحابہ شہید ہوئے، اس لڑائی میں شہید ہونے والوں میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یہ لڑائی اسلامی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے جیسا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے روز فرما رہے تھے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں اس واقعہ کے رونما ہونے سے کئی سال پہلے فوت ہو چکا ہوتا۔ امام بوصیری نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت کے جملہ رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

۱۱۹۷: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " هَلْ تَدْرِي يَا ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ ,كَيْفَ حُكْمُ اللَّهِ فِيمَنْ بَغَى مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ؟ " قَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ "لَا يُجْهَزُ عَلَى جَرِيحِهَا ,وَلَا يُقْتَلُ أَسِيرُهَا ,وَلَا يُطْلَبُ هَارِبُهَا ,وَلَا يُقْسَمُ فَيْئُهَا " رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَ الْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ فَوَهِمَ; فَإِنَّ فِي إِسْنَادِهِ كَوْثَرَ بْنَ حَكِيمٍ ,وَهُوَ مَتْرُوكٌ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البزار: ۱۸۴۹، الحاکم: ۱۵۵/۲، البیهقی: ۱۸۲/۸، الکامل لابن عدی: ۷۸/۶

۱۱۹۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے ام عبد کے لخت جگر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس گروہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا فرمان ہے جو اس امت میں ہونے کے باوجود بغاوت کرتا ہے؟" انہوں نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کے زخمیوں کو قتل کرنے میں جلد بازی نہ کی جائے اور نہ اس کے قیدیوں کو قتل کیا جائے، نہ بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے اور نہ اس کا مال تقسیم کیا جائے۔" (اسے البزار اور حاکم نے بیان کیا ہے، اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے، اس روایت پر صحت کا حکم لگانے میں انہیں وہم ہوا ہے کیونکہ اس کی سند میں کوثر بن حکیم نامی راوی متروک ہے۔)

لغوی تحقیق: ابن ام عبد: اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ہیں۔ لا یجهز: قتل کرنے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔

هاربها: لڑائی کے میدان سے بھاگنے والا۔

تشریح: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو تلخیص میں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حاکم نے اس روایت پر سکوت فرمایا ہے، جبکہ بلوغ المرام میں فرماتے ہیں کہ امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور اس روایت کو صحیح کہنا امام حاکم کا وہم ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خود مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کو وہم ہوا ہے کیونکہ حاکم نے اس روایت پر صحت کا حکم نہیں لگایا۔

۱۱۹۸: وَصَحَّ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ مِنْ طُرُقٍ نَحْوُهُ مَوْقُوفًا أَخْرَجَهُ اِبْنُ أَبِي شَيْبَةَ, وَالْحَاكِمُ .

ابن ابی شیبۃ: ۲۶۳/۵، الحاکم: ۱۵۵/۲، البیهقی: ۱۸۱/۸

۱۱۹۸: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی مفہوم کی موقوف صحیح روایت متعدد طرق سے منقول ہے۔ (اسے ابن ابی شیبہ اور حاکم نے روایت کیا ہے۔)

۱۱۹۹: وَعَنْ عَرْفَجَةَ بْنِ شُرَيْحٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ "مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ ,يُرِيدُ أَنْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ ,فَاقْتُلُوهُ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم: کتاب الامارة، باب حکم من فرق امر المسلمین...... : ۱۸۵۲، ابوداود: ۴۷۶۲، النسائی: ۹۲/۷، ۹۳، احمد: ۲۶۱/۴، ابن حبان: ۴۵۷۷، الحاکم: ۱۵۶/۲، عبدالرزاق: ۲۰۷۱۴، الطبرانی: ۳۵۴/۱۷-۳۶۷

۱۱۹۹: حضرت عرفجہ بن شریح رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "تم اتحاد و اتفاق سے رہ رہے ہو، اس دوران ایک شخص آئے اور وہ تم میں افتراق و انتشار کا خواہشمند ہو تو ایسے شخص کو قتل کر دو۔" (مسلم)

تشریح: حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے، نیز چند دیگر روایات بھی اس کی مؤید ہیں۔

فقہی احکام: امت مسلمہ کے شیرازہ کو بکھیرنا نہایت قبیح جرم ہے اور اس جرم کا ارتکاب کرنے والے کی سزا زندگی سے محرومی ہے۔

۵۔ بَابُ قِتَالِ الْجَانِي وَقَتْلِ الْمُرْتَدِّ جسمانی نقصان پہنچانے والے سے لڑنے اور مرتد کو قتل کرنے کا بیان

۱۲۰۰: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ "رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ, وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو داود، کتاب السنة، باب فی قتال اللصوص: ۴۷۷۱، الترمذی: ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، النسائی: ۱۱۵/۷، احمد: ۱۸۸/۱، ۱۹۳/۲، ابن ماجة: ۴۵۸۰، ۴۵۸۱، البخاری: ۲۴۸۰، ابن حبان: ۳۱۹۴، ۳۱۹۵، المعجم الاوسط: ۱۴۲۲، ۱۶۵۲، ۳۱۹۴، ۳۱۹۵، ۶۹۲۶، ۸۰۶۵، ۸۵۴۱، ۸۶۹۵

تنبیہ: (۱) بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں اس حدیث کے راوی کا نام عبداللہ بن عمرو اور بعض میں عبداللہ بن عمر مذکور ہے۔ یہ حدیث تو ان الفاظ کے ساتھ مذکورہ دونوں صحابہ سے منقول ہے، لیکن جن مصادر کی طرف مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو منسوب کیا ہے، ان میں یہ روایت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے۔ (۲) یہ حدیث ان لفاظ کے ساتھ صحیح بخاری میں بھی مذکور ہے، معلوم نہیں کہ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کو چھوڑ کر دیگر مصادر کی طرف اس روایت کو کیوں منسوب کیا ہے؟

۱۲۰۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو مسلمان اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔" (اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **الجانی**: اس کے لغوی معنی جان و مال اور عزت و آبرو کو نقصان پہنچانے کے ہیں۔ **المرتد**: اس کے لغوی معنی لوٹنے کے ہیں اور اصطلاحی معنی اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر لینے کے ہیں۔ **دون ماله**: اپنے مال کا دفاع کرتے ہوئے۔

تشریح: ارتداد کی متعدد صورتیں ہیں مثلاً (۱) ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی ولی یا نبی، شجر و حجر یا شمس و قمر، مٹی یا پتھر یا لکڑی وغیرہ کے مجسموں کو شریک ٹھہرانا۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت کا انکار کر دینا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کو صاحب اولاد کہنا یا سمجھنا، آسمانی کتابوں میں سے کسی ایک یا سب کا انکار کر دینا۔ (۴) کسی ایک یا تمام انبیاء و رسل کا انکار کر دینا۔ (۵) اللہ تعالیٰ یا اس کے رسولوں کی گستاخی کرنا۔ (۶) اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیا کو حلال قرار دینا۔

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت سعید بن زید، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عامر، حضرت انس، حضرت بریدہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مفصل ہے۔

فقہی احکام: (۱) اپنے مال وجان کی حفاظت کیلئے اولاً دفاعی پوزیشن اختیار کرنا چاہیے، جب معاملہ حد سے بڑھنے لگے تو پھر قتال کرنا بھی درست ہے۔ (۲) اگر کوئی شخص اپنے مال کا دفاع کرتے ہوئے حملہ آور کو قتل کر دے تو اس پر نہ تو ضمان لازم ہوگی اور نہ وہ گنہگار ہوگا۔ (۳) اگر وہ خود مارا جائے تو شہید ہوگا اور قاتل پر قصاص لازم ہوگا۔

۱۲۰۱: وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَاتَلَ يَعْلَى بْنُ أُمَيَّةَ رَجُلًا, فَعَضَّ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ فَانْتَزَعَ يَدَهُ مِنْ فَمِهِ, فَنَزَعَ ثَنِيَّتَهُ, فَاخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ" أَيَعَضُّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ كَمَا يَعَضُّ الْفَحْلُ؟ لَا دِيَةَ لَهُ"مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ, وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

البخاری، کتاب الدیات، باب اذا عض رجلاً فوقعت ثنایاه: ۶۸۹۲، مسلم: ۱۶۷۳، الترمذی: ۱۴۴۹، النسائی: ۲۸/۸، ابن ماجة: ۲۶۵۷، احمد: ۴۲۷/۴، الدارمی: ۲۳۷۶، ابن حبان: ۵۹۹۸، ۵۹۹۹

۱۲۰۱: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یعلی بن امیہ نے ایک آدمی سے لڑائی کی، ایک نے دوسرے کو دانتوں سے کاٹ کھایا، دوسرے نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچا تو اس کا سامنے والا دانت ٹوٹ گیا، دونوں اپنا قضیہ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم ایک دوسرے کو اس طرح کاٹ کھاتے ہو جس طرح اونٹ کاٹتا ہے؟ اس طرح کے معاملہ کی کوئی دیت نہیں۔" بخاری و مسلم، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

لغوی تحقیق: **الثنية**: سامنے کے چار دانتوں میں سے کوئی ایک۔ **الفحل**: فاء مفتوح اور حاء ساکن، نر جانور، لیکن یہاں اس سے مراد اونٹ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ اوران کے ملازم کے مابین تنازع ہو گیا، حضرت یعلی رضی اللہ عنہ نے اسے دانتوں سے کاٹ لیا، ملازم نے جب اپنا ہاتھ پوری قوت سے کھینچا تو حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کا دانت ٹوٹ گیا۔

فقہی احکام: (۱) کسی کو دانت سے کاٹ کھانا جرم ہے (۲) مظلوم اپنا دفاع کرتے ہوئے ظالم کا نقصان کر دے تو مظلوم پر دیت لازم نہ ہو گی۔

۱۲۰۲: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صلی اللہ علیہ وسلم " لَوْ أَنَّ امْرَأً اطَّلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ إِذْنٍ ,فَحَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ ,فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ ,لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ جُنَاحٌ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي لَفْظٍ لِأَحْمَدَ ,وَالنَّسَائِيِّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ" فَلَا دِيَةَ لَهُ وَلَا قِصَاصَ "

البخاری، کتاب الدیات، باب من اطلع فی بیت قوم ففقأوا عینه فلادیة له: ۶۹۰۲، مسلم: ۲۱۵۸، ابوداود: ۵۱۷۲، النسائی: ۶۱/۸، احمد: ۲۴۳/۲، ابن حبان: ۶۰۰۴، ابن الجارود: ۷۹۰، البیهقی: ۳۳۸/۸، شرح مشکل الآثار: ۴۰۵/۱

۱۲۰۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر کوئی آدمی تیری اجازت کے بغیر تیرے گھر میں نگاہ ڈال دے اور تو اسے کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو تجھ پر کچھ گناہ نہیں۔" (بخاری و مسلم)

اور احمد، نسائی اور ابن حبان کے الفاظ اس طرح ہیں "اس کیلئے نہ تو دیت ہے اور نہ قصاص۔"

لغوی تحقیق: اطلع: جھانک لیا۔ فحذفته: تونے اسے کنکری ماردی۔ ففقأت عینه: تونے اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ جناح: جیم مضموم، گناہ۔

فقہی احکام: (۱) کسی کے گھر میں جھانکنا ممنوع ہے، خواہ وہ دروازے کے سوراخ سے یا بلند مقام سے جھانکا جائے۔ (۲) جو کسی کے گھر میں بلا اجازت عمداً نگاہ ڈالتا ہے وہ تقدس عین پامال کر لیتا ہے۔ (۳) اگر کوئی کسی کے گھر میں اس کی اجازت سے داخل ہوتا ہے اور اس کی نگاہ اچانک اس کے اہل خانہ پر پڑ جاتی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ (۴) بلا اجازت جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑی جا سکتی ہے اور اسے کوئی بھی نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ (۵) جو شخص جس محلّہ میں رہتا ہے وہ اس محلّہ کے مکانات سے اپنا مکان اونچا نہ بنائے۔ (۶) اگر بنانا چاہتا ہے تو پڑوسیوں کے پردہ کا خیال رکھے۔

۱۲۰۳: وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّ حِفْظَ الْحَوَائِطِ بِالنَّهَارِ عَلَى أَهْلِهَا ,وَأَنَّ حِفْظَ الْمَاشِيَةِ بِاللَّيْلِ عَلَى أَهْلِهَا ,وَأَنَّ عَلَى أَهْلِ الْمَاشِيَةِ مَا أَصَابَتْ مَاشِيَتُهُمْ بِاللَّيْلِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا التِّرْمِذِيُّ , وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَفِي إِسْنَادِهِ اخْتِلَافٌ.

ابوداود، کتاب الاجارة، باب المواشی تفسد زرع قوم: ۳۵۶۹، ۳۵۷۰، النسائی فی الکبریٰ: ۴۱۱/۳، ۴۱۲، ابن ماجة: ۲۳۳۲، احمد: ۲۹۵/۴، ابن الجارود: ۷۹۶، ابن حبان: ۶۰۰۸، الحاکم: ۴۷/۲، ۴۸، عبدالرزاق: ۱۸۴۳۷، الجوهر النقی: ۲۴۲/۸، الدارقطنی: ۱۵۵/۳، الشافعی: ۱۰۷/۲، المؤطا: ۷۴۷/۲

۱۲۰۳: حضرت براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا، دن کے وقت باغات کی حفاظت کرنا باغ کے مالک کی ذمہ داری ہے، رات کے وقت جانوروں کی حفاظت کرنا ان کے مالک کی ذمہ داری ہے، رات کے وقت مویشی جس قدر کسی کا نقصان کریں گے، اس کے مطابق مالکان مویشی کو تاوان ادا کرنا ہوگا۔ اسے احمد اور چاروں میں سے ترمذی نے بیان نہیں کیا اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے، لیکن اسکی سند مختلف فیہ ہے

لغوی تحقیق: الحوائط: یہ حائط کی جمع ہے، ایسے باغات جن کے چاروں اطراف دیوار بنائی گئی ہو۔ الماشية: بھیڑ، بکری، اونٹ، گائے اور بھینس وغیرہ لیکن اس کا اکثر استعمال بکریوں پر ہوتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ دن کے وقت باغات کی حفاظت مالکان کی ذمہ داری ہے، اس کی علت شاید یہ ہو کہ دن کے وقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باغات کے مالکان یا باغبان اپنے باغات میں موجود ہوتے ہیں اور انہیں بھی معلوم ہوتا ہے کہ دن کے اوقات میں مویشی چرنے کیلئے باہر نکلتے ہیں لہٰذا وہ اپنے باغات کی حفاظت کا مناسب انتظام کریں۔ رات کے وقت باغات کے مالکان یا باغبان سو جاتے ہیں جبکہ مویشی اپنے ٹھکانوں میں واپس آجاتے ہیں، اب جو بھی اس معمول کی خلاف ورزی کرے گا وہی نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔

اس روایت کی سند کے مختلف فیہ ہونے کی علت یہ ہے کہ اس روایت کے مرکزی راوی امام زہری ہیں موصوف یہ روایت حرام بن سعد بن محیصہ کے طریق سے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں اور حرام بن سعد بن محیصہ کا حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں، علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ یہ روایت اگرچہ مرسل ہے تاہم یہ مشہور ہے اور ناموار ائمہ نے اسے روایت کیا ہے، اور قبول کیا ہے۔

امام عبدالرزاق نے معمر عن الزہری کے طریق سے جو روایت نقل کی ہے، اس میں حرام بن سعد یہ روایت اپنے والد کے توسط سے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ روایت وھب اور ابومسعود جب معمر سے نقل کرتے ہیں تو وہ حرام بن سعد اور حضرت براء رضی اللہ عنہ کے مابین سعد کا واسطہ نقل نہیں کرتے، اسی طرح ایوب بن سوید اور محمد بن کثیر بھی عن ابیہ کا واسطہ نقل نہیں کرتے۔ تاہم اس روایت کو اہل حجاز اور اہل عراق نے قبول کیا ہے۔

تنبیہ: حرام بن محیصہ کا مکمل نام حرام بن سعد بن محیصہ ہے، موصوف کو ان کے دادا کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) مویشی اگر دن کے وقت فصل کا نقصان کر دیں تو مویشیوں کے مالک پر ضمان لازم نہیں آئے گا، بشرطیکہ مویشیوں کے مالکان نے عمداً ایسا نہ کیا ہو۔ (۲) رات کے وقت اگر مویشی نقصان کریں گے تو مویشیوں کے مالکان کے ذمہ تاوان لازم ہوگا۔

۱۲۰۴: وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ فِي رَجُلٍ أَسْلَمَ ثُمَّ تَهَوَّدَ لَا أَجْلِسُ حَتَّى يُقْتَلَ, قَضَاءُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ, فَأُمِرَ بِهِ, فَقُتِلَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُد، وَكَانَ قَدْ اُسْتُتِيبَ قَبْلَ ذَلِكَ.

البخاری، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین و قتالھم، باب حکم المرتد و المرتدۃ و استتابتھم: ۶۹۲۳، مسلم: ۱۷۳۳، ابوداود: ۴۳۵۴۔۴۳۵۶، احمد: ۱۹۶۸۶

۱۲۰۴: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں جو پہلے اسلام لے آیا پھر یہودی ہو گیا، مروی ہے کہ میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اسے قتل نہیں کر دیا جاتا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا یہی فیصلہ ہے۔ چنانچہ اسے قتل کرنے کا حکم دیا گیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔ (بخاری و مسلم) ابوداؤد میں مروی روایت میں ہے کہ اسے قتل کرنے سے پہلے توبہ کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا۔

لغوی تحقیق: تھود: اس نے اسلام چھوڑ کر یہودی مذہب قبول کر لیا۔

تشریح: مفصل روایت اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا، بعد میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھی یمن روانہ کر دیا گیا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب پہنچے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی بندھا ہوا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر انہیں بتایا گیا کہ اس نے اسلام ترک کر کے یہودیت کو اختیار کر لیا ہے، اس موقع پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے درج بالا فرمان جاری فرمایا۔

فقہی احکام: مرتد کو سزائے موت سے قبل توبہ کرنے کا مشورہ دیا جائے، اگر توبہ کر لے تو اسے چھوڑ دیا جائے بصورت دیگر اسے قتل کر دیا جائے۔

۱۲۰۵: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب استتابۃ المرتدین و المعاندین و قتالھم، باب حکم المرتد و استتابتھم: ۶۹۲۲، ابوداود: ۴۳۵۱، الترمذی: ۱۴۹۹،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النسائی: ۸/۱۰۴، ۱۰۵، ابن ماجة: ۲۵۳۵، احمد: ۱۸۷۱، ۲۹۶۸، ابن حبان: ۴۴۷۵، ۵۶۰۶، الدارقطنی: ۱۰۸/۳، البیهقی: ۲۰۲/۸، الحاکم: ۵۳۸/۳، المعجم الاوسط: ۸۶۱۸، ۹۲۲۶، عبد الرزاق: ۱۸۷۰۶

۱۲۰۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو اپنا دین (اسلام) تبدیل کر لے اسے قتل کر دو۔" (بخاری)

تشریح: حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۱۲۰۶: **وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ ﷺ وَتَقَعُ فِيهِ, فَيَنْهَاهَا, فَلا تَنْتَهِي, فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ أَخَذَ الْمِعْوَلَ, فَجَعَلَهُ فِي بَطْنِهَا, وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ " أَلا اِشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرُوَاتُهُ ثِقَاتٌ.**

ابوداود، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ: ۴۳۶۱، النسائی: ۱۰۷/۷، ۱۰۸

۱۲۰۶: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ بینائی سے محروم ایک شخص کے پاس ام ولد تھی، وہ نبی ﷺ کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرتی اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی، وہ اسے منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہیں آتی تھی، ایک رات اس نابینا شخص نے کدال لی اور اس کے پیٹ پر رکھ کر اپنا سارا وزن اس پر ڈال کر اسے قتل کر دیا، آپ ﷺ کو خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم خوب غور سے سن لو! اس کا خون رائیگاں گیا۔" (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: **ام ولد:** یہ اصل میں امة ہے، اس کی جمع لفظی رعایت کی بنا پر "اماات" اور اصل کی رعایت کی وجہ سے "امهات" آتی ہے اس سے مراد ایسی لونڈی ہے جسے اس کے مالک کا حمل ٹھہر جائے اور وہ حمل مکمل انسانی شکل اختیار کر لے۔ **تقع فیه:** وہ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ **المعول:** میم مکسور اور عین ساکن، کدال۔ **وأتكأ عليها:** اس پر اپنا بوجھ ڈال دیا۔ **دمها هدر:** اس کا خون رائیگاں گیا۔ یعنی وہ بدبخت عورت اسی لائق تھی۔

فقہی احکام: (۱) آپ ﷺ کی وہ شان جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہے اس میں گستاخی کرنے والے کی سزا قتل ہے۔

(۲) جو کسی پر جھوٹا الزام لگا کر اسے گستاخ رسول قرار دیتا ہے، اس کی سزا بھی قتل ہونی چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْحُدُوْدِ
حدود اور سزاؤں کا بیان

۱۔ بَابُ حَدِّ الزَّانِيْ — حدود کا بیان

۱۲۰۷: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنْشُدُكَ بِاللَّهِ إِلَّا قَضَيْتَ لِي بِكِتَابِ اللَّهِ, فَقَالَ الْآخَرُ وَهُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ نَعَمْ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ, وَأْذَنْ لِي, فَقَالَ "قُلْ" قَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ, وَإِنِّي أُخْبِرْتُ أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ, فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَوَلِيدَةٍ, فَسَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ, فَأَخْبَرُونِي أَنَّمَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ, وَأَنَّ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا الرَّجْمَ, فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ, لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللَّهِ, الْوَلِيدَةُ وَالْغَنَمُ رَدٌّ عَلَيْكَ, وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ, وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هَذَا, فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ, وَهَذَا اللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

البخاری، کتاب الحدود، باب الاعتراف بالزنا: ۶۸۲۷، ۶۸۲۸، مسلم: ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ابوداود: ۴۴۴۵، الترمذی: ۱۴۷۰، النسائی: ۸/۲۴۰، ۲۴۱، ابن ماجۃ: ۲۵۴۹، المؤطا: ۸۸۲/۲، احمد: ۱۱۵/۴، الدارمی: ۲۳۱۷، البیہقی: ۲۱۹/۸، ابن حبان: ۴۴۳۷

۱۲۰۷: حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مابین کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ صادر فرمائیں، دوسرے نے عرض کیا اور وہ پہلے سے زیادہ سمجھدار تھا، جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مابین کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ فرمادیں اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بولنے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا: " کہو۔" اس نے عرض کیا، میرا بیٹا اس کا ملازم تھا اور اس نے اس کی بیوی سے بدکاری کر لی، مجھے یہ بتایا گیا کہ میرے بیٹے کے اس جرم کی سزا رجم ہے۔ میں نے اس کی طرف سے سو بکریاں اور ایک لونڈی بطور فدیہ دیدی ہیں۔ پھر میں نے اہل علم سے دریافت کیا تو انہوں نے بتلایا کہ میرے بیٹے کے جرم کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کیلئے جلاوطنی ہے، اور اس شخص کی بیوی کی سزا رجم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تمہارے مابین اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا، لونڈی اور بکریاں تجھے واپس کر دی جائیں گی اور تیرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کیلئے جلاوطنی ہے، اے انیس! صبح اس عورت کے پاس جاؤ، اگر وہ اعتراف جرم کرلے تو اسے رجم کر دو۔" بخاری و مسلم۔ مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

لغوی تحقیق: الحدود: یہ حد کی جمع ہے، اس کے لغوی معنی روکنے کے ہیں، شرعی اصطلاح میں اس سے مراد ایسی سزائیں ہیں جو جرم سے باز رکھنے کیلئے مقرر کی گئی ہیں، حدود اللہ کی تین اقسام ہیں۔ (۱) ایسے جرائم کا ارتکاب کرنا جن سے اللہ تعالیٰ نے سختی سے منع فرمایا ہے، مثلاً بدکاری وغیرہ۔ (۲) ایسے امور جن کے کرنے کی ایک حد تک اجازت دی گئی اور اس حد سے تجاوز کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ مثلاً بیوی کو اچھے طریقے سے رکھنے یا اچھے طریقے سے رخصت کر دینے کی اجازت ہے، اور معروف طریقے سے انحراف کرنے کو حدود اللہ سے تجاوز قرار دیا گیا ہے۔ (۳) محارم کا ارتکاب کرنے پر جو مخصوص سزا مقرر کی گئی ہیں انہیں بھی حد کہا گیا ہے۔ مثلاً زنا اور چوری کی حدود، اور یہاں یہی مقصود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انشدک: ہمزہ مفتوح، نون ساکن اور شین مضموم، آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں۔ **افقہ منہ**: یہ اسم تفضیل ہے، یعنی وہ پہلے سے زیادہ سمجھدار تھا۔ **عسیفاً**: عین مفتوح اور سین مکسور، مزدور یا غلام۔ **ولیدۃ**: نوجوان لونڈی۔ **اغد**: صبح کے وقت جاؤ۔ **انیس**: یہ انس کی تصغیر ہے، اس صحابی کا نام انیس بن الضحاک تھا۔ **ارجمھا**: اسے پتھر مار مار کر زندگی کی نعمت سے محروم کردو۔

تشریح: غوطہ خور اہل علم، انس بن الضحاک کے علاوہ دیگر تمام کرداروں کو ڈھونڈنے سے قاصر رہے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) غیر شادی شدہ زانی کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کیلئے جلاوطنی ہے۔ (۲) شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے۔

(۳) کسی مجرم کو اس کے اقرار پر بھی سزا دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ وہ اپنے بیان سے انحراف نہ کرے۔

۱۲۰۸: وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ ﷛ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ "خُذُوا عَنِّی, خُذُوا عَنِّی, فَقَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیلاً, اَلْبِکْرُ بِالْبِکْرِ جَلْدُ مِائَۃٍ, وَنَفْیُ سَنَۃٍ, وَالثَّیِّبُ بِالثَّیِّبِ جَلْدُ مِائَۃٍ, وَالرَّجْمُ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزانی: ۱۶۹۰، ابوداود: ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، الترمذی: ۱۴۳۴، ابن ماجۃ: ۲۵۵۰، احمد: ۵/ ۳۱۳، ۳۱۷، ۳۱۸، الدارمی: ۲۳۲۷، البیھقی: ۸/ ۲۲۲، ابن حبان: ۴۴۲۵۔ ۴۴۲۷

۱۲۰۸: حضرت عبادہ بن صامت ﷛ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھ سے سیکھ لو، مجھ سے سیکھ لو، اللہ تعالیٰ نے (حضرات و خواتین کیلئے راستہ واضح فرما دیا، کنوارے زانی جوڑے کیلئے سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے، شادی شدہ زانی جوڑے کیلئے سو کوڑے اور رجم ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **خذوا عنی**: مجھ سے سیکھ لو۔

فقہی احکام: (۱) غیر شادی شدہ زانی جوڑے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔

(۲) شادی شدہ، بیوہ یا رنڈوا وغیرھا کی سزا سو کوڑے اور رجم ہے۔

۱۲۰۹: وَعَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَ ﷛ قَالَ أَتَی رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِینَ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَنَادَاہُ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ إِنِّی زَنَیْتُ, فَأَعْرَضَ عَنْہُ, فَتَنَحَّی تِلْقَاءَ وَجْھِہِ, فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ! إِنِّی زَنَیْتُ, فَأَعْرَضَ عَنْہُ, حَتّٰی ثَنّٰی ذٰلِکَ عَلَیْہِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ, فَلَمَّا شَھِدَ عَلٰی نَفْسِہِ أَرْبَعَ شَھَادَاتٍ دَعَاہُ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ "أَبِکَ جُنُونٌ؟" قَالَ لَا قَالَ "فَھَلْ أَحْصَنْتَ؟" قَالَ نَعَمْ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ "اِذْھَبُوا بِہِ فَارْجُمُوہُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

البخاری، کتاب الحدود، باب سوال الامام المقر ھل احصنت: ۶۸۲۵، مسلم: ۱۶۹۱، احمد: ۲/ ۴۵۳، البیھقی: ۸/ ۲۱۹

۱۲۰۹: حضرت ابوہریرہ ﷛ نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے، اس نے بلند آواز سے کہا کہ میں بدکاری کا ارتکاب کر چکا ہوں، آپ ﷺ نے اس سے رُخ انور پھیر لیا، وہ گھوم کر پھر رُخ انور کے سامنے ہوا اور التجا کی، یارسول اللہ ﷺ! میں نے زنا کر لیا ہے۔ آپ ﷺ نے پھر رُخ انور پھیر لیا، حتی کہ اس نے سامنے پیش ہوکر چار بار اعتراف جرم کیا، جب اس نے چار بار اپنے خلاف شہادت دیدی تو آپ ﷺ نے اسے اپنے قریب بلایا اور فرمایا: "کیا تم دیوانے ہو؟" اس نے عرض کیا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم شادی شدہ ہو؟" اس نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے باہر لے جاؤ اور سنگسار کردو۔" بخاری و مسلم

۱۲۱۰: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷟ قَالَ لَمَّا أَتَی مَاعِزُ بْنُ مَالِکٍ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَہُ "لَعَلَّکَ قَبَّلْتَ, أَوْ غَمَزْتَ, أَوْ نَظَرْتَ؟" قَالَ لَا یَا رَسُولَ اللّٰہِ. رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

البخاری، کتاب الحدود، باب ھل یقول الامام للمقر لعلک لمست او غمزت: ۶۸۲۴، ۶۸۲۶، ابوداود: ۴۴۲۷، احمد: ۱/ ۲۳۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۲۱۰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: "شاید تم نے بوس وکنار کیا ہو؟ یا اپنے بازوؤں میں لیا ہو؟ یا محض نظر بد ڈالی ہو؟" اس نے عرض کیا، نہیں یا رسول اللہ ﷺ! ۔البخاری

لغوی تحقیق: قبلت: تو نے بوسہ لیا ہوگا۔ غمزت: تو نے اسے اپنے بازوؤں میں لیا ہوگا۔

تشریح: درج بالا دونوں روایات حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کی بابت منقول ہیں، آپ ﷺ نے اس سے چار بار اعراض فرمایا، اور اس سے تین بار رخ انور پھیرا، رخ انور پھیرنے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں۔ (۱) یقین ہو جائے کہ اس نے حقیقتاً اس جرم قبیح کا ارتکاب کیا ہے۔ (۲) شاید وہ واپس چلا جائے اور رب غفار سے استغفار کرلے۔ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ چونکہ سخت نادم اور تطہیر کے طالب تھے اس لیے انہوں نے بار بار اعتراف جرم کیا، جب اس نے بار بار اعتراف کرلیا تو آپ ﷺ نے اس سے چند سوالات کیے تاکہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے، آپ ﷺ نے فرمایا" کیا تم دیوانے ہو؟" اس نے عرض کیا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "شاید تم نے بوسہ لینے کو بدکاری خیال کرلیا ہو؟ شاید تم نے چھیڑ چھاڑ کرنے کو بدکاری خیال کرلیا ہو؟ شاید تم نے آنکھوں کے زنا کو ہی ایک بڑا جرم خیال کرلیا ہو؟" اس نے عرض کیا، نہیں یا رسول اللہ ﷺ! میں تو زنا کا ارتکاب کر چکا ہوں۔ جب حقیقت واضح ہوگئی اور اس کے ارادے میں کوئی لچک باقی نہ رہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے سنگسار کردو۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ اسے بقیع الغرقد میں واقع جنازہ گاہ لے جایا گیا اور وہاں جب انہیں رجم کیا جانے لگا تو چند ضربوں کے بعد وہ بھاگ کھڑے ہوئے، صحابہ نے ان کا پیچھا کر کے انہیں حرۃ نامی جگہ پر پہنچ کر سنگسار کردیا۔ اسی طرح کی ایک روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

۱۲۱۱ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ خَطَبَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ, وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ, فَكَانَ فِيمَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ آيَةَ الرَّجْمِ. قَرَأْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا, فَرَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ, فَأَخْشَى إِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ مَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللَّهِ, فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللَّهُ, وَإِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَلَى مَنْ زَنَى, إِذَا أُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ, إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ, أَوْ كَانَ الْحَبَلُ, أَوِ الِاعْتِرَافُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحدود، باب الاعتراف بالزنا: ۶۸۲۹، مسلم: ۱۶۹۱، ابوداود: ۴۴۱۸، الترمذی: ۱۴۲۸، ابن ماجة: ۲۵۵۳، احمد: ۱/۲۳، ۲۴، الدارمی: ۲۳۲۲، ابن حبان: ۴۴۲۸، ۴۴۲۹، الحاکم: ۲/۴۱۵، الطیالسی: ۵۴۰، عبدالرزاق: ۱۳۳۶۳، البیهقی: ۸/۲۱۱، الحمیدی: ۲۷، المعجم الاوسط: ۱۵۷۲

۱۲۱۱ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خطاب فرماتے ہوئے کہا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر مبعوث فرمایا، اور ان پر کتاب نازل فرمائی، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر جو قرآن نازل فرمایا اس میں آیت رجم بھی تھی، ہم نے اس کی تلاوت کی اور اسے اپنے ذہنوں میں محفوظ کرلیا اور اسے خوب سمجھ لیا، رسول اللہ ﷺ نے (مجرموں کو) سنگسار کیا، ان کے بعد ہم نے بھی سنگسار کیا، مجھے خدشہ ہے کہ زیادہ وقت گزرنے کے بعد کہنے والا یہ کہے گا کہ اللہ کی کتاب میں ہمیں رجم کا حکم نہیں ملتا، چنانچہ وہ اس فریضہ کو ترک کر کے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا گمراہ ہو جائیں گے، بلاشبہ رجم کی سزا کتاب اللہ میں اس شخص کیلئے ثابت ہے جس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری کا ارتکاب کیا اور ان کے خلاف گواہی ثابت ہوگئی یا حمل ظاہر ہوگیا یا اس نے از خود اعتراف جرم کرلیا۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: آیت رجم اس طرح ہے ﴿الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة نکالاً من الله والله عزیز حکیم﴾ "شادی شدہ مرد وزن جب بدکاری کا ارتکاب کرلیں تو ان دونوں کو لازماً رجم کردو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔" وعینا ها: ہم نے اسے حفظ کرلیا۔ عقلنا ها: ہم نے اسے خوب سمجھ لیا۔ فریضة: یہ فعیلة کے وزن پر ہے۔ البینة: حق ظاہر ہو جائے یعنی چار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عینی شاہد گواہی دیں دے۔ الحبل: حمل۔

تشریح: اس مرد کو رجم کیا جائے گا جس نے نکاح صحیحہ کے بعد اپنی بیوی سے خلوت صحیحہ کی ہو پھر اس کے بعد بدکاری کا ارتکاب کیا ہو، اس طرح اس عورت کو رجم کیا جائے گا جس سے کسی مرد نے نکاح صحیحہ کرنے کے بعد خلوت صحیحہ کی ہو، اس کے بعد اس نے بدکاری کا ارتکاب کر لیا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے واضح ہوا کہ آیت رجم باقاعدہ نازل ہوئی تھی اور اس کی تلاوت ایک وقت تک باقاعدہ کی جاتی تھی لیکن بعد میں اس کی تلاوت تو منسوخ ہو گئی لیکن حکم برقرار رہا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سورۃ احزاب، سورۃ بقرۃ جتنی طویل تھی اور اس میں یہ آیت بھی تھی کہ جب شادی شدہ مرد و زن بدکاری کا ارتکاب کر لیں تو انہیں لازماً رجم کر دیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے، تاہم اس کا مرکزی راوی عاصم بن ابی النجود ہے، موصوف اگرچہ ثقہ ہیں، تاہم وہ اوہام کا شکار ہیں، اس لیے یہ روایت بطور حجت تو اختیار نہیں کی جا سکتی، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کی شاہد ہو سکتی ہے۔

اس روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست بھی عیاں ہو رہی ہے کہ انہوں نے آنے والے خطرات کو اس وقت بھانپ لیا جب ہر طرف خیر سگالی کا دور دورہ تھا، آج علم سے نابلد کتنے ہی ایسے اشخاص ہیں جو رجم کا اعلانیہ انکار کر رہے ہیں اور ان میں بعض نام نہاد ایسے محقق بھی ہیں جنہیں دیکھ کر بھی قرآن حکیم پڑھنا نہیں آتا۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ زوجین کے نکاح کے بعد اگر ان کے ملاپ کے بغیر حمل ظاہر ہو جاتا ہے تو یہ حمل زنا پر محمول ہو گا اور "الولد للفراش" والی حدیث اس عورت کو ہرگز تحفظ نہ دے گی، ایسا بچہ ماں کی طرف منسوب ہو گا اور وہ فقط ماں کا وارث بنے گا

۱۲۱۲: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ "إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ ,فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا ,فَلْيَجْلِدْهَا اَلْحَدَّ, وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ,ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا اَلْحَدَّ ,وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ,ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ ,فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا ,فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الیهود، اهل الذمة فی الزنا: ۱۷۰۳، البخاری: ۶۸۳۹، ابوداود، ۴۴۷۰، الترمذی: ۱۴۷۵، احمد: ۳۴۹/۲، ۳۷۶، البیهقی: ۱۷۵۶۴

۱۲۱۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا "جب آپ میں سے کسی ایک کی لونڈی زنا کا ارتکاب کر لے اور اس کا یہ جرم ثابت ہو جائے تو اس پر حد قائم کرو، اور اسے لعن طعن مت کرو، اگر پھر وہ زنا کرے تو اس پر حد قائم کرو اور اسے ملامت نہ کرو، پھر اگر وہ تیسری بار زنا کا ارتکاب کرے اور اس کی بدکاری ثابت ہو جائے تو اسے فروخت کر دو خواہ بالوں سے بٹی ہوئی رسی ہی اس کے معاوضہ میں ملے۔" (بخاری و مسلم، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

لغوی تحقیق: زنت: لونڈی بدکاری کا ارتکاب کرے۔ زنا: فقہی اصطلاح میں کسی ایسی خاتون سے اس کی قبل سے جماع کرنا جو نہ تو اس کی بیوی ہو اور نہ اس کی ملک یا شبہ ملک ہو، زنا کہلاتا ہے۔ الامة: لونڈی۔ لا یثرب علیها: یاء مضموم، راء مشدد مکسور، اس پر حد قائم کرنے کے بعد اسے برا نہ کہو۔ شعر: بال۔

فقہی احکام: (۱) لونڈی پر بھی حد قائم ہو گی۔ (۲) جس پر حد قائم کی گئی اسے ملامت نہ کیا جائے۔

۱۲۱۳: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "أَقِيمُوا الْحُدُودَ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ فِي مُسْلِمٍ مَوْقُوفٌ

ابوداود، کتاب الحدود، باب فی اقامة الحد علی المریض: ۴۴۷۳، مسلم: ۱۷۰۵، احمد: ۱۵۶/۱، البیهقی: ۱۴۵۶۸، المعجم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الاوسط: ۵۳۷۲

۱۲۱۳: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنے غلام اور لونڈی پر بھی حد قائم کرو۔" (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور مسلم میں یہ روایت موقوف بیان ہوئی ہے۔)

تشریح: یہ روایت اس طرح ہے کہ آل رسول ﷺ کی ایک لونڈی نے بدکاری کا ارتکاب کر لیا، آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "علی! اسے لے جاؤ اور اس پر حد قائم کرو۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں اسے لے کر چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس سے خون جاری ہے اور وہ رکنے کا نام نہیں لیتا، چنانچہ میں اسے لے کر واپس آ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "اے علی! کیا حد قائم کر چکے ہو؟" عرض کیا، میں اسے واپس لے آیا ہوں کیونکہ وہ ابھی نفاس میں ہے اور اس کا خون جاری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کی سزا خون کے بند ہونے تک مؤخر کر دو، پھر اس پر حد قائم کر دینا اور اپنے غلام اور لونڈیوں پر حد قائم کیا کرو۔"

غلام یا لونڈی ایسا جرم کرے جس کی وجہ سے اس پر حد لازم ہو جائے تو اس غلام یا لونڈی پر اس کا آقا حد قائم کر سکتا ہے یا پھر اسے عدلیہ کی طرف رجوع کرنا ہوگا؟ اس مسئلہ میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں، راقم کے نزدیک احتیاط اسی میں ہے کہ وہ بھی عدلیہ سے رجوع کرے۔

فقہی احکام: مریض پر اس وقت تک حد قائم نہ کی جائے جب تک وہ صحت مند نہ ہو جائے۔

۱۲۱۴: وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حَصِينٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ أَتَتْ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ وَهِيَ حُبْلَى مِنَ الزِّنَا فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَصَبْتُ حَدًّا, فَأَقِمْهُ عَلَيَّ, فَدَعَا نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ وَلِيَّهَا فَقَالَ "أَحْسِنْ إِلَيْهَا فَإِذَا وَضَعَتْ فَائْتِنِي بِهَا" فَفَعَلَ فَأَمَرَ بِهَا فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا, ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ, ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا, فَقَالَ عُمَرُ أَتُصَلِّي عَلَيْهَا يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَقَدْ زَنَتْ؟ فَقَالَ "لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ, وَهَلْ وَجَدَتْ أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلَّهِ؟" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى: ۱۶۹۶، ابوداود: ۴۴۴۰، الترمذی: ۱۴۷۴، النسائی: ۴/ ۶۴، احمد: ۴/ ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۵، الدارمی: ۲۳۲۵، الدارقطنی: ۳/ ۱۰۱، ۱۰۲، ابن حبان: ۴۴۰۳، البیہقی: ۹/ ۲۲۵، الطبرانی: ۱۸/ ۴۷۵، ۴۷۶، عبدالرزاق: ۱۳۳۴۸، الطیالسی: ۸۴۸، ابن ابی شیبۃ: ۱۰/ ۸۷، ۸۸

۱۲۱۴: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جہینہ قبیلے کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ زنا سے حاملہ تھی، اس نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی! میں حد کی مستحق ہوں، اس لیے آپ ﷺ مجھ پر حد قائم فرما دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے سرپرست کو طلب کیا اور اسے فرمایا: "اس خاتون کے ساتھ حسن سلوک کرو، جب اس کا حمل وضع ہو جائے تب اسے میرے پاس لے کر آنا۔" چنانچہ اس نے تعمیل حکم کیا، پھر آپ ﷺ نے اس کے بارے میں حکم فرمایا تو اس کے کپڑے مضبوطی سے باندھ دیئے گئے، پھر آپ ﷺ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا تو اسے سنگسار کر دیا گیا، پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے؟ اس نے تو بدکاری کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس خاتون نے ایسی عمدہ توبہ کی ہے کہ اگر اس کی توبہ مدینہ منورہ کے ستر باسیوں کے مابین تقسیم کر دی جائے تو وہ سب کو کفایت کر جائے، کیا تو نے اس عورت سے بہتر کوئی شخص دیکھا ہے جس نے اپنی جان کو اللہ کے سپرد کر دیا ہو۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: جهينة: جیم مضموم، ھا مفتوح اور یاء ساکن، قضاعہ قبیلے کی ایک شاخ جو جهينة بن زید کی طرف منسوب ہے۔ حبلى: حاء مضموم اور باء ساکن، حاملہ۔ فشكت: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے شین مضموم اور کاف مشدد مفتوح ہے، اس کے کپڑے خوب مضبوطی سے باندھ دیئے گئے تاکہ عمل سنگسار کے دوران وہ برہنہ نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

تشریح: جہینہ چھوٹی چھوٹی بہت سی شاخوں میں منقسم تھا، ان میں سے ایک قبیلے کا نام غامد تھا، یہ خاتون اسی قبیلے سے تعلق رکھتی تھی، جہینہ، بنو قضاعہ قبیلے کی ایک بڑی شاخ تھی اور قضاعہ کا شمار قحطانی قبائل میں ہوتا تھا۔

فقہی احکام: (۱) حاملہ عورت کو اس وقت تک سنگسار نہیں کیا جا سکتا جب تک وہ بچہ جنم نہ دے لے۔ (۲) جو اعتراف جرم کر کے خود کو سزا کیلئے پیش کر دے اسے ملامت نہ کیا جائے۔ (۳) جس مجرم کو اس کے جرم کی سزا دے دی جائے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ (۴) ایک دفعہ اعتراف جرم کرنے سے بھی جرم ثابت ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ اس اعتراف پر قائم رہے۔

۱۲۱۵: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ رَجَمَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ ,وَرَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ ,وَامْرَأَةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الیهود، اهل الذمة فی الزنا: ۱۷۰۱، ابوداود: ۴۴۵۵، احمد: ۳۲۱/۳، ابن حبان: ۴۴۳۱ - ۴۴۳۴، ابن ابی شیبة: ۱۴۹/۱۰، ابن ماجة: ۲۵۵۶، البخاری: ۳۶۳۵، ۶۸۴۱

۱۲۱۵: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلم قبیلے کے ایک شخص اور ایک یہودی جوڑے کو سنگسار کیا۔ (مسلم)

لغوی تحقیق: رجلاً من اسلم: اس سے مراد ماعز بن مالک اسلمی ہیں۔

تشریح: حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے بدکاری کا ارتکاب کر لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "توریت میں رجم کے بارے میں کیا حکم ہے؟" وہ کہنے لگے، ہم اسے رسوا کرتے ہیں اور کوڑے لگاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، بلاشبہ توریت میں آیت رجم موجود ہے۔ چنانچہ وہ توریت لائے اور انہوں نے اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا اور ان میں سے ایک آدمی نے آیت رجم پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور آیت رجم سے پہلی اور بعد والی آیات پڑھ کر سنا دیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اپنا ہاتھ اٹھاؤ، اس شخص نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے آیت رجم موجود تھی۔ پھر وہ خود کہنے لگے، اے محمد! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا، اس میں آیت رجم ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوڑے کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ اس جوڑے کو سنگسار کر دیا گیا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے اس آدمی کو دیکھا کہ وہ اس عورت کو پتھر سے بچانے کیلئے جھک جاتا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ دونوں شادی شدہ تھے۔

فقہی احکام: (۱) اسلامی ریاست میں رہنے والے یہود و نصاریٰ کو بھی اسلامی قوانین کے تحت سزائیں دی جائیں گی۔
(۲) کتاب و سنت کے احکامات کو چھپانا شیوا یہود ہے۔

۱۲۱۶: وَقِصَّةُ رَجْمِ الْيَهُودِيَّيْنِ فِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما.

البخاری، کتاب الحدود، باب احکام اهل الذمة و احصانهم اذا زنوا ورفعوا الی الامام: ۶۸۴۰، ۶۸۴۱، مسلم: ۱۶۹۹، ابن حبان: ۴۴۳۴، احمد: ۷/۲، ۶۱

۱۲۱۶: یہودی جوڑے کو سنگسار کرنے کا مفصل ذکر بخاری و مسلم میں ہے۔

۱۲۱۷: وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ بَيْنَ أَبْيَاتِنَا رُوَيْجِلٌ ضَعِيفٌ ,فَخَبُثَ بِأَمَةٍ مِنْ إِمَائِهِمْ ,فَذَكَرَ ذَلِكَ سَعْدٌ لِرَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ "اِضْرِبُوهُ حَدَّهُ" فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّهُ أَضْعَفُ مِنْ ذَلِكَ, فَقَالَ "خُذُوا عِثْكَالًا فِيهِ مِائَةُ شِمْرَاخٍ ,ثُمَّ اضْرِبُوهُ بِهِ ضَرْبَةً وَاحِدَةً." "فَفَعَلُوا" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَابْنُ مَاجَهْ ,وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ لَكِنِ اخْتُلِفَ فِي وَصْلِهِ وَإِرْسَالِهِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن ماجة، ابواب الحدود، باب الكبير و المريض يجب عليه الحد: ۲۵۷۴، النسائی فی الكبریٰ: ۳۱۳/۴، احمد: ۲۲۲/۵، البیهقی: ۲۳۰/۸

۱۲۱۷: حضرت سعید بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہمارے محلے میں ایک لاغر اور پست قد آدمی رہتا تھا، اس نے ہماری لونڈیوں میں سے کسی ایک لونڈی کے ساتھ بدکاری کر لی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ آپ ﷺ کو بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے حد لگاؤ۔" صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ یہ شخص تو اس سزا کے مقابلے میں انتہائی کمزور ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک خوشہ لو جس میں چھوٹی سو شاخیں ہوں، پھر وہ خوشہ اسے ایک بار مار دو۔" صحابہ نے تعمیل حکم کیا۔ (اسے احمد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے، لیکن اس کے موصول یا مرسل ہونے میں اختلاف ہے۔)

لغوی تحقیق: رویجل: راء مضموم، واؤ مفتوح اور یاء ساکن، یہ رجل کی تصغیر ہے، تصغیر متعدد معانی میں استعمال ہوتی ہے (۱) جب تحقیر مقصود ہو، یہاں یہی معنی مراد ہے۔ فخبث بامة: اس نے ایک لونڈی سے بدکاری کر لی۔ عثکالا: عین مکسور اور ثاء ساکن، کھجور کا خوشہ یا کھجور کی وہ لمبی شاخ جس پر پتے لگے ہوں۔ شمراخ: شین مکسور اور میم ساکن، کھجور کے خوشہ کے وہ باریک تنکے جن پر کھجوریں لگی ہوتی ہیں۔

تشریح: اسلام نے معاشرہ کو جرائم سے پاک کرنے کیلئے جرائم کی مناسبت سے سزائیں متعین کی ہیں، بعض جرائم ایسے ہیں کہ ان سے معاشرے کو فقط اسی صورت میں پاک کیا جا سکتا ہے جب مجرم کو سزا موت دی جائے اور بعض ایسے ہیں جو سزائے موت کے متقاضی نہیں، ایسے جرائم کا ارتکاب کرنے والا اگر بیمار یا فطری طور پر کمزور ہو تو پھر اسے نرم سزا بھی دی جا سکتی ہے، جیسا کہ زیر مطالعہ حدیث میں مذکور ہے کہ بدکاری کا ارتکاب کرنے والا شخص فطری طور پر نحیف اور لاغر تھا، اگر اسے سو کوڑے مارے جاتے تو وہ مر جاتا، اس نے جو جرم کیا تھا وہ سزائے موت کا متقاضی نہیں تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے سزا کی کمیت میں کوئی تبدیلی نہیں کی البتہ کیفیت میں نرمی پیدا کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے کھجور کے ایک خوشہ کی ضرب لگا دو۔

اس روایت کو احمد، نسائی اور بن ماجہ وغیرھم نے نقل کیا ہے اور اس کے موصول یا مرسل ہونے میں اختلاف ہے، امام احمد نے سعید بن سعد کے طریق سے اسے مرسل نقل کیا ہے، امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہی محفوظ ہے۔

فقہی احکام: جس جرم کی سزا کوڑے ہوں اگر وہ شخص مطلوبہ کوڑے لگنے سے مر سکتا ہے تو پھر کوڑے آہستہ یا اقساط میں یا پھر متعین تعداد میں تنکے لے کر انہیں ایک ساتھ ایک بار مار دیئے جائیں۔

۱۲۱۸: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ " مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ, فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ, وَمَنْ وَجَدْتُّمُوهُ وَقَعَ عَلَى بَهِيمَةٍ, فَاقْتُلُوهُ وَاقْتُلُوا الْبَهِيمَةَ " رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَةُ, وَرِجَالُهُ مُوَثَّقُونَ, إِلَّا أَنَّ فِيهِ اخْتِلَافًا.

ابوداود، كتاب الحدود، باب فيمن عمل عمل قوم لوط: ۴۴۶۲، الترمذی: ۱۴۹۷، النسائی فی الكبریٰ: ۳۲۲/۴، ابن ماجة: ۲۵۶۱، احمد: ۳۰۰/۱، الحاكم: ۳۵۵/۴، الدارقطنی: ۱۲۴/۳، البیهقی: ۲۳۲/۸ (۱۷۴۹۲)

۱۲۱۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جسے تم عمل قوم لوط کرتا پاؤ تو اس فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو، اور جسے کسی جانور کے ساتھ غیر اخلاقی حرکت کرتے پاؤ، اسے اور اس جانور کو قتل کر دو۔" اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے، اس کے رواۃ کی توثیق بیان کی گئی ہے، البتہ اس میں اختلاف کیا گیا ہے۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث دو جملوں پر مشتمل ہے۔ مقدم الذکر جملہ عبدالعزیز بن محمد اور عباد بن منصور کے طرق سے مروی ہے ان طرق کو امام حاکم، امام ذہبی اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے، مؤخر الذکر جملہ عمرو بن ابی عمرو کے طریق سے مروی ہے۔ اس طریق کو علامہ البانی نے صحیح کہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔مرد کا مرد کے ساتھ یا مرد کا عورت کے ساتھ دبر سے غیر اخلاقی حرکت کرنا اکبر الکبائر میں شمار ہوتا ہے،قرآن حکیم کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس غیر اخلاقی حرکت کا ارتکاب سب سے پہلے قوم لوط نے کیا بنابریں اس فعل کی نسبت قوم لوط کی طرف کی گئی ہے۔

حافظ ابن قیم کا کہنا ہے کہ عمل قوم لوط کا ارتکاب کرنے والے کو قتل کرنے پر صحابہ کا اجماع ہے،البتہ قتل کی کیفیت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ایسے شخص کو نذر آتش کر دینا چاہیے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اسے پہاڑ سے گرا کر اس پر سنگ باری کی جائے۔مؤلف رحمہ اللہ نے حدیث نقل کرنے کے بعد اسی اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فقہی احکام: عمل قوم لوط کا ارتکاب کرنے والے کیلئے حد ہے تعزیر نہیں اس لئے اس غیر اخلاقی فعل کرنے والے کو قتل کر دینا چاہیے۔

۱۲۱۹: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم ضَرَبَ وَغَرَّبَ وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ ضَرَبَ وَغَرَّبَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ ,إِلَّا أَنَّهُ اخْتُلِفَ فِي وَقْفِهِ ، وَرَفْعِهِ .

الترمذی، ابواب الحدود، باب ماجاء فی النفی: ۱۴۳۸ ، البیهقی: ۸/۲۲۳، النسائی فی الکبریٰ: ۳۲۳/۴، الاحکام الوسطی: ۸۹/۴، بیان الوهم والایهام: ۴۴۴/۵ ، ۴۴۵

۱۲۱۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے لگوائے اور جلاوطن کیا،حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوڑے لگوائے اور جلاوطن کیا۔(اسے ترمذی نے روایت کیا ہے،اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں،تاہم اس کے موقوف یا مرفوع ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔)

لغوی تحقیق: غرب: غین مفتوح اور راء مشدد، جلاوطن کیا۔اس کا اطلاق عموماً ایک سال کی جلاوطنی پر ہوتا ہے۔

تشریح: اس روایت کے مرکزی راوی عبداللہ بن ادریس ازدی ہیں ان کے اکثر تلامذۃ نے ان سے یہ روایت مرفوع اور بعض نے موقوف بیان کی ہے۔جن حضرات نے مرفوع بیان کی ہے وہ تعداد میں زیادہ ہیں،اس لیے یہاں ثقات کی زیادتی بلا تردد مقبول ہے۔نیز اس روایت کو امام حاکم اور امام ابن قطان نے صحیح کہا ہے۔اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ غیر شادی شدہ زانی کی مکمل سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور جن حضرات کا خیال ہے کہ جلاوطنی کا حکم منسوخ ہو چکا ہے ان کا دعوی بلا دلیل ہے۔

فقہی احکام: غیر شادی شدہ زانی کو سو کوڑے مارنے کے بعد اسے ایک سال کیلئے جلاوطن کر دیا جائے۔

۱۲۲۰: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ ,وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ ,وَقَالَ " أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الحدود،باب نفی اهل المعاصی و المخنثین: ۶۸۳۴، ابوداود: ۴۹۳۰، احمد: ۳۳۹/۱ (۳۱۵۱)، المعجم الاوسط: ۱۴۵۸، ۴۰۱۵، ابن حبان: ۵۷۵۱ ، ۵۷۵۲

۱۲۲۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو خواتین کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ایسی خواتین پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں ، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" انہیں اپنے گھروں سے نکال دو۔"(بخاری)

لغوی تحقیق: المخنثین: یہ مخنث کی جمع ہے،مخنث ایسے شخص کو کہتے ہیں جو خواتین جیسا لباس پہنتا ہے یا ان جیسی حرکات وسکنات عمداً اختیار کرتا ہے۔ المترجلات: یہ مترجلة کی جمع ہے،ایسی خواتین جو مردوں جیسا لباس پہنتی ہیں یا عمداً ان جیسی حرکات وسکنات اختیار کرتی ہیں۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک طریق میں ہے کہ ایسے مرد جو خواتین کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ایسی خواتین جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو خواتین جیسا لباس پہنتے ہیں، اسی مفہوم کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

عصر حاضر میں یہ مرض نوجوان نسل میں بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے، خصوصاً تھیٹر اور سرکس وغیرہ میں تو اس کا مظاہرہ کثرت سے کیا جاتا ہے۔ اور شائقین کی بڑی تعداد ان سے محظوظ ہوتی ہے اور لوگ اسے تفریح طبع کا سامان کا کہہ کر نہایت معمولی حرکت قرار دیتے ہیں جبکہ اس جرم کا شمار اکبر الکبائر میں ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اکبر الکبائر کے مرتکب کو ہی ملعون قرار دیتے ہیں، نیز ٹرانس جینڈر بھی اسی حدیث کی روشنی میں ممنوع ہے اور اس عمل کا حصہ بننے والی مقنّنہ اور اطباء بھی قابل مذمت ہیں۔

ہمارے معاشرے کے مرد حضرات کی اکثریت اپنے ٹخنوں کو ڈھانپتی ہے، جبکہ ٹخنوں کا ڈھانپنا خواتین کا شعار ہے، اس کے برعکس خواتین کی ایک بڑی تعداد ٹخنے ننگے رکھتی ہے، جبکہ ٹخنے ننگے رکھنا مردوں کا شعار ہے۔ خواتین و حضرات کی یہ حرکت بھی اسی زمرے میں آتی ہے، لہٰذا اس سے احتراز کرنا بھی اشد ضروری ہے۔

فقہی احکام: (۱) خواتین و حضرات کا مخالف جنس کی مشابہت اختیار کرنا باعث لعنت ہے۔ (۲) ایسے خواتین و حضرات کا داخلہ اپنے گھروں میں ممنوع قرار دینا ضروری ہے۔ (۳) ٹرانس جینڈر کا عمل بھی نہایت قبیح عمل ہے۔

۱۲۲۱: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "اِدْفَعُوا الْحُدُودَ ,مَا وَجَدْتُمْ لَهَا مَدْفَعًا" أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَهْ ,وَسَنَدُهُ ضَعِيفٌ

ابن ماجة، كتاب الحدود، باب الستر على المؤمن و دفع الحدود بالشبهات: ۲۵۴۵

۱۲۲۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جہاں تک ممکن ہو حدود جاری کرنے سے گریز کرو۔" (اسے ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ اور اس کی سند ضعیف ہے۔)

لغوی تحقیق: ادفعوا: ایسا عذر تلاش کرو جو حد کو مانع ہو۔

تشریح: یہ روایت فقط ابراہیم بن فضل کے طریق سے مروی ہے، موصوف کو امام احمد، امام یحییٰ بن معین، امام بخاری اور امام نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

۱۲۲۲: وَأَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَالْحَاكِمُ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا بِلَفْظِ "ادْرَأُوا الْحُدُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ" وَهُوَ ضَعِيفٌ أَيْضًا.

الترمذی، ابواب الحدود، باب ماجاء فی درء الحدود: ۱۴۵۹، الحاكم: ۳۸۴/۴

۱۲۲۲: امام حاکم اور امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے توسط سے یہ حدیث ان لفاظ سے بیان کی ہے "جہاں تک ممکن ہو حد جاری کرنے سے گریز کرو۔" یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

لغوی تحقیق: ادرءوا: یہ لفظ ادفعوا کا مترادف ہے۔

تشریح: یہ روایت یزید بن زیاد کے متروک ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۲۲۳: وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ مِنْ قَوْلِهِ بِلَفْظِ "ادْرَأُوا الْحُدُودَ بِالشُّبُهَاتِ"

الدارقطنی: ۸۴/۳، البيهقی، كتاب الحدود، باب ما جاء فی درء الحدود بالشبهات: ۲۳۸/۸ (۱۷۵۳۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۲۲۳: امام بیہقی نے یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ان الفاظ سے نقل کی ہے۔ "شبہات کی وجہ سے حدود جاری کرنے سے گریز کرو۔"

تشریح: یہ روایت مختار التمار کی وجہ سے سخت مجروح ہے کیونکہ موصوف کو امام بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے۔ یہ روایات اگرچہ سنداً ضعیف ہیں تاہم معنیً درست ہے کیونکہ نص قطعی سے یہ بات ثابت ہے کہ کسی شخص کو فقط اسی صورت میں سزا دی جاسکتی ہے جب اس کے خلاف عینی شواہد موجود ہوں، محض شک کی بنا پر کسی ملزم کو مجرم قرار دے کر سزا دینا اسلامی نظام عدل کی روح کے خلاف ہے۔

۱۲۲۴: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "اِجْتَنِبُوا هٰذِهِ الْقَاذُورَاتِ الَّتِي نَهَى اللَّهُ عَنْهَا, فَمَنْ أَلَمَّ بِهَا فَلْيَسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللَّهِ, وَلْيَتُبْ إِلَى اللَّهِ تَعَالٰى, فَإِنَّهُ مَنْ يُبْدِ لَنَا صَفْحَتَهُ نُقِمْ عَلَيْهِ كِتَابَ اللَّهِ عَزَّ جَلَّ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ, وَهُوَ فِي "الْمُوَطَّإِ" مِنْ مَرَاسِيلِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ.

الحاکم: ۲۴۴/۴، المؤطا: ۸۲۵/۲

۱۲۲۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ان قبیح حرکات سے اجتناب کرو جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، اور جو شخص ان حرکات کا ارتکاب کرے وہ اللہ تعالیٰ کے ڈالے ہوئے پردہ کو برقرار رہنے دے، اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے، کیونکہ جو شخص اپنی پیٹھ ظاہر کردے گا ہم اس پر کتاب اللہ کی حد نافذ کردیں گے۔" (اسے حاکم نے روایت کیا ہے، اور یہ روایت مؤطا میں زید بن اسلم کے طریق سے مرسل مذکور ہے۔)

لغوی تحقیق: **القاذورات:** یہ قاذورۃ کی جمع ہے، اس کے لفظی معنی گندگی کے ہیں اور یہ لفظ متعدد معانی میں مستعمل ہے، اور یہاں اس سے مراد بدکاری ہے۔ **الم:** ارادے کو عملی جامہ پہنا دیا۔ **یبد:** ظاہر کردے۔ **صفحته:** اس کے حقیقی معنی رخسار کے ہیں، لیکن یہاں اس سے مراد گناہ کا اظہار ہے۔

تشریح: اس حدیث میں جن گناہوں کو ظاہر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان گناہوں سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا تعلق بندوں کے حقوق کی پامالی سے نہیں۔ مثلاً بدکاری اور شراب نوشی وغیرہ، اس قسم کے گناہ اگر کسی انسان سے سرزد ہوجائیں اور بعد میں اسے ان پر ندامت ہو تو اسے ان گناہوں کا اظہار کرنے کی بجائے توبہ کرلینی چاہیے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے جرم کا اظہار کردے گا تو اسے سزا کا سامنا کرنا لازم ہوگا۔

فقہی احکام: (۱) جن گناہوں پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال رکھا ہو، انہیں راز ہی رہنے دیا جائے۔
(۲) اعتراف جرم کرنے پر شہادت کی ضرورت نہ ہوگی۔ (۳) محض اعتراف جرم پر اسے سزا کا سامنا کرنا ہوگا۔

۲۔ بَابُ حَدِّ الْقَذْفِ — زنا کی تہمت لگانے کی سزا کا بیان

۱۲۲۵: عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَمَّا نَزَلَ عُذْرِي, قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ, فَذَكَرَ ذَالِكَ وَتَلَا الْقُرْآنَ, فَلَمَّا نَزَلَ أَمَرَ بِرَجُلَيْنِ وَامْرَأَةٍ فَضُرِبُوا الْحَدَّ. أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَةُ وَ أَشَارَ إِلَيْهِ الْبُخَارِيُّ.

ابوداود، الحدود، باب فی حد القذف: ۴۴۷۴، الترمذی: ۳۴۰۷، النسائی فی الکبریٰ: ۷۳۵۲، ابن ماجۃ: ۲۵۶۷، احمد: ۳۵/۶، ۶۱، البخاری: ۶۸۵۷، ۶۹، ۲۷۳، البیہقی: ۱۷۶۱۵

۱۲۲۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، جب میری برأت کا حکم نازل ہوا تو رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، آپ ﷺ نے اس تہمت کا ذکر کرنے کے بعد قرآن کریم کی وہ آیات تلاوت فرمائیں، جب آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دو مردوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک خاتون کو حد لگانے کا حکم دیا، چنانچہ انہیں کوڑے مارے گئے۔ (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے، اور امام بخاری نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔)

لغوی تحقیق: القذف: اس کے لغوی معنی پھینکنے کے ہیں، شرعی اصطلاح میں کسی پر زنا کا جھوٹا الزام لگانے کو قذف اور تہمت لگانے والے کو قاذف کہتے ہیں۔ عذری: جب میری برأت کا حکم نازل ہوا۔ یعنی سورۃ نور کی آیات نازل ہوئیں۔ رجلین: ان دو مردوں سے مراد حضرت حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ امرأۃ: اس عورت سے مراد حمنہ بنت جحش ہیں۔

تشریح: غزوۃ مریسیع سے واپسی پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا اور وہ اپنا ہار تلاش کرنے کیلئے صبح کی تاریکی میں قافلے سے الگ ہو گئیں اور اسی دوران قافلہ کوچ کر گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی جگہ پر بیٹھ گئیں، کیونکہ انہیں یہ معلوم تھا کہ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کو قافلے سے پیچھے پیچھے چلنے پر مامور کیا گیا ہے تاکہ وہ قافلے کی چھوڑی ہوئی اشیاء اٹھا کر قافلے کے سپرد کر دیں، چنانچہ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اونٹ پر سوار کر لیا اور خود اس کی مہار پکڑ کر آگے چلنے لگے اور ظہر تک انہیں قافلے کے ساتھ ملا دیا، اس جنگ میں عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی بھی شریک تھے، عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کردار کشی شروع کر دی، اس کے دام فریب میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم بھی آ گئے حالانکہ یہ تینوں مخلص مسلمان تھے، اس واقعہ کے تقریباً ایک ماہ بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں سورۃ نور کی ۱۱-۲۰ آیات نازل ہوئیں، ان آیات کے نازل ہونے پر آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اختتام خطبہ کے بعد ان تینوں پر حد قذف جاری کی گئی۔

فقہی احکام: (۱) زنا کی تہمت لگانے کی سزا اسی کوڑے ہیں۔ (۲) اگر کوئی بڑا شخص بھی اس جرم کا ارتکاب کرے تو اسے بھی اس سزا کا سامنا کرنا ہوگا۔ (۳) مقذوف اگر معاف کر دے تو قاذف سے حد قذف ساقط ہو جائے گی۔ (۴) شوہر اگر بیوی پر تہمت لگا دے تو اسے عدم شہادت کی صورت میں لعان کا سامنا کرنا ہوگا۔

۱۲۲۶: وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَوَّلُ لِعَانٍ كَانَ فِي الْإِسْلَامِ أَنَّ شَرِيكَ بْنَ سَحْمَاءَ قَذَفَهُ هِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ بِامْرَأَتِهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "اَلْبَيِّنَةَ وَإِلَّا فَحَدٌّ فِي ظَهْرِكَ" اَلْحَدِيثَ أَخْرَجَهُ أَبُو يَعْلَى ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

ابویعلیٰ: ۲۸۲۴، صحیح ابن حبان: ۴۲۸۲-۴۲۸۸

۱۲۲۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اسلام میں سب سے پہلا لعان اس وقت ہوا جب ہلال بن امیہ نے شریک بن سحماء پر یہ الزام لگایا کہ اس کے اس کی بیوی سے ناجائز تعلقات ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے انہیں شہادت پیش کرنے کا حکم دیا اور فرمایا "بصورت دیگر تیری پشت پر حد جاری ہوگی۔" (یہ اس حدیث کا اختصار ہے جو ابویعلی نے بیان کی ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: شریک: شین مفتوح اور راء مکسور۔ سحماء: سین مفتوح اور حاء ساکن۔ البینة: فعل محذوف کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، یہ اصل میں؛ احضروا البینة؛ ہے، یعنی گواہ پیش کرو۔ اگر علیک محذوف تصور کر لیں تو پھر یہ مرفوع ہوگا، اس صورت میں بھی اس کا مفہوم وہی ہوگا۔

تشریح: سورہ نور کی جب ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو ان میں بلا تخصیص الزام لگانے والے کو چار عینی شاہد پیش کرنے کا حکم دیا گیا، بصورت دیگر انہیں اسی کوڑوں کی وعید سنائی گئی، بنابریں جب حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے شریک بن سحماء اور اپنی بیوی پر یہ الزام عائد کیا کہ ان کے آپس میں ناجائز تعلقات ہیں تو آپ ﷺ نے ان سے انہیں آیات کی روشنی میں شہادتیں طلب فرمائیں اور بصورت دیگر انہیں قذف کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سامنا کرنے کا حکم دیا، یہ فیصلہ سن کر صحابہ میں اضطراب و بے یقینی کی لہر دوڑ گئی، اور بعض نے تو اس کا اظہار بھی کر دیا۔ یہ اضطراب و تردد فطری تھا کیونکہ کسی اجنبی جوڑے کو غیر اخلاقی حالت میں دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا انسانی بساط میں ہے، مگر اپنے بستر پر کسی دوسرے شخص کو عیاشی کرتے دیکھ کر خاموش رہنا غیرت سے متصادم ہے، بھلا مؤمن سے زیادہ غیور کون ہوسکتا ہے؟ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے پہلے حکم میں ترمیم کرتے ہوئے شوہر کیلئے ایک الگ ضابطہ جاری فرما دیا، اس ضابطہ کے جاری ہونے کا سبب ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ ، ان کی بیوی اور شریک بن سحماء بنے، اس لیے سب سے پہلے ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے مابین لعان ہوا، لعان کا طریقہ کار سورۃ نور میں ملاحظہ فرمائیں۔

فقہی احکام: (۱) شوہر اگر اپنی بیوی کو زانیہ قرار دے اور چار گواہ پیش کر دے تو بیوی کو سنگسار کر دیا جائے۔ (۲) جس شخص کے ساتھ اس عورت کے ناجائز تعلقات ہوں اگر وہ بھی شادی شدہ ہو تو اسے بھی سنگسار کر دیا جائے بصورت دیگر اسے سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کیلئے جلا وطن کیا جائے۔ (۳) عدم شہادت پر زوجین کے مابین سر عام لعان کا اہتمام کیا جائے۔ (۴) لعان کے آغاز سے پہلے شوہر کو پند و نصائح کیے جائیں کہ اگر تم نے جذبات کی رو میں بہہ کر الزام لگایا ہے تو اپنے دعوی سے رجوع کر لو کیونکہ دنیا کی سزا آخرت کی سزا سے کہیں کم تر ہے۔ (۵) شوہر جب لعان کی کاروائی مکمل کر لے تو عورت کو بھی یہی وعظ کیا جائے۔ (۶) جب دونوں لعان کی کاروائی مکمل کر لیں تو ان کے درمیان دائمی جدائی کر دی جائے۔ (۷) شوہر لعان کے بعد عورت سے حق مہر کی واپسی کا مجاز نہیں۔ (۸) لعان کے بعد اس عورت کے بطن سے جنم لینے والا بچہ اس عورت کی طرف منسوب کیا جائے اور اسے اس کی ماں کا وارث بنایا جائے۔

۱۲۲۷: وَ فِي الْبُخَارِيِّ نَحْوُهُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما.

البخاری، کتاب التفسیر، باب والذین یرمون ازواجهم ......الصادقین: ۴۷۴۵ ، باب ویدرأ عنها العذاب......الکاذبین: ۴۷۴۷، ابن حبان: ۴۲۸۱ ـ ۴۲۸۸

۱۲۲۷: بخاری میں اسی مفہوم کی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں یہ صراحت بھی ہے کہ وہ عورت جب پانچویں قسم اٹھانے لگی تو صحابہ نے اسے توقف کرنے کا مشورہ دیا اور کہا، یہ قسم جہنم واجب کر دے گی، چنانچہ اس عورت نے کچھ دیر کیلئے توقف کیا اور پھر کہا، میں آج اپنے خاندان کو رسوا نہیں کر سکتی، لعان کا عمل مکمل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس عورت کے وضع حمل کا خیال رکھنا، اگر یہ عورت سیاہ آنکھوں والا، موٹی سرین والا اور موٹی پنڈلیوں والا بچہ جنم دے تو یہ شریک بن سحماء کا ہوگا، چنانچہ اس نے ایسا ہی بچہ جنم دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر کتاب اللہ کا حکم موجود نہ ہوتا تو میں اس عورت کو قرار واقعی سزا دیتا۔"

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ لعان کا حکم عویمر عجلانی کی بابت نازل ہوا، بنا بریں مفسرین نے اس کے شان نزول کی بابت اختلاف کیا ہے۔ ان دونوں روایات کے مابین مطابقت کی صورت موجود ہے، یعنی ممکن ہے کہ ہلال بن امیہ اور عویمر عجلانی نے اپنا اپنا مدعا یک بعد دیگر پیش کیا ہو اور دونوں کے جواب میں آیات لعان نازل ہوئی ہوں، بنا بریں یہ دونوں حضرات اس آیت کے شان نزول کا سبب بنے ہوں۔

۱۲۲۸: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ لَقَدْ أَدْرَكْتُ أَبَا بَكْرٍ, وَعُمَرَ, وَعُثْمَانَ رضی اللہ عنہم, وَمَنْ بَعْدَهُمْ, فَلَمْ أَرَهُمْ يَضْرِبُونَ الْمَمْلُوكَ فِي الْقَذْفِ إِلَّا أَرْبَعِينَ. رَوَاهُ مَالِكٌ, وَالثَّوْرِيُّ فِي جَامِعِهِ.

المؤطا: ۸۲۸/۲، البیهقی، کتاب الحدود، باب العبد یقذف حرًا: ۱۷۲۲۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۲۲۸: حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والوں کا عہد خلافت پایا ہے وہ غلاموں کو جھوٹی تہمت لگانے پر چالیس کوڑے مارتے تھے۔(اسے مالک اور ثوری نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے۔)

تشریح: صاحب اوجز المسالک مؤطا کی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام بیہقی نے یحییٰ بن بکیر عن مالک عن ابی الزناد اور عن ثوری عن ابی الزناد اور بعض دوسرے طرق سے یہ روایت نقل کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔یعنی بیہقی میں ثوری کے طریق سے انھیں الفاظ کے ساتھ یہ روایت مروی ہے۔

فقہی احکام: غلام کے معاشرتی حقوق آزاد آدمی کے مقابلے میں نصف ہیں۔اس لیے ان کیلئے سزائیں بھی نصف ہیں۔

۱۲۲۹: وَعَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ,إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحدود، باب قذف العبید: ۶۸۵۸، مسلم: ۱۶۶۰، ابوداود: ۵۱۶۵، الترمذی: ۲۰۲۹، احمد: ۲/۴۳۱، ۵۰۰، الدارقطنی: ۲۱۳/۳، ۲۱۴، البیہقی: ۱۷۶۱۴

۱۲۲۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جو شخص اپنے غلام پر تہمت لگائے اور اگر وہ ایسا ہی ہے تو ٹھیک، ورنہ قیامت کے روز اسے حد قذف لگائی جائے گی۔"(بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ آقا اگر اپنے غلام پر تہمت لگاتا ہے اور وہ چار عینی شاہد بھی پیش نہیں کرتا تب بھی دنیا میں اسے حد قذف کا سامنا نہیں کرنا ہوگا، اس پر جمیع علماء کا اتفاق ہے لیکن جھوٹی تہمت ہونے کی صورت میں وہ عنداللہ مجرم ہے اور قیامت کے روز اسے حد قذف لگائی جائے گی۔

۳۔ بَابُ حَدِّ السَّرِقَةِ — چوری کی حد کا بیان

۱۲۳۰: عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " لَا تُقْطَعُ يَدُ سَارِقٍ إِلَّا فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ وَ لَفْظُ الْبُخَارِيِّ "تُقْطَعُ يَدُ سَارِقٍ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا " وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ "اِقْطَعُوا فِي رُبُعِ دِينَارٍ ,وَلَا تَقْطَعُوا فِيمَا هُوَ أَدْنَى مِنْ ذٰلِكَ"

البخاری، کتاب الحدود، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿والسارق و السارقة﴾: ۶۷۸۹، مسلم: ۱۶۸۴، ابوداود: ۴۳۸۳، ۴۳۸۴، الترمذی: ۱۴۸۵، النسائی: ۸/۸۱، ۸۲، ابن ماجۃ: ۲۵۸۵، احمد: ۶/۳۶، ۸۰، ۸۱، الدارمی: ۲۳۰۰، ابن الجارود: ۸۲۴، الدارقطنی: ۱۸۹/۳، البیہقی: ۲۵۸/۸، ابن حبان: ۴۴۶۴، الحمیدی: ۲۸۰، المعجم الاوسط: ۳۳۲

۱۲۳۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"چور کا ہاتھ مت کاٹا جائے الا یہ کہ وہ چوتھائی دینار یا اس سے زائد مالیت کی چوری کرے۔"(بخاری ومسلم، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں) بخاری کے الفاظ اس طرح ہیں"چوتھائی دینار یا اس سے زائد مالیت کی چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے۔"مسند احمد میں ہے"چوتھائی دینار چوری کرنے پر ہاتھ کاٹو اور اس سے کم مالیت چوری کرنے پر ہاتھ مت کاٹو۔"

لغوی تحقیق: **السرقة:** کسی کی چیز مخفی طریقے سے لینا، شرعی اصطلاح میں کسی دوسرے شخص کا مال جس میں اپنی ملکیت کا شبہ نہ ہو اس کے محفوظ مقام سے مخفی طریقے سے لینا چوری کہلاتا ہے۔ **فصاعداً:** یہ حال (مؤکدہ) ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور حال مؤکدہ واؤ سے استعمال نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتا بلکہ فاء یاثم سے ہوتا ہے، یہاں اس کا معنی ہے اگر زائد ہو۔ الدینار: خالص سونے کا ایک سکہ جس کا صافی وزن چار گرام ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ چوری کا وہ نصاب جس پر قطع ید لازم آتا ہے وہ چوتھائی دینار یا اس کی مالیت کی کوئی دوسری چیز یا پھر تین درہم چاندی ہے۔ اس سے کم مالیت چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، البتہ اسے قید وغیرہ کیا جا سکتا ہے۔ سرقہ کی تعریف سے یہ واضح ہوا کہ ہاتھ فقط اسی صورت میں کاٹا جائے گا جب کسی کا مال مخفی طریقے سے لیا گیا ہو۔ امانت میں خیانت کرنے، کوئی چیز عاریتاً لے کر انکار کرنے یا زبردستی چھین لینے پر قطع ید نہیں۔

فقہی احکام: (۱) اولاد اور والدین ایک دوسرے کا مال چرالیں تو قطع ید نہیں۔ (۲) بیوی اور شوہر ایک دوسرے کا مال چرالیں تو قطع ید نہیں۔ (۳) ایک چوتھائی دینار یا اتنی مالیت کی اشیا چوری کرنے پر قطع ید ہے۔

۱۲۳۱: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَطَعَ فِي مِجَنٍّ، ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحدود، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿والسارق والسارقة......﴾: ۶۷۹۵، ۶۷۹۱، مسلم: ۱۶۸۶، ابوداود: ۴۳۸۵، الترمذی: ۱۴۸۶، النسائی: ۷۶/۸، ۷۷، ابن ماجة: ۲۵۸۴، احمد: ۶/۲، ۱۴۵، الدارمی: ۲۳۰۱، ابن الجارود: ۸۲۵، الدارقطنی: ۱۹۰/۳، البیهقی: ۲۵۶/۸، ابن حبان: ۴۴۶۱۔ ۴۴۶۳، ابن ابی شیبة: ۴۷۲/۹

۱۲۳۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ڈھال چوری کرنے پر ہاتھ کاٹ دیا، اس کی مالیت تین درہم تھی۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: مجن: میم مکسور اور جیم مفتوح، ڈھال۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ عہد نبوی میں تین درہم، چوتھائی دینار کے مساوی تھے، اس لیے آپ ﷺ نے اس ڈھال کے چوری کرنے پر قطع ید کا حکم فرمایا، جس کی مالیت تین درہم تھی۔ عصر حاضر میں چونکہ کرنسی کا مرکز سونا ہے، اس لیے عصر حاضر میں قطع ید کا نصاب 8.925 گرام چاندی نہیں بلکہ ایک گرام سونا ہے۔

۱۲۳۲: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "لَعَنَ اللَّهُ السَّارِقَ؛ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ، فَتُقْطَعُ يَدُهُ، وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ، فَتُقْطَعُ يَدُهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ أَيْضًا.

البخاری، کتاب الحدود، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿والسارق والسارقة﴾: ۶۷۹۹، مسلم: ۱۶۸۷، النسائی: ۶۵/۸، ابن ماجة: ۲۵۸۳، احمد: ۲۵۳/۲، البیهقی: ۲۵۳/۸

۱۲۳۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے چور پر لعنت فرمائی ہے، وہ انڈا چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے، وہ رسی چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ (اسے بھی بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اموال کو محفوظ رکھنے، قومی آمدنی بڑھانے اور لوگوں کو جائز طریقے سے کمانے کا عادی بنانے کیلئے قطع ید کی سزا رکھی ہے۔ یہی ہاتھ اگر کسب حلال کا فریضہ سرانجام دیتا ہے اور کوئی شخص اسے ناحق قطع کر دیتا ہے تو اس ہاتھ کی مالیت پچاس اونٹ ہیں، لیکن جب یہی ہاتھ کسب حلال ترک کر کے چوری کا ارتکاب کرنے لگتا ہے تو اس کی مالیت کم ہو کر ایک گرام سونے کی مالیت کے برابر رہ جاتی ہے۔

زیر مطالعہ حدیث میں رسی اور انڈے کو قطع ید کا نصاب متعین نہیں کیا گیا، بلکہ یہ کہہ کر اس فعل قبیح سے نفرت کا اظہار کیا ہے۔ یعنی چوری ایک ایسا معاشی جرم ہے جو انسان کی قدر و قیمت اور عزت واحترام میں غیر معمولی کمی کر دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۲۳۳: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ؟" ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ، فَقَالَ "أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا هَلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ" ... الْحَدِيثَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ وَلَهُ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَتِ امْرَأَةٌ تَسْتَعِيرُ الْمَتَاعَ، وَتَجْحَدُهُ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِقَطْعِ يَدِهَا.

البخاری، کتاب الحدود، باب کراهية الشفاعة فی الحد اذا رفع الی السلطان: ۶۷۸۸، مسلم: ۱۶۸۸، ابوداود: ۴۳۷۳، الترمذی: ۱۴۶۷، النسائی: ۸/۷۳-۷۵، ابن ماجة: ۲۵۴۷، احمد: ۱/۴۱۹، الدارمی: ۲۳۰۲، ابن حبان: ۴۴۰۲

۱۲۳۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تو حدود اللہ میں سے کسی ایک حد میں سفارش کرتا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا: "اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے کہ جب ان میں کوئی صاحب حیثیت چوری کر لیتا تو اسے بری کر دیتے اور جب کوئی تنگ دست چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے۔" (بخاری و مسلم اور مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں) اور مسلم ہی میں ایک دوسرے طریق سے مروی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ عورت لوگوں سے ادھار چیز لیتی پھر انکار کر دیتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔

تشریح: مخزوم قبیلہ کی فاطمہ نامی ایک عورت نے چوری کر لی، ان لوگوں نے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قطع ید کا حکم صادر نہ فرمائیں، چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے جب سفارش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا "اسامہ! تمہاری یہ جرأت کہ تم نے حدود اللہ میں سفارش کر دی؟" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب عام فرمایا، جس میں یہ واضح فرمایا کہ سابقہ امتوں کی ہلاکت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ان کے ہاں معاشرتی انصاف نہیں تھا، وہ مالدار مجرم کو بری اور تنگ دست مجرم کو سزا دیا کرتے تھے۔

اس حدیث کے آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس خاتون کا ایک وصف یہ بھی نقل کیا کہ وہ ادھار چیز لے کر انکار کر دیا کرتی تھی، اس جملہ سے یہ شبہ پیدا ہوا ہے کہ اس عورت کا ہاتھ اس جرم میں قطع کیا گیا کہ اس نے ادھار چیز لے کر انکار کر دیا تھا، اگر ایسا ہی ہے تو پھر یہ حدیث سرقہ کی تعریف کے معارض ہے کیونکہ جمہور علما کے نزدیک ہاتھ کاٹنے کی سزا فقط اسی مجرم کو دی جا سکتی ہے جو کسی کا محفوظ مال مخفی طریقے سے حاصل کرتا ہے۔ جبکہ ادھار لے کر انکار کر دینا مخفی طریقہ نہیں۔

واضح رہے کہ یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعدد طرق سے منقول ہے بعض طرق میں تو یہ صراحتاً مذکور ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے کوئی چیز چرائی تھی۔ اس طریق کو سامنے رکھنے سے یہ واضح ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ایک مزید وصف یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ ادھار چیز لے کر انکار کر دیا کرتی تھی۔

فقہی احکام: (۱) حدود اللہ میں سفارش کرنا حرام ہے۔ (۲) حرام کام کا ارتکاب کرنے کا مشورہ اگر کوئی پیارا بھی دے تو قبول نہ کیا جائے۔ (۳) حدود اللہ کے نفاذ میں لوگوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ (۴) نظام عدل میں سفارش کی مداخلت تباہی کا آخری زینہ ہے، لہٰذا اگر کسی جج پر یہ جرم ثابت ہو جائے، اسے منصب سے محروم کر دیا جائے۔

۱۲۳۴: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "لَيْسَ عَلَى خَائِنٍ وَلَا مُنْتَهِبٍ، وَلَا مُخْتَلِسٍ، قَطْعٌ" رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَالْأَرْبَعَةُ، وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ، وَابْنُ حِبَّانَ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ابو داود، کتاب الحدود، باب القطع فی الخلسة والخیانة: ۴۳۹۱، الترمذی: ۱۴۴۸، النسائی: ۸/۸۸، ۸۹، ابن ماجة: ۲۵۹۱، احمد: ۳/۳۸۰، ابن حبان: ۴۴۵۶ ۔ ۴۴۵۸، الدارمی: ۲۳۰۴، ۲۳۱۰، البیہقی: ۸/۲۶۲، ۲۶۳، عبدالرزاق: ۱۸۸۵۹، النسائی: ۸/۸۹

۱۲۳۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "خائن، اچک کر لے جانے والے اور ڈاکو کی سزا قطع ید نہیں۔" اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے۔

لغوی تحقیق: خائن: کسی سے کوئی چیز عاریتاً لے یا کوئی اسے بطور امانت کچھ دے اور وہ اس میں تصرف کر لے، اور مطالبے پر ضائع ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے، ایسے شخص کو خائن کہا جاتا ہے۔ مختلس: اچک کر لے جانے والا۔ المنتھب: ڈاکو۔

تشریح: امام ابوداؤد، امام نسائی، امام دارمی، امام ابن حبان، امام دارقطنی اور امام بیہقی نے یہ روایت ابن جریج عن ابی الزبیر عن جابر کے طریق سے نقل کی ہے، امام احمد، امام ابوزرعہ، امام ابوحاتم، امام ابوداؤد اور امام نسائی کا کہنا ہے کہ ابن جریج نے یہ روایت ابوزبیر سے نہیں سنی، تاہم سفیان ثوری نے ابن جریج کی متابعت کی ہے جیسا کہ نسائی میں ہے لیکن یہ متابعت مفید نہیں کیونکہ امام نسائی کا کہنا ہے کہ سفیان ثوری نے یہ روایت ابوزبیر سے نہیں سنی۔ ان کی متابعت مغیرہ بن مسلم اور یاسین نے بھی کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے، ایک طریق میں ہے کہ جو شخص ڈاکہ ڈالتا ہے وہ مسلمان نہیں۔ ظاہر ہے کہ حدود تو مسلمانوں کے جرائم کی معافی کا ذریعہ ہیں اور جو مسلمان ہی نہیں اس کی تطہیر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ان جرائم کا ارتکاب کرنے والے کو لوگوں کے مال و جان سے کھیلنے کی کھلی چھٹی دیدی جائے، اس بارے میں صائب موقف یہی ہے کہ قاضی کو ان کے بارے میں صواب دیدی اختیار ہے کہ وہ ان کی اصلاح اور لوگوں کے اموال کی حفاظت کیلئے کوئی سخت سزا تجویز کر سکتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) خائن، ڈاکو اور اچک لینے والے کیلئے قطع ید نہیں۔ (۲) قاضی ان کیلئے کوئی بھی سخت سزا تجویز کر سکتا ہے۔

۱۲۳۵: وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ "لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ" رَوَاهُ الْمَذْكُورُونَ, وَصَحَّحَهُ أَيْضًا التِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ.

احمد: ۳/۴۶۳، ابوداود: ۴۳۸۸، النسائی: ۸/۸۷، ابن حبان: ۴۴۶۶، الشافعی: ۲/۸۴، حمیدی: ۴۰۷، ابن ماجة: ۲۵۹۳، البیہقی: ۱۷۶۸۶ ۔ ۱۷۶۸۸، الترمذی: ۱۴۴۹، عبد الرزاق: ۱۸۹۱۶

تنبیہ: بلوغ المرام کے اکثر مطبوعہ نسخوں میں؛ رواہ المذکورون؛ ہے لیکن مکتبہ دارالسلام کے مطبوعہ نسخہ میں؛ رواہ احمد والاربعة؛ ہے۔

۱۲۳۵: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ "پھل اور خرما کا گوند توڑ کر کھا لینے میں قطع ید نہیں۔" (اسے مذکورہ ائمہ نے نقل کیا ہے، ترمذی اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: ثمر: یہ ثمرة کی جمع ہے، کھجوروں کے درختوں پر لگا ہوا پھل۔ کثر: کاف اور ثاء مفتوح، خرما کا گوند۔

فقہی احکام: درخت سے توڑ کر پھل کھا لینے میں قطع ید نہیں ہے لیکن درخت سے پھل توڑ کر گھر لیجانے پر قطع ید ہے۔

۱۲۳۶: وَعَنْ أَبِي أُمَيَّةَ الْمَخْزُومِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِلِصٍّ قَدِ اعْتَرَفَ اعْتِرَافًا، وَلَمْ يُوجَدْ مَعَهُ مَتَاعٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "مَا إِخَالُكَ سَرَقْتَ" قَالَ بَلَى، فَأَعَادَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَأَمَرَ بِهِ فَقُطِعَ .وَجِيءَ بِهِ، فَقَالَ "اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَتُبْ إِلَيْهِ" فَقَالَ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ، فَقَالَ "اللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ" ثَلَاثًا " أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَاللَّفْظُ لَهُ، وَأَحْمَدُ، وَالنَّسَائِيُّ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ابوداود، کتاب الحدود، باب فی التلقین فی الحد: ۴۳۸۰، النسائی: ۶۷/۸، ابن ماجة: ۲۵۹۷، احمد: ۲۹۳/۵، الدارمی: ۲۳۰۳

۱۲۳۶:حضرت ابوامیہ مخزومی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ایسا چور پیش کیا گیا جس نے چوری کرنے کا اعتراف کرلیا تھا، لیکن اس کے پاس مال مسروق نہیں پایا گیا، آپ ﷺ نے اسے فرمایا: "میرا خیال ہے کہ تو نے چوری نہیں کی ہوگی۔" اس نے کہا، کیوں نہیں ،کی ہے۔ آپ ﷺ نے اسے دو یا تین بار ایسے ہی فرمایا، پھر آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر اسے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور توبہ کر۔" اس نے کہا، میں اللہ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: "اے اللہ! اسکی توبہ قبول فرما۔" (اسے ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور مذکورہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔ اسے احمد اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: لص: لام مکسور اور صاد مشدد، اس کی جمع لصوص اور لصصة آتی ہے، چور۔ ما اخالک: ہمزہ مکسور، یہ بمعنی ظن ہے، آپ ﷺ نے یہ کہہ کر اسے اپنے بیان سے رجوع کرنے کا موقع دیا۔ اقطعوا: اس کا مفعول بہ؛ یدہ؛ محذوف ہے، یعنی اس کا ہاتھ کاٹ دو۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس حدیث کے رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے، لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہے کیونکہ ابوامیہ مخزومی سے یہ روایت ابوالمنذر نقل کرتا ہے اور وہ مجہول الحال ہے تاہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت اس کی شاہد ہے۔

فقہی احکام: (۱) جب کوئی شخص ازخود چوری کا اعتراف کرے لیکن اس کے پاس مال مسروق نہ ہو تو ایسی صورت میں قاضی اسے اپنے بیان سے رجوع کرنے کا موقع فراہم کرے۔ (۲) ازخود اعتراف جرم کرنے والے سے دو تین بار اعتراف جرم کروایا جائے۔ (۳) ایسا شخص اگر اپنے بیان سے رجوع کرلے تو اسے رہا کر دیا جائے۔ (۴) اگر وہ دو تین بار اعتراف جرم کرلے تو اس پر حد جاری کر دی جائے۔ (۵) اگر کسی شخص کا شہادت کے ذریعہ چور ہونا ثابت ہو جائے تو پھر اس پر حد جاری کر دی جائے اگرچہ ملزم اعتراف جرم سے گریزاں ہو۔ (۶) چور کو عدالت میں پیش کرنے سے قبل معاف کیا جا سکتا ہے۔ لیکن عدالت میں پیش کرنے کے بعد معاف نہیں کیا جا سکتا۔

۱۲۳۷:وَأَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، فَسَاقَهُ بِمَعْنَاهُ، وَقَالَ فِيهِ "اذْهَبُوا بِهِ، فَاقْطَعُوهُ، ثُمَّ احْسِمُوهُ" وَأَخْرَجَهُ الْبَزَّارُ أَيْضًا، وَقَالَ لَا بَأْسَ بِإِسْنَادِهِ.

الحاكم: ۳۸۱/۴، البزار: ۱۵۶۰، الدارقطنی: ۱۰۲/۳، البیهقی: ۲۷۵/۸، ۲۷۶، الاحکام الوسطی: ۹۷/۴، ۹۸، بیان الوهم والایهام: ۲۹۷/۵، ۲۹۸، المراسیل لابی داؤد: ۲۴۴

۱۲۳۷:امام حاکم نے اسی مفہوم کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ دو پھر زخم کو داغ دو۔" اسے بزار نے بھی بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں کوئی علت نہیں۔

لغوی تحقیق: احسموہ: اس کے لغوی معنی قطع کرنے کے ہیں، لیکن فقہاء اور اطباء کے نزدیک مقطوع مقام کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دینا تاکہ شریانوں کے منہ بند ہو جائیں اور خون بہنا رک جائے۔

تشریح: امام دارقطنی، امام حاکم اور امام بیہقی نے یہ روایت موصولاً بیان کی ہے۔ جبکہ امام ابن خزیمہ اور امام علی بن مدینی نے اس کے مرسل ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔ حافظ عبدالحق نے بھی اس کے مرسل ہونے کا عندیہ دیا ہے مگر امام ابن قطان نے حافظ عبدالحق کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اسے امام دارقطنی کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے اور اس کی سند کو غبار سے پاک قرار دیا ہے۔ اور یزید بن خصیفہ کی توثیق پر اجماع نقل کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ لوگوں نے پیش ہو کر کہا کہ اس نے چوری کی ہے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرا خیال ہے کہ اس نے چوری نہیں کی۔" چور نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے چوری کی ہے۔ ان دونوں روایات میں بظاہر تعارض ہے، لیکن درحقیقت ان میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ جمع کی صورت موجود ہے، یعنی وہ لوگ اس کی چوری کے عینی شاہد تو نہیں ہوں گے مگر اس کے اعترافی بیان کے شاہد ہوں گے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے بیان سے رجوع کرنے کی تلقین فرمائی، ورنہ اس سے اعتراف جرم کروانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

فقہی احکام: اگر کوئی شخص چند آدمیوں کے سامنے اعتراف جرم کر لے لیکن قاضی کے پاس جا کر اپنے بیان سے رجوع کر لے تو قاضی اس پر حد قائم کرنے کا مجاز نہیں۔

۱۲۳۸: **وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "لَا يَغْرَمُ السَّارِقُ إِذَا أُقِيمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ" رَوَاهُ النَّسَائِيُّ، وَبَيَّنَ أَنَّهُ مُنْقَطِعٌ. وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ: هُوَ مُنْكَرٌ.**

النسائی، کتاب قطع السارق، باب تعليق يد السارق فی عنقه: ۹۳/۸ (۴۹۸۷)، البیهقی: ۲۷۶/۸ (۱۷۷۷۴)، معرفة السنن والآثار: ۴۱۹/۶، ۴۲۰، علل الحديث: ۴۵۲/۱

۱۲۳۸: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب چور پر حد قائم کر دی جائے تو اسے مال مسروق کے بدلہ میں جرمانہ نہ کیا جائے۔" (اسے نسائی نے روایت کرنے کے بعد اسے منقطع قرار دیا ہے اور امام ابو حاتم کا کہنا ہے کہ یہ منکر ہے۔)

لغوی تحقیق: **لا یغرم:** علامت مضارع مفتوح، غین ساکن اور راء مفتوح، چور اگر مال مسروق استعمال کر لے یا ضائع کر دے اور قاضی اس پر حد جاری کر دے تو اس صورت میں وہ مال مسروق کی قیمت دینے کا پابند نہیں۔

تشریح: یہ روایت مسور بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن اپنے دادا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، جبکہ اس نے اپنے دادا عبدالرحمٰن کو نہیں پایا، اس لیے یہ روایت منقطع ہے، اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ فلاں شخص نے چوری کی ہے تو اس پر دو حق لازم ہو جاتے ہیں۔

(۱) **حق خاص:** اس سے مراد چوری کیا ہوا مال ہے۔ (۲) **حق عام:** اس سے مراد قطع ید ہے اور یہ اللہ کا حق ہے۔ چور سے اگر مال مسروق برآمد ہو جائے تو اس صورت میں وہ مال صاحب مال کو واپس کر دیا جائے گا، اس مسئلہ پر تمام فقہا کا اتفاق ہے، لیکن اگر مال مسروق برآمد نہ ہو سکے تو اس صورت میں فقہا میں اختلاف پایا جاتا ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک چور پر حد قائم ہونے کی صورت میں چور سے مال مسروق کی قیمت وصول نہیں کی جائے گی۔ ان کی دلیل زیر مطالعہ حدیث ہے۔ یہ دلیل اگر صحیح ہوتی تو پھر یہ نہایت عمدہ دلیل تھی، لیکن چونکہ یہ روایت ضعیف ہے، اس لیے اسے بطور دلیل اختیار کرنا درست نہیں۔

امام مالک کا کہنا ہے کہ اگر چور تونگر ہے تو پھر اس پر حد جاری کرنے کے ساتھ ساتھ اس سے مال مسروق کی قیمت بھی وصول کی جائے، لیکن اگر وہ تنگ دست ہے تو پھر قطع ید پر اکتفا کیا جائے۔ امام شافعی کا کہنا ہے کہ دونوں حقوق کی ادائیگی کو یقینی بنانا ضروری ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿تم ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔﴾ اس آیت سے واضح ہوا کہ مال مسروق صاحب مال کا حق ہے، اگر وہ بعینہٖ پایا جائے تو صاحب مال کو واپس کر دیا جائے، اگر تلف ہو چکا ہو اور چور اس کی قیمت ادا کرنے پر قادر ہو تو پھر مال مسروق کی قیمت لے کر صاحب مال کو دی جائے بصورت دیگر چور کے ذمہ قرض تصور کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

۱۲۳۹: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہما، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ التَّمْرِ الْمُعَلَّقِ؟ فَقَالَ "مَنْ أَصَابَ بِفِيهِ مِنْ ذِي حَاجَةٍ، غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً، فَلا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَمَنْ خَرَجَ بِشَيْءٍ مِنْهُ، فَعَلَيْهِ الْغَرَامَةُ وَالْعُقُوبَةُ، وَمَنْ خَرَجَ بِشَيْءٍ مِنْهُ بَعْدَ أَنْ يُؤْوِيَهُ الْجَرِينُ، فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ " أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالنَّسَائِيُّ، وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الحدود، باب مالاقطع فیہ: ۴۳۹۰، الترمذی: ۱۲۸۹، النسائی: ۸/ ۸۵، ابن ماجۃ: ۲۵۹۶، احمد: ۲/ ۱۸۰، ۲۰۳، الحاکم: ۴/ ۳۸۱، البیہقی: ۸/ ۲۷۸

۱۲۳۹: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے بھوک مٹانے کیلئے توڑ کر منہ میں ڈال لیا اور اس نے کپڑے میں نہیں ڈالا تو اس پر کوئی سزا نہیں، اور جو شخص توڑ کر اپنے ساتھ لے جائے اسے سزا دی جائے اور اس سے تاوان بھی وصول کیا جائے اور جو ایسی جگہ سے چرا کر لے جائے جہاں مالک نے توڑ کر جمع کیا ہوا اور اس مال مسروق کی مالیت ڈھال کے برابر ہو اس پر قطع ید ہے۔" (اسے ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔)

لغوی تحقیق: **الثمر**: ثاء اور میم مفتوح، پھل۔ **المعلق**: اسکے لغوی معنی لٹکانے کے ہیں، لیکن یہاں اس سے مراد درختوں پر لگا ہوا میوہ ہے۔ **خبنة**: خاء مضموم اور باء ساکن، صاحب نہایہ نے اس کا معنی کپڑے کا پلو کیا ہے یعنی پھل توڑ کر کپڑے میں جمع نہ کرے۔ **فعليه الغرامة**: چور پر تاوان لازم ہے۔ **العقوبة**: سزا۔ **الجرين**: وہ مقام جہاں کھجوریں توڑ کر جمع کی جاتی ہیں تاکہ انہیں خشک کیا جائے اور زائد مادے تلف کیے جائیں۔ **المجن**: میم مکسور اور جیم مفتوح، ڈھال۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کو اس کے سوال کا تفصیلی جواب دیا ہے یعنی صورت مسئولہ کو تین اجزاء میں بیان فرمایا۔ (۱) انسان کسی باغ یا پھل دار درخت یا گائے، بھینس اور بھیڑ یا بکریوں کے ریوڑ کے قریب سے گزرا اور اسے بھوک کا سامنا تھا، اس نے درخت سے توڑ کر پھل کھا لیا یا تھنوں سے دودھ نکال کر پی لیا، ایسے شخص پر نہ سزا ہے اور نہ تاوان، یہ اس لیے ہے کہ عمومی طور پر صاحب باغ اس پر نکیر نہیں کرتا۔ (۲) اگر اس نے پھل توڑ کر کپڑے میں ڈال لیے یا تھنوں سے دودھ نکال کر برتن میں ڈال کر لے گا تو پھر اس سے یا تو مال مسروق یا پھر اس کی قیمت وصول کی جائے گی اور اسے جسمانی یا مالی سزا بھی دی جائے گی۔ بشرطیکہ مال مسروق کی مالیت قطع ید کے نصاب سے کم ہو۔ (۳) اگر مال مسروق کی مالیت قطع ید کے نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو تو پھر قطع ید لازم ہے۔ قطع نظر اس کے اس نے وہ پھل درختوں سے توڑ کر کپڑے میں جمع کیے ہوں یا ڈھیر سے اٹھا کر کپڑے میں جمع کیے ہوں

۱۲۴۰: وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَهُ لَمَّا أَمَرَ بِقَطْعِ الَّذِي سَرَقَ رِدَائَهُ، فَشَفَعَ فِيهِ " هَلَّا كَانَ ذَلِكَ قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي بِهِ؟ " أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ، وَالْأَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْجَارُودِ، وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الحدود، باب من سرق من حرز: ۴۳۹۴، النسائی: ۸/ ۶۸، ابن ماجۃ: ۲۵۹۵، احمد: ۲/ ۴۶۵، ۶/ ۴۶۶، ابن الجارود: ۸۲۸، الحاکم: ۴/ ۳۸۰، المؤطا: ۲/ ۴۳۴، البیہقی: ۵/ ۲۶۵

۱۲۴۰: حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب اس نے اس چور کی سفارش کی جس نے اس کی چادر چرالی تھی کہ "تو نے اسے میرے پاس لانے سے قبل کیوں معاف نہیں کر دیا؟" اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے، ابن جارود اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: علامہ البانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے، اس کے اکثر طرق موصولاً اور ایک آدھ طریق مرسل بھی ہے، بنابریں یہ روایت اپنے جمیع طرق کی وجہ سے صحیح ہے۔ یہ روایت تفصیلاً اس طرح ہے کہ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ اپنی چادر اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو رہے تھے، اسی دوران ایک آدمی آیا اس نے وہ چادر ان کے سر کے نیچے سے کھینچ لی، حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کو یہ علم نہ تھا کہ چادر چوری کرنے کے عوض اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، اس لیے انہوں نے فیصلہ سنتے ہی فوراً عرض کیا کہ میں اسے معاف کرتا ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آپ نے اسے میرے پاس لانے سے پہلے کیوں معاف نہیں کر دیا۔"

فقہی احکام: (۱) تکیہ وغیرہ لگا کر سونا جائز ہے۔ (۲) سر کے نیچے رکھی ہوئی چیز "حرز" میں داخل ہے۔ (۳) روزمرہ استعمال ہونے والی اشیا چوری کرنے پر بھی قطع ید ہے بشرطیکہ وہ نصاب سے کم نہ ہوں۔ (۴) چور کو قاضی کے سامنے پیش کرنے کے بعد چور کو معاف کرنا مفید نہیں۔

۱۲۴۱: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ جِیءَ بِسَارِقٍ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ "اُقْتُلُوْهُ" فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا سَرَقَ قَالَ "اِقْطَعُوْهُ" فَقُطِعَ, ثُمَّ جِیءَ بِهِ الثَّانِيَةَ, فَقَالَ "اُقْتُلُوْهُ" فَذَكَرَ مِثْلَهُ ثُمَّ جِیْءَ بِهِ الثَّالِثَةَ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ, ثُمَّ جِیءَ بِهِ الرَّابِعَةَ كَذٰلِكَ, ثُمَّ جِیءَ بِهِ الْخَامِسَةَ فَقَالَ "اُقْتُلُوْهُ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ, وَاسْتَنْكَرَهُ.

ابوداود، کتاب الحدود، باب فی السارق یسرق مرارا: ۴۴۱۰، النسائی: ۹۰/۸، التلخیص: ۶۸/۴، الدارقطنی: ۱۸۱/۳، البیھقی: ۱۷۷۵۰

۱۲۴۱: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک چور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے قتل کر دو۔" صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے تو فقط چوری کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کا ہاتھ کاٹ دو۔" چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، اسے دوسری بار چوری کے جرم میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے قتل کر دو۔" راوی نے سابقہ بات ذکر کی، پھر اسے تیسری بار پیش کیا گیا، راوی نے سابقہ گفتگو ذکر کی، پھر اسے چوتھی بار پیش کیا گیا، پھر پانچویں بار پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے قتل کر دو۔" (اسے ابوداؤد اور نسائی نے ذکر کیا ہے، امام نسائی نے اسے منکر کہا ہے۔)

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو تلخیص میں ذکر کرنے کے بعد اسے دارقطنی کی طرف منسوب کیا ہے اور محمد بن یزید بن سنان کو امام دارقطنی کے حوالے سے ضعیف قرار دیا ہے، ابوداؤد اور نسائی نے جس طریق سے نقل کیا ہے وہ طریق مصعب بن ثابت کی وجہ سے ضعیف ہے نیز مصعب اس روایت کے بیان کرنے میں اضطراب کا شکار بھی ہے۔

امام نسائی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اور میرے علم کے مطابق اس مضمون کی کوئی بھی حدیث ثابت نہیں۔ علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ یہ روایت بے اصل ہے۔ امام شافعی اسے منسوخ قرار دیتے ہیں۔

ان بیانات سے یہ واضح ہوا کہ نہ صرف یہ روایت بلکہ اس مفہوم کی کوئی دوسری روایت بھی صحیح نہیں لہٰذا اس روایت سے استنباط کر کے چور کو قتل کی سزا دینا درست نہیں۔ نیز اس حدیث کو قرآن کے معارض قرار دے کر احادیث کی تشریعی حیثیت کو مشکوک قرار دینا بھی درست نہیں۔

۱۲۴۲: وَأَخْرَجَ مِنْ حَدِيثِ الْحَارِثِ بْنِ حَاطِبٍ رضی اللہ عنہ نَحْوَهُ وَذَكَرَ الشَّافِعِيُّ أَنَّ الْقَتْلَ فِي الْخَامِسَةِ مَنْسُوخٌ.

النسائی، کتاب قطع السارق، باب قطع الرجل من السارق بعد الید: ۸۹/۸، ۹۰، البیھقی: ۱۷۷۵۱

۱۲۴۲: امام نسائی نے اس مفہوم کی روایت حضرت حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ سے ذکر کی ہے، امام شافعی نے چور کو پانچویں مرتبہ چوری کرنے پر سزا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ئے موت دینے کو منسوخ قرار دیا ہے۔

۴۔ بَابُ حَدِّ الشَّارِبِ، وَ بَيَانِ الْمُسْكِرِ — شرابی کی سزا اور منشیات کا بیان

۱۲۴۳:عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَتَى بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ ,فَجَلَدَهُ بِجَرِيدَتَيْنِ نَحْوَ أَرْبَعِينَ قَالَ وَفَعَلَهُ أَبُو بَكْرٍ رضی اللہ عنہ , فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ اِسْتَشَارَ النَّاسَ ,فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَخَفَّ الْحُدُودِ ثَمَانُونَ ,فَأَمَرَ بِهِ عُمَرُ رضی اللہ عنہ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحدود، باب ماجاء فی ضرب شارب الخمر: ۶۷۷۳، مسلم: ۱۷۰۶، ابوداود: ۴۴۷۹، الترمذی: ۱۴۴۳، ابن الجارود: ۸۲۹، احمد: ۱۱۵/۳، ۱۷۶، الدارمی: ۲۳۱۱، البیہقی: ۳۱۹/۸، ابن حبان: ۴۴۴۸۔۴۴۵۰

۱۲۴۳:حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شرابی پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دو چھڑیوں سے غالباً چالیس ضربیں لگوائیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی کیا، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے صحابہ سے اس بارے میں مشورہ طلب فرمایا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدود میں سب سے کم حد اسی کوڑے ہیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی رائے کو اختیار کرنے کا حکم صادر فرمایا۔(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: **المسکر**: یہ باب افعال سے اسم فاعل ہے۔ایسی چیز جو اپنے استعمال کرنے والے کو نشہ دے یعنی نشہ آور اشیاء، بنابریں ہر نشہ آور مشروب کو شراب کہا جاتا ہے خواہ وہ کسی بھی چیز سے کشید کی گئی ہو، شراب کو عربی زبان میں خمر کہتے ہیں، خمر کے لغت میں متعدد معانی ہیں۔ (۱) ڈھانپ لینا، دوپٹہ چونکہ خاتون کے سر کو ڈھانپ لیتا ہے اس لیے اسے خمار کہتے ہیں اور جو مشروب عقل کو ڈھانپ لے اسے خمر کہتے ہیں۔ (۲) اس کے دوسرے معنی اختلاط کے ہیں، یہ چونکہ عقل میں اختلاط پیدا کر دیتی ہے اس لیے خمر کے معنی اختلاط کے بھی ہیں۔ شرعی اصطلاح میں ہر اس مشروب کو خمر کہتے ہیں جو عقل کو ڈھانپ لے اور اس میں فتور پیدا کر دے۔ **بجریدتین**: یہ **جریدۃ** کا تثنیہ ہے، اس کے لفظی معنی ننگا کر دینے کے ہیں، یہاں اس سے مراد کھجور کی وہ چھڑی ہے جس کے پتے اتار دیئے جائیں۔

تشریح: اہل علم کے مابین اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ شرابی کی سزا حد ہے یا تعزیر؟

اس بارے میں صائب موقف یہی ہے کہ یہ حد ہے، اس بارے میں دوسرا اختلاف یہ پایا جاتا ہے کہ شرابی کی سزا چالیس کوڑے ہیں یا اسی؟ امام ابوحنیفہ، امام ثوری اور امام احمد اور ان کے متبعین کے نزدیک اسی کوڑے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ امام شافعی کے نزدیک شرابی کی سزا چالیس کوڑے ہیں، راقم کے نزدیک صائب موقف یہ ہے کہ شرابی کی کم از کم سزا چالیس کوڑے اور زیادہ سے زیادہ اسی کوڑے ہیں۔ قاضی مجرم کی جسمانی حالت، اس کی عادت اور معاشرے کے رجحانات کو پیش نظر رکھ کر سزا کا حکم سنائے۔ نشہ آور اشیا کے بارے میں دوسرا اختلاف یہ ہے کہ نشہ آور اشیا کی اتنی کم مقدار جس کے پینے سے نشہ نہیں آتا، آیا اس قدر مقدار کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ اور ان کے متبعین کے نزدیک قلیل مقدار کا استعمال جائز ہے لیکن جمہور علما کے نزدیک نشہ آور اشیا کی قلیل مقدار کا استعمال بھی حرام ہے۔ یہی موقف صائب ہے کیونکہ صحیح صریح حدیث اس کی مؤید ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہی احکام: (۱) شرابی کی کم از کم سزا چالیس کوڑے اور زیادہ سے زیادہ اسی کوڑے ہیں۔
(۲) قاضی کو چاہیے کہ وہ مجرم کی جسمانی حالت، اس کی عادت اور معاشرے کے رجحانات کو سامنے رکھ کر فیصلہ دے۔

۱۲۴۴: وَلِمُسْلِمٍ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ فِي قِصَّةِ الْوَلِيدِ بْنِ عَقَبَةَ جَلَدَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَرْبَعِينَ, وَأَبُو بَكْرٍ رضی اللہ عنہ أَرْبَعِينَ, وَعُمَرُ رضی اللہ عنہ ثَمَانِينَ, وَ كُلٌّ سُنَّةٌ, وَهَذَا أَحَبُّ إِلَيَّ وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ، أَنَّ رَجُلًا شَهِدَ عَلَيْهِ أَنَّهُ رَآهُ يَتَقَيَّأُ الْخَمْرَ, فَقَالَ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ إِنَّهُ لَمْ يَتَقَيَّأْهَا حَتَّى شَرِبَهَا.

مسلم، کتاب الحدود، باب حد الخمر: ۱۷۰۷، ابوداود: ۴۴۸۰، ابن ماجۃ: ۲۵۷۱، احمد: ۱/ ۱۴۴، ۱۴۵، الدارمی: ۲۳۱۲، البیہقی: ۱۸۰۰۹۔ ۱۸۰۱۰

۱۲۴۴: امام مسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت میں ذکر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرابی کو چالیس کوڑے لگوائے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے لگوائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے لگوائے، ان میں سے ہر ایک طریقہ مسنون ہے، اور یہی موقف میرے نزدیک پسندیدہ موقف ہے، اس روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک شخص نے اس کے خلاف گواہی دی کہ اس نے ولید بن عقبہ کو شراب کی قے کرتے دیکھا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس نے شراب نہ پی ہوتی تو پھر قے کیسے کرتا؟

تشریح: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک شخص نے قضیہ پیش کیا کہ ولید رضی اللہ عنہ نے شراب پی ہے جبکہ دوسرے شخص نے کہا کہ میں نے اسے شراب کی قے کرتے دیکھا ہے۔ کسی بھی مجرم کو سزا دینے کیلئے یہ شہادتیں اگرچہ نا کافی ہیں تاہم ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عزیز اور ذمہ دار آدمی تھے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نا کافی شہادتوں کو قابل اعتماد قرار دیتے ہوئے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو مجرم قرار دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اسے کوڑے مارو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اقربا پروری کا الزام لگاتا ہے تو ہم اس کیلئے ہدایت کی دعا ہی کر سکتے ہیں۔ (صحیح مسلم میں یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہیں بلکہ حضرت حصین بن المنذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔)

فقہی احکام: قاضی فیصلہ کرتے وقت اپنے قریبی کو دبا سکتا ہے

۱۲۴۵: وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ فِي شَارِبِ الْخَمْرِ "إِذَا شَرِبَ فَاجْلِدُوهُ, ثُمَّ إِذَا شَرِبَ فَاجْلِدُوهُ, ثُمَّ إِذَا شَرِبَ الثَّالِثَةَ فَاجْلِدُوهُ, ثُمَّ إِذَا شَرِبَ الرَّابِعَةَ فَاضْرِبُوا عُنُقَهُ" أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَهَذَا لَفْظُهُ, وَالْأَرْبَعَةُ.

ابوداود، کتاب الحدود، باب اذا تتابع فی شرب الخمر: ۴۴۸۲، الترمذی: ۱۴۴۴، ابن ماجۃ: ۲۵۷۳، احمد: ۱۶۸۵۹، الحاکم: ۳۷۲/۴، الطبرانی: ۱۹/ ۷۶۸، الطحاوی: ۱۵۹/۳، عبدالرزاق: ۱۷۰۸۷، البیہقی: ۳۱۳/۸، ابن حبان: ۴۴۴۵۔ ۴۴۴۷، النسائی: ۳۱۴/۸، الطیالسی: ۲۳۳۷، ابن الجارود: ۸۳۱، میزان الاعتدال: ۱۴/۴، تہذیب التہذیب: ۵۷/۴

تنبیہ: مؤلف رحمہ اللہ کے نقل کردہ الفاظ مطبوعہ مسند احمد میں موجود نہیں البتہ قریب تر ہیں۔

۱۲۴۵: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرابی کے بارے میں فرمایا کہ "جب وہ شراب پیئے تو اسے کوڑے مارو، پھر پیئے تو پھر کوڑے مارو، پھر تیسری بار پیئے تو پھر کوڑے مارو، پھر جب وہ چوتھی بار پیئے تو اس کی گردن اڑا دو۔" اسے احمد نے نقل کیا ہے اور مذکورہ الفاظ اسی کے ہیں اور اسے چاروں نے بھی روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: الخمر: یہ لفظ مذکر و مؤنث ہر دو کیلئے مستعمل ہے اور جب اس کے آخر میں تائے تانیث ملحق ہوتی ہے تو پھر یہ تبعیض کا معنی دیتا ہے یعنی شراب کا ایک حصہ، اس کی جمع خمور آتی ہے، اس کے لفظی معنی ڈھانپ لینے کے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اس روایت کا مرکزی راوی عاصم بن بھدلہ ہے۔امام یحییٰ القطان، امام نسائی اور امام دارقطنی نے اس کے حافظہ پر نقد کیا ہے۔امام احمد اور امام ابوزرعہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔امام ذہبی دونوں طرح کے اقوال نقل کر کے فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ حسن الحدیث ہے۔

عاصم بن ابی النجود سے یہ روایت سعید بن ابی عروبہ نقل کرتے ہیں، موصوف آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، تاہم اس روایت میں اس کا اختلاط مضر نہیں کیونکہ شعیب بن اسحاق نے ان سے اختلاط سے قبل سنا ہے، اس روایت میں تیسری علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ابوصالح یہ حدیث کبھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اور کبھی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔امام ابن حبان اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ابوصالح نے یہ حدیث حضرت معاویہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما دونوں سے سنی ہے۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث میں بھی یہ مذکور ہے کہ شراب کے جرم میں تین مرتبہ سزا یافتہ اگر چوتھی بار شراب پیئے تو اسے قتل کر دو۔

اسی مفہوم کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جبکہ حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسا شخص پیش کیا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوڑے لگوائے، اسے پھر پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھر کوڑے لگوائے، اسے پھر پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھر کوڑے لگوائے، اسے پھر پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھر کوڑے لگوائے، اسے پھر پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھر کوڑے لگوائے۔

ایک روایت میں ہے کہ حماد نامی ایک شخص شرابی تھا، وہ جب بھی شراب کے جرم میں پکڑا جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کوڑے لگواتے، ایک مرتبہ کسی نے اسے ملعون کہہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع کرتے ہوئے فرمایا: "اسے ملعون مت کہو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔" ان روایات کے پیش نظر امام شافعی نے حضرت معاویہ، حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث کو منسوخ قرار دیا ہے، امام منذری نے اس موقف پر اجماع نقل کیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) یہ حدیث منسوخ ہے۔(۲) شرابی کی سزا قتل نہیں خواہ وہ عادی مجرم ہی کیوں نہ ہو۔

۱۲۴۶: وَذَكَرَ التِّرْمِذِيُّ مَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ مَنْسُوخٌ ,وَأَخْرَجَ ذَلِكَ أَبُو دَاوُدَ صَرِيحًا عَنِ الزُّهْرِيِّ.

الترمذی، ابواب الحدود، باب من شرب الخمر فاجلدوه: ۱۴۴۴، ابوداود: ۴۴۸۵، البیهقی: ۳۱۴/۸، معرفة السنن والآثار: ۴۵۰/۶، ۴۵۱

۱۲۴۶: امام ترمذی نے جو ذکر کیا ہے وہ اس روایت کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتا ہے اسی طرح ابوداؤد نے زہری سے اس کے منسوخ ہونے کا حکم صریحاً نقل کیا ہے۔

۱۲۴۷: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب العتق، باب اذا ضرب العبد فلیجتنب الوجه: ۲۵۵۹، مسلم: ۲۶۱۲، ابوداود: ۴۴۹۳، احمد: ۲۵۱/۲، ابن حبان: ۵۶۰۴، ۵۶۰۵

۱۲۴۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آپ میں سے کوئی ایک جب سزا دے تو چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے۔" (بخاری ومسلم)

تشریح: اسلام نے معاشرے سے فتنہ فساد ختم کرنے کیلئے اور مجرم کو معاشرے کا مفید شہری بنانے کیلئے سزائیں متعین کی ہیں، اس لیے ان سزاؤں میں نہ تو کمی بیشی کی جائے اور نہ مجرم کو رسوا کیا جائے۔چہرے پر مارنے سے روکنے کے دو اسباب ہیں۔(۱) چہرے کو کرامت وشرافت حاصل ہے (۲) چہرہ دیگر جسم کے مقابلے میں زیادہ حساس ہے اس لیے اس پر لگائی گئی چوٹ دیگر جسم کے مقابلے میں زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہی احکام: (۱) والدین اپنی اولاد کو اور اساتذہ اپنے طلبا کے چہروں پر مارنے کے مجاز نہیں۔

(۲) حدود لگاتے وقت مجرم کیلئے نازیبا الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہیے۔

۱۲۴۸: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا تُقَامُ الْحُدُودُ فِي الْمَسَاجِدِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَالْحَاكِمُ.

الترمذی، ابواب الدیات، باب ماجاء فی الرجل یقتل ابنہ یقاد ام لا: ۱۴۳۴، ابن ماجۃ: ۲۵۹۹، الحاکم: ۳۶۹/۴

۱۲۴۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مساجد میں حدود مت جاری کی جائیں۔" (ترمذی، حاکم)

تشریح: ترمذی کی روایت اسماعیل بن مسلم مکی کے سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے اور حاکم کی روایت پر امام ذہبی نے سکوت اختیار کیا ہے، تاہم بعض دیگر طرق اس کے مؤید ہیں، بنا بریں یہ حدیث قابل احتجاج ہے، مسجد میں حدود کے نفاذ کی ممانعت کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ دوران سزا عموماً مجرم کا بول و براز خارج ہو جاتا ہے۔ اور ایسے مواقع پر شور و غوغہ بھی ہوتا ہے اور یہ چیزیں مسجد کے تقدس کے منافی ہیں۔

۱۲۴۹: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَقَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ تَحْرِيمَ الْخَمْرِ ,وَمَا بِالْمَدِينَةِ شَرَابٌ يُشْرَبُ إِلَّا مِنْ تَمْرٍ . أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الاشربۃ، باب تحریم الخمر ......: ۱۹۸۲

۱۲۴۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جب شراب کی حرمت کا حکم نازل فرمایا تو اس وقت مدینہ میں جو شراب پی جاتی تھی وہ فقط کھجور سے تیار کی جاتی تھی۔ مسلم

تشریح: اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فقط کھجور سے تیار کی جانے والی شراب حرام ہے، بلکہ یہ وضاحت مقصود ہے کہ کھجور سے تیار کی جانے والی شراب بھی حرام ہے۔

۱۲۵۰: وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ ,وَهِيَ مِنْ خَمْسَةٍ مِنَ الْعِنَبِ ,وَالتَّمْرِ ,وَالْعَسَلِ ,وَالْحِنْطَةِ ,وَالشَّعِيرِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الاشربۃ، باب الخمر من العنب: ۵۵۸۱، مسلم، کتاب التفسیر: ۳۰۳۲، ابوداود: ۳۶۶۹، النسائی: ۲۹۵/۸، عبدالرزاق: ۱۷۰۴۹، الترمذی: ۱۹۵۲

۱۲۵۰: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اس وقت شراب پانچ اشیا سے تیار کی جاتی تھی (یعنی) انگور، کھجور، شہد، گندم اور جو، اور شراب وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے یہ صراحت کی کہ جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو اس وقت شراب پانچ چیزوں سے تیار کی جاتی تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب کی بابت یہ وضاحت فرما دی کہ ہر وہ مشروب جو عقل کو متاثر کر دے وہ شراب ہے اور شراب حرام ہے۔

۱۲۵۱: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ ,وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الاشربۃ، باب بیان ان کل مسکر خمر، و ان کل خمر حرام: ۲۰۰۳، ابوداود: ۳۶۷۹، الترمذی: ۱۹۳۹، النسائی: ۲۹۶/۸، احمد: ۱۶/۲، ابن حبان: ۵۳۴۵، ۵۳۶۶ ــ ۵۳۶۹، ۵۳۷۴، ۵۳۷۵، ۵۳۸۳، المعجم الاوسط: ۱۶۵۶، ۳۱۵۹، ۶۰۹۹، ۷۰۹۵، ۷۹۳۰، ۸۴۴۱

۱۲۵۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر نشہ آور چیز عقل کو ڈھانپنے والی ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے" مسلم

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے خواہ وہ مادہ کی تین شکلوں (مائع، گیس، ٹھوس) میں سے کسی بھی ایک شکل میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو۔اسی طرح حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث میں بھی ہر قسم کی نشہ آور چیز کے حرام ہونے کا ذکر ہے۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ہر مؤمن پر نشہ آور چیز حرام ہے۔

فقہی احکام: جو چیز بھی عقل کو ڈھانپ لے وہ نشہ آور ہے اور وہ حرام ہے قطع نظر اس کے وہ ٹھوس ہو یا مائع یا گیس۔

۱۲۵۲: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ" أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ

ابوداود، کتاب الاشربة، باب النهی عن المسکر: ۳۶۸۱، الترمذی: ۱۸۶۵، ابن ماجة: ۳۳۹۳، احمد: ۳۴۳/۳، ابن حبان: ۵۳۸۲، المعجم الاوسط: ۶۳۰، ۱۶۳۹، ۳۸۶۶، ۳۹۶۴، ۴۰۲۷، ۹۳۲۳

۱۲۵۲: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ دے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔"(اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے۔ایک طریق میں ہے کہ جس چیز کی کثیر مقدار نشہ دے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے اور بعض میں ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے، اکثر طرق میں ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور بعض طرق میں ہے کہ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ دے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت تین طرق سے منقول ہے۔(۱) ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔(۲) جس چیز کی کثیر مقدار نشہ دے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔(۳) جس چیز کی ٹب (بڑا کونڈا) کے برابر مقدار نشہ دے اس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہے۔اسی مفہوم کی روایات، زید بن ثابت، ابن ادریس اور فوات بن جبیر سے بھی منقول ہیں۔

۱۲۵۳: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُنْبَذُ لَهُ الزَّبِيبُ فِي السِّقَاءِ, فَيَشْرَبُهُ يَوْمَهُ, وَالْغَدَ, وَبَعْدَ الْغَدِ, فَإِذَا كَانَ مَسَاءُ الثَّالِثَةِ شَرِبَهُ وَسَقَاهُ, فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ أَهْرَاقَهُ. أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الاشربة، باب اباحة النبیذ الذی لم یشتد و لم یصر مسکرا: ۲۰۰۴، ابوداود: ۳۷۱۳، النسائی: ۳۳۳/۸

۱۲۵۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے منقیٰ کو مشکیزے میں ڈال کر نبیذ تیار کیا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ نبیذ اس دن اور اس کے بعد دو دن نوش فرمایا کرتے تھے اور تیسرے روز شام کے وقت خود نوش فرماتے اور دوسروں کو پلاتے، اور اگر اس میں سے کچھ بچ جاتا تو اسے گرا دیتے۔(مسلم)

لغوی تحقیق: ینبذ: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم اور باء مفتوح ہے، اس کا مادہ نبذ ہے، اس کے لفظی معنی پھینک دینے کے ہیں، لیکن یہاں اس سے مراد پانی میں منقیٰ یا کھجوریں وغیرہ ڈال کر نبیذ تیار کرنے کے ہیں۔الزبیب: منقیٰ۔السقاء: سین مکسور اور آخر میں الف ممدود، چمڑے کا برتن۔

تشریح: اس حدیث میں اگرچہ بظاہر یہی مذکور ہے کہ نبیذ کا استعمال اس کی تیاری کے دو دن بعد تک جائز ہے، اس کے بعد جائز نہیں لیکن اس مضمون کی دیگر احادیث کو سامنے رکھا جائے تو پھر اس حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ نبیذ عموماً تین روز تک نشہ سے پاک رہتا ہے اور اس کے بعد اس میں نشہ کا شبہ واقع ہو جاتا ہے۔نبیذ کے استعمال میں احتیاط لازم ہے یعنی اس میں جب بھی نشہ پیدا ہو جائے اسی وقت اس کا استعمال ترک کر دیا جائے خواہ تیاری کے ایک دن بعد ہی نشہ پیدا ہو جائے۔

فقہی احکام: (۱) جو نبیذ نشہ سے پاک ہو اس کا استعمال جائز ہے۔(۲) نشہ پیدا ہونے کے بعد نبیذ پر شراب کے احکام جاری ہوں گے یعنی اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی قلیل مقدار بھی حرام ہوگی اور پینے والے پر حد جاری ہوگی۔

۱۲۵۴: وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا , عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَائَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ " أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ , وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابن حبان: ۱۳۹۱، البیھقی، کتاب الضحایا، جماع ابواب مالایحل اکلہ: ۲۰۲۳۶ ۔ ۲۰۲۳۹

۱۲۵۴: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس چیز میں شفاء نہیں رکھی جو اس نے تم پر حرام قرار دی ہے۔" (اسے بیہقی نے بیان کیا اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: اس مفہوم کی احادیث حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ جب کسی معالج سے علاج کرواتے تو اسے کہتے کہ وہ ایسی چیز سے مت علاج کرے جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہے۔

فقہی احکام: کسی بھی حرام چیز میں شفا نہیں خواہ وہ نشہ آور ہونے کی وجہ سے حرام ہو یا کسی اور علت کی وجہ سے حرام ہو۔

۱۲۵۵: وَعَنْ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيِّ ; أَنَّ طَارِقَ بْنَ سُوَيْدٍ رضی اللہ عنہ سَأَلَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْخَمْرِ يَصْنَعُهَا لِلدَّوَاءِ؟ فَقَالَ " إِنَّهَا لَيْسَتْ بِدَوَاءٍ , وَلَكِنَّهَا دَاءٌ " أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُمَا.

مسلم، کتاب الاشربة، باب تحریم التداوی بالخمر: ۱۹۸۴، ابوداود: ۳۸۷۳، الترمذی: ۲۱۳۵، احمد: ۳۱۱/۴، ۳۱۷، الدارمی: ۲۰۹۵

۱۲۵۵: حضرت وائل حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طارق بن سوید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ وہ شراب کو بطور دواء استعمال کر سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ دواء نہیں بلکہ بیماری ہے۔" (اسے مسلم اور ابوداؤد وغیرھما نے بیان کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: الدواء: وہ چیز جس کے ذریعہ علاج کیا جائے۔ داء: بیماری۔

فقہی احکام: (۱) شراب کے ذریعے علاج کرنا حرام ہے۔ (۲) شراب مزید بیماریوں کو جنم دیتی ہے۔

۵۔ بَابُ التَّعْزِيرِ وَ حُكْمِ الصَّائِلِ — تعزیر اور حملہ آور کا بیان

۱۲۵۶: عَنْ أَبِي بُرْدَةَ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ " لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشَرَةِ أَسْوَاطٍ , إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحدود، باب کم التعزیر والادب: ۶۸۴۸، مسلم: ۱۷۰۸، ابوداود: ۴۴۹۱، الترمذی: ۱۵۰۴، ابن ماجة: ۲۶۰۱، احمد: ۴۶۶/۳، ۴۵/۴، الدارمی: ۲۳۱۴، الحاکم: ۳۶۹/۴، ۳۷۰، الدارقطنی: ۲۰۸/۳، البیھقی: ۳۲۷/۸، ابن حبان: ۴۴۵۳، مشکل الآثار: ۱۶۵/۳، الطبرانی: ۵۱۵/۲۲ ۔ ۵۱۷

۱۲۵۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ "اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کے علاوہ دس کوڑوں سے زائد سزا نہ دی جائے۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: التعزیر: اس کے لغوی معنی ملامت کرنے اور روکنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد ایسے جرم کی سزا ہے جس جرم کی سزا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین نہیں فرمائی۔ لایجلد: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم اور لام مفتوح ہے، اس کے لغوی معنی جسم کو ڈھانپنے کے ہیں۔ چمڑے نے بھی چونکہ جسم کو ڈھانپ رکھا ہوتا ہے، اس لئے اسے جلد کہتے ہیں۔ اسواط: یہ سوط کی جمع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، رسی نما یا سادہ چمڑے کے ٹکڑے کو سوط کہتے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے، بعض طرق میں عشر جلدات ،ایک طریق میں ضربات ہے، ان تمام الفاظ کا مفہوم ایک ہی ہے۔یعنی ایسے جرائم جن کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سزا متعین نہیں فرمائی ان کا ارتکاب کرنے پر دس کوڑوں سے زائد سزا نہ دی جائے۔

وہ جرائم جن کا ارتکاب کرنے کی سزا متعین ہے وہ درج ذیل ہیں۔

زنا: اس کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی یا رجم ہے۔**قذف** (کسی مسلمان پر زنا کی تہمت لگانا) اس کی سزا اسی کوڑے ہے۔

چوری: اس کی سزا قطع ید ہے۔**قصاص:** قتل کے بدلہ میں سزا موت یا دیت ہے، زخموں یا اعضاء کاٹنے کے بدلہ میں اسی طرح کے زخم لگانا، یا وہی اعضاء کاٹ دینا یا پھر دیت دینا ہے۔**قطع الطریق:** مخالف سمت کے ہاتھ پاؤں کاٹ دینا۔**شراب پینا:** اس کی سزا چالیس یا اسی کوڑے ہیں۔**گستاخ ،مرتد اور باغی:** ان کی سزا قتل ہے۔ان جرائم کے علاوہ دیگر جرائم کی سزا اسلام میں متعین نہیں ،ان میں قاضی اپنا صوابدیدی اختیار استعمال کرے گا، تاہم اسے چاہیے کہ وہ ایسے جرائم کی سزا سناتے وقت جرم کی نوعیت اور مجرم کی جسمانی حالت کا خیال رکھے اور دس کوڑوں سے زائد سزا نہ سنائے۔چھوٹے بچوں ،شاگردوں ،خادموں اور بیویوں کو ادب سکھانے کیلئے جو سزا دی جاتی ہے وہ بھی تعزیر ہی کے زمرے میں آتی ہے، لہٰذا انہیں بھی دس ضربات سے زیادہ ضربیں نہ لگائی جائیں۔

فقہی احکام: (۱) بیوی، بچوں، خادموں اور شاگردوں کو دس چھڑیوں سے زائد سزا نہ دی جائے (۲) وہ جرائم جن کی سزا متعین ہے ان کے علاوہ کسی مجرم کو سزا دس کوڑوں سے زائد سزا نہ دی جائے۔(۳) جسمانی سزا کے علاوہ جرمانہ بھی کیا جا سکتا ہے اور اس سے کچھ مدت کیلئے قطع تعلق بھی کیا جا سکتا ہے۔

۱۲۵۷: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ "أَقِيلُوا ذَوِي الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ إِلَّا الْحُدُودَ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَ الْبَيْهَقِيُّ

ابوداود، کتاب الحدود، باب فی الحد یشفع فیه: ۴۳۷۵، النسائی فی الکبریٰ: ۷۲۹۳ ـ ۷۲۹۴، احمد: ۱۸۱/۶، البیھقی: ۳۳۴/۸، الاحکام الوسطی: ۶۷/۷، ۳۹/۸، بیان الوھم والایھام: ۶۵ ، ۴۵۱

۱۲۵۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"شریف لوگوں کو ان کی لغزشیں معاف کر دو الا یہ کہ وہ ایسے جرائم کا ارتکاب کریں جن کی سزا متعین ہے۔" (اسے احمد، ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: اقیلوا: درگزر کرنا، مؤاخذہ نہ کرنا۔ الھیئات: ھیئة کی جمع ہے اس کے لغوی معنی شکل وصورت کے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو عادتاً شریر نہیں لیکن بشری تقاضوں کی وجہ سے ان سے کوئی غلطی صادر ہو جاتی ہے۔عثراتھم: یہ عثرۃ کی جمع ہے، پھسل جانا۔ علامہ ماوردی کا کہنا ہے کہ اس سے مراد وہ غلطی ہے جو کسی سے پہلی دفعہ ہوتی ہے۔

تشریح: یہ روایت اگرچہ متعدد طرق سے منقول ہے تاہم کوئی بھی طریق ایسا نہیں جس پر نقد نہ ہو۔جیسا کہ امام عقیلی فرماتے ہیں، یہ روایت بہت سے طرق سے منقول ہے لیکن ان میں سے کوئی طریق بھی ثابت نہیں۔حافظ عبدالحق فرماتے ہیں کہ ابن عدی نے اسے واصل رقاشی کے ترجمہ میں ذکر کیا لیکن اس میں کسی علت کی نشاندہی نہیں کی۔واضح رہے کہ یہ طریق واصل کی وجہ سے جبکہ امام ابوداؤد اور امام نسائی کی بیان کردہ روایت محمد بن ابی بکر بن حزم اور عمرۃ کے مابین انقطاع اور عبدالملک بن زید اور عطاف بن خالد کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۲۵۸: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ مَا كُنْتُ لِأُقِيمَ عَلَى أَحَدٍ حَدًّا ,فَيَمُوتَ ,فَأَجِدَ فِي نَفْسِي ,إِلَّا شَارِبَ الْخَمْرِ; فَإِنَّهُ لَوْ مَاتَ وَدَيْتُهُ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

البخاری، کتاب الحدود، باب الضرب بالجرید والنعال: ۶۷۷۸، مسلم: ۱۷۰۷، ابوداود: ۴۴۸۶، ابن ماجة: ۲۵۶۹، الدارقطنی: ۱۶۵/۳

۱۲۵۸: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں کسی پر اس طرح حد قائم نہیں کروں گا جس سے وہ زندگی سے محروم ہو جائے جس پر میں ندامت محسوس کروں، ماسوا شرابی کے، اگر وہ دوران سزا دم توڑ جائے تو میں اس کی دیت ادا کروں گا۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: لاقیم: لام جحد مکسور ہوتا ہے اور اس کے بعد ان پوشیدہ ہوتا ہے، میں قائم کروں گا۔ **فیموت**: یہ چونکہ مضارع منصوب کا جواب ہے اس لیے یہ بھی منصوب ہے یعنی وہ حد نافذ کرنے کی وجہ سے مرجائے۔ **فاجد**: یہ جواب نفی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی مجھے اس کی موت پر افسوس ہوگا۔ **ودیته**: میں اس کے ورثا کو دیت دوں گا۔

تشریح: وہ جرائم جن کی سزا متعین ہے، لیکن سزائے موت نہیں، اس میں سزا دیتے وقت مجرم کی جسمانی حالت کا خیال رکھا جائے کہ کہیں وہ زندگی سے محروم نہ ہو جائے، تاہم اگر وہ دوران سزا مرجائے تو پھر قاضی یا جلاد کے ذمی قصاص یا دیت نہیں۔ لیکن اگر شرابی دوران سزا مرجائے تو فقہا کے نزدیک اس کی دیت اس کے ورثا کے سپرد کی جائے گی۔ اور یہ دیت کیوں لازم آئے گی اس میں اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس کی سزا متعین نہیں لہٰذا اس کی سزا تعزیر کے زمرے میں آتی ہے۔ تعزیر میں اگر کوئی مرجائے تو قاضی کے ذمہ دیت لازم ہو جائے گی، دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ شرابی کی سزا دیگر حدود کے مقابلے میں کم ہیں لہٰذا مجرم کے مارے جانے کی صورت میں دیت لازم ہوگی۔

۱۲۵۹: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ رضی اللہ عنہما قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ "تَكُونُ فِتَنٌ، فَكُنْ فِيهَا عَبْدَ اللّٰهِ الْمَقْتُولَ، وَلَا تَكُنِ الْقَاتِلَ" أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ. وَالدَّارَقُطْنِيُّ.

الدارقطنی، ۱۳۲/۳، ابن ابی شیبة: ۵۵۵/۷، البیهقی: ۱۸۵/۸، احمد: ۵۷۱۲، ابن حبان: ۵۹۶۵، ۲۱۱۲۱، المعجم الاوسط: ۱۴۲۲، ۱۶۵۲، ۲۸۰۶، ۲۹۲۶، ۴۳۳۹، ۸۰۶۵، ۸۶۹۵

۱۲۵۹: حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: "فتنے رونما ہوں گے، اے اللہ کے بندے! تو ان میں مقتول بن جانا اور قاتل مت بننا۔" اسے ابن ابی خیثمہ اور دارقطنی نے بیان کیا ہے

لغوی تحقیق: خباب: خاء مفتوح اور باء مشدد، ان کے والد کا نام ارت تھا اور ان کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے، ان کا بیٹا عبداللہ بھی صحابی ہے۔ عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہما کی ولادت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بعد ہوئی، اس لیے انہیں ثانی مولود فی الاسلام کہا جاتا ہے۔ **فتن**: یہ **فتنة** کی جمع ہے۔ اس کا اطلاق متعدد اشیا پر ہوتا ہے۔ مثلاً: **فتنة الاعجاب، فتنة المال، فتنة الشیطان، فتنة الحروب و القتال**، یہاں شاید اس فتنہ سے مراد مؤخر الذکر فتنہ ہی ہے۔

تشریح: اس مفہوم کی حدیث متعدد صحابہ سے منقول ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت سے پہلے تاریک رات کی مثل فتنے جنم لیں گے ان فتنوں میں اس قدر عدم استحکام ہوگا کہ آدمی صبح کے وقت مؤمن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا، شام کے وقت مؤمن اور صبح کے وقت کافر ہو جائے گا، ان پر فتن ایام میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے، اور کھڑے ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا، ایسے حالات میں اپنی ڈھالیں، کمانیں اور تلواریں توڑ کر اپنے گھر میں بیٹھ جانا اور اگر کوئی آپ کے گھر میں گھس کر آپ پر حملہ آور ہو تو آدم علیہ السلام کے بہتر بیٹے کی پیروی کرنا۔"

اس حدیث کو امام ابن حبان اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور علامہ قشیری نے اسے شیخین کی شروط کے موافق قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب میرا کوئی امتی میرے کسی امتی کو قتل کرنے کیلئے نکلے اور وہ آگے سے (وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ کہہ دے جو ابن آدم نے کہے تھے) ایسے کہہ دے تو مقتول جنت میں ہوگا اور قاتل آگ میں ۔"

جب بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" عنقریب فتنے جنم لیں گے، ان حالات میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا۔" انہوں نے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص میرے گھر میں گھس کر مجھے قتل کرنے کیلئے ہاتھ بڑھائے تو پھر میرے لیے کیا حکم ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" تو آدم علیہ السلام کے بہتر بیٹے جیسا کردار اختیار کرنا۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت سعید بن زید، حضرت انس بن مالک، حضرت سعد، حضرت بریدہ، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث ان احادیث کے بظاہر خلاف ہیں کیونکہ ان میں یہ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جو اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔"

راقم کے نزدیک ان احادیث میں مطابقت کی صورت یہ ہے کہ جب انفرادی معاملہ ہو تو پھر اپنے مال و جان کی حفاظت کرنا لازم ہے، اس دوران اگر وہ مارا جائے تو وہ شہید ہوگا اور اگر وہ دوسرے کو مار دے تو ظالم نہیں ہوگا۔ لیکن اگر ملک میں خانہ جنگی شروع ہو جائے تو پھر لڑائی سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

فقہی احکام: خانہ جنگی کی صورت میں لڑائی سے الگ رہنا لازم ہے۔

۱۲۶۰: **وَأَخْرَجَ أَحْمَدُ نَحْوَهُ عَنْ خَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ** رضی اللہ عنہ.

احمد: ۲۹۲/۵

تنبیہ: بعض نسخوں میں یہ دونوں روایتیں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے بعد درج ہیں۔

۱۲۶۰: امام احمد نے اس مفہوم کی روایت خالد بن عرفطہ سے بیان کی ہے۔

۱۲۶۱: **وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ** رضی اللہ عنہ **قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ** صلی اللہ علیہ وسلم **" مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ" رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ, وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ**

ابوداود، کتاب السنة، باب فی قتال اللصوص: ۴۷۷۲، الترمذی: ۱۴۲۱، ۱۴۱۸، النسائی: ۱۱۵/۷، ۱۱۶، ابن ماجة: ۲۵۸۰، احمد: ۱۸۷/۱، ابن حبان: ۳۱۹۴، ۳۱۹۵، المعجم الاوسط: ۱۴۲۲، ۱۶۵۲، ۲۸۰۶، ۶۹۲۶

۱۲۶۱: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا مارا جائے وہ شہید ہے۔" (اسے چاروں نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: انہیں الفاظ کے ساتھ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عامر، حضرت انس بن مالک، حضرت بریدہ اور حضرت سعد سے رضی اللہ عنہم بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: جب انفرادی معاملہ ہو تو پھر اپنے مال و جان اور عزت و آبرو کی حفاظت کرنا لازم ہے۔ اس دوران اگر وہ مارا جائے تو شہید اور اگر وہ حملہ آور کو قتل کر دے تو اس کے ذمہ قصاص یا دیت لازم نہیں ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْجِهَادِ

جہاد کا بیان

۱۔ بَابُ فِيْ فَرْضِ الْجِهَادِ وَفَضِيْلَتِهِ جہاد کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا بیان

۱۲۶۲: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ ,وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِهِ ,مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الامارة، باب ذم من مات ولم یغز: ۱۹۱۰، ابوداود: ۲۵۰۲، النسائی: ۶/ ۸، احمد: ۲/ ۳۷۴، ابن الجارود: ۱۰۳۶، الحاکم: ۲/ ۷۹، البیہقی: ۹/ ۴۸

۱۲۶۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اس حال میں مر گیا کہ اس نے نہ تو جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں کبھی جہاد کرنے کا خیال آیا، اس کا خاتمہ نفاق کے کسی ایک شعبہ پر ہوا۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: الجهاد: جیم مکسور، اس کے لغوی معنی مشقت اٹھانے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں جہاد سے مراد وہ منظّم کوشش ہے جو کفار، باغیوں اور راستے مسدود کرنے والوں کے خلاف حصول رضائے الٰہی کی خاطر کی جاتی ہے، قطع نظر اس کے وہ کوشش قتال کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں۔ شعبة: شین مضموم، کسی چیز کا ایک حصہ۔ نفاق: نون مکسور، یہ لفظ یربوع کی بلوں میں سے اس ایک بل سے ماخوذ ہے جسے وہ چھپا کر رکھتا ہے اور دیگر کو ظاہر کر دیتا ہے۔ منافق بھی چونکہ کفر کو چھپا کر رکھتا ہے اور اسلام کو ظاہر کرتا ہے، اس لیے اس لفظ کا استعمال اس کیلئے بھی ہونے لگا

تشریح: قتال، عام حالات میں فرض کفایہ ہے اور تین حالات میں فرض عین ہے، فرض کفایہ سے مراد یہ ہے کہ امت مسلمہ کا ایک گروہ اگر مصروف عمل ہو جائے تو دیگر مسلمانوں سے یہ فرض ساقط ہو جائے گا، بصورت دیگر جمیع امت مسلمہ گناہ گار ہو گی۔

جن تین حالات میں قتال فرض عین ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) کفار اور مسلمانوں کی جماعتیں جب مسلح ہو کر ایک دوسرے کے مدمقابل آ جائیں تو پھر مسلمانوں کی تمام صفوں کے ہر فرد پر جہاد فرض ہے

(۲) کفار جب مسلم علاقوں کا محاصرہ کر لیں یا مسلم علاقوں میں اپنی فوجیں اتار دیں تو اس علاقے کے تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہے۔

(۳) جب امیر المؤمنین مسلمانوں کو قتال کیلئے نکلنے کا اعلان کر دے تو جمیع مسلمانوں پر قتال فرض ہے۔ درج بالا بیانات سے یہ واضح ہوا کہ مسلمانوں کی طرف سے قتال عمل کے طور پر نہیں بلکہ ردعمل کے طور پر ہے، لیکن عصر حاضر میں بعض اپنوں کی کم فہمی اور مغربی اتحادیوں کے تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہ تاثر عام کیا جا رہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے، اور اس کے ماننے والے فاتحین نے مفتوحہ علاقوں کے غیر مسلموں کو بزور قوت اسلام میں داخل ہونے پر مجبور کیا ہے۔

جو شخص قرآن کریم اور سنت مطہرہ کا بغور مطالعہ کرے گا وہ یقیناً اس دعوی کو تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور خیال کرے گا، کیونکہ قرآن حکیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے نہایت تفصیل سے یہ واضح کیا ہے کہ اسلام کسی کے نظریہ کو بزور قوت تبدیل کرنے کے عمل کو مسترد کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اگر تیرا رب چاہے تو زمین میں بسنے والے تمام (جن وانس) ایمان لے آئیں۔﴾ (سورة یونس:۹۹) ﴿اللہ تعالیٰ تمہیں ان کفار کے ساتھ بھلائی اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تمہارے ساتھ تمہارے دین کی وجہ سے قتال نہیں کیا اور تمہیں تمہارے علاقوں سے جلاوطن نہیں کیا ،بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔﴾ (الممتحنة:۸)

آپ ﷺ کی تعلیمات قرآن حکیم کی ہدایات کے عین مطابق تھی جیسا کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب کسی شخص کو کسی لشکر کا سپہ سالار مقرر فرماتے تو اسے وصیت فرماتے کہ اپنی ذات اور اپنے ساتھی مسلمانوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا پھر فرماتے "اللہ تعالیٰ کی راہ میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر لڑائی کا آغاز کرنا، ان لوگوں سے قتال کرنا جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں، خونریزی میں غلومت کرنا، وعدہ خلافی مت کرنا، مقتولین کی لاشوں کو خراب مت کرنا اور بچوں کو مت قتل کرنا۔"

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بچوں اور خواتین کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ صحابہ کا طرز عمل کتاب وسنت کی عملی تفسیر تھا، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو سالار لشکر مقرر کرتے وقت فرمایا، "میں تمہیں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ (۱) خواتین کو مت قتل کرنا۔ (۲) بچوں کو مت قتل کرنا۔ (۳) بوڑھوں کو مت قتل کرنا۔ (۴) پھل دار درختوں کو مت قطع کرنا۔ (۵) بستیوں کو مت برباد کرنا۔ (۶) بھیڑ، بکریوں کی ٹانگیں مت قطع کرنا۔ (۷) اونٹوں کو فقط کھانے کیلئے نحر کرنا۔ (۸) کھجوروں کو قطع کرنا نہ آگ لگانا۔ (۹) بہت زیادہ خون ریزی نہیں کرنا۔ (۱۰) بزدلی کا مظاہرہ مت کرنا۔"

فقهي احكام: (۱) اسلام میں جہاد فرض ہے۔ (۲) مسلمانوں کی طرف سے قتال کفار کی حرکتوں کے ردعمل کے طور پر ہے۔
(۳) عملی طور پر قتال کی نوبت اگر نہ آئے تو قتال کیلئے تیاری اور اس کی نیت ضرور ہونی چاہیے۔

۱۲۶۳: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ "جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ, وَأَنْفُسِكُمْ, وَأَلْسِنَتِكُمْ" رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَالنَّسَائِيُّ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، كتاب الجهاد، باب كراهية ترك الغزو: ۲۵۰۴، النسائي: ۶/۷، احمد: ۱۲۴/۳، ۱۵۳، الدارمي: ۲۴۳۱، ابن حبان: ۴۷۰۸، ۴۷۰۷، الحاكم: ۸۱/۲، البيهقي: ۲۰/۹، مسندابي يعلىٰ: ۲۸۷۵

۱۲۶۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مشرکین سے اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو۔" (اسے احمد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں جہاد کی تین اقسام بیان ہوئی ہیں، جن میں سے ایک جہاد باللسان بھی ہے، جہاد باللسان سے مراد باطل مذاہب کے ساتھ دلائل کا تبادلہ کر کے ان پر حجت قائم کرنا ہے۔ دلائل کا تبادلہ اگر زبان سے کیا جائے تو اس کوشش کو جہاد باللسان کا نام دیا جائے گا اور اگر دلائل کا تبادلہ تحریر کے ذریعے کیا جائے تو اس کوشش کو جہاد بالقلم کا نام دیا جائے گا۔ علامہ ابن عبدالهادی اس حدیث کو: **المحرر**؛ میں درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اسے احمد، دارمی، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مسلم کی شروط کے موافق ہے، امام حاکم اور امام نووی نے اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ اس کی مؤید روایت حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

فقهي احكام: (۱) جہاد کی مختلف اقسام ہیں اور جو قسم جہاں جس قدر موزوں ہوگی اسی قدر اس کی فضیلت ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) جہاد فقط قتال ہی نہیں بلکہ دعوت دین بھی جہاد ہے۔

۱۲۶۴: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ؟ قَالَ "نَعَمْ. جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيهِ, اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ" رَوَاهُ اِبْنُ مَاجه وَأَصْلُهُ فِي اَلْبُخَارِيِّ.

ابن ماجة: ابواب المناسک، باب الحج جهاد النساء: ۲۹۰۱، احمد: ۷۱/۶، ۷۵، ۷۹، ۱۶۵، الدارقطنی: ۲۸۴/۲، البخاری: ۱۸۶۱، ۲۸۷۵، البیهقی: ۳۲۶/۴

۱۲۶۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا خواتین پر بھی جہاد فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! ان پر ایسا جہاد فرض ہے جس میں قتال نہیں، اور وہ حج اور عمرہ ہے۔" اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی اصل بخاری میں ہے

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کو جس طریق سے امام بخاری نے نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارا جہاد حج ہے۔" اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ دشمنان اسلام کے ساتھ قتال کرنا خواتین پر فرض نہیں، ان پر فرض نہ ہونے کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں۔ (۱) ان کی جسمانی ساخت قتال کیلئے موزوں نہیں۔ (۲) یہ مرد کے مقابلے میں زیادہ نرم دل ہوتی ہیں۔ (۳) ان میں صبر کا وصف اتنا پختہ نہیں ہوتا، جتنا پختہ قتال چاہتا ہے۔

فقہی احکام: خواتین قتال میں شریک نہیں ہو سکتیں البتہ زخمیوں کی مرہم پٹی اور مجاہدین کو پانی پلانے کے فرائض سرانجام دے سکتی ہیں، حج اور عمرہ خواتین کیلئے قتال کے برابر ہے۔

۱۲۶۵: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَأْذِنُهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ "أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟" قَالَ نَعَمْ قَالَ "فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الجهاد، باب الجهاد باذن الابوین: ۳۰۰۴، مسلم: ۲۵۴۹، ابوداود: ۲۵۲۹، الترمذی: ۱۶۷۱، النسائی: ۱۴۳/۷، احمد: ۱۶۵/۲، ۱۸۸، ابن حبان: ۳۱۸-۴۲۰، البیهقی: ۲۵/۹، ابن ماجة: ۲۷۸۲

۱۲۶۵: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد میں شریک ہونے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر ان کی خدمت ہی میں جہاد ہے۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: اکثر حقوق اللہ کو حقوق العباد پر تقدیم حاصل ہے مثلاً تمام کام کاج چھوڑ کر نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا لازم ہے جبکہ بعض حقوق العباد ایسے ہیں جنہیں حقوق اللہ پر تقدیم حاصل ہے مثلاً والدین کی خدمت کرنا قتال میں شریک ہونے سے بہتر ہے۔

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا" میں نے عرض کیا، پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔" میں نے عرض کیا، پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جہاد فی سبیل اللہ۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس شخص کا چہرہ خاک آلود ہو جو اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے لیکن وہ جنت میں داخل ہونے کا سامان پیدا نہ کر سکے۔" ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ قتال فرض کفایہ ہے جبکہ والدین کی خدمت فرض عین ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہی احکام: والدین اگر مسلمان اور پابند شریعت ہوں اور وہ اپنے بیٹے کو قتال میں شریک ہونے سے روک دیں تو بیٹے پر لازم ہے کہ وہ قتال کا ارادہ ترک کر دے۔

۱۲۶۶: وَلِأَحْمَدَ ,وَأَبِي دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ نَحْوُهُ ,وَزَادَ "ارْجِعْ فَاسْتَأْذِنْهُمَا ,فَإِنْ أَذِنَا لَكَ; وَإِلَّا فَبِرَّهُمَا"

ابوداود، کتاب الجهاد، باب النهی عن قتل من اعتصم فی السجود: ۲۶۴۵،الترمذی: ۱۶۷۰، النسائی: ۳۵/۸، ۳۶، البیهقی: ۱۳۱/۸

۱۲۶۶: احمد اور ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل مروی ہے اور اس میں مزید یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "واپس جا کر ان دونوں سے اجازت طلب کر، اگر وہ تجھے اجازت دیں (تو آ جانا) ورنہ دونوں کے ساتھ حسن معاشرت کرنا۔"

فقہی احکام: (۱) جہاد فرض کفایہ ہے۔ (۲) والدین کی خدمت فرض عین ہے۔ (۳) والدین سے اجازت حاصل کیے بغیر قتال میں شریک ہونا جائز نہیں۔ (۴) اگر قتال فرض عین کی صورت اختیار کر لے تو پھر والدین سے اجازت لینا ضروری نہیں۔

۱۲۶۷: وَعَنْ جَرِيرٍ الْبَجَلِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ الْمُشْرِكِينَ" رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ ,وَرَجَّحَ الْبُخَارِيُّ إِرْسَالَهُ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی الرجل یغزو...... : ۲۵۳۰، ابن حبان: ۴۲۲، احمد: ۷۵/۳، الحاکم: ۱۰۳/۲، ۱۰۴، البیهقی: ۲۶/۹

۱۲۶۷: حضرت جریر بجلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرا اس مسلمان سے کوئی تعلق نہیں جو مشرکین میں رہتا ہے۔" (اسے تینوں نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے، لیکن امام بخاری نے اس کے مرسل ہونے کو راجح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: بریٌٔ: الگ ہونا، لاتعلق ہونا۔

تشریح: امام طبرانی نے بھی یہ روایت موصولاً بیان کی ہے، لیکن امام بخاری، امام ابوحاتم، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام دارقطنی نے اس کے مرسل طریق کو راجح کہا ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ غیر مسلم ممالک میں مستقل سکونت اختیار کرنی ممنوع ہے، خاص کر ان غیر مسلم علاقوں میں سکونت رکھنا بالکل درست نہیں جن علاقوں میں غیر مسلموں کی مسلمانوں کے ساتھ جنگ جاری ہو یا جنگی خدشات موجود ہوں۔

فقہی احکام: غیر مسلم حربی علاقوں میں سکونت رکھنے والے مسلمان اگر مسلم مجاہدین کے ہاتھوں مارے جائیں تو مسلم مجاہدین پر قصاص یا دیت لازم نہیں۔

۱۲۶۸: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ ,وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الجهاد، باب وجوب النفیر...... : ۲۸۲۵، مسلم: ۱۳۵۳، ابوداود: ۲۴۸۰، الترمذی: ۱۶۵۴، النسائی: ۱۴۶/۷، احمد: ۲۲۶/۱، ۳۱۵، ۳۱۶، الدارمی: ۲۵۱۲، البیهقی: ۱۹۵/۵، ابن حبان: ۴۵۹۲، ۴۸۶۷، عبدالرزاق: ۹۷۱۳، السنة: ۹۷/۱، الجارود: ۱۰۳۰، الطبرانی: ۱۰۹۴۴، المعجم الاوسط: ۲۸۳۷، ابن ماجة: ۲۷۷۳

۱۲۶۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے" بخاری و مسلم

لغوی تحقیق: لاھجرۃ: ھاء مکسور، اس کے لغوی معنی چھوڑ دینے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر اپنے وطن مالوف کو چھوڑ دینا ہجرت کہلاتا ہے۔ الفتح: اس سے مراد فتح مکہ ہے۔

تشریح: اس حدیث کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ اسلام نے ہجرت کے حکم کو منسوخ قرار دیدیا ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اب چونکہ مکہ دارالسلام بن گیا ہے اس لیے اب مکہ چھوڑ کر مدینہ جانا ہجرت شرعیہ میں شامل نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی مفہوم کی حدیث حضرت عائشہ اور حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) دارالسلام سے دارالسلام کی طرف منتقل ہونا ہجرت شرعیہ نہیں۔ (۲) ایسے مسلم علاقوں کو جہاں معاشرتی برائیاں عام ہوں چھوڑ کر ایسے علاقوں کی طرف منتقل ہونا جو معاشرتی برائیوں سے پاک ہوں ہجرت شرعیہ میں داخل ہے۔

۱۲۶۹: وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا, فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا: ۲۸۱۰، مسلم: ۱۹۰۴، ابوداود: ۲۵۱۷، الترمذی: ۱۶۴۶، النسائی: ۶/۲۳، ابن ماجة: ۲۷۸۳، احمد: ۴/۳۹۲، ابن حبان: ۴۶۳۶، ۴۶۳۷، البیهقی: ۹/۱۶۷، ۱۶۸، الطیالسی: ۴۸۷، ۴۸۸

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کیلئے قتال کیا، اسی کا قتال فی سبیل اللہ ہے۔" (بخاری ومسلم)

تشریح: ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک شخص مال غنیمت حاصل کرنے کیلئے قتال کرتا ہے، دوسرا شہرت کیلئے قتال کرتا ہے اور تیسرا لوگوں کو خوش کرنے کیلئے قتال کرتا ہے، ان میں اللہ کے راستہ میں قتال کرنے والا کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اس لیے قتال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین سربلند ہو، اسی کا قتال فی سبیل اللہ ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم کی ایک مفصل حدیث منقول ہے۔ ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ نیت تو اعلائے کلمۃ اللہ ہو لیکن مال غنیمت اور شہرت اتفاقاً حاصل ہو جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر نیت میں فساد ہو تو پھر مال غنیمت اور شہرت نہ ملنے پر بھی قتال فی سبیل اللہ نہیں کہلائے گا، ایسا شخص لڑائی میں مارے جانے کی صورت میں درجہ شہادت سے محروم رہے گا، جبکہ اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہونے والا درجہ شہادت پر فائز ہو جائے گا۔

فقہی احکام: (۱) اخلاص قبول اعمال کی شرط اول ہے۔ (۲) کھڑے ہو کر سوال کرنا جائز ہے۔

۱۲۷۰: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّعْدِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ مَا قُوتِلَ الْعَدُوُّ" رَوَاهُ النَّسَائِيُّ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

النسائی، کتاب البیعة، باب ذکر الاختلاف فی انقطاع الهجرة: ۷/۱۴۶، ابن حبان: ۴۸۶۶، احمد: ۵/۲۷۰، المشكل: ۳/۲۵۸

۱۲۷۰: حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تک کفر سے جنگ جاری ہے اس وقت تک ہجرت کا عمل ختم نہیں ہوگا۔" (اسے نسائی نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے تلخیص میں اس حدیث کو نسائی اور ابن حبان کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد ابوداود کے حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے، اس کے الفاظ اس طرح ہیں "جب تک توبہ کا عمل جاری ہے ہجرت کا عمل جاری رہے گا اور توبہ کا عمل اس وقت تک جاری رہے گا جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہو جاتا۔" اس حدیث کے راوی کا اصل نام عبداللہ بن وقدان ہے یہ قریشی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، انہوں نے بنوسعد بن بکر میں دودھ پیا تھا اسی مناسبت سے انہیں عبداللہ بن سعدی کہا جانے لگا۔

۱۲۷۱: وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ أَغَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ, وَهُمْ غَارُّونَ, فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ, وَسَبَى ذَرَارِيَّهُمْ حَدَّثَنِي بِذَلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البخاری، کتاب العتق، باب من ملک من العرب رقیقا: ۲۵۴۱، مسلم: ۱۷۳۰، ابوداود: ۲۶۳۳، احمد: ۲/ ۳۱، ۳۲، المعجم الاوسط: ۵۹۲۹

۱۲۷۱: حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق پر رات کے وقت حملہ کیا تو وہ لوگ اس وقت غافل تھے، چنانچہ ان کے جنگجوؤں کو قتل کر دیا اور ان کے بیوی بچوں کو قید کر لیا۔ نافع کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی طرح بیان کی ہے۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: اغار: اچانک حملہ کر دیا۔ المصطلق: میم مضموم، صاد ساکن، طاء مفتوح اور لام مکسور، یہ خزاعہ قبیلے کی ایک شاخ ہے اور بنو خزاعہ قبیلہ قحطانیہ ازدیہ کی شاخ ہے۔ غارون: یہ غار کی جمع ہے، مفرد اور جمع کی راء مشدد پڑھی جاتی ہے اور یہ جملہ حالیہ ہے، یعنی اس وقت بنو مصطلق بے خبری کے عالم میں تھے۔ ذراریھم: اس کی یاء مشدد اور مخفف ہر دو طرح پڑھنا درست ہے اور یہ ذرية کی جمع ہے، اس کا اطلاق فقط نسل انسانی پر ہوتا ہے۔

تشریح: اس غزوہ کو غزوہ مریسیع بھی کہا جاتا ہے، مریسیع اس مقام کا نام ہے جہاں بنو مصطلق آباد تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے ان پر رات کے وقت حملہ کیا تھا، جب ان پر حملہ ہوا تو اس وقت وہ خوب غفلت میں تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ بنو مصطلق کا رئیس حارث بن ابی ضرار بعض عرب قبائل کے ساتھ ساز باز کر کے مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے، آپ ﷺ نے حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو تحقیق کیلئے بھیجا تو انہوں نے اس امر کی تصدیق کی، چنانچہ آپ ﷺ نے شعبان کے آخر میں پیش قدمی کی۔

یہ روایت اگرچہ سنداً کمزور ہے تاہم دیگر قرائن اس کے مؤید ہیں مثلاً آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ جب لشکر روانہ فرماتے تو افواج اسلام کو وصیت فرماتے کہ جب تمہارا دشمن سے آمنا سامنا ہو تو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا، ان کے انکار پر ان سے جزیہ کے عوض مصالحت کرنا اور عدم رضا کی صورت میں ان پر حملہ کرنا بنابریں غزوہ بنی مصطلق کا پس منظر یہ سمجھا جائے گا کہ آپ ﷺ نے انہیں دعوت توحید دی ہوگی اور ان کے انکار کی وجہ سے ان پر حملہ کرنے کا عزم کیا گیا ہوگا۔ علامہ ابن منذر کہتے ہیں کہ اکثر اہل علم نے اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) جس قوم پر حملہ کرنا مقصود ہو اسے پہلے اسلام کی دعوت دینا ضروری ہے۔ (۲) اپنے جنگجوؤں کو محفوظ رکھنے کی لیے دشمن پر شب خون مارنا جائز ہے۔ (۳) دشمن کی فوجیں جب اسلامی علاقوں کی طرف پیش قدمی کریں تو ان پر چھپ کر حملہ کرنا درست ہے۔

۱۲۷۲: وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ, عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَمَّرَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْصَاهُ بِتَقْوَى اللَّهِ, وَبِمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْراً, ثُمَّ قَالَ "اُغْزُوا بِسْمِ اللَّهِ, فِي سَبِيلِ اللَّهِ, قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ, اُغْزُوا, وَلَا تَغُلُّوا, وَلَا تَغْدِرُوا, وَلَا تُمَثِّلُوا, وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيداً, وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ, فَأَيَّتُهُنَّ أَجَابُوكَ إِلَيْهَا, فَاقْبَلْ مِنْهُمْ, وَكُفَّ عَنْهُمْ اُدْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ ثُمَّ اُدْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ, فَإِنْ أَبَوْا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ, وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْأَلْهُمُ الْجِزْيَةَ, فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ, فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَقَاتِلْهُمْ وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ, فَلَا تَفْعَلْ, وَلَكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ; فَإِنَّكُمْ إِنْ تُخْفِرُوا ذِمَمَكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَّةَ اللَّهِ, وَإِذَا أَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللَّهِ, فَلَا تَفْعَلْ, بَلْ عَلَى حُكْمِكَ; فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَتُصِيبُ فِيهِمْ حُكْمَ اللَّهِ أَمْ لَا" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

مسلم، کتاب الجهاد و السیر، باب تأمیر الامام الامراء علی البعوث: ۱۷۳۱، ابوداود: ۲۶۱۲، ۲۶۱۳، الترمذی: ۱۴۴۱، ۱۶۸۲، ابن ماجة: ۲۸۵۸، احمد: ۳۵۲/۵، ۳۵۸، الدارمی: ۲۴۴۲، ابن حبان: ۴۷۳۹، ابن الجارود: ۱۰۴۲، البیهقی: ۱۵/۹، ۴۹، ۱۸۴، الطحاوی: ۲۰۷/۳، الشافعی: ۱۱۴/۲، ۱۱۵

۱۲۷۲: حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی صحابی کو لشکر کا امیر مقرر فرماتے تو اسے بالخصوص اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے اور ساتھیوں کی بھلائی کا خیال رکھنے کی وصیت فرماتے، پھر فرماتے، "اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اس کی راہ میں جہاد کرو، جو اللہ کا انکار کرے اس کے ساتھ جنگ کرو، لڑائی لڑو لیکن خیانت، دھوکہ، مثلہ اور بچوں کا قتل مت کرو، جب مشرک دشمنوں کا سامنا کرو تو انہیں تین باتوں کی دعوت دو، وہ ان تینوں میں سے جو پسند کرلیں اسے قبول کرو اور ان پر جنگ مت مسلط کرو، انہیں اسلام کی دعوت دو، اگر وہ مشرف بہ اسلام ہو جائیں تو ان کے دعویٰ اسلام پر اعتماد کرو، اور انہیں اپنا علاقہ چھوڑ کر مہاجرین کی ریاست (مدینہ) کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دو، اگر وہ ایسا کرنے پر راضی نہ ہوں تو ان پر یہ واضح کردو کہ ان کے حقوق دیگر مسلم بدوی قبائل کے مثل ہوں گے، انہیں مال غنیمت اور مال فئی سے کچھ حصہ اسی صورت میں ملے گا جب وہ مسلمانوں کے ساتھ شریک معرکہ ہوں گے۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں تو انہیں جزیہ کے عوض مصالحت کی پیش کش کرو، اگر وہ اس پیش کش کو تسلیم کرلیں تو ان سے قبول کرلو۔ اگر وہ یہ پیش کش مسترد کردیں تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے لڑائی کا آغاز کرو۔ اگر تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرلو اور وہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ دے کر تم سے کوئی عہد کریں تو ان سے وہ عہد مت قبول کریں، البتہ اپنا ذمہ دے کر ان سے عہد کرلیں، کیونکہ اگر تم اپنے عہد و ذمہ کو توڑتے ہو تو یہ عہد و ذمہ توڑنا اللہ کے عہد و ذمہ کو توڑنے سے نہایت کم تر ہے، اگر وہ یہ مطالبہ کریں کہ وہ قلعوں سے نیچے اتر آئیں گے بشرطیکہ تم ان کا فیصلہ اللہ کے حکم کے مطابق کرو گے تو ان کا یہ مطالبہ مسترد کردینا، اور اپنے فیصلے کے مطابق اترنے پر راضی کرلینا کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ تم ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ تک رسائی حاصل کرسکو گے یا نہیں۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **لا تغدروا**: عہد شکنی مت کرو۔ **اعراب**: اس کا واحد اعرابی ہے یعنی بدوی، انہیں یہ نام اس لیے دیا گیا کہ یہ لوگ احکام اسلام کے بارے میں بہت کم معلومات رکھتے تھے۔ **الغنیمة**: یہ غنم سے ماخوذ ہے اور اس کی جمع غنائم آتی ہے، اس کے لفظی معنی نفع کے ہیں اور یہاں اس سے مراد وہ مال ہے جو کفار سے مقابلہ کر کے چھینا جائے۔ **الفئی**: اس کے لفظی معنی رجوع کے ہیں اور یہاں اس سے مراد کفار و مشرکین کا وہ مال ہے جو بغیر کسی لڑائی کے مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے۔ **الجزیة**: یہ جزاء سے ماخوذ ہے یعنی غیر مسلموں سے ان کی حفاظت کا ٹیکس لینا۔ حصن قلعہ۔

تشریح: اس حدیث میں غیر مسلموں سے قتال کرنے کے زریں اصول بیان ہوئے ہیں (۱) حاکم جب کوئی لشکر روانہ کرے تو اس لشکر کا ایک امیر مقرر کرے۔ (۲) سپہ سالار سے یہ حلف لے کہ وہ اپنے اختیارات سے تجاوز نہیں کرے گا اور اپنے ماتحتوں کی بھلائی کا خیال رکھے گا۔ (۳) لڑائی کا آغاز کرنے سے قبل مصالحت کی ممکنہ شکلیں کفار کے سامنے پیش کی جائیں۔ (۴) اگر کسی امر پر مصالحت ہو جائے تو عہد کی پاسداری کی جائے۔ (۵) مالی بددیانتی سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے۔ (۶) لاشوں کی بے حرمتی نہ کی جائے (۷) نابالغ بچوں، بوڑھوں، درویشوں اور خواتین کو قتل نہ کیا جائے۔ (۸) اپنے فیصلوں کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے نہ کہا جائے۔

۱۲۷۳: وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ غَزْوَةً وَرَّى بِغَيْرِهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الجهاد، باب من اراد غزوة فوری بغیرها: ۲۹۴۸، مسلم: ۲۷۶۹، ابوداود: ۲۶۳۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۲۷۳: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی غزوہ پر روانگی کا ارادہ فرماتے تو توریہ سے کام لیتے۔ بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: وری: واؤ مفتوح اور راء مشدد، اصل چیز کو مخفی رکھتے۔

تشریح: توریہ سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کو جب یہ اطلاع ملتی کہ فلاں قبیلہ یا فلاں علاقے کے لوگ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے میں مصروف ہیں تو آپ ﷺ طرفین کے جانی نقصان کو کم کرنے کیلئے مسلم جاسوسوں کی دو جماعتیں تشکیل دیتے۔ (۱) **خصوصی جماعت**: یہ جماعت اس مخصوص قبیلے اور علاقے کی جاسوسی کرتی اور اس امر کو صیغہ راز میں رکھا جاتا۔ (۲) **عمومی جماعت**: یہ جماعت کسی ایک علاقے یا قبیلے کی جاسوسی کیلئے تشکیل دی جاتی جس سے فی الحال لڑنا مقصود نہیں ہوتا تھا۔ اس جماعت کی کاروائی سے تمام مسلمانوں کو آگاہ رکھا جاتا تھا اور انہیں لڑائی کی تیاری کا حکم دیا جاتا تھا، اس سے عام مسلمانوں اور دیگر قبائل میں یہ تأثر قائم ہو جاتا کہ آپ ﷺ فلاں قبیلے پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اس طرح دشمنوں کی جاسوسی کو ناکام کر کے ان پر چڑھائی کر دی جاتی۔ اس جنگی حکمت عملی کو توریہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زیر مطالعہ روایت ایک طویل حدیث سے ماخوذ ہے۔

۱۲۷۴: وَعَنْ مَعْقِلٍ أَنَّ النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ قَالَ شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ ,وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ ,وَيَنْزِلَ النَّصْرُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالثَّلَاثَةُ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ وَأَصْلُهُ فِي الْبُخَارِيِّ.

ابوداود، كتاب الجهاد، باب فی ای وقت یستحب اللقاء: ۲۶۵۵، الترمذی: ۱۶۱۳، ۱۶۷۸، احمد: ۵/۴۴۴، البخاری: ۳۱۶۰

۱۲۷۴: حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا، آپ ﷺ جب جنگ کا آغاز دن کے شروع میں نہ کر پاتے تو لڑائی کو زوال آفتاب تک مؤخر کر دیتے (پھر) مؤافق ہوائیں چلتیں اور مدد نازل ہوتی۔ اسے احمد اور تینوں نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور اسکی اصل بخاری میں ہے۔

تشریح: بلوغ المرام کے بعض نسخوں میں ؛عن معقل بن النعمان؛ اور بعض میں ؛عن معقل ان النعمان بن مقرن ؛ ہے اور یہی درست ہے اور علامہ مزی نے بھی اطراف میں اسی طرح نقل کیا ہے۔ امام بخاری نے اس روایت کو ایک دوسری روایت کے ضمن میں نقل کیا ہے ،اس روایت میں ؛ینزل النصر؛ کی جگہ ؛تحضر الصلوات؛ ہے دونوں جملوں سے مراد یہ ہے کہ مسلمان زوال آفتاب کے بعد نماز ظہر پڑھتے اور اس میں مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت کی دعا کرتے، اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے ان کی مدد فرماتا۔

فقہی احکام: (۱) کفار کے ساتھ جنگ کا آغاز دن کے شروع کے حصہ میں کرنا مسنون ہے۔ (۲) اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر زوال آفتاب کے بعد کرنا چاہیے۔ (۳) ظہر کی نماز کا وقت زوال آفتاب کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے۔

۱۲۷۵: وَعَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الدَّارِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُبَيَّتُونَ ,فَيُصِيبُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ وَذَرَارِيهِمْ, فَقَالَ "هُمْ مِنْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، كتاب الجهاد، باب اهل الدار یبیتون فیصاب الولدان والذراری: ۳۰۱۲، مسلم: ۱۷۴۵، ۱۱۹۴، ابوداود: ۲۶۷۲، الترمذی: ۱۶۳۴، ابن ماجة: ۳۰۹۰، احمد: ۴/ ۳۷، ۳۸، ۴/۷۲، البیهقی: ۹/۷۸، الشافعی: ۲/۱۰۳، الحمیدی؛ ۷۸۳، المؤطا: ۳۲۵/۱، ابن الجارود: ۳۶؍۴، ابن ابی شیبة: ۱۲ /۳۸۸، ابوعوانة: ۴/۹۶، ابن حبان: ۱۳۶، ۱۳۷، عبدالرزاق: ۹۳۸۵، النسائی: ۵/۱۸۳، ۱۸۴

۱۲۷۵: حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کے گھر والوں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ مشرکین پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب شب خون مارا جاتا ہے تو اس میں ان کے بیوی بچے بھی مارے جاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ بھی انہیں میں سے ہیں۔" بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: یبیتون: یہ تبییت سے ماخوذ ہے، یعنی ان پر رات کے وقت حملہ کرتے۔

تشریح: صحیح بخاری میں سائل کا نام مذکور نہیں، لیکن مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ابن حبان کے حوالے سے صعب بن جثامہ نقل کیا ہے، ابن حبان میں یہ مفصل روایت اس طرح ہے کہ صعب بن جثامہ بیان کرتے ہیں کہ میں مقام ابواء میں تھا، آپ ﷺ میرے قریب سے گزرے، میں نے آپ ﷺ کو جنگلی گدھے کا گوشت بطور تحفہ پیش کیا، آپ ﷺ نے مجھے واپس کر دیا، پھر آپ ﷺ نے میرے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھ کر فرمایا: "میں نے یہ اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم حالت احرام میں ہیں" پھر آپ ﷺ سے الدار کے مشرکین کے بارے میں سوال کیا گیا۔

یہ روایت سفیان بن عیینہ نے زہری سے نقل کی ہے، محمد بن عمرو نے جو روایت زہری سے نقل کی ہے اس میں صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی اولاد کی بابت دریافت کیا کہ کیا ہم انہیں بھی ان کے ساتھ قتل کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں، وہ بھی انہیں میں سے ہیں۔" پھر آپ ﷺ نے حنین کے موقع پر مشرکین کے بچوں کو قتل کرنے سے منع فرما دیا۔

اس روایت کے بعض طرق میں؛ اھل الدار من المشرکین ؛ ہے۔ قاضی عیاض نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ بعض طرق میں؛ عن الدار من المشرکین ؛ اور بعض میں؛ اولاد المشرکین ؛ اور بعض میں؛ الذراری؛ ہے امام نووی نے اس کو راجح کہا ہے۔

فقہی احکام: مشرکین کے بچوں کو دوران جنگ عمداً قتل کرنا جائز نہیں، ہاں البتہ شب خون میں مارے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (۲) کفار و مشرکین پر بم بھی گرائے جا سکتے ہیں۔

۱۲۷۶: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِرَجُلٍ تَبِعَهُ فِي يَوْمِ بَدْرٍ "اِرْجِعْ فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب کراهة الاستعانة فی الغزو بکافر: ۱۸۱۷، ابوداود: ۲۷۳۲، الترمذی: ۱۶۱۷، ابن ماجة: ۲۸۳۲، احمد: ۶۷/۶، الدارمی: ۲۴۹۶

۱۲۷۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بدر کے روز اس آدمی سے کہا جو بعد میں آ کر شامل ہوا تھا "واپس لوٹ جاؤ، کیونکہ میں مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا۔" (مسلم)

تشریح: آپ ﷺ جب ابوسفیان کے تجارتی قافلے کا تعاقب کرنے کیلئے نکلے تو ایک مشرک بھی اسلامی فوج کے ساتھ آملا، وہ شجاعت و بہادری میں شہرت رکھتا تھا، اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میں مال غنیمت کے حصول کیلئے شریک جنگ ہونا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تو اللہ پر ایمان رکھتا ہے؟" اس نے عرض کیا نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "میں مشرک سے ہرگز مدد کا طلب گار نہیں۔" اس حدیث سے تو بظاہر یہی ثابت ہوتا ہے کہ میدان کارزار میں بھی مشرک سے مدد لینا جائز نہیں، لیکن غزوہ حنین کے موقع پر آپ ﷺ نے صفوان بن امیہ سے مدد لی تھی اور وہ اس وقت مشرک تھا، اسی طرح آپ ﷺ نے بنو خزاعہ سے مدد حاصل کی تھی۔

ان دونوں احادیث میں بظاہر تعارض ہے، لیکن در حقیقت تعارض نہیں کیونکہ دونوں احادیث کے مابین مطابقت کی صورت موجود ہے۔ یعنی ایسا کافر جس پر مکمل طور پر اعتماد نہ ہو اس سے مدد لینا اس لیے درست نہیں کہ کہیں وہ اس طرح مسلمانوں کو فریب میں مبتلا کر کے ان کا جانی و مالی نقصان نہ کر دے۔ البتہ اگر کسی کافر و مشرک کی دیانت داری مسلم ہو تو پھر اس سے مدد لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح ایسے کفار و مشرکین جن پر اعتماد ہو ان سے سامان حرب بھی خریدا جا سکتا ہے اور ان کے ساتھ مشترکہ جنگی مشقیں بھی کی جا سکتی ہیں اور ان کے ساتھ جنگی معاملات کا تبادلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی کیا جا سکتا ہے۔

فقہی احکام: قابل اعتماد مشرکین و کفار سے فوجی مدد لی جا سکتی ہے۔

۱۲۷۷: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأَى امْرَأَةً مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ ,فَأَنْكَرَ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الجهاد، باب قتل الصبیان فی الحرب ، باب قتل النساء فی الحرب: ۳۰۱۴ ، ۳۰۱۵، مسلم: ۱۷۴۴ ، ابوداود: ۲۶۶۸، الترمذی: ۱۶۳۳ ، ابن ماجة: ۲۸۴۱ ، مؤطا: ۴۴۷/۳، احمد: ۱۲۲/۲ ، ۱۲۳

۱۲۷۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں ایک مقتولہ کی لاش دیکھی تو خواتین اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا۔ (متفق علیہ)

۱۲۷۸: وَعَنْ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " اُقْتُلُوا شُيُوخَ الْمُشْرِكِينَ ,وَاسْتَبْقُوا شَرْخَهُمْ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَ صَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی قتل النساء: ۲۶۷۰، الترمذی: ۱۶۴۸ ، احمد: ۱۲/۵ ، ۲۰

۱۲۷۸: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مشرکین کے تجربہ کار جنگجوؤں کو قتل کرو اور نابالغ بچوں کو باقی رہنے دو۔" (اسے ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: شیوخ: تجربہ کار طاقتور جنگجو۔ شرخھم: شین مفتوح اور راء ساکن، نابالغ بچے۔

تشریح: سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث امام حسن بصری نے نقل کی ہے، سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے امام حسن بصری کا سماع مختلف فیہ ہے۔ اکثر اہل علم کے نزدیک ان کی روایات مقبول ہیں۔ امام ترمذی اور امام ابن حبان کا شمار بھی ان ائمہ میں ہوتا ہے جو ان کی روایت قبول کرتے ہیں۔ ویسے بھی اس روایت کے مفہوم کو صحیح احادیث کی تائید حاصل ہے۔

فقہی احکام: (۱) بچوں، خواتین، عمر رسیدہ افراد اور درویشوں کو قتل کرنا ممنوع ہے۔

(۲) جو لوگ لڑائی سے الگ تھلگ ہوں ان کے ساتھ مشفقانہ سلوک کیا جائے۔

۱۲۷۹: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُمْ تَبَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ مُطَوَّلاً.

البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جهل: ۳۹۶۵ ـ ۳۹۷۰، ابوداود: ۲۶۶۵، احمد: ۱۱۷/۱ ، الحاکم: ۱۹۴/۳

۱۲۷۹: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بدر کے روز مقابلے کیلئے چیلنج کیا۔ (اسے بخاری نے روایت کیا اور ابوداؤد نے مفصل حدیث نقل کی ہے۔)

تشریح: بدر کے روز جب مسلمانوں اور مشرکین کی افواج آمنے سامنے ہوئی تو مشرکین نے مقابلے کیلئے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کو میدان میں اتارا، ان کا مقابلہ کرنے کیلئے حضرت عبیدہ بن الحارث، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت علی رضی اللہ عنہم میدان میں اترے، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ کو للکارا، حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اپنے مخالفین کو واصل جہنم کر دیا، لیکن حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ کا مقابلہ طول پکڑ گیا، حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے حریف قتل کرنے کے بعد عتبہ پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، لیکن حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

فقہی احکام: (۱) امیر کی اجازت سے کفار کا چیلنج قبول کرنا مسنون ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) کفار کا چیلنج اسی مسلمان مجاہد کو قبول کرنا چاہیے جو کافر کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۱۲۸۰: وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ رضی اللہ عنہ قَالَ إِنَّمَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ ,يَعْنِي قوله تعالى ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ قَالَهُ رَدًّا عَلَى مَنْ أَنْكَرَ عَلَى مَنْ حَمَلَ عَلَى صَفِّ الرُّومِ حَتَّى دَخَلَ فِيهِمْ. رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ ,وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ , وَابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، كتاب الجهاد، باب في قوله تعالىٰ﴿ولا تلقوا بايديكم ......﴾: ۲۵۱۲، الترمذي: ۲۹۶۵، النسائي في الكبرىٰ: ۲۹۸/۶ ، ۲۹۹، ابن حبان: ۴۷۱۱، الحاكم: ۲۷۵/۲

۱۲۸۰: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ آیت ہمارے انصاری بھائیوں کے بارے میں نازل ہوئی یعنی ارشاد باری تعالیٰ ﴿اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو﴾ ایسا انہوں نے ان لوگوں پر نقد کرتے ہوئے کہا جنہوں نے اس مجاہد پر نقد کیا تھا جس نے رومیوں پر ان کی صفوں میں گھس کر حملہ کیا تھا۔ (اسے تینوں نے بیان کیا ہے، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: المعشر: جماعت۔ ولا تلقوا بایدیکم: اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو، یہاں ہاتھوں سے مراد جانیں ہیں، یعنی اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ التهلكة: موت۔

تشریح: یہ روایت مفصل اس طرح ہے کہ مسلمانوں نے قسطنطینہ پر حملہ کیا تو ایک مسلمان مجاہد مسلمانوں کی صف سے آگے بڑھ کر کفار کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھ گیا، اسے دیکھ کر بعض لوگوں نے کہا کہ اس شخص نے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے اور بطور استشہاد مذکورہ بالا آیت تلاوت کی، اس پر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس آیت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کیونکہ یہ آیت تو ہمارے ان انصاری بھائیوں کے لیے نازل ہوئی تھی جو جہاد ترک کر کے اپنے کاروبار میں مصروف ہو گئے تھے۔

فقہی احکام: (۱) ترک جہاد تباہی کا پہلا زینہ ہے۔ (۲) آگے بڑھ کر دشمنوں کی صفوں پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔
(۳) آیت کا مفہوم غلط بیان کرنے والے کا رد فی الفور ضروری ہے۔

۱۲۸۱: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ حَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ ,وَقَطَعَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاري، كتاب المغازي، باب حديث بني نضير: ۴۰۳۱، مسلم: ۱۷۴۶، ابوداود: ۲۶۱۵، الترمذي: ۱۵۵۲، ۳۳۰۲، ابن ماجة: ۲۸۴۴، ۲۸۴۵، احمد: ۸۰/۲، ۸۶، ۱۲۳، المعجم الاوسط: ۳۸۷۹

۱۲۸۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کی کھجوروں کے باغات جلا دیئے اور کاٹ دیئے۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: حرق: جلا دیئے۔

تشریح: بنو نضیر یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ منورہ کے جنوب مشرق میں سکونت پذیر تھا، میثاق مدینہ میں یہ بھی شامل تھا، اس نے معاہدہ توڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش تیار کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ روز تک ان کا محاصرہ کیے رکھا، اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کھجوروں کے باغات نذر آتش کر دیئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ مدینہ چھوڑ کر اپنے علاقوں کی طرف چلے جائیں گے اور وہ اپنے ساتھ فقط اس قدر مال لے کر جائیں گے جو ان کی سواریاں اٹھا سکیں گی، ان کے اموال میں اسلحہ شامل نہیں ہوگا۔ ان کو جلاوطن کرنے کے بعد ان کا مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں بھی بنو نضیر کے مال نذر آتش کرنے کا ذکر ہے۔

فقہی احکام: غیر مسلموں کے باغات کو بوقت ضرورت قطع کیا جا سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۲۸۲: وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "لَا تَغُلُّوا ; فَإِنَّ الْغُلُولَ نَارٌ وَعَارٌ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

احمد: ۲۲۷۶۲، النسائی: ۱۳۱/۷، المعجم الاوسط: ۷۴۹، ۱۴۵۳، ابوداود: ۲۷۱۰، ابن حبان: ۴۸۵۳، ۴۸۵۵، الحاکم: ۱۲۷/۲، دلائل النبوة: ۲۵۵/۴، عبدالرزاق: ۹۵۰۰ ــ ۹۵۰۲، ابن ابی شیبة: ۴۹۱/۱۲، ۴۹۲، ابن ماجة: ۲۸۵۰، الطبرانی: ۵۱۷۷، البخاری: ۳۰۸۳، مسلم: ۱۸۳۱، الدارمی: ۲۳۰/۲، ۲۳۱

۱۲۸۲: حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خیانت مت کریں، کیونکہ خیانت کی سزا جہنم ہے اور یہ خیانت کرنے والوں کیلئے دنیا اور آخرت میں باعث ملامت ہے۔" (اسے احمد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: الغلول: غین مضموم ہے اور یہ غلَّ یغل کا مصدر ہے یعنی مال غنیمت سے خیانت کرنا۔ عار: ملامت ورسوائی۔

تشریح: علامہ ہیثمی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں ام حبیبہ بنت عرباض نامی ایک خاتون ہے، میں نے اس کے بارے میں کسی صاحب علم کی نہ تو جرح پڑھی ہے اور نہ توثیق۔ لیکن اس روایت کی تائید حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت جریر بن عبداللہ اور حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہم سے مروی روایات سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خیبر میں ایک مسلمان کی میت لائی گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔" یہ سن کر صحابہ کے رنگ اڑ گئے، آپ ﷺ نے ان کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا: "تمہارے اس ساتھی نے مال غنیمت سے خیانت کی ہے۔" جب انہوں نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو اس کے سامان سے ایک یہودی کا موتی برآمد ہوا جس کی مالیت دو درہم سے کم تھی۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں بھی خائن کے جہنمی ہونے کا ذکر ہے۔

ان روایات سے یہ واضح ہوا کہ مال غنیمت سے خیانت کرنا انتہائی شرمناک فعل ہے اور مسلم مجاہد کو ایسے عیوب سے پاک ہونا چاہیے۔

۱۲۸۳: وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَأَصْلُهُ عِنْدَ مُسْلِمٍ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی الامام یمنع القاتل السلب ان رأی ......: ۲۷۱۹، صحیح مسلم، کتاب الجهاد و السیر، باب استحقاق القاتل سلب القتیل: ۱۷۵۱ ـ ۱۷۵۳، ابن حبان: ۴۸۳۶، ۴۸۳۷

۱۲۸۳: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کافر مقتول کا ساز وسامان مسلمان قاتل کو دینے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے۔)

لغوی تحقیق: السلب: سین اور لام مفتوح، کافروں سے چھینا ہوا مال۔

تشریح: اسی مفہوم کی احادیث حضرت انس، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہیں، جمہور کے نزدیک مقتول کافر کا وہی سامان اس کے مسلم قاتل کو ملے گا جو لباس یا آلات حرب کی صورت میں ہوگا۔ علامہ عینی کا کہنا ہے کہ اس کی سواری بھی مسلم قاتل کو ملے گی۔ صحیح مسلم میں یہ روایت مفصل مروی ہے۔

۱۲۸۴: وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رضی اللہ عنہ فِي قِصَّةِ قَتْلِ أَبِي جَهْلٍ قَالَ فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا حَتَّى قَتَلَاهُ ,ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرَاهُ, فَقَالَ "أَيُّكُمَا قَتَلَهُ؟ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا؟" قَالَا لَا قَالَ فَنَظَرَ فِيهِمَا, فَقَالَ "كِلَاكُمَا قَتَلَهُ, سَلَبُهُ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب استحقاق القاتل سلب القتیل: ١٧٥٢، البخاری: ٣١٤١، احمد: ١/ ١٩٢، ابن حبان: ٤٨٤٠، البیهقی: ٦/ ٣٠٦

١٢٨٤: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ابوجہل کے قتل کے متعلق ایک مفصل روایت منقول ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ دونوں اپنی اپنی تلواریں لے کر ابوجہل کی طرف بڑھے اور انہوں نے اسے قتل کر کے دم لیا، پھر وہ نبی کریم ﷺ کی طرف لوٹے اور آپ ﷺ کو ابوجہل کے قتل ہونے کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا؟ کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر لیں ہیں؟" انہوں نے عرض کیا، نہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ان دونوں کی تلواروں کا مشاہدہ کیا اور فرمایا: "تم دونوں ہی نے اسے قتل کیا ہے۔" لیکن ابوجہل کا سلب شدہ سامان حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دینے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: ابتدراہ: اس کی طرف جلدی سے لپکے۔

تشریح: رحمت عالم ﷺ کے شاہین معاذ بن عمرو بن جموح اور معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہما غزوہ بدر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دائیں بائیں تھے، اور یہ دونوں ابھی جوانی میں قدم رکھ رہے تھے، بنابریں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے دائیں بائیں دیکھ کر اپنے دل ہی دل میں کہا، کاش! میں ان دونوں سے زیادہ طاقتوروں کے مابین ہوتا، وہ کہتے ہیں کہ میں اسی سوچ میں تھا کہ ان دونوں میں سے ایک نے مجھے پکڑ کر کہا، چچا جان! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا، ہاں! لیکن تمہیں اس سے کیا کام؟ ایک نے کہا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ رسول اکرم کو گالیاں دیتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میں اس وقت تک اس سے الگ نہیں ہوں گا، جب تک ہم میں سے کوئی ایک لقمہ اجل نہیں بن جائے گا، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس کی باتیں سن کر حیرت میں تھا کہ دوسرے نے مجھے پکڑتے ہوئے وہی کچھ کہہ دیا، اسی دوران میری نگاہ ابوجہل پر پڑی وہ اپنی صفیں درست کر رہا تھا، میں نے ان دونوں سے کہا، جس کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو وہ نظر آ رہا ہے، وہ دونوں جلدی سے اس کی طرف بڑھے اور اس پر اپنی تلواروں سے حملہ کر کے اسے نیم مردہ کر دیا، پھر وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو ابوجہل کے قتل سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "آپ دونوں میں سے کس نے قتل کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے کہا، میں نے قتل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر لیں؟" انہوں نے عرض کیا، نہیں۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کی تلواروں کا مشاہدہ کرنے کے بعد فرمایا: "تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے۔" لیکن ابوجہل کے سامان کے بارے میں فرمایا کہ "یہ معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا ہے۔"

حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا وار چونکہ فیصلہ کن تھا، اس لیے آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس لعین کا سر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے قلم کیا تھا، اس لیے اس کی تلوار آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو عنایت فرمائی تھی۔

فقہی احکام: (١) کافر مقتول کا سامان کسی بھی غازی کو دینے سے پہلے تحقیق کر لینی ضروری ہے کہ اس کا حقیقی قاتل یہی ہے۔ (٢) اگر ایک مقتول کو قتل کرنے کے دو مدعی ہوں تو پھر اس کا مال ومتاع اس غازی کو دیا جائے جس نے ضرب کاری لگائی ہو۔ (٣) اگر ضربیں متوازی ہوں تو دونوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے۔

١٢٨٥: وَعَنْ مَكْحُولٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَصَبَ الْمَنْجَنِيقَ عَلَى أَهْلِ الطَّائِفِ. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي "الْمَرَاسِيلِ" وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

ابوداؤد فی المراسیل: ٣٣٥

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۲۸۵: حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طائف والوں پر منجنیق سے حملہ کیا۔ (اسے ابوداؤد نے مراسیل میں درج کیا ہے اوراس کے رواۃ ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: نصب: نصب کیا۔ المنجنیق: توپ نما آلہ حرب، اس کے ذریعے قلعوں پر پتھر پھینکے جاتے تھے تاکہ قلعوں کی دیواریں گرجائیں

تشریح: اس روایت کے اگرچہ جملہ رواۃ ثقہ ہیں تاہم یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ منجنیق کے استعمال کا مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔

فقہی احکام: کفار اگر فضائی حملہ کریں تو جواباً فضائی حملے کیے جاسکتے ہیں، اگر وہ ایٹم بم گرائیں تو ان پر ایٹم بم بھی گرائے جاسکتے ہیں۔

۱۲۸۶: وَوَصَلَهُ الْعُقَيْلِيُّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ.

كتاب الضعفاء للعقيلي: ۲/۲۴۳، ۲۴۴

۱۲۸۶: امام عقیلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ضعیف سند سے مروی روایت موصولاً نقل کی ہے۔

تشریح: یہ روایت عبداللہ بن خراش کے منکر الحدیث ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۲۸۷: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ, فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ, فَقَالَ "اُقْتُلُوهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاري، كتاب الجهاد، باب قتل الاسير وقتل الصبر: ۳۰۴۴، مسلم: ۱۳۵۷، ابوداود: ۲۶۸۵، الترمذي: ۱۶۹۰، النسائي: ۵/۲۰۰، ابن ماجة: ۲۸۰۵، المؤطا: ۱/۴۲۳، احمد: ۳/۱۰۹، ۱۶۴، الدارمي: ۱۹۳۸، ابن حبان: ۳۷۱۹، ابن ابي شيبة: ۴/۴۹۲، الحميدي: ۱۲۱۲، البيهقي: ۸/۲۰۵

۱۲۸۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ ﷺ کے سر پر خود تھا، آپ ﷺ نے جب خود اتارا تو ایک آدمی نے حاضر ہوکر عرض کیا، ابن خطل کعبہ کے غلاف کے ساتھ چمٹا ہے ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے قتل کر دو" بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: المغفر: میم مکسور اور غین ساکن، خود۔ استار الكعبة: یہ سترة کی جمع ہے یعنی کعبہ کے غلاف۔

تشریح: عبداللہ بن خطل پہلے مسلمان تھا، آپ ﷺ نے اسے اور ایک انصاری کو صدقات جمع کرنے کیلئے بھیجا، اس بدبخت نے اس انصاری کو قتل کردیا اور دین اسلام سے منحرف ہوکر کفار مکہ سے جاملا، اس کی دو لونڈیاں تھیں، اس نے ان دونوں کو نبی کریم ﷺ کے بارے میں بدزبانی کرنے پر مامور کر رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے مکہ میں داخل ہوتے وقت صحابہ کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ ابن خطل کیلئے کوئی معافی نہیں، اسے قتل کردینا اگرچہ وہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ بھی لپٹا ہوا کیوں نہ ہو۔

فقہی احکام: حرم میں خون بہانا جائز نہیں، لیکن حرم ایسے مجرم کو پناہ نہیں دیتا جو قاتل ہو یا اس نے اللہ تعالیٰ کی کسی حد کو پامال کیا ہو۔

۱۲۸۸: وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَتَلَ يَوْمَ بَدْرٍ ثَلَاثَةً صَبْراً. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي "الْمَرَاسِيلِ" وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ

ابوداؤد في المراسيل: ۳۳۷

۱۲۸۸: حضرت سعید بن جبیر سے رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے روز تین آدمیوں کو باندھ کر قتل کیا۔ (اسے ابوداؤد نے مراسیل میں نقل کیا ہے اوراس کے رواۃ ثقہ ہیں۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق: صبرا: صاد مفتوح اور باء ساکن، ایسا مقتول جسے نہ تو میدان کارزار میں مارا گیا ہو اور نہ غلطی سے مارا گیا ہو، خواہ اسے باندھ کر مارا جائے یا دوڑتے ہوئے کو مارا جائے، اسے صبر کہتے ہیں۔

تشریح: کہا جاتا ہے کہ نصر بن حارث کو مقام صفراء پر اور عقبہ بن ابی معیط کو مقام ظبیہ پر قتل کیا گیا تھا، تیسرا نام طعیمہ بن عدی کا لیا جاتا ہے لیکن یہ قول درست نہیں، کیونکہ طعیمہ کے بارے میں اہل سیر نے بالجزم لکھا ہے کہ یہ شخص معرکہ بدر میں واصل جہنم ہوا تھا۔ ان تینوں سے متعلق روایات متعدد طرق سے منقول ہیں، لیکن کوئی طریق بھی علت سے محفوظ نہیں۔

فقہی احکام: جس کافر کے بارے میں یقین ہو کہ یہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے جا رہا ہے، اسے راستے میں قتل کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۸۹: وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَدَى رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِرَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ. أَخْرَجَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ وَأَصْلُهُ عِنْدَ مُسْلِمٍ.

الترمذی، ابواب السیر، باب ماجاء فی قتل الاساری والفداء: ۱۵۶۸، مسلم: ۱۶۴۱، ابوداود: ۳۳۱۶، احمد: ۴/ ۴۳۰، ۴۳۳، ابن حبان: ۴۸۵۹، ۴۸۶۰، عبدالرزاق: ۹۳۹۵، الشافعی: ۲/ ۱۲۱، الطبرانی: ۲۲۳۷، البیہقی: ۹/ ۷۲

۱۲۸۹: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ایک قیدی کو دو مسلمان قیدیوں کے عوض رہا کیا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے، اس کی اصل مسلم میں ہے۔)

لغوی تحقیق: فدی: مال یا کسی اور چیز کے بدلے قیدی آزاد کر دینا۔

تشریح: صحیح مسلم میں ہے کہ بنو ثقیف، بنو عقیل کے حلیف تھے، بنو ثقیف نے دو صحابی گرفتار کر لیے، اور مسلمانوں نے جواباً بنو عقیل کا ایک آدمی گرفتار کر لیا، جب اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مجھے کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے حلیف ثقیف کے جرم کی وجہ سے تجھے گرفتار کیا گیا ہے۔" پھر اس شخص کو دو صحابہ کی آزادی کے بدلہ میں آزاد کیا گیا۔

صحیح ابن حبان میں ہے، اس مشرک قیدی کا تعلق بنی عامر بن صعصعہ سے تھا۔ عبدالرزاق میں ہے کہ اس مشرک قیدی کا تعلق بنو ثقیف سے تھا جبکہ بنو ثقیف، بنو عامر کے حلیف تھے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو فزارہ قبیلے کی ایک مشرک قیدی خاتون کے عوض اہل مکہ سے کئی مسلمان قیدی آزاد کروائے تھے۔

فقہی احکام: (۱) دشمن کے جرم کی سزا، اس کے فوجی حلیف کو دی جاسکتی ہے۔ (۲) جنگی قیدیوں کا تبادلہ جائز ہے۔ (۳) قیدی کا بیان بعد از تحقیق قبول کیا جائے۔

۱۲۹۰: وَعَنْ صَخْرِ بْنِ الْعَيْلَةِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا أَحْرَزُوا دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ, وَرِجَالُهُ مُوَثَّقُونَ.

ابوداود، کتاب الوصایا، باب فی اقطاع الارضین: ۳۰۶۷، احمد: ۴/ ۳۱۰، البخاری: ۱۳۹۹، مسلم: ۲۰، النسائی: ۶/ ۵، ابن حبان: ۱۷۴، ۱۷۵، ۲۱۶، ۲۱۹، عبدالرزاق: ۱۸۷۱۸

۱۲۹۰: حضرت صخر بن عیلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلاشبہ جو قوم مسلمان ہو جاتی ہے تو وہ اپنے خون اور مال محفوظ کر لیتی ہے۔" (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ کی توثیق کی گئی ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق: احرزوا: محفوظ کرلیا۔

تشریح: اس روایت کی مؤید ایک حدیث صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ توحید کا اقرار نہیں کر لیتے، اور جب وہ توحید کا اقرار کر لیتے ہیں تو وہ مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیتے ہیں۔"

اسی مفہوم کی احادیث حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔ یہاں اقرار توحید سے مراد اقرار رسالت بھی ہے، کیونکہ رحمت عالم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد اقرار رسالت کے بغیر اقرار توحید معتبر نہیں۔

فقہی احکام: (۱) کسی مسلمان کیلئے لائق نہیں کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کی عزت وآبرو سے کھیلے اور نہ اس کیلئے کسی مسلمان کا مال غلط طریقے سے حاصل کرنے کا حق ہے۔ (۲) سرکش منکرین اسلام سے اس وقت تک جہاد کرنا لازم ہے جب تک وہ اسلام قبول نہیں کر لیتے۔

۱۲۹۱: وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي أُسَارَى بَدْرٍ " لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ,ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ النَّتْنَى لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب فرض الخمس، باب مامنَّ النبی ﷺ علی الاساری من غیر ان یخمس: ۳۱۳۹، ابوداود: ۲۶۸۹، احمد: ۸۰/۴

۱۲۹۱: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا: "اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ ان مرداروں کے بارے میں مجھ سے بات کرتا تو میں اس کی خاطر انہیں رہا کر دیتا۔" (البخاری)

لغوی تحقیق: اساریٰ: یہ اسیر کی جمع ہے اور اسیر کی جمع اسریٰ بھی آتی ہے، یعنی قیدی۔ النتنیٰ: علامہ ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ یہ نتن کی جمع ہے۔ صاحب **المعجم الوسیط** نے اس کا معنی بدبودار بیان کیا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے روساء قریش کو بدبودار ان کے گندے عقائد کی وجہ سے کہا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مشرکین کو نجس قرار دیا ہے۔

تشریح: مطعم بن عدی کا شمار قریش کے شرفا میں ہوتا تھا، آپ ﷺ جب طائف والوں کو دعوت اسلام دے کر واپس تشریف لائے تو مطعم بن عدی نے آپ ﷺ کو پناہ دی اور انہیں اپنی حمایت کی یقین دہانی کرائی۔ قریش نے جب آپ ﷺ سے مقاطعہ کر کے آپ ﷺ کو شعب ابی طالب میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا تو اس مقاطعہ کی جن پانچ قریشی روسا نے مخالفت کرتے ہوئے اس معاہدے کو چاک کیا، ان میں مطعم بن عدی پیش پیش تھا، اور یہ معرکہ بدر سے تقریباً سات ماہ قبل فوت ہو چکا تھا۔

زیر مطالعہ حدیث میں آپ ﷺ نے اس کے اسی احسان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے، ایک طریق میں ہے کہ آپ ﷺ نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: "اگر تیرا والد بزرگوار زندہ ہوتا اور وہ ان کی سفارش کرتا تو میں اس کی سفارش قبول کر کے انہیں رہا کر دیتا۔"

فقہی احکام: (۱) مشرک قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کیا جاسکتا ہے۔ (۲) قیدیوں کے حق میں سفارش قبول کی جاسکتی ہے۔ (۳) کافر کے احسان کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔ (۴) کافر کی کسی خوبی پر اسے داد تحسین دی جاسکتی ہے۔

۱۲۹۲: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ أَصَبْنَا سَبَايَا يَوْمَ أَوْطَاسٍ لَهُنَّ أَزْوَاجٌ ,فَتَحَرَّجُوا ,فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الرضاع، باب جواز وطئی المسبیة بعد الاستبراء: ۱۴۵۶، ابوداود: ۲۱۵۵، الترمذی: ۱۱۴۶، احمد: ۷۲/۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۲۹۲: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جنگ اوطاس میں ہمیں شادی شدہ لونڈیاں دستیاب ہوئیں، ہم نے ان کے قریب جانے کو گناہ خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی ﴿شادی شدہ خواتین حرام ہیں لیکن جو شادی شدہ خواتین تمہاری ملکیت بن جائیں وہ حرام نہیں۔﴾ مسلم

لغوی تحقیق: سبایا: یہ سبیۃ کی جمع ہے، ایسی خواتین جو لونڈیاں بنائی گئیں ہوں۔ اوطاس: یہ مکہ اور طائف کے مابین واقع ایک مقام کا نام ہے۔ فتحرجوا: انہوں نے اسے گناہ خیال کیا۔ المحصنات: قرآن حکیم میں یہ لفظ چار معانی میں استعمال ہوا ہے (۱) پاکدامن خواتین۔ (۲) مسلمان خواتین۔ (۳) آزاد خواتین۔ (۴) شادی شدہ خواتین۔ یہاں آخری مراد ہے۔

تشریح: ۸ھ میں فتح مکہ سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے مکہ کے آس پاس قبائل کا رخ کیا، اور مقام اوطاس پر بنو ہوازن سے مسلمانوں کا سامنا ہوا، اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ بڑی تعداد میں ایسی خواتین آئیں جو شادی شدہ تھیں اور ان کے شوہر زندہ تھے۔ بنابریں ان کے ساتھ وطی کرنے کو مسلمانوں نے گناہ خیال کیا، اس پر ان کی حلت سے متعلق مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

فقہی احکام: (۱) جو شادی شدہ خواتین جنگ میں قیدی بنالی جائیں اور ان کے شوہر فرار ہونے میں کامیاب ہو جائیں تو ان کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ (۲) ایسی خواتین سے رحم کی صفائی ظاہر ہونے کے بعد وطی کرنا جائز ہے۔

۱۲۹۳: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ سَرِيَّةً وَأَنَا فِيهِمْ ,قِبَلَ نَجْدٍ ,فَغَنِمُوا إِبِلاً كَثِيرَةً ,فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمْ اِثْنَىْ عَشَرَ بَعِيراً ,وَنُفِّلُوا بَعِيراً بَعِيراً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین: ۳۱۳۴، مسلم: ۱۷۴۹، ابوداود: ۲۷۴۱۔ ۲۷۴۵، المؤطا: ۲/ ۴۵۰، احمد: ۲/ ۶۲، ابن حبان: ۴۸۳۳، ۴۸۳۴، عبدالرزاق: ۹۳۳۵، ۹۳۳۶، ابن الجارود: ۱۰۷۴، البیہقی: ۶/ ۳۱۲

۱۲۹۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا، میں بھی اس لشکر میں شامل تھا، انہیں اس میں بہت سے اونٹ مال غنیمت کے طور پر ملے، ہر مجاہد کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے، اور ایک ایک اونٹ ان سب کو زائد دیا گیا۔ بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: نجد: نون مفتوح اور جیم ساکن، سطح مرتفع، یہ علاقہ عرب کے قلب میں واقع ہے، اس کے مشرق میں خلیجی ریاستیں مغرب میں سفوح الجبال السراۃ الشرقیہ، جنوب میں میدانی علاقہ اور شمال میں مشارف بلد ان شام۔ سهمانهم: سین مضموم اور ھاء ساکن، یہ سهم کی جمع ہے، یعنی مال غنیمت میں مجاہدین کے حصے۔ نفلوا: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے نون مضموم اور فاء مکسور ہے، یعنی ہر مجاہد کو اس کے اپنے حصہ سے زائد دیا گیا

فقہی احکام: (۱) کفار کے مقابلے کیلئے لشکروں کو تیار رکھنا ضروری ہے۔ (۲) لشکر کے ہاتھ جو مال غنیمت آئے اس کے چار حصہ لشکر کے شرکا میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ (۳) امیر اگر لشکر کی حوصلہ افزائی کرنا چاہے تو انہیں ان کے حصوں سے زائد بھی دے سکتا ہے۔

۱۲۹۴: وَعَنْهُ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ ,وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ وَلِأَبِي دَاوُدَ ، أَسْهَمَ لِرَجُلٍ وَلِفَرَسِهِ ثَلَاثَةَ أَسْهُمٍ: سَهْمَيْنِ لِفَرَسِهِ ,وَسَهْماً لَهُ.

البخاری، کتاب الجهاد، باب سهام الفرس: ۲۸۶۳، مسلم: ۱۷۶۲، الترمذی: ۱۶۱۱، ابن ماجة: ۲۸۵۴، ابوداود: ۲۷۳۳، احمد: ۲/ ۴۱

۱۲۹۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے روز گھڑ سوار کو دو دو حصے اور پیادوں کو ایک ایک حصہ عنایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

فرمایا۔(بخاری ومسلم، مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔)اور ابوداؤد میں ہے، پیدل مجاہد کو ایک حصہ اور گھڑسوار کو تین تین حصے دیئے، دو حصے اس کے گھوڑے کے اور ایک حصہ مجاہد کا۔

لغوی تحقیق: الفرس: فاء اور راء مفتوح گھڑسوار۔ الراجل: پیدل۔

تشریح: گھڑسوار جنگ میں کلیدی کردار ادا کرنے کے ساتھ ساتھ خود کو خطرات میں بھی مبتلا کرتا ہے، نیز وہ جنگ میں استعمال ہونے والے گھوڑے کی خدمت عام دنوں میں بھی کرتا ہے، اس لیے رحمت عالم ﷺ نے گھڑسوار کو ایک حصہ اس کا اپنا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے عنایت فرمائے۔ صحیحین اور ابوداؤد کی روایات میں تعارض نہیں کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں صحیحین کی روایت کی تفسیر و توضیح ہے۔ یعنی گھوڑسوار کو دو حصے اس کے گھوڑے کی وجہ سے اور ایک حصہ اسے اپنا ملا، اس طرح اسے کل تین حصے ملے۔

۱۲۹۵: وَعَنْ مَعْنِ بْنِ يَزِيدَ رضی اللہ عنہما قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ "لَا نَفْلَ إِلَّا بَعْدَ الْخُمُسِ" رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَأَبُو دَاوُدَ, وَصَحَّحَهُ الطَّحَاوِيُّ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب النفل من الذهب و الفضة ومن اول مغنم: ۲۷۵۳، احمد: ۳/۴۷۰، البیهقی: ۶/۳۱۴، شرح معانی الآثار: ۳/۲۴۲، المعجم الاوسط: ۳۷۶۰

تنبیہ: صاحب توضیح الاحکام نے اس روایت کی سند ابوعبید کے حوالے سے؛ عفان عن ابی عوانة عن ابی الجویریة عن معن بن یزید؛ نقل کی ہے۔ جبکہ مسند احمد، ابوداؤد اور معجم الاوسط میں ابوعوانة اور ابو الجویریہ کے مابین عاصم بن کلیب کا واسطہ بھی ہے۔

۱۲۹۵: حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے: "اضافی حصے خمس نکالنے کے بعد دیئے جائیں گے۔" (اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے، اور طحاوی نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: خمس: پانچواں حصہ۔ معن: میم مفتوح اور نون ساکن، حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ کا شمار ان چند صحابہ میں ہوتا ہے جن کی تین پشتوں کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

تشریح: مجاہدین کو ان کے حصہ سے زائد دینا بالاتفاق جائز ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ وہ زائد حصہ اصل مال غنیمت سے یا خمس سے دیا جائے گا، زیر مطالعہ حدیث سے تو یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ خمس نکالنے کے بعد دیا جائے گا۔ آپ ﷺ مال غنیمت سے حاصل ہونے والے خمس کو پانچ مدات میں تقسیم فرماتے تھے۔ (۱) مصالح عامہ میں (۲) قریشی رشتہ داروں میں (۳) یتیموں میں (۴) مساکین میں (۵) مسافروں میں۔ زیر مطالعہ حدیث کو امام طحاوی کے علاوہ حافظ ابن عبدالھادی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

۱۲۹۶: وَعَنْ حَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَفَّلَ الرُّبُعَ فِي الْبَدْأَةِ, وَالثُّلُثَ فِي الرَّجْعَةِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْجَارُودِ, وَابْنُ حِبَّانَ, وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب فیمن قال الخمس قبل النفل: ۲۷۴۸ - ۲۷۵۰، ابن ماجة: ۲۸۵۱، ۲۸۵۳، احمد: ۴/۱۵۹، ۱۶۰، ابن حبان: ۴۸۳۵، ابن الجارود: ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، الحاکم: ۲/۱۳۳، البیهقی: ۶/۳۱۳، الطبرانی: ۳۵۲۹، الطحاوی: ۳/۲۳۹، عبدالرزاق: ۹۳۳۱ - ۹۳۳۳

۱۲۹۶: حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے مجھے جہاد میں پہلی بار حملہ کرنے پر چوتھائی حصہ انعام دیا اور دوسری مرتبہ حملہ کرنے پر ایک تہائی حصہ بطور انعام دیا۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے، ابن جارود، ابن حبان اور حاکم نے صحیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہا ہے۔

لغوی تحقیق: البدأة :باء مفتوح اور دال ساکن، دشمن کی طرف پہلی مرتبہ پیش قدمی کرنا۔ الرجعة:لشکر کشی کر کے واپس آنا یا دشمن کی طرف دوسری بار پیش قدمی کرنا۔

تشریح: ابن حبان میں ہے کہ ایک چوتھائی اور ایک تہائی خمس نکالنے کے بعد دیا، امام ابن حبان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ انعام خمس میں سے دیا تھا۔

فقہی احکام: خمس میں سے کچھ حصہ مجاہدین میں بطور انعام تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۲۹۷: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِأَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً ,سِوَى قَسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب فرض الخمس، باب و من الدلیل علی ان الخمس...... : ۳۱۳۵، مسلم: ۱۷۵۰، ابوداود: ۲۷۴۶، احمد: ۱۴۰/۲

۱۲۹۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بعض دستوں کو خصوصی انعام دیا کرتے تھے، یہ انعام اس تقسیم کے علاوہ ہوتا تھا جو عمومی طور پر لشکر میں تقسیم کیا جاتا تھا۔(بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ آپ ﷺ تمام فوجی دستوں کو انعام نہیں دیا کرتے تھے اور نہ ہر بار دیا کرتے تھے، گویا فوجی دستوں کو انعام دینا امیر کا صوابدیدی اختیار ہے، اور وہ اس اختیار کو مصلحت کے تقاضوں کے مطابق استعمال کرنے کا پابند ہے۔

۱۲۹۸: وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصِيبُ فِي مَغَازِينَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ ,فَنَأْكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِأَبِي دَاوُدَ، فَلَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُمُ الْخُمُسُ. وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

البخاری، کتاب فرض الخمس، باب مایصیب من الطعام فی ارض الحرب: ۳۱۵۴، ابوداود: ۲۷۰۱، ابن حبان: ۴۸۲۵، البیہقی: ۵۹/۹، الطبرانی: ۱۳۳۷۲

۱۲۹۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ غزوات میں شہد اور انگور ہمارے ہاتھ لگتے تو ہم کھا لیتے لیکن اٹھا کر ساتھ نہیں لے جاتے تھے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ اشیائے خوردونوش میں سے خمس نہیں نکالا جاتا تھا۔(ابن حبان نے اس روایت کو صحیح کہا ہے

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے ایک طریق میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا، وہ لشکر کھانا اور شہد بطور مال غنیمت لے کر آیا، آپ ﷺ نے اس سے خمس نہیں لیا۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے غزوہ خیبر میں اشیائے خوردونوش سے خمس وصول نہیں فرمایا۔

فقہی احکام: (۱) اشیاء خوردونوش میں خمس نہیں۔ (۲) اشیاء خوردونوش قبل از تقسیم کھائی جا سکتی ہیں، لیکن ذخیرہ کرنا درست نہیں۔

۱۲۹۹: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رضی اللہ عنہ قَالَ أَصَبْنَا طَعَاماً يَوْمَ خَيْبَرَ ,فَكَانَ الرَّجُلُ يَجِيءُ ,فَيَأْخُذُ مِنْهُ مِقْدَارَ مَا يَكْفِيهِ ,ثُمَّ يَنْصَرِفُ. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْجَارُودِ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی النهی عن النهبی ...... : ۲۷۰۴، احمد: ۳۵۴/۴، ابن الجارود: ۱۰۷۲، الحاکم: ۱۲۶/۲، البیہقی: ۶۰/۹

۱۲۹۹: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوہ خیبر میں ہمارے ہاتھ کھانا لگا، ہر مجاہد آتا اور وہ اپنی ضرورت کے مطابق اٹھا کر لے جاتا۔(اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے، ابن جارود اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہی احکام: غزوات میں ہاتھ لگنے والی اشیاءخورد ونوش قبل از تقسیم حسب ضرورت اسی مقام پر کھائی جاسکتی ہیں اور وہاں سے اٹھا کر اپنے خیمہ میں لا کر بھی کھائی جاسکتی ہیں۔

۱۳۰۰: وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاَللَّهِ وَالْيَوْمِ اَلْآخِرِ فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِنْ فَيْءِ اَلْمُسْلِمِينَ , حَتَّى إِذَا أَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيهِ , وَلَا يَلْبَسْ ثَوْباً مِنْ فَيْءِ اَلْمُسْلِمِينَ حَتَّى إِذَا أَخْلَقَهُ رَدَّهُ فِيهِ " أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ , وَالدَّارِمِيُّ , وَرِجَالُهُ لَا بَأْسَ بِهِمْ.

ابوداود، کتاب النکاح، باب فی خطئی السبایا: ۲۱۵۹ ، کتاب الجہاد، باب فی الرجل ینتفع من الغنیمة بالشئی: ۲۷۰۸، الد ارمی: ۲۴۸۸، احمد: ۱۰۸/۴ ، ۱۰۹

۱۳۰۰: حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مسلمانوں کے مال غنیمت کے جانوروں پر سواری مت کرے، یہاں تک کہ جب وہ کمزور ہو جائیں تو انھیں مال غنیمت میں واپس جمع کر دے، اور مسلمانوں کے مال غنیمت کا کپڑا مت زیب تن کرے، یہاں تک کہ وہ اسے بوسیدہ کر کے واپس کر دے۔" اسے ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا ہے، اس کے رواۃ میں کوئی عیب نہیں۔

لغوی تحقیق: الفئی: اس کے لغوی معنی واپسی کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اس مال کو مال فئی کہتے ہیں جو مسلم مجاہدین کو کفار سے بلا قتال حاصل ہو۔ اعجفھا: ہمزہ مفتوح اور عین ساکن، یعنی اس سواری کو کمزور کر دے۔ اخلقھا: ہمزہ مفتوح اور خاء ساکن، یعنی بوسیدہ کر دے۔

تشریح: مال فئی اور مال غنیمت کا استعمال قبل از تقسیم ممنوع ہے، خواہ استعمال کرنے والے کی نیت یہ ہو کہ وہ چند دن استعمال کر کے واپس کر دے گا، کیونکہ یہ بھی غلول کی ایک قسم ہے، آپ ﷺ نے غلول کی سخت مزمت فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما مال غنیمت سے خیانت کرنے والے کے مال کو نذر آتش کر دیتے تھے اور مال غنیمت سے اس کا حصہ روک لیا کرتے تھے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے یہاں تو اس کے رجال کے بارے میں؛ لابأس بھم؛ کہنے پر اکتفا کیا ہے، لیکن فتح الباری میں اس روایت کو حسن کہا ہے

فقہی احکام: (۱) مال غنیمت کا استعمال قبل از تقسیم ممنوع ہے۔ (۲) مال غنیمت سے خیانت کرنے والے کا حصہ ضبط کر لینا چاہیے۔

۱۳۰۱: وَعَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ اَلْجَرَّاحِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ يَقُولُ " يُجِيرُ عَلَى اَلْمُسْلِمِينَ بَعْضُهُمْ " أَخْرَجَهُ اِبْنُ أَبِي شَيْبَةَ , وَأَحْمَدُ , وَفِي إِسْنَادِهِ ضَعْفٌ.

ابن ابی شیبة، کتاب الجہاد، باب امان المرأة والمملوک: ۶۸۹/۷، مسند احمد: ۱۹۵/۱، المعجم الاوسط: ۴۸۱۹

۱۳۰۱: حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے "ہر مسلمان پناہ دینے کا مجاز ہے۔" (اسے ابن ابی شیبہ اور احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کمزور ہے۔)

لغوی تحقیق: یجیر: یہ الاجارۃ سے مشتق ہے، یعنی پناہ دینا۔

تشریح: مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے، ان کے لشکر کے ایک سپاہی نے کسی کو پناہ دے دی، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم اس کو پناہ نہیں دیں گے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اسے پناہ دیں گے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر مسلمان پناہ دینے کا مجاز ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت ولید بن ابی مالک، عبدالرحمن بن سلمہ کے حوالے سے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، جبکہ قاسم بن عبدالرحمن کے توسط سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ ان دونوں روایات کا مرکزی راوی عبدالرحیم بن سلیمان ہے، موصوف کتب ستہ کا راوی ہے، اور یہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ولید بن ابی مالک سے حجاج بن ارطاۃ کے توسط سے نقل کرتا ہے، اور حجاج ضعیف ہے جبکہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت عبدالرحیم بن سلیمان، ولید بن ابی مالک سے براہ راست نقل کرتا ہے۔ یہی روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے، لیکن وہ عبداللہ بن لھیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۳۰۲: وَلِلطَّيَالِسِيِّ مِنْ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ "يُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَدْنَاهُمْ"

ابن ابی شیبۃ، کتاب الجهاد، باب امان المرأة و المملوک: ۶۸۹/۷، احمد: ۱۹۷/۴، ابن ماجة: ۲۶۸۵، ابوداود: ۲۷۵۱، ۴۵۳۱

۱۳۰۲: طیالسی میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عام مسلمان بھی پناہ دینے کا مجاز ہے۔

تشریح: طیالسی نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت موقوفاً بیان کی ہے جبکہ ابن ابی شیبہ اور احمد نے مرفوع بیان کی ہے، لیکن یہ روایت ایک راوی کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمان نبوی سننے کے بعد نہ صرف اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا بلکہ اس حدیث کی روشنی میں فتوی دینا بھی شروع کر دیا تھا۔

اسی مفہوم کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بھی مرفوع نقل کی ہے، لیکن یہ محمد بن اسحاق کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۳۰۳: وَفِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ.

البخاری، کتاب الجزیة و الموادعة، باب اثم من عاهد ثم غدر: ۳۱۷۹، مسلم: ۱۳۷۰، ابوداود: ۴۵۳۰، الترمذی: ۲۱۲۷، النسائی: ۲۰/۸، احمد: ۱۹/۱، ۱۲۰، البیهقی: ۹۴/۹، ابن ابی شیبة: ۶۹۰/۷

۱۳۰۳: صحیحین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تمام مسلمانوں کی پناہ ایک جیسی ہے۔ ان میں سے ہر ایک پناہ دینے کا مجاز ہے۔

۱۳۰۴: زَادَ ابْنُ مَاجَه مِنْ وَجْهٍ آخَرَ "يُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ"

ابن ماجة، ابواب الدیات، باب المسلمون تتکافأ دماء هم: ۲۶۸۳

۱۳۰۴: ابن ماجہ نے یہ روایت دوسرے (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے) طرق سے نقل کی ہے، اس میں مزید یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں "ان کا ایک نہایت معمولی آدمی بھی پناہ دینے کا مجاز ہے۔"

لغوی تحقیق: اقصاهم: یہ بھی بمعنی؛ ادناهم؛ ہے یعنی ایک نہایت معمولی مسلمان بھی پناہ دینے کا مجاز ہے۔

تشریح: ابن ماجہ نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے نقل کی ہے۔

۱۳۰۵: وَفِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْ حَدِيثِ أُمِّ هَانِيءٍ رضی اللہ عنہا "قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ"

البخاری، کتاب الجزیة و الموادعة، باب امان النساء و جوارهن: ۳۱۷۱، مسلم: ۳۳۶، ابوداود: ۲۷۶۳، احمد: ۳۴۳/۶، ابن حبان: ۱۱۸۸

۱۳۰۵: صحیحین میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: "جسے تو نے امان دی اسے ہم نے بھی امان دی۔"

تشریح: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد شواہدات نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث اپنے شواہد کی روشنی میں صحیح ہے اور اس مفہوم کی حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے۔ نیز قرآن حکیم میں بھی بلا تخصیص ہر مسلمان کو کسی بھی پناہ طلب کرنے والے مشرک کو پناہ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ امام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوزاعی فرماتے ہیں،اس آیت کا حکم تاقیامت نافذ العمل ہے۔

فقہی احکام: دنیاوی مراتب کے لحاظ سے کوئی مسلمان خواہ کتنا بھی کم تر کیوں نہ ہو وہ پناہ دینے کا مجاز ہے اور اس کی پناہ کا احترام ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۱۳۰۶: وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ "لَأُخْرِجَنَّ اَلْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ اَلْعَرَبِ, حَتَّى لَا أَدَعَ إِلَّا مُسْلِماً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الجهاد و السير، باب اخراج اليهود و النصارى من جزيرة العرب: ۱۷۶۷، ابوداود: ۳۰۳۰، الترمذى: ۱۶۷۲، احمد: ۲۹/۱ ، ۳۲/۱، ابن الجارود: ۱۱۰۳، البيهقى: ۲۰۷/۹

۱۳۰۶: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے "میں یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے ضرور نکال دوں گا،اور عرب میں سوائے مسلمانوں کے کسی اور کو نہیں رہنے دوں گا۔"(مسلم)

تشریح: یہود ایک مکار اور سازشی قوم ہے،رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد نہایت رواداری کا مظاہرہ کیا،لیکن یہ بچھو کی طرح ڈستے ہی رہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کرنے کے بعد انہیں خیبر کی زمین ان کے مطالبے پر بٹائی پر دیدی،حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کسی کام سے خیبر گئے اور وہاں جا کر بچھڑ گئے،عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو یہود نے قتل کر دیا اور اپنی برأت میں جھوٹا حلف دیدیا۔یہ اور ان کی دیگر سازشیں اس بات کی متقاضی تھیں کہ انہیں عرب سے نکال دیا جائے تاکہ مسلمان اس سازشی ٹولے سے نجات حاصل کر لیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں اپنی خواہش کو عملی جامہ نہیں پہنایا،لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جب عہد حکومت آیا تو انہوں نے یہود کو خیبر سے نکال کر جزیرہ العرب کو اس سازشی ٹولے کی نجاست سے پاک کر دیا۔

فقہی احکام: (۱) مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کا تمدن ایک دوسرے سے مختلف ہے،مسلمان اگر یہود و نصاریٰ کے ساتھ رہیں گے تو اس بات کا خدشہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی معاشرتی برائیاں کہیں ان میں داخل نہ ہو جائیں۔(۲) غیر مسلم اساتذہ سے اپنے نابالغ بچوں کی تربیت کروانا درست نہیں۔

۱۳۰۷: وَعَنْهُ قَالَ كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي اَلنَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اَللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ, مِمَّا لَمْ يُوجِفْ عَلَيْهِ اَلْمُسْلِمُونَ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ, فَكَانَتْ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم خَاصَّةً, فَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَةٍ, وَمَا بَقِيَ يَجْعَلُهُ فِي اَلْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ, عُدَّةً فِي سَبِيلِ اَللَّهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخارى، كتاب الجهاد، باب المجن ومن يترس بترس صاحبه: ۲۹۰۴، مسلم: ۱۷۵۷، ابوداود: ۲۹۶۵، الترمذى: ۱۷۸۹، النسائى: ۱۳۲/۷، احمد: ۴۸/۱، ابن الجارود: ۱۰۹۷، البيهقى: ۲۹۶/۶

۱۳۰۷: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی نے بیان کیا کہ بنو نضیر کے اموال کا شمار ان اموال میں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف پلٹا دیئے،ان پر مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے،یہ اموال فقط نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تھے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان اموال سے اپنے اہل عیال کیلئے سال بھر کا خرچہ نکالتے اور جو بچ جاتا اس سے جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کی خاطر گھوڑے اور اسلحہ خرید لیتے۔(بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: بنو نضیر: یہ یہود کا قبیلہ ہے،ہجرت نبوی سے قبل مدینہ منورہ کے مضافات میں آیا تھا اور میثاق مدینہ میں شامل تھا،لیکن اس نے بہت جلد عہد شکنی کا مظاہرہ کیا،جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کر لیا،اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب اس قدر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈال دیا کہ وہ اپنا زیادہ تر مال ومتاع اور گھر بار چھوڑ کر کسی اور جگہ منتقل ہونے پر مجبور ہو گئے۔اس طرح بغیر کسی لڑائی کے اللہ تعالیٰ نے ان کا مال ومتاع رسول اللہ ﷺ کو عطا کر دیا۔ **افاء**: اس کے لفظی معنی رجوع کے ہیں، شرعی اصطلاح میں اس سے مراد کفار کا وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بغیر لڑائی کے عنایت فرما دے۔ **لم یوجف**: نہیں دوڑائے۔ **خیل**: یہ اسم جمع ہے کیونکہ یہ واحد سے نہیں بنا، یعنی گھوڑے۔ **رکاب**: راء مکسور اور کاف مفتوح، اونٹ۔ **الکراع**: کاف مضموم اور راء مفتوح، گھوڑے اور ہتھیار۔ **عدۃ**: عین مضموم اور دال مشدد مفتوح، تیاری کرنا۔

تشریح: بنو نضیر کے اموال چونکہ بغیر لڑائی کے عنایت ہوئے تھے، اس لیے ان میں مجاہدین کا کوئی حصہ نہیں تھا، تاہم پھر بھی آپ ﷺ نے اس کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تھا، کچھ جاگیر آپ ﷺ نے اپنے لیے مختص کر لی اس زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار سے آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے اخراجات پورے کرتے اور مہمان نوازی کرتے تھے۔

فقہی احکام: مال فئی کسی کی موروثی جاگیر نہیں ہوسکتا، اس کا استعمال مصالح عامہ پر ہونا چاہیے۔

۱۳۰۸: وَعَنْ مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ ,فَأَصَبْنَا فِيهَا غَنَمًا ,فَقَسَمَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ طَائِفَةً , وَجَعَلَ بَقِيَّتَهَا فِي الْمَغْنَمِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَرِجَالُهُ لَا بَأْسَ بِهِمْ.

ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی بیع الطعام اذا فضل عن الناس: ۲۷۰۷، المعجم الاوسط: ۶۷۳۳

۱۳۰۸: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم غزوہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے ہمیں اس میں بکریاں میسر آئیں، ان میں سے کچھ بکریاں آپ ﷺ نے ہمارے درمیان تقسیم فرما دیں اور باقی مال غنیمت میں شامل کر دیں۔ اسے ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور اس کے رواۃ قابل اعتماد ہیں۔

لغوی تحقیق: **غنما**: غین اور نون مفتوح ہیں، یہ اسم جمع ہے، بھیڑ، بکری دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع **اغنام** اور **غنوم** استعمال ہوتی ہے۔

تشریح: علامہ ابن عبدالھادی اور امام ابن قطان نے بھی اس روایت کے رواۃ کی توثیق کی ہے۔ امام طبرانی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس کے غریب ہونے کا عندیہ دیا ہے۔

فقہی احکام: خمس منہا کرنے سے پہلے مال غنیمت کا کچھ حصہ مجاہدین کو بطور انعام دیا جاسکتا ہے اور یہ امیر کا صوابدیدی اختیار ہے۔

۱۳۰۹: وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "إِنِّي لَا أَخِيسُ بِالْعَهْدِ ,وَلَا أَحْبِسُ الرُّسُلَ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ , وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی الامام یستجن به فی العهود: ۲۷۵۸، النسائی فی الکبریٰ: ۲۰۵/۵، ابن حبان: ۴۸۷۷، ۴۸۷۸، الحاکم: ۵۹۸/۳، البیهقی: ۱۴۵/۹، احمد: ۸/۶، الطبرانی: ۹۶۳

۱۳۰۹: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نہ تو عہد شکنی کرتا ہوں اور نہ سفیروں کو قید کرتا ہوں۔" (اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **لا أخیس**: ہمزہ مفتوح اور خاء مکسور، میں عہد شکنی نہیں کرتا۔ **لا أحبس**: میں قید نہیں کرتا۔

تشریح: اس روایت کو علامہ سیوطی نے بھی صحیح کہا ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ سفیروں کو قید یا خوف زدہ کرنا درست نہیں، اگرچہ سفیر کوئی سخت یا تکلیف دہ پیغام ہی لے کر کیوں نہ آیا ہو، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے مسیلمہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کذاب کے سفیر کو فرمایا: "اگر تو سفیر نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔"

فقہی احکام: (۱) سفیروں کو قید یا قتل کرنا درست نہیں۔ (۲) کفار کے ساتھ بھی عہد شکنی درست نہیں۔

۱۳۱۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ "أَيُّمَا قَرْيَةٍ أَتَيْتُمُوهَا ,فَأَقَمْتُمْ فِيهَا ,فَسَهْمُكُمْ فِيهَا ,وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ,فَإِنْ خُمُسَهَا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ,ثُمَّ هِيَ لَكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الجهاد، باب حکم الفئی: ۱۷۵۶، ابوداود: ۳۰۳۶، احمد: ۳۱۷/۲، ابن حبان: ۴۸۲۶، البیهقی: ۳۱۸/۶، ۱۱۹/۹

۱۳۱۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم جس بستی کا رخ کرو اور اس کا محاصرہ کرلو اس میں تمہارا حصہ ہے اور جو بستی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے، اس میں پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے، پھر وہ بھی تمہارے لیے ہی ہے۔" مسلم

لغوی تحقیق: ایما: یہ دو لفظوں "ای اور ما" کا مجموعہ ہے، ای اور "اما" اسم موصول ہے، یہ مذکر، مؤنث، واحد تثنیہ، جمع، ذوی العقول اور غیر ذوی العقول سب کیلئے مستعمل ہے، نیز یہ معرب ہے۔ "ما" زائدہ ہے۔ فأقمتم: تم ان کا محاصرہ کرلو۔

تشریح: یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے منقول ہے، بعض طرق مفصل اور بعض مختصر ہیں، مؤلف نے صحیح مسلم کی بیان کردہ روایت ذکر کی ہے۔

فقہی احکام: (۱) جو مال بغیر لڑائی کے حاصل ہو وہ خالص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔

(۲) جو لڑائی کی صورت میں حاصل ہو، اس میں چار حصے مجاہدین کے اور ایک حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔

۲۔ بَابُ الْجِزْيَةِ وَ الْهُدْنَةِ — جزیہ اور صلح کے مسائل

۱۳۱۱: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَخَذَهَا يَعْنِي الْجِزْيَةَ مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلَهُ طَرِيقٌ فِي الْمُوَطَّأِ فِيهَا انْقِطَاعٌ.

البخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب الجزیة والموادعة مع اهل الذمة و الحرب: ۳۱۵۷، ابوداود: ۳۰۴۳، الترمذی: ۱۶۵۲، احمد: ۱۹۰/۱، المؤطا: ۲۷۸/۱

۱۳۱۱: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔ (اسے بخاری نے روایت کیا ہے، یہ روایت ایک دوسرے طریق سے مؤطا میں بھی ہے لیکن یہ سند منقطع ہے۔)

لغوی تحقیق: الجزیة: جیم مکسور اور زاء ساکن، یہ الجزاء سے ماخوذ ہے، اس کے لفظی معنی فیصلے کے ہیں اور مجازاً بمعنی بدلہ مستعمل ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ ٹیکس ہے جو غیر مسلموں سے ان کی حفاظت کے بدلہ میں لیا جاتا ہے۔ الھدنة: ھاء مضموم اور دال ساکن، اس کے لفظی معنی سکون کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ صلح نامہ ہے جو امام یا اس کا نائب کفار کو لکھ کر دیتا ہے۔ المجوس: یہ مجوسی کی جمع ہے، یہ لوگ زرتشت کے پیروکار تھے اور قبل از اسلام ایران میں آباد تھے۔ ھجر: ھاء اور جیم دونوں مفتوح ہیں۔ عصر حاضر میں اس علاقہ کو بحرین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اسلام غیر مسلموں کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ اگر کوئی کوفرا اپنے مذہب پر قائم رہتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اسلامی ریاست کی سرپرستی قبول کر لے تو اسلام اس سے معمولی ٹیکس لے کر اس کی حفاظت کا معقول بندوبست کرتا ہے۔بعض علما کا خیال ہے کہ اسلام کی یہ رعایت فقط یہود ونصاریٰ اور مجوسیوں کیلئے ہے، جبکہ جمہور علما کا موقف ہے کہ یہ رعایت ہر قسم کے کفار کیلئے ہے اور یہی موقف راجح ہے۔اور ابن رشد کا یہ قول کہ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ رعایت فقط یہود ونصاریٰ اور مجوس کیلئے ہے، درست نہیں۔

فقہی احکام: (۱) کفار اگر جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو لڑائی موقوف کر دینی چاہیے۔(۲) اسلام لڑائی کے مقابلے میں صلح کو ترجیح دیتا ہے۔

۱۳۱۲: وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ ,عَنْ أَنَسٍ ,وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى أُكَيْدِرِ دُومَةَ ,فَأَخَذُوهُ فَحَقَنَ دَمَهُ ,وَصَالَحَهُ عَلَى الْجِزْيَةِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد.

ابوداود، کتاب الخراج و الامارة و الفئی، باب فی اخذ الجزیة: ۳۰۳۷، البیهقی: ۹ /۱۸۷، ابن حبان: ۴۰۳۷، ۴۰۳۸،ابن ابی شیبة: ۱۴۴/۱۲

تنبیہ: اکیدر نصرانی تھا اور آخری وقت تک نصرانی رہا، جن مؤرخین نے اسے صحابی ذکر کیا ہے ان سے تسامح ہوا ہے۔

۱۳۱۲: حضرت عاصم بن عمر، حضرت انس اور حضرت عثمان بن ابی سلیمان رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل کے حکمران اکیدر کی طرف بھیجا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، آپ ﷺ نے اسے زندہ رہنے کا حق دیا اور اس سے جزیہ پر صلح کر لی۔(ابوداؤد)

تشریح: آپ ﷺ جب مقام تبوک پر پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل کے حکمران کی طرف بھیجا، عہد جاہلیت میں اس کا بہت مضبوط قلعہ، جسے مارد کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔اس کے قلعہ کے بعض اثار آج بھی موجود ہیں اور ان کا شمار آثار قدیمہ میں ہوتا ہے۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کا قلعہ فتح کر لیا اور اسے گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، اس نے جزیہ دینے پر صلح کر لی تو آپ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا، آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس نے عہد توڑ دیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی سرکوبی کیلئے پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے اس کی لڑائی ہوئی جس میں وہ مارا گیا۔

فقہی احکام: غیر مسلم اگر جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو جنگ موقوف کر دینی چاہیے۔

۱۳۱۳: وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ ,وَأَمَرَنِي أَنْ آخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ دِينَاراً ,أَوْ عِدْلَهُ معافرياً. أَخْرَجَهُ الثَّلَاثَةُ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الخراج والامارة و الفئی، باب فی اخذ الجزیة: ۳۰۳۸، الترمذی: ۶۲۳، النسائی: ۵ /۲۶، احمد: ۲۳۰/۵، ابن حبان: ۴۸۸۶، الحاکم: ۳۹۸/۱، الدارقطنی: ۱۰۲/۲، البیهقی: ۹۸/۴، عبد الرزاق: ۶۸۴۱

۱۳۱۳: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں ہر بالغ سے ایک دینار یا پھر اتنی ہی مالیت کا معافری کپڑا وصول کروں۔(اسے تینوں نے روایت کیا ہے، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: حالم: بالغ۔ عدله: عین مکسور اور دال ساکن، قیمت میں اس کے مساوی ہو۔معافریا: میم اور عین مفتوح اور فاء مکسور، یمن کے ایک شہر معافر میں تیار ہونے والا کپڑا۔

تشریح: یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے، ان میں سے اکثر طرق محفوظ اور بعض غیر محفوظ ہیں۔زیر مطالعہ طریق محفوظ ہے، بنابریں اس طریق کو امام ابن حبان اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔امام احمد، امام ابوداؤد اور امام ابن حزم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس طریق پر نکیر کی ہے وہ طریق ابومعاویہ عن اعمش عن ابراہیم عن مسروق ہے۔

فقہی احکام: (۱) جزیہ صرف ان غیر مسلم حضرات سے وصول کیا جائے جو بالغ ہوں۔

(۲) جزیہ نقدی یا اسی مالیت کی کسی دوسری چیز کی صورت میں بھی لیا جا سکتا ہے۔ (۳) جزیہ حسب استطاعت ہونا چاہیے۔

۱۳۱۴: وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "اَلْإِسْلَامِ يَعْلُو ,وَلَا يُعْلَى" أَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ.

الدارقطنی : ۲۵۲/۳، البیهقی: ۲۰۵/۶

۱۳۱۴: حضرت عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسلام غالب رہتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا۔" (الدارقطنی)

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس روایت کو حسن قرار دیا ہے اور علامہ ضیاء مقدسی نے اس حدیث کو "المختارة" میں درج کر کے اس کے صحیح ہونے کا عندیہ دیا ہے، اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صلح ہو یا جنگ ہر حال میں غلبہ اسلام ہی کو ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے معرکہ بدر کو فرقان اور صلح حدیبیہ کو فتح مبین سے تعبیر فرمایا ہے

۱۳۱۵: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " لَا تَبْدَؤُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى بِالسَّلَامِ ,وَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ فِي طَرِيقٍ, فَاضْطَرُّوهُ إِلَى أَضْيَقِهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب السلام، باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام: ۲۱۶۷، ابوداود: ۵۲۰۵، الترمذی: ۱۶۰۲، احمد: ۲۶۶/۲، البیهقی: ۲۰۳/۹، المعجم الاوسط: ۷۰۹

۱۳۱۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو، جب ان میں سے کسی ایک سے تمہاری ملاقات سر راہ ہو تو انہیں تنگ راستہ اختیار کرنے پر مجبور کرو۔" (مسلم)

فقہی احکام: (۱) کفار کو سلام کرنے میں پہل نہیں کرنی چاہیے۔ (۲) اگر وہ سلام کریں تو فقط وعلیکم کہنا چاہیے۔ (۳) ان کی خوشی کے مواقع پر انہیں مبارکباد دینا ممنوع ہے۔ (۴) انہیں آسانی کے مواقع فراہم کرنا ممنوع ہیں، البتہ تالیف قلب کیلئے ان کی مدد کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۳۱۶: وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ .وَمَرْوَانَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ ,وَفِيهِ ، هَذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو عَلَى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِينَ ,يَأْمَنُ فِيهَا النَّاسُ ,وَيَكُفُّ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُد وَأَصْلُهُ فِي الْبُخَارِيِّ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی صلح العدو: ۲۷۶۵، ۲۷۶۶، البخاری : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲، احمد: ۳۲۲/۴، ۳۲۴

۱۳۱۶: حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت مروان بن حکم رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال تشریف لے گئے، انہوں نے ایک طویل حدیث ذکر کی، جس میں یہ بھی بیان کیا کہ وہ بات جس پر محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن سہیل سے صلح کی یہ ہے کہ "فریقین میں دس سال تک جنگ نہیں ہوگی، اس دوران لوگ امن میں رہیں گے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے سے اپنا ہاتھ روکے رکھے گا۔" (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کی اصل بخاری میں ہے۔)

تشریح: صلح حدیبیہ کی بعض شرائط بظاہر مسلمانوں کی پسپائی کو ظاہر کر رہی تھیں، لیکن حقیقت میں وہ اسلام کی برتری کا زینہ تھیں کیونکہ وہ کفار جو مسلمانوں کو کسی بھی قطعہ ارضی پر دیکھنا نہیں چاہتے تھے انہوں نے نہ صرف مسلمانوں کے وجود کو تسلیم کر لیا بلکہ مکہ مکرمہ اور مسجد حرام میں ان کے داخل ہونے کا حق بھی تسلیم کر لیا تھا۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو فتح مبین کے نام سے موسوم کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۳۱۷: وَأَخْرَجَ مُسْلِمٌ بَعْضَهُ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ ,وَفِيهِ، أَنَّ مَنْ جَاءَ مِنكُمْ لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكُمْ ,وَمَنْ جَاءَ كُمْ مِنَّا رَدَدْتُمُوهُ عَلَيْنَا فَقَالُوا أَنَكْتُبُ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ "نَعَمْ إِنَّهُ مَنْ ذَهَبَ مِنَّا إِلَيْهِمْ فَأَبْعَدَهُ اَللَّهُ ,وَمَنْ جَاءَ نَا مِنْهُمْ ,فَسَيَجْعَلُ اَللَّهُ لَهُ فَرَجاً وَمُخْرِجاً"

مسلم، کتاب الجهادوالسير، باب صلح الحديبية: ۱۷۸۴، احمد: ۲۶۸/۳

۱۳۱۷: امام مسلم نے اس حدیث کا کچھ حصہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اس میں یہ مذکور ہے، (کفار نے) کہا، تمہارے پاس سے جو آدمی ہمارے پاس آجائے تو ہم اسے واپس نہیں کریں گے اور ہمارے پاس سے جو شخص تمہارے پاس جائیگا وہ واپس کرنا ہوگا۔ (صحابہ نے) کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم یہ لکھ لیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں، کیونکہ ہم میں سے جوان کی طرف چلا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے اسے ہم سے دور کردیا، اور جوان میں سے ہماری طرف آنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ عنقریب اس کے لیے وہاں سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا کردے گا۔"

لغوی تحقیق: **الفرج**: اس کے لغوی معنی پھٹنے کے ہیں اور یہاں اس سے مراد سہولت اور مصائب کا زائل ہونا ہے۔ **المخرج**: نجات کی کوئی صورت پیدا کردے گا۔

۱۳۱۸: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ اَلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "مَنْ قَتَلَ مُعَاهَداً لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ اَلْجَنَّةِ ,وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا" أَخْرَجَهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الجزية والموادعة، باب اثم من قتل معاهداً بغير جرم: ۳۱۶۶، النسائی: ۲۵/۸، ابن ماجة: ۲۶۸۶، احمد: ۱۸۶/۲، البیهقی: ۲۰۵/۹، ابن حبان: ۴۸۸۱، ۴۸۸۲، المعجم الاوسط: ۴۳۳، ۲۹۴۴، ۸۰۰۷، الحاکم: ۴۴/۱

تنبیہ: بلوغ المرام کے اکثر مطبوعہ نسخوں میں؛ عن عبدالله بن عمر ؛ ہے اور بعض مطبوعہ نسخوں میں؛ عن عبدالله بن عمرو ؛ ہے اور یہی درست ہے کیونکہ صحیح بخاری، نسائی، ابن ماجہ اور دیگر مصادر میں عبدالله بن عمرو ہی مذکور ہے۔

۱۳۱۸: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کسی ایسے شخص کو قتل کیا جس سے معاہدہ تھا، وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا، حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے (دور تک) پائی جائے گی۔" (بخاری)

لغوی تحقیق: **معاهد**: ایسا شخص جس سے امن کا معاہدہ کیا گیا ہو۔ **لم يرح**: علامت مضارع اور راء مفتوح، خوشبو نہیں پائے گا۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے، بعض طرق میں یہ صراحت بھی ہے کہ جس نے معاہدی کو ناحق قتل کیا۔ اسی طرح یہ حدیث ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے بھی متعدد طرق سے منقول ہے، اس کے بھی بعض طرق میں؛ **بغير حقها**؛ کی صراحت ہے۔ نیز اس میں پانچ سو سال کی مسافت مذکور ہے۔

اس مفہوم کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ امام ابن حبان اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مطلق جنت نہیں بلکہ اعلیٰ جنت ہے۔ یعنی ایسا شخص اعلیٰ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

فقہی احکام: (۱) معاہدی کو قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ (۲) ایسا کرنے والا اعلیٰ جنت سے محروم رہے گا۔
(۳) معاہدی کو ایسے جرم کی وجہ سے قتل کیا جا سکتا ہے جس کی سزا قتل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ بَابُ السَّبْقِ وَ الرَّمْيِ — گھڑ دوڑ اور تیراندازی کا بیان

۱۳۱۹: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ سَابَقَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْخَيْلِ الَّتِي قَدْ أُضْمِرَتْ ,مِنَ الْحَفْيَاءِ ,وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ .وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدٍ بَنِي زُرَيْقٍ ,وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ فِيمَنْ سَابَقَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، زَادَ الْبُخَارِيُّ, قَالَ سُفْيَانُ مِنَ الْحَفْيَاءِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ خَمْسَةُ أَمْيَالٍ ,أَوْ سِتَّةٌ ,وَمِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ مِيلٌ.

البخاری، کتاب الصلاۃ ، باب هل يقال مسجد بني فلان: ۴۲۰ ،کتاب الجهاد، باب السبق بين الخيل: ۲۸۶۸، ابو داود: ۲۵۷۵، الترمذی : ۱۶۹۹، النسائی: ۲۲۶/۶، الدارمی: ۲۴۲۹، ابن حبان: ۴۶۸۶ ، ۴۶۸۷، الدارقطنی : ۳۰۰/۴، مسلم: ۱۸۷۰

۱۳۱۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مشاق گھوڑوں کی حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک دوڑ کروائی اور ناتجربہ کار گھوڑوں کی دوڑ ثنیہ سے مسجد بنی زریق تک کروائی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی مقابلہ کرنے والوں میں شریک تھے۔ (بخاری ومسلم) بخاری نے مزید یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں کہ سفیان نے بیان کیا کہ حفیاء سے ثنیۃ الوداع کا فاصلہ پانچ یا چھ میل ہے اور ثنیہ سے مسجد بنی زریق کا فاصلہ ایک میل ہے۔

لغوی تحقیق: **السبق**: سین مفتوح اور باء ساکن، مقابلہ۔ **اضمرت**: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے ہمزہ مضموم اور میم مکسور، اس سے مراد یہ ہے کہ جانوروں کو مشاق بنانے کیلئے پہلے چالیس روز خوب خوراک دی جائے تاکہ وہ موٹے تازے ہو جائیں پھر انہیں میدان میں دوڑایا جائے اور ان کی خوراک بتدریج کم کی جائے یہاں تک کہ ان کے جسم سے بھاری پن ختم ہو جائے اور وہ سخت جان ہو جائیں۔ **الحفیاء**: حاء مفتوح اور فاء ساکن، مدینہ منورہ کے شمال میں جبل احد کے پیچھے ایک مقام ہے۔ **امدها**: ہمزہ اور دال مفتوح، اس دوڑ کی انتہا۔ **ثنية**: ثاء مفتوح اور نون مکسور، راستہ۔ **الوداع**: خیر آباد کہنا، اہل مدینہ اپنے مہمانوں کو اس مقام پر آ کر الوداع کیا کرتے تھے۔ **ثنية الوداع** کی تعین کے بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض کا خیال ہے کہ مدینہ سے مکہ کی طرف ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ شام کی طرف ہے۔ **بنو زريق**: یہ انصار کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ ہے، ان کا محلّہ مسجد نبوی کے قبلہ رخ واقع تھا۔

تشریح: مقابلہ جات تین قسم کے ہیں۔ (۱) جو بغیر شرط کے جائز اور شرط کے ساتھ ممنوع ہیں مثلاً کُشتی، دوڑ وغیرہ۔ (۲) شرط اور بلا شرط دونوں صورتوں میں ممنوع ہیں مثلاً شطرنج وغیرہ۔ (۳) کُشتی، دوڑ اور تیراندازی وغیرہ کے انعامی مقابلہ جات جائز ہیں۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ایسے امور جو جہاد کی تیاری کا حصہ ہیں، اسلامی ریاست میں ان کا اہتمام سرکاری سرپرستی میں اشد ضروری ہے، عصر حاضر میں گھڑ دوڑ اور تیراندازی کی جگہ توپ، ٹینک، بکتر بند گاڑیاں اور فضائی مقابلہ جات کیے جانے چاہیے تاکہ دشمنان اسلام کی بڑھتی ہوئی یلغار کو روکا جاسکے۔ نیز مسلمانوں کو کمپیوٹر وار کیلئے بھی تیار رہنا چاہیے اور جوہری توانائی میں بھی خود کفیل بننا چاہیے۔

فقہی احکام: ایسا ہر کھیل اور کام کارِ ثواب ہے جو جہاد کیلئے مدد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

۱۳۲۰: وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَبَّقَ بَيْنَ الْخَيْلِ ,وَفَضَّلَ الْقُرَّحَ فِي الْغَايَةِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ

ابو داود، کتاب الجهاد، باب في فضل السبق: ۲۵۷۷، احمد: ۱۵۷/۲ ، ابن حبان: ۴۶۸۸، الدارقطنی : ۲۹۹/۴

تنبیہ: بلوغ المرام کے ہندی اور مصری مطبوعہ نسخوں میں ؛سبق؛ اور دیگر مطبوعہ نسخوں میں ؛سابق؛ ہے دونوں درست ہیں کیونکہ مصادر میں دونوں مذکور ہیں۔

۱۳۲۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے گھوڑوں کا مقابلہ کروایا اور نوجوان گھوڑوں کی مسافت کو زیادہ رکھا۔ (اسے احمد اور ابوداود نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

لغوی تحقیق: سبّق :مقابلہ کروایا۔ القرح: قاف مضموم اور راء مشدد مفتوح، یہ قارح کی جمع ہے، پانچ سالہ جوان گھوڑے۔

فقہی احکام: مسابقت میں توازن کالحاظ رکھنا ضروری ہے، خواہ یہ مسابقت انسانوں کے مابین ہو یا جانوروں کے مابین ہو۔

۱۳۲۱: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "لَا سَبَقَ إِلَّا فِي خُفٍّ ,أَوْ نَصْلٍ ,أَوْ حَافِرٍ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالثَّلَاثَةُ, وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب في السبق: ۲۵۷۴، الترمذی: ۱۷۰۰، النسائی: ۶/۲۲۶ ، ۲۲۷، احمد: ۲/۴۷۴، ابن حبان: ۴۶۹۰،

البیهقی: ۱۰/۱۶ ، المعجم الصغیر: ۵۰، بیان الوهم والایهام: ۲۵۵۰، ابن ماجة: ۲۸۷۸

۱۳۲۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انعامی مقابلہ فقط اونٹوں، گھوڑوں اور تیراندازی میں ہے۔" (اسے احمد اور تینوں نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: لا سبق :سین اور باء مفتوح، انعامی مقابلہ جات درست نہیں۔ خف: خاء مضموم اور فاء مشدد، اس سے اونٹ مراد ہیں کیونکہ ان کا شمار ذوات الاخفاف میں ہوتا ہے۔ نصل :نون مفتوح اور صاد ساکن، تیر۔ الحافر :اس سے مراد گھوڑے ہیں، کیونکہ گھوڑوں کا شمار ذوات الحافر میں ہوتا ہے۔

تشریح: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے بعض طرق ضعیف اور بعض طرق محفوظ ہیں۔ بنابریں اس حدیث کو امام ترمذی، امام ابن حبان، علامہ ابن دقیق العید، امام ابن قطان اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔

فقہی احکام: تیراندازی اور گھڑ دوڑ وغیرہ کے انعامی مقابلہ جات منعقد کروانے درست ہیں بشرطیکہ وہ رقم مقابلہ کرنے والی ٹیموں سے وصول نہ کی گئی ہو۔

۱۳۲۲: وَعَنْهُ ,عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " مَنْ أَدْخَلَ فَرَساً بَيْنَ فَرَسَيْنِ وَهُوَ لَا يَأْمَنُ أَنْ يَسْبِقَ فَلَا بَأْسَ بِهِ ,وَإِنْ أَمِنَ فَهُوَ قِمَارٌ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب في المحلل: ۲۵۷۹، ابن ماجة: ۲۸۷۶، احمد: ۲/۵۰۵، الحاکم: ۲/۱۱۴، البیهقی: ۱۰/۲۰،

الدارقطنی: ۴/۱۱۱، ابن ابی شیبة: ۷/۱۴۷، حلیة الاولیاء: ۲/۱۷۵

۱۳۲۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے دو گھوڑوں کے مابین اپنا گھوڑا داخل کیا اور اسے یہ یقین نہ تھا کہ اس کا گھوڑا آگے نکل جائے گا تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر اسے اپنے گھوڑے کے جیتنے کا یقین تھا تو پھر ایسا کرنا جوا ہوگا۔"

لغوی تحقیق: قمار: قاف مکسور اور میم مفتوح، جوا۔

تشریح: امام ابن معین نے اس روایت کو باطل اور امام مزی نے منکر کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سفیان بن حسین امام زہری کی مرویات میں ضعیف ہے، زیر مطالعہ روایت سفیان بن حسین نے زہری ہی سے نقل کی ہے، اس کا متابع اگرچہ سعید بن بشیر بھی ہے، لیکن یہ متابعت بھی غیر مفید ہے کیونکہ سعید بن بشیر بھی ضعیف ہے۔

۱۳۲۳: وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقْرَأُ ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ "أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ ,أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ ,أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الامارة، باب فی فضل الرمی والحث علیه: ۱۹۱۷، ابوداود: ۲۵۱۴، الترمذی: ۳۲۹۱، ابن ماجة: ۲۸۱۳، احمد: ۴/۱۵۶،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الدارمی: ۲۴۰۴، ابن حبان: ۴۷۰۹، البیھقی: ۱۳/۱۰

۱۳۲۳: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿جس قدر ممکن ہو اپنی قوت بڑھانے کی تیاری کرو۔﴾ آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: "خبردار! اصل قوت تیراندازی ہے۔ خبردار! اصل قوت تیراندازی ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **اعدوا**: یہ امر کا صیغہ ہے، تیاری کرو۔ **ما استطعتم**: جہاں تک تمہاری بساط میں ہو۔ **الرباط**: راء مکسور، اس کے لفظی معنی باندھنا ہے، لیکن یہاں اس سے مراد سرحدوں پر گھوڑے تیار رکھنا ہے۔

تشریح: آپ ﷺ نے مذکورہ آیت تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: "قوت کا سرچشمہ رمی ہے۔" رمی کا اگرچہ اس وقت اطلاق تیراندازی پر ہوتا تھا، لیکن یہ لفظ ان تمام آلات حرب پر محیط ہے جنہیں قوت سے پھینکا جاتا ہے، یعنی توپ کے ذریعے گولہ باری، ہوائی جہاز کے ذریعے بم گرانا، میزائل اور میزائل کے ذریعے بم وغیرہ گرانا، تمام امور رمی میں شامل ہیں۔

رباط الخیل سے اگرچہ بظاہر مراد سرحدوں پر گھوڑے تیار رکھنا ہے لیکن درحقیقت اس سے مراد وہ تمام لوازمات ہیں جو ملکی دفاع اور دشمن کو خوف زدہ رکھنے کیلئے ضروری ہیں مثلاً سرحدوں پر مستقل طور پر آرمی رکھنا، میزائل اور ریڈار نصب کرنا، بمبار جہاز تیار رکھنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كِتَابُ الْاَطْعِمَةِ

کھانے کے آداب واقسام کا بیان

۱۳۲۴:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ ,فَأَكْلُهُ حَرَامٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الصيد و الذبائح، باب تحريم اكل كل ذى ناب من السباع: ۱۹۳۳، الترمذى: ۱۵۲۰ - ۱۵۲۳، النسائى: ۷/ ۲۰۰، ابن ماجة: ۳۲۳۳، احمد: ۲/ ۲۳۶، ابن حبان: ۵۲۷۹، البخارى: ۵۵۳۰، عبدالرزاق: ۸۷۰۴، ابوداؤد: ۳۸۰۲

۱۳۲۴:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"درندوں میں سے ہر کچلی والے کا کھانا حرام ہے۔"(مسلم)

لغوی تحقیق: الاطعمة: یہ طعام کی جمع قلت ہے لیکن جمع قلت جب معرف باللام ہوتی ہے تو عموماً کثرت کا فائدہ دیتی ہے۔مؤلف رحمہ اللہ نے جمع کا صیغہ استعمال کر کے یہ واضح کیا ہے کہ جن اشیا کا کھانا حلال ہے وہ مختلف نوعیت کی ہیں۔ ناب:اس سے مراد وہ تیز نوکدار دانت ہیں جو رباعیہ کے ساتھ متصل ہوتے ہیں،اردو زبان میں ان دانتوں کو کچلیاں کہا جاتا ہے۔ السباع:سین مکسور اور با مفتوح، یہ سبع کی جمع ہے،اس سے مراد وہ جانور ہیں جو چیر پھاڑ کرتے ہیں مثلاً کتا،بھیڑیا وغیرہ۔

تشریح: علامہ ابن اثیر نہایۃ میں لکھتے ہیں، ہر کچلی والے درندے کا کھانا حرام ہے،درندہ اس جانور کو کہتے ہیں جو مخالف جنس کے جانوروں کو چیر پھاڑ کر کھا جائے۔امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہر وہ جانور درندہ ہے جو گوشت خور ہے،جبکہ امام شافعی کے نزدیک درندہ وہ ہے جو انسانوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔امام شعبی اور امام سعید بن جبیر کے نزدیک درندوں کا گوشت بھی حلال ہے،وہ اپنے مؤقف کی تائید میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۴ سے استدلال کرتے ہیں۔امام شعبی اور امام سعید بن جبیر کا شمار اگرچہ نامور علما میں ہوتا ہے تاہم اس مسئلہ میں ان سے تسامح ہوا ہے، کیونکہ جس آیت سے وہ استدلال کرتے ہیں وہ آیت مکی ہے جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی زیر مطالعہ حدیث مدنی ہے۔اسی مفہوم کی حدیث ابو ثعلبہ سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) ہر کچلی والا درندہ حرام ہے۔(۲) سنت قرآن حکیم کے کسی بھی حکم کو منسوخ کر سکتی ہے۔

۱۳۲۵:وَأَخْرَجَهُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما بِلَفْظِ نَهَى وَزَادَ " وَكُلُّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ"

مسلم، كتاب الصيد، باب تحريم اكل كل ذى ناب من السباع: ۱۹۳۴، ابوداود: ۳۸۰۳، ۳۸۰۵، النسائى: ۷/ ۲۰۶، ابن ماجة: ۳۲۳۴، احمد: ۱/ ۲۴۴، ۲۸۹، ابن الجارود: ۸۹۲، البيهقى: ۹/ ۳۱۵، ۳۱۶، ابن حبان: ۵۲۸۰

۱۳۲۵:امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث ان الفاظ سے بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور یہ الفاظ مزید روایت کئے ہیں "پنجہ سے شکار کرنے والے پرندے کا کھانا ممنوع ہے۔"

لغوی تحقیق: نھی:حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچلی والے درندے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ذی مخلب:میم مکسور،خا ساکن اور لام مفتوح، پنجہ کے ذریعے خوراک حاصل کرنے والا پرندہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ پنجہ سے شکار کرنے والا ہر پرندہ حرام ہے۔حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ایسے پرندوں کی حرمت کا حکم رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے موقع پر فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی مکمل روایت اس طرح ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجہ والے پرندے کے کھانے سے منع فرمایا۔جمہور کا فتوی اس حدیث کے موافق ہے،لیکن امام مالک کے نزدیک پرندوں میں فقط چیل اور گدھ حرام ہیں،دیگر شکار کرنے والے پرندے حرام نہیں بلکہ مکروہ ہیں۔امام موصوف کا یہ فتوی درست نہیں ہے۔

فقہی احکام: پنجہ سے شکار کرنے والے پرندے حرام ہیں۔

۱۳۲۶:وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ ,وَاَذِنَ فِي لُحُومِ الْخَيْلِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي لَفْظِ الْبُخَارِيِّ، وَرَخَّصَ.

البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر: ۴۲۱۹، مسلم: ۱۹۴۱، ابوداود: ۳۷۸۸، النسائی: ۷/ ۲۰۱، احمد: ۳/ ۳۶۱، ۳۸۵، الدارمی: ۱۹۹۳، ابن الجارود: ۸۸۵، البیہقی: ۹/ ۳۲۶، ۳۲۷

۱۳۲۶:حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے موقع پر پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت عنایت فرمائی۔(بخاری ومسلم)بخاری میں یہ لفظ ہے کہ آپ ﷺ نے رخصت دی۔

لغوی تحقیق: الحمر: یہ حمار کی جمع ہے یعنی گدھے۔اس کی خوبیاں اور معائب ضرب المثل ہیں،اس کی خوبیوں میں دوخوبیاں نہایت مستحسن ہیں (۱) یہ جس راستے سے ایک دفعہ گزر جائے وہ راستہ کبھی نہیں بھولتا۔(۲) اس کی قوت سماعت بہت تیز ہے۔ان مثالی خوبیوں کے ساتھ ساتھ یہ ہٹ دھرم بھی ہے،اس کا یہ عیب اس کی تمام خوبیوں پر حاوی ہے۔ الخیل: یہ اسم جمع ہے اور اس کی جمع اخیال اور خیول آتی ہے ،اس کی چال میں چونکہ تکبر اور غرور ہوتا ہے،یہی تکبر وغرور اس کے نام کی وجہ تسمیہ ہے،کہا جاتا ہے کہ گھوڑے پر سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سواری کی تھی۔اس قول میں کہاں تک صداقت ہے؟ یہ معلوم کرنا مشکل ہے،لیکن یہ بات ضرور ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس پر سواری کی تھی۔جنگ میں چونکہ فخر کا اظہار جائز ہے اس لیے جہاد کیلئے گھوڑوں کو تیار رکھنا اور ان پر سواری کرنا مستحسن ہے۔

تشریح: اس حدیث کو امام ابوداؤد،امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے،گدھے کے گوشت کی حرمت اور گھوڑے کے گوشت کی حلت کے بارے میں دیگر صحابہ سے بھی صحیح احادیث منقول ہیں۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر صحابہ گدھے کے گوشت کے حرام ہونے پر متفق ہیں۔گدھے کے گوشت کے حرام ہونے کی علت حدیث میں اس کا نجس ہونا ہے۔گدھے کا گوشت اگرچہ نجس ہے لیکن اس کا پسینہ نجس نہیں ہے۔اس حدیث سے جہاں پالتو گدھے کی حرمت واضح ہوئی،وہاں گھوڑے کے گوشت کی حلت بھی واضح ہوئی۔امام شافعی،امام احمد، امام محمد اور قاضی ابو یوسف کے نزدیک بھی گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔جس حدیث میں گھوڑے کے گوشت کی ممانعت کی علت اس کا ذی ناب ہونا مذکور ہے وہ حدیث ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) گدھی کا گوشت اور دودھ ناپاک اور حرام ہے۔

(۲) اس کا پسینا پاک ہے اور اس پر سواری کرنا جائز ہے۔(۳) گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔

۱۳۲۷:وَعَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رضی اللہ عنہ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ ,نَأْكُلُ الْجَرَادَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الذبائح و الصید،باب اکل الجراد: ۵۴۹۵، مسلم: ۱۹۵۲، ابوداود: ۳۸۱۲، ۳۸۱۳،الترمذی: ۱۸۹۷، ۱۸۹۸،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

النسائی: ۷/۲۱۰، احمد: ۳۸۰/۴، الدارمی: ۲۰۱۰، ابن ماجۃ: ۳۲۱۸، ۳۲۲۰

۱۳۲۷: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سات غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے، اس دوران ہم نے ٹڈی دل (بھی) کھائی۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: **الجراد:** جیم اور راء مفتوح، یعنی ٹڈی دل، اس کا واحد جرادۃ ہے، اس کا اطلاق مذکر ومؤنث ہر دو پر ہوتا ہے۔ یہ جرد سے ماخوذ ہے۔ اس کے نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس مقام پر وارد ہوتی ہے اسے سبزہ سے محروم کر دیتی ہے۔

تشریح: صاحب حیاۃ الحیوان کا کہنا ہے کہ ٹڈی کی مختلف اقسام ہیں، بعض چھوٹی اور بعض بڑی ہیں، کچھ کا رنگ سرخ، کچھ کا زرد اور بعض کا سفید بھی ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ جب یہ کم عمر ہوتی ہے اس وقت اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور جوان ہونے کے بعد اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ **المعجم الاوسط** میں ہے کہ مچھلی کی ایک قسم ایسی ہے کہ جب وہ چھینک مارتی ہے تو چھینک کے ذریعے اس کے انڈے خارج ہوتے ہیں، پھر ان انڈوں سے یہ ٹڈی جنم لیتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال ہیں۔ دو مرداروں سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہے دو خونوں سے مراد تلی اور جگر ہے۔ ٹڈی کی حلت میں اگرچہ تمام صحابہ، ازواج مطہرات اور ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے تاہم رسول اللہ ﷺ سے ٹڈی کا کھانا صراحتاً ثابت نہیں، بلکہ نہ کھانے کے بارے میں صراحتاً مذکور ہے۔

فقہی احکام: ٹڈی حلال ہے، اسے سفر اور حضر میں کھایا جا سکتا ہے۔

۱۳۲۸: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ فِي قِصَّةِ الْأَرْنَبِ قَالَ فَذَبَحَهَا, فَبَعَثَ بِوَرِكِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَبِلَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الارنب: ۵۵۳۵، مسلم: ۱۹۵۳، ابوداود: ۳۷۹۲، الترمذی: ۱۸۲۵، النسائی: ۷/۱۹۷، ابن ماجۃ: ۳۲۴۳، البیھقی: ۹/۳۲۱

۱۳۲۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے خرگوش کے قصہ کی بات منقول ہے کہ (حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے) خرگوش ذبح کیا اور اس کی ران رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کی، آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: **ارنب:** ہمزہ مفتوح اور راء ساکن، خرگوش۔ صاحب **حیاۃ الحیوان** اس کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ اس کی جمع ارانب آتی ہے، اس کے ہاتھ چھوٹے اور ٹانگیں طویل ہوتی ہیں، مذکر اور مؤنث دونوں کیلئے یہی نام مستعمل ہے۔ **ورکھا:** واؤ کو مفتوح پڑھنا فصیح اور مکسور پڑھنا جائز ہے، ران۔

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم **مر الظھران** میں تھے، میں نے وہاں خرگوش شکار کر لیا اور اسے لے کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسے ذبح کر کے اس کی ایک ٹانگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجی، آپ ﷺ نے اسے قبول کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں خرگوش کا گوشت پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے نہ تو اسے کھایا اور نہ اس کا کھانا ممنوع قرار دیا۔ صحیح بخاری کی وہ روایت جس میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے خرگوش کا گوشت قبول کیا اور کھایا، وہ صحت میں نہ کھانے والی روایت سے زیادہ قوی ہے، بنابریں اسی کو ترجیح حاصل ہے۔

فقہی احکام: خرگوش حلال ہے۔

۱۳۲۹: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِّ النَّمْلَةِ, وَالنَّحْلَةِ, وَالْهُدْهُدِ, وَالصُّرَدِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَأَبُو دَاوُدَ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو داود، کتاب الادب، باب فی قتل الذر: ۵۲۶۷، احمد: ۳۳۲/۱، ابن حبان: ۵۶۴۶، البیهقی: ۳۱۷/۹، ابن ماجة: ۳۲۲۴

۱۳۲۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار قسم کے جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا ہے، چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور صرد۔ (اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **الدواب** : یہ دابة کی جمع ہے، صاحب مصباح کا کہنا ہے کہ زمین میں پائے جانے والے تمام جانوروں کو دابہ کہا جاتا ہے مگر بعض اہل زبان کا خیال ہے کہ پرندے دابۃ میں شامل نہیں۔ **النملة**: اس کی جمع نمل اور انمال استعمال ہوتی ہے۔ اس کے بہت زیادہ متحرک رہنے کی وجہ سے اسے اس نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی مختلف اقسام ہیں، ہر قسم ایک ساتھ ایک بل میں رہتی ہے۔ یہ موسم گرما میں موسم سرما کیلئے خوراک ذخیرہ کر لیتی ہے۔ اردو زبان میں چھوٹی اقسام کو چیونٹی اور بڑی اقسام کو چیونٹا کہا جاتا ہے۔ **النحلة** : نون مفتوح اور حاء ساکن، شہد کی مکھی۔ **الهدهد** : اس کی چونچ طویل اور سر پر تاج ہوتا ہے، اردو زبان میں بھی اس پرندے کو ہدہد ہی کہا جاتا ہے۔ **الصرد** : صاد مضموم اور راء مفتوح، یہ چڑیا سے قدرے بڑا ہوتا ہے، اس کی خوراک حشرات الارض ہے، لیکن یہ چڑیا بھی شکار کر لیتا ہے، اس کا پیٹ سفید، کمر سبز اور سر بڑا ہوتا ہے

تشریح: امام بیہقی اور علامہ ابن دقیق العید نے اس روایت کے رجال کو رجال صحیح قرار دیا ہے۔ امام بیہقی کا کہنا ہے کہ اس مسئلہ میں سب سے زیادہ صحیح روایت یہی ہے۔ اس روایت سے تو اگر چہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ چار اقسام کا قتل مطلق ممنوع ہے، لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انبیاء میں سے کسی ایک نبی نے ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا اور وہاں اسے ایک چیونٹی نے کاٹ لیا اور اس نبی نے اس بل کی تمام چیونٹیوں کو جلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ جلا دی گئیں، اللہ تعالیٰ نے اس نبی کی طرف وحی کی کہ آپ نے فقط اس ایک چیونٹی کو سزا دینے پر اکتفا کیوں نہ کیا۔" اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ چیونٹی کو مطلق قتل کرنا ممنوع نہیں۔

فقہی احکام: مذکورہ بالا چاروں قسم کے جانوروں کا کھانا حرام ہے۔

۱۳۳۰: وَعَنِ ابْنِ أَبِي عَمَّارٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ لِجَابِرٍ الضَّبُعُ صَيْدٌ هِيَ؟ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ قَالَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ نَعَمْ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ الْبُخَارِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ.

ابو داود، کتاب الاطعمة، باب فی اکل الضبع: ۳۸۰۱، الترمذی: ۸۵۹، ۱۸۶۷، النسائی: ۱۹۱/۵، ابن ماجة: ۳۰۸۵، ۳۲۳۶،

احمد: ۲۹۷/۳، ۳۱۸، ۳۲۲، ابن الجارود: ۴۳۸، ابن حبان: ۳۹۶۴، ۳۹۶۵، الحاکم: ۴۵۲/۱

۱۳۳۰: حضرت ابن ابی عمار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ بجو شکار ہے؟ انہوں نے فرمایا، ہاں۔ میں نے عرض کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہا ہے؟ نہوں نے کہا، ہاں۔ (اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے، امام بخاری اور امام ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **الضبع**: ضاد مشدد مفتوح اور باء ساکن، باء کو مضموم پڑھنا بھی درست ہے، یعنی بجو۔ یہ لفظ عموماً مؤنث استعمال ہوتا ہے، لیکن اس کا اطلاق کبھی مذکر پر بھی ہوتا ہے۔ دمیری نے مذکر لفظ ؛ضبعان؛ ذکر کیا ہے اور اس کی مؤنث کو ؛ضبعانة؛ کہتے ہیں، ان کی خوراک چوہے ہیں۔

تشریح: امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا، یہ حدیث صحیح ہے۔ بجو کی حلت و حرمت کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں جو اہل علم اس کی حرمت کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچلی والے تمام درندوں کو حرام قرار دیا ہے، بجو بھی کچلی والا درندہ ہے۔ مذکورہ حدیث اپنی جگہ پر صحیح ہے لیکن اس سے اس حدیث کے خلاف استدلال درست نہیں کیونکہ وہ حدیث عام ہے اور یہ خاص ہے۔ عام کو خاص کے معارض قرار دینا درست نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس کی شاہد ہے۔

فقہی احکام: بجو حلال ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۳۳۱: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْقُنْفُذِ ,فَقَالَ ﴿قُلْ لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ﴾الآية. فَقَالَ شَيْخٌ عِنْدَهُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ "خَبِيثَةٌ مِنَ الْخَبَائِثِ" أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ

ابوداود، کتاب الاطعمة، باب في اكل حشرات الارض: ۳۷۹۹، احمد: ۳۸۱/۲ (۸۹۶۳)، البيهقي: ۳۲۶/۹

۱۳۳۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے خار پشت چوہے کی بابت دریافت کیا گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سنایا ﴿(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) فرما دیجئے جو میری طرف وحی کی گئی ہے میں اس میں کوئی چیز حرام نہیں پاتا۔﴾ ان کے پاس ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا تذکرہ کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خبیث جانوروں میں سے ایک جانور ہے۔" اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

لغوی تحقیق: الـقـنـفـذ: قاف مضموم، نون ساکن اور فاء مضموم، خاردار پشت چوہا۔ یعنی وہ چوہا جس کی پشت پر تیز خار ہوتے ہیں، یہ جب خطرہ محسوس کرتا ہے تو کانٹوں کو پھیلا دیتا ہے اور سکڑ کر گیند کی مثل ہو جاتا ہے۔ اس کی خوراک آلو، بھٹہ، چھوٹے چھوٹے پودوں کی جڑیں اور حشرات الارض ہیں۔ یہ بچے دیتا ہے، اس کی چھوٹی قسم کو خارپشت چوہا اور بڑی قسم کو سیہ یا خارپشت کہتے ہیں۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو چونکہ اس کی بابت کوئی حدیث معلوم نہ تھی، اس لیے انہوں نے سورۃ الانعام کی آیت سے استدلال کرتے ہوئے اسے حلال قرار دیا۔ اس روایت کا مرکزی راوی عیسیٰ بن نمیلہ ہے، موصوف یہ روایت اپنے والد نمیلہ سے نقل کرتا ہے، عیسیٰ ضعیف ہے اور اس کا باپ نمیلہ مجہول ہے۔ اس لیے یہ روایت قابل احتجاج نہیں۔ قنفذ کے بارے میں چونکہ کوئی صحیح حدیث موجود نہیں اس لیے جن علما نے اس کو حلال کہا ہے ان کا موقف راجح ہے کیونکہ ہر جانور کے کھانے میں اباحت ہے جب تک اس کی حرمت کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو، لیکن ہر حلال چیز کو کھانا لازم نہیں۔

۱۳۳۲: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْجَلَّالَةِ وَأَلْبَانِهَا. أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيُّ ,وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ.

ابوداود، كتاب الاطعمة، باب النهي عن اكل الجلالة: ۳۷۸۵ـ۳۷۸۷، الترمذي: ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ابن ماجة: ۳۱۸۹، احمد: ۲۱۹/۲، (۶۰۷۰) الحاكم: ۳۴/۲، البيهقي: ۳۳۲/۹، الدارقطني: ۲۸۳/۴، المعجم الاوسط: ۶۲۲

۱۳۳۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گندگی کھانے والے جانور کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا۔ (اسے نسائی کے علاوہ چاروں نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جو جانور کثرت سے گندگی خور ہیں اس کا گوشت اور دودھ ممنوع ہے، اگرچہ وہ جانور فی نفسہ حلال ہی کیوں نہ ہو، یعنی اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری وغیرہ اگر کثرت سے گندگی کھانا شروع کر دیں تو ان کا گوشت اور دودھ ممنوع ہو جائے گا۔ یہ روایت سند کے اعتبار سے تو زیادہ قوی نہیں لیکن بعض دیگر روایات اس کی مؤید ہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ایک دوسرے طریق سے منقول ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ وہ گندگی کھانے والے اونٹ پر سوار ہونے، اس کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ استعمال کرنے سے منع کرتے تھے۔

اسی مفہوم کی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گندگی خور جانور کا گوشت کھانے اور اس پر سواری کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ایسے جانور کا گوشت کھانا تب درست ہوگا جب اسے چالیس روز تک باندھ کر چارہ دیا جائے۔ حضرت عبداللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ایسے جانور کو تین دن تک باندھ کر رکھا جائے۔

فقہی احکام: گندگی خور جانور کا گوشت کھانا اس کا دودھ پینا اور اس پر سواری کرنا ممنوع ہے۔

۱۳۳۳:وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ فِي قِصَّةِ الْحِمَارِ الْوَحْشِيِّ فَأَكَلَ مِنْهُ النَّبِيُّ ﷺ. مُتفقٌ عَلَيْهِ.

تنبیہ: اس حدیث کی تشریح و تخریج حدیث نمبر ۲۴۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۳۳۳:حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے جنگلی گدھے سے متعلق مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا گوشت کھایا ہے۔(بخاری و مسلم)

۱۳۳۴:وَعَنْ أَسْمَاءِ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما قَالَتْ نَحَرْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَرَساً ,فَأَكَلْنَاهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب النحر والذبح: ۵۵۱۰، مسلم: ۱۹۴۲، النسائی: ۲۲۷/۷ ، ۲۳۱، ابن ماجة: ۳۱۹۰، احمد: ۳۴۵/۶ ، ۳۴۶ ، ۳۵۳، ابن حبان: ۵۲۷۱، عبدالرزاق: ۸۷۳۱، الشافعی: ۱۷۲/۲ ،الدارمی: ۸۷/۲، ابن ابی شیبة: ۲۵۵/۸ ، ۲۵۶ ، ابن الجارود: ۸۸۶، الدارقطنی : ۲۹۰/۴، البیهقی: ۳۲۷/۹

۱۳۳۴:حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نے عہد نبی میں گھوڑا ذبح کر کے کھایا۔(بخاری و مسلم)

۱۳۳۵:وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ أُكِلَ الضَّبُّ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الاطعمة، باب فی الخبز المرقق: ۵۳۸۹ ، ۵۳۹۱، مسلم: ۱۹۴۶ ، ۱۹۴۷، ابوداود: ۳۷۹۳، النسائی: ۱۹۸/۷ ، ۱۹۹ (۴۳۱۸)، احمد: ۲۵۵/۱

تنبیہ: صاحب منجد اور دمیری نے ضب کا جو تعارف کروایا ہے وہ درست نہیں۔

۱۳۳۵:حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے دسترخوان پر سانڈا کھایا گیا۔(بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **الضب**:ضاد مفتوح اور باء مشدد،اس کی جمع ضباب اور اضب آتی ہے۔ **المعجم الوسیط** میں اس کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے کہ اس جانور کی جلد سخت اور کھردری، دم چوڑی اور گرہ دار ہوتی ہے۔ **ابن خالویة** کا کہنا ہے کہ یہ پانی نہیں پیتا، اس کی عمر سات سال ہوتی ہے۔موسوعہ میں ہے کہ یہ گھاس کھاتا ہے اور بہت تیز چلتا ہے۔اردو میں اس جانور کو سانڈا کہتے ہیں، اہل عرب اس کو بہت شوق سے کھاتے ہیں کیونکہ یہ قوت باہ پیدا کرتا ہے، لیکن اس کے تیل کے خواص کے بارے طب کی معروف کتب میں کچھ مذکور نہیں۔

تشریح: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ میمونہ کے گھر آئے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو بھنا ہوا سانڈا بھیجا، وہی بھنا ہوا سانڈا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو پیش کر دیا، آپ ﷺ نے جب اسے تناول فرمانے کیلئے ہاتھ بڑھایا تو وہاں بیٹھی ہوئی ایک خاتون نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو بتلا دو کہ یہ کس چیز کا گوشت ہے، انہوں نے کہا کہ یہ سانڈے کا گوشت ہے۔ یہ سنتے ہی آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ حرام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:" نہیں، لیکن یہ میری قوم کی زمین میں نہیں پایا جاتا۔"حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اٹھا کر کھانا شروع کر دیا۔

فقہی احکام: سانڈے کا گوشت اور تیل وغیرہ حلال ہے۔

۱۳۳۶:وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ الْقُرَشِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ طَبِيباً سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الضِّفْدَعِ يَجْعَلُهَا فِي دَوَاءٍ ,فَنَهَى عَنْ قَتْلِهَا. أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ .

ابوداود، کتاب الطب، باب فی الادویة المکروهة: ۳۸۷۱، النسائی: ۲۱۰/۷، احمد: ۴۵۳/۳ ، ۴۹۹، الحاکم: ۴۱۰/۴ ، ۴۱۱،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

البیهقی: ۲۵۸/۹، عبدالرزاق: ۸۴۱۸، المعجم الاوسط: ۳۷۲۸، ابن ابی شیبة، کتاب الطب، باب فی الضفدع یتد وی بلحمه: ۴۶۴/۵

تنبیہ: (۱) راقم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو حوالے سے جو شاہد روایت نقل کی ہے، مصنف عبدالرزاق میں یہ روایت؛ زرارة عن ابن ابی نعیم عن عبدالله بن عمر ؛ ہے اور المعجم الاوسط میں یہ روایت؛ قتادہ عن زرارة عن عبدالله بن عمرو ؛ ہے۔ ابن ابی شیبہ میں؛ شعبه عن زرارة عن ابی الحکم البجلی عن عبدالله بن عمرو ہے۔ (۲) صاحب توضح الاحکام نے یہ روایت عبداللہ بن عمر کے حوالے سے درج کی ہے۔ جناب الاعظمی صاحب نے تعلیق عبدالرزاق میں عبداللہ بن عمرو کو راجح ہونے کا عندیہ دیا ہے۔ (۳) بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں؛ اخرجه ابوداؤد و النسائی ؛ مذکور ہے۔

۱۳۳۶: حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان قرشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک حکیم نے رسول اللہ ﷺ سے مینڈک کو دوا میں استعمال کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے مینڈک مارنے سے منع فرمادیا۔ (اسے احمد نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: الضفدع: ضاد مکسور اور فاء ساکن، مینڈک۔

تشریح: مینڈک مارنے سے متعلق جتنی بھی روایات منقول ہیں ان سب میں یہی روایت قوی ہے۔ اس کی ایک شاہد روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مینڈک کو مت قتل کرو، کیونکہ اس کی آواز تسبیح ہے۔" اس حدیث کو امام بیہقی نے حسن اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے۔ بعض سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ مینڈک دھان کی فصل خراب کرنے والے جراثیم کھاتا ہے، جس کی وجہ سے دھان کی فصل بہتر پیداوار دیتی ہے۔ دمیری کا کہنا ہے کہ مینڈک کا گوشت کھانے سے خونی پیچش آنے شروع ہو جاتے ہیں، رنگت تبدیل ہونا شروع ہو جاتی ہے اور ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے۔

فقہی احکام: مینڈک حرام ہے، اسے مارنا یا دوا میں استعمال کرنا ممنوع ہے۔

۲۔ بَابُ الصَّيْدِ وَ الذَّبَائِحِ شکار اور ذبح کے مسائل

۱۳۳۷: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "مَنِ اتَّخَذَ كَلْباً, إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ, أَوْ صَيْدٍ, أَوْ زَرْعٍ, اِنْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحرث والمزارعة، باب اقتناء الکلب للحرث: ۲۳۲۲، مسلم: ۱۵۷۵، ابوداود: ۲۸۴۴، الترمذی: ۱۵۳۳، النسائی: ۱۸۸/۷، ۱۸۹، ابن ماجة: ۳۲۰۴، احمد: ۲۶۷/۲، المعجم الاوسط: ۱۵۶۹، ۲۸۰۸، ۸۵۲۸

۱۳۳۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے مویشیوں کی حفاظت، شکار کرنے یا زراعت کی دیکھ بھال کرنے کے علاوہ کتا رکھا، اس کے ثواب میں سے ہر روز ایک قیراط کم کر دیا جائے گا۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: الصید: یہ مصدر ہے لیکن بمعنی مفعول مستعمل ہے، یعنی شکار۔ الماشية: اس کا اکثر اطلاق بھیڑ، بکریوں کیلئے ہوتا ہے لیکن اونٹ اور گائے کیلئے بھی مستعمل ہے۔ القیراط: یہ اوزان کے پیمانوں میں سے ایک پیمانہ ہے، مختلف ادوار میں اس کا وزن مختلف رہا ہے، یہاں اس سے مراد کتنا وزن ہے؟ اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ الکلب: دمیری کا کہنا ہے کہ کتے کا شمار نہ تو مکمل طور پر درندوں میں ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ درندہ ہوتا تو انسانوں سے مانوس نہ ہوتا اور نہ اس کا شمار بہائم میں ہے کیونکہ اگر یہ بہائم میں ہوتا تو گوشت نہ کھاتا۔

تشریح: اس مفہوم کی احادیث حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں، قطع نظر اس کے کتا درندہ ہے یا نہیں، لیکن یہ ایک نہایت ناپاک جانور ہے۔ جس برتن میں یہ منہ ڈال دے وہ برتن مٹی سے صاف کرنے اور سات بار سے کم دھونے سے پاک نہیں ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نیز اس کے لعاب میں ایسے خطرناک جراثیم پائے جاتے ہیں جو انسانوں کے بدن میں داخل ہو کر بہت سے امراض پیدا کر دیتے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) شوقیہ کتا پالنا سخت ممنوع ہے۔ (۲) جس گھر میں کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (۳) اس کے ثواب سے ایک قیراط روز کم کر دیا جاتا ہے۔ (۴) مویشی اور کھیتی کی دیکھ بھال کیلئے کتا رکھا جا سکتا ہے۔ (۵) شکار کیلئے بھی کتا رکھا جا سکتا ہے۔

۱۳۳۸: وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ, فَإِنْ أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَأَدْرَكْتَهُ حَيًّا فَاذْبَحْهُ, وَإِنْ أَدْرَكْتَهُ قَدْ قَتَلَ وَلَمْ يُؤْكَلْ مِنْهُ فَكُلْهُ, وَإِنْ وَجَدْتَ مَعَ كَلْبِكَ كَلْبًا غَيْرَهُ وَقَدْ قَتَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَيُّهُمَا قَتَلَهُ, وَإِنْ رَمَيْتَ سَهْمَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ, فَإِنْ غَابَ عَنْكَ يَوْماً, فَلَمْ تَجِدْ فِيهِ إِلَّا أَثَرَ سَهْمِكَ, فَكُلْ إِنْ شِئْتَ, وَإِنْ وَجَدْتَهُ غَرِيقاً فِي الْمَاءِ, فَلَا تَأْكُلْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ, وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب التسمیة علی الصید: ۵۴۷۵۔۵۴۷۷، مسلم: ۱۹۲۹، ابوداود: ۲۸۴۷، ۲۸۵۱، الترمذی: ۱۵۰۵، ۱۵۰۷، ۱۵۱۲، النسائی: ۷/۱۷۹، ۱۸۰، ابن ماجة: ۳۲۱۵، احمد: ۴/۲۵۶، ابن الجارود: ۹۱۴، ۹۱۵، البیہقی: ۹/۲۳۵، ۹/۲۳۷

۱۳۳۸: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم اپنا کتا شکار کیلئے چھوڑو تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چھوڑو، اگر وہ تمہارے لیے شکار کو روک لے اور تم شکار زندہ پکڑ لو تو شکار کو ذبح کر لو۔ اگر آپ کے پکڑنے سے پہلے شکار مر جائے لیکن اس نے شکار کو کھایا نہ ہو تو شکار کھا لو، اور اگر تم تمہارے چھوڑے ہوئے کتے کے ساتھ کوئی اور کتا مل جائے اور شکار مر جائے تو پھر اسے مت کھاؤ، کیونکہ معلوم نہیں کہ اسے کس کتے نے شکار کیا ہے اور اگر تم تیر پھینکو تو اللہ تعالیٰ کا نام لیکر پھینکو اور اگر شکار ایک دن تک غائب رہے پھر تجھے اس میں تیرے تیر کے نشان کے علاوہ کوئی اور نشان نظر نہ آئے تو تم اسے کھانا چاہو تو کھا سکتے ہو۔ اگر تم شکار کو پانی میں ڈوبا ہوا پاؤ تو پھر مت کھاؤ۔" بخاری و مسلم، یہ الفاظ مسلم کے ہیں

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں شکار کرنے کے زریں اصول بیان کئے گئے ہیں (۱) کتے کو شکار کرنے کی تعلیم اس طرح دی گئی ہو کہ جب اسے چھوڑا جائے تو وہ شکار کا پیچھا کرنے لگے، جب اسے ڈانٹ پلائی جائے تو رُک جائے، جب شکار پکڑ لے تو اپنے مالک کیلئے روک لے۔ (۲) اسے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چھوڑا جائے۔ (۳) اگر شکار زندہ ہاتھ آجائے تو اسے ذبح کر لیا جائے۔ (۴) اگر ہاتھ میں آنے سے قبل مر جائے بشرطیکہ کتے نے اسے کھانے کیلئے چیر پھاڑ نہ کیا ہو تو اسے کھایا جا سکتا ہے۔ (۵) تیر چلاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ (۶) شکار اسی روز یا ایک روز بعد تک مل جائے اور اس میں اس تیر کے نشان کے علاوہ کوئی اور نشان نہ ہو تو اس تیر کے نشان کو ہی ذبح تصور کرتے ہوئے اسے کھا لیا جائے بشرطیکہ طبیعت کھانے پر راغب ہو۔ (۷) اگر تیر سے زخمی جانور پانی میں جا گرے اور ڈوب کر مر جائے تو اسے مردہ تصور کیا جائے۔

۱۳۳۹: وَعَنْ عَدِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ "إِذَا أَصَبْتَ بِحَدِّهِ فَكُلْ, وَإِذَا أَصَبْتَ بِعَرْضِهِ, فَقَتَلَ, فَإِنَّهُ وَقِيذٌ, فَلَا تَأْكُلْ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج سابقہ حدیث کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

تنبیہ: یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی انھیں الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

۱۳۳۹: حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شکار کی بابت سوال کیا جس کو تیز دھار لکڑی سے مارا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر وہ دھار کی جانب سے شکار ہوا تو کھا لے اور اگر چوڑائی کی جانب سے مارا جائے تو مت کھاؤ کیونکہ وہ چوٹ سے مرا ہوا ہے۔" (البخاری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق: المعراض: میم مکسور اور عین ساکن، ایسی لاٹھی جس کی ایک جانب تیز ہو۔ حده: تیز دھار۔ عرضه: عین مفتوح اور راء ساکن، چوڑائی کی جانب والا حصہ۔ وقیذ: چوٹ سے مرا ہوا۔

فقہی احکام: کند تیز، لاٹھی اور گولی سے شکار مر جائے تو وہ حرام ہے، تیز دھار تیر کو اگر بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا گیا ہو اور اس سے شکار مر جائے تو اسے ذبح تصور کیا جائے گا۔

۱۳۴۰: وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ" إِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَغَابَ عَنْكَ فَأَدْرَكْتَهُ فَكُلْهُ ,مَا لَمْ يُنْتِنْ "أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب اذا غاب عنه الصید ثم وجده: ۱۹۳۱، ابوداود: ۲۸۶۱، النسائی: ۱۹۳/۷، احمد: ۱۹۴/۴

۱۳۴۰: حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم اپنا تیر پھینکو اور تمہارا شکار تم سے غائب ہو جائے پھر تم اسے پالو تو کھالو بشرطیکہ اس میں بدبو پیدا نہ ہوئی ہو۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: لم ینتن: علامت مضارع کو مضموم اور مفتوح دونوں طرح پڑھنا درست ہے اور تا مکسور ہے، اس میں بدبو پیدا نہ ہوئی ہو۔

فقہی احکام: ماکولات و مشروبات میں اگر تعفن پیدا ہو جائے تو ان کا کھانا ممنوع ہے۔

۱۳۴۱: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ قَوْمًا قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِاللَّحْمِ ,لَا نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا؟ فَقَالَ " سَمُّوا اللَّهَ عَلَيْهِ أَنْتُمْ ,وَكُلُوهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

بخاری، کتاب الذبائح و الصید، باب ذبیحة الاعراب......: ۵۵۰۷، ابوداود: ۲۸۲۹، النسائی: ۲۳۷/۷، ابن ماجة: ۳۱۷۴، ابن الجارود: ۸۸۱، البیهقی: ۲۳۹/۹

۱۳۴۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے پاس کچھ لوگ گوشت لیکر آتے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی ہے یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "بسم اللہ پڑھ کر کھالو۔" (بخاری)

فقہی احکام: (۱) شک سے اجتناب کرنا چاہیے اور ہر چیز کو کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔ (۲) مسلمان اگر بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کا ذبیحہ تب بھی حلال ہے۔ (۳) عمداً بسم اللہ چھوڑنے والے کا ذبیحہ حلال نہیں۔

۱۳۴۲: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ ,وَقَالَ "إِنَّهَا لَا تَصِيدُ صَيْدًا ,وَلَا تَنْكَأُ عَدُوًّا ,وَلَكِنَّهَا تَكْسِرُ السِّنَّ ,وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الخذف و البندقة: ۵۴۷۹، مسلم: ۱۹۵۴، النسائی: ۴۷/۸، ۲۳۹، ابن ماجة: ۳۲۲۶، ۳۲۲۷، احمد: ۵۴/۵، ابن حبان: ۵۹۴۹، الدارمی: ۱۱۷/۱، الطیالسی: ۹۱۴، ۹۱۹، الحاکم: ۲۸۳/۴، المعجم الاوسط: ۳۳۸۱، ۵۸۳۳، ۶۰۷۴

۱۳۴۲: حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں پھینکنے سے روکا اور فرمایا: "یہ کنکری نہ تو شکار کر سکتی ہے اور نہ دشمن کو بھگا سکتی ہے، لیکن یہ دانت توڑ سکتی ہے آنکھ پھوڑ سکتی ہے۔" (بخاری و مسلم اور مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

لغوی تحقیق: الخذف: خاء مفتوح اور ذال ساکن، دو انگلیوں یا انگشت شہادت اور انگوٹھے کے مابین کنکری رکھ کر پھینکنا۔ انها "ها" کا مرجع "الخذف" ہے، ضمیر مؤنث اس لیے لائی گئی ہے کہ "الخذف" نام ہے کنکری مارنے کے عمل کا اور کنکری کو عربی میں "حصاة" کہتے ہیں اور یہ مؤنث ہے، ایک روایت میں "انه" ہے، اس صورت میں لفظ "الخذف" کا لحاظ رکھا گیا ہے، کیونکہ یہ لفظ مذکر ہے۔ اسی مناسبت سے اس روایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بعد کی ضمیریں بھی مذکر لائی گئیں ہیں۔ اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایسا کرتے ہوئے دیکھ کر اسے منع کیا اور اسے آپ ﷺ کی حدیث سنائی، لیکن وہ آدمی باز نہ آیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تم سے کلام نہیں کروں گا۔

لا تنکأ: علامت مضارع مفتوح، نون ساکن اور کاف مفتوح، وہ کنکر دشمن کو زخمی نہیں کرسکتی۔ **تفقأ:** علامت مضارع مفتوح، فاء ساکن اور قاف مفتوح، پھوڑ سکتی ہے۔

تشریح: بیکار بیٹھے چھوٹی چھوٹی کنکریاں ادھر ادھر پھینکتے رہنا، نہایت قبیح عمل ہے، کیونکہ اس عمل کے ذریعے کسی مسلمان بھائی کا چہرہ زخمی ہو سکتا ہے، آنکھ ضائع سکتی ہے اور دانت ٹوٹ سکتا ہے۔ اس قسم کا عبث کام عموماً بچے کرتے ہیں کہ گھروں میں دیواروں، چھتوں اور گھروں میں لگے ہوئے درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے کو غلیل کے ذریعے پتھر مارتے ہیں، یہ پتھر اگر انسانوں کو لگ جائے تو اچھا خاصہ زخمی کر دیتا ہے اور پرندوں کو لگ جائے تو پرندوں کو جان سے مار دیتا ہے۔ پرندوں کو جان سے مار دینا قابل مؤاخذہ عمل ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے چڑیا ناحق قتل کی، قیامت کے روز اس کی جواب طلبی ہوگی" آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ چڑیا کو قتل کرنے کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے ذبح کرنا۔" ظاہر ہے غلیل وغیرہ کے ساتھ شکار کرنے سے چڑیا اکثر مر جاتی ہے، اس لیے غلیل سے شکار کرنا درست نہیں، والدین اور انتظامیہ کا فرض ہے کہ ایسے بچوں کی سرزنش کریں۔

فقہی احکام: (۱) ہاتھوں یا غلیل کے ذریعے کنکریاں پھینکنا درست نہیں۔ (۲) جانوروں کا شکار محض تفریح طبع کیلئے کرنا قابل مؤاخذہ جرم ہے۔ (۳) حدیث رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے سے معاشرتی و معاشی بائیکاٹ کیا جائے۔

۱۳۴۳: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ "لَا تَتَّخِذُوا شَيْئًا فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الصيد و الذبائح، باب النهى عن صبر البهائم: ۱۹۵۶، ۱۹۵۷، الترمذی: ۱۵۱۸، النسائی: ۲۳۸/۷، ۲۳۹، ابن ماجة: ۳۱۸۷، احمد: ۲۸۰/۱، ابن حبان: ۵۶۰۸، ۵۶۰۹

۱۳۴۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کسی ذی روح چیز پر نشانہ بازی مت سیکھو۔"

لغوی تحقیق: غرضا: غین اور راء مفتوح، اس کے لفظی معنی ہدف کے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد کسی زندہ جانور کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کرنا ہے

تشریح: اسلام جس طرح انسانوں میں انسانوں کیلئے ہمدردی کے جذبات پیدا کرتا ہے، اس طرح حیوانوں کے ساتھ بھی ہمدوری کا درس دیتا ہے۔ کسی جاندار کو باندھ کر اسے نشانہ پختہ کرنے کا ذریعہ بنانا نہایت سفاکانہ عمل ہے، اس لیے رحمت عالم ﷺ نے اس عمل کی ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) جانوروں کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کرنا حرام ہے۔ (۲) جانور کو باندھ کر اسے اس کے کسی جرم کی سزا دینا ممنوع ہے۔

۱۳۴۴: وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ, فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ, فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

البخاری، كتاب الذبائح والصيد، باب ذبيحة المرأة والامة: ۵۵۰۴، ابن ماجة: ۳۱۸۲، احمد: ۴۵۴/۳، المؤطا: ۴۸۹/۲

۱۳۴۴: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے پتھر سے بکری ذبح کر دی۔ آپ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے کھانے کا حکم فرمایا۔ (البخاری)

تشریح: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہماری بکریاں پہاڑ پر چر رہی تھیں، ہماری ایک لونڈی نے دیکھا کہ ایک بکری قریب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

المرگ ہے، اس نے ایک پتھر توڑا اور اس تیز دھار پتھر سے وہ بکری ذبح کر دی۔

فقہی احکام: (۱) کسی تیز دھار چیز سے ذبح کیا جاسکتا ہے۔ (۲) عورت کا ذبیحہ حلال ہے۔
(۳) قریب المرگ جانور کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھایا جاسکتا ہے۔

۱۳۴۵: وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "مَا أَنْهَرَ الدَّمَ ,وَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ ,فَكُلْ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ ; أَمَّا السِّنُّ; فَعَظْمٌ; وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب ذبیحۃ المرأۃ والامۃ: ۵۵۰۳ ، باب ماندَّ من البھائم......: ۵۵۰۹، مسلم: ۱۹۶۸ ، ابوداود: ۲۸۲۱ ، الترمذی: ۱۵۴۰ ، النسائی: ۲۲۶/۷ ، ابن ماجۃ: ۳۱۳۷ ، احمد: ۱۴۰/۴ ، ابن حبان: ۵۸۸۶ ، الطیالسی: ۹۶۳ ، عبدالرزاق: ۸۴۸۱ ، الحمیدی: ۴۱۱ ، الدارمی: ۸۴/۲ ، الطبرانی: ۴۳۹۴ ، ابن ابی شیبۃ: ۳۸۷/۵ ، ابن الجارود: ۸۹۵ ، البیھقی: ۲۴۶/۹

۱۳۴۵: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا": جو چیز خون بہادے اور اس پر بسم اللہ پڑھی گئی ہو، وہ کھالو، لیکن وہ چیز ناخن یا دانت نہ ہو، دانت اس لیے نہیں کہ وہ ہڈی ہے اور ناخن اس لیے نہیں کہ وہ حبشیوں کی چھری ہے۔" بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: ما: شرطیہ یا موصولہ ہے۔ انھر: فعل ماضی معروف ہے، یعنی جو چیز کثرت سے خون بہادے۔ لیس: فعل ماضی ہے اور اس کا شمار ؛کان؛ کے کنبہ سے ہوتا ہے، لیکن یہاں یہ بمعنی "الا" استعمال ہوا ہے۔ السن: یہ لیس کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، یعنی دانت۔ الظفر: یہ لیس کی خبر کا معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس کی جمع اظافر اور اظافیر آتی ہے یعنی ناخن۔ مدی: میم مضموم، یہ مدیۃ کی جمع ہے، چھری۔ الحبشۃ: یہ علاقہ افریقہ کے شمال مشرق میں واقع ہے، عصر حاضر میں اسے ایتھوپیا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس کا دارالخلافہ "ادلیس ابابا" ہے۔ اس کے شمال میں ارٹیریا، مشرق اور جنوب میں صومالیہ اور مغرب میں سوڈان ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ استدلال لینا کہ بندوق اور پتھر کی چوٹ سے بھی خون بہہ نکلتا ہے، اس لیے بندوق اور غلیل سے مرا ہوا وہ شکار بھی جائز ہے جس کا خون بہہ چکا ہو۔ درست نہیں، کیونکہ حدیث کا سیاق یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہاں اس سے مراد شکار کرنا نہیں بلکہ ذبح کرنا ہے ،ذبح کیلئے کوئی بھی تیز دھار آلہ استعمال کیا جاسکتا ہے،، ماسوا ناخن اور دانت کے، ناخن اور دانت خواہ منہ اور ہاتھ کے ساتھ ملصق ہوں یا الگ ہوں۔ پھر یہ کسی انسان کے ہوں یا کسی اور مخلوق کے، کسی بھی حال میں ان سے ذبیحہ حلال نہیں۔

فقہی احکام: (۱) ناخن اور دانت کے ذریعے ذبح کرنا درست نہیں خواہ ناخن اور دانت کتنے بھی تیز کیوں نہ ہوں۔ (۲) بھاگتے ہوئے جانور کو بسم اللہ پڑھ کر تیر وغیرہ مارنے سے اس جانور کے جسم کا کوئی سا حصہ زخمی ہو جائے اور اس زخم سے خون بہنے کی وجہ سے وہ مر جائے تو اس کا کھانا حلال ہے۔ بندوق کا بولٹ اگر تیز نوکدار ہو تو اس کا شکار بھی حلال ہے۔

۱۳۴۶: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُقْتَلَ شَيْءٌ مِنَ الدَّوَابِّ صَبْرًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب النھی عن صبر البھائم: ۱۹۵۹ ، صحیح بخاری: ۵۵۱۳، ۵۵۱۴، ابن ماجۃ: ۳۱۸۸، احمد: ۳۱۸/۳ ، ۳۲۲ ، ۳۳۹، البیھقی: ۳۳۴/۹

۱۳۴۶: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

تشریح: یہاں باندھ کر قتل کرنے سے مراد، انہیں باندھ کر نشانہ بازی کرنا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث کو باہمی ملانے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے۔ جہاں تک جانور کو ذبح کرنے کیلئے باندھنا ہے تا کہ اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

آسانی سے ذبح کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

فقہی احکام: جانور کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کرنا حرام ہے۔

۱۳۴۷: وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ, فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ, وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ, وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ, وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الامر باحسان الذبح والقتل: ۱۹۵۵، ابوداود: ۲۸۱۵، الترمذی: ۱۴۴۲، النسائی: ۷/۲۲۷، ابن ماجۃ: ۳۱۷۰، احمد: ۴/۱۲۳، ۱۲۴، ابن الجارود: ۸۹۹، البیھقی: ۸/۶۰، ابن حبان: ۵۸۸۳، ۵۸۸۴

۱۳۴۷: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر نرمی کرنا فرض کیا ہے، جب تم کسی دشمن یا مجرم کو قتل کرو تو اسے بے دردی سے قتل مت کرو، جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، آپ میں سے ہر ایک شخص کو چھری وغیرہ اچھی طرح تیز کر لینی چاہیے اور آرام سے ذبح کرنا چاہیے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: الاحسان: یہ لفظ بمعنی عمدہ عمل اور بمعنی انعام مستعمل ہے۔ یہاں اس لفظ میں دونوں معانی مقصود ہیں، یعنی ذبح کرتے وقت اسلامی طریقہ ملحوظ رکھا جائے، اس سے مذبوحہ کو راحت میسر آئے گی اور یہ راحت ذبح کرنے والے کی طرف سے مذبوحہ کے لیے انعام ہوگا۔ القتلۃ: قاف مکسور اور تاء ساکن، یہ ذبیحہ کا ہم وزن اور اس کا مترادف ہے۔ یحد: علامت مضارع مضموم، حاء مکسور اور دال مشدد، تیز کرنا۔ شفرتہ: شین مفتوح اور فاء ساکن، چوڑی چھری۔ ولیرح: یہ لام امر کی وجہ سے مجزوم ہے، اسے آرام پہنچاؤ۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جانور کو گرانے سے قبل چھری وغیرہ اچھی طرح تیز کر لی جائے اور ذبح کرتے وقت تیزی سے چھری جانور کے حلق پر چلائی جائے تاکہ اس کی شہ رگ آسانی سے کٹ جائے، **شہ رگ کاٹنے کے بعد جب خون بہنا بند ہو جائے اور وہ اچھی طرح ٹھنڈا ہو جائے تب حرام مغز (spinal cord) کو کاٹا جائے اور کھال اتارنے کا آغاز کیا جائے۔** ایک حدیث میں ہے کہ چھری جانور کے سامنے تیز نہ کی جائے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک جانور کے سامنے دوسرا جانور ذبح نہ کیا جائے۔

۱۳۴۸: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ" رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابن حبان، کتاب الذبائح، باب ذکر البیان بان الجنین اذا ذکیت امہ حل اکلہ: ۵۸۸۹، احمد: ۳/۳۱، ۳۹، ابوداود: ۲۸۲۷، ۲۸۲۸، الترمذی: ۱۴۷۶، ابن ماجۃ: ۳۱۹۹، ابن الجارود: ۹۰۰، الدارقطنی: ۴/۲۷۳، ۲۷۴، البیھقی: ۹/۳۳۵، عبدالرزاق: ۸۶۵۰، ابو یعلیٰ: ۹۹۲، بیان الوھم والایھام: ۹۴۵، ۱۳۷۳، ۱۸۶۰

۱۳۴۸: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ماں کو ذبح کرنے سے اس کے پیٹ والا بچہ بھی ذبح تصور ہوگا۔" (اسے احمد نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: ذکاۃ الجنین: یہ مبتداء ہے اور مابعد اس کی خبر ہے۔ ذکاۃ: کے لفظی معنی کسی عمل کے مکمل ہونے کے ہیں، یہاں اس سے مراد عمل ذبح ہے۔ الجنین: اس کے لغوی معنی پوشیدہ کے ہیں، یہاں اس سے مراد وہ بچہ ہے جو جانور کے پیٹ میں ہو۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے منقول ہے۔ بعض طرق ضعیف اور بعض حسن ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس کی شاہد بھی ہے۔ اس شاہد روایت کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ امام ابن دقیق العید، امام ابن قطان اور امام عراقی نے جمیع طرق کے پیش نظر اسے صحیح کہا ہے۔ اس حدیث سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ واضح ہوا کہ حاملہ مذبوحہ جانور کے پیٹ سے اگر مردہ بچہ نکلا تو اسے ذبح تصور کیا جائے گا، لیکن اگر بچہ زندہ نکلا تو پھر ماں کا ذبح اس کیلئے کافی نہ ہو گا، چنانچہ وہ بچہ اگر چند سانس لینے کے بعد مر گیا تو اس کا کھانا درست نہیں ہوگا۔

۱۳۴۹: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "اَلْمُسْلِمُ يَكْفِيهِ اِسْمُهُ, فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يُسَمِّيَ حِينَ يَذْبَحُ, فَلْيُسَمِّ, ثُمَّ لِيَأْكُلْ" أَخْرَجَهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ, وَفِي إِسْنَادِهِ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ سِنَانٍ, وَهُوَ صَدُوقٌ ضَعِيفُ اَلْحِفْظِ وَأَخْرَجَهُ عَبْدُ اَلرَّزَّاقِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ, مَوْقُوفًا عَلَيْهِ.

الد ارقطنی، باب الصید والذ بائح: ۲۹۶/۴، البیہقی: ۲۳۹/۹، عبدالرزاق: ۸۵۳۸، الاحکام الوسطی: ۱۰۴/۷، بیان الوھم والایھام: ۵۸۰/۳

۱۳۴۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان کو اس کا نام ہی کافی ہے، اگر وہ ذبح کرتے وقت اس کا نام لینا بھول جائے تو بسم اللہ پڑھ لے۔" (اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں محمد بن یزید بن سنان ہے اور وہ صدوق ہے، لیکن اس کا حافظہ کمزور ہے۔ اور عبدالرزاق نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تک موقوف روایت صحیح سند سے نقل کی ہے۔)

تشریح: یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع اور موقوف ہر دو طرح سے منقول ہے۔ مرفوع روایت محمد بن یزید بن سنان اور معقل بن عبیداللہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ محمد بن یزید بن سنان اگرچہ صدوق ہیں لیکن اس کی قوت یادداشت اچھی نہیں اور معقل بن عبیداللہ اگرچہ رجال مسلم میں سے ہیں، لیکن اس نے اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں غلطی کی ہے اور اس سے خطا کا صدور اور مقامات پر بھی ہوا ہے۔ تاہم ابن سکن اور ابن قطان نے اس روایت پر صحت کا حکم لگایا ہے اور عبدالحق نے اسے ضعیف کہا ہے۔ موقوف طریق صحیح ہے، یہ روایت اگرچہ سنداً موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے کیونکہ صحابی اپنی رائے سے حلت وحرمت کا فتویٰ نہیں دیتے تھے۔

فقہی احکام: (۱) ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ (۲) مسلمان اگر ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو بھی اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ (۳) کھانا کھانے کے آغاز میں بھی ضرور پڑھی جائے۔

۱۳۵۰: وَلَهُ شَاهِدٌ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ فِي مَرَاسِيلِهِ بِلَفْظِ "ذَبِيحَةُ اَلْمُسْلِمِ حَلَالٌ, ذَكَرَ اِسْمَ اَللَّهِ عَلَيْهَا أَوْ لَمْ يَذْكُرْ" وَرِجَالُهُ مُوَثَّقُونَ

مراسیل ابی داؤد: ۳۴۱، نصب الرایۃ: ۱۸۲/۴، ۱۸۳

۱۳۵۰: امام ابوداؤد نے اس کی شاہد روایت المراسیل میں ان الفاظ سے نقل کی ہے کہ "ہر مسلم کا ذبیحہ حلال ہے، خواہ اس نے بسم اللہ پڑھی یا نہیں پڑھی۔" اس کے رواۃ کی توثیق بیان کی گئی ہے۔

تشریح: اس روایت کے رواۃ اگرچہ ثقہ ہیں تاہم یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے متکلم فیہ ہے، لیکن سابقہ روایت کی تقویت کا ذریعہ ضرور ہے

۳۔ بَابُ الْأَضَاحِيِّ — قربانی کے مسائل

۱۳۵۱: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ, أَقْرَنَيْنِ, وَيُسَمِّي, وَيُكَبِّرُ, وَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا. وَفِي لَفْظٍ, ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي لَفْظٍ, سَمِينَيْنِ. وَلِأَبِي عَوَانَةَ فِي صَحِيحِهِ, ثَمِينَيْنِ بِالْمُثَلَّثَةِ بَدَلَ اَلسِّينِ. وَفِي لَفْظٍ لِمُسْلِمٍ, وَيَقُولُ بِسْمِ اَللَّهِ وَاَللَّهُ أَكْبَرُ.

البخاری، کتاب الاضاحی، باب التکبیر عندالذ بح: ۵۵۶۵، مسلم: ۱۹۶۶، ابوداود: ۲۷۹۴، الترمذی: ۱۴۹۴، النسائی: ۲۲۰/۷،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن ماجة: ۳۱۲۰، ۳۱۵۵، احمد: ۱۱۵/۳ ، ۱۷۰ ، ۱۸۳ ، ۲۲۲، الدارمی: ۱۹۴۵ ، ابن الجارود: ۹۰۲ ، ۹۰۹، ابن حبان: ۵۹۰۰، الدارقطنی : ۲۸۵/۴، البیهقی: ۲۵۹/۹

۱۳۵۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چت کبرے، سینگوں والے مینڈھے ذبح کیے اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ و اللہ اکبر کہا اور ان کے پہلوؤں پر اپنا قدم مبارک رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان دونوں کو اپنے دست مبارک سے ذبح فرمایا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ وہ دونوں موٹے تازے تھے۔ صحیح ابوعوانہ میں ثمینین (دونوں قیمتی تھے) سین کی جگہ ثاء ہے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ واللہ اکبر پڑھتے۔

لغوی تحقیق: الاضاحی: یاء مشدد، یہ اضحیۃ کی جمع ہے، ہمزہ کو مفتوح اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے۔ ضحیۃ بھی مستعمل ہے اور اس کی جمع ضحایا آتی ہے۔ کبشین: کاف مفتوح اور باء ساکن، یہ کبش کا تثنیہ ہے، دو مینڈھے۔ املحین: یہ املح کا تثنیہ ہے جن کی سفیدی سیاہی سے زیادہ ہو۔ اقرنین: یہ قرن کا تثنیہ ہے، دو سینگ۔ صفاحھما: یہ صفحۃ کی جمع ہے۔ اس کے لفظی معنی پہلو کے ہیں، یہاں اس سے مراد گردن ہے۔ سمینین: یہ سمین کا تثنیہ ہے، موٹے تازے۔ ثمینین: یہ ثمین کا تثنیہ ہے، قیمتی۔

فقہی احکام: (۱) سینگوں والا مینڈھا قربان کرنا افضل ہے۔ (۲) قربانی کا جانور موٹا تازہ ہو تو بہتر ہے۔ (۳) قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے تاہم کسی دوسرے سے بھی ذبح کروایا جا سکتا ہے۔ (۴) قربانی کرتے وقت جانور کی گردن پر پاؤں رکھ لینا چاہیے۔ (۵) قربانی کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پڑھنا مسنون ہے۔

۱۳۵۲: وَلَهُ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ ﷺ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَأُ فِي سَوَادٍ ,وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ ,وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ ; لِيُضَحِّيَ بِهِ , فَقَالَ "اِشْحَذِي الْمُدْيَةَ" ثُمَّ أَخَذَهَا فَأَضْجَعَهُ ثُمَّ ذَبَحَهُ وَقَالَ "بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ"

مسلم، کتاب الاضاحی، باب استحباب الضحیة وذبحها مباشرة بلا توکیل و التسمیة و التکبیر: ۱۹۶۷، ابوداود: ۲۷۹۲، احمد: ۷۸/۶

۱۳۵۲: امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والا ایسا مینڈھا لانے کا حکم دیا جس کی ٹانگیں، پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں، چنانچہ ویسا ہی لایا گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قربان کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "چھری تیز کرو۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھری لی، اسے لٹایا، پھر اسے ذبح کرتے وقت فرمایا: "اللہ کے نام سے، اے اللہ! قبول فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کی طرف سے۔"

لغوی تحقیق: یطأ فی سواد: سیاہی میں چلتا ہو، یعنی اس کی ٹانگیں سیاہ ہوں۔ یبرک فی سواد: سیاہی میں بیٹھتا ہو، یعنی اس کا پیٹ سیاہ ہو۔ ینظر فی سواد: سیاہی میں دیکھتا ہو، یعنی اس کی دونوں آنکھوں کے حلقے سیاہ ہوں۔ المدیة: میم مضموم اور دال ساکن، چوڑی چھری۔ اشحذیھا: اسے تیز کرو۔

تشریح: قربانی کے مشروع ہونے میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے، البتہ اس بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں کہ یہ واجب ہے یا سنت مؤکدہ؟ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ واجب ہے اور اکثر علما اسے سنت مؤکدہ کہتے ہیں۔ ایک کنبہ کی طرف سے ایک اونٹ کرنا افضل قربانی ہے، اس کے بعد گائے، پھر مینڈھا اور بکرا ہے۔

فقہی احکام: (۱) سیاہ ٹانگوں، سیاہ پیٹ اور سیاہ آنکھوں والا مینڈھا قربان کرنا مستحسن ہے۔ (۲) قربانی کا جانور خوبصورت اور موٹا تازہ ہونا چاہیے۔ (۳) قربانی کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پڑھنا ضروری ہے، پھر یہ کہنا چاہیے کہ اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے اور میرے اہل کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف سے قبول فرما۔اس کے بعد ذبح کرنا چاہیے۔(۴) قربانی میت کی طرف سے بھی کی جا سکتی ہے، تاہم میت کی طرف سے کوئی اور صدقہ کرنا افضل ہے۔

۱۳۵۳:وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ ,فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَابْنُ مَاجَه ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ ,لَكِنْ رَجَّحَ الْأَئِمَّةُ غَيْرُهُ وَقْفَهُ.

ابن ماجة، ابواب الاضاحی، باب الاضاحی واجبة هی ام لا: ۳۱۲۳، احمد: ۳۲۱/۲، الحاکم: ۲۳۱/۴ ، ۲۳۲، الدارقطنی: ۲۷۷/۴، البیهقی: ۲۶۰/۹ (۱۹۵۴۱)

۱۳۵۳:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جو شخص طاقت کے باوجود قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب مت جائے۔" (اسے احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے، لیکن دیگر ائمہ نے اس کے موقوف ہونے کو راجح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: سعة: سین اور عین مفتوح، یہ اصل میں وسع تھا، واؤ حذف کر کے اس کے بدلے میں آخر میں تاء لے آئے، فراخی، کشادگی اور طاقت۔ مصلانا: نماز کی جگہ، یہاں اس سے مراد عیدگاہ ہے۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو فتح الباری میں درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں تاہم اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور اس کا موقوف ہونا اقرب الی الصواب ہے۔ مرفوع طریق میں بظاہر تو کوئی علت نظر نہیں آ رہی لیکن چونکہ جو محدثین شناخت حدیث میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور انہوں نے اس کے موقوف ہونے کو راجح کہا ہے، ان کا ایسا کہنا یقیناً کسی علت کے مخفی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس روایت کو بعض شواہدات کی تائید بھی حاصل ہے۔ لیکن وہ شواہدات چنداں مفید نہیں، کیونکہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث، عطیہ کی وجہ سے اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث، ابوحمزہ الثمالی کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت عمرو بن خالد واسطی کی وجہ سے موضوع کے قریب تر ہے، جبکہ اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" تین عمل مجھ پر فرض اور تمہارے لیے سنت ہیں (۱) قربانی (۲) وتر (۳) فجر کی دو سنتیں۔

فقہی احکام: (۱) قربانی سنت مؤکدہ ہے۔

۱۳۵۴:وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ شَهِدْتُ الْأَضْحَى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ بِالنَّاسِ ,نَظَرَ إِلَى غَنَمٍ قَدْ ذُبِحَتْ, فَقَالَ "مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ شَاةً مَكَانَهَا ,وَمَنْ لَمْ يَكُنْ ذَبَحَ فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللَّهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الاضاحی، باب من ذبح قبل الصلاة اعاد: ۵۵۶۲، مسلم: ۱۹۶۰، النسائی: ۲۲۴/۷، ابن ماجة: ۳۱۵۲، احمد: ۳۱۲/۴، ۳۱۳، الطبرانی: ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، البیهقی: ۲۶۲/۹، ۲۷۷، ابن حبان: ۵۹۱۱-۵۹۱۳، المعجم الاوسط: ۹۱۴۵

۱۳۵۴:حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں عید الاضحیٰ کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو عید کی نماز پڑھانے کے بعد ایک ذبح شدہ بکری دیکھی تو فرمایا:" جس نے نماز سے قبل قربانی کی، وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے، اور جس نے قربانی نہیں کی وہ اللہ کا نام لے کر قربانی کرے۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: قربانی کرنے کا وقت عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے اور جو شخص نماز عید سے قبل قربانی کرے، اس کی قربانی نہ ہوگی، اسے اس کی جگہ ایک دوسرا جانور قربان کرنا ہوگا۔ اس حدیث میں تو اگرچہ یہ صراحت نہیں کہ عید کی نماز سے قبل کس صحابی نے کس وجہ سے قربانی کی تھی، لیکن حضرت عویمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایسا کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت براء بن عازب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت ابوحثمہ رضی اللہ عنہما سے مروی روایات میں یہ صراحت ہے کہ حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے قبل از صلاۃ قربانی کی تھی، آپ ﷺ نے انہیں اس کی جگہ ایک دوسرا جانور قربان کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا کہ اب میرے پاس فقط ایک کھیرا جانور ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں کھیرا جانور کرنے کی خصوصی اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ "تیرے بعد کسی کیلئے یہ رخصت نہیں۔"

فقہی احکام: (۱) قربانی کا ابتدائی وقت بعد از صلاۃ ہے۔ (۲) گاؤں یا شہر سے دور دراز رہنے والا جس کیلئے عید کی نماز میں شامل ہونا ممکن نہیں وہ عید کی نماز کا وقت گزرنے پر قربانی کر سکتا ہے۔ (۳) قربانی عید کا خطبہ سننے سے قبل بھی کی جا سکتی ہے۔ (۴) قربانی کا آخری وقت تیرہ ذی الحجۃ کے غروب آفتاب تک ہے۔

۱۳۵۵: وَعَنِ الْبَرَاءِ بنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ "أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الضَّحَايَا اَلْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا, وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا, وَالْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلَعُهَا وَالْكَسِيرَةُ الَّتِي لَا تُنْقِي" رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ, وَابْنُ حِبَّانَ

ابوداود، کتاب الضحایا، باب مایکرہ من الضحایا: ۲۸۰۲، الترمذی: ۱۵۴۶، النسائی: ۷/ ۲۱۴، ۲۱۵، ابن ماجۃ: ۳۱۴۴، المؤطا: ۲/ ۴۸۲، احمد: ۴/ ۱۸۴، ۲۸۹، ۳۰۰، ۳۰۱، الدارمی: ۱۹۴۹، ابن حبان: ۵۹۱۹، ۵۹۲۲، الحاکم: ۴/ ۲۲۳، ابن الجارود: ۹۰۷، البیہقی: ۹/ ۲۷۴

تنبیہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی بعض طرق میں؛ الکبیرۃ ؛بعض میں؛ الکسیرۃ؛ اور بعض میں؛ العجفاء؛ ہے مقدم الذکر کا معنی بوڑھا، درمیانے کا معنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ والا، اور آخری کا معنی کمزور ہے۔

۱۳۵۵: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا: "چار قسم کے جانوروں کی قربانی درست نہیں۔ یک چشم جانور جس کا یک چشم ہونا واضح ہو، ایسا بیمار جس کا بیمار ہونا عیاں ہو، ایسا لنگڑا جس کا لنگڑا پن نمایاں ہو اور ایسا بوڑھا جس کی ہڈیوں میں مخ نہ ہو۔" (اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا، ترمذی اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: العوراء: ایسا جانور جس کی ایک آنکھ کی بینائی نہ ہو۔ البین عورھا: عین اور واؤ مفتوح، ایسا جانور جس کا کانا پن بالکل نمایاں ہو۔ العرجاء: عین مفتوح اور راء ساکن، جس کی ایک ٹانگ میں پیدائشی طور پر یا کسی عارضہ کی وجہ سے نمایاں لنگڑا پن ہو، اور وہ اس کی وجہ سے اپنے ہم جنس جانوروں کے ساتھ مل کر چلنے پر قادر نہ ہو۔ لا تنقی: علامت مضارع مضموم، نون ساکن، قاف مکسور، ایسا جانور جس کی ہڈیوں میں مخ نہ ہو

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جس جانور میں چار یا چاروں میں سے ایک یا ایک سے زائد عیوب پائے جائیں گے اسے قربان کرنا درست نہیں اور اگر کوئی قربان کر دے گا تو اس کیلئے وہ کافی نہیں ہوگا۔ ان چار عیوب سے مراد فقط بعینہٖ یہی چار عیوب نہیں بلکہ وہ عیوب بھی ہیں جو ان عیوب سے بھی زیادہ واضح ہوں گے مثلاً وہ جانور جو دونوں آنکھوں سے محروم ہے اس کی قربانی بھی ناکافی ہوگی، اور جو جانور ایک سے زائد ٹانگوں سے محروم ہے اس کی بھی قربانی جائز نہ ہوگی۔ درج بالا عیوب جس طرح قربانی کیلئے مانع ہیں اسی طرح ھدی اور عقیقہ وغیرہما کیلئے بھی مانع ہیں

فقہی احکام: (۱) ایسا جانور جو کانا، اندھا، لنگڑا، بیمار، انتہائی لاغر اور بہت زیادہ بوڑھا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔
(۲) معمولی نقص والے جانور کی قربانی درست ہے۔

۱۳۵۶: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً, إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الاضاحی، باب سن الاضحیۃ: ۱۹۶۳، ابوداود: ۲۷۹۷، النسائی: ۷/ ۲۱۸، ابن ماجۃ: ۳۱۴۱، احمد: ۳/ ۳۱۲،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

۳۲۷، ابن الجارود: ۹۰۴، البیهقی: ۲۶۹/۹

۱۳۵۶: حضرت براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دوندے کے سوا کوئی جانور مت قربان کرو، ہاں اگر وہ میسر نہ ہو تو پھر ایک سال کا دنبہ کرو۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: مسنة: میم مفتوح، سین مکسور اور نون مشدد، جس کے سامنے کے دو دانت گرے ہوئے ہوں۔ الجزع: جوان، بعض کا خیال ہے کہ دنبہ اور مینڈھا چھ ماہ کا جزع ہوتا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ سال کا ہوتا ہے۔ راجح یہی ہے کہ ایک سال کا ہوتا ہے، اونٹ پانچ سال کا، گائے، بھینس دو سال کی جوان (جزع) ہوتی ہیں۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ قربانی کے جانوروں میں عمر معتبر نہیں، بلکہ دانت معتبر ہیں، یعنی قربانی کے جانور کی کم از کم عمر اس کا دو دانت ہونا ہے۔ یعنی جو جانور دودھ کے سامنے والے دو دانت گرا دے، جانوروں میں عموماً جب دودھ کے سامنے والے دو دانت گرتے ہیں تو ساتھ ہی ان کی جگہ دوسرے دو دانت نکل آتے ہیں۔ دودھ کے دانت باریک اور ان کی جگہ لینے والے دانت چوڑے ہوتے ہیں۔ اس حدیث سے دوسری بات یہ واضح ہوئی کہ اگر بکرا، بکری، گائے، بیل، بھینسا، اونٹ، اونٹنی دو دانت کے میسر نہ آئیں یعنی خریدنے کی استطاعت نہ ہو، یا ان کا ویسے فقدان ہو تو پھر ایک سال کا مینڈھا اور دنبہ قربان کیا جا سکتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) قربانی کا جانور دوندا ہونا ضروری ہے۔ البتہ چار دانت والا بھی قربان کیا جا سکتا ہے۔ (۲) ایسا جانور جس کے دانت کبر سنی کی وجہ سے گر گئے ہوں اسے قربان نہیں کیا جا سکتا۔ (۴) دوندا اگر میسر نہ آئے تو پھر مینڈھا اور دنبہ ایک سال کا کیا جا سکتا ہے۔

۱۳۵۷: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ ,وَلَا نُضَحِّيَ بِعَوْرَاءَ ,وَلَا مُقَابَلَةٍ ,وَلَا مُدَابَرَةٍ, وَلَا خَرْقَاءَ ,وَلَا ثَرْمَاءَ. أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابو داود، کتاب الاضاحی، باب مایکرہ من الضحایا: ۲۸۰۴، الترمذی: ۱۵۴۸، النسائی: ۲۱۶/۷، ابن ماجة: ۳۱۴۲، احمد: ۸۰/۱، ۱۰۵، ۱۰۸، الدارمی: ۱۹۵۲، ابن الجارود: ۹۰۶، ابن حبان: ۵۹۲۰، الحاکم: ۲۲۴/۴، ۲۲۵، البیهقی: ۲۷۵/۹، ابن خزیمة: ۲۹۱۴، ۲۹۱۵، ابو یعلیٰ: ۳۳۳

۱۳۵۷: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم قربانی کے جانور کی آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھ لیا کریں اور ہم نہ تو یک چشم کی قربانی کریں اور نہ کان کٹے کی خواہ کان سامنے سے کٹا ہو یا پیچھے سے یا درمیان سے کٹا ہوا اور نہ ایسا بوڑھا ہو جس کے دانت گر چکے ہوں۔ (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: ان نستشرف: خوب غور سے دیکھنا۔ مقابلة: ایسی بکری جس کے کان سامنے سے کٹے ہوں۔ مدابرة: جس کے کان پیچھے سے کٹے ہوں۔ خرقاء: جس کے کان کے درمیان میں سوراخ ہو۔ ثرماء: جس کے سامنے کے دانت بوڑھا ہونے کی وجہ سے گر جائیں۔

تشریح: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے، بعض طرق مفصل ہیں اور بعض مختصر ہیں۔ امام ابن حبان اور ابن خزیمہ نے جس طریق کو صحیح کہا ہے وہ مختصر ہے، یعنی ان میں فقط اتنی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آنکھ اور کان خوب غور سے دیکھنے کا حکم فرمایا۔ شاید اسی بنا پر کان کٹے کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں بعض کا خیال ہے کہ اگر کان نصف یا اس سے زائد کٹا ہو تو پھر قربانی جائز نہ ہوگی بعض کا کہنا ہے کہ اگر ایک تہائی یا اس سے کم کٹا ہو تو پھر درست ہے اگر اس سے زائد ہو تو پھر جائز نہیں۔

فقہی احکام: (۱) کان کٹے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ کانٹے وغیرہ کا چیرا یا سوراخ عیب میں شامل نہیں۔ (۲) بوڑھا ہونے کی وجہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دانت گرنا عیب ہے۔(۳) سینگ کٹا یا معمولی ٹوٹا ہونا عیب نہیں، البتہ ان سے بھی پاک ہو تو بہتر ہے۔

۱۳۵۸:وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ وَأَنْ أَقْسِمَ لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلَالَهَا عَلَى الْمَسَاكِينِ ,وَلَا أُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا مِنْهَا شَيْئًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحج، باب لا یعطی الجزار من الهدی شیئاً: ۱۷۱۶، مسلم: ۱۳۱۷، ابوداود: ۱۷۶۹، ابن ماجة: ۳۰۹۹، ۳۱۵۷،

احمد: ۱۲۳/۱، الدارمی: ۱۹۴۰، ابن الجارود: ۴۸۲، ۴۸۳، البیهقی: ۲۹۴/۹

۱۳۵۸:حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کے قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کروں، ان کا گوشت، چمڑا اور ان کے جل مساکین میں تقسیم کر دوں، اور قصاب کو اس (گوشت، کھال اور جل) میں سے کچھ بھی (بطور اجرت) نہ دوں۔ بخاری و مسلم

لغوی تحقیق: بدن: باء مضموم، دال ساکن، اس کا اطلاق گائے اور اونٹ دونوں پر ہوتا ہے لیکن یہاں اس سے مراد فقط اونٹ ہیں اور وہ آپ ﷺ کی قربانی کے اونٹ تھے۔ جلال: اونٹوں کو سردی سے بچانے کیلئے ان پر جو کپڑا ڈالا جاتا ہے اسے جل کہتے ہیں۔

تشریح: آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹ قربان کیے تھے، یہ وہ اونٹ تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے لے کر آئے تھے۔

فقہی احکام: (۱) ایک سے زائد جانور بھی قربان کیے جاسکتے ہیں۔ (۲) قربانی کے جانور کو کسی اور سے بھی ذبح کروایا جاسکتا ہے۔ (۳) قربانی کے جانور کا گوشت تقسیم کرنے کی ذمہ داری کسی اور کے سپرد بھی کی جاسکتی ہے۔ (۴) قربانی کے جانور کا جل اور اس کی رسی وغیرہ بھی تقسیم کرنا ضروری ہے۔ (۵) قصاب کو بطور اجرت کھال یا گوشت دینا جائز نہیں، البتہ اگر وہ مسکین ہو تو پھر اسے مسکین ہونے کے ناطے دیا جاسکتا ہے۔ (۶) قصاب کو اس کی اجرت اپنی طرف سے دینی چاہیے۔

۱۳۵۹: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب الحج، باب الاشتراک فی الهدی و اجزاء البقرة: ۱۳۱۸، ابوداود: ۲۸۰۹، الترمذی: ۹۱۲، ابن ماجة: ۳۱۳۲،

احمد: ۳۶۶/۴، الدارمی: ۱۹۵۵، البیهقی: ۲۹۵/۹، ابن حبان: ۴۰۰۶

۱۳۵۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ کی معیت میں اونٹ اور گائے سات، سات آدمیوں کی طرف سے قربان کیے۔ (مسلم)

تشریح: آپ ﷺ ۶ھ میں عمرہ کی نیت سے نکلے تھے اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی لے کر گئے تھے۔ حدیبیہ کے مقام پر پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ قریش مسلمانوں کو عمرہ کرنے کی اجازت نہیں دیں گے، چنانچہ آپ ﷺ نے وہاں قیام فرمایا، اور اسی مقام پر صلح کا عمل مکمل ہوا، جس کی روشنی میں مسلمانوں کو بغیر عمرہ ادا کیے واپس آنا پڑا، اس موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی ھدی قربان کر دیں۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اونٹ بھی سات افراد کی طرف سے قربان کیا جائے، جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے، اسی دوران قربانی کا دن آگیا تو ہم نے اپنے سات آدمیوں کی طرف سے گائے اور دس افراد کی طرف سے اونٹ قربان کیا۔ ان احادیث میں بظاہر تعارض ہے، لیکن حقیقت میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ ان دونوں کے مابین مطابقت کی صورتیں موجود ہیں۔ (۱) بعض علما کا کہنا ہے کہ ھدی میں سات افراد سے زیادہ شریک نہیں ہو سکتے، خواہ وہ ھدی اونٹ ہو یا گائے اور قربانی میں دس شریک ہو سکتے ہیں۔ (۲) اگر مسلم کی روایت کو راجح قرار دیں جیسا کہ امام بیہقی نے دیا ہے تو پھر سرے سے تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

فقہی احکام: عمرہ کرنے کے بعد بھی قربانی کی جاسکتی ہے، مگر اس کیلئے ضروری ہے کہ قربانی کا جانور ساتھ لیکر جایا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔ بَابُ الْعَقِيْقَةِ   عقیقہ کا بیان

۱۳۶۰: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ, وَابْنُ الْجَارُودِ, وَعَبْدُ الْحَقِّ لَكِنْ رَجَّحَ أَبُو حَاتِمٍ إِرْسَالَهُ.

ابوداود، کتاب الاضاحی، باب فی العقیقة: ۲۸۴۱، النسائی: ۷/ ۱۶۵، ۱۶۶، ابن الجارود: ۹۱۱، الاحکام الوسطی: ۱۱۲/۷، ابن حبان: ۵۳۰۹، ۵۳۱۳، عبدالرزاق: ۷۹۶۲، ۷۹۶۳، ابو یعلیٰ: ۲۹۴۵، الطبرانی: ۱۱۸۳۸، احمد: ۳۳۵/۵، ۳۱/۶، ۱۵۸، الترمذی: ۱۵۶۵، ابن ابی شیبة: ۲۳۹/۸، ابن ماجة: ۳۱۶۳، الحاکم: ۲۳۷/۴، البیهقی: ۲۹۹/۹، المجمع: ۵۷/۴، مسند شافعی: ۴۱۴، المعجم الاوسط: ۱۸۳۹، ۴۸۷۹، ۸۰۱۴، الطیالسی: ۹۰۹

۱۳۶۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ایک ایک مینڈھے سے کیا۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا، ابن خزیمہ، ابن الجارود اور عبدالحق نے اسے صحیح کہا ہے، لیکن ابوحاتم نے اس کے مرسل ہونے کو راجح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: **العقیقة:** عقیقہ اصل میں وہ بال ہیں جو نومولود بچے/ بچی کے سر پر ہوتے، چونکہ جس روز سر کے بال کٹوائے جاتے ہیں اسی روز جانور ذبح کیا جاتا ہے، اس لیے ذبیحہ کو ہی عقیقہ سے موسوم کر دیا گیا۔ **کبشا کبشا:** ان کا نصب دو وجہ سے ہے۔ (۱) حرف جر محذوف ہونے کی وجہ سے۔ (۲) عق بمعنی ذبح ہونے کی صورت میں، یہ دونوں ذبح کے مفعول بہ ہوں گے۔

تشریح: ابن خزیمہ، ابن الجارود، عبدالحق اور ابن دقیق العید نے مرفوع طریق کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس مفہوم کی مرفوع حدیث فقط عبداللہ بن عباس ہی بیان نہیں کرتے، بلکہ حضرت عائشہ، حضرت بریدہ، حضرت انس، حضرت جابر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی مرفوع روایت کو امام ابن حبان، امام حاکم اور امام ابن سکن نے صحیح کہا ہے اور علامہ ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث کو مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم کی شروط کے موافق قرار دیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح اور علامہ ہیثمی نے اس کے رواۃ کو صحیح کے رواۃ کہا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے تمام رواۃ صحیح مسلم کے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے رواۃ بھی ثقہ ہیں۔ ان بیانات سے یہ واضح ہوا کہ امام ابوحاتم کا اس روایت کو مرسل قرار دینا درست نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ایک ایک مینڈھے کا ذکر ہے جبکہ ابوداؤد اور نسائی میں مروی حدیث میں دو دو مینڈھوں کا ذکر ہے۔ حضرت ام کرز، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان دونوں کے ختنے ساتویں روز کیے۔

فقہی احکام: (۱) عقیقہ کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ (۲) نانا اپنے نواسوں کا عقیقہ کرسکتا ہے۔

۱۳۶۱: وَأَخْرَجَ ابْنُ حِبَّانَ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ نَحْوَهُ.

ابن حبان، کتاب الاطعمة، باب العقیقة: ۵۳۰۹، ابو یعلیٰ: ۲۹۴۵

۱۳۶۱: ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے۔

۱۳۶۲: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَهُمْ ; أَنْ يُعَقَّ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ, وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الترمذی، ابواب الاضاحی، باب ماجاء فی العقیقة: ۱۵۱۵، ابن ماجة: ۳۱۶۳، احمد: ۱۵۸/۶، ابن حبان: ۵۳۱۰-۵۳۱۳، الحاکم: ۲۳۷/۴، ۲۳۸، البیهقی: ۳۰۱/۹، ابن ابی شیبة: ۲۳۹/۸، عبدالرزاق: ۷۹۵۵، ۷۹۵۶

۱۳۶۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ایک جیسی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ کریں۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔)

تشریح: اسی مفہوم کی احادیث حضرت ام کرز، حضرت اسماء بنت یزید اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔

فقہی احکام: لڑکے کا عقیقہ دو بکروں اور لڑکی کا عقیقہ ایک بکرے سے کیا جائے۔

۱۳۶۳: وَأَخْرَجَ احمد و الاربعة عَنْ أُمِّ كُرْزٍ الْكَعْبِيَّةِ رضی اللہ عنہا نَحْوَهُ.

ابو داود، کتاب الاضاحی، باب فی العقیقة: ۲۸۳۴، ۲۸۳۵، الترمذی: ۱۵۱۶، النسائی: ۱۶۵/۷، ابن ماجة: ۳۱۶۲، احمد: ۳۸۱/۶، الدارمی: ۱۹۶۶، ۱۹۶۸، ابن حبان: ۵۳۱۳، الحاکم: ۲۳۷/۴، البیهقی: ۳۰۰/۹، ۳۰۱، الطبرانی: ۴۰۵/۲۵، عبدالرزاق: ۷۹۵۳

۱۳۶۳: احمد اور چاروں نے حضرت ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا سے اسی کی مثل روایت بیان کی ہے۔

۱۳۶۴: وَعَنْ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ "كُلُّ غُلَامٍ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ, تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ, وَيُحْلَقُ, وَيُسَمَّى" رَوَاهُ احمد و الاربعة, وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ.

ابو داود، کتاب الاضاحی، باب فی العقیقة: ۲۸۳۸، الترمذی: ۱۵۲۲، النسائی: ۱۶۶/۷، ابن ماجة: ۳۱۶۵، احمد: ۷/۵، ۸، الدارمی: ۱۹۶۹، ابن الجارود: ۹۱۰، الطیالسی: ۹۰۹، الحاکم: ۲۳۷/۴، البیهقی: ۲۹۹/۹، المعجم الاوسط: ۴۸۷۹، ۶۷۰۴

۱۳۶۴: حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے، چنانچہ اس کی طرف سے ساتویں روز عقیقہ کیا جائے اسی روز اس کے بال اتارے جائیں اور نام رکھا جائے۔" (اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: مرتھن: امام خطابی فرماتے ہیں کہ اس لفظ کے مفہوم میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس کا سب سے عمدہ مفہوم امام احمد نے بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں، اس کا تعلق روز قیامت سفارش کرنے سے ہے جو بچہ عہد طفولیت میں فوت ہو جائے اور اس کی طرف سے عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو وہ اپنے والدین کیلئے سفارش نہیں کرے گا۔

تشریح: حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث حضرت حسن بصری نقل کرتے ہیں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ حسن بصری نے حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے حدیث عقیقہ سنی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے، چنانچہ اس حدیث کو امام ترمذی کے علاوہ امام بخاری، امام حاکم اور حافظ عبدالحق نے بھی صحیح کہا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے ختنے ساتویں روز کیے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ عقیقہ ساتویں روز یا چودھویں روز یا اکیسویں روز کیا جائے۔ یہ روایت اسماعیل بن مسلم اور قتادہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں بھی ساتویں روز نام رکھنے کا ذکر ہے۔

فقہی احکام: (۱) عقیقہ اگرچہ واجب نہیں تاہم اس کا کرنا نہایت ضروری ہے۔ (۲) عقیقہ ساتویں روز کرنا مسنون ہے۔ (۳) اسی روز نام رکھا جائے اور بال اتارے جائیں اور اسی روز ختنے کیے جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْاَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ

قسموں اور نذروں کا بیان

۱۳۶۵:عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ أَدْرَکَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي رَکْبٍ وَعُمَرُ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ فَنَادَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "أَلَا إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفاً فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الایمان و النذور، باب لا تحلفوا بآبائکم: ۶۶۴۶، مسلم: ۱۶۴۶، ابوداود: ۳۲۴۹، الترمذی: ۱۵۸۸، النسائی: ۴/۷، ۵، ابن ماجة: ۲۰۹۴، احمد: ۸/۲، ۱۱، ۱۷، الدارمی: ۲۳۴۱، المعجم الاوسط: ۳۸۴

۱۳۶۵:حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو ایک قافلے میں اپنے باپ کی قسم اٹھاتے پایا تو آپ ﷺ نے قافلے والوں کو با آواز بلند فرمایا: "خوب غور سے سنو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آباء واجداد کی قسمیں اٹھانے سے منع فرماتا ہے، سو جو قسم اٹھانا چاہے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے یا پھر خاموش رہے۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **الایمان**: ہمزہ مفتوح اور یاء ساکن، یہ یمین کی جمع ہے، یمین کے لغوی معنی ہاتھ کے ہیں، لیکن اس کا اطلاق قسم پر بھی ہوتا ہے، کیونکہ اہل زبان کے حلف کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کا دائیاں ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں کسی چیز کو پختہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا ذاتی یا صفاتی کسی ایک نام یا ایک سے زائد نام لے کر قسم اٹھانا ہے۔ **النذور**: نون اور ذال مضموم، یہ نذر کی جمع ہے اور نذر مصدر ہے، خود پر ایسی چیز کو واجب کر لینا جو واجب نہ ہو۔ شرعا: عاقل و بالغ خود مختار انسان کا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے اپنے ذمہ ایسی چیز واجب کر لینا جو شریعت نے اس پر واجب نہ کی ہو

تشریح: قسم کی متعدد اقسام ہیں۔ (۱) **قسم لغو**: ایسی قسم جو انسان عادۃً اٹھاتا رہتا ہے، یا کسی گزرے ہوئے ایسے واقعہ کی بابت قسم اٹھانا جس میں اسے اپنا سچا ہونے کا یقین ہو، قسم کی یہ دونوں اقسام یمین لغو کہلاتی ہیں۔ یمین لغو پر کفارہ نہیں تاہم ایسا کرنے سے اجتناب ضروری ہے۔ (۲) **یمین غموس**: گزرے ہوئے واقعہ کی بابت قسم اٹھانا، حالانکہ اسے اپنے جھوٹا ہونے کا یقین ہو یا کسی کا حق تلف کرنے کیلئے جھوٹی قسم دینا یمین غموس کہلاتا ہے یعنی جہنم میں غوطہ دینے والی قسم ہے۔ اس قسم کا بھی کفارہ نہیں، تاہم اگر اس قسم کے ذریعے کسی کی حق تلفی کی ہو تو اس کی تلافی کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کی جائے ورنہ جہنم میں غوطہ خوری کیلئے تیار رہنا چاہیے۔ (۳) **یمین کفارہ**: اس سے مراد وہ قسم ہے جس کا تعلق مستقبل سے ہوتا ہے، یہ قسم اگر خلاف واقعہ ہو تو کفارہ لازم ہو جاتا ہے اور کفارہ لازم ہونے کی چند شرائط ہیں (۱) قسم اٹھانے والا عاقل و بالغ ہو۔ (۲) جس امر کی بابت وہ قسم اٹھا رہا ہے اس پر اسے اختیار ہو۔ (۳) اس نے وہ قسم ارادۃً اٹھائی ہو۔ (۴) اس قسم کا تعلق مستقبل سے ہو، اور وہ اپنا حلف توڑ دے۔

فقہی احکام: عادتاً یا ارادتاً ہر دو صورتوں میں غیر اللہ کی قسم اٹھانا ممنوع ہے۔

۱۳۶۶:وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ وَالنَّسَائِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مرفوعا "لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِأُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْأَنْدَادِ وَلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تَحْلِفُوا إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْلِفُوا بِاللَّهِ إِلَّا وَأَنْتُمْ صَادِقُونَ"

ابوداود، کتاب الایمان والنذور، باب فی کراهیة الحلف بالآباء: ۳۲۴۸، النسائی: ۷/ ۵، ابن حبان: ۴۳۵۷، البیهقی: ۱۰/ ۲۹، المعجم الاوسط: ۴۵۷۲

۱۳۶۶: ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے آباء واجداد، اپنی امہات اور بتوں کی قسم مت اٹھاؤ، اور اللہ تعالیٰ کی قسم بھی اس وقت اٹھاؤ جب تم سچے ہو۔"

لغوی تحقیق: الانداد: یہ ند کی جمع ہے اور ند کا نون مکسور ہے، اس کا لغوی معنی ہے کسی شئے کا ایسا مثل جو اوصاف میں اس کے متضاد ہو، لیکن یہاں اس سے مراد کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھنا ہے۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس حدیث کو فتح الباری میں زیادات الباب میں نقل کر کے اس پر خاموشی اختیار کی ہے۔ فتح الباری میں کسی روایت پر ان کی خاموشی ان کے قاعدہ کے مطابق ان کے نزدیک صحیح یا حسن پر نص ہوگی۔ امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

اس حدیث میں سابقہ حدیث کے مقابلے میں قسم اٹھانے کے چند زائد ضابطے بیان ہوئے ہیں۔ (۱) اپنی امہات کی قسم اٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کی قسم اٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔ (۳) جھوٹی قسم اٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔

اپنے آباء واجداد اور امہات، اصنام اور جھوٹی قسم اٹھانا بلاشبہ بڑے گناہ ہیں، لیکن ان میں سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم اٹھانا، غیر اللہ کی سچی قسم اٹھانے سے بڑا جرم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی قسم کو کبائر میں شمار فرمایا ہے۔

فقہی احکام: (۱) جھوٹی قسم جہنم میں غوطہ لگانے کا ذریعہ ہے (۲) معبودان باطلہ کی قسم، آباء واجداد کی قسم کے مقابلے میں زیادہ سنگین جرم ہے۔

۱۳۶۷: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "يَمِينُكَ عَلَى مَا يُصَدِّقُكَ بِهِ صَاحِبُكَ" وَفِي رِوَايَةٍ "اَلْيَمِينُ عَلَى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ" أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الایمان، باب یمین الحالف علی نیة المستحلف: ۱۶۵۳، ابوداود: ۳۲۵۵، المعجم الاوسط: ۷۷۸۲، احمد: ۲/ ۲۲۸

۱۳۶۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تیرا ساتھی جس پر تیری تصدیق کرے وہی تیری قسم ہے۔" ایک روایت میں ہے کہ "قسم کا دارومدار قسم لینے والے کی نیت پر ہے۔" (مسلم)

تشریح: ان دونوں روایات سے ایک ہی چیز مراد ہے، یعنی قسم لینے والا ایک چیز پر قسم کا مطالبہ کرتا ہے اور قسم دینے والا اس چیز پر قسم دینے پر راضی ہو جاتا ہے، لیکن وہ قسم اٹھاتے وقت ذو معنی الفاظ استعمال کرتا ہے، قسم کا مطالبہ کرنے والا ایک مفہوم سمجھتا ہے لیکن قسم دینے والا دوسرا مفہوم مراد لیتا ہے مثلاً دو آدمیوں نے مل کر چوری کی، ایک نے مال مسروق اٹھایا اور دوسرے نے مال مسروق تو نہیں اٹھایا لیکن مال مسروق اٹھانے میں دوسرے کی مکمل مدد کی۔ جس کا مال چوری ہوا، اس نے اس شخص پر چوری کا الزام عائد کیا جس نے مال مسروق اٹھایا تو نہیں لیکن اٹھانے والے کی مدد کی تھی، اب قسم لینے والے کی نیت یہ ہے کہ یہ شخص مجھے قسم دے کہ میں نے چوری نہیں کی، لیکن قسم دینے والا قسم دیتے وقت یہ کہہ دیتا ہے کہ میں نے اس کی کوئی چیز نہیں اٹھائی، اس صورت میں قسم اٹھانے والے نے جھوٹی قسم اٹھانے کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ قسم لینے والے کی نیت یہ تھی کہ یہ قسم اٹھائے کہ اس نے میری چوری نہیں کی۔ قسم دینے والے نے اگرچہ چیز نہیں اٹھائی لیکن چوری تو کی ہے، لہٰذا اس کی قسم جھوٹی ہوگی۔ جھوٹی قسم نفع اور رأس المال ختم کر دیتی ہے۔ اس مفہوم کی حدیث بھی انہیں سے مروی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہی احکام: قسم میں توریہ یا کسی اور حیلے کی کوئی گنجائش نہیں۔

۱۳۶۸:وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "وَإِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي لَفْظٍ لِلْبُخَارِيِّ " فَائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ" وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ " فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ ثُمَّ ائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ" وَإِسْنَادُهَا صَحِيحٌ.

البخاری، کتاب الایمان و النذور، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ......﴾: ۶۶۲۲، مسلم: ۱۶۵۲، ابوداود: ۳۲۷۷، ۳۲۷۸، الترمذی: ۱۵۸۴، النسائی: ۷/۱۰، ۱۲، احمد: ۵/ ۶۲، ۶۳، الدارمی: ۲۳۴۶، ابن حبان: ۴۳۴۸، ۴۳۴۹، البیھقی: ۱۰/۱۰۰

۱۳۶۸:حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کسی کام سے متعلق قسم اٹھاؤ، پھر اس کام کے خلاف کوئی بہتر چیز دیکھو تو بہتر چیز اختیار کرلو اور قسم کا کفارہ ادا کرو۔" (بخاری و مسلم) بخاری میں ہے "جو بہتر ہو وہ کرلو اور قسم کا کفارہ ادا کردو۔" ابوداؤد میں ہے "قسم کا کفارہ دے دو اور جو بہتر ہو وہ کرلو۔" (اس کی سند صحیح ہے۔)

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے ایک حدیث کے تین طرق نقل کرکے اس عملی اختلاف کی نشاندہی کی ہے کہ آیا اس صورت میں پہلے قسم توڑ دی جائے یا پہلے کفارہ ادا کیا جائے۔ امام ابن حبان کا قول ہے کہ پہلے کفارہ ادا کرنا مستحب ہے۔ حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہم سے بھی اسی مفہوم کی احادیث مروی ہیں۔

فقہی احکام: (۱) قسم اٹھانے والا اگر ترک واجب کی قسم اٹھالیتا ہے تو ایسی صورت میں اس پر قسم کا توڑنا لازم ہے، اور اسے کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ (۲) قسم اٹھانے والا ممنوعہ کام کرنے کی قسم اٹھالیتا ہے تو اس قسم کو بھی توڑنا اور اس کا کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا۔ (۳) اگر کوئی شخص فعل مندوب نہ کرنے کی قسم اٹھالیتا ہے تو ایسے شخص کو قسم برقرار رکھنے اور توڑنے کا اختیار ہے، لیکن مستحب یہی ہے کہ وہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے۔ (۴) پہلے کفارہ ادا کرے پھر قسم توڑے۔

۱۳۶۹:وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ فَقَالَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ" رَوَاهُ احمد و الاربعة وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب الایمان والنذور، باب الاستثناء فی الیمین: ۳۲۶۱، ۳۲۶۲، الترمذی: ۱۵۸۶، النسائی: ۷/۱۲، ۲۵، ابن ماجۃ: ۲۱۰۵، ۲۱۰۶، احمد: ۲/۶، ۱۰، الدارمی: ۲۳۴۲، ابن الجارود: ۹۲۸، ابن حبان: ۴۳۳۸۔ ۴۳۴۰، ۴۳۴۲، الحاکم: ۴/۳۰۳، البیھقی: ۱۰/۴۶

۱۳۶۹:حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے قسم اٹھاتے وقت ان شاء اللہ کہہ دیا اس پر قسم ٹوٹنے کی صورت میں کفارہ نہیں۔" (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: حنث: حاء مکسور اور نون ساکن، قسم پوری نہ کرنا۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں جس قسم کا ذکر ہے یہ قسم عدالتی قسم نہیں بلکہ انسان کے ذاتی معاملات سے متعلق ہے مثلاً کوئی شخص یہ کہے، اللہ کی قسم اگر اللہ نے چاہا تو میں اس سال حج کرنے جاؤں گا، پھر وہ کسی معقول وجہ سے اس سال نہ جاسکے تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ اسی مفہوم کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

۱۳۷۰:وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَتْ يَمِينُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الایمان و النذور، باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۶۶۲۸، ابوداود: ۳۲۶۳،الترمذی: ۱۵۹۶، النسائی: ۲/۷، ۳، ابن ماجۃ: ۲۰۹۲، المؤطا: ۲/۴۸۰، احمد: ۲/۲۵، الدارمی: ۲۳۵۰، ابن حبان: ۴۳۳۲

۱۳۷۰:حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم یہ تھی "دلوں کے بدلنے والے کی قسم۔"(البخاری)

لغوی تحقیق: ومقلب: میم مضموم، قاف مفتوح اور لام مشدد مکسور اور یہ واؤ قسمیہ کی وجہ سے مجرور ہے یعنی تبدیلی کرنے والا۔ دلوں کی تبدیلی سے مراد اغراض و احوال کی تبدیلی ہے۔ جیسا کہ علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ **تقلیب قلوب و بصائر** سے مراد ایک رائے سے دوسری رائے کی طرف پھیرنا ہے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا مشاہدہ نقل کیا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز قسم فقط یہی نہیں تھا اس کے علاوہ بعض دیگر انداز بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ مثلاً رب کعبہ کی قسم! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوالقاسم کی جان ہے! نہیں، اللہ کی قسم وغیرہ

فقہی احکام: اللہ تعالیٰ کے کسی بھی صفاتی نام کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے۔

۱۳۷۱: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْكَبَائِرُ؟ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ قُلْتُ وَمَا الْيَمِينُ الْغَمُوسُ؟ قَالَ الَّذِي يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِىءٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا كَاذِبٌ, أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب استتابة المرتدین......، باب اثم من اشرک باللہ ......: ۶۹۲۰، الترمذی: ۳۰۲۲، ۳۰۲۳، النسائی: ۷/۸۹، ۸/۶۳، احمد: ۲/۲۰۱، الدارمی: ۲۳۶۰، ابن حبان: ۵۵۶۲، المعجم الاوسط: ۱۰۹۶، ۷۷۸۲، البیهقی: ۱۰/۳۵

۱۳۷۱: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بڑے گناہ کون سے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے پورا واقعہ نقل فرمایا، اس روایت میں یہ بھی ہے کہ (فراس کہتے ہیں) میں نے (عامر شعبی سے) کہا، غوطہ دینے والی قسم کون سی ہے؟ انہوں نے کہا، جس قسم کے ذریعے مسلمان بھائی کا مال ہتھیا لیا جائے درآنحالیکہ قسم اٹھانے والا جھوٹا ہو۔ البخاری

لغوی تحقیق: الکبائر: یہ کبیرۃ کی جمع ہے، اس سے مراد بڑے بڑے گناہ ہیں۔ **الغموس**: غین مفتوح اور میم مضموم، غوطہ دینے والی، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ قسم اپنے اٹھانے والے کو جہنم میں غوطہ دے گی۔ قلت: میں نے کہا۔ بخاری میں یہ روایت تین دفعہ مذکور ہے لیکن بخاری کے کسی طریق سے بھی یہ عیاں نہیں ہوتا کہ سائل کون ہے؟ چنانچہ مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ سائل حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہوں اور مجیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ سائل کوئی اور ہو اور مجیب عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما یا کوئی اور ہو، پھر مجھے ابن حبان کی روایت سے معلوم ہوا کہ سائل فراس ہے اور مجیب شعبی ہیں، یہاں اگرچہ یہ شعبی کا قول ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں؛ **الیمین الغموس**؛ کی یہی تعریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مذکور ہے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں جھوٹی قسم اٹھانے کا اخروی نقصان بتایا گیا ہے، یعنی یہ قسم جہنم میں غوطہ ضرور دے گی، خواہ قسم اٹھانے والا صوم وصلوٰۃ کا پابند ہی کیوں نہ ہو، بشرطیکہ اس نے دنیا میں جھوٹی قسم اٹھانے کی تلافی نہ کی ہو۔ جھوٹی قسم کی تلافی کفارہ ادا کرنے سے نہیں ہوتی، کیونکہ جھوٹی قسم اٹھانے کا گناہ کفارہ سے کہیں بڑھ کر ہے، جھوٹی قسم کی تلافی کی امید تو اس وقت کی جا سکتی ہے، جب وہ جھوٹی قسم کا اعتراف کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اس شخص کے نقصان کی تلافی کرے جسے اس نے جھوٹی قسم کے ذریعے نقصان دیا تھا نیز وہ اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے توبہ کرے۔ جھوٹی قسم کے دنیاوی نقصانات بھی ہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ جھوٹی قسم مال کی بربادی اور رشتوں ناطوں کے انقطاع پر منتج ہوتی ہے۔

فقہی احکام: (۱) جھوٹی قسم کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔ (۲) اس کی تلافی کفارہ ادا کرنے سے نہیں ہوتی، اس لیے شریعت میں اس کا کوئی کفارہ مذکور نہیں۔ (۳) اس کی تلافی توبہ اور سلب شدہ مال کی واپسی سے ممکن ہے۔

۱۳۷۲: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ﴾ قَالَتْ هُوَ قَوْلُ الرَّجُلِ لَا وَاللَّهِ وَ بَلَى وَاللَّهِ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَأَوْرَدَهُ أَبُو دَاوُدَ مَرْفُوعاً.

البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب ﴿لا یؤاخذکم اللہ......﴾: ۶۶۶۳، المؤطا: ۲/۴۷۷، ابن الجارود: ۹۲۵، ابوداود: ۳۲۵۴، ابن حبان: ۴۳۳۳، البیہقی: ۱۰/۴۹، الطبرانی: ۱۳۱۶۴

۱۳۷۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں کا مؤاخذہ نہیں کرے گا﴾ کی بابت منقول ہے کہ لغو قسموں سے مراد کسی آدمی کا یہ کہنا ہے: نہیں، اللہ کی قسم، کیوں نہیں، اللہ کی قسم۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے یہی الفاظ مرفوع بیان کیے ہیں۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت مرفوع اور موقوف ہر دو طرح منقول ہے، امام ابوداؤد نے اگرچہ یہ روایت مرفوع نقل کی ہے، تاہم انہوں نے یہ کہہ کر کہ عطاء اور ابراہیم نے یہ روایت مختلف انداز سے بیان کی ہے۔ اس روایت کے مرفوع یا موقوف ہونے کے اختلاف کا عندیہ دیا ہے، حافظ ابن قیم نے موقوف طریق کو راجح قرار دیا ہے۔ اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ جو قسم غیر ارادی طور پر اٹھائی جائے وہ لغو ہے اور لغو قسم قابل مؤاخذہ نہیں۔

فقہی احکام: لغو قسم قابل مؤاخذہ نہیں۔

۱۳۷۳: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِنَّ لِلَّهِ تِسْعًا وَتِسْعِينَ اسْماً مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَاقَ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ الْأَسْمَاءَ وَالتَّحْقِيقُ أَنَّ سَرْدَهَا إِدْرَاجٌ مِنْ بَعْضِ الرُّوَاةِ.

البخاری، کتاب الدعوات، باب للہ مائۃ اسم غیر واحدۃ: ۶۴۱۰، مسلم: ۲۶۷۷، الترمذی: ۳۵۰۷، ۳۵۰۸، ابن ماجۃ: ۳۸۶۰، ۳۸۶۱، احمد: ۲/۲۶۷، ۴۲۷، ابن حبان: ۸۰۷، ۸۰۸، الاسماء والصفات: ص ۷، الحاکم: ۱/۱۶

۱۳۷۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جس نے وہ یاد کر لیے وہ جنت میں داخل ہو گیا۔" (بخاری و مسلم، ترمذی اور ابن حبان نے وہ نام ذکر بھی کیے ہیں، لیکن محقق بات یہ ہے کہ ان ناموں کی تفصیل کسی راوی کا اضافہ ہے۔)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، تاہم کسی بھی مرفوع حدیث میں ان ناموں کی تفصیل نہیں ہے اور جس حدیث میں تفصیل ہے وہ مدرج ہے، یعنی یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر نہیں فرمائے، بلکہ کسی راوی نے قرآن حکیم سے جمع کر کے ذکر کیے ہیں۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ ایسا ولید بن مسلم نے کیا ہے اور اسی بنا پر شیخین نے صحیحین میں ولید بن مسلم کی مرویات کو جگہ نہیں دی۔ مؤلف رحمہ اللہ نے یہ حدیث نقل کر کے یہ عندیہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی نام کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے۔

فقہی احکام: (۱) اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ (۲) ان کو حفظ کرنے کا اجر جنت ہے (۳) اللہ تعالیٰ کے کسی بھی نام کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے۔

۱۳۷۴: وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهِ جَزَاكَ اللَّهُ خَيْراً فَقَدْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی الثناء بالمعروف: ۲۱۲۰، عمل الیوم واللیلة للنسائی: ۱۸۰، ابن حبان: ۳۴۱۳، ابن السنی: ۲۷۶، البزار: ۱۹۴۴، ابن ابی شیبة: ۷۰/۹

۱۳۷۴: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کے ساتھ بھلائی کی جائے وہ بھلائی کرنے والے سے کہے، اللہ تعالیٰ تمہیں بہتر بدلہ عطا فرمائے، تو اس نے اس کا مکمل شکریہ ادا کر دیا۔" اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے

تشریح: ادب کا تقاضا ہے کہ احسان کرنے والے کے احسان کا بدلہ فی الفور دیا جائے، اگر کسی کے پاس بدلہ دینے کیلئے مادی اشیا موجود نہ ہوں تو پھر وہ اپنے محسن کو دعا سے محروم نہ رکھے۔ دعا کے افضل ترین الفاظ؛ جزاک اللہ خیراً؛ ہیں، لفظ خیر ایک ایسا جامع کلمہ ہے جو دنیاوی اور اخروی بھلائیوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ بنابریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات کہنے والے کو مکمل شکر ادا کرنے والا قرار دیا ہے۔

زیر مطالعہ حدیث صحیح مسلم کی شروط کے موافق ہے، علامہ المناوی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ سیوطی نے اس حدیث پر صحت کا حکم لگایا ہے۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس کی شاہد بھی ہے۔

فقہی احکام: (۱) احسان کرنے والے کے احسان کا بدلہ دینا ضروری ہے۔ (۲) اگر مادی بدلہ نہ دے سکتا ہو تو اس کیلئے دعائے خیر کرے۔

۱۳۷۵: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ نَهَى عَنِ النَّذْرِ وَقَالَ "إِنَّهُ لَا يَأْتِي بِخَيْرٍ وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الایمان و النذور، باب القاء العبد النذر الی القدر: ۶۶۰۸، مسلم: ۱۶۳۹، ابوداود: ۳۲۸۷، النسائی: ۱۵/۷، ۱۶، ابن ماجة: ۲۱۲۲، احمد: ۶۱/۲، ۸۶، ۱۱۸، الدارمی: ۲۳۴۰، ابن حبان: ۴۳۷۵-۴۳۷۷، البیهقی: ۷۷/۱۰، المشکل الآثار: ۳۶۲/۱، ۳۶۳، الحمیدی: ۱۱۱۲، الترمذی: ۱۵۹۴

۱۳۷۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع کیا اور فرمایا: "نذر سے کوئی بھلائی حاصل نہیں ہوتی، نذر کے ذریعے تو اللہ تعالیٰ بخیل سے کچھ نکالتا ہے۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: نذر دو قسم کی ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کیلئے۔ (۲) غیر اللہ کیلئے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کیلئے نذر ماننے کا تعلق ہے تو یہ فعل مستحسن نہیں، فعل مستحسن تو یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کیلئے غیر مشروط صدقہ وخیرات کر دے۔ تاہم اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کیلئے نذر مان لیتا ہے اور وہ نذر اگر فعل مباح کی ہے تو پھر وہ فعل اس پر لازم ہو جاتا ہے۔ اور اگر گناہ کی نذر ہے تو پھر اس کا پورا کرنا حرام ہے۔ البتہ اس پر قسم جیسا کفارہ لازم آئے گا۔

اس حدیث میں اس فعل کے مستحسن نہ ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ علت بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نذر کے ذریعے بخیل و کنجوس آدمی سے صدقہ کروا لیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نذر تقدیر کو رد نہیں کر سکتی۔ اگر نذر غیر اللہ کیلئے ہے تو پھر وہ علی الاطلاق حرام ہے اور اس کا شمار شرک کی اقسام میں ہوتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) نذر تقدیر الٰہی میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی۔ (۲) نذر ماننے کی بجائے غیر مشروط صدقہ کرنا بہتر ہے۔

۱۳۷۶: وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ فِيهِ "إِذَا لَمْ يُسَمِّ" وَصَحَّحَهُ.

مسلم، کتاب النذر، باب فی کفارة النذر: ۱۶۴۵، ابوداود: ۳۳۲۳، ۳۳۲۴، الترمذی: ۱۵۸۳، النسائی: ۲۶/۷، احمد: ۱۴۶/۴، البیهقی: ۶۷/۱۰، المعجم الاوسط: ۶۳۶۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۳۷۶:حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے) اور ترمذی نے مزید یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں۔ "جب وہ اس کا نام نہ لے۔" (ترمذی نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: النذر: یہ ضرب کے وزن پر ہے یا نصر کے وزن پر؟ اس بارے میں اختلاف ہے، صاحب مصباح کا کہنا ہے کہ راجح یہی ہے کہ یہ نصر کے وزن پر ہے۔ اس کے لغوی معنی قبول کرنے کے ہیں، شرعی معنی، عاقل، بالغ خودمختار مسلمان کا حصول رضائے الٰہی کیلئے اپنے ذمہ کوئی عبادت فرض کر لینا جو شریعت نے اس پر فرض نہ کی ہو۔ کفارة: کاف مفتوح اور فاء مشدد، یہ کفر سے ماخوذ ہے، اس کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں، یہ چونکہ گناہوں کو چھپا لیتا ہے، اس لیے اسے اسی نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

تشریح: احادیث میں نذر کی متعدد اقسام ذکر ہوئیں ہیں۔

(۱) کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے مجھ پر نذر ہے، لیکن وہ اس نذر کا نام نہ لے، یا وہ اس طرح کہے، میں نے اگر ایسا کیا تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کیلئے نذر ہے۔ پھر وہ شخص وہ کام کر گزرے تو اس پر وہی کفارہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔ (۲) کوئی شخص کسی گناہ کا کام کرنے یا کسی فرض کو ترک کرنے کی نذر مان لے۔ ایسے شخص پر بھی کفارہ لازم ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی منت مانے وہ نافرمانی نہ کرے۔" (۳) ایسی بڑی نذر مان لے جسے پورا کرنا باعث مشقت ہو، اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے۔ حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا فتویٰ ہے کہ ایسے شخص پر کفارہ ہے (۴) نذر تقرب، یعنی کوئی شخص نفلی روزہ اور نفلی حج وعمرہ ادا کرنے کی منت مان لے تو اس پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنی منت پوری کرے

۱۳۷۷:وَلِأَبِي دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما مَرْفُوعاً "مَنْ نَذَرَ نَذْراً لَمْ يُسَمِّهِ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْراً فِي مَعْصِيَةٍ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْراً لَا يُطِيقُهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ" وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ إِلَّا أَنَّ الْحُفَّاظَ رَجَّحُوا وَقْفَهُ

ابوداود، كتاب الايمان والنذور، باب من نذر نذراً لا يطيقه: ۳۳۲۲، ابن ماجة: ۲۱۲۸

۱۳۷۷:ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے کوئی نذر مان لی لیکن نام نہیں لیا تو اس نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے، اور جس شخص نے معصیت کی نذر مان لی اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے، جس شخص نے ایسے کام کی نذر مان لی جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا، اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے۔" (اس کی سند صحیح ہے لیکن نامور محدثین نے اس روایت کے موقوف ہونے کو راجح کہا ہے۔)

۱۳۷۸:وَلِلْبُخَارِيِّ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا " وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللَّهَ فَلَا يَعْصِهِ"

البخاری، كتاب الايمان والنذور، باب النذر فيما لا يملك وفي معصية: ۶۷۰۰، ابوداود: ۳۲۸۹۔۳۲۹۲، الترمذی: ۱۵۷۸۔ ۱۵۸۰، النسائی: ۷/۱۷، ۲۶، ابن ماجة: ۲۱۲۵، ۲۱۲۶، احمد: ۳۶/۶، ۴۱، الدارمی: ۲۳۳۸، ابن حبان: ۴۳۸۷۔۴۳۹۰، ابن الجارود: ۹۳۴، البيهقی: ۶۸/۱۰، المؤطا: ۴۷۶/۲

۱۳۷۸:بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ "جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی نذر مان لی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی مت کرے"

۱۳۷۹:وَلِمُسْلِمٍ مِنْ حَدِيثِ عِمْرَانَ رضی اللہ عنہ " لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةٍ"

مسلم، كتاب النذر، باب لا وفاء لنذر في معصية الله: ۱۶۴۱، ابوداود: ۳۳۱۶، النسائی: ۳۰/۷، ابن ماجة: ۲۱۲۴، احمد: ۴۲۹/۴، ۴۳۰، ۴۳۴، الدارمی: ۲۳۳۴، ابن حبان: ۴۳۹۱، ۴۳۹۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۳۷۹: مسلم میں حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے "نافرمانی سے متعلق نذر پوری نہیں کرنی چاہیے۔"

تشریح: نذر کا کفارہ درج ذیل صورتوں میں دیا جائے سکتا ہے۔(۱) دس مساکین کو کھانا کھلایا جائے یا دس مساکین کو لباس پہنایا جائے یا گردن آزاد کی جائے۔(۲) ان تینوں میں سے کسی ایک کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر تین روزے رکھے جائیں۔

۱۳۸۰: وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ حَافِيَةً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ وَلِأَحْمَدَ والاربعة فَقَالَ "إِنَّ اللَّهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ أُخْتِكَ شَيْئاً مُرْهَا فَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَرْكَبْ وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ"

البخاری، کتاب جزاء الصید، باب من نذر المشی الی الکعبة: ۱۸۶۶، مسلم: ۱۶۴۴، ابوداود: ۳۲۹۳، ۳۲۹۹، النسائی: ۱۹/۷، احمد: ۲۲۷۸، الترمذی: ۱۵۴۴، ابن ماجة: ۲۱۳۴، الدارمی: ۲۳۳۴، البیهقی: ۸۰/۱۰

۱۳۸۰: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میری بہن نے بیت اللہ کی زیارت کیلئے ننگے پاؤں چل کر جانے کی نذر مانی،(اور اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کروں۔ میں نے دریافت کیا تو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ پیدل چلے اور سواری بھی استعمال کرے۔" (بخاری و مسلم، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں) احمد اور چاروں میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری بہن کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دے گا، اسے کہہ دو کہ وہ چادر اوڑھ لے اور سواری استعمال کرے اور تین روزے رکھ لے۔"

لغوی تحقیق: حافیة: ننگے پاؤں چلنے والی۔ شقاء: شین مفتوح، تنگی و مشقت۔ تختمر: وہ چادر اوڑھ لے۔(ابوداؤد اور ترمذی میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ) اس نے یہ نذر بھی مانی تھی کہ وہ ننگے سر جائے گی، اس لیے آپ ﷺ نے اسے اوڑھنی لینے کا حکم فرمایا۔

تشریح: نذر ماننے والا اگر ایسی نذر مانتا ہے جو اس کی بساط سے تو باہر نہیں لیکن نذر پوری کرنے کی صورت میں اسے مشقت کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ ایسی نذر کو پورا کرنا ضروری نہیں ہوتا، اس لیے نذر ماننے والا کفارہ دے سکتا ہے۔ اگر نذر قابل عمل نہیں تو پھر عدم وفا کی صورت میں کفارہ ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم مختلف آراء ہیں۔ جن حضرات کا کہنا ہے کہ کفارہ دینا لازم ہے وہ حضرات مسند احمد اور ابوداؤد میں مروی حدیث سے حجت پکڑتے ہیں۔ اور جو حضرات عدم کفارہ کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

۱۳۸۱: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ اِسْتَفْتَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رضی اللہ عنہ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي نَذْرٍ كَانَ عَلَى أُمِّهِ تُوُفِّيَتْ قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَهُ؟ فَقَالَ "اِقْضِهِ عَنْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الوصایا، باب ما یستحب لمن توفی فجاءۃ...... ۲۷۶۱، مسلم: ۱۶۳۸، ابوداود: ۳۳۰۷، الترمذی: ۱۶۰۲، النسائی: ۲۱/۷، ابن ماجة: ۲۱۳۲، المؤطا: ۴۷۲/۲، احمد: ۲۱۹/۱

۱۳۸۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی والدہ کی اس نذر کے بارے میں دریافت کیا جسے پورا کرنے سے پہلے وہ فوت ہو چکی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اس کی طرف سے پوری کرو۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے کیا نذر مانی تھی؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس نے روزے رکھنے کی نیت کی تھی۔ بعض کا خیال ہے کہ گردن آزاد کرنے کی نیت کی تھی۔ بعض کا کہنا ہے کہ صدقہ کرنے کی نیت کی تھی۔

درج بالا جملہ امور میں میت کے ورثا میت کی نیابت کرنے کے پابند ہیں خواہ میت نے مرنے سے قبل وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ نیز اہل علم کا اس بات پر بھی اتفاق ہے، حقوق واجبہ مالیہ کو پورا کرنا ورثا کیلئے ضروری ہے، لیکن بدنی عبادات میں ورثا، میت کی نیابت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں، اور راجح موقف یہ ہے کہ وہ بدنی عبادات جن میں میت کی نیابت ثابت ہے، وہ پوری کرنی ضروری ہے اور جو ثابت نہیں، انہیں ثابت پر قیاس کرنا درست نہیں۔ مثلاً روزہ بدنی عبادت ہے اس میں میت کے ورثا اس کی نیابت کرنے کے پابند ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے "جو فوت ہو جائے اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کے ورثا اس کی طرف سے روزے رکھیں۔" جبکہ نماز کی نیابت ثابت نہیں ہے۔ اس لیے اسے روزوں پر قیاس کرنا درست نہیں۔

فقہی احکام: (۱) ایسی نذر جو شرعاً درست ہو اس کا پورا کرنا لازم ہے، اگر کوئی پوری کیے بغیر فوت ہو جائے تو اس کے ورثا پر لازم ہے کہ وہ پوری کریں۔ (۲) میت کے ورثا جو میت کی طرف سے صدقہ وغیرہ کرتے ہیں اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ (۳) میت پر قرض وغیرہ کا بوجھ اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب اس کی طرف سے اس کے ورثا ادا کر دیتے ہیں۔

۱۳۸۲: وَعَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رضی اللہ عنہ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَنْحَرَ إِبِلاً بِبُوَانَةَ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ فَقَالَ "هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ يُعْبَدُ؟" قَالَ لَا قَالَ "فَهَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟" فَقَالَ لَا، فَقَالَ "أَوْفِ بِنَذْرِكَ; فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ وَلَا فِي قَطِيعَةِ رَحِمٍ وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالطَّبَرَانِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ وَهُوَ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ.

ابوداود، کتاب الایمان و النذور، باب مایؤمر به من الوفاء بالنذر: ۳۳۱۲، ۳۳۱۳، الطبرانی: ۱۳۴۱

تنبیہ: (۱) مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو ابوداود اور طبرانی کی طرف منسوب کرنے کے بعد اس روایت کے الفاظ کو طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے، جبکہ مؤلف رحمہ اللہ کے نقل کردہ الفاظ نہ تو طبرانی کے ہیں اور نہ ابوداود کے ہیں۔ (۲) طبرانی اور ابوداود کے الفاظ بڑی حد تک ایک جیسے ہیں۔ معلوم نہیں کہ مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کے الفاظ کو طبرانی کی طرف منسوب کرنے کو کیوں ضروری خیال کیا۔

۱۳۸۲: حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے عہد رسالت میں یہ نذر مانی کہ وہ مقام بوانہ پر اونٹ نحر کرے گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا وہاں کسی بت کی عبادت کی جاتی ہے؟" اس نے عرض کیا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا وہاں مشرکین کے میلوں میں سے کوئی میلہ تو نہیں لگتا؟" اس نے عرض کیا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ اپنی نظر پوری کرو، کیونکہ عدم وفا تو اس نذر میں ہے جو اللہ کی معصیت پر مبنی ہو، یا اس سے قطع رحمی لازم آتی ہو، اور نہ اس کو پورا کرنا ابن آدم کی استطاعت میں ہو۔" اسے ابوداود اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ طبرانی کے ہیں اور یہ روایت صحیح الاسناد ہے

لغوی تحقیق: بوانة: باء مضموم اور واؤ مخفف، یہ ایک جگہ کا نام ہے جو بحر احمر کے ساحل کے قریب واقع ہے۔ وثن: واؤ اور ثاء مفتوح، اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی عبادت کی جائے وہ وثن ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ پیتل سے بنا ہوا یا تانبے سے، یا سونے سے، یا چاندی سے، یا لکڑی وغیرہ کا ہو، یا کسی نبی یا ولی کی قبر ہو۔

تشریح: امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی اصل صحیحین میں ہے، نیز اس روایت کی سند صحیحین کی شروط کے موافق ہے، اور اس کے تمام رواۃ مشاہیر ثقات میں سے ہیں اور سند متصل ہے۔ نیز اس کی شاہد روایات حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ایسے مقامات پر عبادت کرنے سے اجتناب کیا جائے جہاں مشرکین اپنے تہوار یا اپنی رسومات مناتے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) کفار کی مشابہت سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ (۲) کسی بھی جگہ عبادت کرنے یا ذبح کرنے کی نذر مانی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جگہ پر مشرکین و کفار اپنے مذہبی تہوار یا اپنی رسومات ادا نہ کرتے ہوں اور نہ وہ جگہ غیر اللہ کے نام سے معروف ہو۔

۱۳۸۳: وَلَهُ شَاهِدٌ مِنْ حَدِيثِ كَرْدَمٍ رضی اللہ عنہ عِنْدَ أَحْمَدَ.

ابوداود، کتاب الایمان و النذور، باب ما یؤمر به من الوفاء بالنذر: ۳۳۱۴، ۳۳۱۵، مسند احمد: ۴۱۹/۳

۱۳۸۳: مسند احمد میں اس کی شاہد روایت حضرت کردم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

تشریح: سابقہ حدیث میں رجل کا ذکر ہے لیکن اس روایت میں حضرت کردم بن سفیان رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ روایت ان کی بیٹی میمونہ بنت کردم سے قدر تفصیل سے منقول ہے، وہ کہتی ہیں کہ میرے والد نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے یہ نذر کی تھی کہ اگر میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں مقام بوانہ پر بکریاں ذبح کروں گا۔

۱۳۸۴: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلاً قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي نَذَرْتُ إِنْ فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ أَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ "صَلِّ هَا هُنَا" فَسَأَلَهُ فَقَالَ "صَلِّ هَا هُنَا" فَسَأَلَهُ فَقَالَ "شَأْنَكَ إِذًا" رَوَاهُ أَحْمَدُ أَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ

ابوداود، کتاب الایمان والنذور، باب من نذر أن یصلی فی بیت المقدس: ۳۳۰۵، احمد: ۳۶۳/۳، الدارمی: ۲۳۳۹، ابن الجارود: ۹۴۵، الحاکم: ۳۰۴/۴، ۳۰۵، البیہقی: ۸۲/۱۰، ۸۳

۱۳۸۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے فتح مکہ کے دن عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں مکہ فتح کروا دیا تو میں بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسی مقام پر پڑھ لو۔" اس نے پھر پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہاں پڑھ لو۔" اس نے پھر دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جاؤ اپنی مرضی کرو۔" (اسے احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: شأنک: یہ فعل محذوف "الزم" کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اذًا: یہ جزاء اور جواب ہے یعنی اگر تو بیت المقدس میں نماز پڑھنے پر مصر ہے تو پھر وہیں جا کر پڑھ لے۔

تشریح: اس روایت کو فقط امام حاکم ہی نے صحیح نہیں کہا، بلکہ امام ذہبی اور علامہ ابن دقیق العید نے بھی اس پر صحت کا حکم لگایا ہے۔

فقہی احکام: (۱) نذر کو کسی امر سے مشروط بھی کیا جا سکتا ہے۔ (۲) نظر غیر مشروط طور پر بھی مانی جا سکتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میرے ذمہ اتنے روزے ہیں۔ (۳) ادنیٰ مقام کے بدلے میں اعلیٰ مقام کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ (۴) بیت اللہ میں پڑھی جانے والی نماز بیت المقدس میں پڑھی جانے والی نماز سے افضل ہے۔ (۵) زیادہ سوال کرنے سے سائل مشکلات میں پھنس سکتا ہے۔

۱۳۸۵: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

تنبیہ: اس حدیث کی تخریج وتشریح حدیث رقم ۶۹۷ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

۱۳۸۵: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین مساجد کے علاوہ کسی اور جگہ کا زیارت کی غرض سے سفر نہ کیا جائے، مسجد الحرام، مسجد الاقصیٰ اور مسجد نبوی۔" (بخاری و مسلم اور مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔)

۱۳۸۶: وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ "فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ الْبُخَارِيُّ فِي رِوَايَةٍ، فَاعْتَكَفَ لَيْلَةً.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البخاری، کتاب اعتکاف، باب الاعتکاف لیلاً: ۲۰۳۲، مسلم: ۱۶۵۶، ابوداود: ۳۳۲۵، الترمذی: ۱۵۹۵، النسائی: ۲۱۲۷، ابن ماجة: ۲۱۲۹، احمد: ۲/ ۲۰، الدارمی: ۲۳۳۳، ابن حبان: ۴۳۷۹۔ ۴۳۸۱، شرح معانی الآثار: ۳/۱۳۳، الدارقطنی: ۲/ ۱۹۹، البیھقی: ۱۰/ ۳۱۸

۱۳۸۶: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں نے عہد جاہلیت میں مسجد حرام میں اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنی نذر پوری کرو۔" بخاری کی ایک روایت میں مزید یہ الفاظ ہیں، انہوں نے ایک رات کا اعتکاف کیا۔

لغوی تحقیق: **الجاھلیة:** اس سے مراد دور جاہلیت ہے، دور جاہلیت کا اختتام کہاں ہوتا ہے، اس بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں۔

تشریح: اعتکاف کیلئے روزہ ضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں، جن حضرات کا خیال ہے کہ اعتکاف کیلئے روزہ ضروری نہیں، زیر مطالعہ روایت ان کے مؤقف کی مؤید ہے۔ امام ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ کا لازم ہونا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت نہیں اور نہ قیاس اس کا مؤید ہے، ابن حبان میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے زیر مطالعہ مسئلہ غزوہ حنین سے واپسی پر دریافت کیا تھا۔

فقہی احکام: (۱) اعتکاف کیلئے روزہ شرط نہیں۔ (۲) عہد جاہلیت کے وہ امور جو اسلام سے متصادم نہیں، اسلام نے انہیں جاری رکھا۔ (۳) حالت کفر میں مانی گئی ایسی نذر جو اسلام سے متصادم نہیں، اسلام قبول کرنے کے بعد اسے پورا کرنا ضروری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْقَضَاءِ

عدلیہ کے مسائل کا بیان

لغوی تحقیق: القضاء: قضى يقضى سے مصدر ہے اوراس کی جمع اقضية مستعمل ہے، حالانکہ مصادر کی جمع وغیرہ نہیں آتی۔ اور یہ متعدد معنی پر دلالت کرتا ہے اور یہاں اس سے مراد حکم اور فیصلہ ہے۔

ا۔ بَابُ فِي صِفَةِ الْقَاضِي وَ الْحَاكِمِ قاضی اور حاکم کے اوصاف

۱۳۸۷: عَنْ بُرَيْدَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ اِثْنَانِ فِي النَّارِ وَوَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ رَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَلَمْ يَقْضِ بِهِ وَجَارَ فِي الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ لَمْ يَعْرِفِ الْحَقَّ فَقَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ" رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، كتاب الاقضية، باب في القاضي يخطئ: ۳۵۷۳، الترمذی: ۱۳۵۲، النسائی فی الکبری: ۴۶۱/۳، ابن ماجة: ۲۳۱۵، الحاکم: ۹۰/۴، البیهقی: ۲۰۹۳۵، ۲۰۹۳۶، المعجم الاوسط: ۳۶۴۱، ۳۸۴۰، ۶۷۸۲، بیان الوهم والایهام: ۵۷۹، ابن حبان: ۵۰۵۶

تنبیہات: (۱) الحاکم میں راوی کا نام سعید بن عبیدہ، البیهقی میں سعد بن عبیدہ اور المعجم الاوسط میں یزید بن عبیدہ مذکور ہے اور درست نام سعد بن عبیدہ ہے۔ (۲) صاحب توضیح الاحکام نے امام حاکم اور بیہقی کے حوالے سے سہل بن عبیدہ ذکر کیا ہے جو کہ درست نہیں۔ (۳) حافظ عبدالحق نے یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی ہے۔ علامہ شاکر فرماتے ہیں کہ کثیر تتبع کے باوجود یہ روایت مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریق سے نہیں ملی۔

۱۳۸۷: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جج تین قسم کے ہوتے ہیں، دو قسم کے جج جہنمی اور ایک قسم کے جج جنتی ہیں، جنتی جج وہ ہے جنہوں نے حق معلوم کر کے اس کے مطابق فیصلہ دیا، اور جہنمی جج وہ ہیں جنہوں نے حق جان کر حق کے مطابق فیصلہ نہیں دیا، بلکہ ظالمانہ حکم صادر کیا اور وہ جج بھی جہنمی ہے جسے حق معلوم نہ ہو سکا اور اس نے اپنی جہالت پر ہی فیصلہ صادر کر دیا۔" (اسے چاروں نے بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: جار: یہ جور سے ماخوذ ہے، یعنی ظلم کیا۔

تشریح: یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے۔ امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ، امام طبرانی اور امام بیہقی نے یہ حدیث ابو ہاشم عن ابن بریدہ عن ابیہ کے طریق سے بیان کی ہے۔ (۱) امام ابوداؤد فرماتے ہیں، قضاۃ سے متعلق جو روایات منقول ہیں یہ روایت ان سب سے زیادہ قوی ہے۔ علامہ البانی نے اس طریق کے رواۃ کو رجال مسلم قرار دیا ہے تاہم ان کا کہنا ہے کہ اس طریق کے ایک راوی خلف بن خلیفہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، لیکن وہ اس روایت کے بیان کرنے میں تنہا نہیں۔ (۲) امام طبرانی فرماتے ہیں کہ ابو ہاشم سے یہ روایت فقط خلف بن خلیفہ ہی نقل کرتا ہے، جب کہ امام حاکم نے یہ روایت حکیم بن جبیر عن ابن بریدہ عن ابیہ کے طریق سے نقل کرنے کے بعد اسے صحیح قرار دیا ہے، لیکن امام ذہبی نے ان سے اختلاف کرتے ہوئے اس طریق کے ایک راوی ابن بکیر غنوی کو منکر الحدیث کہا ہے۔ (۳) امام حاکم نے یہ روایت سعید بن عبیدہ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام بیہقی نے سعد بن عبیدہ اور طبرانی نے یزید بن عبیدہ، عن ابن بریدہ عن ابیہ کے طریق سے نقل کی ہے۔ اس طریق کو امام ذہبی نے بھی صحیح تسلیم کیا ہے، لیکن یہ روایت اعمش کے عنعنہ اور شریک کے سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۴) امام طبرانی نے حکم بن عتیبہ و یونس بن خباب عن ابن بریدۃ عن ابیہ کے طریق سے نقل کی ہے۔ ان بیانات سے یہ واضح ہوا کہ یہ حدیث مجموع طرق کی وجہ سے صحیح ہے۔ نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث اس کی مؤید ہے۔

اس حدیث میں قضاۃ کو تین اقسام میں منقسم کیا گیا ہے۔

(۱) ایسے قضاۃ جو احکام شرعیہ سے نابلد ہیں یا احکام شرعیہ سے تو آگاہی رکھتے ہیں لیکن سستی اور غفلت کی وجہ سے قضیہ کی حقیقت تک پہنچنے میں ناکام رہتے ہیں۔

(۲) ایسے قضاۃ جو احکام شرعیہ سے آگاہی کے ساتھ ساتھ قوت فیصلہ کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں لیکن چند سکوں کی خاطر حق دار کو اس کے حق سے محروم کر دیتے ہیں۔

درج بالا دونوں قسم کے قضاۃ جہنم کا ایندھن ہیں۔

(۳) ایسے قضاۃ جو احکام شرعیہ سے آگاہی کے ساتھ ساتھ قوت فیصلہ کی صلاحیت رکھتے ہیں اور فیصلے انصاف پر مبنی کرتے ہیں، ان کیلئے جنت میں اعلیٰ مقام ہے۔ لیکن یہ مقام حاصل کرنا نہایت مشکل ہے جبکہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "جسے قاضی بنا دیا گیا اسے بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا"

فقہی احکام: (۱) ولاۃ کا فرض ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو ہی قاضی مقرر کریں جو احکام شرعیہ سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ اچھی شہرت رکھتے ہوں۔ (۲) جن حضرات میں قوت فیصلہ کی صلاحیت نہ ہو، اور نہ انہیں احکام شرعیہ سے آگاہی ہو، ایسے حضرات اس عہدہ کیلئے خود کو پیش نہ کریں۔

۱۳۸۸: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ وَلِيَ الْقَضَاءَ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ" رَوَاهُ احمد والاربعة وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، كتاب الاقضية، باب فى طلب القضاء: ۳۵۷۱، الترمذى: ۱۳۴۸، النسائى فى الكبرى: ۴۶۲/۳، ابن ماجة: ۲۳۰۸، احمد: ۳۶۵/۲، البيهقى: ۹۶/۱۰، المعجم الاوسط: ۹۰۹۹، ابن حبان: ۵۰۵۵

تنبیہ: ابن خزیمہ اور ابن حبان کی تصحیح کے مراجع راقم کو معلوم نہیں ہو سکے۔ اس لیے ان کی تخریج سے قاصر رہا۔

۱۳۸۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جسے قاضی بنا دیا گیا، وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔" (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: اس حدیث کو امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے صحیح اور امام ترمذی نے حسن کہا ہے، لیکن علامہ ابن جوزی نے اسے معلول قرار دیا ہے اور یہ موصوف کا تسامح ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں منصب قضاۃ کے خطرات سے آگاہ کیا گیا ہے، اس منصب میں چونکہ لوگوں کے مال وجان اور عزت وآبرو سے متعلق قضیات کا فیصلہ کیا جاتا ہے، اور فیصلہ کرتے وقت راہ حق سے پھسلنے کا امکان رہتا ہے جس کا مشاہدہ ہم روزمرہ کر رہے ہیں، اس لیے آپ ﷺ نے اس منصب پر فائز ہونے کو بغیر چھری کے ذبح کرنے سے تعبیر فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "عادل قاضی بھی قیامت کے روز یہ تمنا کرے گا کہ کاش وہ دو آدمیوں کے درمیان بھی فیصلہ نہ کرتا۔"

فقہی احکام: عہدہ قضا پر فائز ہونے کی تمنا بھی نہیں کرنی چاہیے۔

۱۳۸۹: وَعَنْهُ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الاحکام، باب مایکرہ علی الحرص علی الامارۃ: ۷۱۴۸، النسائی: ۱۶۲/۷، مسلم: ۱۶۵۲، البیہقی: ۲۰۷۹۱

۱۳۸۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ تم لوگ بہت جلد حکمران بننے کی خواہش کرو گے اور حکمرانی قیامت کے روز باعث ندامت ہوگی، بہتر ہے دودھ پلانے والی اور بری ہے دودھ چھڑانے والی۔" (بخاری)

لغوی تحقیق: **ستحرصون**: راء کو مفتوح اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے۔ کسی شے کی بہت زیادہ رغبت کرنا۔ **الامارۃ**: ہمزہ مکسور، منصب امارت۔ **ندامة**: اپنے کیے پر افسوس کرنا۔ امام جرجانی فرماتے ہیں کہ ندامت اس غم کو کہتے ہیں جس کے لاحق ہونے پر انسان تمنا کرتا ہے کہ جو فعل اس سے صادر ہوا تھا کاش وہ اس سے صادر نہ ہوتا۔ **نعمت** ...... **بئست**: یہ دونوں فعل ماضی ہیں لیکن ان کی گردانیں مستعمل نہیں ہیں۔ یہ مدح اور ذم کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ **المرضعة**: دودھ پلانے والی، یہاں اس سے مراد حکمرانی کے دنیاوی فوائد ہیں۔ **الفاطمة**: دودھ چھڑانے والی، یہاں اس سے مراد حکمرانی سلب ہونے کے بعد والی کیفیات ہے۔

تشریح: حکمرانی وقتی طور پر تو بہت پرلطف اور پرکشش ہوتی ہے، لیکن انجام کے اعتبار سے نہایت ہیبت ناک ہے، خصوصاً عدل نہ کرنے والے حکمرانوں کیلئے تو دنیاوی اور اخروی تباہی کا سبب ہے۔ اس کی تصویر کشی آپ ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں اس طرح فرمائی ہے "جو عدل نہیں کرتا اس کیلئے پہلا مرحلہ ملامت، دوسرا مرحلہ ندامت اور تیسرا مرحلہ قیامت کے دن عذاب ہے۔" رحمت عالم ﷺ نے مسلمانوں کو حکمرانی کے خوف ناک انجام سے محفوظ رکھنے کیلئے انہیں اس منصب سے دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے، جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے حاکم کیوں مقرر نہیں فرماتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم کمزور ہو اور یہ امانت ہے اور ذلت اور ندامت کا باعث ہے، ہاں اس شخص کیلئے نہیں جس نے حکمرانی کا حق ادا کر دیا۔"

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ عدل وانصاف قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں، ان کیلئے حکمرانی باعث ندامت وملامت نہ ہوگی، اور ایسے لوگ یقیناً وہی ہوں گے جنہیں حکمرانی کی خواہش نہ ہوگی، اور لوگوں نے ان میں حکمرانی کی اہلیت دیکھ کر اس امانت کا بوجھ ان کے کندھوں پر رکھ دیا ہوگا۔ جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا "اے عبدالرحمٰن! امارت کا مطالبہ مت کرنا، اگر تجھے امارت تیرے مطالبے کے بغیر دیدی گئی تو تیری مدد کی جائے گی اور اگر تجھے امارت تیرے مطالبے پر دی گئی تو تو اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے عہدہ قضا کا مطالبہ کیا، اسے اس کی ذات کے سپرد کر دیا جائے گا، اور جسے یہ منصب زبردستی عطا کر دیا گیا، اس کی مدد کیلئے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرما دے گا جو اس کی اصلاح کرتا رہے گا۔"

فقہی احکام: (۱) کسی بھی انتظامی منصب کی خواہش رکھنا درست نہیں۔ (۲) آخرت کی سزاؤں کے مقابلے میں دنیا کی حکمرانی کے مزے نہایت کم ہیں۔ (۳) انتظامی عہدہ اگر بغیر مطالبے کے مل جائے تو پھر قبول کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۳۹۰: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ "إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الاعتصام والسنة، باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطأ: ۷۳۵۲، مسلم: ۱۷۱۶، ابوداود: ۳۵۷۴، ابن ماجة: ۲۳۱۴، احمد: ۱۹۸/۴، ۲۰۴، الدارقطنی: ۲۰۱/۴، ۲۱۱، ابن حبان: ۵۰۶۰-۵۰۶۲، البیہقی: ۱۱۸/۱۰، ۱۱۹، ابن الجارود: ۹۹۶، المعجم الاوسط: ۳۲۱۴

۱۳۹۰: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے "جب کوئی حکمران پوری محنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے فیصلہ صادر کرتا ہے اور اس کا فیصلہ درست ہوتا ہے تو اس کیلئے دگنا اجر ہے اور جب کوئی حاکم فیصلہ تو پوری محنت سے کرتا ہے، لیکن اس کا فیصلہ درست نہیں ہوتا، اس کیلئے ایک اجر ہے۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **حکم:** اس کے لغوی معنی فیصلہ کرنا ہے، جبکہ اصطلاحی معنی حکم شرعی کو واضح اور نافذ کرنا ہے۔ **فاجتهد:** یہ **اجتهاد** سے ماخوذ ہے، اجتھاد کے لغوی معنی محنت و مشقت کے ہیں، یعنی کسی فقیہ کا بذریعہ استنباط حکم شرعی تک پہنچنے کیلئے اپنی قوت فراست صرف کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔ **اخطا:** یہ صواب کا متضاد ہے اور شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ کام ہے جو ارادے کے برعکس ظہور میں آئے۔

تشریح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی انہیں الفاظ کے ساتھ مرفوع حدیث مروی ہے۔ حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قاضی جب تک ناانصافی نہیں کرتا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال رہتی ہے۔" ان احادیث میں جس حاکم و قاضی کی فضیلت بیان ہوئی ہے، اس سے مراد وہ حاکم اور قاضی ہے جو اپنے منصب کا اہل ہو، اور جو قاضی اور حاکم اپنے منصب کا اہل نہیں اس کیلئے تو یہ مناصب ماسوا ہلاکت کے اور کچھ نہیں۔

فقہی احکام: (۱) قاضی، حاکم اور مجتہد کیلئے خوب غور و خوض کرنا ضروری ہے۔ (۲) جو قاضی، حاکم اور مجتہد بغیر غور و خوض کیے فیصلہ یا فتوی صادر کرے گا وہ نہ صرف ثواب سے محروم رہے گا بلکہ گنہگار بھی ہوگا۔ (۳) جو حاکم، قاضی اور مجتہد خوب غور و خوض کے بعد فیصلہ یا فتوی صادر کرے گا، اس کا فیصلہ یا فتوی درست ہونے کی صورت میں اسے دگنا اجر ملے گا۔ (۴) فتوی یا فیصلہ صائب نہ ہونے کی صورت میں بھی اسے اجر ملے گا۔

۱۳۹۱: وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ "لَا يَحْكُمُ أَحَدٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الاعتصام والسنة، باب هل یقضی القاضی او یفتی و هوغضبان: ۷۱۵۸، مسلم: ۱۷۱۷، ابوداود: ۳۵۸۹، الترمذی: ۱۳۳۴، النسائی: ۸/۲۳۷، ۲۳۸، ابن ماجة: ۲۳۱۶، احمد: ۵/ ۳۶، ۴۶، ۵۲، ابن الجارود: ۹۹۷، ابن حبان: ۵۰۶۳، ۵۰۶۴، المعجم الاوسط: ۲۶۸۵، ۴۶۰۰، البیهقی: ۲۰۸۵۶، ۲۰۸۶۳، بیان الوهم والایهام: ۸۹۱، ۶۱، الاحکام الوسطی: ۲۸۶/۶

تنبیہات: (۱) زیر مطالعہ حدیث کے الفاظ صحیح مسلم کے ہیں، معلوم نہیں مؤلف نے ان الفاظ کو صحیح مسلم کی طرف منسوب کیوں نہیں کیا۔ (۲) حافظ عبدالحق نے حدیث: **لا يقضي القاضي الا وهو شبعان ريان** ؛ پر نقد کرتے ہوئے اس روایت کے ایک راوی کا نام القاسم بن محمد لکھ کر اسے متروک الحدیث قرار دیا ہے، جبکہ اس راوی کا نام امام بیہقی، امام طبرانی اور امام دارقطنی کی سند میں القاسم بن عبداللہ ہے۔ امام ابن قطان نے اس غلطی کی نشاندہی کی ہے، نیز انہوں نے القاسم بن عبداللہ کو؛ **متهم بوضع الحديث** ؛ قرار دیا ہے۔ اس روایت کے ضعیف ہونے کی امام ابن قطان نے دوسری علت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے، ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن انصاری حقیقیت میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ ہی ہو جو کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے براہ راست روایت کرتا ہے، لیکن یہ بات میں یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہاں وہ یہ روایت حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے اپنے باپ کے واسطے سے نقل کرتا ہے۔ واضح رہے کہ امام طبرانی کی سند میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ ہی ہے۔ موصوف اگرچہ ثقہ ہے تاہم اس کا باپ مجہول ہے۔ اس روایت کے ضعیف ہونے کی تیسری علت قاسم بن عاصم کا مجہول ہونا ہے۔

۱۳۹۱: حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے "تم میں سے کوئی بھی غصہ کی حالت میں دو آدمیوں کے مابین فیصلہ نہ کرے۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث میں غصہ کی جس حالت میں فیصلہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، وہ غیر معمولی حالت ہے، کیونکہ یہ وہ حالت ہے جو انسان کے فہم کو مفلوج کر دیتی ہے، جبکہ فیصلہ کرنے کیلئے غور و خوض اشد ضروری ہے، شدت بھوک و پیاس، زیادہ شکم سیری، غلبہ نیند اور اسی طرح کے دیگر امور جو فہم کو مفلوج کر دیتے ہیں، اہل علم نے ان کو بھی غصہ پر قیاس کیا ہے، بہت زیادہ شکم سیری کی حالت میں فیصلہ کرنے کی ممانعت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث میں بھی مذکور ہے لیکن یہ روایت موضوع کے قریب تر ہے، جیسا کہ تنبیہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) غصہ کی حالت میں فیصلہ حرام ہے۔

۱۳۹۲: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "إِذَا تَقَاضَى إِلَيْكَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْأَوَّلِ حَتَّى تَسْمَعَ كَلَامَ الْآخَرِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

فَسَوْفَ تَدْرِی کَیْفَ تَقْضِی " قَالَ عَلِیٌّ فَمَا زِلْتُ قَاضِیًا بَعْدُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَهُ وَقَوَّاهُ ابْنُ الْمَدِینِیِّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب الاقضیة، باب کیف القضاء: ۳۵۸۲، الترمذی: ۱۳۵۴، ابن ماجة: ۲۳۱۰، احمد: ۹۰/۱، ۹۶، ۱۱۱، ۱۴۹، ابن حبان: ۵۰۶۵، الحاکم: ۱۳۵/۳، البیهقی: ۱۳۷/۱۰، اخبار الفقاة..: ۸۴/۱ـ ۸۶، خصائص علی: ۳۱، ۳۶، ابو یعلی: ۲۹۳، ۳۱۶، ابن سعد: ۳۳۷/۲

۱۳۹۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب دو آدمی تیرے پاس مقدمہ لے کر آئیں تو دوسرے فریق کی بات سنے بغیر فیصلہ مت سنانا، چنانچہ اس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ فیصلہ کیسے سنانا ہے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں اس کے بعد سے اس ہدایت کی روشنی میں فیصلہ سناتا ہوں۔ اسے احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اسے حسن، امام علی بن مدینی نے قوی اور امام ابن حبان نے صحیح کیا ہے۔

تشریح: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے اور جمیع طرق کی وجہ سے یہ حدیث حسن درجہ کی ہے، مگر انفرادی طور پر کوئی طریق بھی قابل حجت نہیں۔ امام ابن حبان نے جس طریق کو صحیح کہا ہے وہ طریق سماک عن عکرمہ کی وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ سماک، عکرمہ کی روایات میں اضطراب کا شکار ہے، امام بیہقی، امام احمد، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابویعلی نے یہ روایت سماک عن حنش کے طریق سے نقل کی ہے، یہ طریق حنش کی وجہ سے ضعیف ہے، امام وکیع نے "اخبار القضاة" میں مؤمل بن اسماعیل عن سفیان کے طریق سے نقل کی ہے، یہ طریق مؤمل بن اسماعیل کے کثیر الخطا ہونے کی وجہ سے حسن کے قریب ہے، امام حاکم، امام نسائی، امام ابن ماجہ نے یہ روایت عن ابی البختری عن علی کے طریق سے نقل کی ہے۔ اس طریق کو اگرچہ امام حاکم نے صحیحین کی شروط کے موافق قرار دیا ہے، اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، تاہم یہ طریق منقطع ہے، کیونکہ ابوالبختری کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ ابن سعد، امام ابویعلیٰ اور امام نسائی نے (خصائص علی) میں یہ روایت ابواسحٰق کے طریق سے نقل کی ہے، یہ طریق اگرچہ دیگر طرق کے مقابلے میں قوی ہے تاہم یہ طریق بھی ابواسحٰق کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) فریقین کے مابین عدل وانصاف اسلامی نظام عدل کی اساس ہے۔ (۲) فیصلہ سنانے سے قبل فریقین کا موقف سننا لازم ہے۔ (۳) اگر ایک فریق کا موقف سنے بغیر فیصلہ سنا دیا تو وہ فیصلہ باطل ہوگا۔ (۴) ایک فریق اگر غائب ہو اور اسے تلاش کرنے کی مناسب کوشش کر لی گئی ہو یا وہ مجنون ہو تو دوسرے فریق کے حق میں جز وقتی فیصلہ سنایا جا سکتا ہے (۵) اگر دوسرا فریق عمداً حاضر نہیں ہوتا تو پھر فریق اول کے حق میں فیصلہ سنا دیا جائے۔

۱۳۹۳: وَلَهُ شَاهِدٌ عِنْدَ الْحَاكِمِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما.

الحاکم، کتاب الاحکام: ۸۸/۴، ابن حبان: ۵۰۶۵

۱۳۹۳: اس کی شاہد روایت امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

تشریح: امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے جو روایت نقل کی ہے، اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنے اور ان کیلئے دعا خیر کرنے کا ذکر ہے، مگر اس میں اداب قضا سے متعلق الفاظ نہیں ہیں۔ نیز یہ روایت مسلم بن کیسان کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ ہاں البتہ ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی مفصل روایت موجود ہے، لیکن وہاں وہ یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے نقل کرتے ہیں۔

۱۳۹۴: وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مِمَّا أَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَطَعْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الشهادات، باب من اقام البینة بعد الیمین، کتاب الاحکام، باب موعظ الامام للخصوم: ۲۶۸۰، ۷۱۶۹، مسلم:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

۱۷۱۳، ابوداود: ۳۵۸۳، الترمذی: ۱۳۶۲، النسائی: ۲۳۳/۸، ابن ماجة: ۲۳۱۷، احمد: ۲۰۳/۶، ۲۹۰، ابن حبان: ۵۰۷۰، ۵۰۷۲، البیھقی: ۱۴۹/۱۰، الشافعی: ۱۷۸/۲، ابن ابی شیبة: ۲۳۴/۷، ابن الجارود: ۱۰۰۰، الدارقطنی: ۲۳۹/۴

۱۳۹۴: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میرے پاس اپنے مقدمات لے کر آتے ہو، ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ اپنا مؤقف دوسروں کے مقابلے میں خوب چرب لسانی سے پیش کر دیں، اور میں جو کچھ اس سے سنوں اس کے مطابق فیصلہ کر دوں، چنانچہ میں جسے اس کے بھائی کا حق چھین کر دے دوں تو میں اسے آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دوں گا۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت، قاضی کو فیصلہ کرنے سے پہلے فریقین کا مؤقف سننے کا صراحتاً پابند بناتی ہے لیکن وہ روایت سنداً اتنی مضبوط نہیں جبکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث قاضی کو فریقین کا موقف سننے کا دلالۃ پابند بناتی ہے اور یہ مزید صراحت کرتی ہے کہ قاضی کا فیصلہ ظاہر کے مطابق ہوتا ہے، اگر کوئی شخص اپنی چرب لسانی سے حق کی شکل مسخ کر کے باطل کو غالب کر دے تو وہ قاضی سے تو اپنے حق میں فیصلہ صادر کروا سکتا ہے، لیکن احکم الحاکمین کو فریب نہیں دے سکتا۔ اسی مفہوم کی مرفوع حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) قاضی کا فیصلہ ظاہر کے موافق ہوتا ہے۔ (۲) اس کا فیصلہ حرمت کو حلت سے یا حلت کو حرمت سے تبدیل نہیں کر سکتا۔

(۳) دنیا میں کسی کا حق بزور قوت یا بذریعہ عدلیہ حاصل کرنے والا اپنے لیے جہنم کا ایندھن تیار کرتا ہے۔

۱۳۹۵: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ "كَيْفَ تُقَدَّسُ أُمَّةٌ لَا يُؤْخَذُ مِنْ شَدِيدِهِمْ لِضَعِيفِهِمْ؟" رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابن حبان، کتاب القضاء، باب ذکر الامر للمرء ان یاخذ للضعیف من القوی اذا قدر علی ذالک: ۵۰۵۸، ۵۰۵۹، ابن ماجة: ۴۰۱۰، ابو یعلی: ۲۰۰۳

۱۳۹۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا "وہ امت کیسے پاک ہو سکتی ہے، جس کے طاقتور سے کمزور کا حق نہ لیا جا سکے۔" ابن حبان

لغوی تحقیق: شديدهم: ان کا طاقتور۔

تشریح: یہ روایت فی نفسہ تو ابو زبیر کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے، تاہم شواہد کی وجہ سے حسن ہے۔ یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے، اس طریق میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو کیسے پاک کرے گا جس کے طاقتور سے کمزور کا حق نہ لیا جا سکے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ وہ قوم گناہوں سے پاک نہیں ہو سکتی، جو معاشی اور معاشرتی انصاف قائم نہیں کر سکتی، معاشی اور معاشرتی انصاف اسی صورت میں قائم ہو سکتا ہے جب جج اور حکمران طاقتور لوگوں سے غریبوں کے حقوق چھین کر غریبوں کے حوالے کر دیں۔

فقہی احکام: (۱) اسلامی معاشرے کے کمزور ترین طبقہ کو بھی انصاف فراہم کرنا قضاۃ اور ولاۃ کا فرض منصبی ہے۔

(۲) حکومتیں اگر انصاف فراہم کرنے میں ناکام رہتی ہیں تو پوری ریاست گناہوں کے بوجھ سے آزاد نہیں ہو سکتی۔

۱۳۹۶: وَلَهُ شَاهِدٌ مِنْ حَدِيثِ بُرَيْدَةَ رضی اللہ عنہ عِنْدَ الْبَزَّارِ.

البزار کما فی کشف الاستار: ۱۵۹۶، البیھقی، کتاب آداب القاضی، باب ما یستدل به علی ان القضاء و سائر اعمال الولاۃ مما یکون امراً بمعروف ......: ۲۰۷۸۳، ۲۰۷۸۴

۱۳۹۶: اسی کی شاہد حدیث حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے امام البزار نے روایت کی ہے۔

تشریح: اس روایت کے جملہ رواۃ اگرچہ ثقہ ہیں تاہم عطاء بن سائب کے اختلاط کی وجہ سے معلول ہے۔

۱۳۹۷: وَآخَرُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ عِنْدَ ابْنِ مَاجَه.

ابن ماجة، ابواب الھبات، باب لصاحب الحق سلطان: ۲۴۲۶، ابن ابی شیبة: ۵۹۲/۶، ابو یعلی: ۱۰۹۱، الطبرانی: ۱۱۲۳۰،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البیھقی: ۲۰۷۸۱ ، ۲۰۷۸۲، الحاکم: ۲۵۶/۳

۱۳۹۷: ایک دوسری شاہد روایت امام ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

تشریح: یہ روایت اعمش کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لیکن اس روایت کے مزید شواہد بھی ہیں۔ مثلاً حضرت خولہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھم سے مروی روایات طبرانی میں ہیں، ابوسفیان بن حارث سے مروی روایت بیہقی اور حاکم میں ہے، چنانچہ شواہد کی بنا پر یہ روایت قوی ہے۔ لیکن انفرادی طور پر تمام روایات معلول ہیں۔

۱۳۹۸: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ "يُدْعَى بِالْقَاضِي الْعَادِلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَلْقَى مِنْ شِدَّةِ الْحِسَابِ مَا يَتَمَنَّى أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ بَيْنَ اِثْنَيْنِ فِي عُمْرِهِ" رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ وَأَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ وَلَفْظُهُ فِي تَمْرَةٍ.

ابن حبان، کتاب القضاء، باب ذکر الاخبار عن وصف مناقشة اللہ فی القیامة...... : ۵۰۵۵، البیھقی: ۹۶/۱۰(۲۰۸۰۲)، احمد: ۷۵/۶، اخبار القضاة: ۲۰/۱ ، ۲۱، المجمع الزوائد: ۱۹۲/۴، العلل المتناھیة: ۷۵۵/۲، المعجم الاوسط: ۲۶۴۰

تنبیہات: (۱) تمرة اور عمره کا خط ایک جیسا ہے، اس لیے اس بات کا امکان ہے کہ کسی کاتب سے تصحیف ہوگئی ہو۔ (۲) ابوولید ھشام بن عبدالملک اور ابوداؤد طیالسی نے جو روایت نقل کی ہے اس میں عمرو بن العلاء اور صالح بن سرج کے مابین کوئی واسطہ نہیں، لیکن سلیمان بن داؤد نے ان دونوں کے مابین عبدالقیس کا واسطہ نقل کیا ہے۔

۱۳۹۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے "قیامت کے روز عادل قاضی کو پیش کیا جائے گا اور اسے سخت حساب کا سامنا کرنا ہوگا جس کی وجہ سے وہ آرزو کرے گا کہ کاش! اس نے اپنی زندگی میں دو آدمیوں کے درمیان بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔" (اسے ابن حبان اور بیہقی نے بیان کیا ہے) بیہقی میں ہے کہ ایک کھجور کی بابت بھی فیصلہ نہ کرتا۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے تلخیص میں اس روایت کو احمد، عقیلی، ابن حبان اور بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے، امام عقیلی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرنے میں عمران بن حطان کی کسی نے متابعت نہیں کی اور نہ مجھے اس کے سماع کی صراحت ملی ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ امام عقیلی کے موقف سے اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ صحیح بخاری میں عمران بن حطان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں اپنے سماع کی تصریح کی ہے۔

امام بیہقی اور امام احمد نے جس طریق سے یہ روایت نقل کی ہے، اس میں عمران بن حطان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کے سماع کی صراحت کی ہے۔ چنانچہ اس روایت کے ضعف کی یہ علت تو غیر مؤثر ہے لیکن یہ روایت صالح بن سرج کی وجہ سے ضعیف ہے، تاہم علامہ ہیثمی نے مسند احمد میں منقول روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ سند بھی صالح بن سرج کی وجہ سے معلول ہے۔ علامہ ابن جوزی اور علامہ سیوطی نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مسند احمد اور بیھقی میں ہے کہ عادل قاضی بھی یہ تمنا کرے گا کہ کاش! اس نے دو آدمیوں کے مابین ایک کھجور کی بابت بھی فیصلہ نہ سنایا ہوتا۔

۱۳۹۹: وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبی الی کسری و قیصر: ۴۴۲۵، الترمذی: ۲۳۷۹، النسائی: ۲۲۷/۸، احمد: ۴۳/۵ ، ۴۷ ، ۵۱، المعجم الاوسط: ۴۸۵۲، ابن حبان: ۴۵۱۶، مسند الشھاب: ۸۶۴، البیھقی: ۹۰/۳ ، ۱۱۷/۱۰، الطیالسی: ۸۷۸

۱۳۹۹: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی جو اپنے معاملات عورت کے سپرد کردے" بخاری

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ مہتم بالشان امور خواتین کے سپرد کرنا ہلاکت و بربادی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ خصوصاً امامت صغریٰ، منصب آذان و اقامت، عہدہ قضا اور امامت کبریٰ، یہ مردوں ہی کے لائق ہیں۔ ان عہدوں پر خواتین کو فائز کرنے کا انجام بالآخر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تباہی کی صورت میں نمودار ہوگا۔

عصر حاضر میں معاشی استحکام کے نام پر خواتین کو مردوں کے شانہ بشانہ چلانے کا چرب اللسان ترانہ ہر طرف بڑے مزے لے کر گایا جا رہا ہے، اور ہماری کچھ مذہبی جماعتیں مجرمانہ خاموشی کا ارتکاب کیے بیٹھی ہیں اور کچھ طاغوتی طاقتوں کو کندھا دے رہی ہیں اور اس کے اثرات مہنگائی کے اژدھا اور بے راہ روی کے طوفان کی شکل میں رونما ہو رہے ہیں۔ بے حجابی کے اس سیل ارم میں کتنی عصمتیں بہہ گئیں؟ کتنے گھرانے اجڑ گئے؟ اس کا صحیح اعداد و شمار تو کوئی کہنہ مشق ماہر شماریات ہی کرے گا، لیکن ایسی خبریں ہر روز اخبارات کی زینت بنتی ہیں۔ کاش! امت مسلمہ برہنگی کے سیلاب کی آمد سے پہلے اس حدیث کے رموز و اسرار پر غور کر کے اپنی بہو بیٹیوں کو ایوان نمائندگان کی زینت بنانے کی بجائے اپنے گھروں کی زینت بنالیں۔ اسی مفہوم کی حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: نکاح، آذان، خطبہ، قضا، سفارت، وزارت اور صدارت وغیرھم امور خواتین کے سپرد کرنا جائز نہیں۔

۱۴۰۰: وَعَنْ أَبِي مَرْيَمَ الْأَزْدِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ "مَنْ وَلَّاهُ اللَّهُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَاحْتَجَبَ عَنْ حَاجَتِهِمْ وَفَقِيرِهِمْ احْتَجَبَ اللَّهُ دُونَ حَاجَتِهِ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

ابوداود، کتاب الخراج والامارة و الفئی، باب فیمن یلزم الامام من امر الرعیة : ۲۹۴۸، الترمذی : ۱۳۵۵، سبل السلام : ۱۲۴/۴، الحاکم : ۷۰۲۷

۱۴۰۰: حضرت ابو مریم ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے معاملات کا کسی قدر بھی حاکم بنا دیا، اور وہ ان کی ضروریات و حاجات پوری کرنے سے رُکا رہا، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی نہیں فرمائیں گے۔" (ابوداؤد، ترمذی)

لغوی تحقیق: ولاہ: اسے سربراہ بنا دیا۔ احتجب: وہ چھپا رہا، یعنی اس نے دروازوں پر دربان بٹھا دیئے۔ حاجۃ: ضروریات زندگی۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے تلخیص میں اس روایت کو ترمذی، ابوداؤد اور حاکم کی طرف منسوب کیا ہے، حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ امام ابوداؤد نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد اس پر سکوت فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس روایت کی سند کو جید قرار دیا ہے۔

علامہ صنعانی کا کہنا ہے کہ اس کی ایک شاہد روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے، امام ابوحاتم نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ کسی بھی سربراہ کو یہ لائق نہیں کہ وہ امور سلطنت کی انجام دہی کیلئے غفلت ولا پرواہی کا مظاہرہ یا اپنے اور عوام کے درمیان فورس کا انحصار قائم کرے اور جو ایسا کرے گا وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہے گا، یہی حکم ججز، ناظمین اور وزراء وغیرہ کیلئے بھی ہے۔

ہاں! البتہ دہشت گردی کی روک تھام اور سرکاری امور کی انجام دہی کو یقینی بنانے کیلئے دربان وغیرہ رکھے جا سکتے ہیں تا کہ غلط لوگ موقع سے فائدہ حاصل نہ کر سکیں اور فضول لوگ وقت ضائع نہ کریں۔

فقہی احکام: (۱) حکمرانوں کو لوگوں کی شکایت براہ راست سننے کیلئے خاص وقت مقرر کرنا چاہیے۔ (۲) روزمرہ کے مسائل کے حل کیلئے مختلف سیل قائم کیے جائیں۔ (۳) سیل کے سربراہوں سے رپوٹ طلب کی جائے۔ (۴) دہشت گردی کو ناکام بنانے کیلئے گارڈ وغیرہ کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔

۱۴۰۱: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ فِي الْحُكْمِ. رَوَاهُ احمد والاربعة وَحَسَّنَهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَلتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

الترمذی، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم: ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، احمد: ۲/۳۸۷، ابن حبان: ۵۰۷۶، ۵۰۷۷، الحاکم: ۴/۱۰۳، الطیالسی، ۲۲۷۶، ابن الجارود: ۵۸۵، علل الحدیث: ۱۳۹۵، ابن ماجۃ: ۲۳۱۶

تنبیہ: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ فی الواقع ایسا نہیں کیونکہ ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث موجود نہیں۔ البتہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے اس مفہوم کی حدیث منقول ہے۔

۱۴۰۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کی بابت رشوت دینے والے اور لینے والے پر لعنت فرمائی۔ (اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے، ترمذی نے حسن اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: الراشی: کسی دوسرے کا حق حاصل کرنے کیلئے رشوت دینے والا۔ المرتشی: رشوت لینے والا۔

تشریح: یہ روایت فی نفسہ حسن اور شاہد کی بنا پر صحیح ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث اس کی شاہد ہے، لیکن اس میں لفظ: فی الحکم؛ نہیں ہے۔ یعنی کسی بھی سطح پر کسی بھی شخص کا رشوت دینا لینا باعث لعنت ہے۔ اور یہ لعنت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ اس کی مزید شاہد روایات حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ثوبان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔

رشوت انصاف کی راہ کی سب سے بھاری چٹان ہے، جس معاشرے میں رشوت کا چلن عام ہو جاتا ہے اس معاشرے میں انصاف عنقا بن جاتا ہے، لوگ حصول انصاف کیلئے سالہا سال عدالتوں کے دھکے کھاتے رہتے ہیں اور جج دولت کی چمک سے متاثر ہو کر فیصلے تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ اسلام چونکہ انسانی مساوات کا داعی اول ہے، اس لیے اس نے غریب انسان کو سستا اور فوری انصاف فراہم کرنے کیلئے نہایت عادلانہ قواعد وضوابط مقرر کیے ہیں، جج کو نہ صرف رشوت بلکہ عطیات قبول کرنے سے بھی سختی سے منع کیا ہے۔

زیر مطالعہ حدیث میں دو شخصوں کو ملعون قرار دیا گیا ہے (۱) ایسا شخص جو کسی دوسرے کے حق پر قابض ہونے کیلئے رشوت وسفارش کی راہ اختیار کرتا ہے۔ (۲) دوسرا وہ شخص جو دولت کی چمک یا سفارش کی دیوی سے متاثر ہو کر ایک حق دار کو اس کے حق سے محروم کر دیتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) رشوت لینا دینا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ (۲) ناجائز سفارش بھی حرام ہے۔

۱۴۰۲: وَلَهُ شَاهِدٌ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما عِنْدَ الْأَرْبَعَةِ إِلَّا النَّسَائِيَّ.

ابوداود، کتاب الاقضیۃ، باب فی کراھیۃ الرشوۃ: ۳۵۸۰، ابن ماجۃ: ۲۳۱۳، الترمذی: ۱۳۶۰، احمد: ۲/۱۶۴، ۱۹۰، ۱۹۴، الطیالسی: ۲۲۷۶، ابن الجارود: ۵۸۶، الحاکم: ۴/۱۰۲، ۱۰۳، ابن حبان: ۵۰۷۷

۱۴۰۲: اس کی شاہد روایت ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

تشریح: یہ شاہد بھی قوی ہے۔

۱۴۰۳: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہما قَالَ قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّ الْخَصْمَيْنِ يَقْعُدَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْحَاكِمِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الاقضیۃ، باب کیف یجلس الخصمان بین یدی القاضی: ۳۵۸۸، الحاکم: ۴/۹۴، احمد: ۴/۴، البیہقی: ۱۰/۱۳۵

۱۴۰۳: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ فریقین حاکم کے سامنے بیٹھیں۔ (اسے ابوداود نے روایت کیا اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: اس روایت کو اگرچہ حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے لیکن یہ روایت مصعب بن ثابت کے کثیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الغلط ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔اس کی شاہد روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور وہ بھی عباد بن کثیر کی وجہ سے ضعیف ہے۔

٢۔ بَابُ الشَّهَادَاتِ گواہیوں کا بیان

١٤٠٤: عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ؟ الَّذِي يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الاقضیة، باب بیان خیر الشهود: ١٧١٩، ابوداود: ٣٥٩٦، المؤطا: ٣٨٧/٣، ابن ماجة: ٢٣٦٤، احمد: ١١٥/٤، ١٩٣/٥، ابن حبان: ٥٠٧٩، النسائی فی الکبری کما فی التحفة: ٢٣٣/٣، البیهقی: ١٥٩/١٠، الطبرانی: ٥١٨٣، الترمذی: ٢٤١١

١٤٠٤: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" کیا میں تمہیں بہترین گواہوں کے بارے میں خبر نہ دوں؟ بہترین گواہ وہ ہے جو بغیر کسی مطالبے کے ازخود گواہی دے۔(مسلم)

لغوی تحقیق: خیر: یہ اصل میں اخیر ہے، ہمزہ کو خلاف قیاس کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔اس کی جمع اخیار اور خیار آتی ہے یعنی سب سے بہتر۔

تشریح: عدل وانصاف کے حصول کو آسان بنانے کیلئے سچی شہادت کی اشد ضرورت ہے اس کا عندالطلب دینا لازم اور بغیر مطالبے کے ازخود شہادت دینا باعث فضیلت ہے۔انتظامیہ کا یہ فریضہ ہے کہ وہ گواہ کو مکمل تحفظ فراہم کرے اور عدلیہ کا یہ فریضہ ہے کہ وہ گواہ کو بار بار عدالت میں طلب کر کے پریشان نہ کرے۔عصر حاضر میں انتظامیہ گواہ کو تحفظ فراہم نہیں کرتی جبکہ عدلیہ گواہ کو بار بار طلب کرتی ہے جس کے نتیجہ یہ ہے کہ کوئی دیانتدار شخص گواہی دینے کیلئے تیار نہیں ہوتا، اور کرایہ کے جھوٹے گواہ عدالتوں میں ہمہ وقت دستیاب رہتے ہیں۔عدلیہ اور انتظامیہ کی اس غفلت کی وجہ سے انصاف ناپید اور ظلم پنپ رہا ہے۔

فقہی احکام: (١) عندالطلب شہادت دینا لازم ہے۔

(٢) اگر کسی شخص کی حق تلفی ہو رہی ہو اور کوئی گواہی دینے کیلئے تیار نہ ہو تو پھر خود کو گواہی کیلئے پیش کرنا باعث فضیلت ہے۔

١٤٠٥: وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِنَّ خَيْرَكُمْ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَكُونُ قَوْمٌ يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ، وَيَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ، وَيَنْذِرُونَ وَلَا يُوفُونَ، وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بخاری، کتاب الشهادات، باب لا یشهد علی شهادة الجور: ٢٦٥١، مسلم: ٢٥٣٥، ابوداود: ٤٦٥٧، الترمذی: ٢٤١٥-٢٤١٧، النسائی: ١٧/٧، ١٨، احمد: ٤٢٦/٤، ابن حبان: ٦٧٢٩، البیهقی: ١٦٠/١٠، الطبرانی: ٥٢٧/١٨

١٤٠٥: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تمہارے تمام عہدوں میں میرا عہد بہتر ہے، پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئیں گے، پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئیں گے، پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی، وہ خیانت کریں گے، امین نہیں سمجھے جائیں گے، نذر مانیں گے لیکن پوری نہیں کریں گے اور ان میں خوب چربی پیدا ہو جائے گی۔"(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: قرنی: یہ مصدر ہے، اس کے معنی ایک خاص مدت یا عہد کے ہیں، اس مدت کا دورانیہ کتنا ہے؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، لغویین کے نزدیک اس سے مراد ایک صدی ہے۔ یستشهدون: وہ مطالبے کے بغیر گواہی دیں گے۔ السمن: خوب موٹے تازے۔

تشریح: یہ حدیث سابقہ حدیث کے بظاہر خلاف ہے کیونکہ اس حدیث میں بغیر مطالبے کے گواہی دینے والے کی مدح سرائی کی گئی ہے اور زیر مطالعہ حدیث میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔اہل علم نے اپنے اپنے انداز سے اس ظاہری تعارض کو دور کرنے کی ساعی جمیلہ کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) اہل علم کے ایک طبقہ کا خیال ہے کہ پہلی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص کسی واقعہ کا عینی شاہد ہے لیکن جس شخص کو عینی شاہد مطلوب ہے اسے اس کے شخص کے بارے میں علم نہیں۔ (۲) ایک شخص فوت ہو گیا ہے، اس کا راز ایک ایسے شخص کے پاس ہے جس کے ورثا کا علم نہیں۔ (۳) یتیم کی امانت کے بارے میں فقط کسی ایک شخص کو ہی علم ہے۔ ان تینوں صورتوں میں ازخود شہادت دینا باعث فضیلت ہے اور جب ایک واقعہ کے بہت سے گواہ ہوں پھر ازخود گواہی دینا باعث مذمت ہے۔ بعض علما کا کہنا ہے کہ پہلی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ گواہ سے جیسے ہی گواہی کا مطالبہ کیا جائے وہ تیار ہو جائے جبکہ دوسری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو خود کو جھوٹی گواہی کیلئے پیش کرے وہ قابل مذمت ہے۔

عصر حاضر کے عدالتی نظام کو سامنے رکھ کر ان احادیث کا باہمی تعارض آسانی سے دور کیا جا سکتا ہے۔ عصر حاضر میں کوئی شخص بھی بے لوث گواہی دینے کیلئے تیار نہیں، جبکہ عدالتوں میں کرائے کے جھوٹے گواہ ہمہ وقت گواہی دینے کیلئے تیار رہتے ہیں، ایسے حالات میں جو شخص ازخود سچی شہادت دینے کیلئے تیار ہو جائے وہ یقیناً لائق مدح ہے اور یہ پہلی حدیث کا مصداق ہے اور کرائے کے جھوٹے گواہ عنداللہ مجرم ہیں۔ اور یہ دوسری حدیث کے مصداق ہیں

۱۴۰۶: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ ,وَلَا خَائِنَةٍ ,وَلَا ذِي غِمْرٍ عَلَى أَخِيهِ, وَلَا تَجُوزُ شَهَادَةُ الْقَانِعِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ.

ابوداود، کتاب الاقضية، باب من ترد شهادته: ۳۶۰۰، ابن ماجة: ۲۳۶۶، احمد: ۲/۲۰۴ ، ۲۰۸ ، ۲۲۵، الدارقطني : ۴/۲۴۳ ، ۴/۲۴۴، البيهقي: ۱۰/۲۰۰

۱۴۰۶: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خائن مرد و زن کی شہادت جائز ہے نہ کینہ پرور شخص کی اپنے بھائی کے خلاف گواہی جائز ہے، اور نہ زیر کفالت کی شہادت اپنی کفالت کرنے والے گھرانے کے حق میں جائز ہے۔" (احمد، ابوداود)

لغوی تحقیق: **ذی غمر**: غین مکسور اور میم ساکن، کینہ پرور۔ **القانع**: ایسا شخص جو کسی گھرانے کی خدمت پر مامور ہو۔

تشریح: اس حدیث میں موانع شہادت امور کا تذکرہ ہوا ہے، یعنی کچھ خصائل ایسے ہیں، اگر یہ سب یا ان میں سے کوئی ایک کسی شخص میں پایا جائے تو اسکی شہادت کلی یا جزوی طور پر مسترد ہو گی۔

(۱) **خیانت**: یہ وصف رذیلہ جن مرد و زن میں پایا جائے گا ان کی شہادت قبول نہ ہو گی۔ (۲) **جھوٹ**: جو شخص جھوٹ سے اجتناب نہیں کرتا اس کی شہادت بھی قبول نہ ہو گی۔ (۳) **کینہ پرور**: کینہ پرور کی شہادت اور فیصلہ فقط اس شخص کے خلاف قبول نہیں ہو گا جس سے وہ کینہ رکھتا ہے۔ (۴) **عداوت**: کسی دشمن کی اپنے دشمن کے خلاف شہادت قبول نہ ہو گی۔ (۵) **خادم**: خادم اور ذاتی ملازم کی شہادت اس خاندان کے حق میں قبول نہ ہو گی جن کی وہ ملازمت پر مامور ہے۔ (۶) **والدین اور اولاد**: والدین کی شہادت اپنی اولاد کے حق میں اور اولاد کی گواہی اپنے والدین کے حق میں قبول نہ ہو گی (۷) **زنا کی تہمت لگانے والا**: زنا کی تہمت لگانے والے کی شہادت قبول نہ ہو گی تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کر لے۔

۱۴۰۷: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ بَدَوِيٍّ عَلَى صَاحِبِ قَرْيَةٍ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

ابوداود، کتاب الاقضية، باب شهادة البدوى على اهل الامصار: ۳۶۰۲، ابن ماجة: ۲۳۶۷، ابن الجارود: ۱۰۰۹، الحاكم: ۴/۹۹

۱۴۰۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دیہاتی کی گواہی شہری کے خلاف قبول نہ ہو گی۔" (اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔)

تشریح: یہ روایت اگرچہ سند کے اعتبار سے صحیح ہے، لیکن امام ذہبی نے اس روایت کو منکر کہا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اسلام میں شہادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیلئے عدالت شرط ہے اور دیہاتی ہونا عدالت کیلئے مانع نہیں۔ نیز آپ ﷺ نے دیہاتی کی شہادت کو قبول کیا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ ایک دیہاتی نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے چاند دیکھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟" اس نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟" اس نے کہا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے بلال! اعلان کر دو کل روزہ ہے۔" اگر یہ روایت منکر نہیں تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ شہر میں رونما ہونے والے واقعہ کی شہادت دیہی علاقہ میں رہنے والے اس شخص سے قبول نہ کی جائے جس کا اس وقت شہر میں موجود ہونا قرائن سے ثابت نہ ہو

فقہی احکام: (۱) شہادت کیلئے عدالت شرط ہے۔ (۲) شہری غیر عادل کی شہادت قبول نہ ہوگی۔ (۳) دیہاتی عادل کی شہادت قبول ہوگی۔

۱۴۰۸: وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ خَطَبَ فَقَالَ إِنَّ أُنَاسًا كَانُوا يُؤْخَذُونَ بِالْوَحْيِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَإِنَّ الْوَحْيَ قَدْ انْقَطَعَ, وَإِنَّمَا نَأْخُذُكُمْ الْآنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الشهادات، باب الشهداء العدول ...... : ۲۶۴۱

۱۴۰۸: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا، عہد نبوی میں لوگوں کا مؤاخذہ بذریعہ وحی ہوا کرتا تھا، اب چونکہ سلسلہ وحی منقطع ہو چکا ہے، اس لیے ہم تمہارا مؤاخذہ تمہارے ظاہری اعمال کے پیش نظر کریں گے۔ (البخاری)

لغوی تحقیق: یؤخذون: مؤاخذہ کیا جاتا تھا، یعنی جرائم کی سزا دی جاتی تھی۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اجتہاد شرعی ضابطوں میں شامل ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے کسی صحابی نے اختلاف نہیں کیا، گویا اس اجتہاد کو تمام صحابہ نے اختیار کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے یہ واضح ہوا کہ قبول شہادت کے سلسلہ میں لوگوں کے ظاہری اعمال پر نظر رکھی جائے گی، جن کے ظاہری اعمال قبول شہادت کو مانع نہیں ہوں گے ان کی شہادت قبول کی جائے گی، اور جن کے ظاہری اعمال قبول شہادت کو مانع ہوں گے ان کی شہادت مسترد کر دی جائے گی۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ ظاہری اعمال کسی مسلمان کا ذاتی مسئلہ نہیں بلکہ اسکے معاشرتی اثرات ہیں۔

فقہی احکام: عہد نبوی کے بعد قبول شہادت کی بنیاد لوگوں کے ظاہری اعمال ہوں گے۔

۱۴۰۹: وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ عَدَّ شَهَادَةَ الزُّورِ فِي أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ.

البخاری، کتاب الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور: ۲۶۵۴، ۲۶۵۳، مسلم: ۸۷، الترمذی: ۲۴۱۵، احمد: ۳۶/۵، ۳۸، البیهقی: ۱۲۱/۱۰

۱۴۰۹: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جھوٹی گواہی کو بہت بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: الزور: کسی چیز کو ایسے رنگ میں پیش کرنا جو اس کا حقیقی رنگ نہ ہو۔ یعنی جھوٹ کو سچائی کے زیور سے آراستہ کر کے پیش کرنا۔

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں بڑے بڑے گناہوں کے بارے میں خبر نہ دوں؟" پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔" آپ ﷺ نے جھوٹی گواہی کو شرک کے مساوی قرار دے کر اس کے مفاسد سے خبردار فرمایا ہے، اس کے چند مفاسد درج ذیل ہیں (۱) جھوٹی شہادت لوگوں کے مال کو باطل طریقہ سے کھانے کی راہ ہموار کرتی ہے۔ (۲) جھوٹی شہادت انصاف کی راہ کی دوسری بھاری چٹان ہے۔ (۳) لوگوں کے حقوق کو ضائع کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

فقہی احکام: جھوٹی گواہی دینا کبیرہ گناہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۴۱۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِرَجُلٍ "تَرَى الشَّمْسَ؟" قَالَ نَعَمْ قَالَ "عَلَى مِثْلِهَا فَاشْهَدْ, أَوْ دَعْ" أَخْرَجَهُ ابْنُ عَدِيٍّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ فَأَخْطَأَ.

ابن عدی: ۲۲۱۳/۶، الحاکم: ۹۸/۴

۱۴۱۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے فرمایا: "کیا تجھے سورج نظر آتا ہے؟" اس نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اتنی ہی واضح بات پر گواہی دے ورنہ چھوڑ دے۔" (اسے ابن عدی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس پر صحت کا حکم لگا کر غلطی کی ہے۔)

تشریح: امام حاکم نے اسی سند سے جو روایت نقل کی ہے، اس میں ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سورج کی روشنی کی طرح واضح بات پر شہادت دینا۔" اس روایت میں محمد بن سلیمان بن مشمول نامی ایک راوی ہے، جس کے بارے میں امام عقیلی اور امام ابن عدی کا کہنا ہے کہ یہ آدمی ابن مشمول کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ امام حمیدی نے اس پر کلام کیا ہے۔ اور امام ذہبی نے امام حاکم کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اس روایت کو "واہ" قرار دیا ہے۔

۱۴۱۱: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَضَى بِيَمِينٍ وَشَاهِدٍ. أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ إِسْنَادُهُ جَيِّدٌ

مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب القضاء بالیمین و الشاھد: ۱۷۱۲، ابوداود: ۳۶۰۸، النسائی فی الکبریٰ: ۴۹۰/۳، ابن ماجۃ: ۲۳۷۰، احمد: ۲۴۸/۱، ۳۱۵، البیہقی: ۱۶۷/۱۰، الدارقطنی: ۲۱۴/۴، ۲۱۵

۱۴۱۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور شہادت کی بنا پر فیصلہ فرمایا۔ (اسے مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور نسائی نے کہا، اس کی سند جید ہے۔)

تشریح: عدالت میں اگر ایسا قضیہ آجائے کہ جس میں مدعی کے پاس فقط ایک گواہ ہو، اس صورت میں عدلیہ گواہی کے ساتھ ساتھ مدعی سے قسم بھی لے گی، گویا قسم ایک شہادت کے قائم مقام ہے۔ دارقطنی میں ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم قسم اور شہادت پر فیصلہ صادر فرمادیتے تھے۔ لیکن یہ روایت ابوبکر بن سبرۃ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسی طرح کی ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، مگر وہ بھی منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یہ آثار اگرچہ ضعیف ہیں لیکن چونکہ عبداللہ بن عباس سے مروی صحیح حدیث موجود ہے اس لیے یہی کہا جائے گا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم یقیناً اسی حدیث کی روشنی میں فیصلے کرتے ہوں گے۔

فقہی احکام: مدعی کے پاس اگر فقط ایک گواہ ہو تو پھر اس سے ایک قسم لے کر اس کے حق میں فیصلہ دے دینا چاہیے۔

۱۴۱۲ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مِثْلَهُ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالتِّرْمِذِيُّ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب الاقضیۃ، باب القضاء بالیمین والشاھد: ۳۶۱۰، الترمذی: ۱۳۶۶، ابن ماجۃ: ۲۳۶۸، ابن حبان: ۵۰۷۳، البیہقی: ۱۶۸/۱۰، احمد: ۳۰۵/۲، ابن الجارود: ۱۰۰۷، الدارقطنی: ۲۱۵/۴

۱۴۱۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل مروی ہے۔ (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: اس حدیث کے الفاظ بھی وہی ہیں جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کے ہیں اور اسے امام ابن حبان اور امام ابوحاتم نے صحیح کہا ہے۔ اس کی شاہد روایت حضرت جابر اور حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ بَابُ الدَّعوٰی وَ الْبیِّنَاتِ دعویٰ اور دلائل کا بیان

۱۴۱۳: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ, لَادَّعَى نَاسٌ دِمَاءَ رِجَالٍ, وَأَمْوَالَهُمْ, وَلَكِنِ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ان الذین یشترون بعهد الله و ایمانهم ......﴾: ۴۵۵۲، مسلم: ۱۷۱۱، النسائی: ۲۴۸/۸، ابن ماجة: ۲۳۲۱، احمد: ۳۴۲/۱، ۳۵۱، ابن حبان: ۵۰۸۳، البیهقی: ۲۵۲/۱۰، الدارقطنی: ۱۵۷/۴

۱۴۱۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر لوگوں کو ان دعووں کے مطابق دے دیا جائے تو لوگ دوسروں کے خون اور اموال پر جھوٹے مقدمات قائم کر دیں گے، چنانچہ جس کے خلاف دعویٰ کیا جائے، اس پر قسم لازم ہے۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: الدعوی: ایسی چیز پر اپنا حق جتانا جو دوسرے کے قبضہ میں ہو۔ المدعی: دعویٰ کرنے والا۔ البینات: یہ بینة کی جمع ہے۔ واضح علامت؟ مثلاً گواہی وغیرہ۔ الیمین: اس کے لغوی معنی قوت کے ہیں، اسی مناسبت سے دائیں ہاتھ کو یمین کہتے ہیں۔ جبکہ اس کا شرعی مفہوم اس طرح ہے کہ ذات باری تعالیٰ کا عہد دے کر اپنے سچا ہونے کا یقین دلانا، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قسم دینے والا اپنا ہاتھ اپنے ساتھی کے ہاتھ پر رکھ کر حلف دیتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ظلم کو روکنے اور انصاف کو عام کرنے کا جو سنہری اصول بیان کیا گیا ہے وہ ہے اصول شہادت اور قسم۔ یعنی جو شخص دعویٰ دائر کرتا ہے اس کی شہرت خواہ کتنی بھی مسلّم کیوں نہ ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ دلائل سے اپنا حق ثابت کرے اور اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو پھر مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے خواہ اس کی صداقت مسلّم ہی کیوں نہ ہو۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضابطہ کے وجود میں آنے کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ اگر یہ ضابطہ مقرر نہ ہوتا تو پھر ہر شخص دوسرے کا مال ہڑپ کر جاتا۔

فقہی احکام: (۱) مدعی کیلئے لازم ہے کہ وہ بینہ پیش کرے۔ (۲) بینہ نہ ہونے کی صورت میں مدعیٰ علیہ قسم دے۔

۱۴۱۴: وَلِلْبَيْهَقِيِّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ "اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي, وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ"

البیهقی، کتاب الدعوی والبینات، باب البینة علی المدعی والیمین علی المدعیٰ علیه: ۲۱۸۰۵۔۲۱۸۰۷، الدارقطنی: ۲۱۸/۴

۱۴۱۴: امام بیہقی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ "مدعی پر بینہ ہے اور اس پر قسم ہے جو انکار کرے۔

تشریح: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح اور امام نووی نے حسن کہا ہے۔ ابن رجب کا کہنا ہے کہ امام احمد اور ابوعبیدہ نے اس حدیث سے استدلال لیا ہے، اور وہ دونوں فقط اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے۔ پھر انہوں نے اس مفہوم کی متعدد احادیث نقل کی ہیں۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اولاً مدعی شہادتیں پیش کرے گا اور اگر وہ مطلوبہ شہادتیں پیش کرنے سے قاصر رہا تو پھر مدعیٰ علیہ اپنی صفائی میں قسم دے گا۔

۱۴۱۵: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَرَضَ عَلَى قَوْمٍ الْيَمِينَ, فَأَسْرَعُوا, فَأَمَرَ أَنْ يُسْهَمَ بَيْنَهُمْ فِي الْيَمِينِ, أَيُّهُمْ يَحْلِفُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الشهادات، باب اذا تسارع قوم فی الیمین: ۲۶۷۴، ابوداود: ۳۶۱۶۔۳۶۱۸، ابن ماجة: ۲۳۲۹، ۲۳۴۶، احمد: ۴۸۹/۲، ۵۲۴، الدارقطنی: ۲۱۱/۴، ۲۱۲، البیهقی: ۲۵۵/۱۰

۱۴۱۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر قسم پیش کی تو وہ سب جلدی سے قسم دینے پر راضی ہو گئے، آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے فرمایا:"ان کے مابین قرعہ اندازی کی جائے کہ کون قسم اٹھائے گا۔"(البخاری)

لغوی تحقیق: عرض: آپ ﷺ نے قسم دینے کیلئے فرمایا۔ یسھم: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم اور ھاء مفتوح ہے۔ قرعہ اندازی کی جائے۔ اسرعوا: وہ سب قسم دینے کیلئے تیار ہو گئے۔

تشریح: مفصل روایت اس طرح ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں دو آدمی ایک سامان کی بابت قضیہ لے کر پیش ہوئے، دونوں کے پاس اپنی اپنی ملکیت کے واضح ثبوت نہیں تھے، آپ ﷺ نے قسم کا مطالبہ کیا تو دونوں تیار ہو گئے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:"ان دونوں کے مابین قرعہ اندازی کی جائے، جس کا قرعہ نکلے اس سے قسم لی جائے۔"

ایسا مال ومتاع جس پر فریقین کا قبضہ ایک جیسا ہو، اس صورت میں دونوں سے اپنی اپنی ملکیت کے دلائل طلب کیے جائیں، جو فریق واضح اور ٹھوس شہادتیں پیش کر دے، متنازع چیز اس کے حوالے کر دی جائے، بصورت دیگر ان سے کہا جائے کہ آپ میں سے جو قسم دیدے وہ مال ومتاع اٹھا لے، اگر فریقین میں سے کوئی ایک تیار ہو جائے تو اس سے قسم لے کر متنازع چیز اس کے حوالے کر دی جائے، اگر دونوں قسم کیلئے تیار ہو جائیں تو پھر ان کے مابین قرعہ اندازی کی جائے، جس کے نام کا قرعہ نکلے اس سے قسم لے کر سامان اس کے حوالے کر دیا جائے۔

فقہی احکام: بوقت ضرورت قرعہ اندازی کرنا جائز ہے۔

١٤١٦: وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْحَارِثِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ "مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ, فَقَدْ أَوْجَبَ اللَّهُ لَهُ النَّارَ, وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ" فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ "وَإِنْ قَضِيبٌ مِنْ أَرَاكٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الایمان، باب وعید من اقتطع حق مسلم بیمین فاجرة بالنار: ١٣٧، النسائی: ٨/ ٢٤٦، ابن ماجة: ٢٣٢٤، احمد: ٥/٢٦٠، الدارمی: ٢٦٠٣

١٤١٦: حضرت ابوامامہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جس شخص نے کسی مسلمان شخص کا حق قسم کے ذریعے سلب کیا، اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ واجب اور جنت حرام قرار دیدی۔"ایک آدمی نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ وہ چیز نہایت معمولی ہی کیوں نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا:"اگرچہ وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو۔"(مسلم)

لغوی تحقیق: قضیبا: درخت کی ایک شاخ۔ اراک: ہمزہ مفتوح، ایک معروف درخت ہے، اس کی مسواک نہایت مفید اور لذیز ہے، اردو میں اسے پیلو اور پنجابی میں ونھ کہتے ہیں۔

١٤١٧: وَعَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ "مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ, يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ, هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ, لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الرھن، باب اذا اختلف الراھن و المرتھن: ٢٥١٦، مسلم: ١٣٨، ابوداود: ٣٢٤٣، الترمذی: ١٢٩٢، احمد: ٥/٢١١، ٢١٢، ابن حبان: ٥٠٨٤، ٥٠٨٥، ٥٠٨٦، ٥٠٨٨، الطبرانی: ٦٣٧، ٦٣٩، البیہقی: ١٠/١٨٠، ابن الجارود: ١٠٠٥

تنبیہ: صحیحین میں یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے تو ان کی تصدیق کی ہے۔

١٤١٧: حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جو شخص قسم اٹھا کر اپنے مسلمان بھائی کا مال ہڑپ کر جائے اور وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہوگا۔"(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: فاجر: گناہ پر مصر شخص۔

تشریح: انہیں الفاظ کے ساتھ یہ حدیث حضرت ابوامامہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے بھی مرفوع بیان کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہی احکام: جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان بھائی کا مال حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کی شدید ناراضگی کا باعث ہے۔

۱۴۱۸: وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي دَابَّةٍ, لَيْسَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةٌ, فَقَضَى بِهَا رَسُولُ اللَّهِ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَأَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ وَهَذَا لَفْظُهُ, وَقَالَ إِسْنَادُهُ جَيِّدٌ.

ابوداود، کتاب الاقضیة، باب الرجلین یدعیان شیئاً ولیست بینھا بینة: ۳۶۱۳، النسائی: ۲۴۸/۸، ابن ماجة: ۲۳۳۰، احمد: ۴۰۲/۴، الحاکم: ۹۴/۴، ۹۵، البیھقی: ۲۵۴/۱۰

۱۴۱۸: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو آدمیوں نے ایک جانور کے بارے میں جھگڑا کیا، اوران میں سے کسی کے پاس بینہ نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جانور دونوں کے مابین نصف نصف تقسیم کر دیا۔ (اسے احمد، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے، اور یہ نسائی کے الفاظ ہیں اورانہوں نے کہا کہ اس کی سند جید ہے۔)

تشریح: ابوداود، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے یہ روایت سعید بن ابی عروبہ، عن قتادہ، عن سعید بن ابی بردہ عن ابیہ عن جدہ ابی موسیٰ کے طریق سے نقل کی ہے۔ امام نسائی نے اس سند کو جید قرار دیا ہے، منذری نے اس کی توثیق کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ سند یقیناً جید ہے۔ اس روایت کا مرکزی راوی تو قتادہ ہے، اوران سے یہ روایت متضاد الفاظ سے منقول ہے یعنی ایک طریق میں ہے کہ دونوں کے پاس گواہ تھے اور ایک میں ہے کہ کسی کے پاس نہیں تھے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جب متنازع چیز فریقین میں سے کسی ایک کی ملکیت میں نہ ہو اور دونوں کے پاس بینہ بھی نہ ہو اور دونوں میں سے کوئی ایک حلف دینے کیلئے بھی تیار نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ چیز فریقین کے مابین نصف نصف تقسیم کر دی جائے۔

۱۴۱۹: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "مَنْ حَلَفَ عَلَى مِنْبَرِي هَذَا بِيَمِينٍ آثِمَةٍ, تَبَوَّأَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَأَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب الایمان و النذور، باب ماجاء فی تعظیم الیمین عند منبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۳۲۴۶، النسائی فی الکبری: ۴۸۷/۷، ۴۹۲/۳، احمد: ۳۴۴/۳، ابن حبان: ۴۳۶۸، ابن ماجة: ۲۳۲۵، ۲۳۲۶، المؤطا: ۲/۷۲۷، ابن الجارود: ۹۲۷، البیھقی: ۱۷۶/۱۰، الشافعی: ۷۳/۲، الحاکم: ۲۹۶/۴، ۲۹۷

۱۴۱۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میرے اس منبر پر جھوٹا حلف دیا، اس نے اپنا ٹھکانا آگ میں بنالیا۔" (اسے احمد، ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: منبر: اس کے لفظی معنی بلندی کے ہیں۔ جامع مسجد میں خطیب کے خطبہ دینے کیلئے جو بلند مقام ہوتا ہے اسے منبر کہتے ہیں، خواہ وہ لکڑی سے بنا ہو یا پتھر وغیرہ سے بنا ہو۔ اس کی میم مکسور ہے کیونکہ یہ اسم آلہ کے مشابہ ہے، اس کی جمع منابر مستعمل ہے۔ تبوأ: ٹھکانا بنالیا۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس کی تصحیح ابن خزیمہ کے حوالے سے بھی کی ہے۔ قاضی شوکانی نے ابن ماجہ کے طریق سے مروی روایت کے رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ امام نسائی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے وہ اس کی شاہد ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میرے اس منبر پر جھوٹی قسم اٹھائی تاکہ وہ اس کے ذریعے اپنے مسلمان بھائی کا مال ہڑپ کرلے، اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نیکی قبول نہیں فرمائے گا۔" اس کی ایک شاہد روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اس کی تصحیح امام حاکم اور امام ذہبی نے کی ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا حلف دینا دیگر جھوٹے حلفوں کے مقابلے میں زیادہ بڑا جرم ہے۔

فقہی احکام: جھوٹا حلف دینا تو کسی جگہ بھی مباح نہیں تاہم بعض جھوٹے حلف بعض جھوٹے حلفوں سے زیادہ گناہ کا سبب بنتے ہیں مثلاً (۱) منبر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول کے پاس۔(۲) رکن اور مقام کے مابین۔(۳) ہر مسجد کے منبر پر۔(۴) نماز عصر کے بعد۔

۱۴۲۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " ثَلاثَةٌ لا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ,وَلا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ ,وَلا يُزَكِّيهِمْ, وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلاةِ ,يَمْنَعُهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيلِ ; وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلاً بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ ,فَحَلَفَ لَهُ بِاللَّهِ لَأَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا ,فَصَدَّقَهُ ,وَهُوَ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ ; وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِلدُّنْيَا ,فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا ,وَفَى, وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا ,لَمْ يَفِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الاحکام، باب من بایع رجلا لایبایعه الاللد نیا: ۷۲۱۲، مسلم: ۱۰۸، ابوداود: ۳۴۷۴، النسائی: ۷/۲۴۷، ابن ماجة ۲۲۰۷، ۲۲۰۸، احمد: ۲/۴۸۰، ابن حبان: ۴۹۰۸، البیهقی: ۱۰/۱۷۷، ۱۷۸، الاسماء والصفات: ۱/۳۵۲، ۳۵۳

۱۴۲۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا، اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ایک وہ شخص جس کے پاس جنگل میں زائد پانی ہے اور وہ مسافر کو استعمال کرنے نہیں دیتا، دوسرا وہ آدمی جو عصر کی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر سودا کرتا ہے کہ یہ سامان اس نے اتنے میں خریدا ہے، خریدار اس پر اعتبار کر لیتا ہے حالانکہ قسم اٹھانے والا جھوٹا ہوتا ہے، تیسرا وہ شخص جس نے دنیاوی منفعت کی خاطر کسی امیر کی بیعت کی، اگر وہ امیر اسے کچھ دیدے تو وہ راضی رہتا ہے اور اگر نہ دے تو وہ بیعت توڑ دیتا ہے۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: ثلاثة: یہ مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کی خبر جملہ ہے۔ **بعد العصر**: عصر کی تخصیص شاید اس لیے کی گئی ہے کہ یہ صبح وشام کے فرشتوں کے جمع ہونے کا وقت ہے۔ **لایزکیهم**: انہیں گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔ **الفلاة**: وسیع وعریض جگہ۔ **ابن السبیل**: مسافر۔ **سلعة**: سین مکسور اور لام ساکن، تجارتی سامان۔

فقہی احکام: (۱) ضرورت سے زائد پانی سے مسافر کو محروم رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔(۲) جھوٹی قسم اٹھا کر سامان فروخت کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ (۳) ووٹ کی خرید وفروخت حرام ہے۔(۴) بعض ایسے گناہ ہیں جن کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ نظر شفقت سے نہیں دیکھے گا اور نہ ان سے نرم گفتگو کرے گا۔(۵) آخرت میں عذاب ہوگا۔

۱۴۲۱: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلَيْنِ اِخْتَصَمَا فِي نَاقَةٍ ,فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نُتِجَتْ عِنْدِي وَأَقَامَا بَيِّنَةً ,فَقَضَى بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِمَنْ هِيَ فِي يَدِهِ.

الدارقطنی: ۴/۲۰۹، بیان الوهم والایهام: ۱۳۳۰

تنبیہ: دارقطنی کے مطبوعہ نسخہ میں یزید بن نعیم ہے لیکن ابن قطان نے دارقطنی کے حوالے سے زید بن نعیم ذکر کیا ہے، جبکہ بیہقی میں زید بن نعیم ہے۔

۱۴۲۱: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو آدمیوں نے ایک اونٹنی کے بارے میں جھگڑا کیا، ان میں سے ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ اس اونٹنی نے میرے ہاں بچہ جنم دیا ہے اور دونوں نے شہادتیں بھی پیش کر دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے حق میں فیصلہ فرمایا جس کے وہ قبضہ میں تھی۔

تشریح: علامہ شمس الحق نے "التعلیق المغنی" میں اس حدیث کے ضمن میں لکھا ہے کہ میں نے بعض قابل اعتماد حواشی میں ابن قطان کا یہ قول دیکھا ہے کہ یزید بن نعیم کا حال معلوم نہیں لیکن ذہبی نے المیزان میں اس کا ترجمہ نقل نہیں کیا۔ واضح رہے کہ دارقطنی میں راوی کا نام یزید بن نعیم اور بیہقی میں زید بن نعیم مذکور ہے۔ علامہ ابن قطان "بیان الوهم والایهام" میں فرماتے ہیں: زید بن نعیم وهو رجل لایعرف؛ اس روایت کے ضعیف ہونے کی دوسری علت محمد بن حسن کا ضعیف ہونا ہے

۱۴۲۲: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم رَدَّ الْيَمِينَ عَلَى طَالِبِ الْحَقِّ. رَوَاهُمَا الدَّارَقُطْنِيُّ ,وَفِي إِسْنَادِهِمَا ضَعْفٌ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الد ارقطنی : ۲۱۳/۴، الحاکم: ۱۰۰/۴، البیهقی: ۱۸۴/۱۰

۱۴۲۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مدعی پر قسم رکھ دی۔ان دونوں روایات کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور دونوں کی سندیں کمزور ہیں۔

تشریح: یہ روایت محمد بن مسروق کے مجہول اور اسحاق بن الفرات کے مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۴۲۳: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ مَسْرُورًا, تَبْرُقُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ فَقَالَ "أَلَمْ تَرَى إِلَى مُجَزِّزٍ الْمُدْلِجِيِّ؟ نَظَرَ آنِفًا إِلَى زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ, وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ, فَقَالَ "هَذِهِ أَقْدَامٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الفرائض، باب القائف: ۶۷۷۰، مسلم: ۱۴۵۹، ابوداود: ۲۲۶۷، الترمذی: ۲۲۲۷، النسائی: ۱۸۴/۶، ابن ماجة: ۲۳۴۹، احمد: ۸۲/۶، الد ارقطنی : ۲۴۰/۴، البیهقی: ۲۶۲/۱۰، ابن حبان: ۴۱۰۲، ۴۱۰۳

۱۴۲۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز میرے پاس مسکراتے ہوئے تشریف لائے، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چمک رہا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا:" کیا تمہیں معلوم نہیں؟ مجزز مدلجی نے ابھی ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید کو دیکھ کر کیا کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے ہیں۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: مسروراً: خوشی خوشی۔ تبرق: راء مضموم، چمک رہا تھا۔ اساریر: یہ اسرار کی جمع ہے اور اسرار جمع ہے سر یا سرر کی۔یعنی وہ لکیریں جو ہتھیلی میں ہوتی ہیں، لیکن یہاں اس سے مراد پیشانی کے خطوط ہیں۔ مجزز: میم مضموم، جیم مفتوح اور زاء اول مکسور، یہ شخص زمانہ جاہلیت میں مشہور قیافہ شناس تھا اور نسبتی رشتوں کی شناخت میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔

تشریح: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا رنگ سفید تھا جبکہ ان کے لخت جگر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا رنگ سیاہی مائل تھا، رنگ کے اس اختلاف کی وجہ سے کچھ لوگ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے نسب پر شک کرتے تھے، یہ لوگ شر پسند عناصر تھے، ورنہ شک کی کوئی وجہ نہ تھی، کیونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا رنگ اگرچہ سفید تھا لیکن ان کی زوجہ محترمہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا حبشیہ تھیں، ظاہر ہے کہ بیٹے کا والدہ کی رنگت پر چلے جانا کوئی بعید نہیں تھا۔

ایک دن حضرت زید اور ان کے لخت جگر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما اپنے چہرے ڈھانپ کر سو رہے تھے ان کے پاؤں ننگے تھے، مجزز مدلجی نے پاؤں کا مشاہدہ کرنے کے بعد کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے نسبتی تعلق رکھتے ہیں۔شر پسند عناصر چونکہ قیافہ شناسوں پر مکمل اعتماد کرتے تھے اور مجزز مدلجی کی شہادت نے ان شریروں کی سازش کے تار پود بکھیر دیئے تھے اس لیے رحمت عالم ﷺ کو مجزز مدلجی کے قول سے بہت زیادہ فرحت ومسرت حاصل ہوئی۔

فقہی احکام: (۱) جو قیافہ شناس عادل اور مشاق ہو نسب کی تشخیص میں اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

(۲) کوئی اچھی خبر سن کر خوشی کا اظہار کرنا مسنون ہے۔(۳) بیٹا اپنے باپ کے ساتھ لیٹ سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْعِتْقِ
غلام آزاد کرنے کا بیان

لغوی تحقیق: العتق: عین مکسور اور تاء ساکن، علامہ ازہری کا کہنا ہے کہ یہ اہل عرب کے قول عتق الفرس سے ماخوذ ہے، یہ جملہ اہل زبان اس وقت بولتے تھے جب گھوڑا مقابلہ جیت لیتا۔ اسی طرح جب پرندوں کے بچے پرواز کرنے لگتے تو اہل زبان کہتے ہیں عتق الفرخ ۔ گویا اس کے لغوی معنی کسی کی ملکیت سے نکل کر اپنی مرضی سے چلنے پھرنے کے ہیں۔ شرعاً کسی غلام کو اس کی غلامی سے آزاد کر دینا۔

ا۔ بَابُ فِي الْحَثِّ عَلَى الْعِتْقِ

۱۴۲۴: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "أَيُّمَا امْرِءٍ مُسْلِمٍ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِماً ,اِسْتَنْقَذَ اللَّهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، كتاب العتق، باب فی العتق و فضله: ۲۵۱۷، مسلم: ۱۵۰۹، الترمذی: ۱۵۹۷، احمد: ۲/ ۴۲۰، ۴۲۲، البیهقی: ۱۰/ ۲۷۱، ابن حبان: ۴۳۰۷۔ ۴۳۰۹، المعجم الاوسط: ۶۷۵۰

۱۴۲۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس مسلمان نے کسی غلام مسلمان کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے ہر عضو کے بدلے اس کا ہر عضو آگ سے آزاد کر دیا۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: ایما: "ای" مبتداء اور "ما" زائدہ ہے۔ امرئ: اس کو مجرور اور مرفوع ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، مجرور پڑھنے کی صورت میں یہ مضاف الیہ ہوگا اور مرفوع پڑھنے کی صورت میں بدل ہوگا۔ اور یہ بمعنی رجل مستعمل ہے اور اس کی جمع من غیر لفظہٖ رجال آتی ہے۔ مؤنث کیلئے امرأۃ مستعمل ہے اور اس کی جمع من غیر لفظها نساء آتی ہے۔ عضو: عین کو مضموم اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، لیکن ضمہ مشہور ہے۔ اس کے لفظی معنی کاٹنے کے ہیں، لیکن یہاں عضو سے مراد جسم کے کسی ایک جز کے ہیں۔ مثلاً ہاتھ پاؤں وغیرہ۔

تشریح: اسلام وہ واحد دین ہے جس نے حقوق انسانی کا تحفظ کرتے ہوئے سب انسانوں کی آزادی کا علم بلند کیا، مختلف جرائم کی سزا غلام آزاد کرنا مقرر کی، غلام کی آزادی کو جہنم کی آزادی سے تعبیر کر کے غلاموں کو آزاد کرنے کی رغبت دلائی۔ اسلام کی اس حکمت عملی نے رفتہ رفتہ غلامی کا کھوج مٹا دیا۔ اسلام نے حقوق انسانی کا تحفظ اس وقت کیا جب دیگر مذاہب کے پیروکار غلاموں کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کرتے تھے۔ اسی مفہوم کی احادیث حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت ابو نجیح اور حضرت کعب بن مرۃ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

فقہی احکام: مسلم غلام کو آزاد کرنا نہایت پسندیدہ عمل ہے۔

۱۴۲۵: وَلِلتِّرْمِذِيِّ وَصَحَّحَهُ; عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ "وَأَيُّمَا امْرِءٍ مُسْلِمٍ أَعْتَقَ امْرَأَتَيْنِ مُسْلِمَتَيْنِ ,كَانَتَا فِكَاكَهُ مِنَ النَّارِ"

الترمذی، ابواب النذور والایمان، باب فضل من اعتق: ۱۶۰۳، ابن حبان: ۴۳۰۹، الطیالسی: ۱۱۵۴، احمد: ۴/ ۱۱۳، ابوداود: ۳۹۶۵، البیهقی: ۱۰/ ۲۷۲

۱۴۲۵: ترمذی میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "جس مسلمان نے دو مسلمان عورتیں آزاد کیں وہ دونوں اس کیلئے جہنم سے آزادی کا ذریعہ ہوں گی۔" (اسے ترمذی نے صحیح کہا ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: قاضی شوکانی نے بھی اس روایت پر صحت کا حکم لگایا ہے۔اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ لونڈی آزاد کرنے کا اجر غلام کو آزاد کرنے کے اجر سے نصف ہے۔لیکن حضرت ابو نجیح رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"جس مسلمان خاتون نے کسی مسلمان عورت کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر جوڑ کو اس کے ہر جوڑ کیلئے جہنم سے آزادی کا ذریعہ بنا دے گا۔"

فقہی احکام: مرد اگر غلام آزاد کرے تو اسے لونڈی آزاد کرنے کے مقابلے میں دگنا ثواب ملے گا۔

۱۴۲۶: وَلِأَبِي دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ كَعْبِ بْنِ مُرَّةَ رضی اللہ عنہ "أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَعْتَقَتِ امْرَأَةً مُسْلِمَةً, كَانَتْ فِكَاكَهَا مِنَ النَّارِ "

ابوداود، کتاب العتق، باب ای الرقاب افضل: ۳۹۶۷، ابن ماجۃ: ۲۵۲۲،احمد: ۲۳۵/۴،المعجم الاوسط: ۶۷۵۰،الترمذی: ۱۶۰۳

۱۴۲۶: ابوداؤد میں حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "جس مسلمان خاتون نے کسی مسلمان خاتون کو آزاد کیا وہ اس کیلئے جہنم سے آزادی کا موجب ہوگی۔"

لغوی تحقیق: فکاک: آزادی۔

تشریح: امام ابوداؤد نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد اس پر سکوت فرمایا ہے، جس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہے۔حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے، بعض طرق مفصل ہیں اور بعض مختصر، مفصل طریق میں ہے کہ "جس نے کسی مسلمان کو آزاد کیا، اللہ نے اس کے ہر عضو کے بدلے اس کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کر دیا جس مسلمان نے دو مسلمان عورتیں آزاد کیں، اللہ تعالیٰ نے اس کے ہر جوڑ کو ان کے دو جوڑوں کے بدلے جہنم سے آزاد کر دیا اور جس مسلمان عورت نے ایک مسلمان عورت آزاد کی اس کا ہر جوڑ اس کے ہر جوڑ کیلئے جہنم سے آزادی کا سبب ہوگا۔" انھیں الفاظ کے ساتھ امام ترمذی نے یہ روایت حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے تفصیلاً نقل کی ہے۔

فقہی احکام: مسلم خاتون اگر لونڈی آزاد کرے تو اسے اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا مرد کو غلام آزاد کرنے پر ملتا ہے۔

۱۴۲۷: وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ "إِيمَانٌ بِاللَّهِ, وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ" قُلْتُ فَأَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟ قَالَ " أَعْلَاهَا ثَمَنًا, وَأَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب العتق، باب ای الرقاب افضل: ۲۵۱۸، مسلم: ۸۴، ابن ماجۃ: ۲۵۲۳، احمد: ۱۵۰/۴، ۱۷۱، ابن الجارود: ۹۶۹، ابن حبان: ۱۵۲، ۴۳۱۰، البیہقی: ۲۷۳/۱۰، المعجم الاوسط: ۸۷۱۸، النسائی: ۱۹/۶

۱۴۲۷: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"اللہ کے ساتھ ایمان لانا، اس کی راہ میں جہاد کرنا۔" میں نے عرض کیا، کونسا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"جو زیادہ قیمت والا ہو اور مالکوں کے نزدیک نہایت نفیس ہو۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: اعلاھا: یہ روایت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے منقول ہے، کسی طریق میں لفظ اغلاھا ہے اور کسی میں اکثرھا ہے اور کسی میں اعلاھا ہے۔ان سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ سب سے بہترین عمل عقائد کی اصلاح ہے، یعنی ایمان باللہ کا اقرار بھی ایک عمل ہے اور یہ عمل تمام اعمال سے بہتر ہے۔ایمان باللہ کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت اور جہاد فی سبیل اللہ کے بعد غلاموں کو آزاد کرنا، جبکہ بعض روایات میں نماز کو اس کے وقت پر پڑھنے کو افضل قرار دیا گیا ہے۔

۱۴۲۸: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ, فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ, قُوِّمَ عَلَيْهِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قِيمَةَ عَدْلٍ ,فَأَعْطَى شُرَكَائَهُ حِصَصَهُمْ ,وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ ,وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب العتق، باب اذا اعتق عبداً بین اثنین او امة بین الشرکاء: ۲۵۲۲، مسلم: ۱۵۰۱، ابوداود: ۳۹۴۰، الترمذی: ۱۳۶۹، النسائی: ۳۱۹/۷، ابن ماجة: ۲۵۲۸، المؤطا: ۷۷۲/۲، احمد: ۱۱۲/۲، ۱۴۲، البیہقی: ۲۷۴/۱۰، المعجم الاوسط: ۲۰۲۰، ابن حبان: ۴۳۱۵-۴۳۱۹

۱۴۲۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص مشترکہ غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کرے، اس کے پاس اگر مکمل غلام آزاد کرنے کی طاقت ہو تو وہ انصاف سے اس غلام کی قیمت لگا کر ہر شریک کو اس کے حصہ کے مطابق قیمت ادا کر دے تو وہ غلام اس کی طرف سے آزاد تصور ہوگا، بصورت دیگر اس کی طرف سے جس قدر آزاد ہو چکا سو ہو چکا۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: شرکا: سین مکسور اور راء ساکن، حصہ۔ قوم: اس کی قیمت لگائی جائے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ چند افراد مل کر بھی ایک غلام خرید سکتے ہیں اور ان میں سے کوئی ایک اگر اپنا حصہ آزاد کرنا چاہے تو وہ اس حصہ کے بقدر آزاد ہو جائے گا، لیکن اپنا حصہ آزاد کرنے والے کیلئے بہتر ہے کہ وہ دیگر شرکا کو بھی ان کے حصص کی منصفانہ قیمت ادا کر کے غلام مکمل طور پر آزاد کر دے، بشرطیکہ ایسا کرنے کی اس کے پاس طاقت ہو۔ ورنہ اس نے جتنا حصہ آزاد کر دیا، اتنا حصہ آزاد ہو چکا۔ اب غلام سے اس کے حصہ کا کام لینا ممنوع ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسی مفہوم کی احادیث مروی ہیں۔

۱۴۲۹: وَلَهُمَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ "وَإِلَّا قُوِّمَ عَلَيْهِ ,وَاسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ" وَقِيلَ إِنَّ السِّعَايَةَ مُدْرَجَةٌ فِي الْخَبَرِ.

البخاری، کتاب العتق، باب اذا اعتق نصیبا فی عبد ......: ۲۵۲۷، مسلم: ۱۵۰۳، ابوداود: ۳۹۳۸، الترمذی: ۱۳۷۱، ابن ماجة: ۲۵۲۷، احمد: ۴۲۶/۲، ۴۷۲، البیہقی: ۲۸۰/۱۰، ۲۸۱، ابن حبان: ۴۳۱۸، ۴۳۱۹، المعجم الاوسط: ۲۰۲۰

۱۴۲۹: بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "بصورت دیگر اسکی قیمت لگائی جائے اور اس پر مشقت ڈالے بغیر اسے آزادی حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔" بعض کا کہنا ہے کہ: قوم علیه؛ کے بعد والا جملہ حدیث میں شامل کیا گیا ہے۔

لغوی تحقیق: غیر مشقوق: اس کی طاقت سے بڑھ کر اسے تکلیف نہ دی جائے۔

تشریح: امام نسائی اور اسماعیلی کا کہنا ہے کہ آخری جملہ قتادہ کا ہے، اس نے اپنے الفاظ حدیث کے ساتھ ملا کر نقل کر دیئے ہیں۔ لیکن علامہ صنعانی نے اس قول کو یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ شیخین نے یہ جملہ مرفوع نقل کیا ہے اور صحیحین کی احادیث اعلیٰ درجہ کی صحیح احادیث ہیں۔ مؤلف رحمہ اللہ نے بھی صیغہ تمریض استعمال کر کے امام نسائی اور اسماعیلی کے قول کی کمزوری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ نیز حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی مرفوع حدیث میں بھی یہ جملہ موجود ہے اور اس روایت میں قتادہ نہیں ہے۔

۱۴۳۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدَهُ ,إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيُعْتِقَهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب العتق، باب فضل عتق الوالد: ۱۵۱۰، ابوداود: ۵۱۳۷، الترمذی: ۱۹۷۸، ابن ماجة: ۳۶۵۹، احمد: ۲۳۰/۲، ۳۷۶/۲، ابن الجارود: ۹۷۱، ابن حبان: ۴۲۴، البیہقی: ۲۸۹/۱۰، المعجم الاوسط: ۸۶۴۲

۱۴۳۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی بیٹا اپنے والد کے حقوق ادا نہیں کر سکتا الا یہ کہ وہ اسے غلام پائے اور اسے خرید کر آزاد کر دے۔" (مسلم)

تشریح: اولاد پر والدین کے جو احسانات ہیں انسان زندگی بھر والدین کی خدمت کر کے بھی ان سے عہدہ برا نہیں ہو سکتا۔ والد یا والدہ اپنی اولاد کی ملکیت میں آتے ہی آزاد تصور ہوں گے، یا اولاد کے آزاد کرنے کے بعد؟ بعض کا خیال ہے کہ آزاد کرنے پر ہوں گے اور بعض کا کہنا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ ملکیت میں آتے ہی آزاد ہو جائیں گے۔اس حدیث کو اگر دیگر احادیث کی روشنی میں سمجھا جائے تو پھر مقدم الذکر موقف کو ترجیح حاصل ہے۔

۱۴۳۱: وَعَنْ سَمُرَةَ ﷛ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ "مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ ,فَهُوَ حُرٌّ" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ وَرَجَّحَ جَمْعٌ مِنَ الْحُفَّاظِ أَنَّهُ مَوْقُوفٌ.

ابوداود، کتاب العتق، باب فیمن ملک ذا رحم محرم: ۳۹۴۹، الترمذی: ۱۳۶۵، ابن ماجۃ: ۲۵۲۴، احمد: ۵/ ۱۵، ۲۰، الحاکم: ۲/ ۲۱۴، البیھقی: ۱۰/ ۲۸۹، المعجم الاوسط: ۱۴۶۱

۱۴۳۱: حضرت سمرہ بن جندب ﷛ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"جو شخص کسی محرم کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہے۔"(اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے اور محدثین کی ایک جماعت نے اسے موقوف قرار دیا ہے۔)

تشریح: حضرت جابر ﷛ سے یہ روایت مختلف طرق سے منقول ہے۔حماد نے یہ روایت مرفوع اور شعبہ نے موقوف نقل کی ہے۔واضح رہے کہ شعبہ،حماد سے احفظ ہے۔اس روایت کو امام علی بن مدینی اور امام نسائی نے منکر،امام بخاری نے غیر صحیح کہا ہے۔لیکن حافظ عبدالحق،علامہ ابن قطان اور امام ابن حزم نے صحیح کہا ہے۔نیز حضرت عبداللہ بن عمر ﷠ سے مروی حدیث اسی کی شاہد ہے۔اس روایت کو اگر موقوف تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہ حکماً مرفوع ہے کیونکہ صحابہ حلت وحرمت کا فتوی اپنی رائے سے نہیں دیتے تھے۔

فقہی احکام: محارم ایک دوسرے کی ملکیت میں آتے ہی آزاد تصور ہوں گے۔

۱۴۳۲: وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ﷛ أَنَّ رَجُلاً أَعْتَقَ سِتَّةَ مَمَالِيكَ لَهُ ,عِنْدَ مَوْتِهِ ,لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ ,فَدَعَا بِهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَجَزَّأَهُمْ أَثْلاثًا ,ثُمَّ أَقْرَعَ بَيْنَهُمْ ,فَأَعْتَقَ اثْنَيْنِ ,وَأَرَقَّ أَرْبَعَةً ,وَقَالَ لَهُ قَوْلاً شَدِيدًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الایمان، باب من اعتق شرکالہ فی عبد: ۱۶۶۸، ابوداود: ۳۹۵۸، الترمذی: ۱۳۶۴، النسائی: ۴/ ۶۴، ابن ماجۃ: ۲۳۴۵، احمد: ۴/ ۴۲۶، البیھقی: ۱۰/ ۲۹۱، المعجم الاوسط: ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۸۵۷، ۸۵۵۹

۱۴۳۲: حضرت عمران بن حصین ﷛ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بستر مرگ پر چھ غلام آزاد کر دیئے،اس کا کل اثاثہ یہی تھا،آپ ﷺ نے ان چھ غلاموں کو طلب کیا اور انہیں تین ٹولیوں میں تقسیم کر دیا،پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی فرمائی تو دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام رہنے دیا،اور آزاد کرنے والے کی مذمت فرمائی۔(مسلم)

لغوی تحقیق: ممالیک: یہ مملوک کی جمع ہے یعنی غلام۔ جزأ: تقسیم کر دیا۔ اقرع: قرعہ اندازی فرمائی۔ قولاً شدیداً: ملامت کیا۔

تشریح: کسی بھی شخص کو اپنے ورثاء کی اجازت کے بغیر ایک تہائی سے زائد وصیت کرنے کی اجازت نہیں،اور اگر کوئی کرے گا تو زائد وصیت باطل ہوگی۔مرض الموت میں کیے گئے فیصلے اور دیئے گئے عطیات بھی وصیت کے حکم میں ہوں گے۔کسی بھی شخص کو اس کی موت کے بعد برا کہنا درست نہیں تاہم مہذب طریقے سے اس کی غلطی سے خبردار کرنا درست ہے،جیسا کہ آپ ﷺ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا:"میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔"صحابہ نے اس جملہ کو قول شدید سے تعبیر کیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) ایک تہائی سے زائد وصیت باطل ہے۔(۲) بوقت ضرورت قرعہ اندازی کرنا درست ہے۔

(۳) مہذب الفاظ میں میت کی غلطی سے خبردار کیا جا سکتا ہے۔

۱۴۳۳: وَعَنْ سَفِينَةَ ﷛ قَالَ كُنْتُ مَمْلُوكًا لِأُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ أُعْتِقُكَ ,وَأَشْتَرِطُ عَلَيْكَ أَنْ تَخْدِمَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَا عِشْتَ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب العتق، باب فی العتق علی الشرط: ۳۹۳۲، النسائی فی الکبری: ۳/ ۱۹۰، الحاکم: ۳/ ۶۰۲، احمد: ۵/ ۲۲۱، البیھقی:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۹۱/۱۰، ابن ماجة: ۲۵۲۶

۱۴۳۳: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا غلام تھا، انہوں نے فرمایا کہ میں تجھے اس شرط پر آزاد کرتی ہوں کہ تم جب تک زندہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہو گے۔ (اسے احمد، ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔)

تشریح: امام نسائی نے اس کی سند کو: لا بأس به ؛ امام حاکم اور علامہ ذہبی نے صحیح الاسناد اور علامہ البانی نے حسن کہا ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ کسی غلام کو مشروط طور بھی رہا کیا جا سکتا ہے۔

۱۴۳۴: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فِي حَدِيثٍ .

تنبیہ: اس حدیث کی تشریح اور تخریج حدیث نمبر ۷۸۲ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴۳۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ولاء کا حق دار وہی ہے جو آزاد کرے۔" (بخاری و مسلم نے یہ جملہ ایک طویل حدیث سے نقل کیا گیا ہے۔)

۱۴۳۵: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ ,لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ" رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ , وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ وَأَصْلُهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ بِغَيْرِ هٰذَا اللَّفْظِ .

تنبیہ: اس روایت کی تشریح اور تخریج حدیث نمبر ۹۵۲ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴۳۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ولاء بھی نسب کی طرح ایک تعلق ہے، اسے نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ھبہ کیا جا سکتا ہے۔" اسے شافعی نے روایت کیا ہے، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے اور اس کی اصل بخاری و مسلم میں اس لفظ کے بغیر ہے

۲۔ بَابُ الْمُدَبَّرِ وَالْمُكَاتَبِ وَ أُمِّ الْوَلَدِ

مدبر، مکاتب اور ام الولد کے مسائل کا بیان

۱۴۳۶: عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ ,لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ ,فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ "مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي؟" فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بِثَمَانِمِائَةِ دِرْهَمٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي لَفْظٍ لِلْبُخَارِيِّ فَاحْتَاجَ وَفِي رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيِّ وَكَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ ,فَبَاعَهُ بِثَمَانِمِائَةِ دِرْهَمٍ ,فَأَعْطَاهُ وَقَالَ "اقْضِ دَيْنَكَ"

تنبیہ: اس حدیث کی تشریح اور تخریج حدیث نمبر ۷۷۸ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴۳۶: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی نے کہا کہ میرے مرنے کے بعد یہ غلام آزاد ہے، اس کی کل جائداد یہی غلام تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ غلام مجھ سے کون خریدے گا؟" حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ (بخاری و مسلم) اور بخاری کے الفاظ اس طرح ہیں "وہ محتاج تھا۔" نسائی میں ہے، اس پر قرض تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آٹھ سو درہم میں فروخت کر دیا اور اس کی قیمت اس کو دے دی اور فرمایا: "اپنا قرض ادا کر۔"

۱۴۳۷: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ ,عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "اَلْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ مُكَاتَبَتِهِ دِرْهَمٌ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ ,وَأَصْلُهُ عِنْدَ أَحْمَدَ ,وَالثَّلَاثَةِ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ .

ابوداود، كتاب العتق، باب في المكاتب يؤدى بعض كتابته...... : ۳۹۲۶، ۳۹۲۷، الترمذی: ۱۲۸۳، النسائی: ۲۸۸/۷، ابن ماجة:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۵۱۹، احمد: ۲/۱۸۷، ۲۰۶، ابن حبان: ۴۳۲۱، الحاکم: ۲/۲۱۸، البیهقی: ۱۰/۳۲۴

۱۴۳۷: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مکاتب اس وقت تک غلام ہے جب تک اس پر ایک درہم بھی واجب الادا ہے۔" (اسے ابوداؤد نے حسن سند سے روایت کیا ہے، اس کی اصل احمد اور تینوں میں ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: المکاتب: ایسا غلام جس سے یہ معاہدہ طے کر لیا گیا ہو کہ وہ اتنی رقم اتنی اقساط میں ادا کرنے کے بعد آزاد ہو جائے گا۔ اس معاہدہ میں عموماً اقساط کی وصولی تحریر کی جاتی ہے، اس لیے ایسے غلام کو مکاتب کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

تشریح: یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے منقول ہے، بعض طرق ضعیف اور بعض حسن ہیں، بنابریں یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔

فقہی احکام: مکاتب اس وقت آزاد تصور ہوگا جب وہ تمام واجب الادا اقساط ادا کر دے گا۔ اگر وہ اقساط کی ادائیگی سے قبل مر گیا تو اس کا مالک اس کا وارث ہوگا۔

۱۴۳۸: وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "إِذَا كَانَ لِإِحْدَاكُنَّ مُكَاتَبٌ, وَكَانَ عِنْدَهُ مَا يُؤَدِّي, فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ" رَوَاهُ احمد و الاربعة وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ.

ابوداود، کتاب العتق، باب فی المکاتب یؤدی بعض کتابته: ۳۹۲۸، الترمذی: ۱۲۸۴، ابن ماجة: ۲۵۲۰، احمد: ۶/۲۸۹، ۳۰۸، ابن حبان: ۴۳۲۲، الحاکم: ۲/۲۱۹، البیهقی: ۱۰/۳۲۷

۱۴۳۸: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی ایک کے پاس مکاتب ہو اور اس مکاتب کے پاس مکاتبت کے برابر مال ہو تو وہ اس سے پردہ کرے۔" (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے، اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: یہ روایت امام احمد، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام ابن حبان، امام حاکم اور امام بیہقی نے زہری عن نبہان مولیٰ ام سلمہ عن ام سلمہ کے طریق سے نقل کی ہے، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح، امام حاکم اور امام ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے تلخیص میں اس پر سکوت فرمایا ہے، جس سے ان کے نزدیک اس کے صحیح ہونے کا عندیہ ملتا ہے۔ امام ابن حزم نے نبہان کو مجہول قرار دیا ہے اور بیہقی نے بھی اس کے مجہول ہونے کا عندیہ دیا ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ اہل علم اس روایت کو صحیح نہیں سمجھتے، علامہ البانی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ نیز امہات المومنین کا عمل بھی اس روایت کے خلاف ہے۔

۱۴۳۹: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ "يُودَى الْمُكَاتَبُ بِقَدْرِ مَا عَتَقَ مِنْهُ دِيَةَ الْحُرِّ, وَبِقَدْرِ مَا رَقَّ مِنْهُ دِيَةَ الْعَبْدِ" رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَأَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ.

ابوداود، کتاب الدیات، باب فی دیة المکاتب: ۴۵۸۱، الترمذی: ۱۲۸۲، النسائی: ۸/۴۵، احمد: ۱/۲۲۲، ۲۲۶، ابن الجارود: ۹۸۲

۱۴۳۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مکاتب جس قدر آزاد ہے اس کے آقا کو اسی قدر آزادی کی دیت ادا کی جائے گی، اور جس قدر غلام ہے اس قدر غلام کی۔ (احمد، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: دیة: مقتول کے ورثا کو قتل کے بدلہ میں جو کچھ دیا جائے اسے دیت کہتے ہیں۔ رق: غلام۔

تشریح: کسی غلام نے اپنے آقا سے مکاتبت کر لی، جب وہ آدمی نصف رقم ادا کر چکا تو اسے کسی نے قتل کر دیا، اس صورت میں مقتول نصف آزاد تھا اور نصف غلام تھا، لہٰذا قاتل مقتول کے آقا کو نصف دیت یعنی پچاس اونٹ آزاد حصہ کی اور نصف دیت یعنی پچیس اونٹ غلام حصہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادا کرنے کا پابند ہوگا۔ اس حدیث کو امام احمد، امام ابوداؤد، امام نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اسے حسن، امام حاکم اور امام ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ امام ابوداؤد نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے، ابن عبدالہادی نے اسے معلول کہا ہے۔

۱۴۴۰: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ رضی اللہ عنہ أَخِي جُوَيْرِيَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رضی اللہ عنہا قَالَ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا, وَلَا دِينَارًا, وَلَا عَبْدًا, وَلَا أَمَةً, وَلَا شَيْئًا, إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ, وَسِلَاحَهُ, وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم...... ۲۷۳۹، الترمذی فی الشمائل: ۴۰۲، النسائی: ۲۲۹/۶، احمد: ۲۷۸/۴، الدارقطنی: ۱۸۵/۴، البیہقی: ۳۲۷/۱۰، ابن حبان: ۶۶۰۶، ۶۶۰۷، المعجم الاوسط: ۵۱۵، ۳۰۴۰، ۳۷۳۰

۱۴۴۰: ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے برادر عزیز حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور ورثہ نہ درہم و دینار چھوڑے، نہ غلام اور لونڈی اور نہ کوئی اور چیز چھوڑی، ہاں البتہ ایک سفید خچر، اپنا اسلحہ اور زمین کا ایک ٹکڑا چھوڑا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کر دیا تھا۔ بخاری

لغوی تحقیق: بغلة: اس جانور کو کہتے ہیں جس کی ماں گھوڑی اور باپ گدھا ہو، یہ خچر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقوقس نے بطور تحفہ دیا تھا۔

تشریح: اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے بے رغبتی کا واضح ثبوت ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بسا اوقات بڑا قیمتی سامان بھی آتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اپنا سابقہ قرض ادا کرتے، اور اپنی بیویوں کے اخراجات اور مہمان نوازی کیلئے کچھ رکھتے، باقی سب تقسیم کر دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ "ہم وارث نہیں بنائے جاتے اور ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے" نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کچھ تھا وہ بھی صدقہ کر دیا جیسا کہ حضرت جویریہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) انبیا کی میراث ورثا میں تقسیم نہیں ہوتی۔ (۲) انبیا جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

۱۴۴۱: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "أَيُّمَا أَمَةٍ وَلَدَتْ مِنْ سَيِّدِهَا, فَهِيَ حُرَّةٌ بَعْدَ مَوْتِهِ" أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَهْ, وَالْحَاكِمُ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ وَرَجَّحَ جَمَاعَةٌ وَقْفَهُ عَلَى عُمَرَ رضی اللہ عنہ.

ابن ماجة، ابواب العتق، باب امہات الاولاد: ۲۵۱۵، المؤطا: ۷۷۶/۲، احمد: ۳۰۳/۱، ۳۱۷، الدارمی: ۲۵۷۴، الدارقطنی: ۱۳۰/۴، ۱۳۱، الحاکم: ۱۹/۲، البیہقی: ۳۴۶/۱۰

۱۴۴۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس لونڈی نے اپنے آقا کا بچہ جنم دیا، وہ اپنے آقا کی موت کے بعد آزاد ہے۔" (اسے ابن ماجہ اور حاکم نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے، ایک جماعت نے اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے۔)

تشریح: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت مرفوع اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوف منقول ہے، مرفوع طریق حسین بن عبداللہ ہاشمی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے، اس کی جو شاہد مرفوع روایات ہیں وہ بھی ضعیف ہیں، لیکن موقوف روایت صحیح ہے۔ اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ امہات الاولاد کو نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ھبہ کیا جا سکتا ہے۔ ان کا آقا جب تک زندہ رہے گا، یہ اس وقت تک اس کی لونڈیاں رہیں گی اور اس کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائیں گی قطع نظر اس کے کہ اس کی اولاد زندہ ہو یا مر چکی ہو۔

۱۴۴۲: وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "مَنْ أَعَانَ مُجَاهِدًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ, أَوْ غَارِمًا فِي عُسْرَتِهِ, أَوْ مُكَاتَبًا فِي رَقَبَتِهِ, أَظَلَّهُ اللَّهُ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ" رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

احمد: ۴۸۷/۳، ۲۰/۱، الحاکم: ۸۹/۲، ۹۰، ۲۱۷، البیہقی: ۱۷۲/۹، ابن حبان: ۴۶۲۸

۱۴۴۲: حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے مجاہد فی سبیل اللہ کی اعانت کی، یا کسی تنگ دست مقروض کی مدد کی، یا مکاتب کی آزادی میں اس کی مدد کی، اسے اللہ تعالیٰ اس روز اپنا سایہ عطا فرمائے گا جس روز اللہ تعالیٰ کے سایہ کے علاوہ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی سایہ نہیں ہوگا۔" (اسے احمد نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: غـــارمـــاً: مقروض، اس کی دو اقسام ہیں۔(۱) ایسا مقروض جسے ضمانت دینے کی وجہ سے دوسرے کا قرض ادا کرنا پڑ جائے۔ ایسا مقروض اگر تونگر ہو تب بھی اس کی مدد کی جاسکتی ہے۔(۲) ایسا مقروض جس نے ذاتی ضروریات کیلئے قرض لیا ہو، اس کی مدد تنگ دست ہونے کی صورت میں کی جاسکتی ہے۔

تشریح: یہ روایت حسن درجہ کی ہے، لیکن بعض نے عمرو بن ثابت کی وجہ سے معلول بھی قرار دیا ہے۔ اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا سایہ ہوگا اور وہ اپنے خاص بندوں کو قیامت کے روز اپنا سایہ فراہم کرے گا، ایک دوسری حدیث میں ایسے سات خوش بختوں کا ذکر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنا سایہ فراہم کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ جس نے غازی کے سر پر سایہ کیا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز سایہ فراہم کرے گا۔

جس حدیث میں سات قسم کے مؤمنوں کا تذکرہ ہے، اس حدیث کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ صرف انھیں سات قسم کے مؤمنوں کو اللہ تعالیٰ کا سایہ میسر آئے گا، دوسرے کسی مسلمان کو نہیں آئے گا، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان سات خوش بختوں پر خصوصی رحمت کا سایہ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْجَامِعِ
متفرق اشیاء کا بیان

۱۔ بَابُ الْاَدَبِ — ادب کا بیان

۱۴۴۳: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ, وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ, وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْهُ وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللَّهَ فَشَمِّتْهُ وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام: ۲۱۶۲، الترمذی: ۲۸۹۳، النسائی: ۵۳/۴، احمد: ۳۷۲/۲، ۴۱۲، ابن حبان: ۲۴۲، البیهقی: ۳۴۷/۵، ابوداود: ۳۷۴۱، البخاری: ۱۳۹۹، ۶۲۲۴

۱۴۴۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں، جب وہ اس سے ملے تو اسے سلام کہے، جب وہ اس کی دعوت کرے تو قبول کرے، جب وہ نصیحت طلب کرے تو اسے نصیحت کرے، جب وہ چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہے تو اسے جواب دے، جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی تیمارداری کرے، جب وہ مرجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: ادب: ہمزہ اور دال مفتوح، اس سے مراد مکارم اخلاق کا حصول ہے۔ فشمته: چھینک مار کر الحمدللہ کہنے والے کو یرحمک اللہ کہنا۔
فعده: اس کی تیمارداری کر۔

تشریح: دین اسلام اخوت ومودت اور الفت ومحبت کا دین ہے، اس نے اپنے پیروکاروں کے مابین اخوت ومودت قائم رکھنے کیلئے جو آداب مشروع فرمائے ہیں، ان میں سے چھ آداب کو اساسی اہمیت حاصل ہے۔ انہیں چھ آداب کو حقوق المسلمین کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۱) السلام، اخوت ومودت کا پہلا زینہ سلام ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہیں لاؤ گے، تم اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے۔ آؤ! میں تمہیں ایک اسی چیز بتاتا ہوں اگر تم اسے اختیار کرلو تو تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے، وہ ہے آپس میں سلام کی ترویج۔" (۲) دعوت کو قبول کرنا: اسلام نے دعوت قبول کرنے کو بھی بہت اہمیت دی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ "جو دعوت قبول نہیں کرتا وہ اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔" (۳) اگر کوئی کسی صاحب علم و دانش سے پند ونصائح چاہے تو صاحب علم و دانش پر لازم ہے کہ وہ اسے پند ونصائح کرے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دین پند ونصائح ہی سے عبارت ہے۔" ایک حدیث میں ہے کہ "بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے والا بھلائی کرنے والے کی مانند ہے۔" (۴) جب کسی شخص کو چھینک آئے تو وہ الحمد للہ کہے، سننے والا یرحمک اللہ (اللہ تجھ پر رحم فرمائے) کہے، اور چھینک مارنے والا؛ یهدیکم اللہ و یصلح بالکم؛ (اللہ تمہاری راہنمائی کرے اور تمہارے احوال درست فرمائے) کہے۔ چھینک مارنے والا اگر تین بار چھینک مارے تو پھر اس کیلئے صحت یابی کی دعا کی جائے۔ (۵) تیمارداری: مسلمان کی تیمارداری کرنا بہت بڑے اجر وثواب کا کام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو مسلمان کسی دوسرے مسلم کی صبح عیادت کرتا ہے، ستر ہزار فرشتے اس کیلئے شام تک دعائیں کرتے ہیں اور جو شام کو عیادت کرتا ہے، اس کیلئے صبح تک دعائیں کرتے رہتے ہیں اور اس کیلئے جنت میں ایک محل تیار کر دیا جاتا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واضح رہے کہ غیر مسلم کی عیادت کرنا بھی مسنون عمل ہے اور عیادت کرنے والا مریض کے پاس نہایت مختصر قیام کرے اور اس کیلئے صحت یابی کی دعا کرے۔(٦) **مسلمان کے جنازے میں شریک ہونا** بھی بہت بڑے اجر وثواب کا کام ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص میت کے جنازے کے ساتھ نماز ے جنازہ پڑھنے تک رہا اس کیلئے ایک قیراط کے برابر ثواب ہے اور جو تدفین میں بھی شریک ہوا، اس کیلئے دو قیراط کے برابر اجر ہے۔" آپ ﷺ سے دو قیراط کا وزن دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "دو بڑے بڑے پہاڑوں کے برابر۔" جنازہ خاموشی سے لے کر چلنا مسنون ہے، اس کے ساتھ قرأت کرنے کو ائمہ دین نے ناپسند کیا ہے، جنازہ اٹھاتے وقت اور کندھا دیتے وقت کلمہ شہادت کہنا بھی درست نہیں۔

١٤٤٤:**وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "انْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُمْ, وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ, فَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.**

بخاری، کتاب الرقائق، باب لینظر الی من هو اسفل منه: ٦٤٩٠، مسلم: ٢٩٦٣، الترمذی: ٢٦٤٥، ابن ماجة: ٤١٤٢، احمد: ٢/٢٥٤، ٢٨٢، ابن حبان: ٧١١-٧١٣، المعجم الاوسط: ٢٣٦٤

١٤٤٤: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنے سے کم تر کی طرف دیکھو اور اپنے سے بالاتر کی طرف مت دیکھو، یہ زیادہ لائق ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو حقیر نہ سمجھو۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **اجدر**: یہ جدر سے مشتق ہے، جدر درخت کی جڑ کو کہتے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد زیادہ لائق ہے۔ **لا تزدروا**: حقیر مت جانو

تشریح: اطمینان قلب حسن نظر ہی سے حاصل ہوتا ہے، انسان جب اپنے سے کمزور یا اپنے سے زیادہ مصیبت زدہ کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اپنی کمزوری یا مصیبت بھول جاتا ہے، اس طرح اس کی نظر اس کیلئے اطمینان قلب کا سبب بنتی ہے۔ جب دل کو اطمینان میسر آتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت پر اس کا مشکور ہوتا ہے۔

فقہی احکام: اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کو حقیر خیال نہیں کرنا چاہیے اور اس کی ہر نعمت پر اس کا مشکور ہونا چاہیے۔

١٤٤٥:**وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ؟ فَقَالَ "اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ, وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ, وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.**

مسلم، کتاب البر والصلة، باب تفسیر البر والاثم: ٢٥٥٣، الترمذی: ٢٣٨٩ [sic: ٢٥١٠]، احمد: ٤/١٨٢، الدارمی: ٢٧٨٩، ابن حبان: ٣٩٧، البیهقی: ١٠/١٩٢

١٤٤٥: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کی بابت دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اچھا اخلاق نیکی ہے، اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو اس پر لوگوں کے مطلع ہونے کو ناپسند کرے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **البر**: باء مکسور اور راء مشدد، ہر قسم کی بھلائی اور نیکی۔ **حسن الخلق**: علامہ ابن دقیق العید اس جملے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، حسن خلق عبارت ہے، معاملات میں انصاف، بحث و تبحیث میں نرمی، فیصلوں میں عدل اور نیکیوں کی ترویج کرنے سے۔ الشیخ احمد حجازی فرماتے ہیں، البر؛ سے مراد خندہ پیشانی سے ملنا، تکلیف دور کرنا اور اپنے بھائی کیلئے وہی کچھ پسند کرنا جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے اور حسن اخلاق عبارت ہے معاملات میں انصاف، گفتگو میں نرمی، فیصلہ میں عدل، تنگ دستی میں ایثار، حسن معاشرت، واجبات کی ادائیگی اور منکرات سے اجتناب کرنے سے۔ **الاثم**: حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پامال کرنے کا نام گناہ ہے، یہ معرض وجود میں آنے سے پہلے دل میں اضطراب و بے چینی پیدا کر دیتا ہے، اس کا ارتکاب کرنے والا غیرت کو روندھنے کے باوجود یہ تمنا رکھتا ہے کہ لوگ اس کے اس فعل سے مطلع نہ ہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: محسن انسانیت ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں گناہ اور نیکی کی نہایت جامع تعریف فرمائی ہے یعنی نیکی حسن خلق اور گناہ ذہنی اضطراب کا نام ہے۔ علامہ ابن رجب فرماتے ہیں کہ نیکی طاعات باطنیہ اور ظاہریہ کے مجموعہ کا نام ہے، طاعات باطنیہ سے مراد عقائد کی اصلاح اور طاعات ظاہریہ سے مراد ادائیگی زکوٰۃ، صوم وصلاۃ کی پابندی، ایفائے عہد اور مصائب پر صبر ہے۔ گویا نقوش قرآن کی عملی تفسیر حسن اخلاق ہے۔ اور گناہ اس اضطراب کا نام ہے جس کا تصور آتے ہی مومن بے چین ہو جائے اور وہ اس وقت تک بے چین رہے جب تک گناہ کے تصور کو حرف غلط کی طرح مٹا نہ دے۔ جس دل کو نیکی سے انقباض اور گناہ سے فرحت میسر آئے وہ دل یقیناً ایمان کی کامل دولت سے محروم ہے۔

۱۴۴۶: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " إِذَا كُنْتُمْ ثَلاثَةً, فَلا يَتَنَاجى اِثْنَانِ دُونَ الْآخَرِ, حَتَّى تَخْتَلِطُوا بِالنَّاسِ; مِنْ أَجَلِ أَنَّ ذَلِكَ يُحْزِنُهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ, وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

المسلم، كتاب السلام، باب تحريم مناجاة الاثنين ...... : ۲۱۸۴، البخارى: ۶۲۹۰، ابوداود: ۴۸۵۱، الترمذى: ۲۹۹۴، ابن ماجة: ۳۷۷۵، احمد: ۱/۳۷۵، الدارمى: ۲۶۵۷، ابن حبان: ۵۸۳، المعجم الاوسط: ۱۵۳۹، ۱۵۸۵، ۲۰۰۷، ۲۱۶۹

۱۴۴۶: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم تین ہو تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر اس وقت تک سرگوشی مت کریں، جب تک تم عام لوگوں کے ساتھ مل جل نہ جاؤ، کیونکہ اس طرح سرگوشی کرنا اسے غمگین کرے گا۔" بخاری ومسلم، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں

لغوی تحقیق: فلا: اس میں فاء جواب شرط ہے اور لا یا تو نہی کا ہے یا نفی کا۔ اگر لائے نہی ہے تو پھر یہ جازمہ ہوگا اور اس کا مابعد فعل مجزوم ہوگا اور اگر نفی کا ہے تو پھر اس کا مابعد فعل مقصور ہوگا۔ یعنی پہلی صورت میں ؛یتناج؛ اور دوسری میں ؛یتناجی؛ ہوگا۔ تختلطوا: تم مل جاؤ۔ من: یہاں تعلیل کیلئے ہے یعنی اس وجہ سے۔

تشریح: اس حدیث کا تعلق آداب معاشرت سے ہے۔ محسن انسانیت نے اپنے متبعین کو جو تعلیم دی ہے وہ انسانیت کیلئے سراپا خیر خواہی ہے، اسلام نہیں چاہتا کہ کسی انسان کو دوسرے انسان سے جسمانی یا ذہنی اذیت پہنچے، چنانچہ آپ ﷺ نے ایسے آداب معاشرت مشروع فرمائے جو انسان کو جسمانی اور ذہنی اذیت سے محفوظ رکھتے ہیں۔ زیر مطالعہ حدیث میں آداب معاشرت سے متعلق جو ضابطہ بیان ہوا ہے وہ انسان کو ذہنی اذیت سے محفوظ رکھتا ہے۔ اسی مفہوم کی احادیث حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

فقہی احکام: اسلام میں سرگوشی کرنا مباح ہے، لیکن اس وقت ممنوع ہے جب کل تین افراد ہوں یعنی دو افراد تیسرے سے الگ ہو کر سرگوشی کرنے کے مجاز نہیں۔

۱۴۴۷: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهِ, ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ, وَلَكِنْ تَفَسَّحُوا, وَتَوَسَّعُوا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخارى، كتاب الاستئذان، باب لايقيم الرجل الرجل من مجلسه: ۶۲۶۹، مسلم: ۲۱۷۷، الترمذى: ۲۹۰۹، ۲۹۱۰، احمد: ۲/۱۷، ۲۲، الدارمى: ۲۶۵۳، ابن حبان: ۵۸۷، المعجم الاوسط: ۳۸۶، ۱۵۳۸، ۲۱۷۰، ابوداود: ۴۸۲۸

۱۴۴۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں خود مت بیٹھے، لیکن حلقہ مجلس کشادہ کر لیا کرو۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: تفسحوا: مجلس کو کشادہ کر لیا کرو۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں آداب مجلس بتائے گئے ہیں، یعنی مجلس میں اگر جگہ تنگ ہو تو پھر پہلے بیٹھے ہوئے شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ پر بیٹھنا درست نہیں، البتہ بعد میں آنے والے کیلئے جگہ بنانا ضروری ہے، اس کی دو صورتیں ہیں، اگر حلقہ مجلس کو کشادہ کرنا ممکن ہو تو پھر حلقہ مجلس کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کشادہ کرلیا جائے، اگر ایسا ممکن نہیں تو پھر حاضرین تھوڑا اسکڑ جائیں تا کہ بعد میں آنے والے کو بھی بیٹھنے کا موقع مل سکے۔

فقہی احکام: کسی کو مجلس یا مسجد سے بغیر شرعی عذر کے اٹھانا ممنوع ہے۔

۱۴۴۸: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا ,فَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ ,حَتَّى يَلْعَقَهَا ,أَوْ يُلْعِقَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الاطعمة، باب لعق الاصابع و مصها......: ۵۴۵۶، مسلم: ۲۰۳۱، ابوداود: ۳۸۴۷، ابن ماجة: ۳۲۶۹، احمد: ۱۶۷۲، الدارمی: ۲۰۲۶، المعجم الاوسط: ۳۶۲۰

۱۴۴۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی ایک کھانا کھائے تو وہ اس وقت تک ہاتھ صاف نہ کرے جب تک وہ انہیں چاٹ نہ لے یا کسی سے چٹوا نہ لے۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: یلعقها: فعل ثلاثی مجرد ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مفتوح ہے، اپنے ہاتھ خود چاٹ لے۔ یلعقها: ثلاثی مزید فیہ ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم ہے، اپنے ہاتھ اپنی بیوی یا بچوں کو چٹوا لے۔

تشریح: اللہ نے اشیائے خورد و نوش کو حلال قرار دے کر ایک طرف انسانی خوراک کا بندوبست فرمایا ہے تو دوسری طرف ان اشیا کو شرافت و کرامت بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ پسند فرماتا ہے کہ اس نے جو چیز جس مقصد کیلئے پیدا کی ہے وہ اسی مقصد کیلئے استعمال ہو، چنانچہ اشیائے خورد و نوش کے معمولی ذرات کو بھی ضائع ہونے سے بچانے کیلئے محسن انسانیت نے اپنے پیروکاروں کو یہ تعلیم فرمائی کہ کھانا کھانے کے بعد اپنے ہاتھ کو چاٹے بغیر پانی یا کپڑے سے صاف مت کریں، کیونکہ اگر ہاتھوں کو چاٹے بغیر ہاتھوں کو دھولیا گیا تو اشیائے خورد و نوش کے ذرات پانی کے ذریعے گندگی سے جا ملیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں تین بار چاٹنے کا حکم ہے۔ عصر حاضر میں بہت کم مسلمان اس تعلیم پر عمل کرتے ہیں، یہ طرز عمل ہم سب کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔

فقہی احکام: کھانا کھانے کے بعد ہاتھوں کو چاٹنا سنت ہے اور انہیں بغیر چاٹے دھونا یا صاف کرنا ممنوع اور کفران نعمت ہے۔

۱۴۴۹: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لِيُسَلِّمِ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ ,وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ ,وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ "وَالرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي"

البخاری، کتاب الاستئذان، باب تسلیم القلیل علی الکثیر: ۶۲۳۱۔ ۶۲۳۴، مسلم: ۲۱۶۰، ابوداود: ۵۱۹۸، ۵۱۹۹، الترمذی: ۲۸۵۸، ۲۸۵۹، احمد: ۲/۵۱۰، البیہقی: ۹/۲۰۳، ابن حبان: ۴۹۷، ۴۹۸

۱۴۴۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چھوٹا بڑے کو، گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔" (بخاری و مسلم) مسلم میں ہے کہ "سوار پیدل کو سلام کرے۔"

تشریح: حضرت فضالہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی مفہوم کی احادیث مروی ہیں، ان احادیث میں آداب ملاقات بیان ہوئے ہیں۔ یعنی مسلمان اپنے بھائی سے ملاقات کا آغاز سلام سے کرے، بڑے کو چونکہ تکرم حاصل ہے اس لیے چھوٹا بڑے کو سلام کرنے میں پہل کرے۔ گزرنے والا چونکہ بیٹھنے والے کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے، اس لیے وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، کثیر جماعت کو قلیل جماعت پر تکرم حاصل ہے اس لیے قلیل جماعت سلام کرنے میں پہل کرے، سوار چونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص نعمت سے فیض حاصل کر رہا ہوتا ہے اس لیے وہ سلام میں پہل کر کے شکران نعمت کرے۔

فقہی احکام: حدیث میں بیان کیے گئے آداب سلام پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۴۵۰: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "يُجْزِئُ عَنِ الْجَمَاعَةِ إِذَا مَرُّوا أَنْ يُسَلِّمَ أَحَدُهُمْ ,وَيُجْزِئُ عَنِ الْجَمَاعَةِ أَنْ يَرُدَّ أَحَدُهُمْ" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْبَيْهَقِيُّ. (البیهقی: ۴۹/۹ ، ابوداود: ۵۲۱۰)

۱۴۵۰: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "راہ گزر جماعت میں سے اگر ایک شخص سلام کرے تو سب کو کافی ہوگا، دوسری جماعت سے اگر ایک شخص جواب دیدے تو سب کیلئے کافی ہوگا۔" (احمد، بیہقی)

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نتائج الافکار میں حسن کہا ہے، اسی طرح ضیاء نے المختارہ میں نیساپوری کے حوالے سے اس حدیث کی تحسین کی ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اگر پوری جماعت سلام کہے تو بہتر ہے، لیکن اگر ایک بھی کہہ دے تو سب کیلئے کافی ہوگا۔

۱۴۵۱: وَعَنْهُ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا تَبْدَؤُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى بِالسَّلَامِ ,وَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فِي طَرِيقٍ ,فَاضْطَرُّوهُمْ إِلَى أَضْيَقِهِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

تنبیہ: اس حدیث کی تشریح اور تخریج حدیث نمبر ۱۳۱۵ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز یہاں مؤلف رحمہ اللہ یا کسی ناسخ کے تسامح کی وجہ سے؛ عنه؛ لکھا گیا ہے، جبکہ یہ روایت مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہے۔

۱۴۵۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہود و نصاری کو سلام کرنے میں پہل مت کرو اور جب وہ تمہیں راستہ میں ملیں تو انہیں تنگ راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر دو۔" (مسلم)

۱۴۵۲: وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ,وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ,فَإِذَا قَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ,فَلْيَقُلْ يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ ,وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الادب، باب اذا عطس کیف یشمت: ۶۲۲۴، ابوداود: ۵۰۳۳، احمد: ۹۷۲، ۸۶۳۹، ۲۳۶۱۶، ۲۳۹۱۴، المعجم الاوسط: ۷۰۰، ۳۳۹۵، ۵۵۱۶، ۸۸۹۴

۱۴۵۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی ایک چھینک لے تو **الحمد لله** کہے اور اس کا بھائی اسے؛ **یرحمک الله**؛ کہے جب اس کا بھائی اس کیلئے؛ **یرحمک الله**؛ کہے تو یہ اس کیلئے؛ **یهدیکم الله و یصلح بالکم**؛ کہے۔" بخاری

لغوی تحقیق: **یصلح**: یہ فساد کی ضد ہے، یعنی اصلاح فرمائے۔ **بالکم**: بال کے متعدد معانی ہیں مثلاً دل، حال اور شان اور یہاں دل اور حال مراد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے دل و حال کی اصلاح فرمائے

تشریح: چھینک اللہ تعالیٰ کا ایک خاص انعام ہے، چھینک آنے سے جسم ہلکا اور مستعد ہو جاتا ہے، جب کہ اس کے برعکس جمائی سے جسم بوجھل اور کاہل ہو جاتا ہے، بنا بریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے، چنانچہ چھینک لینے والے کیلئے لازم ہے کہ وہ چھینک آنے پر **الحمد لله** کہے۔" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب چھینکنے والا؛ **الحمد لله رب العالمین**؛ کہتا ہے تو فرشتے؛ **یرحمک الله**؛ کہتے ہیں۔" چھینک کے ذریعے عموماً منہ اور ناک سے فضلے خارج ہوتے ہیں اور یہ اگر کسی دوسرے جسم پر گر جائیں تو انہیں کراہت محسوس ہوتی ہے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے اس انعام کو خفت کا ذریعہ بننے سے بچانے کیلئے چھینک مارنے والے کو ہدایت فرمائی کہ آپ میں سے کسی ایک کو جب چھینک آئے تو وہ اپنا ہاتھ یا کپڑا اپنے منہ پر رکھ لے۔ چھینک کا جواب دینا فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ اس بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ فرض کفایہ ہو یا فرض عین، تاہم جواب دینے والے کیلئے اللہ تعالیٰ نے درجات رکھے ہیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب کوئی چھینک لے تو تم اس کا جواب دو، اگرچہ وہ سات سمندر پار ہی کیوں نہ ہو، جو چھینکنے والے کا جواب دے گا، اللہ تعالیٰ اسے نمونیہ، کان اور دانت کے درد سے محفوظ رکھے گا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چھینک مارنے والے کا جواب تین بار دو، چوتھی بار چھینک لے تو وہ زکام ہے۔"

فقہی احکام: (۱) چھینک اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے، جس پر شکریہ ادا کرنا لازم ہے۔ (۲) چھینک مارنے والے کا جواب دینا فرض کفایہ ہے۔ (۳) چھینک کا جواب فقط تین بار دینا چاہیے۔

۱۴۵۳: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَائِمًا" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الاشربة، باب كراهية الشرب قائما: ٢٠٢٦، البخاری: ٥٦١٥

۱۴۵۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی ایک کھڑے ہو کر پانی مت پیئے۔" (مسلم)

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع کیا گیا ہے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ انہوں نے کھڑے ہو کر پانی پیا، پھر فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا جیسے میں نے کیا ہے۔ اس روایت کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں درج کیا ہے، ان دونوں روایات میں بظاہر تعارض ہے لیکن حقیقت میں تعارض نہیں کیونکہ دونوں کے مابین جمع کی صورت موجود ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ بیٹھ کر پانی پینا مسنون ہے اور کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا فقط کسی عذر کی وجہ سے جائز ہے۔

فقہی احکام: تمام مشروبات بیٹھ کر پینے چاہیے، البتہ اگر کوئی عذر ہو تو کھڑے ہو کر بھی پیئے جا سکتے ہیں۔

۱۴۵۴: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ, وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ, وَلْتَكُنِ الْيُمْنَى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ, وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ" متفق عليه.

البخاری، كتاب اللباس، باب ينزع نعله اليسرى: ٥٨٥٦، مسلم: ٢٠٩٧، ابوداود: ٤١٣٩، الترمذی: ١٨٥٤، المؤطا: ٩١٦/٢، احمد: ٢٤٥/٢، ابن ماجة: ٣٦١٦، ابن حبان: ٥٤٥٥، ٥٤٥٦، الطيالسی: ١٤١٠، المعجم الاوسط: ٧٣، ٦٣٢١

۱۴۵۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی ایک جوتا پہنے تو وہ دائیں پاؤں سے آغاز کرے اور جب جوتا اتارے تو بائیں پاؤں سے آغاز کرے، چنانچہ دائیں پاؤں کو جوتا پہننے میں مقدم اور جوتا اتارنے میں مؤخر کرنا چاہیے۔" بخاری ومسلم

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ دائیں طرف کو تکریم حاصل ہے چنانچہ جو بھی کام کیا جائے اس کا آغاز دائیں طرف سے ہونا چاہیے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتا پہننے، کنگھی کرنے، وضو کرنے اور تمام امور کی انجام دہی میں دائیں طرف سے آغاز کرنا محبوب تھا۔

فقہی احکام: جوتا پہننے، کنگھی کرنے، ناخن اور بال کٹوانے، وضو اور غسل کرنے میں دائیں طرف سے آغاز کرنا چاہیے۔

۱۴۵۵: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا يَمْشِ أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ وَلْيُنْعِلْهُمَا جَمِيعًا أَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيعًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، كتاب اللباس، باب لا يمشی فی نعل واحدة: ٥٨٥٥، مسلم: ٢٠٩٧، ابوداود: ٤١٣٦، الترمذی: ١٨٥٣، المؤطا: ٩١٦/٢، احمد: ٢٤٥/٢، المعجم الاوسط: ١٣٦٨، ابن ماجة: ٣٦١٧

۱۴۵۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی، ایک جوتا پہن کر مت چلے، دونوں جوتے پہن لے یا پھر دونوں اتار دے۔" (بخاری ومسلم)

تشریح: اسلام مہذب دین ہے اور وہ کمال و جمال اور تہذیب و شائستگی کو پسند کرتا ہے اور جو بات تہذیب و شائستگی کے خلاف ہو اسے ناپسند کرتا ہے، ایک جوتا پہن کر چلنا چونکہ تہذیب و شائستگی کے خلاف ہے اس لیے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوتا پہن کر چلنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی مفہوم کی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ تاہم اگر کسی کو کوئی شرعی عذر لاحق ہے تو وہ ایک جوتا پہن سکتا ہے مثلاً کسی شخص کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک ٹانگ ہو یا ایک ہی پاؤں ہو یا راستہ چلتے ایک جوتا ٹوٹ جائے ایسی صورت میں ایک جوتا پہن کر چلا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بسا اوقات آپ ﷺ کے جوتے کا ایک تسمہ ٹوٹ جاتا اور آپ ﷺ اس جوتے کے درست ہونے تک ایک جوتے سے چلتے

۱۴۵۶: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَى مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب اللباس، باب قول الله تعالیٰ ﴿قل من حرم زينة الله﴾: ۵۷۸۳، مسلم: ۲۰۸۵، ابوداود: ۴۰۸۵، ۴۰۹۴، احمد: ۴۴/۲، المعجم الاوسط: ۱۱۹۱، ۱۵۰۰، ۱۷۲۱، ۲۹۸۳، ۳۴۸۱، ابن حبان: ۵۴۴۳

۱۴۵۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جس نے تکبر سے اپنا کپڑا گھسیٹا۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: خیلاء: یہ ضمیر مستتر؛ هو؛ سے حال ہے، اسی وجہ سے یہ منصوب ہے یعنی تکبر یا خود پسندی۔

تشریح: اسی مفہوم کی احادیث حضرت ابوسعید خدری اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔ ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا اپنے ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر شفقت سے نہیں دیکھے گا۔ اس حدیث کی روشنی میں اس امر پر تمام علما کا اتفاق ہے کہ تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنا حرام ہے۔ البتہ جو شخص عادتاً ایسا کرتا ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے، ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ہر دو صورتوں میں حرام ہے اور بعض کا خیال ہے کہ فقط تکبر کی صورت میں حرام ہے۔ راقم کے نزدیک پہلا موقف راجح ہے کیونکہ اسے بعض دیگر دلائل سے تقویت حاصل ہے، جیسا کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفیان بن ابی سہیل سے فرمایا: "اپنا ازار ٹخنوں سے نیچے مت رکھ کیونکہ اللہ تعالیٰ ٹخنوں سے نیچے ازار رکھنے والوں کی طرف نہیں دیکھے گا۔"

۱۴۵۷: وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ "إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ, وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ, فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ, وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الاشربة، باب آداب الطعام و الشراب: ۲۰۲۰، ابوداود: ۳۷۷۶، الترمذی: ۱۸۷۶، المؤطا: ۹۲۲/۲، احمد: ۸/۲، ۳۳، الدارمی: ۲۰۳۰، ابن الجارود: ۸۶۹، البیہقی: ۲۲۴/۲، ۲۷۷/۷، ابن حبان: ۵۲۲۶، ۵۲۲۷، عبدالرزاق: ۱۹۵۴۱

۱۴۵۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب آپ میں سے کوئی ایک کھائے تو اسے دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے اور جب پیئے تو دائیں ہاتھ سے پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔" (مسلم)

تشریح: اس حدیث میں آداب خورد و نوش میں سے ایک اہم ادب بیان ہوا ہے، یعنی دائیں ہاتھ سے کھانا پینا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھاتے تھے۔

فقہی احکام: دائیں ہاتھ سے کھانا پینا لازم اور بائیں ہاتھ سے کھانا پینا حرام ہے۔

۱۴۵۸: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ, عَنْ أَبِيهِ, عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "كُلْ, وَاشْرَبْ, وَالْبَسْ, وَتَصَدَّقْ فِي غَيْرِ سَرَفٍ, وَلَا مَخِيلَةٍ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ, وَأَحْمَدُ, وَعَلَّقَهُ الْبُخَارِيُّ.

احمد: ۱۸۱/۲، ۱۸۲، الحاکم: ۱۳۵/۴، النسائی: ۷۹/۵، ابن ماجة: ۳۶۰۵، شعب الایمان: ۶۱۹۶، البخاری، کتاب اللباس، فتح الباری: ۲۵۳/۱۰، الطیالسی: ۲۲۶۱

تنبیہ: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی اگر ابوداؤد سے مراد ابوداود طیالسی ہیں تو حوالہ درست ہے ورنہ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ سے تسامح ہوا ہے۔

۱۴۵۸: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسراف اور فخر سے بچتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ہوئے کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو۔" (اسے امام ابوداؤد اور احمد نے موصولاً اور امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: سرف: سین اور راء مفتوح، ایسے مصارف میں خرچ کرنا جن مصارف میں خرچ کرنے کی اللہ اور اس کے رسول نے اجازت نہیں دی۔ مخیلة: تکبر۔

تشریح: اس روایت کو امام حاکم اور علامہ منذری نے صحیح کہا ہے، مؤلف رحمہ اللہ نے اسے فتح الباری میں ابوداؤد الطیالسی کے حوالے سے درج کر کے خاموشی اختیار کی ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ دولت اور وقت کو ایسے مصارف میں خرچ کرنا جن مصارف میں خرچ کرنے کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اجازت نہیں فرمائی، سخت ممنوع ہے۔ علامہ عبداللطیف بغدادی فرماتے ہیں، یہ حدیث انسان کے دنیاوی اور اخروی مصالح کو محیط ہے، بسیار خوردنی صحت کی خرابی اور معیشت کی بربادی کا باعث ہے جبکہ تکبر انسان کو انسانوں کی نظروں سے گرا دیتا ہے اور اس کی آخرت تباہ کر دیتا ہے

۲۔ بَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ — نیکی اور صلہ رحمی کا بیان

۱۴۵۹: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ عَلَيْهِ فِي رِزْقِهِ, وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ, فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ" أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الادب، باب من بسط له فی الرزق بصلة الرحم: ۵۹۸۵، ۵۹۸۶، مسلم: ۲۵۵۷، ابن حبان: ۴۳۸، ۴۳۹

۱۴۵۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو اپنے رزق میں کشادگی اور درازی عمر چاہتا ہے وہ صلہ رحمی کرے۔" بخاری

لغوی تحقیق: من: اسم شرط جازم ہے۔ احب: فعل شرط ہے یعنی جو پسند کرتا ہے۔ ان یبسط: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم اور سین مفتوح، کشادگی کی جائے۔ رزقه: یہ بمعنی مرزوق ہے۔ ان ینسأ: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے علامت مضارع مضموم اور سین مفتوح، تاخیر کی جائے۔ اثره: ہمزہ اور ثاء مفتوح، عمر کا وہ حصہ جو ابھی باقی ہے۔ موت کو اثر اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زندگی کے پیچھے لگی ہوتی ہے۔ فلیصل رحمه: یہ جملہ جواب شرط ہے یعنی قریبی رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنے سے کنایہ ہے اور اس کے لغوی معنی ملانے کے ہیں۔ صلہ رحمی میں کون کون سے رشتے شامل ہیں؟ اس بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں، بعض نے فقط محرم رشتوں کو شامل کیا ہے اور بعض نے تمام ورثا کو شامل کیا ہے۔

تشریح: صلہ رحمی کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور جو مسلمان اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان کی مدح فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿جو لوگ اس چیز کو ملاتے ہیں جس کو ملانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور وہ اپنے رب سے اور برے حساب سے ڈرتے ہیں۔﴾ صلہ رحمی ایک ایسا عمل ہے جسے اللہ تعالیٰ کی قرابت حاصل ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "رحم، اللہ تعالیٰ کے عرش کے ساتھ چمٹ کر عرض کرتا ہے، جو مجھے ملاتا ہے اللہ تعالیٰ! اسے ملائے۔" صلہ رحمی کشادگی رزق اور درازی عمر کا سبب قوی ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ حدیث نص قطعی کے معارض ہے کیونکہ نص قطعی میں ہے کہ جب اجل آ جائے گی تو اس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہوگی۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ظاہری تعارض ہے، لیکن اہل علم نے نہایت خوبصورت انداز میں اس تعارض کو ختم کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ رزق میں برکت فرما دی جائے گی اور اسے اعمال صالحہ کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشی جائے گی۔ بعض اہل علم نے حدیث کے مفہوم کو حقیقی معنوں میں لیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ اجل معلق ہے اور لوح محفوظ میں یہ مکتوب ہے کہ اگر فلاں آدمی فلاں کام کرے گا تو اس کی عمر میں اضافہ کر دیا جائے گا اور اگر نہیں کرے گا تو اضافہ نہیں ہوگا۔ بعض اہل علم نے اور توجیہات بھی کی ہیں تاہم درج بالا دونوں توجیہات نہایت عمدہ ہیں۔ اسی مفہوم کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہی احکام: (۱) صلہ رحمی کرنے سے رزق اور عمر میں برکت فرمائی جاتی ہے۔ (۲) صلہ رحمی تقدیر معلق پر اثر انداز ہوتی ہے۔
(۳) اخروی ثواب کے ساتھ ساتھ دنیاوی فوائد کی نیت کرنا بھی جائز ہے۔

۱۴۶۰: وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ" يَعْنِي قَاطِعَ رَحِمٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الادب، باب اثم القاطع: ۵۹۸۴، مسلم: ۲۵۵۶، ابوداود: ۱۶۹۶، الترمذی: ۱۹۹۱، احمد: ۱۶۷۶۳، البیہقی: ۲۷/۷، المعجم الاوسط: ۳۵۶۱، ۹۱۸۳، ابن حبان: ۴۵۴، عبدالرزاق: ۲۰۳۲۸

۱۴۶۰: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قطع کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" یعنی قطع رحمی کرنے والا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: قطع رحمی کرنا نہایت مذموم عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قطع رحمی کو فساد فی الارض سے تعبیر کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو جنت میں فی الفور داخلے سے محروم قرار دیا ہے۔ قیامت کے روز صلہ رحمی کو حساب وکتاب میں کلیدی اہمیت حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس عمل کو مخاطب کر کے فرمائیں گے، جو تجھے ملاتا رہا میں اسے ملاوں گا اور جو تجھے قطع کرتا رہا میں اس سے قطع تعلق کرلوں گا۔ واضح رہے کہ صلہ رحمی کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ جو قریبی رشتہ دار ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے ہم اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں، بلکہ صلہ رحمی تو یہ ہے کہ ایسے رشتے داروں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کیا جائے جو ہمارے ساتھ برا سلوک بڑی چاہت سے کرتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے عزیز ہیں میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں، میں ان سے اچھائی کرتا ہوں، وہ مجھے تکلیف پہنچاتے ہیں، میں ان سے بردباری سے پیش آتا ہوں وہ میرے ساتھ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر ایسا ہی ہے تو پھر تو ان پر راکھ ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ تیرا اس وقت تک معاون رہے گا جب تک تو ایسا کرتا رہے گا۔

فقہی احکام: قطع رحمی کرنے والا فی الفور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ تاہم ایک عرصے کے بعد جنت میں داخل ہو جائے گا۔

۱۴۶۱: وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ, وَوَأْدَ الْبَنَاتِ, وَمَنْعًا وَهَاتِ, وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ, وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین: ۵۹۷۵، مسلم: ۱۷۱۵/۵۹۳، احمد: ۱۸۱۷۱، ۱۸۲۵۷، الدارمی: ۲۷۵۱، ابن حبان: ۵۵۵۵، ۵۵۵۶، الطبرانی: ۹۰۹/۲۰، ۹۱۰، ۹۱۳، ۹۱۹

۱۴۶۱: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کرنا، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا، واجبات کی ادائیگی نہ کرنا، ناحق مطالبہ کرنا حرام قرار دیا ہے۔ کثرت کلام، کثرت سوال اور مال ضائع کرنے کو تمہارے لیے ناپسند کیا ہے۔" بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: عقوق: عین اور قاف مضموم، تکلیف دینا اور نافرمانی کرنا۔ امهات: یہ امهة کی جمع ہے اور یہ فقط ذوی العقول کے لیے خاص ہے۔ جبکہ لفظ ام عام ہے اور معنی دونوں کا ماں ہے۔ واد: واؤ مفتوح اور ہمزہ ساکن، زندہ دفن کرنا، اہل عرب زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ منعاً: جس کی ادائیگی لازم ہو اسے روک لینا۔ هات: فعل امر ہونے کی وجہ سے تا مکسور ہے۔ قیل وقال یعنی کثرت کلام، غیر تصدیق شدہ حکایات وواقعات کثرت کلام ہی میں آتے ہیں۔ کثرة السوال: ایسے مسائل دریافت کرنا جن کا صدور ابھی تک نہ ہوا ہو، اور مال میں اضافے کی غرض سے بھیک مانگنا۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں فقط ماں کی نافرمانی کی حرمت کا تذکرہ ہے جبکہ والد کی نافرمانی بھی حرام ہے۔ فقط والدہ کے تذکرے کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں (۱) والدہ کو تقدیم حاصل ہے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرے اچھے برتاؤ کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تیری والدہ۔" اس نے عرض کیا، پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تیری والدہ۔" اس نے عرض کیا، پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: " تیری والدہ " اس نے عرض کیا، پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: " تیرا والد "

(۲) خواتین چونکہ فطری طور پر کمزور ہوتی ہیں، اس لیے عموماً انہیں کی نافرمانی زیادہ ہوتی ہے، اس لیے اس حدیث میں خاص والدہ کا ذکر ہوا ہے۔ ورنہ تو دونوں کی نافرمانی کرنا ایک جیسا جرم ہے، جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حقوق العباد میں سب سے بڑا جرم والدین کی نافرمانی کو قرار دیا ہے

فقہی احکام: (۱) والدین کی نافرمانی کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ (۲) لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا یا باعث عار سمجھنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ (۳) حقوق العباد کی ادائیگی سے پہلوتہی کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ (۴) کثرت کلام اور کثرت سوال ناپسندیدہ افعال ہیں (۵) غیر مصدقہ حکایات بیان کرنا حرام ہے۔

۱۴۶۲: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما, عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "رِضَا اللّٰهِ فِي رِضَا الْوَالِدَيْنِ, وَسَخَطُ اللّٰهِ فِي سَخَطِ الْوَالِدَيْنِ" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ.

الترمذی، ابواب البر والصلة، باب الفضل فی رضا الوالدین: ۱۸۹۹، ابن حبان: ۴۲۹، الحاکم: ۱۵۱/۴، البغوی: ۳۴۲۴، الفوائد لابن الشیخ: ۸۱/۲

۱۴۶۲: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے، حاکم اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: رضا: رضامندی۔ سخط: ناراضگی۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور ان کی کیفیت نامعلوم ہے۔

تشریح: اس حدیث کے مرکزی راوی امام شعبہ ہیں، ان سے یہ روایت مرفوع اور موقوف ہر دو طرح سے منقول ہے۔ ابن عدی نے موقوف طریق کو اصح قرار دیا ہے اور اس کی علت یہ بتائی ہے کہ اس روایت کو مرفوع فقط خالد بن حارث نے شعبہ سے روایت کیا ہے، امام ترمذی نے بھی انہیں خیالات کا اظہار کیا ہے۔ امام ابن عدی اور امام ترمذی کی احادیث پر اگرچہ گہری نظر ہے تاہم یہاں دونوں سے تسامح ہوا ہے کیونکہ اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں عبدالرحمٰن بن مہدی اور ابواسحاق الفزاری نے خالد بن حارث کی متابعت کی ہے اور یہ تینوں صحیحین کے رواۃ ہیں۔ بعض میں والدین کا ذکر ہے اور بعض میں فقط والد کا ذکر ہے۔ اور یہ کوئی تعارض نہیں کیونکہ والدہ کا حق والد کے مقابلے میں مقدم ہے، جب والد کی خوشی اور ناراضگی اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ناراضگی کا سبب ہے تو پھر والدہ کی خوشی اور ناراضگی بدرجہ اتم اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ناراضگی کا سبب ہے۔ والدین کے حقوق سے متعلق متعدد آیات و احادیث ہیں، جنہیں بوجہ اختصار نقل کرنے سے قاصر ہیں۔

فقہی احکام: (۱) حقوق العباد میں سے مقدم حق والدین کا ہے۔ (۲) معاملات دنیا میں والدین کی اطاعت لازم ہے۔

۱۴۶۳: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُحِبَّ لِجَارِهِ أَوْ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیه ما یحب نفسه: ۱۳، مسلم: ۴۵، الترمذی: ۲۶۴۷، النسائی: ۱۱۵/۸، ۱۲۵، ابن ماجة: ۶۶، احمد: ۱۷۶/۳، ۲۷۲، الدارمی: ۲۷۴۰، الطیالسی: ۲۰۰۴، البغوی: ۳۴۷۴، ابن حبان: ۲۳۴، ۲۳۵

۱۴۶۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہے اپنے پڑوسی یا اپنے بھائی کیلئے پسند نہ کرے۔" (بخاری ومسلم)

تشریح: ایک پڑوسی کے دوسرے پڑوسی پر جو حقوق ہیں، اس کا اندازہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث سے بھی لگا سکتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جبریل مجھے پڑوسی کے حقوق سے متعلق مسلسل وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجھے خیال ہوا کہ عنقریب پڑوسی کو ورثا میں شامل کر دیا جائے گا۔ پڑوسیوں کے حقوق سے متعلق بھی متعدد احادیث ہیں جنہیں بوجہ اختصار نقل کرنے سے قاصر ہیں۔

فقہی احکام: (۱) ایمان کے متعدد درجات ہیں۔ (۲) اس شخص کا ایمان کامل نہیں جو اپنے پڑوسی کی بھلائی کا خیال نہیں رکھتا۔

۱۴۶۴: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ ﷜ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ؟ قَالَ " أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا ,وَهُوَ خَلَقَكَ " قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ " ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَكَ " قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ " ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ ﴿فلا تجعلوا لله انداداً﴾: ۴۴۷۷، مسلم: ۸۶، ابوداود: ۲۳۱۰، الترمذی: ۳۴۱۰، ۳۴۱۱، النسائی: ۸۹/۷، ۹۰، احمد: ۳۸۰/۱، ۴۳۴، ابن حبان: ۴۴۱۵، البیهقی: ۱۸/۸

۱۴۶۴: حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تیرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔" میں نے عرض کیا، پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تیرا اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ وہ بھی تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہوگی۔" میں نے عرض کیا، پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تیرا اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرنا۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: ند: نون مکسور اور دال مشدد، شریک۔ حليلة: بیوی۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں تین اکبرالکبائر گناہوں کا ذکر ہوا ہے (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، یہ گناہ تمام گناہوں سے بڑھ کر ہے، یہ بغیر توبہ کئے معاف نہیں ہوگا اور جہنم کی سزا سے بھی یہ معاف نہیں ہوگا۔ (۲) فقر و فاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کرنا دوسرا بڑا گناہ ہے، یہ گناہ بھی موجب جہنم ہے۔ (۳) پڑوسی کو اپنے پڑوسی کے حقوق کا محافظ ہونا چاہیے، اگر یہ محافظ ہی عزت و آبرو کو پامال کرنا شروع کر دے تو پھر اس سے بڑا مجرم اور کون ہوگا؟ بنابریں اسے بھی بدنام ترین مجرموں میں شمار کیا گیا ہے۔ اسی طرح معلم یا منتظم کا تلمیذہ یا معلّمہ سے مخفی طریقہ سے تعلقات قائم کر کے نکاح کی راہ ہموار کرنا ایک بڑا اخلاقی جرم ہے اور ناجائز تعلقات قائم کرنا اکبرالکبائر میں سے ہے۔

۱۴۶۵: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ﷠ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ " مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ " قِيلَ وَهَلْ يَسُبُّ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ " نَعَمْ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ ,فَيَسُبُّ أَبَاهُ ,وَيَسُبُّ أُمَّهُ ,فَيَسُبُّ أُمَّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الادب، باب لایسب الرجل والدیه: ۵۹۷۳، مسلم: ۹۰، ابوداود: ۵۱۴۱، الترمذی: ۱۹۸۱، ۱۹۸۲، احمد: ۲۱۴/۲، ابن حبان: ۴۱۱، ۴۱۲، الطیالسی: ۲۲۶۹

۱۴۶۵: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷠ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کسی شخص کا اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔" عرض کیا گیا، کیا کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟! آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں، وہ اس طرح کہ وہ کسی کے والد کو گالی دے اور وہ اس کے والد کو گالی دے، وہ کسی کی ماں کو گالی دے اور وہ اس کی ماں کو گالی دے۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: الكبائر : یہ كبيرة کی جمع ہے، ایسے گناہ جن سے اللہ اور اس کے رسول نے سختی سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: کسی برے کام کے وجود میں آنے کا سبب بننا ایسے ہی ہے جیسے برا کام خود کیا ہو، گویا کسی کے والدین کو گالی دینا دہرا جرم ہے۔ ایک تو یہ کہ اس نے کسی کے والدین کو گالی دی اور دوسرا یہ کہ وہ اپنے والدین کو گالی دلوانے کا سبب بنا۔

فقہی احکام: گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔

۱۴۶۶: وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ ﷜ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ " لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ ,فَيُعْرِضُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هَذَا ,وَيُعرِضُ هَذَا ,وَخَيرُهُمَا اَلَّذِى يَبدَأُ بِالسَّلَامِ " مُتَّفَقٌ عَلَيهِ.

البخاری، کتاب الادب، باب الھجرۃ: ۶۰۷۷، مسلم: ۲۵۶۰، ابوداود: ۴۹۱۱، ۴۹۱۴،الترمذی: ۱۹۳۲، احمد: ۴۱۶/۵، ۴۲۲، ابن حبان: ۵۶۶۰، ۵۶۶۹، ۵۶۷۰، ۷۵۴۹، ۷۸۷۰، ۸۹۲۵، ۹۳۹۱، المعجم الاوسط: ۲۶۳۱

۱۴۶۶:حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین روز سے زیادہ قطع تعلق کرے، جب دونوں کا آمنا سامنا ہوتو وہ اس سے منہ پھیر لے اور وہ اس سے منہ پھیر لے،ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو تعلقات کی بحالی کا آغاز سلام سے کرے۔"(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: ان یھجر :اس کے لغوی معنی ترک کرنے کے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد کسی مسلمان کا اپنے بھائی سے آمنا سامنا ہوتے وقت ایک دوسرے سے اعراض کرنا ہے۔

تشریح: ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق ہیں ان میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ جب دونوں ایک دوسرے سے ملاقات کریں تو ایک سلام کہے اور دوسرا جواب دے۔دونوں کے مابین اگر کبھی ذاتی نوعیت کی رنجش پیدا ہو جائے تو انہیں زیادہ سے زیادہ تین دن تک ایک دوسرے سے قطع تعلق کرنا جائز ہے،تین دن کے بعد دونوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے دل ودماغ سے ایک دوسرے کے خلاف عناد ونفرت نکال دیں اور جیسے ہی ان کا آپس میں آمنا سامنا ہو فوراً ایک دوسرے کو سلام کر کے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیں اور ان دونوں میں جو بھی تعلقات کی بحالی کا آغاز کرے گا وہ دوسرے سے بہتر ہوگا۔اسی مفہوم کی احادیث حضرت عبداللہ بن مسعود،حضرت عبداللہ بن عباس ،حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

فقہی احکام: (۱)ذاتی نوعیت کے معاملات کی وجہ سے تین دن تک کسی مسلمان بھائی سے قطع تعلق کیا جاسکتا ہے۔

(۲)دینی معاملات کی وجہ سے طویل عرصہ تک بھی قطع تعلق کیا جاسکتا ہے۔

۱۴۶۷:عَن جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " كُلُّ مَعرُوفٍ صَدَقَةٌ " أَخرَجَهُ اَلبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الادب، باب کل معروف صدقۃ: ۶۰۲۱، مسلم: ۱۰۰۵، ابن حبان: ۳۳۷۸، ۳۳۷۹، المعجم الاوسط: ۶۰۸۲، ۸۲۴۴، ۹۰۱۱، ۹۰۴۰، احمد: ۳۸۳/۵، ۴۰۵

۱۴۶۷:حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ہر بھلائی صدقہ ہے۔"(البخاری)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ صدقہ صرف مال ہی سے نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہر وہ کام صدقہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور مسلمان بھائیوں کی بھلائی مقصود ہو۔اسی مفہوم کی احادیث حضرت عائشہ،حضرت ام سلمہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

۱۴۶۸:وَعَن أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " لَا تَحقِرَنَّ مِنَ اَلمَعرُوفِ شَيئًا ,وَلَو أَن تَلقَى أَخَاكَ بِوَجهٍ طَلقٍ"

مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء: ۲۶۲۶، الترمذی: ۱۸۳۳، احمد: ۶۳/۵، ۶۴، ابن حبان: ۴۶۸

۱۴۶۸:حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" بھلائی کے کسی کام کو کمتر مت خیال کرو،اگرچہ وہ بھلائی اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملاقات کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو۔"

لغوی تحقیق: طلق:طاء مفتوح اور لام ساکن،خوش وخرم،چمک دار۔

تشریح: بھلائی کے متعدد کام ہیں اور بھلائی کا ہر کام صدقہ ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ہر تسبیح صدقہ ہے،ہر تہلیل صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے،کسی کو بھلائی کا حکم دینا صدقہ ہے،برائی سے منع کرنا صدقہ ہے،دو بھائیوں کے درمیان رنجش کے خاتمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی کوشش صدقہ ہے، کسی کو اپنی سواری پر سوار کر لینا صدقہ ہے، کلمہ خیر کہنا صدقہ ہے، نماز کی طرف اٹھنے والا ہر قدم صدقہ ہے، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا صدقہ ہے، اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا صدقہ ہے۔" زیر مطالعہ حدیث سے یہ واضح ہوا کہ صدقہ فقط مال ہی سے نہیں ہوتا یا فقط اہل ثروت ہی صدقہ نہیں کر سکتے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو صدقہ کرنے کے متعدد مواقع فراہم کیے ہیں اور وہ ان مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر روز متعدد صدقات کر کے اجر و ثواب کے انبار جمع کر سکتے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) نیکی کے کسی کام کو کم تر سمجھ کر ترک نہیں کرنا چاہیے۔(۲) مسلمان کا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا بھی صدقہ ہے۔

۱۴۶۹:وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً ,فَأَكْثِرْ مَائَهَا ,وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ " أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البر والصلة، باب الوصية بالجار: ۲۶۲۵، الترمذی: ۱۹۰۹، ابن ماجة: ۳۳۶۲، احمد: ۱۴۹/۵، ۱۶۱، الدارمی: ۲۰۷۹، ابن حبان: ۵۱۳، ۵۱۴، المعجم الاوسط: ۳۶۱۵

۱۴۶۹: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم شوربے والا سالن پکاؤ تو اس میں تھوڑا اور پانی ڈال دیا کرو اور اپنے ہمسائے کا بھی خیال رکھا کرو۔" (ان دونوں احادیث کو مسلم نے بیان کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: مرقة: میم اور راء مفتوح، گوشت کا شوربہ۔ تعاهد: خیال رکھو۔ جیران: پڑوسی۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں ایک ایسی نیکی کی رغبت دلائی گئی ہے جو نیکی کرنے والے پر بار گراں نہیں کیونکہ اس صورت میں مرچ، مسالحہ، گھی اور گوشت میں اضافہ کیے بغیر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کیا جا سکتا ہے۔ اسی مفہوم کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) سالن پکاتے وقت پڑوسی کا خیال رکھنا ضروری ہے (۲) اگر کوئی پڑوسی سالن لینے آئے تو اسے خالی ہاتھ واپس نہیں کرنا چاہیے

۱۴۷۰:وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا ,نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ,وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ ,يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ,وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا ,سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ,وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ " أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم: کتاب الذکر، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن: ۲۰۷۴/۴، ابوداود: ۴۹۴۶، الترمذی: ۱۴۶۱، ۲۰۱۲، ابن ماجة: ۲۲۵، احمد: ۱۰۶۸۱، ۲۲۶۸۶، المعجم الاوسط: ۲۵۹، ۱۳۵۴، ۸۱۲۹، ۸۰۸۱، ۹۲۳۷

۱۴۷۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دور کرے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی ایک مشکل دور فرمائے گا، جس نے کسی تنگ دست کیلئے آسانی پیدا کی، اللہ تعالیٰ اس کیلئے دنیا و آخرت میں آسانیاں پیدا فرمائے گا، اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا، اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: نفس: نون مفتوح اور فاء مشدد مفتوح، اس کے اصل معنی گلے کو کھولنے کے ہیں، لیکن یہاں اس سے مراد تنگی کا ازالہ کرنا ہے۔ کربة: کاف مضموم اور راء ساکن، تکلیف یا مشکل۔ علامہ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں کہ بہت بڑی مصیبت کو کرب کہتے ہیں۔

تشریح: علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مختلف انواع کے علوم و قواعد کا منبع و مصدر ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے چار جملوں میں نہایت اہم مسائل حل فرمائے ہیں (۱) دنیا کی نہایت خفیف مشکلات کو حل کرنے کے بدلے میں آخرت کی نہایت شدید مشکلات و مصائب کا حل ہونا۔ (۲) تنگ دست کو کچھ معاف کر کے یا مزید مہلت دے کر اس کیلئے آسانی پیدا کرنے کے بدلے میں اس کیلئے آخرت کی نہایت شدید اور طویل المیعاد مشکلات کا حل ہو جانا۔ (۳) کسی شخص کے ایسے عیوب پر پردا ڈالنا ضروری ہے جو اس کی ذات تک محدود ہوں لیکن وہ عیوب اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے دائرہ میں نہیں آتے جو ملک وملت کے لیے نقصان دہ ہوں مثلاً رواۃ، عاملین زکوٰۃ اور گواہوں کے عیوب کو ظاہر کرنا ضروری ہے، کیونکہ اگر ان کے عیوب کو ظاہر نہ کیا جائے تو یہ حضرات ملک وملت کیلئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔(۴) انسان اپنے بھائی کی نہایت معمولی مدد کر کے اللہ تعالیٰ سے نہایت اہم اور ابدی تعاون حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت جابر، حضرت کعب بن عجرہ، حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسی مفہوم کی احادیث مروی ہیں، حضرت جابر اور حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث میں ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی عیب پوشی کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے وہ زندہ درگور کو قبر سے نکال کر اس میں زندگی پھونک دیتا ہے۔

۱۴۷۱: وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ, فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الامارة، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل الله ...... : ۱۸۹۳، ابو داود: ۵۱۲۹، الترمذی: ۲۸۲۱، احمد: ۱۲۰/۴، ۲۷۲/۵، ابن حبان: ۲۸۹، ۳۳۰۸، ۱۶۶۸، المعجم الاوسط: ۳۷۰۵، ۴۳۸۳، ۴۷۸۸، ۵۸۱۴، ۸۹۴۱

۱۴۷۱: حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے بھلائی کی طرف راہنمائی کی، اسے اتنا ہی اجر ملے گا جتنا بھلائی کرنے والے کو ملے گا۔" (مسلم)

تشریح: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم کی حدیث مروی ہے لیکن اس میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں، بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے والے کو جو اجر ملے گا، وہ بھلائی کرنے والوں کے اجر سے کم کر کے نہیں دیا جائے گا۔ یعنی یہ عنایت خالصاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ، حضرت حذیفہ اور حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسی مفہوم کی احادیث مروی ہیں۔

۱۴۷۲: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "مَنِ اسْتَعَاذَكُمْ بِاللَّهِ فَأَعِيذُوهُ, وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِاللَّهِ فَأَعْطُوهُ, وَمَنْ أَتَى إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ, فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا, فَادْعُوا لَهُ" أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ.

ابو داود، کتاب الادب، باب فی الرجل یستعیذ من الرجل: ۵۱۰۸، ۵۱۰۹، البیهقی، کتاب الزکاة، باب عطیة من سأل بالله: ۴۹۸۲، الطیالسی: ۱۸۹۵، النسائی: ۵/ ۸۲، احمد: ۶۸/۲، ابن حبان: ۳۳۷۵، ۳۴۰۸، ۳۴۰۹، الحاکم: ۴۱۲/۱، ۶۳/۲، ۶۴، الحلیة: ۵۶/۹، ابن ابی شیبة: ۲۲۸/۳، المعجم الاوسط: ۴۰۴۳

۱۴۷۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو تم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، اسے پناہ دو، جو تم سے اللہ کیلئے کچھ مانگے، اسے دو، جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے، اسے اس کی بھلائی کا بدلہ دو، اگر تم بھلائی کا بدلہ نہیں دے سکتے تو اس کیلئے دعائے خیر کرو۔" البیهقی

تشریح: اس روایت کو امام احمد، امام بیہقی، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بیان کیا ہے، امام ابن حبان، امام حاکم اور امام ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ البتہ اعمش نے یہ روایت مجاہد اور ابراہیم تیمی سے معنعن نقل کی ہے، اور وہ معروف مدلس ہیں لیکن عبدالرحمٰن بن حصین اور لیث بن ابی سلیم نے اعمش کی متابعت کی ہے، مگر لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہم سے مروی روایات اس کی شاہد ہیں، ان میں سے ایک روایت کی سند حسن اور دوسری کی صحیح ہے۔

فقهی احکام: (۱) جو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پناہ یا بھیک طلب کرے، اس کی فرمائش پوری کر دینی چاہیے۔ (۲) جو نیکی کرے اس کا بدلہ نیکی کی صورت میں دینا چاہیے۔ (۳) اگر بھلائی کا بدلہ مادی طور پر دینا ممکن نہ ہو تو پھر "جزاک الله خیراً" ضرور کہہ دینا چاہیے۔

۳۔ بَابُ الزُّهْدِ وَالْوَرَعِ دنیا سے عدم دلچسپی اور پرہیزگاری کا بیان

۱۴۷۳: عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رضی اللہ عنہما قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ وَأَهْوَى النُّعْمَانُ بِإِصْبَعَيْهِ إِلَى أُذُنَيْهِ "إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ,

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَإِنَّ اَلْحَرَامَ بَيِّنٌ ,وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ ,لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ اَلنَّاسِ ,فَمَنِ اتَّقَى اَلشُّبُهَاتِ ,فَقَدِ اِسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ ,وَمَنْ وَقَعَ فِي اَلشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي اَلْحَرَامِ ,كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ اَلْحِمَى ,يُوشِكُ أَنْ يَقَعَ فِيهِ ,أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى ,أَلَا وَإِنَّ حِمَى اَللَّهِ مَحَارِمُهُ ,أَلَا وَإِنَّ فِي اَلْجَسَدِ مُضْغَةً ,إِذَا صَلَحَتْ ,صَلَحَ اَلْجَسَدُ كُلُّهُ ,وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ اَلْجَسَدُ كُلُّهُ ,أَلَا وَهِيَ اَلْقَلْبُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینه: ۵۲، مسلم: ۱۵۹۹، ابوداود: ۳۳۲۹، الترمذی: ۱۲۲۶، النسائی: ۷/۲۴۱، ۸/۳۲۷، ابن ماجۃ: ۳۹۸۴، احمد: ۴/۲۶۹، ۲۷۱، الدارمی: ۲۵۳۱، ابن الجارود: ۵۵۵، البیہقی: ۵/۲۶۴، المعجم الاوسط: ۱۷۵۶، ۲۲۸۵، ۲۴۹۳، ۲۸۸۹، جامع العلوم والحکم: ۱۴، ۱۵

۱۴۷۳: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے، پھر نعمان اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں کی طرف لے گئے۔"حلال وحرام دونوں واضح ہیں۔ان دونوں کے مابین مشتبہات ہیں، لوگوں کی اکثریت شبہات سے نابلد ہے۔ جو شخص شبہات سے محفوظ رہا، اس نے اپنا دین اور عزت وآبرو محفوظ کر لی اور جو شبہات میں پڑ گیا، وہ حرام میں پھنس گیا، جیسا کہ جو چرواہا چراگاہ کے گرد مویشی چراتا ہے، اس کے مویشی کبھی چراگاہ میں داخل ہوجاتے ہیں، خوب غور سے سنو! ہر بادشاہ کیلئے چراگاہ مخصوص ہوتی ہے، خبردار! اللہ تعالیٰ کی چراگاہ حرام اشیا ہیں، خبردار! ہر جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ صحت مند ہوگا تو سارا جسم صحت مند ہوگا اور جب اس میں بگاڑ پیدا ہوجائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، خوب غور سے سن لو! وہ ٹکڑا دل ہے۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: زھد: زاء مضموم اور ھاء ساکن، عدم دلچسپی۔ الورع: واؤ مفتوح اور راء کو مفتوح اور ساکن ہر دو طرح پڑھنا درست ہے۔ مشتبہات: میم مضموم اور شین ساکن، غیر واضح امور۔اس کی متعدد صورتیں ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(۱) **ذومعانی الفاظ**: ایسے الفاظ جن کے متعدد معانی ہوں اور قرائن سے یہ واضح نہ ہو رہا ہو کہ یہاں کون سا معنی مقصود ہے۔ (۲) **دلائل کا باہمی تعارض**: دلائل میں باہمی تعارض ہو اور ان کے مابین جمع اور ترجیح کی کوئی صورت نہ ہو۔ (۳) **مختلف فیہ روایات**: حلت وحرمت سے متعلق ایسی روایات جن کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہوں۔ (۴) ایسی مباح اشیا کا استعمال جن کے استعمال کے بعد حرام اشیا کے استعمال کی نوبت آسکتی ہو۔ استبرا: وہ مذمت شرعی سے محفوظ رہا۔ یوشک: یاء مضموم اور شین مکسور، یہ افعال مقاربہ میں سے ہے، یعنی قریب ہے۔ الا: یہ دو کلمات سے مرکب ہے یعنی ہمزہ استفہام اور لائے نہی، یہ مرکب تنبیہ کیلئے مستعمل ہے۔ مضغة: میم مضموم اور ضاد ساکن، گوشت کا ٹکڑا۔ صحلت: صاد مفتوح اور لام کو مفتوح اور مضموم دونوں طرح پڑھنا درست ہے لیکن مفتوح پڑھنا فصیح ہے، یہ اصلاح کی ضد ہے یعنی بگاڑ۔

تشریح: اس حدیث کا شمار جوامع الکلم اور ان احادیث میں ہوتا ہے جنہیں اسلام میں اساسی حیثیت حاصل ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں یہ حدیث علم شرعیہ کی ایک تہائی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اسلام کے اصول تین احادیث میں منحصر ہیں (۱) حدیث عمر: انما الاعمال بالنیات ؛ (۲) حدیث عائشہ: من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد ؛ (۳) حدیث النعمان بن بشیر: الحلال بین والحرام بین ؛ امام اسحاق بن راہویہ کا کہنا ہے کہ چار احادیث اسلامی اصول وضوابط کی بنیاد ہیں۔ انہوں نے چوتھی حدیث یہ بتائی ہے: ان خلق احدکم یجمع فی بطن امه اربعین یوما ؛ امام ابوداؤد فرماتے ہیں، میں نے سنن میں چار ہزار آٹھ سو احادیث جمع کی ہیں، لیکن انسان کیلئے فقط چار احادیث ہی کافی ہیں۔ (۱) انما الاعمال بالنیات ؛ (۲) من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه؛ (۳) لا یکون المؤمن مومنا حتی لا یرضی لاخیه الامایرضی لنفسه؛ (۴) الحلال بین والحرام بین؛ جامع العلوم والحکم : ص. ۱۴

ان بیانات سے واضح ہوا کہ نامور اہل علم کے نزدیک یہ حدیث اصول شرعیہ کیلئے اساسی حیثیت رکھتی ہے۔اسی مفہوم کی احادیث عبداللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بن عمر اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: مشتبہات سے دور رہنا دین و دنیا کی فلاح و سعادت کا ضامن ہے۔

۱۴۷۴: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ ,وَالدِّرْهَمِ ,وَالْقَطِيفَةِ ,إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ ,وَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ " أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الرقائق، باب مایتقیٰ من فتنة المال: ۶۴۳۵، ابن ماجة: ۴۱۳۵، ابن حبان: ۳۲۱۸، البیهقی: ۹/ ۱۵۹، المعجم الاوسط: ۲۶۱۶، ۴۰۸۵

۱۴۷۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "درہم و دینار اور ملبوسات کا غلام تباہ ہو گیا، اگر اسے دیا جائے تو راضی ہو جاتا ہے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو جاتا ہے۔" (البخاری)

لغوی تحقیق: تعس: تاء مفتوح اور عین مکسور، تباہ ہو گیا۔ عبد: دولت و ثروت کا قیدی اور غلام۔ القطیفة: ایسا کپڑا جس کے پھندے ہوں۔

تشریح: وہ لوگ جو ضروریات زندگی پوری کرنے کیلئے جائز طریقے سے کمائی کرتے ہیں اور حسب توفیق اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں، وہ اس حدیث میں مذکور مذمت سے مستثنیٰ ہیں اور اس حدیث کا مصداق فقط وہ لوگ ہیں جو ہمہ وقت دولت کی دھن میں اس قدر مگن رہتے ہیں کہ دولت کے اسیر بن کر رہ جاتے ہیں۔

۱۴۷۵: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِمَنْكِبِي, فَقَالَ "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ ,أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ " وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ ,وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ ,وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِسَقَمِكَ ,وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الرقائق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا: ۶۴۱۶، الترمذی: ۲۴۴۹، ابن ماجة: ۴۱۱۴، احمد: ۲/ ۲۴، ۳/ ۴۱، ابن حبان: ۶۹۸، البیهقی: ۳/ ۳۶۹

۱۴۷۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے پکڑ کر فرمایا: "دنیا میں ایک اجنبی یا ایک راہ گیر کی طرح زندگی بسر کر۔" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جب شام کرو تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار مت کرو، اپنی تندرستی میں اپنی بیماری کے ایام کیلئے اور اپنی زندگی میں بعد الموت کیلئے کچھ سامان پیدا کرو۔ بخاری

لغوی تحقیق: منکبی: یہ لفظ مفرد اور تثنیہ دونوں طرح روایت کیا گیا ہے۔ عابر: راہ گیر۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں نہایت بلیغ انداز میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کیا گیا ہے یعنی یہ واضح کیا گیا ہے کہ دنیا مومن کا وطن مالوف نہیں، اس کا وطن مالوف تو جنت ہے، یہاں تو وہ فقط اپنی جلاوطنی یا اسیری کے چند ایام گزارنے کیلئے آیا ہے۔ چنانچہ جس طرح ایک قیدی یا ایک اجنبی دیار غیر کو اپنا مستقل مسکن قرار نہیں دیتا، اسی طرح مسلمان کیلئے بھی لازم ہے کہ وہ دنیا کو اپنا مستقل مسکن قرار نہ دے۔

۱۴۷۶: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ ,فَهُوَ مِنْهُمْ " أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۴۰۳۱، احمد: ۲/ ۵۰، المعجم الاوسط: ۸۳۲۳

تنبیہ: راقم کو یہ روایت صحیح ابن حبان سے نہیں ملی۔

۱۴۷۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے۔" (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

تشریح: یہ روایت فی نفسہ ضعیف ہے، تاہم شواہد کی بنا پر حسن ہے اس کی شاہد روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص کسی دوسری قوم کے عمل کو پسند کرے گا وہ انہیں میں سے ہوگا۔ دوسری شاہد روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا۔"

ہر زندہ قوم کی یہ شناخت ہے کہ وہ بود و باش، عبادات و رسومات، عادات و اطوار اور قیام و طعام میں اپنا تشخص برقرار رکھتی ہے۔ اور جو قومیں درج بالا امور میں دیگر اقوام کی نقالی شروع کر دیتی ہیں وہ بہت جلد حریت کا لباس اتار کر غلامی کی زنجیریں زیب تن کر لیتی ہیں، اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس کا اپنا ایک تشخص اور رنگ ہے اس لیے وہ اپنے پیروکاروں کو اسی رنگ میں رنگے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔ جو لوگ اسلام کی تعلیمات کو قبول نہیں کرتے اسلام انہیں ان لوگوں میں شمار کرتا ہے جن کی وہ نقالی کرتے ہیں۔ یعنی ایسے لوگوں کو اسلام بھی قبول نہیں کرتا

فقہی احکام: عادات و اطوار، عبادات و معاملات وغیرہ میں غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے اور جو ایسے کرے گا اس کا شمار غیر مسلموں میں ہوگا۔

۱۴۷۷: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمًا , فَقَالَ "يَا غُلَامُ! اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ , اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ , وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ , وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ , وَقَالَ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

الترمذی، ابواب الصفة القیامة، باب صفة القیامة، ۲۲: ۲۵۱۶، احمد: ۲۷۶۳، ۲۶۶۹، ۲۸۰۴، ۳۰۷، الحاکم: ۵۴۱/۳، ۵۴۲، جامع العلوم و الحکم، ص: ۲۵۵

۱۴۷۷: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لڑکے! تو اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ، اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے گا، تو اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ اور تو اسے اپنے سامنے پائے گا اور جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کر، اور جب تو مدد چاہے تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: احفظ: اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ، یعنی اللہ تعالیٰ نے جن امور کے کرنے کا حکم دیا وہ کر اور جن سے منع کیا ہے ان سے اجتناب کر۔

تجاھک: اپنے سامنے، یعنی وہ تجھے دونوں جہانوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے منقول ہے اور ان میں سے سب سے زیادہ صحیح طریق وہی ہے جو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ چنانچہ اس طریق سے یہ روایت حسن ہے۔ مسلمان کو مصائب و آلام کا سامنا عموماً اسی وقت کرنا پڑتا ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی تعمیل میں پہلو تہی کرتا ہے، امام نووی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری کرو اور اس کی نواہی سے مکمل اجتناب کرو، وہ تمہاری حفاظت دارین میں فرمائے گا۔ اس جملے سے یہ مفہوم بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تم اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرو اللہ تعالیٰ تمہیں شہوات محرمہ اور شبہات ضلالہ سے محفوظ رکھے گا۔ علامہ ابن رجب حنبلی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان: " اذا سألت فاسئل الله و اذا استعنت فستعن بالله" اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿ایاک نعبد و ایاک نستعین﴾ سے ماخوذ ہے۔ جامع العلوم و الحکم، ص: ۲۵۵

فقہی احکام: (۱) اوامر و نواہی کی بجا آوری ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (۲) مسلمان کو استعانت فقط اللہ تعالیٰ سے طلب کرنی چاہیے۔

۱۴۷۸: وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللّٰهُ , وَأَحَبَّنِيَ النَّاسُ فَقَالَ "اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللّٰهُ , وَازْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ" رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه , وَسَنَدُهُ حَسَنٌ

ابن ماجة، ابواب الزھد، باب الزھد فی الدنیا: ۴۱۰۲، الحاکم: ۳۱۳/۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۴۷۸: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری راہنمائی کسی ایسے عمل کی طرف فرمائیں کہ جب میں وہ کرلوں تو اللہ تعالیٰ مجھے اپنا محبوب بنا لے، اور لوگ بھی مجھ سے محبت کرنے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دنیا سے بے نیاز ہو جا، اللہ تجھے اپنا محبوب بنا لے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے نیاز ہو جا، لوگ تجھ سے محبت کرنا شروع کر دیں گے۔" (اسے ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔)

تشریح: یہ روایت فی نفسہٖ خالد بن عمرو القرشی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے، لیکن شواہد کی بنا پر حسن ہے۔ علامہ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں، زہد کا تعلق تین اشیا سے ہے اور وہ تینوں دل سے متعلق ہیں۔ (۱) بندہ یہ یقین رکھے کہ جو کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ اس سے کہیں زیادہ پائیدار ہے جو اس کے ہاتھ میں ہے۔ (۲) مسلمان کو جب بھی مصیبت کا سامنا ہو تو وہ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھے اور ایسا وہ اسی وقت کر سکتا ہے جب اس کا یقین کامل ہو (۳) اس کے دل و دماغ سے قیادت و سعادت کا شوق نکل جائے۔ ملخص از جامع العلوم والحکم، ص: ۳۸۹ تا ۴۰۳

۱۴۷۹: وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ, الْغَنِيَّ, الْخَفِيَّ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الزھد: ۲۹۶۵، احمد: ۱/۱۶۸، ۱۷۷، ابو یعلی: ۷۳۷، البغوی: ۴۲۲۸، المعجم الاوسط: ۱۰۸۷

۱۴۷۹: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے "بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو پسند فرماتا ہے جو پرہیزگار، بے نیاز اور گمنام ہو۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: التقی: اس سے مراد اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی تعمیل کرنے والا ہے۔ الغنی: جس کے پاس مال کثیر ہوا سے عرف عام میں غنی کہتے ہیں لیکن اصل غنی وہ ہے جس کا دل درہم و دینار اور جاہ و حشمت میں عدم دلچسپی رکھتا ہو اور یہاں اس سے ایسا ہی شخص مراد ہے۔ الخفی: اس کے لغوی معنی چھپنے والے کے ہیں، لیکن یہاں اس سے مراد وہ شخص ہے جو عبادت و ریاضت خالصتاً حصول رضائے الٰہی کیلئے کرتا ہے

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں تین اوصاف کا تذکرہ ہے اور یہ تینوں اوصاف جس مومن میں پائے جائیں وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔ اسی مفہوم کی حدیث قدر تفصیل سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

۱۴۸۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ, تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَسَنٌ

الترمذی، ابواب الزھد، باب، ۸: ۲۴۳۳، ابن ماجۃ: ۳۹۷۶، مسند الشھاب: ۱۹۲، الصمت لابن ابی دنیا: ۱۰۸، المعجم الاوسط: ۲۹۰۲، ۸۳۹۷

۱۴۸۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آدمی کا بے مقصد اشیا کو ترک کر دینا اس کے اچھا مسلمان ہونے کی دلیل ہے۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: من: یہ تبعیضیۃ بھی ہو سکتا ہے اور بیانیہ بھی۔ مالا یعنیہ: فضول چیزیں۔

تشریح: اس روایت کے مرفوع ہونے کے بارے میں ائمہ احادیث میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ امام احمد، امام یحییٰ بن معین، امام بخاری اور امام دارقطنی کی تحقیق کے مطابق یہ روایت مرسل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کا محفوظ طریق عن الزہری عن علی بن حسین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ امام ترمذی، امام نووی اور علامہ ابن عبدالبر نے اس کے مرفوع طریق یعنی عن الزہری عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ قرار دیا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر، علامہ رجب اور بعض دیگر اہل علم نے اس حدیث کو جوامع الکلم میں شمار کیا ہے، ابوزید مالکی کا کہنا ہے کہ آداب خیر کا مدار چار احادیث ہیں۔ انہوں نے ان چار احادیث میں زیر مطالعہ حدیث کو بھی شمار کیا ہے۔ امام غزالی مالا یعنی فی الکلام کی تعریف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایسا کام ہے جس کے نہ کرنے پر انسان گناہ گار نہ ہو، اور نہ اسے اس کے نہ کرنے کی وجہ سے کسی مادی نقصان کا سامنا ہو۔ امام ممدوح کے نزدیک ذکر وفکر ایسا کلام کرنے سے کہیں بہتر ہے۔

فقہی احکام: ایک اچھے مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ بے مقصد امور کو ترک کر دے۔

۱۴۸۱: وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَا مَلَأَ ابْنُ آدَمَ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ

الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی کراھیة کثرة الاکل: ۲۳۸۰، ابن ماجة: ۳۳۴۹، احمد: ۱۳۲/۴، ابن حبان: ۶۷۴، ۵۲۳۶، الحاکم: ۱۲۱/۴، الزهد لابن مبارک: ۶۰۳، مسند الشهاب: ۱۳۴۰، الطبرانی: ۶۴۵/۲۰

۱۴۸۱: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ بدترین برتن جسے انسان بھرتا ہے وہ اس کا پیٹ ہے۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: **مـا:** یہ حرف نفی ہے اور یہ کبھی جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہو جاتا ہے۔ **وعـاء:** واؤ مکسور، یہ مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی برتن۔ **شرا:** یہ **وعاء** کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ **بطنه:** اس کے لفظی معنی مخفی ہونے کے ہیں، پیٹ میں چونکہ بہت سی چیزیں مخفی ہوتی ہیں، اسی بنا پر اسے بطن کہا گیا ہے۔

تشریح: اس روایت کو امام ابن حبان اور امام ذہبی نے صحیح، امام ترمذی، سیوطی اور حافظ ابن حجر نے حسن کہا ہے۔ اطبا کا قول ہے کہ انسان اگر اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے بسیار خوری ترک کر دے تو وہ بہت سے امراض سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مناسب خوردنی کے بے شمار جسمانی اور روحانی فوائد ہیں۔ مثلاً مناسب خوردنی سے رقت قلب، قوت فہم اور انکساری پیدا ہوتی ہے اور اس سے خواہشات اور غصے میں کمی واقع ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابن آدم کیلئے اتنے لقمے کافی ہیں جن کے کھانے سے اس کی کمر سیدھی رہ سکے، اگر بہت زیادہ کھانا ہو تو پھر خوردونوش سے پیٹ کے دو حصے بھر لیں اور تیسرا حصہ سانس کیلئے خالی رکھے۔

فقہی احکام: (۱) کم خوردنی شیوہ پیغمبری ہے، ایسا کرنے سے انسان اخلاقی اور بدنی مفاسد سے محفوظ رہتا ہے۔

(۲) خوراک سے پیٹ کا زیادہ سے زیادہ دو تہائی حصہ بھرا جا سکتا ہے۔

۱۴۸۲: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ, وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ, وَابْنُ مَاجَةُ, وَسَنَدُهُ قَوِيٌّ.

الترمذی، ابواب صفة القیامة: ۲۴۹۹، ابن ماجة: ۴۲۵۱، احمد: ۱۹۸/۳، الحاکم: ۲۴۴/۴، الدارمی: ۲۷۲۷، مسند الشهاب: ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، الاحکام الوسطی: ۲۷۳/۴، بیان الوھم والایھام: ۲۵۸۱

۱۴۸۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمام بنی آدم خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔" (اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔)

تشریح: امام عراقی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام ترمذی نے روایت کی ہے اور انہوں نے اسے غریب کہا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے، میں کہتا ہوں اس روایت کی سند میں علی بن مسعدہ ہے، اسے امام بخاری نے ضعیف کہا ہے۔ حافظ عبدالحق نے بھی امام ترمذی کی اتباع میں اسے غریب کہا ہے۔ جب کہ امام ابن قطان نے حافظ عبدالحق کی تحقیق سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے، میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ علی بن مسعدہ کو امام یحییٰ بن معین نے صالح الحدیث کہا ہے۔ اور اس روایت کی غرابت یہ ہے کہ یہ روایت قتادہ سے فقط علی بن مسعدہ ہی نے نقل کی ہے۔ اور اس روایت کو ابن حبان نے بھی صحیح کہا ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ خطا ونسیان انسان کی جبلت میں شامل ہے۔ لیکن جو انسان خطا کے بعد توبہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر کے اپنی اصلاح کر لیتا ہے وہ ایک بہترین انسان ہے کیونکہ وہ توبہ کر کے اپنے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں، انسان سے گناہوں کا صدور چار اوصاف کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (۱) **صفات استعلائیہ**: انسان میں جب جذبہ خود نمائی کا اضافہ ہو جاتا ہے تو وہ فخر وغرور کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ایسا انسان ہر شخص سے اپنی تعریف سننے کا خواہش مند رہتا ہے (۲) **صفات شیطانیہ**: اس سے انسان میں حسد، دھوکا، فریب، نفاق اور سرکشی جیسے خصائل رذیلہ پیدا ہو جاتے ہیں (۳) **صفات بہیمیہ**: انسان جب بسیار خوری اور مرغن غذاؤں کا دلدادہ بن جاتا ہے تو اس پر قوت بہیمیہ کی گرفت مضبوط ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس سے زنا، لواطت، چوری، خیانت اور رشوت وغیرہ جیسے جرائم کا صدور ہو جاتا ہے (۴) **صفات سباعیہ**: قوت بہیمیہ جب عروج پر پہنچ جاتی ہے تو پھر قوت درندگی کا آغاز شروع ہو جاتا ہے اور یہ قوت قتل اور ڈاکے جیسے جرائم پر منتج ہوتی ہے۔

فقہی احکام: اعمال صالحہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں لیکن کبیرہ گناہوں کا کفارہ توبہ النصوح ہی ہے۔

۱۴۸۳: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلصَّمْتُ حِكَمٌ ,وَقَلِيلٌ فَاعِلُهُ" أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الشُّعَبِ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ وَصَحَّحَ أَنَّهُ مَوْقُوفٌ مِنْ قَوْلِ لُقْمَانَ الْحَكِيمِ .

شعب الایمان: ۵۰۲۷، البیهقی: ۵ /۲۶۴، روضة العقلا: ۴۱، الاحکام الوسطی: ۶۴/۸، المیزان: ۵۵۱۷، بیان الوهم والایهام: ۱۴۰۸، تهذیب التهذیب: ۱۱۷/۷، تاریخ الدوری: ۳۹۳/۲

۱۴۸۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خاموشی دانائی ہے لیکن خاموش طبع لوگ بہت کم ہیں۔" (اسے بیہقی نے **شعب الایمان** میں ضعیف سند سے روایت کیا ہے، لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ لقمان حکیم کا قول ہے۔)

لغوی تحقیق: **حکم**: یہ لفظ متعدد معانی میں مستعمل ہے لیکن اس کا مرکزی مفہوم کسی چیز کو اس کی اصل جگہ پر رکھنا ہے۔

تشریح: علامہ زین الدین عراقی کا کہنا ہے کہ اس روایت کو ابو منصور دیلمی نے **مسند الفردوس** میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ضعیف سند سے نقل کیا ہے۔ اور بیہقی نے **شعب الایمان** میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور صحیح یہی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل نہیں کی بلکہ اسے حضرت لقمان حکیم کی طرف منسوب کیا ہے۔

صاحب **توضیح الکلام** کا کہنا ہے کہ ابن حبان نے **روضہ العقلاء** میں یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ تک صحیح سند سے نقل کی ہے۔ امام ابن قطان فرماتے ہیں کہ یہ روایت میرے نزدیک ضعیف ہے، کیونکہ اس روایت کا ایک راوی عثمان بن سعد ضعیف ہے۔ امام یحییٰ بن معین ان لوگوں پر تعجب کرتے تھے جو اس راوی سے روایت لیتے تھے۔

اس روایت میں خاموشی کو دانائی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ماہرین فن کے نزدیک مذکورہ الفاظ اگرچہ لقمان حکیم کے ہیں، تاہم خاموشی کی فضیلت میں متعدد صحیح احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو مجھے زبان اور آلہ تناسل کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔" ترمذی میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کامیابی کی کلید دریافت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنی زبان کو قابو میں رکھ۔"

۴۔ بَابُ التَّرْهِيبِ مِنْ مَسَاوِيءِ الْاَخْلَاقِ — بری عادات سے ڈرنے کا بیان

۱۴۸۴: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ ,فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ ,كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ابوداود، کتاب الادب، باب فی الحسد: ۴۹۰۳، الضعیفة: ۱۹۰۲، الاحکام الوسطی: ۲۷۰/۴، بیان الوهم والایهام: ۲۱۸۷

۱۴۸۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حسد سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔" (ابوداؤد)

تشریح: امام ابوداؤد نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اگرچہ سکوت اختیار کیا ہے، لیکن یہ روایت ابراہیم بن ابی اسید کے دادا کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، جیسا کہ علامہ ابن قطان فرماتے ہیں کہ ابراہیم کا دادا مجہول ہے۔

۱۴۸۵: وَلِابْنِ مَاجَهْ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ نَحْوُهُ.

ابن ماجة، ابواب الزهد، باب الحسد: ۴۲۱۰

تنبیہ: عیسیٰ بن ابی عیسیٰ الحناط ہی عیسیٰ بن ابی عیسیٰ الخیاط ہے۔

۱۴۸۵: ابن ماجہ میں اسی مفہوم کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

تشریح: یہ روایت عیسیٰ بن ابی عیسیٰ الحناط کے متروک ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۴۸۶: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب: ۶۱۱۴، مسلم: ۲۶۰۹، احمد: ۲/ ۲۳۶، ۲۶۸، المؤطا: ۹۸/۳، ۹۹، الطیالسی: ۲۵۲۵، مسند الشهاب: ۱۲۱۲، البیهقی: ۲۳۵/۱۰، ابن حبان: ۷۱۷

۱۴۸۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پہلوان وہ نہیں جو پچھاڑ لے، پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت خود کو قابو رکھے۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: الشدید: طاقتور۔ یہاں بہادری سے مقصود، مجاہد نفس ہے۔ الصرعة: صاد مضموم اور راء مفتوح، پچھاڑ لینا۔

تشریح: غصہ اوصاف درندگی میں سے ہے اور اسے قابو میں رکھنے کا نام انسانیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے انسانیت کا ایک وصف یہ بیان فرمایا ہے کہ ﴿وہ غصہ کو پی جاتے ہیں۔﴾ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کے وقت خود کو قابو میں رکھنے کو قوت حقیقی سے تعبیر فرمایا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وصیت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "غصہ مت کرنا۔"

۱۴۸۷: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب المظالم، باب الظلم ظلمات یوم القیامة: ۲۴۴۷، ۶۵۳۴، مسلم: ۲۵۷۹، الترمذی: ۲۰۳۰

۱۴۸۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ظلم، قیامت کی تاریکیوں میں سے ایک تاریکی ہے۔" بخاری و مسلم

تشریح: علامہ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں کہ ظلم دو طرح کے ہیں۔ (۱) **ظلم النفس**: اس ظلم کی سب سے بڑی قسم شرک ہے۔ کیونکہ مشرک مخلوق کو خالق کا مقام دیتا ہے (۲) **ظلم العبد**: اس ظلم کی مختلف اقسام ہیں۔ کسی کو قتل کر دینا، اس کا مال غصب کر لینا اور کسی کی عزت و آبرو پر ہاتھ ڈالنا وغیرہ ظلم خواہ کسی بھی نوع سے تعلق رکھتا ہو وہ قیامت کی تاریکیوں میں سے ایک تاریکی ہے اور موت سے قبل اس تاریکی کی معافی تلافی ایک سعادت ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے اپنے بھائی پر ظلم کیا وہ اس سے اس وقت کے آنے سے پہلے معافی مانگ لے، جب اس سے اس ظلم کے بدلہ میں اس کی نیکیاں لے لی جائیں گی، اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہوں کا بوجھ ظالم کے کندھوں پر رکھ دیا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۴۸۸:وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "اِتَّقُوا الظُّلْمَ ,فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ,وَاتَّقُوا الشُّحَّ ,فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ " أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم: ۲۵۷۸، احمد: ۲/ ۱۹۵، البیهقی: ۱۰ /۲۳۴، المعجم الاوسط: ۶۳۳ ، ۳۳۶۴ ، ۶۵۸۳ ، ۶۷۴۶ ، ۸۵۵۶، ابن حبان: ۵۱۷۷ ، ۶۲۴۸، الحاکم: ۱/ ۱۲

۱۴۸۸:حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کی تاریکیوں میں سے ایک تاریکی ہے،اور بخل سے بچو، کیونکہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے۔"(مسلم)

لغوی تحقیق: الشح:شین مضموم اور حاء مشدد، جو پاس ہو اسے سمیٹ کر رکھنا اور جو پاس نہ ہو اس کی طمع کرنا۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں ظلم، بخل اور حرص سے دور رہنے کا درس دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ظلم ایک ایسی تاریکی ہے جو دنیا کے مقابلے میں آخرت میں زیادہ مؤثر ہے، یعنی قیامت کے روز کی تاریکیاں دنیا میں کئے گئے ظلموں کی وجہ سے ہوں گی۔ محشر کے روز ظالم لوگ اپنے ظلم کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں جہنم میں بھٹکتے پھریں گے۔ جبکہ ایمان دار اپنے ایمان و اعمال کی روشنی میں جنت کی طرف رواں دواں ہوں گے۔ بخل و حرص کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ فتنہ فساد اور جنگ و جدل کی آگ کو ہوا دیتا ہے، اس مرض نے سابقہ اقوام کی دنیا بگاڑ دی اور یہ ان کیلئے آخرت میں بھی تباہی کا سبب ہوگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ " بخل سے بچو، اس نے تم سے پہلے والوں کو گمراہ کر دیا۔"اسی مفہوم کی احادیث حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ھرماس بن زیاد، حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

۱۴۸۹:وَعَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ الرِّيَاءُ" أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ بِسَنَدٍ حَسَنٍ.

احمد: ۲۳۶۹۳، شعب الایمان: ۶۸۳۱، المعجم الاوسط: ۳۵۰۳، الحاکم: ۳۵۷/۴

۱۴۸۹: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خدشہ شرک اصغر کا ہے اور وہ ریاکاری ہے۔"(اسے احمد نے حسن سند سے نقل کیا ہے۔)

تشریح: امام زین الدین عراقی نے اس روایت کے جملہ رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے اور مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی سند کو حسن کہا ہے، اس کی شاہد حدیث حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" کیا میں تمہیں اس چیز سے آگاہ نہ کروں جس کا مجھے تمہارے بارے میں دجال کے فتنہ سے بھی زیادہ اندیشہ ہے، وہ شرک خفی ہے۔"اسی مفہوم کی حدیث حضرت شداد بن اوس اور حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں عمل قوم لوط کو بھی نہایت خطرناک قرار دیا گیا ہے۔

ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ شرک کی دو اقسام ہیں: شرک اکبر اور شرک اصغر۔ شرک اصغر کی مختلف اقسام ہیں مثلاً کسی کو دیکھ کر قیام طویل کر دینا، شجاعت و بہادری کی داد لینے کیلئے جہاد کرنا، اپنے لیے تعریفی کلمات سننے کا خواہش مند ہونا وغیرہ۔

فقہی احکام: (۱) دکھلاوے کیلئے نیک اعمال کرنا شرک اصغر ہے۔(۲) شرک کی دونوں اقسام ناقابل معافی جرم ہیں۔

۱۴۹۰:وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ,وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ ,وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البخاری: کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق: ۳۳، مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق: ۵۹، الترمذی: ۲۶۳۱، النسائی: ۱۱۷/۸، احمد: ۳۵۷/۲، البیہقی: ۲۸۸/۶، ۱۹۶/۱۰، ابن حبان: ۲۵۴-۲۵۷

۱۴۹۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا، جب وعدہ کرے گا تو بدعہدی کرے گا اور جب اسے امانت دی جائے تو خیانت کرے گا۔" (متفق علیہ)

لغوی تحقیق: آیۃ: یہ اصل میں أیيۃ تھا، پہلی یاء کو الف سے تبدیل کر دیا گیا۔ اس کے لفظی معنی علامت کے ہیں، قرآن حکیم کی آیات کو اس لیے آیات کہا جاتا ہے کہ وہ اختتام کلام کی علامت ہیں۔ المنافق: یہ نافق الیربوع سے ماخوذ ہے۔ یربوع کی بل کے دو سوراخ ہوتے ہیں، وہ ایک سوراخ کو مخفی رکھتا ہے اور دوسروں کو عیاں۔ اسلام میں ایسے شخص کو منافق کہا جاتا ہے جو اسلام کو ظاہر کرتا ہے اور کفر کو چھپا کر رکھتا ہے، اگر یہ نفاق اعتقادی ہو تو یہ نفاق کفر ہے اور اگر عملی ہو تو اعمال برباد ہیں۔ **نفاق:** نفاق مکر و فریب ہی کی ایک مرکزی قسم ہے اور اس کی دو اقسام ہیں، نفاق اکبر اور نفاق اصغر۔ **نفاق اکبر** سے مراد اعتقادی منافق ہے یعنی وہ شخص بظاہر تو ایمان کا اظہار کرتا ہے لیکن اس کے سینے میں کفر انگڑائیاں لیتا رہتا ہے۔ ایسے منافق کا ٹھکانا جہنم کا پیندا ہے۔ **نفاق اصغر** سے مراد عملی منافق ہے اور اس کے چار درجات ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چار خصلتیں جس میں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک پائی جائے تو وہ چوتھائی منافق ہے۔"

جھوٹ: جھوٹ خیانت کی ایک بڑی قسم ہے، جیسا کہ مسند احمد میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی سے جو بات کرو وہ اس میں تمہیں سچا خیال کرے لیکن تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔"

بدعہدی: اس کی دو اقسام ہیں (۱) وعدہ کرتے وقت ہی نیت میں یہ خناس ہو کہ میں نے ایفائے عہد نہیں کرنا۔ یہ حرکت ایک بڑا معاشرتی جرم ہے۔ (۲) وعدہ کرتے وقت تو وعدہ وفا کی نیت ہو لیکن بعد میں نیت میں فطور آ جائے اور وہ بغیر کسی شرعی عذر کے وعدہ وفا نہ کرے۔ اگر کوئی شخص کسی شرعی عذر کی بنا پر وعدہ ایفا کرنے سے قاصر رہتا ہے تو وہ اس حدیث کا مصداق نہیں ہوگا۔ جیسا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص ایفائے عہد کی نیت سے وعدہ کرتا ہے لیکن وہ ایفائے عہد سے قاصر رہتا ہے اس پر کوئی گناہ نہیں۔"

خیانت: خیانت فقط مالی ہی نہیں بلکہ قولی اور فکری بھی ہے۔ یعنی کسی کے راز کو فاش کر دینا بھی خیانت ہے اور یہ بھی ایک بڑا معاشرتی جرم ہے۔ آیات و احادیث کا عمداً غلط مفہوم بیان کرنا، یہ فکری خیانت ہے، یہ بھی ایک نہایت قبیح جرم ہے۔

فجور: فجور فقط سب و شتم کا نام ہی نہیں بلکہ حق کو باطل اور باطل کو حق ظاہر کرنا بھی فجور ہے۔

فقہی احکام: (۱) نفاق کی علامات سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ (۲) جس شخص میں جس قدر علامات پائی جائیں وہ اسی قدر منافق ہوگا۔

(۳) جس میں چاروں علامات پائی جائیں وہ پکا منافق ہے۔

۱۴۹۱: وَلَهُمَا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما "وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ"

البخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق: ۳۴، مسلم: ۵۸، ابوداود: ۴۶۸۸، الترمذی: ۲۶۳۲، النسائی: ۱۱۶/۸، احمد: ۱۸۹/۲

۱۴۹۱: صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب وہ جھگڑا کرتا ہے تو بدزبانی کرتا ہے۔"

تشریح: اس حدیث میں عمل نفاق کی چوتھی علامت بتائی گئی ہے یعنی وہ جھگڑا کرتے وقت بدزبانی کرتا ہے اور حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۴۹۲:وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ ,وَقِتَالُهُ كُفْرٌ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الادب، باب ما ینهیٰ عن السباب و اللعن: ۶۰۴۴، مسلم: ۶۴ ، ۲۹۹۰، الترمذی: ۲۰۶۲، النسائی: ۱۲۲/۷، ابن ماجۃ: ۶۹، ۳۹۳۹، احمد: ۳۹۰۳، ۴۱۲۶، ابن حبان: ۵۹۳۹، البیہقی: ۲۰/۸، المعجم الاوسط: ۷۳۸، ۳۵۹۱

۱۴۹۲: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔"بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: سباب: سین مکسور اور با مخفف، گالی دینا اور بہتان تراشی کرنا۔ فسوق: فا مضموم، یہ مصدر ہے اور سباب المسلم کی خبر ہے، یعنی حق کو چھوڑ دینا۔ قتاله: اس سے لڑائی کرنا۔ کفر: کفر کی متعدد اقسام ہیں اور یہاں کفر سے مراد وہ کفر نہیں جس کی وجہ سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اہل سنت کے تمام علما وفقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمان باہمی قتال یا کسی دوسرے گناہ کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

تشریح: اس حدیث میں جس مسلمان کے بارے میں بدزبانی کرنے سے منع کیا گیا ہے وہ ایسا مسلمان ہے جو اعلانیہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہیں کرتا۔ اور جو شخص شرم وحیاء کی چادر پھاڑ کر اعلانیہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنا شروع کر دے، اس کے عیوب سے بااثر لوگوں کو آگاہ کرنا یا اس پر نقد کرنا ممنوع نہیں۔ نیز اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ کفار کو لعن طعن کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ ذمی نہ ہو۔ اگر وہ ذمی ہے تو پھر اسے بھی لعن طعن کرنا جائز نہیں۔ اسی کی مثل حدیث حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) مستور الحال مسلمان کے عیوب ظاہر کرنا ممنوع ہے۔ (۲) کافر کو لعن طعن کرنا جائز ہے۔
(۳) گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا کافر نہیں۔ (۴) مسلمانوں کے خون کو مباح سمجھنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

۱۴۹۳:وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ ,فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب النکاح، باب لایخطب علی خطبة اخیه ...... : ۵۱۴۳، مسلم: ۲۵۶۳، ابوداود: ۴۸۸۲، ۴۹۱۷، الترمذی: ۲۰۷۲، المؤطا: ۹۰۷/۲، احمد: ۳۱۲/۲، ابن حبان: ۵۶۸۷، البیہقی: ۱۸۰/۷، البغوی: ۳۵۳۳، ۳۵۳۴، المعجم الاوسط: ۸۴۵۶

۱۴۹۳:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"بدگمانی کرنے سے بچو، کیونکہ بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے۔"بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: ایاکم: یہ فعل محذوف احذروا کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تشریح: بدگمانی کو بڑا جھوٹ اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ بدگمانی کرنے والا شخص ہر انسان کو اپنے ذہن میں مجرم فرض کر لیتا ہے، پھر اپنے اس مفروضے کو خود ساختہ قرائن سے حقیقت کے لباس سے آراستہ کر کے لوگوں میں نہایت وثوق سے ان کی تشہیر شروع کر دیتا ہے۔

فقہی احکام: بدگمانی تہمت ہی کی ایک قسم ہے اس لیے یہ گناہ کبیرہ ہے، اس کی تلافی، معافی کے بغیر ممکن نہیں۔

۱۴۹۴:وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ " مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً ,يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ , وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ ,إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیة فلم ینصح: ۷۱۵۰، مسلم: ۱۴۲، احمد: ۲۵/۵، الدارمی: ۲۷۹۶، ابن حبان: ۴۴۹۵، الطیالسی: ۹۲۹، الطبرانی: ۴۷۴/۲۰، البیہقی: ۴۱/۹

۱۴۹۴:حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے "اللہ جس بندے کے سپرد عوام کر دے اور وہ ان سے فریب کرتے کرتے مرجائے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام قرار دی ہے۔"(بخاری ومسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق: ما: یہ حرف نفی ہے۔ من: یہ یہاں تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔ یسترعیه: حاکم بنادے۔ رعیة: عوام۔ غاش: فریب کرنے والا۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں حکام کو خبردار کیا گیا ہے کہ ان کا کام اپنی رعایہ کو فوری سستا انصاف فراہم کرنا ہے اور ان کے مصالح کا خیال رکھنا ہے اور جو حکمران اپنے حقوق کی ادائیگی میں عمداً ناکام رہا اور اس نے لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم رکھا، اس کیلئے جنت کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام مخلوق میں سے عادل حکمران زیادہ محبوب ہے، اور ظالم حکمران سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔" طبرانی میں ہے کہ "عادل حکمران کے ایک دن کا ثواب سات سال کی عبادت سے زائد ہے۔"

فقہی احکام: (۱) عوام کو سستا اور فوری انصاف فراہم کرنا حکام کا فریضہ ہے۔ (۲) عادل حکمران شب بیدار عابد سے کہیں بہتر ہے۔
(۳) رعایہ کو دھوکا دینے والا حاکم جنت سے روک دیا جائے گا۔

۱۴۹۵: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا ,فَشَقَّ عَلَيْهِ ,فَاشْقُقْ عَلَيْهِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

مسلم، كتاب الامارة، باب فضيلة الامام العادل و عقوبة الجائر ...... : ۱۸۲۸ ، احمد: ۶۲/۲ ، ۹۳، ابن حبان: ۵۵۳، البيهقي: ۱۳۶/۱۰ ، المعجم الاوسط: ۳۶۲ ، ۹۴۴۵

۱۴۹۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! جو شخص میری امت کے معاملات میں سے کسی معاملہ کا سربراہ بنایا جائے اور وہ لوگوں کو مشقت میں مبتلا کر دے، تو اس پر سختی فرما۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: اللهم: بمعنی یا اللہ! ہے۔ یائے نداء کو حذف کر کے اس کے بدلے میں آخر میں میم کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ شق: مشقت میں ڈال دیا۔ فاشقق علیه: جملہ بددعائیہ ہے یعنی اس پر سختی فرما۔

تشریح: اس حدیث میں ان ولاۃ، امرا اور عمال کیلئے سخت وعید ہے جو عوام کے مسائل حل کرنے کی بجائے مسائل پیدا کرتے ہیں۔ عصر حاضر میں ایسے ولاۃ، امرا اور عمال کی کثرت ہے جو سائلین کا وقت قیل و قال میں ضائع کرتے ہیں۔ ان سے جھوٹے وعدے کرتے ہیں، ان میں سے بعض بدنصیب ایسے ہیں جو عوام کو اذیت دے کر راحت محسوس کرتے ہیں، کچھ رشوت کے حصول کیلئے مسائل کے حل میں عمداً تاخیر کرتے ہیں۔ ایسے تمام بدنصیبوں کیلئے رحمت عالم ﷺ نے بددعا فرمائی۔ ظاہر ہے کہ جن بدنصیبوں کیلئے رسول اکرم ﷺ نے بددعا فرمائی ہے ان کیلئے دنیا اور آخرت یقیناً خسران مبین ہے۔

۱۴۹۶: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ ,فَلْيَتَجَنَّبِ الْوَجْهَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تنبیہ: اس حدیث کی تشریح اور تخریج حدیث نمبر ۱۲۴۷ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴۹۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی لڑائی کرے تو چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے۔" (بخاری و مسلم)

۱۴۹۷: وَعَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَوْصِنِي فَقَالَ "لَا تَغْضَبْ" فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ " لَا تَغْضَبْ " أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الادب، باب الحذر ...... : ۶۱۱۶ ، الترمذی: ۱۲۰۶ ، احمد: ۳۶۲/۲ ، ۴۶۶، البغوی: ۳۵۸۰، مسند احمد: ۱۷۵/۲، ۳۷۰/۵، ۳۷۳، المعجم الاوسط: ۲۳۷۴ ، ۷۴۸۷، ابن حبان: ۲۹۶ ، ۵۶۸۹ ، ۵۶۹۰، ابن ابی شیبة: ۵۳۲/۸ ، ۵۳۳، الطبرانی: ۲۰۹۷ ، ۲۰۹۸ ، ۲۱۰۴، الحاکم: ۶۱۵/۳

۱۴۹۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "غضب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ناک مت ہوا کرو۔"اس نے متعدد بار اپنی عرض کو دہرایا اور آپ ﷺ نے ہر بار یہی فرمایا:"غصہ مت کیا کرو۔"(بخاری)

تشریح: غصہ اوصاف درندگی میں سے ہے، اس کا آغاز حماقت سے اور انجام ندامت پر ہوتا ہے۔انسان اگر اسی ایک خصلت کو ترک کر دے تو مرجع خلائق بن سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ سکتا ہے۔جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! کون سی چیز مجھے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچا سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"غصہ مت کرنا۔" مسند احمد میں ہے کہ اسی سائل صحابی نے کہا کہ میں نے غصہ کے نتائج پر غور کیا تو مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ غصہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ ابن حبان، مسند احمد اور المعجم الاوسط میں ہے کہ اس سائل صحابی کا نام جاریہ بن قدامہ تھا۔واضح رہے، اس غصہ سے مراد وہ غصہ نہیں جو ایک مومن کو حدود اللہ کی پامالی دیکھ کر آتا ہے۔کیونکہ حدود اللہ کو پامال ہوتے دیکھ کر غصہ میں آنا ایمان کی علامت ہے۔

فقہی احکام: (۱) ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ غصہ سے اجتناب کرے۔(۲) غصہ کا تریاق تعوذ اور وضو ہے۔

۱۴۹۸:وَعَنْ خَوْلَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " إِنَّ رِجَالاً يَتَخَوَّضُونَ فِي مَالِ اللَّهِ بِغَيْرِ حَقٍّ ,فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿فان لله خمسه وللرسول﴾: ۳۱۱۸، احمد: ۴۱۰/۶

۱۴۹۸:حضرت خولہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے مال کو ناجائز مصارف میں خرچ کرنے کے منصوبے تیار کرتے رہتے ہیں۔ایسے لوگوں کیلئے قیامت کے روز آگ ہے۔"(بخاری)

لغوی تحقیق: یتخوضون: یہ خوض سے مشتق ہے۔علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں، اس کے لفظی معنی تو پانی میں تیرنا ہے، لیکن بعد میں اس کا استعمال مکروفریب میں ہونے لگا۔

تشریح: اس حدیث کے مخاطب بھی ولاۃ وامراء اور عمال ہیں۔ان حضرات کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مال کو اللہ تعالیٰ کے دین کی حمایت ونصرت، کلمہ حق کو بلند کرنے اور عوام کی فلاح و بہبود کیلئے صرف کریں اور بجٹ تیار کرتے وقت زراعت، صنعت، تعلیم وفنون کی ترویج و ترقی کو سامنے رکھیں، جو ولاۃ وامراء اور عمال بجٹ تیار کرتے وقت جوڑ توڑ کی سیاست، اپنوں کو نوازنے اور مخالفین کو کچلنے کے منصوبے پیش نظر رکھتے ہیں۔اور جو تنظیمیں اور ادارے عوامی چندوں کو خرد برد کرتے ہیں یا اپنے کارکنوں کو نوازتے ہیں وہ سب اس حدیث میں وارد وعید کے مصداق ہیں

فقہی احکام: (۱) اللہ تعالیٰ کے مال کو اس کے دین کی حمایت ونصرت اور رعایہ کی فلاح و بہبود کیلئے خرچ کرنا چاہیے۔

(۲) بجٹ تیار کرتے وقت دینی، ریاستی اور عوامی مفادات کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

۱۴۹۹: وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ قَالَ " يَا عِبَادِي! إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي ,وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا ,فَلَا تَظَالَمُوا " أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم: ۲۵۷۷، احمد: ۱۶۰/۵، ابن حبان: ۶۱۹، الحاکم: ۲۴۱/۴، الحلیة: ۱۲۵/۵، ۱۲۶، عبدالرزاق: ۲۰۲۷۲، الترمذی: ۲۶۲۶، ابن ماجة: ۴۲۵۷

۱۴۹۹: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے حدیث قدسی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"اے میرے بندو! میں نے ظلم کو خود پر حرام قرار دیا ہے اور تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے، چنانچہ تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔"(مسلم)

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے مسلم کی روایت کردہ مفصل حدیث کا ایک جز نقل کیا ہے۔یہ حدیث ایک عظیم حدیث ہے۔اس حدیث کے ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راوی سعید بن عبدالعزیز کا کہنا ہے کہ شیخ ابوادریس خولانی جب یہ حدیث بیان کرنے کا ارادہ فرماتے تو اس کے تقدس میں دوزانوں بیٹھ جاتے۔
اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے کی صفت سے پاک ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا﴾ یعنی اس کے بندے بھی ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں۔ بلکہ بعض دیگر احادیث میں تو جانوروں پر ظلم کرنے سے بھی سختی سے منع کیا گیا ہے

فقہی احکام: (۱) ظلم نہ صرف انسان پر کرنا حرام ہے بلکہ جانوروں پر اور خود اپنے جسم و جان پر کرنا بھی حرام ہے۔
(۲) ظلم کی سب سے بڑی قسم شرک ہے۔

۱۵۰۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ " أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟" قَالُوا اَللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ "ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ " قِيلَ أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ "إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ ,وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَقَدْ بَهَتَّهُ " أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الغیبة: ۲۵۸۹، ابوداود: ۴۸۷۴، الترمذی: ۲۰۱۶، احمد: ۲/ ۳۸۴، ۴۸۶، الدارمی: ۲۷۱۴، ابن حبان: ۵۷۵۸، ۵۷۵۹، البغوی: ۳۵۶۱، البیہقی: ۱۰/ ۲۴۷

۱۵۰۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟" صحابہ نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا تذکرہ ایسے الفاظ میں کرو جو اسے ناپسند ہوں۔" عرض کیا گیا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں اگر وہ کچھ میرے بھائی میں موجود ہو؟ ارشاد ہو "جو کچھ تو اس کے بارے میں کہتا ہے اگر وہ اس میں پایا جاتا ہے تبھی تو غیبت ہے ورنہ تو تو نے اس پر بہتان لگایا ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: الغيبة: کسی کی عدم موجودگی میں اس کی برائی بیان کرنا۔ بهتة: کسی کی موجودگی میں یا عدم موجودگی میں اس پر الزام تراشی کرنا۔

تشریح: امام نووی فرماتے ہیں، کسی کی عدم موجودگی میں اس کی کسی خصلت کا ذکر کرنا جو موصوف کیلئے ناگوار ہو غیبت کہلاتا ہے، اس خصلت کا تعلق خواہ اس انسان کی عادات واطوار سے ہو، تخلیق یا دین داری سے ہو، اس کے مال واولاد یا اس کی بیوی سے ہو، پھر یہ تذکرہ زبان سے ہو یا اشارے سے ہو، البتہ اہل علم نے کتاب وسنت کی نصوص پر غور وفکر کر کے چند امور کو غیبت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) مظلوم ظالم کی عدم موجودگی میں اس کے ظلم کا تذکرہ کرسکتا ہے۔ (۲) اگر اس کا تذکرہ منکرات میں تبدیلی کا باعث بن سکتا ہو تو کرنا درست ہے۔ (۳) مشورہ یا فتویٰ طلب کیا جائے تو درست بات کہنا لازم ہے، اگرچہ وہ کسی کی برائی کی صورت میں ہو۔ (۴) عوام الناس کو کسی شخص کے مفاسد اور مکروفریب سے آگاہ کرنا مقصود ہو۔ رواۃ پر جرح اسی زمرے میں آتی ہے۔ (۵) تعارف و پہچان کی غرض سے ہو مثلاً ایک نام کے دو چار اشخاص ہیں ان میں سے ایک اندھا ہو تو اسے اندھا کہنا روا ہے۔ (۶) ایسا شخص جو بدعات وخرافات کا مرتکب یا داعی ہو، اسے بدعتی کہا جاسکتا ہے۔ (۷) غیر مسلموں کے مظالم بیان کئے جاسکتے ہیں۔

۱۵۰۱: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا ,وَلَا تَبَاغَضُوا ,وَلَا تَدَابَرُوا ,وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ ,وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا ,اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ ,لَا يَظْلِمُهُ ,وَلَا يَخْذُلُهُ ,وَلَا يَحْقِرُهُ ,اَلتَّقْوَى هَا هُنَا ,وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ ,بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ ,كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ ,دَمُهُ ,وَمَالُهُ ,وَعِرْضُهُ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحر الظلم المسلم......: ۲۵۶۴، ابوداود: ۴۸۸۲، الترمذی: ۲۰۰۹، المؤطا: ۲/ ۹۰۷، احمد: ۲/ ۲۷۷، ۳۶۰، البغوی: ۳۵۴۹، البیہقی: ۶/ ۹۲، ابن حبان: ۵۶۶۰، المعجم الاوسط: ۹۳۰، ۷۰۱۶، ۷۸۷۰، بخاری: ۶۰۷۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۵۰۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک دوسرے سے حسد مت کرو، قیمتوں میں اضافہ مت کرو، بغض وعناد مت رکھو، غیبت مت کرو، ایک دوسرے کے سودے پر سودہ مت کرو، اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے ذلیل ورسوا کرتا ہے، تقوی یہاں ہے۔" راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا کہ " تقوی یہاں ہے، کسی آدمی کیلئے اتنا ہی گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر خیال کرے، ہر مسلم پر دوسرے مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو حرام ہے۔" (مسلم)

تشریح: اس حدیث میں جن متعدد معاشرتی برائیوں سے ایک ساتھ منع کیا گیا ہے ان میں سے ہر ایک کا انفرادی تذکرہ مختلف احادیث کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ حسد کی تشریح حدیث نمبر ۱۴۸۴، غیبت کی تشریح حدیث نمبر ۱۵۰۰، نجش کی تشریح حدیث نمبر ۷۹۴، مسلمانوں کے مال وجان اور عزت وآبرو سے متعلق تشریح حدیث نمبر ۸۹۱، المسلم اخو المسلم کی تشریح حدیث نمبر ۹۳۱ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم کی حدیث منقول ہے۔

۱۵۰۲: وَعَنْ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ " اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِي مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ, وَالْأَعْمَالِ, وَالْأَهْوَاءِ, وَالْأَدْوَاءِ " أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ وَاللَّفْظُ لَهُ.

الترمذی، ابواب الدعوات، باب: ۱۰، حدیث: ۳۸۴۳، الحاکم: ۵۳۲/۱، ابن حبان: ۹۶۰، الطبرانی: ۳۶/۱۹

۱۵۰۲: حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے "اے اللہ! مجھے برے اخلاق واعمال، بری خواہشات اور بری بیماریوں سے محفوظ فرما۔" (اسے ترمذی نے بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے، ذکر کردہ الفاظ حاکم کے بیان کردہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: جنبنی: مجھے دور رکھ۔ منکرات الاخلاق: رذائل خصیلہ مثلاً بخل، حسد، تکبر وغیرہ۔ منکرات الادواء: برص، جذام اور طاعون وغیرہ۔

تشریح: امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، لیکن امام ترمذی نے جس سند سے روایت کی ہے وہ روایت سفیان بن وکیع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ امام ابن حبان اور امام حاکم نے اسے صحیح سند سے بیان کیا ہے۔ امام ذہبی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

فقہی احکام: اللہ تعالیٰ سے برے اخلاق واعمال، بری خواہشات اور بری بیماریوں سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔

۱۵۰۳: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " لَا تُمَارِ أَخَاكَ, وَلَا تُمَازِحْهُ, وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهُ " أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ.

الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی المراء: ۲۰۸۰، الادب المفرد: ۳۹۶، الحلیة: ۳۴۴/۳

۱۵۰۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنے بھائی سے جھگڑا کرو نہ اس کا مذاق اڑاؤ اور نہ اس سے ایسا وعدہ کرو جوایفا نہیں کر سکتے۔" (اسے ترمذی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: لا تمار: تاء مضموم، ناحق جھگڑا مت کرو۔ ولا تمازحہ: اس کا مذاق مت اڑائیں۔

تشریح: یہ روایت اس سند کے ساتھ ضعیف ہے تاہم اس روایت کے مفہوم کو صحیح احادیث کی تائید حاصل ہے۔ اسلام مسلمانوں کو ایسی تعلیم دیتا ہے جس سے ان کے مابین اخوت ومحبت پروان چڑھے اور عداوت ونفرت کی بیخ کنی ہو۔ چنانچہ زیر مطالعہ حدیث میں تین مضر اخلاق صفات سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ تینوں خصائل رذیلہ امن وآشتی کو ختم کر کے عداوت ونفرت کو پنپنے کے مواقع میسر کرتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سائل کی افہام وتفہیم کیلئے بحث ومباحثہ کی گنجائش ہے لیکن کسی کی تحقیر وتذلیل کی غرض سے اس کے کلام پر بلا وجہ نقد کرنا جرم ہے۔ جبکہ ادب واحترام کے دامن کو تھام کر خفیف سے مزاح کو خوش طبعی کا ذریعہ بنانا ممنوع نہیں، لیکن کسی کا تمسخر اڑانا نہایت قبیح حرکت ہے۔

۱۵۰۴: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ الْبُخْلُ, وَسُوءُ الْخُلُقِ" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ, وَفِي سَنَدِهِ ضَعْفٌ.

الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی البخل: ۲۰۴۵، الادب المفرد: ۲۸۳، ابو یعلی: ۱۳۲۸

۱۵۰۴: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مومن میں دو خصلتیں جمع نہیں ہو سکتیں، بخل اور بد اخلاقی۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کمزور ہے۔)

لغوی تحقیق: خصلتان: یہ خصلة کا تثنیہ ہے۔ اس کا استعمال اچھی اور بری دونوں صفتوں کیلئے ہوتا ہے۔ یہاں اس کا استعمال مضر اخلاق صفات کیلئے ہوا ہے۔

تشریح: یہ روایت فی نفسہ ضعیف، لیکن شواہد کی بنا پر حسن لغیرہ ہے۔ اس حدیث میں بخل اور بد اخلاقی کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ یعنی یہ خصائل رذیلہ فقط اس شخص میں جمع ہوں گی جو ایمان کی دولت سے محروم ہوگا یا اس کا ایمان کینسر زدہ ہوگا۔

۱۵۰۵: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئِ مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن السباب: ۲۵۸۷، الادب المفرد: ۴۲۳، ابو داود: ۴۸۹۴، الترمذی: ۲۰۶۴، احمد: ۲/۲۳۵، ۴۸۸، ابن حبان: ۵۷۲۶، ۵۷۲۹، البیهقی: ۱۰/۲۳۵، البغوی: ۳۵۵۳، المعجم الاوسط: ۲۵۴۶، ۲۵۴۷

۱۵۰۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سب وشتم کرنے والے دو اشخاص میں سے ابتداء کرنے والے پر گناہ ہے، تاوقتیکہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: المستبان: یہ باب افتعال سے اسم فاعل ہے۔ سب وشتم کرنے والا۔ البادی: ابتداء کرنے والا۔ مالم یعتد: تاوقتیکہ وہ زیادتی نہ کرے۔

تشریح: سب وشتم کرنا شریف لوگوں کا کام نہیں، بلکہ بے وقوف، احمق اور جاہل لوگوں کا کام ہے، اور نفاق کی ایک علامت ہے۔ سب وشتم کا بار گراں اگرچہ آغاز کرنے والے پر ہے، لیکن اگر جوابی سلسلہ چل نکلے تو یہ خون ریزی پر منتج ہوتا ہے، اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو شیطان کہا ہے جیسا کہ حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "گالی گلوچ کرنے والے دونوں شیطان ہیں، دونوں ایک دوسرے پر الزام تراشی کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔" حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسی روایت بھی منقول ہے

۱۵۰۶: وَعَنْ أَبِي صِرْمَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " مَنْ ضَارَّ مُسْلِمًا ضَارَّهُ اللّٰهُ, وَمَنْ شَاقَّ مُسْلِمًا شَقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ " أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ.

ابو داود، کتاب الاقضیة، ابواب من القضاء: ۳۶۳۵، الترمذی: ۲۰۲۲، ابن ماجة: ۲۳۴۲، احمد: ۳/۴۵۳

۱۵۰۶: حضرت ابو صرمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی مسلمان کو نقصان پہنچایا، اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائے گا، جس نے کسی مسلمان کو مشقت میں مبتلا کیا، اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں مبتلا کرے گا۔" (اسے ابو داؤد اور ترمذی نے بیان کیا ہے اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: امام ترمذی اور علامہ سیوطی نے اسے حسن کہا ہے اور امام ابوداؤد نے اس پر سکوت فرمایا ہے۔صحیح مسلم میں اس کی شاہد حدیث بھی ہے جو اسی باب کے آغاز میں گزر چکی ہے۔

فقہی احکام: کسی مسلمان کو مالی، جانی نقصان پہنچانا اور اس کی شہرت کو داغدار کرنا حرام ہے۔البتہ مجرم مسلمان پر حد جاری کرنا اس زمرے میں نہیں آتا۔

۱۵۰۷:وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم " إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ, وَصَحَّحَهُ.

الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی حسن الخلق: ۲۰۸۷، الادب المفرد: ۴۶۴، ابن حبان: ۵۶۹۳، ۵۶۹۴، احمد: ۲۰۲/۵، ۴۵۱/۶، البیهقی: ۱۹۳/۱۰

۱۵۰۷: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ بدکلام اور فحش گو کو ناپسند کرتا ہے۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: الفاحش: کوئی نازیبا بات کہنا یا حرکت کرنا۔ البذی: یہ فعیل کے وزن پر ہے، نازیبا کلام کرنے والا۔

تشریح: امام ابن حبان نے اس حدیث کو قدر تفصیل سے نقل کیا ہے یعنی اس میں یہ جملہ مزید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"قیامت کے روز مومن کے میزان میں سب سے بھاری عمل اخلاق حسنہ ہوگا۔" اس روایت کو علامہ شعیب الارنؤط نے صحیح کہا ہے۔اور اسی مفہوم کی حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

۱۵۰۸:وَلَهُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ رَفَعَهُ " لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ, وَلَا اللَّعَّانُ, وَلَا الْفَاحِشَ, وَلَا الْبَذِيءَ" وَحَسَّنَهُ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ, وَرَجَّحَ الدَّارَقُطْنِيُّ وَقْفَهُ.

الترمذی،ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی اللعنة: ۲۰۶۰، الادب المفرد: ۳۱۲، ۳۳۲، احمد: ۴۱۶/۱، ابن حبان: ۱۹۲، الحاکم: ۱۲/۱، البیهقی: ۲۴۳/۱۰، بیان الوهم والایهام: ۳۰۲/۵، المعجم الاوسط: ۱۸۳۵

۱۵۰۸: ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ مومن بہت زیادہ لعن طعن نہیں کرتا اور نہ وہ بدکلام اور فحش گو ہوتا ہے۔"(ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔امام دارقطنی نے اس کے موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے۔)

لغوی تحقیق: الطعان: یہ مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت زیادہ طعن کرنے والا۔ اللعان: یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت زیادہ لعنت کرنے والا۔

تشریح: یہ روایت مرفوع اور موقوف ہر دو طرح سے منقول ہے۔امام دارقطنی وغیرہ نے موقوف کو راجح کہا ہے جبکہ امام ابن قطان نے اس روایت کے تمام طرق میں سے اس طریق کو حسن قرار دیا ہے جو امام البزار نے نقل کیا ہے۔واضح رہے کہ یہ طریق مرفوع ہے تاہم اگر اس روایت کو سنداً موقوف بھی تسلیم کرلیا جائے تو بھی حکماً مرفوع ہے۔کیونکہ صحابی اس قسم کا فتوی اپنی رائے سے نہیں دے سکتا۔

فقہی احکام: (۱) مومن کیلئے یہ لائق نہیں کہ وہ لوگوں کے نسب پر طعن کرے اور ان کی عزت وآبرو کو مجروح کرے۔

(۲) سب وشتم کرنا بھی مومن کی شان نہیں۔

۱۵۰۹:وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم " لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا " أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ

تنبیہ: اس کی تشریح اور تخریج حدیث نمبر ۵۹۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۵۰۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"فوت شدہ حضرات وخواتین کو سب وشتم مت کرو، کیونکہ انہوں نے جو کچھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا وہ پالیا ہے۔" (بخاری)

۱۵۱۰: وَعَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الادب، باب مایکرہ من النمیمة: ۶۰۵۶، مسلم: ۱۰۵، ۲۹۲، الادب المفرد: ۳۲۳، ابوداود: ۴۸۷۱، الترمذی: ۲۱۱۲، احمد: ۵/ ۳۸۲، ۳۸۹، ۳۹۲، البیهقی: ۱۰/ ۲۴۷، مسند الشهاب: ۸۷۶، ابن حبان: ۵۷۶۵، الطیالسی: ۴۲۱، الحمیدی: ۴۴۳، المعجم الاوسط: ۴۲۰۴

۱۵۱۰: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: قتات: قاف مفتوح اور تاء مشدد، کسی شخص یا قوم کی بات دوسروں تک اس مقصد سے پہنچانے والا تا کہ فساد برپا ہو جائے، یعنی چغل خور

تشریح: امام منذری فرماتے ہیں کہ امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غیبت حرام ہے اور اس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں چغل خور کیلئے سخت وعید بیان کی گئی ہے یعنی اس کیلئے جنت کے دروازے بند ہوں گے۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں کے قریب سے ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور انہیں کسی بڑے کام کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، ان میں سے ایک بول و براز کے وقت پردہ کا اہتمام نہیں کرتا تھا اور دوسرا لوگوں کی چغلیاں کھاتا تھا۔ ایک دانشور نے چغل خور سے کہا کہ میری برائی بیان کرنے والے نے تیر ہوا میں پھینکا تھا لیکن تو نے اڑتا ہوا تیر پکڑ کر میرے سینے میں گھونپ دیا ہے۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غیبت کبیرہ گناہ نہیں، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ جرم لوگوں کی نزدیک کوئی بڑا جرم نہیں، جبکہ درحقیقت بڑے جرم ہیں۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین اشخاص چغل خور ہیں۔

فقہی احکام: غیبت کبیرہ گناہ ہے، اس لیے اس سے اجتناب اشد ضروری ہے۔

۱۵۱۱: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ كَفَّ غَضَبَهُ, كَفَّ اللَّهُ عَنْهُ عَذَابَهُ" أَخْرَجَهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ.

ابو یعلی: ۴۳۳۸، ابن کثیر: ۱/ ۴۰۵، المعجم الاوسط: ۲۰۲۳، ۹۲۵۲، المعجم الکبیر: ۱۳۶۴۶

تنبیہ: (۱) المعجم الاوسط میں سکین بن سراج مذکور ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ (۲) المعجم الاوسط میں یہ روایت حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے ہے اور اس کے الفاظ مؤلف رحمہ اللہ کے نقل کردہ الفاظ سے قدرے مختلف ہیں۔

۱۵۰۱۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے غصہ کو روک لیا، اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب روک لے گا۔" (اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں بیان کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: کف: روک لیا، یعنی غصہ کے وقت خود کو قابو میں رکھا۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو المعجم الاوسط کی طرف منسوب کیا ہے۔ علامہ ہیثمی نے اسے ابو یعلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے اور اس روایت کے ایک راوی الربیع بن سلیمان الازدی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (۲) ابن کثیر نے بھی اسے ابو یعلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں نظر ہے۔ شیخ ابوھاجر محمد السعید زغلول نے اسے ترغیب، مجمع الزوائد، اتحاف اور ابن کثیر کی طرف منسوب کیا ہے۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے جو روایت منقول ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو قدرت انتقام کے باوجود غصہ کو پی جائے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے الحور العین پسند کرنے کا اختیار دے گا، جو بساط کے باوجود خوبصورت لباس زیب تن نہ کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے ایمان کی چادر پہنائے گا اور جس نے غلام کا نکاح کیا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز تاج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شاہی پہنائے گا۔" یہ روایت بقیہ کے تدلیس التسویہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔امام طبرانی نے **المعجم الکبیر** ،**المعجم الاوسط** اور **المعجم الصغیر** میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو روایت بیان کی ہے اس کے الفاظ مؤلف علیہ الرحمہ کے نقل کردہ الفاظ کے قریب قریب ہیں۔عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس نے غصہ کو روک لیا،اللہ تعالیٰ اس کے عیب چھپا لے گا۔" یہ روایت موضوع کے قریب تر ہے۔کیونکہ عبدالرحمٰن بن قیس ضبی کو امام ابوزرعہ نے جھوٹا کہا ہے اور اس کے شیخ سکین بن ابی سراج کو منکرالحدیث اور ابن حبان نے اسے جھوٹی روایات بیان کرنے والا کہا ہے۔

۱۵۱۲: وَلَهُ شَاهِدٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عِنْدَ ابْنِ أَبِي الدُّنْيَا.

كتاب الصمت: ٢١، المعجم الكبير: ١٣٦٤٦، المعجم الاوسط: ٦٠٢٣

تنبیہ: اس روایت کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں عمرو بن دینار عن ابن عمر نقل کیا ہے جبکہ المعجم الاوسط میں عمرو بن دینا عن عمر۔ممکن ہے کہ مطبوعہ المعجم الاوسط میں لفظ؛ابن؛ ساقط ہو گیا ہو۔

۱۵۱۲: اس کی شاہد روایت ابن ابی الدنیا نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت سخت ضعیف ہے۔اس لیے یہ روایت بطور استشہاد مفید نہیں۔

۱۵۱۳:وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خَبٌّ ,وَلَا بَخِيلٌ ,وَلَا سَيِّءُ الْمَلَكَةِ" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَفَرَّقَهُ حَدِيثَيْنِ ,وَفِي إِسْنَادِهِ ضَعْفٌ.

الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فى البخل: ١٩٦٣، ١٩٤٦، احمد: ١/٤،٧، المعجم الاوسط: ٩٣٠٨

۱۵۱۳: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"دھوکہ باز،کنجوس اور بد اخلاق آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" (ترمذی نے اسے دو روایات کی صورت میں بیان کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔)

لغوی تحقیق: خب: خاء مفتوح اور باء مشدد،دھوکہ باز،فراڈیہ۔ الملكة: میم اور لام مفتوح۔ **المعجم الوسیط** میں ہے کہ اس سے مراد وہ وصف ہے جو نفس میں راسخ ہو جائے یعنی ایسا اچھا یا برا وصف جو فطرت ثانیہ بن جائے۔بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے خادموں کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں۔

تشریح: یہ روایت صدقہ بن موسیٰ کی وجہ سے ضعیف ہے۔امام طبرانی نے قدر کمی وبیشی کے ساتھ ایک دوسرے طریق سے نقل کی ہے اور وہ روایت جابر جعفی کی وجہ سے ضعیف ہے،تاہم اس کی شاہد روایات متعدد ہیں۔زیر مطالعہ روایات میں تین قسم کے لوگوں کی مذمت بیان کی گئی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ زیر مطالعہ حدیث میں بیان کئے گئے تینوں جرم نہایت قبیح ہیں،لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ لوگ دائمی جہنمی ہیں بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنے ان جرائم کی سزا بھگتنے سے پہلے جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

۱۵۱۴:وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ تَسَمَّعَ حَدِيثَ قَوْمٍ ,وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ صُبَّ فِي أُذُنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" يَعْنِي الرَّصَاصَ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، كتاب التعبير، باب من كذب فى حلمه: ٧٠٤٢، ابوداود: ٥٠٢٤، الترمذى: ١٨٢٠، ابن حبان: ٥٦٨٦، المعجم الاوسط: ٣٧٢٦

۱۵۱۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جو شخص کسی قوم کی سرگوشی سننے کی کوشش کرے اور وہ ناپسند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوں تو قیامت کے روز اس کے کانوں میں آنک ڈالا جائے گا۔" آنک سے مراد سیسہ ہے۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: **تسمع**: یہ باب تفعل سے فعل ماضی ہے، باب تفعل کے خواص میں ایک خاصہ تکلف بھی ہے یعنی سننے کی کوشش کرے۔ طبرانی اور ابن حبان میں باب افتعال استعمال ہوا ہے اور اس میں یہ وضاحت بھی ہے کہ وہ اس سے دور رہنے کی کوشش کریں۔ **صب**: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے صاد مضموم ہے، ڈالا جائے گا۔ **الآنک**: ہمزہ پر مد اور نون مضموم، خالص سیسہ۔

تشریح: کسی کی سرگوشی سننے کی کوشش کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اگر کوئی کسی کے دروازے پر کان لگا کر ان کی باتیں سننے کی کوشش کرے اور گھر والے کوئی چیز مار کر اس کا کان یا آنکھ وغیرہ ضائع کر دیں تو ان پر کوئی ضمان نہیں۔

فقہی احکام: کسی کی سرگوشی سننے کی کوشش کرنا حرام ہے۔ اس حدیث سے فون ٹیپ کرنے کی ممانعت بھی ثابت ہوتی ہے، البتہ ملکی اور ملی مصالح کی خاطر سرگوشی سننے والا اس حدیث کا مصداق نہ ہوگا۔

۱۵۱۵: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم " طُوبَى لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عُيُوبِ النَّاسِ " أَخْرَجَهُ الْبَزَّارُ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

البزار: ۱۶۷۳، الجامع الصغير: ۳۶۴۴، الحلية: ۲۰۲/۳، اتحاف السادة المتقين: ۴۳۸/۷

۱۵۱۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مبارک ہو ان حضرات کیلئے جنہیں اپنے عیوب نے لوگوں کے عیوب سے مستغنی رکھا۔" (اسے بزار نے حسن سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: **طوبی**: طاء مضموم اور آخر میں الف مقصورہ، جنت کے ایک درخت کا نام ہے، یہ درخت اتنا عظیم ہے کہ اگر سوار سو سال تک مسلسل چلتا رہے تو وہ اس کے سایہ سے باہر نہیں نکل سکتا۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد آخرت کی من پسند زندگی ہے۔ نیز یہ لفظ مبارکباد دینے کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

تشریح: یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد طرق سے منقول ہے۔ امام عراقی کہتے ہیں کہ یہ تمام طرق سے ضعیف ہے۔ علامہ ہیثمی کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں نضر بن محرز وغیرہ راوی ضعیف ہیں۔ ان بیانات سے یہ واضح ہوا کہ اس روایت کے تمام طرق ضعیف ہیں، ممکن ہے کہ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جمیع طرق کی وجہ سے اسے حسن کہا ہو۔ اس روایت میں دارین کی فوز و فلاح کا ایک نہایت اہم ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جو شخص لوگوں پر تنقید کرنے کی بجائے اپنی غلطیوں کی اصلاح میں لگا رہتا ہے وہ سعادت مند ہے اور اس کیلئے جنت میں طوبیٰ نامی درخت ہے اور آخرت کی من پسند زندگی ہے۔

فقہی احکام: دوسروں کے عیب تلاش کرنے کی بجائے اپنی غلطیوں کی اصلاح پر توجہ دینی چاہیے۔

۱۵۱۶: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم " مَنْ تَعَاظَمَ فِي نَفْسِهِ ,وَاخْتَالَ فِي مِشْيَتِهِ ,لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ " أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

الحاكم: ۶۰/۱، احمد: ۱۱۸/۲، الادب المفرد: ۵۴۹، سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۵۴۳

۱۵۱۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے خود کو بڑا تصور کیا اور اکڑ کر چلا، وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہوگا۔" (اسے حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: **تعاظم**: خود کو بڑا سمجھنا، کسی آدمی کا اپنے بارے میں یہ خیال رکھنا کہ وہ بڑا ہے۔ **اختال**: تکبر کیا، یعنی تکبر کا عملاً اظہار کرنا۔ **مشیة**: مصدر میمی ہونے کی وجہ سے میم مکسور اور شین ساکن ہے یعنی چال۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اس روایت کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے، امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، علامہ منذری اور علامہ ہیثمی نے اس کے رواۃ کو رجال صحیح کہا ہے۔ تکبر، اللہ تعالیٰ کا وصف خصوصی ہے، جو شخص تصنع اور بناوٹ سے خود میں یہ وصف پیدا کرنے یا ظاہر کرنے کی کوشش کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے ذلیل وخوار کر دے گا اور قیامت کے روز اس پر سخت ناراض ہوگا۔

فقہی احکام: تکبر خواہ کلام میں ہو یا چال میں، ہر اعتبار سے مذموم ہے اور اللہ تعالیٰ کی شدید ناراضگی کا سبب ہے۔

۱۵۱۷: وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "اَلْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ, وَقَالَ حَسَنٌ.

الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی التانی و العجلة: ۲۰۹۸، البیهقی: ۱۰/۱۰۴

۱۵۱۷: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جلد بازی شیطانی شیوہ ہے۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: العجلة: عین اور میم مفتوح، جلد بازی۔

تشریح: علامہ منذری نے اس کے رواۃ کو رجال صحیح کہا ہے، لیکن علامہ البانی نے عبد المہیمن کی وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے۔ اس روایت میں جلد بازی کی مذمت کی گئی ہے اور جلد بازی کی ممانعت کا مفہوم ہرگز یہ نہیں کہ امور ومعاملات کی سرانجام دہی میں بلا جواز تاخیر کی جائے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان غور وفکر کو بالا طاق رکھ کر ان کے انجام کی پرواہ کیے بغیر کام کر گزرے۔

فقہی احکام: (۱) امور ومعاملات کی انجام دہی سے پہلے اس کے انجام پر غور وفکر کرنا ضروری ہے۔

(۲) جو امور مشاورت طلب ہوں، ان کے بارے میں مشاورت کر لینا ضروری ہے۔ (۳) بلا وجہ تاخیر درست نہیں۔

۱۵۱۸: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ "اَلشُّؤْمُ سُوءُ الْخُلُقِ" أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَفِي إِسْنَادِهِ ضَعْفٌ.

احمد: ۶/۸۵، الحلیة: ۶/۱۰۳، المعجم الاوسط: ۴۳۵۷، ابوداود: ۵۱۶۲، المطالب العالیة: ۲۶۰۰

۱۵۱۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بد خلقی نحوست ہے۔" (اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کمزوری ہے۔)

لغوی تحقیق: الشؤم: سین مضموم اور ہمزہ ساکن، یہ برکت کا متضاد ہے۔ سوء الخلق: بد خلقی۔

تشریح: اس روایت کو امام احمد اور امام طبرانی نے نقل کیا ہے اور یہ ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کی ایک شاہد روایت انہیں الفاظ کے ساتھ حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ روایت بعض بنی رافع کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ بد خلقی کی نحوست کی بابت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "بد خلقی اعمال صالح کو ایسے برباد کر دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔" یہ روایت داؤد بن محبر کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۵۱۹: وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "إِنَّ اللَّعَّانِينَ لَا يَكُونُونَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن لعن الدواب: ۲۵۹۸، الادب المفرد: ۳۱۶، ابوداود: ۴۹۰۷، احمد: ۶/۴۴۸، البیهقی: ۱۰/۱۹۳، الحاکم: ۱/۴۸، ابن حبان: ۵۷۴۶

۱۵۱۹: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بلا شبہ قیامت کے روز بہت زیادہ لعنت کرنے والے نہ سفارش کر سکیں گے اور نہ گواہی دے سکیں گے۔" (مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: قبول شہادت کیلئے عدالت شرط ہے اور قبول سفارش کیلئے امانت شرط ہے۔ بہت زیادہ لعنت کرنے والے نہ تو عادل ہوتے ہیں اور نہ ایماندار۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ بہت زیادہ لعنت کرنے والا مسلمان نہیں ہوتا۔

۱۵۲۰: وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ ,لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ ,وَسَنَدُهُ مُنْقَطِعٌ.

الترمذی، ابواب صفۃالقیامۃ: ۲۶۳۳، الکامل لابن عدی: ۲۱۸۱

۱۵۲۰: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی مسلمان کو کسی گناہ کی عار دلائے گا وہ موت سے قبل وہی گناہ ضرور کرے گا۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن کہا ہے، لیکن اس کی سند منقطع ہے۔)

لغوی تحقیق: عیر: عین مفتوح اور یاء مشدد، عار دلائی۔

تشریح: یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے یعنی ایک تو اس میں انقطاع ہے اور دوسری علت یہ ہے کہ اس کا ایک راوی محمد بن الحسن بن ابی یزید نہایت مجروح ہے۔ علامہ صنعانی کا کہنا ہے کہ یہ روایت شواہد کی بنا پر حسن ہے۔ اس حدیث میں اس شخص کیلئے وعید ہے جو اپنے بھائی کو ذلیل کرنے کیلئے سرعام اسے کسی گناہ پر عار دلاتا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اسے تو حکم تھا کہ وہ اپنے بھائی کے گناہ پر پردہ ڈالے لیکن اس نے تعمیل حکم کی بجائے اس کے گناہ کی تشہیر شروع کر دی۔

۱۵۲۱: وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ ,فَيَكْذِبُ ; لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ ,وَيْلٌ لَهُ ,ثُمَّ وَيْلٌ لَهُ " أَخْرَجَهُ الثَّلَاثَةُ ,وَإِسْنَادُهُ قَوِيٌّ.

ابوداود، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب: ۴۹۹۰، الترمذی: ۲۳۱۵، احمد: ۵/۲، ۳، الدارمی: ۲۷۰۲، النسائی: ۱۴۶

۱۵۲۱: حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اس کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس کیلئے تباہی ہے جو لوگوں کو خوش کرنے کیلئے جھوٹی باتیں سناتا ہے، اس کیلئے پھر تباہی ہے، پھر تباہی ہے۔" (اسے تینوں نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔)

لغوی تحقیق: ویل: ہلاکت، یہ بھی کہا گیا ہے کہ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔

تشریح: اس روایت کی سند کو مؤلف رحمہ اللہ نے قوی اور امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔ اول تو جھوٹ بولنا ہی نہایت قبیح فعل اور نفاق کی علامت ہے، لیکن اسی جھوٹ کو اگر لوگوں کو خوش کرنے کا ذریعہ بنا لیا جائے تو یہ مزید گھناؤنا جرم بن جاتا ہے۔ یہ مرض عرصہ دراز سے مسلم معاشرے میں بھی چلا آ رہا ہے، بعض حکمران اور سلاطین نے تو باقاعدہ مسخرے رکھے ہوتے تھے جو من گھڑت کہانیوں سے محفل کو مسرور کرتے تھے اور بعض واعظین کا بھی یہ محبوب مشغلہ ہے۔

فقہی احکام: لوگوں کو خوش کرنے کیلئے جھوٹی حکایات، جھوٹے لطیفے یا جھوٹی باتیں سنانا حرام ہیں۔

۱۵۲۲: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " كَفَّارَةُ مَنِ اغْتَبْتَهُ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهُ" رَوَاهُ الْحَارِثُ بْنُ أَبِي أُسَامَةَ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ.

مسند الحارث: ۱۰۸۷، الصمت: ۲۹۱، الکامل لابن عدی: ۲۴۷/۳، الموضوعات لابن جوزی: ۱۱۸/۳، المطالب العالیۃ: ۲۶۹۲، اتحاف الخیرۃ: ۷۲۳۷، ۹۵۵۹

۱۵۲۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی کی غیبت کرنے کا کفارہ اس کیلئے دعائے استغفار کرنا ہے۔" (اسے حارث بن ابی اسامہ نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اس روایت کو ابن جوزی نے موضوع، امام بیہقی، امام سخاوی اور مؤلف رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ علامہ بوصیری نے اس کے ضعف کی علت عنبسہ بن عبدالرحمٰن کا ضعیف ہونا قرار دیا ہے۔ لیکن امام سخاوی کا کہنا ہے کہ اس روایت کی شاہد روایت بھی ہے۔

۱۵۲۳: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "أَبْغَضُ الرِّجَالِ إِلَى اللّٰهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم: کتاب العلم، باب فی الالد الخصم: ۲۶۶۸، البخاری: ۲۴۵۷، ۴۵۲۳، ۷۱۸۸، الترمذی: ۲۹۷۶، النسائی: ۸/۲۴۷، احمد: ۶/۵۵، ۶۳، ابن حبان: ۵۶۹۷، البیهقی: ۱۰/۱۰۸

۱۵۲۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانوں میں ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو شخص جھگڑالو ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: الالد: سخت جھگڑالو، باطل کا دفاع کرنے والا

تشریح: اس حدیث میں بات بات پر جھگڑنے اور باطل کا دفاع کرنے والے کی مذمت کی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں اس فعل کو کافی گناہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی انھیں الفاظ سے ہے۔

فقہی احکام: بات بات پر جھگڑنا اگرچہ قابل مذمت ہے تاہم حق کے دفاع کیلئے بحث ومباحثہ محمود عمل ہے۔

۵۔ بَابُ التَّرْغِيْبِ فِيْ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ اچھے اخلاق کی رغبت دلانے کا بیان

لغوی تحقیق: ترغیب: کسی چیز کی رغبت ولالچ دینا، صاحب مصباح کا کہنا ہے کہ جب کسی چیز کے کرنے کا ارادہ ہو تو پھر متکلم کہتا ہے: رغبت فی شیء؛ اور جب نہ کرنے کا ارادہ ہو تو پھر کہتا ہے؛ رغبت عنہ؛ یعنی جب اس مادہ کے بعد؛ عن؛ آجائے تو پھر یہ مادہ متضاد معنی دیتا ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت متعدد ایسی احادیث درج کی ہیں جو اخلاق فاضلہ اور آداب نبویہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ اسی مناسبت سے مؤلف رحمہ اللہ نے ؛باب الترغیب فی مکارم الاخلاق ؛عنوان قائم کیا ہے۔

۱۵۲۴: عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ, فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ, وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ, وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ, وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ, حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيقًا, وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ, فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ, وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ, وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ, وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ, حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الادب، باب وما ینهی عن الکذب: ۶۰۹۴، مسلم: ۲۶۰۷، ابوداود: ۴۹۸۹، الترمذی: ۲۰۵۵، احمد: ۱/۳۸۴، ۴۳۲، ابن حبان: ۵۷۳۴، المعجم الاوسط: ۷۵۶۰

۱۵۲۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سچائی کو لازم پکڑو، بلاشبہ سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف راہنمائی کرتی ہے، آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور راست بازی کا متلاشی رہتا ہے تا آنکہ اسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک راست باز لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ گناہوں کی راہ دکھاتا ہے اور گناہ آگ کی طرف لے چلتا ہے اور آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور دروغ گوئی کا متلاشی رہتا ہے تا آنکہ وہ اللہ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: علیکم بالصدق: فعل؛ الزموا؛ کو حذف کر کے علیکم کو اس کا قائم مقام بنا دیا گیا ہے، یعنی لازم پکڑو۔ صدیقا: یہ مبالغہ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صیغہ ہے اوراس کی تنوین تعظیم کیلئے ہے، یعنی اعلیٰ درجہ کے قابل احترام، راست باز۔ کتب: یہ بمعنی یحکم لہ ، یعنی اس پر صدیق یا کذاب ہونے کا حکم لگا دیا جاتا ہے۔

تشریح: اسی مفہوم کی حدیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اس میں مزید صراحت بھی ہے کہ سچائی اور نیکی جنت میں ہوں گی۔ حضرت مازن بن غضوبہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی سچائی کو اختیار کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ راست بازی جنت کی اور دروغ گوئی جہنم کی کلید ہے، لہٰذا ایک مسلمان کیلئے لازم ہے کہ وہ جھوٹ سے مکمل طور پر اجتناب کرے اور سچائی کو زندگی کا ساتھی بنائے۔ راست بازی ایک کسبی عمل ہے اور یہ مجاہدہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور جبکہ جھوٹ ذاتی مفادات کی پیداوار اور گناہوں کا محافظ ہے۔

۱۵۲۵: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ " إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ ,فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تنبیہ: اس کی تشریح اور تخریج حدیث نمبر ۱۴۹۳ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۵۲۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بدگمانی کرنے سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے" متفق علیہ

۱۵۲۶: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ بِالطُّرُقَاتِ" قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا لَنَا بُدٌّ مِنْ مَجَالِسِنَا ; نَتَحَدَّثُ فِيهَا قَالَ" فَأَمَّا إِذَا أَبَيْتُمْ ,فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ " قَالُوا وَمَا حَقُّهُ؟ قَالَ " غَضُّ الْبَصَرِ ,وَكَفُّ الْأَذَى, وَرَدُّ السَّلَامِ ,وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ ,وَالنَّهْيُ عَنْ الْمُنْكَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الاستئذان، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿یا ایھاالذین آمنو......﴾: ۶۲۲۹، الادب المفرد: ۱۱۵۰، مسلم: ۲۱۲۱، ابوداود: ۴۸۱۵، احمد: ۳۶/۳، ابن حبان: ۵۹۵، البیھقی: ۹۴/۱۰

۱۵۲۶: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "راستوں میں بیٹھنے سے اجتناب کرو۔" صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! راستوں میں بیٹھنا ہماری مجبوری ہے، کیونکہ وہاں بیٹھ کر ہم بات چیت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تمہارے لیے تعمیل حکم ممکن نہیں تو پھر راستہ کا حق ادا کرو۔" صحابہ نے عرض کیا، راستہ کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نگاہ نیچے رکھنا، اذیت دینے سے گریز کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: ایاکم: محلاً منصوب ہے کیونکہ یہ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے اوراس کی تقدیر؛ احذروا ؛ یا؛ اتقوا ؛ ہے ۔ الجلوس: یہ ایاکم کا معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ الطرقات: طاء اور راء مضموم، یہ طریق کی جمع ہے، راستہ۔ مالنا بد: باء مضموم اور دال مشدد، اس کا استعمال نفی کے ساتھ ہی ہوتا ہے، ہمارا اس کے علاوہ چارہ نہیں۔ ابیتم: یہ الاباء سے ماخوذ ہے۔ علامہ راغب فرماتے ہیں کہ اباء کا معنی امتناع ہے اور امتناع کا معنی فقط اباء نہیں، یعنی اگر تعمیل حکم تمہارے لیے ممکن نہیں۔ غض البصر : نگاہ نیچی رکھنا۔ یہاں یہ نہیں بتایا گیا کہ نگاہ کس سے نیچی رکھیں؟ یہ عادتاً معلوم ہے کہ اس سے مراد خواتین ہی ہیں۔

فقہی احکام: بلا عذر راستوں پر بیٹھنا ممنوع ہے۔ اگر کوئی عذر ہو تو چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ (۱) نگاہیں اس راستہ سے گزرنے والی خواتین کا پیچھا نہ کریں۔ (۲) راستہ کو مکمل طور پر بند کر کے گزرنے والوں کیلئے اذیت کا سبب نہ بنیں۔ (۳) شادی اور دیگر تقریبات کیلئے راستہ بند کرنا جائز نہیں۔ (۴) سلام کا جواب دیا جائے۔ (۵) برائی سے منع کریں۔ (۶) کچھ امور ایسے ہیں جن کے تحت راستوں میں بیٹھنا فضیلت کا حامل ہے مثلاً (۱) مسافروں کو راستہ بتانا۔ (۲) مظلوم کی مدد کرنا۔ (۳) کمزور اور بوڑھوں کا بوجھ اٹھا کر راستہ عبور کروانا۔ (۴) غمزدوں کی دادرسی کرنا۔

۱۵۲۷: وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا ,يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البخاری، کتاب العلم، باب من یرد الله به خیراً یفقه فی الدین: ۷۱، الدارمی: ۲۲۴، ابن حبان: ۸۹، المعجم الاوسط: ۱۴۵۹، ۳۳۱۲، ۵۴۲۰، ۶۷۹۰، ۷۹۵۳، ۸۶۰۹، ۸۷۶۱، ۹۱۵۴، مسلم: ۱۰۳۷، احمد: ۴/۱۰۱، ابن ماجة: ۲۲۱

۱۵۲۷: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: من: اسم شرط ہے، یہ دو فعلوں کو جزم دیتا ہے۔ یرد: یاء مضموم راء مکسور اور دال فعل شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم، ارادہ فرماتا ہے۔ یفقھہ: علامت مضارع مضموم، قاف مشدد مکسور اور ھاء اول مجزوم، یہ فقہ سے مشتق ہے، فقہ کے لغوی معنی فہم کے ہیں۔ شرعاً ایسا علم ہے جس میں ادلة تفصیلة سے استدلال کر کے فروعی احکام شرعیہ اخذ کیے جاتے ہیں۔ الدین: دال مکسور، اسلام۔

تشریح: اسی مفہوم کی احادیث حضرت عمر بن خطاب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں، ان احادیث میں تفقہ فی الدین کی اہمیت و عظمت کا بیان ہے، تفقہ فی الدین وہ ملکہ ہے جو ایمان، شرائع اسلام، حقائق، الاحسان، حلت وحرمت کی معرفت کے اصولوں پر مشتمل ہو، یہ ملکہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر خصوصی عنایت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ جس بندے کے ساتھ خصوصی پیار کرتا ہے اسے تفقہ فی الدین کا ملکہ عطا فرما دیتا ہے۔ تفقہ فی الدین کا ملکہ اگر چہ وہبی ہے تاہم کسی قدر کسبی بھی ہے۔ یعنی جو آدمی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ہی عطا فرماتا ہے اور جو تفقہ فی الدین حاصل کرنے کی بجائے آنکھیں بند کر کے اپنے جیسے انسانوں کے پیچھے چلنا شروع کر دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اس خصوصی عنایت سے محروم رہتا ہے، جیسا کہ مسند ابی یعلیٰ میں منقول ہے کہ "جو تفقہ فی الدین حاصل نہیں کرتا، اس کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں۔"

فقہی احکام: (۱) تفقہ فی الدین اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت ہے، اسے حاصل کرنے کی انتھک کوشش ضروری ہے۔

(۲) دوسروں کے پیچھے آنکھیں بند کر کے چلنا تفقہ فی الدین سے بے رغبتی کا اظہار ہے۔

۱۵۲۸: وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَا مِنْ شَيْءٍ فِي الْمِيزَانِ أَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ.

ابوداود، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق: ۴۷۹۹، الترمذی: ۲۰۸۷، احمد: ۶/۴۴۲، ۴۴۸، ۴۵۱، المعجم الاوسط: ۴۲۱۰، البزار: ۱۹۷۵، البغوی: ۳۴۹۶، ابن حبان: ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۱

۱۵۲۸: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میزان میں حسن خلق سے وزنی کوئی چیز نہیں ہوگی۔" (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: اس روایت کو علامہ سیوطی نے الجامع الصغیر میں حسن کہا ہے، امام عراقی نے احیاء العلوم کی تخریج میں اس کی شواہد احادیث بھی نقل کی ہیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ "مسلمان کو حسن خلق سے زیادہ افضل کوئی چیز نہیں دی گئی۔" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "مومنوں میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔" انسان روح اور جسم سے عبارت ہے۔ مادی جسم بصارت کے ذریعے ادراک کرتا ہے جبکہ نفس بصیرت کے ذریعے ادراک کرتا ہے، اخلاق کا تعلق نفس سے ہے اور اس کی دو اقسام ہیں۔ خلق حسنة اور خلق سیئة۔ اگر انسان سے افعال جمیلہ کا صدور ہو تو اسے خلق حسنة کہتے ہیں اور اگر اس سے افعال قبیحہ کا صدور ہو تو اسے خلق سیئة کہتے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) قیامت کے روز ترازو قائم کیا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) قیامت کے روز قائم ہونے والے ترازو میں غیر مادی اشیا کا بھی وزن کیا جا سکے گا۔ (۳) غیر مادی اشیا بھی وزن رکھتی ہیں۔

۱۵۲۹: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم " اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الایمان، باب الحیاء من الایمان: ۲۴، مسلم: ۳۶، الادب المفرد: ۶۰۲، ابوداود: ۴۷۹۵، الترمذی: ۲۶۱۲، النسائی: ۸/۱۲۱، ابن ماجة: ۵۸، احمد: ۲/۹، ۵۶، ۱۴۷، المؤطا: ۲/۹۰۵، ابن حبان: ۶۰۸-۶۱۰، ۵۷۰۴، المعجم الاوسط: ۴۴۶۸، ۵۰۵۱، ۸۳۰۹، ۸۶۰۲، ۸۹۹۹

۱۵۲۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حیا ایمان کا حصہ ہے۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: الحیاء: انسان کو معیوب کام کرنے پر خوف کی وجہ سے جس تغیر وانکساری کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی کیفیت کا نام حیا ہے۔ شرعی اصطلاح میں افعال قبیح سے اجتناب کرنے اور حق دار کی حق تلفی سے روکنے والی قوت کا نام حیا ہے۔

تشریح: حیا اگرچہ عطیہ خداوندی ہے تاہم اس میں انسانی کوشش کو بھی بڑا دخل ہے، جس شخص میں یہ ایمانی وصف پیدا ہو جاتا ہے وہ شخص عصیان ومعاصی سے دور رہتا ہے، حیا تفقہ فی الدین اور تعلیم وتعلم میں آڑے نہیں آتا اور جو شخص یہ کہے کہ میں حیا کی وجہ سے مسائل شرعیہ دریافت نہیں کر سکتا، ہم اس کی اس کیفیت پر حیائے شرعیہ کا طلاق نہیں کریں گے، کیونکہ یہ کیفیت نہ تو حیا ہے اور نہ یہ ایمان کا حصہ ہے، البتہ بعض رشتے ایسے ہیں جن سے خصوصی مسائل دریافت کرتے وقت حیا آڑے آ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، تاہم حیا کو آڑے نہ آنے دینا بہتر ہے۔

اسی مفہوم کی احادیث حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوبکرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ حیا اور ایمان کا چولی دامن کا ساتھ ہے، اور یہ کبھی ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے۔ حضرت ابوبکرہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث میں ہے کہ حیا اور ایمان دونوں جنت میں ہیں۔

۱۵۳۰: وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم " إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى إِذَا لَمْ تَسْتَحِ, فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ " أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الادب، باب اذا لم تستح فاصنع ماشئت: ۶۱۲۰، الادب المفرد: ۵۹۷، ۱۳۲۲، ابوداود: ۴۷۹۷، ابن ماجة: ۴۱۸۳، احمد: ۴/۱۲۱، ابن حبان: ۶۰۷

۱۵۳۰: حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پہلی نبوت کے کلام میں سے لوگوں کو یہ کچھ ملا ہے کہ جب تو حیادار نہ رہے تو پھر جو چاہے سو کر۔" (بخاری)

لغوی تحقیق: النبوة الاولیٰ: اس سے مراد وہ امور ہیں جو تمام انبیاء کی شریعتوں میں مشروع اور مستحسن رہے ہیں اور کسی نبی کی شریعت میں بھی وہ منسوخ نہیں رہے۔ اذالم تستح فاصنع ماشئت: جب تجھ سے حیا رخصت ہو جائے تو پھر تیرے لیے افعال قبیحہ کے ارتکاب سے کوئی چیز مانع نہیں، لہٰذا تو ہر قسم کی قبیح حرکت کا ارتکاب کر سکتا ہے۔

تشریح: حیا ایک ایسی نفیس اور عمدہ صفت ہے جو تمام انبیا ورسل اور ان کی امتوں کو بطور ترکہ ملتی رہی ہے اور کسی شریعت یا کسی عہد میں بھی اس میں انقطاع نہیں آیا اور یہ وراثتاً منتقل ہوتی ہوتی امت مرحومہ تک پہنچ گئی ہے۔ اس حدیث شریف سے یہ واضح ہوا کہ حیا انسان کو حرکات مذمومہ اور افعال قبیحہ سے دور رکھتا ہے اور جو شخص اس نعمت سے محروم ہو وہ ہر اس قبیح حرکت کا ارتکاب کر سکتا ہے جو فطرت سلیم کا مالک انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہی احکام: (۱) حیا ایک ایسا انمول جوہر ہے جو انسان کو افعال قبیحہ سے محفوظ رکھتا ہے۔
(۲) مومن کیلئے حیا وصف لازم ہے۔ (۳) جس میں حیا نہیں اس کا ایمان ناقص ہے۔

۱۵۳۱: وَعَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ, وَفِی كُلٍّ خَيْرٌ, اِحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ, وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ, وَلَا تَعْجَزْ, وَإِنْ أَصَابَكَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّی فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا, وَلَكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللَّهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ; فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب القدر، باب فی الامر بالقوة: ۲۶۶۴، ابن ماجة: ۷۹، ۴۱۶۸، احمد: ۲/ ۳۶۶، ۳۷۰، ابن حبان: ۵۷۲۱، ۵۷۲۲، عمل الیوم واللیلة للنسائی: ۶۲۳، ۶۲۴، الطحاوی: ۲۶۰، ۲۶۱، الحلیة: ۱۰/۲۹۶، البیہقی: ۱۰/۸۹

۱۵۳۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قوی مومن بہتر ہے اور وہ اللہ کو ضعیف مؤمن سے زیادہ محبوب ہے، ویسے تو ہر مومن میں بھلائی ہے، جو چیز تیرے لیے زیادہ نفع بخش ہے اس کی طمع کر، اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر، اور احساس کمتری کا شکار مت بن، اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو ایسا مت کہو، کاش! یہ کام میں نے ایسے کیا ہوتا، لیکن یہ کہو، اللہ تعالیٰ نے جو مقدر فرمایا اور جو چاہا سو کر دیا، کیونکہ لفظ "لو" شیطانی عمل کا دروازہ کھولتا ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: قدر : قاف اور دال مفتوح، مقدر فرمایا۔ لو : اس کا استعمال عموماً اس وقت کیا جاتا ہے جب کوئی کام خلاف مراد واقع ہو اور کہنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو میرا فلاں کام میرے مقصود کے خلاف نہ ہوتا، گویا یہ جملہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی نہ ہونے کے مترادف ہے، جب کہ مؤمن کیلئے اللہ تعالیٰ کی رضا پر شاکر رہنا لازم ہے، اس لیے اس کا مذکورہ طریقے سے استعمال ممنوع ہے، اگر کوئی شخص خیر کی تمنا کیلئے لفظ "لو" کا استعمال کرتا ہے تو یہ محمود اور پسندیدہ عمل ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حج تمتع کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا: لو ستقبلت امری ماستدبرت ما سقت الهدی و لأحللت معکم: "جس چیز کا علم مجھے بعد میں ہوا اگر وہ پہلے ہو جاتا تو قربانی کا جانور لے کر نہ چلتا اور تمہارے ساتھ احرام کھول دیتا۔" تفتح عمل الشیطان : لفظ لو کے ذریعے چونکہ اس ضرر کی صورت میں حزن وملال اور تاسف کا اظہار کیا جاتا ہے، جبکہ محمود عمل اس موقع پر صبر کرنا ہے اور محمود عمل صبر کو ترک کر کے حزن وملال کو اختیار کرنا شیطانی عمل کو راہ دیتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں مومن کی فضیلت بیان ہوئی ہے لیکن طاقت ور مومن کی فضیلت کا خصوصی تذکرہ ہے، کیونکہ طاقت ور مومن جہاد کرتا ہے محتاج وناتواں لوگوں کا سہارا بنتا ہے اور فرائض کی ادائیگی زیادہ تندہی سے کرتا ہے۔ اس حدیث میں دین ودنیا کے منافع بخش کام کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے، سب سے بڑا منافع بخش کام اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری ہے، کیونکہ سعادت ابدی کا انحصار اسی پر ہے۔ کسب حلال بھی ایک نہایت منافع بخش کام ہے، کیونکہ اس کے ذریعے انسان اپنے اہل وعیال کی کفالت کرتا ہے اور محتاج ونادار لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ منافع بخش کام بھی تبھی ہو سکتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید شامل حال ہو۔ بنا بریں کوشش کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ اس حدیث میں عجز وکسالت سے منع کیا گیا ہے، عجز وکسالت دو طرح کی ہے (۱) کام کاج چھوڑ کر بیٹھ جائے۔ (۲) اللہ سے استعانت طلب کرنا چھوڑ دے۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی مشیت پر راضی رہنے اور آفات وناکامیوں پر صبر سے کام لینے کا درس بھی دیا گیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) محنت کرنی چاہیے لیکن کام کا انجام اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا چاہیے۔ (۲) آفات وناکامیوں کی صورت میں حزن وملال کی ناؤ میں بیٹھ کر تأسف کے سمندر میں غرق ہونے کی بجائے صبر کے سفینہ میں سوار ہو کر کامیابی کی معراج تک پہنچنا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۵۳۲:وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم " إِنَّ اللّٰهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا ,حَتَّى لَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ, وَلَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ " أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم: ۲۸۶۵، الطبرانی: ۱۷/۳۶۵، ابوداود: ۴۸۹۵، ابن ماجة: ۴۲۱۴، البیهقی: ۲۳۴/۱۰

۱۵۳۲:حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تواضع اختیار کرو، تا آنکہ کوئی دوسرے پر زیادتی نہ کرے اور نہ کوئی دوسرے پر فخر کرے۔"(مسلم)

لغوی تحقیق: تواضعوا: یہ تواضع سے مشتق ہے اور یہ تکبر کی ضد ہے، یعنی انکساری اختیار کرو۔ البغی: بغاوت وزیادتی۔

تشریح: کتاب وسنت کی متعدد نصوص میں تواضع اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تواضع اختیار کرنے والے کو بلند درجات کی نوید سنائی گئی ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں تواضع اختیار کرنے کے فوائد ذکر کیے گئے ہیں (۱) تواضع اختیار کرنے کی وجہ سے انسان دوسروں پر ظلم وزیادتی کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔(۲) تواضع اختیار کرنے سے انسان فخر سے محفوظ رہتا ہے۔

۱۵۳۳:وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ بِالْغَيْبِ ,رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَحَسَّنَهُ.

الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی الذب عن المسلم: ۲۰۱۳، احمد: ۲۷۶۰۶، بیان الوهم والایهام: ۱۴۰۴، المنتخب مسند عبدبن حمید: ۲۰۶، الاحکام الوسطی: ۱۰۵/۸

۱۵۳۳:حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس شخص نے اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کی عزت وآبرو کی حفاظت کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے چہرے کو آگ سے محفوظ رکھیں گے۔"(اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: رد: دفاع کیا۔ عرض: عین مکسور اور راء ساکن، عزت وآبرو۔

تشریح: امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ حافظ عبدالحق نے بھی اس پر حسن کا حکم لگایا ہے۔ امام ابن قطان فرماتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ حافظ عبدالحق نے اسے صحیح کیوں نہیں کہا۔ پھر فرماتے ہیں، مرزوق تیمی کی عدالت ثابت نہیں لہٰذا مجہول الحال ہونے کے مشابہ ہیں۔(واللہ اعلم)

فقہی احکام: اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کی عزت وآبرو کی حفاظت کرنا، خود کو جہنم سے بچانے کے مترادف ہے۔

۱۵۳۴:وَلِأَحْمَدَ ,مِنْ حَدِيثِ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ رضی اللہ عنہا نَحْوُهُ.

احمد: ۴۶۱/۶، کتاب الزهد لابن مبارک: ۶۸۶، الصمت: ۲۴۰/۱، الکامل لابن عدی: ۱۶۳۵/۴

۱۵۳۴:امام احمد نے اسی کی مثل روایت حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔

تشریح: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کو علامہ سیوطی، علامہ منذری اور علامہ ہیثمی نے حسن کہا ہے۔

۱۵۳۵:وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم " مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ ,وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا ,وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع: ۲۵۸۸، الترمذی: ۲۱۱۵، احمد: ۲۳۵/۲، ۳۸۶، الدارمی: ۱۶۷۶، ابن حبان: ۳۲۴۸، البیهقی: ۱۸۷/۴، المعجم الاوسط: ۲۲۹۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۵۳۵:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صدقہ مال کو کم نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والے کی عزت میں اضافہ کرتا ہے اور تواضع اختیار کرنے والے کو بلند فرماتا ہے۔" (مسلم)

تشریح: زیر مطالعہ حدیث تین جملوں پر مشتمل ہے، ہر جملے میں حکیمانہ بات ذکر ہوئی ہے۔(ا) صدقہ مال کو کم نہیں کرتا۔ اس کے تین معانی ہو سکتے ہیں (ا) صدقہ دینے سے مال پاک ہو جاتا ہے اور اس میں خیر و برکت ڈال دی جاتی ہے۔(ب) صدقہ خیرات کرنے والا جب صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کسی دوسری جانب سے اور زیادہ مال عطا کر دیتا ہے۔(ج) صدقہ خیرات کرنے والے کی آفات و مصائب کو دور کر دیا جاتا ہے اور اس کیلئے نیکیوں کا ذخیرہ کر دیا جاتا ہے، اس کا مال ادویات پر خرچ ہونے سے بچا رہتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والے کی عزت میں اضافہ کر دیتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کی محبت و الفت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور لوگ اس کی اس خوبی کی وجہ سے اس کی عزت و توقیر شروع کر دیتے ہیں۔

(۳) تواضع اختیار کرنے والے کو اللہ بلند کر دیتا ہے۔ یہ تینوں اوصاف اخلاق حسنہ کی اساس ہیں اور جس شخص میں یہ تینوں پائی جائیں وہ ایک عظیم آدمی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی مفہوم کی حدیث مروی ہے۔

۱۵۳۶:وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَّامٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوا السَّلَامَ, وَصِلُوا الْأَرْحَامَ, وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ, وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ, تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ.

الترمذی، ابواب صفة القیامة : ۲۶۱۶، ابن ماجة: ۱۳۳۴، ۳۲۵۱، احمد: ۲۸۲/۴، الدارمی: ۱۴۶۰، الحاکم: ۱۳/۳، ابن حبان: ۵۰۸

۱۵۳۶:حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! سلام کو عام کرو، صلہ رحمی کرو، کھانا کھلاؤ، رات کو اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں، تو جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: افشوا السلام: سلام کو عام کرو۔ نیام: نون مکسور اور یا مخفف، یہ نائم کی جمع ہے۔ تدخلوا الجنة بسلام: عذاب جہنم اور عذاب نار سے محفوظ رہ کر براہ راست جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

تشریح: باری تعالیٰ نے جنت کو جہنم کے پار بنایا ہے، بنا بریں جنت میں داخل ہونے والے ہر شخص کو جہنم سے گزرنا ہوگا، زیر مطالعہ حدیث میں چار ایسے خصائل حمیدہ کا ذکر ہے، جو شخص ان چاروں اوصاف سے متصف ہوگا وہ جہنم سے سلامتی سے گزر جائے گا، اور اسے کسی قسم کی تپش کا سامنا نہیں کرنا ہوگا۔ ان میں سے دو مقدم الذکر اوصاف کی تشریح احادیث نمبر ۱۴۴۹، ۱۴۵۹ کے ضمن میں بیان کی گئی ہے۔

واجبی صدقہ ادا کرنے کے بعد محتاج و نادار اور دوستوں و احباب کو کھانا کھلانا بڑی اہمیت و فضیلت کا حامل ہے، اللہ تعالیٰ نے سورۃ الدھر میں ایسے لوگوں کی نہایت خوبصورت الفاظ میں تعریف فرمائی ہے۔ فرض نماز کے بعد سب سے افضل صلاۃ اللیل ہے، تہجد اور تراویح اسی نماز کے نام ہیں۔ اور اس سے عشاء کی نماز کو تاخیر سے پڑھنا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اس حدیث کو امام حاکم اور امام ذہبی نے بھی صحیح کہا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم کی حدیث مروی ہے۔

۱۵۳۷:وَعَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم "الدِّينُ النَّصِيحَةُ" ثَلَاثًا قُلْنَا لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ "لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحة: ۵۵، ابوداود: ۴۹۴۴، النسائی: ۱۵۶/۷، احمد: ۱۰۲/۴، ابن حبان: ۴۵۷۴، ۴۵۷۵، جامع العلوم والحکم: ۱۰۴، ۱۰۵، الطبرانی: ۱۲۶۲۔۱۲۶۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۵۳۷:حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"دین سراپا خیر خواہی ہے۔" ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! کس کیلئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"اللہ کیلئے، اس کی کتاب کیلئے، اس کے رسول کے لیے، ائمہ مسلمین اور عوام کیلئے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: الدین :انکساری واطاعت۔ النصیحة :یہ ایک نہایت جامع لفظ ہے، اس کا اطلاق خالص صالح اعمال اور سچی توبہ پر بھی ہوتا ہے اور یہ فریب کا متضاد ہے، یعنی دین سراپا خیر خواہی ہے۔

تشریح: یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے۔ اس حدیث کا شمار ان تین احادیث میں ہوتا ہے جنہیں اسلام میں اساسی حیثیت حاصل ہے۔ محمد بن اسلم نے اسے ایک چوتھائی دین قرار دیا ہے۔ واضح رہے کہ نصیحت کرنا خواص مسلم میں سے ہے، جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"تین باتیں ایسی ہیں جن میں مسلمان شخص خیانت نہیں کرتا (ان میں سے ایک) اللہ، اس کے رسول ﷺ، اس کی کتاب اور عوام کیلئے نصیحت ہے۔" علامہ ابن رجب حنبلی نے نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے عرض کیا کہ اللہ کیلئے نصیحت سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس کے حقوق مخلوق کے حقوق پر مقدم رکھنا ہے۔ علامہ خطابی کا کہنا ہے کہ اس سے مراد منصوح لہ کی خیر خواہی ہے، علامہ رجب حنبلی فرماتے ہیں کہ نصیحت کے لغوی معنی خلوص کے ہیں۔

ان بیانات سے یہ واضح ہوا کہ؛ النصیحة للہ ؛ کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر صحیح اعتقاد اور اس کی عبادت میں اخلاص ہو۔ النصیحة لکتابہ: کا معنی ہے، یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن حکیم منزل من اللہ ہے اور اس کی ہدایات کی روشنی میں اپنی زندگی کے شب و روز بسر کرنے ہیں۔ النصیحة لرسول :کا مفہوم ہے کہ اس کی نبوت کی تصدیق کرنا، اور اس کے احکامات کی پیروی کرنا۔ النصیحة لأئمة المسلمین :کا مفہوم ہے کہ حکمرانوں کے ان تمام امور کی اتباع کرنا جو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف نہ ہوں۔ النصیحة لعامة المسلمین: کا مفہوم ہے، مسلمانوں کی راہنمائی ان کے مصالح کی طرف کرنا۔ امام محمد بن نصر المروزی نے نصیحت کی دو اقسام ذکر کی ہیں، فرض اور نفل۔ تفصیل کیلئے ان کی کتاب ؛تعظیم قدر الصلاة؛ یا علامہ رجب حنبلی کی ؛جامع العلوم و الحکم؛ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۵۳۸:وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " أَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ الْجَنَّةَ تَقْوَى اللَّهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ " أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی حسن الخلق: ۲۰۰۴، الحاکم: ۴/۳۲۴، ابن ماجة: ۴۲۴۶، الادب المفرد: ۲۹۰، ۲۹۵، ابن حبان: ۴۷۶

۱۵۳۸:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جنت میں جانے کا اکثر سبب اللہ تعالیٰ کا ڈر اور حسن خلق ہے۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: اس روایت کی شاہد روایات بہت سی ہیں، ان میں سے بعض اگرچہ ضعیف ہیں لیکن بعض حسن ہیں چنانچہ یہ روایت اپنے شواہد کی وجہ سے صحیح ہے۔

۱۵۳۹:وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " إِنَّكُمْ لَا تَسَعُونَ النَّاسَ بِأَمْوَالِكُمْ, وَلَكِنْ لِيَسَعْهُمْ بَسْطُ الْوَجْهِ, وَحُسْنُ الْخُلُقِ " أَخْرَجَهُ أَبُو يَعْلَى, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابو یعلی: ۶۵۵۰، الحاکم: ۱/۱۲۴، البزار: ۱۹۷۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۵۳۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم لوگوں میں رسائی اپنے مال کے ذریعے پیدا نہیں کر سکتے، لیکن خندہ پیشانی اور حسن خلق کے ذریعے کر سکتے ہو۔" (اسے ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: بسط الوجه: باء مفتوح اور سین ساکن، چہرے کی بشاشت۔ لا تسعون: تم رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔

تشریح: علامہ زین الدین عراقی نے اس روایت کو البزار اور ابو یعلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں، اس روایت کو علامہ علائی اور علامہ سیوطی نے حسن کہا ہے، تاہم امام ذہبی نے اس روایت پر سخت جرح کی ہے۔ اس حدیث میں یہ حکیمانہ بات بتائی گئی ہے کہ تم لوگوں کو اپنا مال خرچ کر کے راضی نہیں کر سکتے کیونکہ مال محدود اور لوگوں کی تعداد لامحدود ہے۔ چنانچہ لوگوں کو مال کے ذریعے راضی کرنا انسان کی بساط سے باہر ہے، جبکہ چہرے کی بشاشت لامحدود وسیلہ ہے اور لامحدود وسائل ہی سے لامحدود مسائل حل کرنے ممکن ہیں۔

۱۵۴۰: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ " أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

ابو داود، كتاب الادب، باب في النصيحة: ۴۹۱۸، الادب المفرد: ۲۳۸، ۲۳۹۰، المعجم الاوسط: ۲۱۳۵

۱۵۴۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مومن اپنے مومن بھائی کیلئے آئینہ ہے۔" (اسے ابو داؤد نے حسن سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: مرأة: میم مکسور اور راء ساکن، آئینہ

تشریح: امام زین الدین عراقی نے بھی اس روایت کی سند کو حسن کہا ہے۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کی شاہد روایت بھی منقول ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے نہایت بلیغ تشبیہ کے ذریعے وہ مقام و منزلت بیان کی ہے جو مومن کے نزدیک دوسرے مومن کی ہونی چاہیے، ایک مخلص مومن وہ ہے جو اپنے بھائی کیلئے وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، ہر مومن بلکہ ہر شخص اپنے لیے یہ پسند کرتا ہے کہ اگر اس سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اس کی سرعام تذلیل نہ ہو اور اس کا کوئی بھی خواہ علیحدگی میں اسے مطلع کر دے اس طرح تاکہ وہ چپکے سے اپنی اصلاح کر لے۔ چنانچہ ایک مومن اپنے بھائی کی اصلاح اسے تذلیل کیے بغیر کر سکتا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آئینہ کی بھی یہی خاصیت ہے، جب کوئی شخص آئینہ دیکھتا ہے تو آئینہ چپکے سے اسے اس کے چہرے کے داغ دھبوں سے خبردار کر دیتا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے اسی مناسبت سے ایک مومن کو دوسرے مومن کیلئے آئینہ قرار دیا ہے۔

۱۵۴۱: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " اَلْمُؤْمِنُ الَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ ,وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ خَيْرٌ مِنَ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ " أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَه بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ ,وَهُوَ عِنْدَ التِّرْمِذِيِّ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يُسَمِّ الصَّحَابِيَّ.

ابن ماجة، ابواب الفتن، باب الصبر على البلاء: ۴۰۳۲، الترمذی: ۲۶۳۸، احمد: ۴۳/۲، ۳۶۵/۵، الادب المفرد: ۳۹۰، المعجم الاوسط: ۳۷۰، ۵۹۵۰

۱۵۴۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو مومن لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور ان کی جانب سے ایذا رسانی پر صبر کرتا ہے، وہ اس مومن سے بہتر ہے جو لوگوں سے میل جول نہیں رکھتا اور نہ ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتا ہے۔" (اسے ابن ماجہ نے حسن سند سے روایت کیا ہے، یہ روایت ترمذی میں بھی ہے، لیکن انہوں نے صحابی کا نام ذکر نہیں کیا۔)

تشریح: اس روایت کی سند کو امام ترمذی نے جید اور حافظ عراقی نے حسن کہا ہے۔ لوگوں کے ساتھ میل ملاپ بہتر ہے یا گوشہ نشینی؟ اس بارے میں اہل علم کی دو مختلف آراء ہیں۔ سفیان ثوری، ابراہیم بن ادھم، فضیل بن عیاض اور بشر حافی نے عزلت نشینی کو اختیار کیا ہے، جبکہ سعید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسیّب، شعبی، شریح، عبداللہ بن مبارک، شافعی اور احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ مخالطت افضل ہے۔ فریقین اپنے اپنے مؤقف کی تائید میں قرآن سنت سے دلائل نقل کرتے ہیں، زیر مطالعہ حدیث مؤخر الذکر اہل علم کے مؤقف کی مؤید ہے۔ (واللہ اعلم)

۱۵۴۲: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "اَللّٰهُمَّ كَمَا أَحْسَنْتَ خَلْقِي, فَحَسِّنْ خُلُقِي" رَوَاهُ أَحْمَدُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّان.

ابن حبان، كتاب الرقائق، باب الادعية: ۹۵۹، احمد: ۱/۴۰۳

۱۵۴۲: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ! جیسا کہ تو نے میری تخلیق اچھی بنائی ہے، ایسا ہی میرا اخلاق بھی بہتر بنا دے۔" (اسے احمد نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: حسنت: حاء مفتوح اور شین مشدد، یہ تحسین سے مشتق ہے، تو نے اچھا بنایا۔ خلقی: خاء مفتوح اور لام ساکن، ظاہری صورت۔ خلقی: خاء اور لام مضموم، باطنی صورت۔

تشریح: دیگر مخلوقات کے مقابلے میں انسان کی ساخت میں جو حسن و جمال اور حسن ترکیب ہے، اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں نہایت بلیغ انداز میں فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا تقاضا ہے کہ انسان ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کا مشکور و ممنون رہے۔ انسان اگر اپنی باطنی صورت کو احسن بنانے میں کامیاب ہو جائے تو یہ رب تعالیٰ کے مشکور و ممنون ہونے کا بہترین انداز ہے اور یہ اہم مرحلہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت کے بغیر طے نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مرحومہ کو درس دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتی رہے کہ اے اللہ! جس طرح تو نے مجھے اچھی شکل و صورت عطا فرمائی ہے اسی طرح اچھی سیرت اختیار کرنے میں بھی میری مدد فرما۔

٦۔ بَابُ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ ذکر اور دعا کا بیان

۱۵۴۳: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى أَنَا مَعَ عَبْدِي مَا ذَكَرَنِي, وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَتَاهُ" أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَهْ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ, وَذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيقًا.

ابن ماجة، ابواب الادب، باب فضل الذكر: ۳۷۹۲، ابن حبان: ۸۱۵، البخاري مع الفتح: ۱۳/۴۹۹، احمد: ۲/۵۴۰

۱۵۴۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے اس وقت تک ساتھ ہوں جب تک وہ مجھے یاد کرتا ہے اور میرے لیے اس کے ہونٹ حرکت کرتے رہتے ہیں۔ (اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے اور بخاری نے یہ روایت تعلیقاً بیان کی ہے۔)

لغوی تحقیق: انا مع عبدی: میری تائید و نصرت میرے بندے کے ساتھ ہے۔

تشریح: علامہ بوصیری کا کہنا ہے کہ جس سند سے ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے وہ محمد بن مصعب کی وجہ سے ضعیف ہے اور ابن حبان کی سند میں ایوب بن سوید ہے اور وہ ضعیف ہے، علامہ شعیب الارنؤط کا کہنا ہے کہ ایوب بن سوید کی وہ روایات جو ان سے ان کا بیٹا نقل نہیں کرتا، وہ اکثر درست ہیں۔ زیر مطالعہ روایت بھی انہیں میں سے ہے، پھر اس کے متابع بھی موجود ہیں۔ یعنی محمد بن مصعب، ابوالمغیرہ، یحییٰ بن عبداللہ اور بشر بن بکر وغیرھم۔ ان بیانات سے یہ واضح ہوا کہ یہ روایت صحیح الاسناد ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ تلاوت کلام کے بعد سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ زیر مطالعہ روایت میں ذکر الٰہی ہی کی رغبت دلائی گئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۵۴۴:وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ عَمَلاً أَنْجَى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ " أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ ,وَالطَّبَرَانِيُّ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

ابن ابی شیبة، کتاب المغازی، باب ما جاء فی فضل ذکر الله: ۲۳۵/۸، الطبرانی: ۱۶۷/۲۰، مجمع الزوائد: ۷۶/۱۰، المؤطا: ۲۱۳/۱، احمد: ۲۳۹/۵، الترمذی: ۳۶۱۷، المعجم الاوسط: ۲۳۱۷، ابن ماجة: ۲۷۹۰

۱۵۴۴:حضرت معاذ بن جبل ﷺ نے بیان کیا کہ انسان کا کوئی عمل ذکر الٰہی سے بڑھ کر اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والا نہیں۔(اسے ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے حسن سند سے ذکر کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: انجی: سب سے بڑھ کر نجات دینے والا۔

تشریح: اس حدیث کو امام عراقی نے حسن اور علامہ ہیثمی نے اس کے رواۃ کو رجال صحیح کہا ہے۔اسی مفہوم کی حدیث حضرت جابر ﷺ سے بھی منقول ہے۔

فقہی احکام: ذکر الٰہی سب سے محفوظ قلعہ ہے اور قرآن کریم کی تلاوت کے بعد افضلیت ذکر الٰہی کو حاصل ہے۔

۱۵۴۵:وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا ,يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ, وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ ,وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن: ۲۶۹۹، ۲۷۰۰، ابوداود: ۱۴۵۵، الترمذی: ۳۶۱۸، ابویعلی: ۱۲۵۲، احمد: ۴۴۷/۲، ابن حبان: ۸۵۵

۱۵۴۵:حضرت ابوہریرہ ﷺ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" کوئی قوم ایسی مجلس نہیں کرتی جس میں وہ اللہ کا ذکر کرتی ہو مگر اسے اللہ کے فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ ان میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔"(مسلم)

لغوی تحقیق: حفتهم: ان کے چاروں طرف گھیرا ڈالتے ہیں۔ غشیتهم: ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ایک خاص جماعت ذکر کی مجالس کو تلاش کرتی رہتی ہیں اور انہیں جیسے ہی ایسی مجلس مل جاتی ہے وہ اس کے گرد گھیرا ڈال لیتے ہیں، اور مجلس کے اختتام تک ان کے ساتھ رہتے ہیں، اختتام مجلس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے اس مجلس کے تذکرہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو گواہ بنا کر اس مجلس کے تمام شرکاء کو معاف فرما دیتا ہے۔اس طرح وہ مجلس، مجلس رحمت قرار پاتی ہے

فقہی احکام: (۱)اللہ تعالیٰ کو ایک ساتھ بیٹھ کر یاد کرنا مستحب ہے۔(۲) ذکر الٰہی کے جو مسنون طریقے احادیث میں مذکور ہیں وہی اختیار کرنے چاہیے، ان سے ہٹ کر کوئی نیا طریقہ اختیار کرنا بدعت ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے نئے طریقے سے مسجد میں مجلس کرنے والوں کو مسجد سے نکال دیا تھا۔یہی حدیث حضرت ابوسعید ﷺ سے بھی مروی ہے۔(۳) ذکر الٰہی کی مجلس منعقد کرنا مستحب ہے بشرطیکہ طریقہ مسنون ہو۔

۱۵۴۶:وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ " مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ ,وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَقَالَ حَسَنٌ.

الترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی القوم یجلسون...... : ۳۶۲۰، احمد: ۴۴۶/۲، ۴۵۳، ۴۸۱، ۴۸۴، ۴۹۵، ابن حبان: ۵۹۰، ۸۵۳، ابوداود: ۴۸۵۵، الحاکم: ۴۹۱/۱، ۴۹۲

۱۵۴۶:حضرت ابوہریرہ ﷺ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" نہیں بیٹھتی کوئی قوم کسی ایسی مجلس میں جس میں وہ نہ تو اللہ کو یاد کرتی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور نہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتی ہے، مگر وہ مجلس قیامت کے روز ان کیلئے باعث حسرت ہوگی۔" اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن کہا ہے۔

لغوی تحقیق: حسرة: سخت حزن وتأسف۔

تشریح: یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دو محفوظ طرق سے منقول ہے۔ امام حاکم اور امام ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے اور علامہ ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت واضح ہوئی اور ایسی مجلس منحوس قرار پائی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا گیا ہو۔

فقہی احکام: (۱) درود وسلام بھیجنے کے جو مسنون طریقے ہیں وہی اختیار کیے جائیں اور مسنون الفاظ ہی پڑھے جائیں۔

(۲) خود ساختہ درود وسلام سے گریز کیا جائے۔

۱۵۴۷: وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ عَشْرَ مَرَّاتٍ, كَانَ كَمَنْ أَعْتَقَ أَرْبَعَةَ أَنْفُسٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الدعوات، باب التأمین: ۶۴۰۴، مسلم: ۲۶۹۳، الترمذی: ۳۸۰۶، احمد: ۴۲۲/۵، ابن حبان: ۸۴۹، ۸۵۰

۱۵۴۷: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے یہ دس بار پڑھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کے لائق ہے، تمام تعریفیں اسی کی ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اس شخص کی مثل ثواب کا مستحق ہوا جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کئے۔" (بخاری ومسلم)

تشریح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے، جو شخص دن میں سو بار پڑھے گا، اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی، دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور وہ شام تک شیطان کے حملوں سے محفوظ رہے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں دس بار پڑھنے پر ایک غلام کی آزادی کا ثواب مذکور ہے۔

فقہی احکام: (۱) بلند نسب والوں کو فضیلت حاصل ہے۔ (۲) حضرت اسماعیل کی اولاد کا سلسلہ نسب بلند ہے۔ (۳) اولاد اسماعیل کی اولاد اگر غلام ہوں تو انہیں آزادی دلوانے کا ثواب دیگر کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ (۴) نیت میں جس قدر اخلاص ہوگا اسی قدر اجر میں اضافہ ہوگا۔

۱۵۴۸: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ, وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الدعوات، باب فضل التسبیح: ۶۴۰۵، مسلم: ۲۶۹۱، الترمذی: ۳۴۷۳، ابن ماجۃ: ۳۸۱۲، المؤطا: ۲۱۲/۱، احمد: ۳۰۲/۲، ابن حبان: ۸۲۹

۱۵۴۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے یہ سو بار پڑھا، پاک ہے اللہ اپنی تعریف کے ساتھ۔ اس کی خطائیں معاف کر دی جائیں گی اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: حطت: مٹا دی جائیں گی۔ زبد البحر: یہ سمندر کی طغیانی سے کنایہ ہے۔

فقہی احکام: (۱) سو کے عدد کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ جو وظیفہ حدیث میں جس تعداد میں پڑھنا ثابت ہے وہ اسی تعداد میں پڑھنا چاہیے۔ (۲) اس قسم کی معافی کا تعلق فقط صغیرہ گناہوں سے ہے۔ (۳) کبیرہ گناہ خالص توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ (۴) حقوق العباد متعلقہ لوگوں سے معافی حاصل کیے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۵۴۹:وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ,لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ,عَدَدَ خَلْقِهِ ,وَرِضَا نَفْسِهِ ,وَزِنَةَ عَرْشِهِ ,وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب التسبیح اوّل النہارو عند النوم: ۲۷۲۶، ابو داود: ۱۵۰۳، الترمذی: ۳۷۰۸، ابن ماجۃ: ۳۸۰۸، احمد: ۳۲۵/۱۰، ابن حبان: ۸۲۸، ۸۳۲

۱۵۴۹:حضرت ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:"میں نے تیرے بعد چار کلمات ایسے کہے ہیں اگر ان کلمات کا تیرے ان کلمات سے موازنہ کیا جائے جو تو نے صبح سے اب تک پڑھے ہیں تو ان کا وزن زیادہ ہوگا، وہ کلمات یہ ہیں، پاک ہے اللہ اپنی تعریف کے ساتھ اس کی تعریفیں اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر ہیں، اس کی چاہت کے موافق، اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر ہیں۔" (مسلم)

تشریح: اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کیلئے حضرت ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے چلے گئے محترمہ اس وقت ذکر الٰہی میں مصروف تھیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت تشریف لائے، محترمہ اسی مقام پر اسی حالت میں ذکر الٰہی میں مشغول تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تم میرے باہر جانے سے لے کر اب تک اسی حالت میں مشغول ہو؟" انہوں نے عرض کیا، جی ہاں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درج بالا حدیث میں مذکور کلام فرمایا؛**سبحان اللہ عدد خلقه**؛ یعنی اللہ کیلئے تعریفیں ہیں اس کی مخلوق کی تعداد کے موافق۔ جن احادیث میں ایسے الفاظ مذکور ہیں، وہاں لفظ کی ایک بار ادائیگی سے مطلوبہ عدد کا ثواب مل جائے گا۔ لیکن جہاں تعداد متعین ہے وہاں اتنی تعداد ہی میں پڑھنا ضروری ہے مثلاً جس حدیث میں دس بار سبحان اللہ کہنے کا حکم ہے وہاں دس بار سبحان اللہ کہنا ہوگا۔؛**سبحان الله عشر مرات**؛ کہنا کافی نہ ہوگا۔ ؛**رضا نفسه**؛ یہ کلمات نہایت اخلاص کے ساتھ ادا کرے۔؛**وزنة عرشه**؛ کا مفہوم ہے، ان کلمات کے کہنے کا ثواب اس قدر ہے کہ اگر اس کا وزن کیا جائے تو وہ عرش عظیم کے وزن کے برابر ہوگا۔؛**مداد كلماته**؛ کا مفہوم ہے، اگر سمندر سیاہی بن جائیں تو اس سیاہی سے اللہ تعالیٰ کے کلمات تحریر کیے جائیں تو اس قدر زیادہ مقدار میں موجود سیاہی کے ذخائر ختم ہو جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ یہی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

۱۵۵۰:وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ,وَسُبْحَانَ اللّٰهِ ,وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ,وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ,وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابن حبان، کتاب الرقائق، باب الاذکار: ۸۴۰، الحاکم: ۵۱۲/۱، احمد: ۷۵/۳، ابو یعلی: ۱۳۸۴، الدر: ۲۲۴/۴

نوٹ: راقم کو یہ روایت نسائی کی سنن صغریٰ یا کبریٰ سے نہیں ملی۔

۱۵۵۰:حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"؛**الباقيات الصالحات**؛ سے مراد؛**لا اله ...... باالله**؛ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں، برائی سے پھرنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔" (اسے نسائی نے روایت کیا، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **الباقيات الصالحات**: ایسے نیک اعمال جن کا ثواب ابد الآباد تک جاری رہتا ہے۔ **لاحول ولا قوة الا باالله**: اہل لغت کا کہنا ہے کہ حول سے مراد پھرنے کی قوت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق ونصرت کے بغیر شر کو دفع کرنے کی طاقت نہیں۔ **ولا قوة**: کا مفہوم ہے، بھلائی کا حصول اللہ تعالیٰ کی نصرت کے بغیر ممکن نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿مال اور اولاد دنیا کی زیب و زینت ہیں۔ جبکہ ہمیشہ رہنے والے اعمال وہی ہیں جو بھلائی کے کام ہیں۔﴾ رحمت عالم ﷺ نے زیر مطالعہ حدیث میں ؛الباقیات الصالحات؛ میں سے چند ایک کی وضاحت فرمائی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "باقیات صالحات کثرت سے کیا کرو۔" صحابہ نے عرض کیا، باقیات صالحات سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تکبیر ،تھلیل ،تسبیح ،تحمید اور لاحول ولاقوۃ الاباللہ ؛یعنی درج بالا اعمال باقیات صالحات ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے اعمال ہیں جو باقیات صالحات ہیں مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ، حج، قرأت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ۔

زیر مطالعہ روایت کو اگرچہ امام ابن حبان، امام حاکم، امام ذہبی اور علامہ سیوطی نے صحیح کہا ہے لیکن یہ روایت دراج، ابوالھیثم سے نقل کرتا ہے۔ موصوف ابوالھیثم کی مرویات میں ضعیف ہے۔ تاہم اس کی شاہد روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ چنانچہ زیر مطالعہ روایت اپنے شاہد کی وجہ سے حسن لغیرہ ہے۔

۱۵۵۱: وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ أَرْبَعٌ ,لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ، سُبْحَانَ اللَّهِ ,وَالْحَمْدُ لِلَّهِ ,وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ,وَاللَّهُ أَكْبَرُ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الادب، باب کراھۃ التسمیۃ بالاسماء القبیحۃ: ۲۱۳۷، ابن ماجۃ: ۳۸۱۱، احمد: ۱۰/۵، ۱۱

۱۵۵۱: حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین کلمات چار ہیں، ان میں سے جس سے بھی تو آغاز کرے، کوئی مضائقہ نہیں، اللہ پاک ہے، تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے۔" مسلم

فقہی احکام: ان کلمات کو پڑھتے وقت تقدیم وتاخیر ہونے کی صورت میں کوئی گناہ نہیں۔

۱۵۵۲:وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ! أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ؟ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ زَادَ النَّسَائِيُّ " وَلَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ "

البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء اذا علا عقبۃ: ۶۳۸۴، مسلم: ۲۷۰۴، ابوداود: ۱۵۲۶، الترمذی: ۳۸۳۴، ابن ماجۃ: ۳۸۲۴، احمد: ۴۰۲/۴، ابن حبان: ۸۰۴، ۸۲۰، ابو یعلی: ۷۲۵۲، المعجم الاوسط: ۱۹۶۴، عبدالرزاق: ۲۰۵۴۷، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۵۳۸

۱۵۵۲:حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کی خبر نہ دوں؟ (وہ ہے)؛لاحول ولا قوۃ الاباللہ ؛(بخاری ومسلم) اور نسائی نے مزید یہ الفاظ بھی بیان کیے ہیں "اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں۔"

لغوی تحقیق: کنز: خزانہ۔ لاملجأ: کوئی پناہ گاہ نہیں

تشریح: امام نسائی نے جو الفاظ بیان کئے ہیں وہ بھی صحیح ہیں۔ حضرت ابوایوب، حضرت ابوذر، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث میں بھی لاحول ولاقوۃ الاباللہ کو جنت کا خزانہ قرار دیا گیا ہے۔

۱۵۵۳:وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " إِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ" رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ ,وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ.

ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء: ۱۴۷۹، الترمذی: ۳۴۷۲، النسائی فی الکبری: ۱۱۴۶۴، ابن ماجۃ: ۳۸۲۸، احمد: ۲۶۷/۴،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

۱۷۲، ابن حبان: ۸۹۰، الحاکم: ۱/۴۹۰، ۴۹۱

۱۵۵۳:حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"دعا ہی عبادت ہے۔"(اسے چاروں نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: نماز کو تمام عبادات میں منفرد حیثیت حاصل ہے اور ارکان نماز میں سے دعا اہم ترین رکن ہے۔اگر بغور دیکھا جائے تو نماز کا اکثر حصہ دعاؤں پر ہی مشتمل ہے۔مثلاً قیام میں سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی ہے،رکوع،سجود،بین سجدتین میں جواذ کار ہیں وہ بھی دعائیں ہیں،تشہد کا بیشتر حصہ بھی دعاؤں پر مشتمل ہے۔نماز اول تا آخر دعا ہے۔

۱۵۵۴:وَلَهُ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ مرفوعا بلفظ " اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ "

الترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء: ۳۶۱۲، الجامع الصغیر: ۳۰۰۳، المعجم الاوسط: ۳۲۲۰

۱۵۵۴:ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ "دعا عبادت کا مغز ہے۔"

تشریح: یہ روایت ابن لھیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔علامہ سیوطی نے بھی الجامع الصغیر میں اسے ضعیف کہا ہے۔

۱۵۵۵:وَلَهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ رَفَعَهُ " لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ مِنَ الدُّعَاءِ" وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

الترمذی،ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء: ۳۶۱۱، ابن ماجة: ۳۸۲۹،احمد: ۳۶۲/۲،ابن حبان: ۸۷۰،الحاکم: ۴۹۰/۱

۱۵۵۵:ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی اور چیز مکرم نہیں۔"(اسے ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: دعا کی فضیلت سے متعلق متعدد احادیث اور بھی مروی ہیں،جن پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ دعا کی دو بڑی اقسام ہیں۔

(۱)**دعا المسئلة**:یعنی اللہ تعالیٰ سے بھلائی وغیرہ طلب کرنا یا شر سے محفوظ رہنے کی درخواست کرنا۔(۲)**دعاء العبادة**:ایسے اعمال جنہیں حصول مطلوب کیلئے وسیلہ بنایا جاتا ہے۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ **دعا المسئلة**،**دعا العبادة** کو بھی متضمن ہے کیونکہ سائل اپنا سوال خالصتاً اللہ ہی سے کرتا ہے۔دعا چونکہ اصل عبادت ہے اس لیے غیر اللہ سے مدد طلب کرنا یا اولاد وغیرہ طلب کرنا شرک ہے بلکہ شرک کی بدترین قسم ہے چنانچہ دعا اللہ ہی سے کرنی چاہیے۔

فقہی احکام: غیر اللہ سے دعا کرنا شرک کی بدترین قسم ہے۔

۱۵۵۶:وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " اَلدُّعَاءُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ لَا يُرَدُّ " أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ ,وَغَيْرُهُ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ,وَغَيْرُهُ.

عمل الیوم واللیلة للنسائی: ۶۷، ۶۹، ابوداود، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی الدعاء بین الاذان و الاقامة: ۵۲۱، الترمذی: ۲۱۲، ۳۸۴۷، احمد: ۱۱۹/۳، ۲۲۵، ابن حبان: ۱۶۹۶، ابن خزیمة: ۴۲۵، البیهقی: ۴۱۰/۱

۱۵۵۶:حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"اذان اور اقامت کے مابین کی جانے والی دعا مسترد نہیں ہوتی۔"(اسے نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: ویسے تو اللہ تعالیٰ ہمہ وقت انسانوں کی درخواستیں منظور فرماتا ہے۔آپ اسے کسی وقت بھی پکاریں وہ سنتا ہے اور حاجت روائی فرماتا ہے لیکن کچھ اوقات اور مقامات اس نے دعا کی قبولیت کیلئے خصوصی طور پر مختص فرمائے ہیں،ان میں سے ایک اذان اور اقامت کے مابین کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دورانیہ ہے۔ مسجد میں داخل ہو کر مسنون نوافل ادا کرنے کے بعد فرض نماز کھڑی ہونے تک اسی مقام پر بیٹھے رہنا چاہیے، ہر قسم کی دنیاوی گفتگو سے مکمل طور پر احتراز کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے کثرت سے استغفار کرنی چاہیے، اسی طرح حالت روزہ میں، بعد از نماز عصر، جمعہ کے روز اور مقام ملتزم پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

۱۵۵۷: وَعَنْ سَلْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيمٌ, يَسْتَحِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ إِلَيْهِ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا" أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ, وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الصلاة، باب الدعاء: ۱۴۸۸، الترمذی: ۳۸۰۹، ابن ماجة: ۳۸۶۵، احمد: ۴۳۸/۵، الحاکم: ۴۹۷/۱، ابن حبان: ۸۷۶

۱۵۵۷: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا رب شرم وحیا والا اور کرم وشرافت والا ہے، جب بندہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اسے اپنے بندے کے ہاتھ خالی واپس کرنے میں شرم آتی ہے۔" (اسے چاروں میں سے نسائی نے روایت نہیں کیا اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: حیي: یہ حیا سے ماخوذ ہے، یعنی شرم وحیاء والا۔ صفراً: صاد مکسور اور فاء ساکن، یہ صفیر سے ماخوذ ہے۔ صفیر اس آواز کو کہتے ہیں جو حروف سے خالی ہو۔

تشریح: یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کے بظاہر معارض ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کے علاوہ دعا میں ہاتھ نہیں اٹھائے۔ اہل علم نے ان دونوں روایات کے درمیان اس طرح موافقت پیدا کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ کسی اور مقام پر اس قدر ہاتھ بلند نہیں فرمائے جس قدر استسقا کے موقع پر بلند فرمائے تھے۔

فقہی احکام: ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا آداب دعا میں شامل ہے۔

۱۵۵۸: وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا مَدَّ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ, لَمْ يَرُدَّهُمَا, حَتَّى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ. أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَلَهُ شَوَاهِدُ.

الترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی رفع الایدی عند الدعاء: ۳۳۸۶، المعجم الاوسط: ۴۲۰۶، ۵۲۲۲، ۷۰۴۹

تنبیہ: مؤلف رحمہ اللہ نے ترمذی کے حوالے سے یہ حدیث بالمعنیٰ نقل کی ہے۔

۱۵۵۸: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے تو چہرے پر پھیرے بغیر واپس نہ کرتے۔ (ترمذی)

تشریح: شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور امام نووی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے۔ امام نووی، ابن حجر اور علامہ منذری نے اس روایت کو شاہد روایات کی وجہ سے قوی کہا ہے، جبکہ علامہ البانی نے ضعیف کہا ہے۔ اس حدیث میں دعا کا ایک ادب بیان ہوا ہے، دعا کے کچھ اور آداب بھی احادیث میں مروی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو ہتھیلیوں کا رخ چہرے کی طرف کرتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی۔ امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو حدیث نقل کی ہے، اس میں مدیدیه کے الفاظ بھی ہیں۔

فقہی احکام: (۱) ہتھیلیوں کا رخ چہرے کی طرف ہونا چاہیے۔ (۲) ہاتھوں کو اس قدر بلند رکھا جائے کہ بغلیں نظر آئیں۔ (۳) دعا کے اختتام پر ہاتھوں کو چہرے پر پھیر لینا چاہیے۔

۱۵۵۹: مِنْهَا حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنْ أَبِي دَاوُدَ وَمَجْمُوعُهَا يَقْتَضِي أَنَّهُ حَدِيثٌ حَسَنٌ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء: ۱۴۹۰، ابن ماجۃ: ۱۱۸۱، ۳۸۶۶، البیہقی: ۲۷۲/۷، الحاکم: ۵۳۶/۱، المعجم الاوسط: 5222

۱۵۵۹: اس کی شاہد روایات بھی ہیں ان میں سے ایک حدیث ابن عباس سے مروی ہے، جسے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے اوران کا مجموعہ اس کے حسن ہونے کا متقاضی ہے۔

تشریح: امام ابوداؤد اور امام نووی نے اس روایت پر ضعیف کا حکم لگایا ہے، لیکن مؤلف نے اس کے جمیع طرق کے پیش نظرا سے حسن کہا ہے اور یہی مؤقف راجح ہے۔

۱۵۶۰: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ, أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

الترمذی، ابواب الوتر، باب ماجاء فی فضل الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۴۸۸، ابن حبان: ۹۱۱، ۲۳۵۶، البیہقی: ۲۴۹/۳، التاریخ الکبیر: ۱۷۷/۵، ابن ابی شیبۃ: ۵۰۵/۱۱، فتح الباری: ۱۶۷/۱۱

۱۵۶۰: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے روز میرے سب سے قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر زیادہ درود بھیجتے ہیں۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: اولی الناس بی: میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا اور میری سفارش کا سب سے بڑھ کر مستحق ہوگا۔

تشریح: یہ روایت موسیٰ بن یعقوب اور عبداللہ بن کیسان کی وجہ سے ضعیف ہے تاہم درود کی فضیلت کے بارے میں متعدد صحیح احادیث منقول ہیں۔ نیز اس کی شاہد روایت حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کے بارے میں: لا بأس بسندہ؛ کہا ہے

فقہی احکام: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا تقاضا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھا جائے۔ (۲) ایک دفعہ درود پڑھنے سے دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ (۳) جس دعا سے پہلے درود پڑھا جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ (۴) حصول مقصود میں آسانی پیدا ہوجاتی ہے، اور دل کو زندگی اور تازگی میسر آتی ہے۔

۱۵۶۱: وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "سَيِّدُ الِاسْتِغْفَارِ, أَنْ يَقُولَ الْعَبْدُ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي, لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ, خَلَقْتَنِي, وَأَنَا عَبْدُكَ, وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ, أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ, أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ, وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِي, فَاغْفِرْ لِي; فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ" أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الدعوات، باب افضل الاستغفار: ۶۳۰۶، الترمذی: ۳۳۹۳، النسائی: ۲۷۹/۸، ۲۸۰، احمد: ۱۲۲/۴، ابن حبان: ۹۳۳

۱۵۶۱: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ کہے "اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا فرمایا اور میں تیرا بندہ ہوں، اپنی بساط کے مطابق تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں، میں جو برائی کر چکا ہوں اس سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں، تیرے مجھ پر جو احسانات ہیں ان کا معترف ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، مجھے معاف فرما دے، بلاشبہ گناہوں کو تیرے سوا کوئی معاف نہیں کرسکتا۔" (بخاری)

لغوی تحقیق: علی عھدک: کہا جاتا ہے کہ اس وعدے سے مراد وہ عہد ہے جو عالم ارواح میں ہوا تھا۔ ما استعطت: مقدور بھر۔ ابوء: اعتراف کرتا ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اس دعا کو سید الاستغفار اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے اقرار، اس کے خالق ہونے کے اعتراف، تجدید عہد، اعتراف جرم، آئندہ نہ کرنے کا عزم اور بخشش کی درخواست وغیرہ پر مشتمل ہے۔ ابن ابی جمرہ اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں خوبصورت الفاظ اور بلیغ معانی کو جمع کر دیا گیا ہے، اس لیے اسے سید الاستغفار کا نام دیا گیا ہے۔

۱۵۶۲: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَعُ هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ حِينَ يُمْسِي وَحِينَ يُصْبِحُ "اَللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي دِينِي ,وَدُنْيَايَ ,وَأَهْلِي ,وَمَالِي ,اَللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي ,وَآمِنْ رَوْعَاتِي ,وَاحْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ ,وَمِنْ خَلْفِي ,وَعَنْ يَمِينِي ,وَعَنْ شِمَالِي ,وَمِنْ فَوْقِي ,وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي" أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ ,وَابْنُ مَاجَهْ , وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

النسائی، کتاب استعاذة، باب الاستعاذہ من الخسف: ۲۸۲/۸، ابو داود: ۵۰۷۴، الحاکم: ۵۱۷/۱، ۵۱۸، ابن ماجة: ۳۸۷۱، احمد: ۲۵/۲، ابن حبان: ۹۶۱

تنبیہ: یہ روایت ابوداود میں بھی ہے، معلوم نہیں مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابوداود کی طرف منسوب کیوں نہیں کیا۔

۱۵۶۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کلمات کو صبح و شام کبھی ترک نہیں فرمایا۔ اے اللہ! میں تجھ سے اپنے دین و دنیا، اہل و عیال کے بارے میں عافیت کا طلب گار ہوں۔ اے اللہ! میرے عیوب پر پردہ ڈال دے، میرے خوف کو امن سے بدل دے، مجھے آگے پیچھے، دائیں، بائیں اور اوپر سے محفوظ فرما، میں تیری پناہ میں آتا ہوں تاکہ اپنے نیچے سے برباد نہ کیا جاؤں۔" (اسے نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: يدع: چھوڑتے۔ العافية: مکمل جسمانی تندرستی۔ امور شرعیہ میں مکمل سلامتی، بدعت و خرافات اور معاصی سے سلامتی، دنیا کے مصائب سے مکمل سلامتی۔ عورة: عیوب و گناہ۔ روعة: گھبراہٹ۔ عظمتك: یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم صفات میں سے ایک عظیم صفت ہے۔ اغتال: کسی چیز کو مخفی طریقے سے حاصل کرنا، یہاں اس سے مراد زمین میں اچانک دھنس جانا ہے۔

تشریح: اس روایت کو امام ابن حبان، امام حاکم اور امام نووی نے صحیح کہا ہے۔ رحمت عالم ﷺ اسے باقاعدگی سے صبح و شام پڑھتے تھے۔ یہ دعا ایک نہایت جامع دعا ہے اس میں پہلے دین و دنیا کی عافیت طلب کی گئی ہے۔ دین کے بارے میں عافیت سے مراد بدعت و خرافات، کفران و عصیان اور ترک واجبات سے محفوظ رہنے کی درخواست ہے۔ دنیا کے بارے میں عافیت سے مراد دنیا کے مصائب و آلام اور دنیا میں منہمک ہو کر آخرت سے مستغنی ہونے سے محفوظ رہنے کی درخواست ہے۔ اہل و عیال کے بارے میں عافیت سے مراد شبہات و شہوات اور جسمانی آفات سے محفوظ رکھنے کی درخواست ہے۔ بشری تقاضوں کی وجہ سے انسان سے ایسے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں جنہیں وہ کرنا نہیں چاہتا تھا اور کرنے کے بعد وہ نادم رہتا ہے، ایسے گناہوں کے بارے میں استغفار کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست بھی کی جاتی ہے کہ میرے ان گناہوں پر پردہ ڈالے رکھنا۔ تیسری درخواست اللہ تعالیٰ سے یہ کی گئی ہے کہ دنیا کے مصائب و آلام اور آخرت کے ہولناک مناظر کے وقت مجھے محفوظ و مامون فرما

فقہی احکام: (۱) حاجت روا اور مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

(۲) انبیاء و رسل اپنی درخواستیں اسی کے حضور پیش کرتے رہے ہیں اور ہمیں بھی اپنی درخواستیں اسی کے حضور پیش کرنی چاہیے۔

۱۵۶۳: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ "اَللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ ,وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ , وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ ,وَجَمِيعِ سَخَطِكَ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب اکثر اھل الجنۃ والنار: ۲۷۳۹، الادب المفرد: ۶۸۶، ابوداود: ۱۵۴۵، المعجم الاوسط: ۳۶۱۲

۱۵۶۳:حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ یہ دعا پڑھتے تھے "اے اللہ! میں تیری نعمت کے زائل ہونے سے، تیری عافیت کے رخ موڑ لینے سے، تیرے عذاب کی اچانک آمد سے، اور تیری ہر قسم کی ناراضگی سے، تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔ (مسلم)

لغوی تحقیق: زوال نعمتک: تیری نعمت کا ختم ہوجانا۔ تحول عافیتک : تیری عافیت کے چلے جانے کا۔ فجاۃ: غیر متوقع طور پر اچانک عذاب آجانا۔

تشریح: انعام واکرام اور مصائب وآلام سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، وہی دینے والا اور وہی دے کر چھین لینے والا ہے، لیکن وہ کسی انسان پر ظلم نہیں کرتا، اس لیے وہ زوال نعمت بلا سبب نہیں کرتا۔ زوال نعمت کا بڑا سبب انسان کے معاصی ہیں، چنانچہ انسان پر لازم ہے کہ وہ معاصی کے ارتکاب سے اجتناب کرے اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست بھی کرتا رہے کہ مجھے اپنے فضل وکرم سے محروم مت کر۔

۱۵۶۴:وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ ,وَغَلَبَةِ الْعَدُوِّ, وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ" رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

النسائی، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذہ من غلبۃ الدین: ۵۴۷۷، الحاکم: ۱/۵۳۱، احمد: ۲/۱۷۳، المعجم الاوسط: ۲۱۶۳

۱۵۶۴:حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ یہ دعا پڑھا کرتے تھے "اے اللہ! میں قرض کی زیادتی، دشمن کے تسلط اور دشمنوں کے خوش ہونے سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔" (اسے نسائی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: غلبۃ: زیادتی اور تسلط۔ دین: دال مفتوح اور یاء ساکن، قرض۔ شماتۃ: مسرت وخوشی۔

تشریح: امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، امام عراقی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ دشمنان اسلام اس وقت خوش ہوتے ہیں جب مسلمانوں کو مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے چنانچہ جہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے دیگر عرضیاں پیش کی جائیں وہاں یہ درخواست بھی پیش کی جائے کہ اے اللہ! مجھے ایسے مصائب وآلام سے دوچار نہ کر جو میرے دشمنوں کیلئے خوشی کا باعث ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی مفہوم کی حدیث منقول ہے۔

۱۶۶۵:وَعَنْ بُرَيْدَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلاً يَقُولُ (اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ , الْأَحَدُ الصَّمَدُ ,الَّذِي لَمْ يَلِدْ ,وَلَمْ يُولَدْ ,وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ) فَقَالَ" لَقَدْ سَأَلَ اللّٰهُ بِاسْمِهِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى , وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ" أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء: ۱۴۹۳، الترمذی: ۳۴۷۵، ابن ماجۃ: ۳۸۵۷، احمد: ۵/۳۵۰، النسائی فی الکبری: ۴/۳۹۴،

ابن حبان: ۸۹۱، الحاکم: ۱/۵۰۴، ابن ابی شیبۃ: ۱۰/۲۷۱

۱۶۶۵:حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی سے یہ کلمات سنے، اے اللہ! تجھ ہی سے سوال کرتا ہوں، کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو تنہا ہے، بے نیاز ہے، تو نے نہ کسی کو جنم دیا ہے اور نہ کسی سے جنم لیا ہے، اور نہ کوئی تیری برابری کرنے والا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کے ذریعے سوال کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے جب بھی اس کے اسم گرامی کے توسط سے کچھ طلب کیا جائے تو وہ ضرور عطا فرما دیتا ہے اور جب اسے اس اسم گرامی کے ذریعے پکارا جائے تو وہ پکار کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔" (اسے چاروں نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق: الاحــد: یہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔یعنی ایسا تنہا جس کی الوہیت وربوبیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔واحد اور احد کا اگرچہ معنی ایک ہی ہے لیکن واحد اعداد کا پہلا جز ہے اور اس کا اطلاق مخلوق کے ہر فرد پر ہوتا ہے لیکن احد صرف ذات باری تعالیٰ کیلئے خاص ہے۔ الـصـمـد :ایسا سردار جس کے حضور ساری کائنات اپنی حاجات رکھیں اور وہ ایسا بے نیاز کہ اسے کبھی کسی کی ضرورت نہ پڑے۔علامہ رشید رضا فرماتے ہیں کہ اگر خرافات وبدعات کے اسیر اور قبروں کے پجاری اس لفظ کا معنی مفہوم سمجھ کر اس پر کما حقہ ایمان لے آئیں تو کوئی قبوری بھی اپنی درخواست کسی قبر والے سے پیش نہ کرے،اور نہ ایسے دجالوں کا طواف کرے جو اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ اس نے جنات قید کر رکھے ہیں جن کے ذریعے وہ لوگوں کے مسائل حل کرتا ہے کیونکہ ساری کائنات اسی بے نیاز کی محتاج ہے۔ کفواً: ہمسر۔

تشریح: اس حدیث کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔سخاوی اور شوکانی نے درج بالا ائمہ کی تحقیق سے اتفاق کیا ہے۔ یہ روایت،حدیث کی وہ قسم ہے جسے تقریری کہا جاتا ہے،یعنی آپ ﷺ کی موجودگی میں کوئی کام کیا جائے یا کچھ کہا جائے اور اس پر آپ ﷺ خاموش رہیں یا اسے مشروع فرما دیں۔درج بالا کلمات مذکورہ ترتیب سے اگرچہ اولاً رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نہیں نکلے لیکن آپ ﷺ نے ان کلمات کی تعریف فرما کر انہیں جامعیت کے زیور سے آراستہ فرما دیا۔بعض حضرات کا کہنا ہے کہ لفظ اللہ اسم اعظم ہے اور بعض نے اس رائے سے اختلاف کیا ہے۔مؤلف رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ زیر مطالعہ حدیث میں مذکور مکمل دعا اسم اعظم ہے۔

۱۵۶۶:وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَصْبَحَ يَقُولُ "اَللَّهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا ,وَبِكَ أَمْسَيْنَا ,وَبِكَ نَحْيَا ,وَبِكَ نَمُوتُ ,وَإِلَيْكَ النُّشُورُ" وَإِذَا أَمْسَى قَالَ مِثْلَ ذَلِكَ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ "وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ" أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ.

ابوداود، كتاب الادب، باب مايقول اذا اصبح: ۵۰۶۸، الترمذی: ۳۳۹۱، ابن ماجة: ۳۸۶۸، احمد: ۲/۳۵۴، عمل اليوم والليلة للنسائی: ۵۶۴، ابن حبان: ۹۶۴، ۹۶۵

۱۵۶۶:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کرتے تو یہ دعا پڑھتے "اے اللہ! تیرے سہارے میں نے صبح کی ہے،اور تیرے سہارے شام کی،تیرے سہارے زندہ ہوں،اور تیرے حکم سے فوت ہوں گا،اور اٹھ کر تیرے حضور پیش ہوں گا۔"اور جب شام کرتے تو یہی دعا پڑھتے تھے۔ہاں،اس میں یہ بھی پڑھتے "اور تیری طرف لوٹ کر آنا ہے۔"(اسے چاروں نے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: بک:اس حدیث میں جہاں جہاں یہ کلمہ استعمال ہوا ہے،ہر مقام پر؛بــاء؛استعانت کے طور پر استعمال ہوئی ہے۔راقم نے اسی کے پیش نظر اس کا معنی سہارا کیا ہے۔ الـنـشـور:مرنے کے بعد اٹھنا۔یہ کلمہ صبح کے وقت پڑھتے۔صبح کے وقت پڑھنے کی یقیناً یہ وجہ تھی کہ نیند موت کی چھوٹی بہن ہے،گویا سونے کے بعد اٹھنا،مرنے کے بعد اٹھنے کی مانند ہے۔الــمـصـيـر :واپس ہونا۔آپ ﷺ شام کے وقت؛الیک النشور ؛کی جگہ؛الیک المصیر ؛پڑھتے،کیونکہ بیداری کے بعد نیند،ایسے ہے جیسے زندگی کے بعد موت ہے اور معمولات زندگی میں بھی صبح کو کام کاج کیلئے جانے والے شام کو گھر لوٹتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث کو امام ترمذی،امام ابن حبان اور امام نووی نے صحیح کہا ہے۔مؤلف رحمہ اللہ،علامہ مناوی اور علامہ سیوطی نے اسے حسن کہا ہے۔علامہ البانی نے اس کے رواۃ کو رجال مسلم قرار دیا ہے۔اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ فجر کی نماز کے اختتام کا وقت دعا کی قبولیت کا وقت ہے،بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اس وقت کے افضل ہونے کا سبب ملائکہ کی موجودگی ہے،یعنی اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

۱۵۶۷:وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ "رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ,وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً ,وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی ﷺ "ربنا أ تنا فی الدنیا": ۶۳۸۹، مسلم: ۲۶۹۰، الادب المفرد: ۶۷۸، ۶۸۲، ابوداود: ۱۵۱۹، احمد: ۲۰۹/۳، ابن حبان: ۹۴۰

۱۵۶۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا اکثر پڑھا کرتے تھے "اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عنایت فرما، اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: یہ دعا اگرچہ چند الفاظ پر مشتمل ہے، لیکن بندہ اس کے ذریعے دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں کا مطالبہ اللہ کے حضور پیش کر دیتا ہے۔ شاید اسی بنا پر قاضی عیاض نے اس دعا کو نہایت جامع قرار دیا ہے۔

۱۵۶۸: وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْعُو " اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي, وَجَهْلِي, وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي, وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، اَللّٰهُمَّ اِغْفِرْ لِي جِدِّي, وَهَزْلِي, وَخَطَئِي, وَعَمْدِي, وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِي، اَللّٰهُمَّ اِغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ, وَمَا أَخَّرْتُ, وَمَا أَسْرَرْتُ, وَمَا أَعْلَنْتُ, وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي, أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ, وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی ﷺ "اللھم اغفرلی ما قدمت ......": ۶۳۹۸، مسلم: ۲۷۱۹، احمد: ۲۰۰۱۲، ابن حبان: ۹۵۷، الادب المفرد: ۶۸۸، المعجم الاوسط: ۵۸۲۰

۱۵۶۸: حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا اکثر پڑھا کرتے تھے۔ اے اللہ! میری خطائیں اور تقصیرات معاف فرما، امور کی انجام دہی میں مجھ سے جو کمی و بیشی ہوئی وہ معاف فرما، وہ بھی معاف فرما جن کا علم تجھے مجھ سے زیادہ ہے، اے اللہ! میری اختیاری اور غیر اختیاری تقصیرات معاف فرما، میں نے سہواً یا اراداتاً جو کچھ کیا اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ یہ سب کچھ مجھے معاف فرما، اے اللہ! جو کچھ میں کر چکا ہوں یا آئندہ کروں گا وہ سب کچھ معاف فرما، جو میں نے چھپ کر کیا یا اعلانیہ کیا وہ سب کچھ معاف فرما اور وہ سب کچھ معاف فرما جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تو ہی ترقی دیتا ہے اور تنزلی کرتا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: الخطیئۃ: تمام چھوٹے بڑے گناہ۔ الجھل: یہ علم کی ضد ہے۔ اسرافی فی امری: کسی بھی چیز میں حد سے تجاوز کر جانا۔ لیکن یہاں اس سے مراد کثرت تقصیرات ہے۔ جدی: عمداً گناہ۔ خطئ: خاء اور طاء مفتوح اور ہمزہ مکسور، ہر قسم کی غلطی۔ عمدی: عین مفتوح اور میم ساکن، عمداً گناہ۔ المقدم: تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے برتری عطا کر دے۔ المؤخر: جسے چاہے ذلالت کے سمندر میں غرق کر دے۔

فقہی احکام: (۱) گناہوں کے صدور سے قبل بھی ان کی معافی طلب کی جا سکتی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ آئندہ ہونے والے گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ بدریوں کے آئندہ ہونے والے گناہ معاف فرما دیے۔

۱۵۶۹: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ " اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي, وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي, وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي إِلَيْهَا مَعَادِي, وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ, وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الادعیۃ: ۲۷۲۰، الادب المفرد: ۶۶۹، المعجم الاوسط: ۷۱۰۲، ابن حبان: ۲۰۲۶، النسائی: ۷۳/۳

۱۵۶۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کثرت سے پڑھا کرتے تھے "اے اللہ! میرے لیے میرا دین درست رکھنا، کیونکہ یہ میرے معاملات کا محافظ ہے، میرے لیے دنیا درست فرما کیونکہ اس میں میری زندگی ہے، میرے لیے میری آخرت درست فرما کیونکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجھے اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے، میری زندگی کو بھلائیوں کی زیادتی کا ذریعہ بنا اور میری موت کو میرے لیے ہر شر سے راحت بنا۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: اصلح لی دینی : میرا دین میرے لیے درست فرما، یعنی مجھے توفیق دے کہ میں آداب دین کو بدرجہ اتم پورا کرسکوں۔ عصمة: محافظ۔ معاشی : زندگی۔ معادی: میرا روز محشر میں حاضری دینا۔

تشریح: یہ دعا بھی نہایت جامع ہے کیونکہ اس میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ مجھے توفیق دے کہ میں اپنی زندگی ان کاموں میں صرف کروں جو تجھے محبوب ہیں اور ان کاموں سے کنارہ کشی کرلوں جو تیری ناراضگی کا ذریعہ ہیں اور میری موت کو مصائب و آلام سے نجات کا ذریعہ بنا دے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم کی حدیث منقول ہے اور اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فجر کی نماز کے بعد پڑھتے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم کی روایت منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت داود علیہ السلام نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

۱۵۷۰: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ " اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي ,وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي ,وَارْزُقْنِي عِلْمًا يَنْفَعُنِي " رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ,وَالْحَاكِمُ.

النسائی فی الکبری: ۴/۴۴۴، الحاکم: ۱/۵۱۰

۱۵۷۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے "اے اللہ! تو نے جو کچھ مجھے سکھایا ہے وہ میرے لیے نفع بخش بنا دے، اور وہ کچھ سکھا جو مجھے نفع دے اور مجھے نفع بخش علم عطا فرما۔" (اسے نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔)

تشریح: امام حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط کے موافق قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، حافظ ابن حجر اور سیوطی نے اسے حسن کہا ہے۔ اس حدیث میں نفع بخش علم کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اصل نفع بخش علم تو علم شرعیہ ہے لیکن یہ علم محض حاصل کرنے سے نفع حاصل نہیں ہوسکتا، نفع تو اس وقت حاصل ہوگا جب یہ علم انسان کی زندگی کے شب و روز کو منور کردے، اگر زندگی کے شب و روز تاریکی میں ڈوبے رہیں تو پھر علم نفع بخش نہیں، بلکہ ایک بوجھ ہے اور اس کے اٹھانے والے مثل حمار ہیں۔ عصری علوم کو بھی اگر اسلام کی ترویج و اشاعت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی سربلندی کیلئے حاصل کیا جائے تو یہ علم بھی نفع بخش ہے۔ عصر حاضر میں تو اس علم کا حصول فرض کفایہ ہے، کیونکہ امت مسلمہ کے چند لوگ اگر فنی اور جوہری توانائی کا علم حاصل نہیں کریں گے تو کفار اسی طرح دندناتے پھریں گے۔

فقہی احکام: وہ وقت جو علم کے حصول اور اس کی نشر و اشاعت میں صرف کیا جائے وہ اس وقت سے بہتر ہے جو نفلی نماز میں صرف کیا جائے۔

۱۵۷۱: وَلِلتِّرْمِذِيِّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ نَحْوُهُ ,وَقَالَ فِي آخِرِهِ " وَزِدْنِي عِلْمًا ,اَلْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ ,وَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ حَالِ أَهْلِ النَّارِ " وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ

الترمذی، ابواب الدعوات، باب : ۳۸۵۱، ابن ماجۃ: ۲۵۱

۱۵۷۱: ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل مروی ہے۔ اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں فرمایا: "مجھے اور زیادہ علم عطا فرما، ہر حال میں اللہ کا شکر ہے اور میں جہنمیوں کے حالات سے پناہ چاہتا ہوں۔" (اس کی سند حسن ہے۔)

۱۵۷۲: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَّمَهَا هٰذَا الدُّعَاءَ " اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ ,عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ ,مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ ,وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ ,عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ ,مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ ,اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ ,وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ بِهِ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ ,اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ ,وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ ,وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ ,وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ ,وَأَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهُ لِي خَيْرًا "

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَخْرَجَهُ اِبْنُ مَاجَهُ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابن ماجة، ابواب الدعاء، باب الجوامع من الدعاء: ۳۸۴۶، ابن حبان: ۸۶۹، الحاکم: ۵۲۱/۱، الادب المفرد: ۶۳۹، احمد: ۱۳۴/۶

۱۵۷۲:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ دعا سکھائی "اے اللہ! میں تجھ سے ہر قسم کی بھلائی طلب کرتی ہوں، خواہ وہ جلد میسر آئے یا تاخیر سے، جس کا مجھے علم ہو یا نہ ہو، اور میں تجھ سے ہر قسم کی برائی سے پناہ کی طلب گار رہوں، خواہ وہ برائی جلدی غلبہ پانے والی ہو یا تاخیر سے تسلط حاصل کرنے والی ہو، خواہ اس کا مجھے علم ہو یا نہ ہو، اے اللہ! میں تجھ سے اس خیر کا مطالبہ کرتی ہوں جس خیر کا مطالبہ تیرے بندے اور نبی نے کیا، اور تجھ سے اس شر سے پناہ مانگتی ہوں جس سے تیرے بندے اور نبی نے پناہ طلب کی، اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا اور ایسے قول وعمل کا مطالبہ کرتی ہوں، جو جنت کے قریب کر دے اور تجھ سے آگ سے اور ہر اس قول وعمل سے پناہ طلب کرتی ہوں جو مجھے آگ کے قریب کر دے، اور تجھ سے مطالبہ کرتی ہوں کہ جس چیز کا تو نے میرے لیے فیصلہ کیا ہے، وہ میرے لیے بہتر بنا دے۔" (اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: عاجلہ: جلدی آنے والا/ والی۔ آجلۃ: تاخیر سے آنے والا/ والی

تشریح: یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعدد طرق سے منقول ہے، یہ روایت بعض طرق میں جریری، ام کلثوم سے براہ راست نقل کرتے ہیں اور بعض طرق میں ان کے درمیان جبر بن حبیب ہیں اور یہ سند تمام نقائص سے پاک ہے کیونکہ حماد بن سلمہ اور شعبہ سے اسی طرح سے مروی ہے، اس لیے یہ روایت صحیح ہے۔امام حاکم اور امام ابن حبان نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ یہ دعا بھی نہایت جامع دعا ہے، کیونکہ اس میں اولاً دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کا مطالبہ ہے، پھر دنیا اور آخرت کے مصائب وآلام سے نہایت زوردار طریقے سے پناہ طلب کی گئی ہے، پھر جنت کا سوال کیا گیا ہے اور جہنم سے پناہ طلب کی گئی ہے اور آخر میں یہ عرض کیا گیا ہے کہ اے اللہ! جو میرے لیے مقدر کیا گیا ہے اسکے شر کو بھی خیر بنا دے

فقہی احکام: بیوی کو دین کی تعلیم دینا مسنون ہے۔

۱۵۷۳:وَأَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ ,خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ,ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ ,سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ ,سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ "

البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ﴾: ۷۵۶۳، مسلم: ۲۶۹۴، الترمذی: ۳۴۶۷، ابن ماجة: ۳۸۰۶، احمد: ۲۳۲/۲، ابن حبان: ۸۳۱، فتح الکلام: ص ۱۰۰۲

۱۵۷۳:اسے شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دو کلمات رحمان کو بڑے محبوب ہیں، وہ زبان پر ہلکے ہیں، ترازو میں وزنی ہیں (وہ ہیں) "اللہ اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے، اللہ پاک ہے اور بڑی عظمت والا ہے۔"

لغوی تحقیق: کلمتان: یہ کلمۃ کا تثنیہ ہے اور جو سبحان اللہ کی خبر مقدم ہے، کلمہ سے کلام مراد ہے یعنی یہی کلمے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حبیبتان: یہ حبیبۃ کا تثنیہ ہے اور فعیل بمعنی مفعول ہے یعنی بہت زیادہ محبوب ہیں، اسے کلمتان کی صفت ہونے کے ناطے مؤنث استعمال کیا گیا ہے۔ الرحمن: اللہ تعالیٰ کا یہ وصفی نام استعمال کر کے کم محنت پر لامحدود اجرت دینے کا عندیہ دیا گیا ہے۔ خفیفتان: یہ دونوں کلمے اولاً تو چند حروف پر مشتمل ہیں، پھر ان چند حروف میں بھی کوئی شدت نہیں ہے، پھر دونوں کلمے فقط اسماء پر مشتمل ہیں۔ اسما کی ادائیگی افعال کے مقابلے میں سہل ہوتی ہے، ان تمام وجوہ کی بنا پر انہیں آسانی سے زبان پر جاری ہونے والے یعنی ہلکے کلمات کہا گیا ہے۔ ثقیلتان: یعنی اجروثواب کے اعتبار سے بھاری ہیں۔ سبحان: یہ اسم مصدر ہے اور فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے یعنی ایسی ذات جو ہر قسم کے نقائص و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عیوب سے پاک ہے۔و بحمدہ: واؤ حالیہ ہے یعنی اس کی ذات باکمال ہی ہمہ اقسام کی تعریف وتوصیف کے لائق ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ قیامت کے روز اعمال کا وزن کیا جائے گا۔بحمد اللہ اہل حدیث کا موقف بھی یہی ہے،لیکن بعض کا خیال ہے کہ ان فائلوں کا وزن کیا جائے گا جن میں اعمال درج ہوں گے،اس موقف کو قرآن وحدیث کی تائید حاصل نہیں،جبکہ اہل حدیث کے موقف کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی بھی تائید حاصل ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ "قیامت کے روز ترازو قائم کیے جائیں گے،ان میں اچھے اور برے اعمال کا وزن کیا جائے گا،جن کے اچھے اعمال برے اعمال سے رائی کے دانہ کے برابر بھی زیادہ وزنی ہوں گے وہ جنت کے حقدار قرار پائیں گے،اور جن کے برے اعمال ان کے نیک اعمال سے رائی کے دانہ کے برابر بھی زیادہ وزنی ہوں گے وہ جہنم کا ایندھن قرار پائیں گے۔"عرض کیا گیا،جنکے اعمال برابر ہوں گے؟ارشاد ہوا"ان کا مسکن اعراف ہے۔"رہی اعمال کے تولنے کی کیفیت تو اس کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے۔

زیر مطالعہ حدیث میں مذکور دونوں کلمے ذات باری تعالیٰ کی تقدیس پر مبنی ہیں بنابریں یہ کلمات جملہ اقوال واعمال سے وزنی ہیں۔

مؤلف رحمہ اللہ نے اپنے محبوب امام المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی اتباع کرتے ہوئے اپنی کتاب کو انہیں الفاظ پر ختم کیا ہے جن الفاظ پر ان کے محبوب امام نے اپنی جامع الصحیح کا اختتام کیا ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو اپنی جامع میں اپنے تین شیوخ سے تین بار لائے ہیں۔اس سے اوپر والی سند ایک ہی ہے۔حسن اتفاق ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی اس عظیم کتاب کا آغاز اور اختتام غریب احادیث سے کیا ہے۔ایسا امام المحدثین رحمہ اللہ نے کیونکر کیا؟یہ گتھی کوئی کہنہ مشق شیخ الحدیث ہی سلجھائے گا۔

ہمہ قسم کی تعریف وتوصیف اس مالک کیلئے ہے جس نے بندہ ناچیز کو بلوغ المرام کی مختصر شرح لکھنے کی توفیق بخشی۔احقر بلوغ المرام کی مختصر شرح سے بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب بوقت سوا تین بجے،۱۴ رجب ۱۴۲۹،الموافق ۲۰۰۸/ ۷/ ۱۷۔کو رب کریم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھتے ہوئے،اپنے والدین اور اساتذہ کیلئے بخشش کی دعا کرتے ہوئے فارغ ہوا۔

حسن اتفاق سے دوبارہ کمپوز کئے گئے مسودہ کی پروف ریڈنگ بھی بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب بوقت بعد از نماز عشاء مکمل ہوئی ہے۔

فللہ الحمد حمداً کثیراً

[آخِرُ الْكِتَابِ]

عَلَى يَدِ أَضْعَفِ خَلْقِ اللَّهِ, وَأَحْقَرِهِمْ فِي زَعْمِهِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ التَّتَائِيِّ الْمَالِكِيِّ, أَقَالَ اللَّهُ عَثْرَتَهُ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ, وَغَفَرَ لَهُ, وَلِوَالِدَيْهِ, وَلِمَشَايِخِهِ, وَلِإِخْوَانِهِ, وَلِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ، بِتَارِيخِ ثَالِثِ شَهْرِ جُمَادَى الْآخِرَة, لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ, قَرِيبًا مِنْ ثُلُثِ اللَّيْلِ, سَنَةَ أَرْبَعٍ وَسَبْعِينَ وَثَمَانِ مِائَةٍ أَحْسَنَ اللَّهُ عَاقِبَتَهَا بِمُحَمَّدٍ وَآلِهِ، وَأَخِيرًا قَالَ سُمَيْرُ الزُّهَيْرِيُّ عَفَا اللَّهُ عَنْهُ هَذَا آخِرُ مَا أَرَدْتُ إِيرَادَهُ فِي خِدْمَتِي لِهَذِهِ الطَّبْعَةِ مِنْ " بُلُوغِ الْمَرَامِ ,"وَهُوَ اخْتِصَارٌ لِتَخْرِيجِي الْمُوَسَّعِ لِهَذَا الْكِتَابِ النَّافِعِ، أَسْأَلُ اللَّهَ عزوجل أَنْ يَنْتَفِعَ بِهِ طُلَّابُ الْعِلْمِ, كَمَا أَرْجُو أَنْ تُعَوِّضَهُمْ هَذِهِ الطَّبْعَةُ عَنِ الطَّبَعَاتِ الْأُخْرَى وَالَّتِي تَعُوزُهَا جَمِيعًا الدِّقَّةُ وَأَسْأَلُهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى الْأَجْرَ وَالثَّوَابَ, فَمِنْهُ وَحْدَهُ سُبْحَانَهُ كَانَ الْعَوْنُ وَالتَّوْفِيقُ، وَسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ, أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ, أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ادارہ تفہیم الکتاب والسنہ کی ترجیحات

نئی نسل میں دین شناسی کا جذبہ بیدار کرنے کیلئے
حفظ القرآن + ہشتم تا میٹرک (سائنس) کلاسز کا اجراء (مفت تعلیم)
شائقین مطالعہ سے نصف اشاعت فنڈ کے عوض ادارہ ھذا کی مطبوعات مہیا کرنا۔
مختلف مقامات پر فہم قرآن کورسز کا اجراء
مرضِ الحاد میں مبتلا نوجوانوں کی اصلاح کیلئے تربیتی مجالس کا انعقاد۔
کتاب وسنت کی ترویج واشاعت کو علی منہج النبوہ فروغ دینا۔

آیئے! اس کارِ خیر میں محمدی کارواں کے ساتھ شریک سفر ہو کر اصل منزل تک پہنچنے کی سعی جمیلہ کریں۔

الداعی الی الخیر: **حافظ عبداللہ جواد**
مدیر ادارہ تفہیم الکتاب والسنۃ

ادارہ تفہیم الکتاب والسنہ
جامع مسجد ابراہیم اہلحدیث کہکشاں کالونی نمبر 2 بلاک A گلی نمبر 7، فیصل آباد